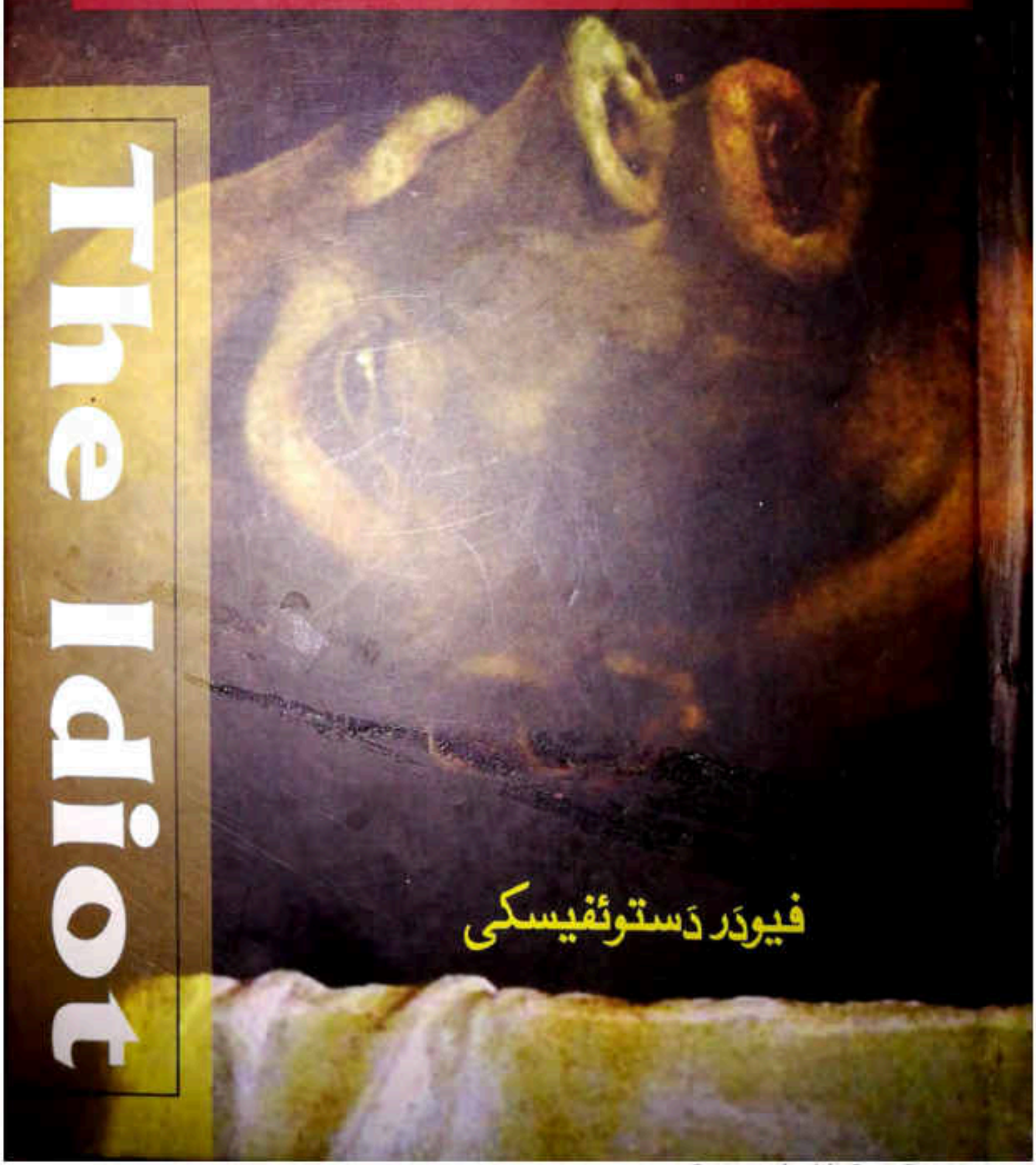
ایڈیٹ (ناول)



The Idiot

فیودر دستوئفیسکی

Scanned with CamScanner

اِیڈیٹ

(ناول)

فیودَر دَستوئفیسکی

ڈان بکس

طفیل چیمبرز 3rd فلور 39- مزنگ روڈ، لاہور

Scanned with CamScanner

An Urdu Translation of

"The Idiot"

By: Fyodor Dostoyevsky

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

نام کتاب : ایڈیٹ (ناول)

مصنف : فیوڈر دستوئفیسکی

ترجمہ : ظ۔انصاری

اہتمام : شہزاد ظہور خاں

پبلشرز : ڈان بکس

طفیل چیمبرز 3rd فلور، 39-مزنگ روڈ، لاہور

کمپوزنگ : فکشن کمپوزنگ اینڈ گرافکس، لاہور

پرنٹرز : سید محمد شاہ پرنٹرز، لاہور

سرورق : ریاض ظہور

اشاعت دوئم : 2017ء

قیمت : -/1000 روپے

تقسیم کار:

فکشن ہاؤس: بک سٹریٹ 68-مزنگ روڈ لاہور، فون: 37249218,1-36307550-042

فکشن ہاؤس: 52,53 رابعہ سکوائر حیدر چوک حیدر آباد، فون: 022-2780608

فکشن ہاؤس: نوشین سنٹر، فرسٹ فلور دوکان نمبر 5 اردو بازار کراچی، فون: 021-32603056

فکشن ہاؤس

○ لاہور ○ کراچی ○ حیدر آباد

e-mail: fictionhouse2004@hotmail.com

Scanned with CamScanner

فہرست

☆ پیش لفظ	ظ۔انصاری	5
٭ حصہ اوّل		11
٭ حصہ دوم		175
٭ حصہ سوم		313
٭ حصہ چہارم		437

Scanned with CamScanner

پیش لفظ

فیودر دستوئیفسکی (81-1821ء) روسی نثر کے دورِ عروج کی پیداوار ہے، سیاسی اور سماجی خلفشار کے زمانے کا بہترین ترجمان ہے۔ اپنے زمانے کی اہم تحریکوں کے گہرے مطالعے اور تحریروں میں انہیں ریکارڈ کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے فرد کے باطن کا دشوار سفر کیا اور ہمیں انسانی فطرت کی بے تابیوں اور تضادوں کا شعور بخشا۔ آج ہم اس کے نظریوں سے، نعروں، استعاروں اور پیش گوئیوں سے چاہے کتنا ہی اختلاف کر لیں لیکن دکھی آتماؤں کا درد جاننے، انسان کی دکھتی رگ ٹٹولنے میں، مستقبل کے خطروں اور خوابوں سے آگاہ کرنے میں وہ ہمارے زمانے کے بہترین ادب کا پیش رو ہے۔

اس نے صرف روسی زبان یا صرف یورپ کو نہیں، پورے عالمی ادب کو چند شاہکار افسانے اور ناول دیئے ہیں۔ مغرب میں جب اس کی تصانیف کی دھوم مچی تو نیتشے اور فرائیڈ سے لے کر لوکاچ اور سارتر تک نے اسے دنیا کا ایک عظیم ناول نگار اور آدم شناسی کا بلند مینار تسلیم کیا۔ یہاں تک کہہ دیا گیا کہ تخلیقی ادب کا زمانی فاصلہ شیکسپیئر کے بجائے دستوئیفسکی سے ناپنا چاہیے یعنی یوں کہ دستوئیفسکی سے پہلے کا ادب اور اس کے بعد کا ادب، کیونکہ اس ایک قلم نے افسانے اور ناول کا پچھلا تصور یکسر قلم زد کر دیا ہے۔ اس نے دنیا کو پہلی بار فلسفیانہ ناول دیئے ہیں اور دور تک خواب و حقیقت کی متوازی لائنیں بچھائی ہیں۔

زیرِ نظر ناول ''ایڈیٹ'' (Idiot) کم و بیش ڈیڑھ سال کی مدت (68-1867ء) اور دو قسطوں میں لکھا گیا۔ جب مصنف اپنی بیوی کے ساتھ، جنیوا میں پیسے پیسے کو محتاج زندگی بسر کر رہا تھا، بار بار ناول کی بساط بچھاتا، پھر الٹ پلٹ دیتا۔ پردیس کی بے کسی، مفلسی اور مرگی کی بیماری کے باوجود اسے یہ لگن تھی کہ نئی قسم کا ناول اور اپنے آدرش کا ایک صاف ستھرا ہیرو دنیائے ادب کو پیش کرے۔ 12 جنوری 1868ء کے ایک خط میں اپنے پبلشر دوست مائیکوف کو لکھتا ہے:

> ''.....بڑی مدت سے ایک خیال مجھے ستا رہا ہے مگر میں اسے ناول میں ڈھالتے ڈرتا ہوں کیونکہ خیال نہایت نازک اور دشوار ہے۔ میں اسے سنبھال نہیں پاؤں گا۔ اگرچہ دل اسی میں اٹکا ہوا ہے اور مجھے پسند بہت ہے۔ آئیڈیا یہ ہے کہ ایک مثالی انسان کی بھرپور تصویر کشی کی جائے۔ میرا اندازہ ہے کہ اس سے زیادہ دشوار اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ خصوصاً ہمارے زمانے میں.....''

دستوئیفسکی کا کہنا تھا کہ اوروں نے بھی اپنے اپنے طور پر ایک ایسے لاجواب انسان کی تصویر کشی ضرور کی ہے لیکن

Scanned with CamScanner

تھوڑی بہت۔ بھرپور کسی کے ہاں نہیں اور جن حالات میں ہم جی رہے ہیں، ان میں اگر کوئی ایک نیک نفس، راستباز، صاف گو، صاف دل، بے ریا اور بے غرض فرد اعلیٰ انسانی آدرشوں کے ساتھ سماج میں اتر آئے تو اس کا کیا حشر ہوگا، یہ دیکھنا چاہیے۔ دستوئفسکی نے بار بار پلان بدلے، سخت ذہنی اور جسمانی اذیت سہی، تب جا کے اس ہیرو نے یہ آخری شکل پائی جو ناول میں موجود ہے اور جسے اپنے اردگرد کی دنیا سے "ایڈیٹ" یا گاؤدی کا خطاب ملتا ہے۔

یہ مرکزی کردار ایک خاندانی آدمی ہے۔ موروثی رئیس زادہ لیکن ماں باپ کے سائے سے محروم۔ لڑکپن سے ہی کسی ذہنی بیماری کے کارن اپنے خاندانی ماحول اور وطن سے دور سوئٹزرلینڈ بھیج دیا جاتا ہے علاج کے لیے۔ وہ بیماریوں، ہمدردیوں، قدرتی منظروں اور چھل کپٹ سے دور معصوم بچوں کی دنیا میں برسوں رہ کر جوانی میں وطن واپس آتا ہے۔ بڑی توانائیں لیے ہوئے آتا ہے۔ ماضی کا درد، مستقبل کے خواب، انجانی دنیا کی تلاش، بھلمنساہت سے پیار، بیر کسی سے نہیں۔ وہ جہاں جس محفل میں بیٹھتا ہے، دل اس کی طرف کھنچتے ہیں لیکن وہ کہیں بھی پوری طرح فٹ نہیں ہوتا۔ جہاں اس کی عزت کی جاتی ہے، وہیں مذاق بھی اڑتا ہے۔ دنیا جسے ہوشیاری اور دنیاداری کہتی ہے، وہ اسے نہیں آتی۔ نتیجہ یہ کہ ہر جگہ بالآخر اسے ایک احمق اور اناڑی شمار کیا جاتا ہے اور صورت حال سوسائٹی کے منظر سے خالی ہاتھ گم ہو جاتا ہے۔

یہ ہیرو ہے پرنس میشکن۔ روسی زبان کا لفظ "کنیاز" جسے ہم نے "پرنس" لکھا۔ بدنصیب، آبرو باختہ اور مجرمانہ ذہنیت کے مرد و زن کو وہ غیر نہیں سمجھتا، انہیں اپناتا ہے اور سربلند دیکھنا چاہتا ہے۔ آدم کی گمشدہ جنت آدمی کے حوالے کرنے میں اسے کسی حیلے حوالے سے عار نہیں اور ایسا آدمی طبقوں، فتنوں، سازشوں میں کٹے پھٹے سماج کو درکار نہیں۔

یہ ہیرو، یہ ناکام اور ستم زدہ شہری میشکن دستوئفسکی کا مثالی آدمی ہے جس کا پیکر اس نے بڑے چاؤ سے، بڑی نزاکت اور احتیاط سے تراشا ہے اور جس کی قسمت میں پسپائی لکھ دی ہے۔

ہمارے زمانے کے ایک اہم سوویت مصنف فیدن نے لکھا ہے کہ:

> "..... بچپن میں بے کس، تنہا اور مریض لڑکے کی زندگی بتا کر یہ پرنس خود اپنے تجربے سے جان گیا ہے کہ بے رخی اور بے عزتی کے ہاتھوں انسان کیا کیا دکھ جھیلتا ہے۔ اب وہ ہر ایک دکھیا اور ستم زدہ شخص کا دکھ شدت سے محسوس کرتا ہے۔ مصنف نے ہیرو (میشکن) کی زبان سے اس غیر انسانی برتاؤ کے خلاف آواز بلند کی ہے جو مجرم، آبرو باختہ عورت، روگی اور بچے کے ساتھ سوسائٹی روا رکھتی ہے۔"

میشکن کے پردے میں دستوئفسکی نے زبان کھولی اور وہ خیالات جن پر بعد میں آ کر ٹھہرا، پہلی بار یہیں ظاہر ہوئے۔

جب یہ ناول 1868ء اور 1869ء کے دوران رسالے میں قسط وار چھپا تو دستوئفسکی دُور، پردیس میں بیٹھا اہلِ وطن کی توجہ اور قدردانی کا سخت آرزومند تھا مگر یہاں بھی ناکامی رہی۔ ناول نے فوری مقبولیت نہیں پائی۔ پیترسبورگ اور ماسکو، دو بڑے ادبی مرکزوں میں جو نظریاتی نزاع چل رہا تھا، اس میں "ایڈیٹ" نہ پوری طرح اس فریق کے آرگسٹرا میں کھپ سکا تھا نہ اس فریق کے اکسٹراز میں۔ یوں بھی مصنف کی نازک مزاجی بلکہ بددماغی نے اپنے ہمسروں سے بگاڑ

مول لے رکھا تھا۔ پھر ناول میں کئی واقعات خود مصنف کی ذاتی زندگی اور واقعی تجربوں سے نکل کر آئے تھے۔ (مثلاً پھانسی کے تختے پر چڑھنے کے وقت کی ذہنی حالت یا مرگی کا دورہ جسے لفظوں کا جامہ پہنانے میں دستوئیفسکی نے کمال کر دیا ہے۔ پھر اس کے ان سیاسی، سماجی خیالات کی جھلک جو اپنے وقت کے انقلابیوں کو اسی طرح ناگوار گزرے جس طرح مغربی تہذیب کے دلدادہ حلقوں کو۔) اور یہ ناول اپنی بناوٹ میں ڈرامائی ایکشن اور معمول کی دلچسپ رومانی روش سے بھی ہٹا ہوا تھا۔ غرض کہ پٹ گیا اور دستوئیفسکی

"دیکھ کر طرزِ تپاک اہلِ دنیا، جل گیا"

اس کے لیے قدر دانی کے دروازے دیر سے کھلے جب وہ ان سے بے نیاز ہو چکا تھا اور ابھی انیسویں صدی کا آخری کیلنڈر پرانا نہیں ہوا تھا کہ "ایڈیٹ" کے ٹائپ کو "دان کوئی کزوت" (Don Quixote) اور "پک وک پیپرز" کا عہد آفریں ہمسر مان لیا گیا۔ مصنف کے ہم عصر لیو تالستائی نے اسے جوہری کی نظر میں بیش قیمت ہیرا قرار دیا تھا۔

☆☆☆

وہ سماج، جس کی جھلکیاں دستوئیفسکی کے ناولوں، خصوصاً زیرِ نظر ناول میں دکھائی دیتی ہیں، روس کی موجودہ نسل کے لیے اجنبی اور کہیں دور پار کی سنی سنائی بات معلوم ہوتا ہے لیکن ہم ہندوستانیوں کے لیے جانا پہچانا ہے اور شہریت کے پورے حقوق لیے شان سے دندناتا پھر رہا ہے۔ یہ بھی ایک وجہ ہے کہ دستوئیفسکی کی آواز اور الفاظ ہمیں کسی غیر ملکی ساز کا تاثر نہیں دیتے۔ اس کے تاثرات میں بھی ہمیں اپنا پن ملتا ہے اور اس اپنے پن کے سہارے ہم انیسویں اور بیسویں صدی کے بعض تاریک سماجی گوشوں میں جھانک لیتے ہیں اور انسان کی تہ در تہ کیفیت کو ہمدردی سے سمجھنے میں ہمارے شعور کو روشنی ملتی ہے۔

☆☆☆

ترجمہ براہ راست روسی متن سے کیا گیا ہے اور اس پہلو کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ اردو عبارت اتنی سلیس، رواں اور بامحاورہ نہ ہونے پائے کہ مصنف کی اصل عبارت کے مدھم اور پنچم سُر، ہلکے اور تیز رنگ، پیچیدہ اور سلیس جملے، سب کے سب غلط ملط ہو جائیں۔ اصل کا مزہ ہی جاتا رہے۔ عبارت کو بنانا سجانا تو رگینیف کا ہنر تھا اور دستوئیفسکی اور تورگنیف کی کبھی نہیں بنی۔ نہ ان کے آرٹ کی آج تک بنی ہے۔

ظ۔ انصاری

ماسکو۔ 1980ء

Scanned with CamScanner

حصّہ اوّل

Scanned with CamScanner

(1)

نومبر کے آخری دن تھے، برف نرم پڑی تھی۔ صبح کے 9 بجے ہوں گے کہ پیترسبورگ وارسا لائن پر ٹرین دھوئیں کے بادل اڑاتی پیترسبورگ کی طرف چلی جارہی تھی۔ کہرے اور دھند کے مارے دن کا اجالا دبا ہوا تھا۔ راستے کے دائیں بائیں دس قدم کے فاصلے پر بھی ڈبے کی کھڑکیوں میں سے کچھ بجھائی نہ دیتا تھا۔ مسافروں میں پردیس سے واپس آنے والے بھی تھے۔ لیکن تیسرے درجے میں، جو کھچا کھچ بھرا تھا، لمبے سفر کے لوگ نہیں تھے۔ اکثر و بیشتر چھوٹے موٹے اور کاروباری مسافر رہے ہوں گے۔ حسب معمول تھکے تھکائے، سردی کھائے ہوئے، نیند سے بوجھل آنکھیں اور جماہیاں، چہرے پھیکے اور کہرے کی سی پیلاہٹ لیے۔

اجالا سا ہوا تو تیسرے درجے کے ایک ڈبے میں کھڑکی کے برابر، دو مسافروں نے خود کو آمنے سامنے پایا۔ دونوں خاصے جوان آدمی تھے، ہلکا پھلکا سامان سفر لیے، سادہ کپڑوں میں ملبوس، دونوں کے ناک نقشے میں کوئی خاص بات تھی اور بالآخر ان کا جی چاہا کہ آپس میں کچھ بات کریں۔ اگر ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے کی بابت خبر ہوتی کہ عین اس لمحے کون سی بات ان میں کھٹکنے والی ہے تو وہ اس اتفاق وقت پر حیرت زدہ رہ جاتے کہ دونوں ایک ہی ٹرین میں تیسرے درجے کے ایک ہی ڈبے میں کیسے ایک دوسرے کے مقابل پائے جاتے ہیں۔ ان میں ایک شخص تھا میانہ قد کا، عمر کوئی 27 سال، لہریا اور کسی قدر سیاہ بال، بھوری، چھوٹی چھوٹی لیکن انگارے سی چمکتی آنکھیں۔ ناک اس کی چوڑی اور پھیلی ہوئی تھی۔ چہرے کی ہڈیاں ابھری ہوئی، پتلے ہونٹوں پر رہ رہ کر کچھ گھٹیا سی، گستاخ، طنزیہ بلکہ زہریلی مسکراہٹ بکھر جاتی تھی۔ البتہ اس کی پیشانی کشادہ اور خوش وضع تھی جو چہرے کے نچلے حصے کی عیب دار اٹھان پر آڑ کیے رہتی تھی۔ اس چہرے پر خصوصیت سے ایسی مردنی چھائی ہوئی زردی نمایاں تھی کہ صورت سے مریل نظر آتا تھا، حالانکہ خاصی مضبوط کاٹھی کا آدمی تھا اور ساتھ میں دلی ملال کی حد تک کوئی والہانہ کیفیت بھی طاری تھی جو اس کی گستاخ اور روکھی مسکراہٹ سے، تیز اور خود پسند نظروں سے میل نہیں کھاتی تھی۔ اس شخص کے بدن پر کافی گرم لباس تھا۔ کالے رنگ کا ڈھیلا اونی کوٹ، بھیڑ کی کھال کا روئیں دار استر لگا ہوا جس نے رات بھر اسے ٹھٹھرنے نہیں دیا مگر سامنے والے کی حالت دگرگوں تھی۔ روسی نومبر کی ٹھنڈی مرطوب ہوا تمام رات اس کی پیٹھ سہلاتی رہی، غالباً وہ اس لذت کا سامنا کرنے کو تیار ہو کر نہیں نکلا تھا۔ اس کے شانوں پر کافی کشادہ اور دبیز، بے آستین کی برساتی جھول رہی تھی جس پر سرپوش لگا تھا۔ قطعی ویسی برساتی جیسی ان مسافروں کے پاس ہوتی ہے جو ہمارے ملک سے بہت دور کہیں سوئٹزرلینڈ یا شمالی اطالیہ کی سردیوں میں گھر سے نکلتے ہیں اور ایسے لمبے سفر کے لیے تیار نہیں ہوتے جیسے ایڈکونین مقام سے پیترسبورگ تک۔ جس چیز سے اطالیہ میں کام چل جائے یا تسلی ہو جائے وہ روس میں قطعی ناکافی رہتی ہے۔ سرپوش والے برساتی کوٹ کا یہ مالک بھی جوان ہی تھا، عمر یہی کوئی 26 یا

Scanned with CamScanner

27 کے لگ بھگ۔ قد ذرا اوسط سے نکلتا ہوا۔ گھنے اور سنہرے بال، پچکے گال، چھدری اور نکوٹی، ایسی خاکستری گویا بالکل سفید ہو چکی ہو۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی، نیلی اور ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے والی تھیں۔ ان نگاہوں میں کوئی ایسی خاموش مگر گمبھیر کیفیت تھی، ان سے ایسی عجیب شعاعیں پھوٹتی تھیں کہ پہلی نظر میں ہی کوئی قیاس کرے کہ ہو نہ ہو ان آنکھوں والا مرگی کا مریض ہوگا۔ البتہ اس شخص کا چہرہ خوشگوار تھا۔ اس میں نزاکت تھی، خشکی بلکہ بے رنگی تھی اور اب تو سردی کے مارے نیلاہٹ بھی چھا گئی تھی۔ اس آدمی کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی پوٹلی تھی پرانے اور میل کھائے ہوئے ریشمی کپڑے کی جو بظاہر اس کا تمام سامان سفر سنبھالے ہوئے ہوگی۔ اس کے پیروں میں موٹے تلے کے جوتے اور گھٹنوں تک لمبے موزے تھے جن کا روس میں کہیں چلن نہیں۔ کالے بالوں والے ہمسائے نے کچھ اس وجہ سے کہ ٹھالی بیٹھا تھا، اس کے سراپا پر نگاہ دوڑائی اور آخر ایک اجڈ پن کے ساتھ، جس میں بے تکلفی اور بے لحاظ لہجہ بعض اوقات ٹھوکا دے کر سامنے والے کی پریشانی سے مزا لینے کا موڈ ظاہر کر دیتا ہے، اس سے پوچھ لیا:

"ٹھٹھر گئے؟"

سوال کرتے وقت کندھے بھی اچکائے۔

"بہت۔" جواب دینے والے نے انتہائی راضی برضا انداز میں جواب دیا "اور دیکھئے ابھی تو برف پگھلی ہوئی ہے۔ جب پالا کٹے گا تو کیا حال ہوگا؟ مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ ہمارے یہاں ایسی سردی ہوگی۔ عادت جاتی رہی۔"

"پردیس سے آ رہے ہیں کیا؟"

"جی ہاں، سوئٹزرلینڈ سے۔"

"واہ..... آپ بھی کہاں سے...." کالے بالوں والا سیٹی بجا کر زور سے ہنس پڑا۔

بات چیت کا سلسلہ چھڑ گیا۔ سوئٹزرلینڈ کے برساتی کوٹ میں لپٹا ہوا سنہرے بالوں والا اپنے سانولے ہمسائے کے سوالات کا جواب دینے میں اتنا مستعد تھا کہ بعض سوالوں کی بے احتیاطی، منہ پھٹ بے تکلفی اور پھوہڑ پن پر چونکتا بھی نہیں تھا، خود یہ بات چونکانے والی تھی۔ جواب دیتے وقت ضمناً اس نے بتا دیا کہ برسوں پردیس میں رہ کر آیا ہے، چار سال سے کچھ اوپر باہر رہا۔ علاج کے لیے باہر بھیجا گیا تھا۔ کوئی عجیب سا اعصابی مرض تھا۔ مرگی کا یا وہ جو کہلاتا ہے سینٹ وائٹ کا ناچ کہ اس کا بیمار لرزنے اور تڑپنے لگتا ہے۔ سانولا سنتا گیا اور بار بار مسکراتا گیا، خاص طور پر جب اس سنہرے بالوں والے نے پوچھنے پر بتایا کہ علاج کامیاب نہیں ہوا تو وہ منہ پر ہنس دیا۔

"ہا..... روپیہ بھی، پانی کی طرح بہایا ہوگا، مگر فضول، ہم لوگ خواہ مخواہ ان پر اعتقاد میں مرے جاتے ہیں۔" سانولے نے کٹیلے پن سے کہہ دیا۔

"حقیقت تو یہی ہے!" پاس بیٹھا ایک بدوضع سا مسافر آپ ہی آپ بول پڑا۔ دیکھنے میں وہ کافی گھسا ہوا معمولی قسم کا سرکاری اہلکار معلوم ہوتا تھا، عمر کوئی چالیس کے قریب، بدن گھٹا ہوا، ناک لال اور چہرہ مسوں بھرا۔ "بالکل حقیقت ہے جی، روس کی تو مفت میں جان نکال لیتے ہیں یہ۔"

"میرے معاملے میں ایسا کہنا درست نہیں ہوگا۔" سوئٹزرلینڈ سے واپس آنے والے مریض نے نرم سبھاؤ سے

جواب دیا۔ ''دیکھیے میں بحث تو کر نہیں سکتا کیونکہ ساری حقیقت معلوم نہیں، البتہ میرے ڈاکٹر نے جو برتاؤ مجھ سے کیا ہے کہ اپنی آخری رقم میں سے بھی یہاں آنے کا سفر خرچ دے دیا اور کوئی دو سال تک اپنے خرچ پر وہاں رکھا۔''

''کیوں کیا کوئی اور دینے والا نہیں تھا؟'' سانولے نے پوچھ لیا۔

''ہاں..... پاولی شیف صاحب، جو میرا وہاں خرچ اٹھا رہے تھے، دو سال ہوئے چل بسے۔ تب میں نے مسز جنرل۔یان چین کو لکھا، وہ میری دور کی رشتہ دار ہیں، لیکن اُدھر سے کوئی جواب نہ آیا۔ چنانچہ میں واپس آ رہا ہوں۔''

''واپسی کدھر اب؟''

''آپ کا مطلب ہے کہ کہاں رہوں گا؟ مجھے خود نہیں معلوم..... یوں ہے بس.....''

''تو ابھی کچھ طے نہیں ہے؟''

سنتے ہی پھر دونوں ہم سفر بے اختیار ہنس پڑے۔

''میں جانوں آپ کا سارا سامان لے دے کے اسی پوٹلی میں ہوگا؟'' سانولے نے سوال کر ہی لیا۔

''شرطیہ کہہ سکتا ہوں کہ ہے تو ایسا ہی۔'' لال ناک والے اہلکار نے جھٹ سے کہہ دیا اور اس کی صورت پر بھرپور اطمینان برسنے لگا۔ ''یہ بھی بتا دوں کہ سامان کے ڈبے میں بھی آپ نے کچھ نہیں رکھوایا ہے۔ مفلسی کوئی عیب نہیں، بہرحال یہ تو ماننا پڑے گا۔''

پتہ چلا کہ اصلیت یہی تھی۔ جوان العمر مسافر نے ہاتھ کے ہاتھ اور غیر معمولی سرعت کے ساتھ یہ بات بھی مان لی۔

''جو بھی ہو، آپ کی اس گٹھڑی یا پوٹلی میں کوئی خاص بات ہے۔'' اہلکار نے بات جاری رکھی۔ جب پیٹ بھر کے دونوں ہنس لیے۔ (دلچسپ بات یہ تھی کہ خود پوٹلی والا بھی انہیں دیکھ کر ہنسی میں شریک ہو گیا اور یوں ہنسی مذاق کا لطف دوبالا کر دیا۔) ''اگرچہ جان کی بازی لگا کر کہا جا سکتا ہے کہ پوٹلی میں نہ نپولین ڈوروں اور فریڈرکس ڈوروں سے بھرے غیر ملکی سنہرے پیکٹ ہیں بلکہ ہالینڈ کی اشرفی تک نہ ہوگی جس کا خیال صرف آپ کے غیر ملکی موزے دار جوتے دیکھتے ہی اخذ ہوتا ہے اور پھر..... اس گٹھری کے ساتھ اگر آپ کے اس بیان کو بھی جوڑ لیا جائے کہ مثلاً مسز جنرل۔یان چین آپ کی رشتہ دار ہوتی ہیں تب تو اس سامانِ سفر کی معنویت کچھ سے کچھ ہو جاتی ہے، بشرطیکہ اصلیت میں، میرا مطلب ہے کہ مسز جنرل واقعی آپ کی رشتہ دار ہوں اور آپ کے حافظے نے غلطی نہ کی ہو..... انسان ہے آخر، بھول چوک ہو ہی جاتی ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ تخیل کی جولانی ہو محض۔''

''پھر آپ کا قیاس درست نکلا۔'' سنہرے بالوں والے آدمی نے فوراً اتفاق کیا۔ ''سچ تو یہ ہے کہ قریب قریب غلطی ہوئی مجھ سے۔ یعنی یہ کہ انہیں رشتہ دار کہنا تقریباً غلط ہوگا یہاں تک کہ میں انہیں بار بار خط لکھتا رہا اور جب ایک کا بھی جواب نہ آیا تو مجھے قطعی تعجب نہ ہوا۔ یہی ہونا تھا۔''

''ڈاک خرچ بھی مفت میں گیا۔ خیر کم از کم اتنا تو ہے کہ آپ آدمی سیدھے اور سچے ہیں۔ اس بات کی تعریف کرنی پڑے گی۔ ہوں..... رہے جنرل۔یان چین۔ تو ان کے بارے میں سن رکھا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جنرل صاحب ہیں

Scanned with CamScanner

کافی نامور آدمی۔ مرحوم پاولی شیف، جو سوئٹزرلینڈ میں آپ کا خرچہ دیا کرتے تھے، ان کا نام بھی کان میں پڑا ہوا ہے۔ اگر ان کا پورا نام بھی ہے نکولائی آندرے وچ پاولی شیف، کیونکہ اس نام کے دو چچازاد بھائی گزرے ہیں۔ دوسرے جو تھے وہ اب بھی کرائمیا میں رہتے ہیں۔ البتہ نکولائی انتقال کر گئے۔ بڑے رتبے تھے ان صاحب کے۔ اثر رسوخ تھا اور اپنے وقتوں میں چار ہزار رعایا کی جاگیر رکھتے تھے....."

"بالکل درست! نکولائی آندرے وچ پاولی شیف وہی تھے۔" سنہرے بالوں والے آدمی نے تصدیق کی اور حیرت سے اس "ہمہ داں" کی صورت تکتا رہ گیا۔

اس طرح کے "ہمہ داں" صاحبان بعض اوقات بلکہ اکثر ایک خاص سماجی حلقے میں نظر آتے ہیں۔ انہیں ہر بات کا علم ہوتا ہے۔ ان کے دماغ کو جو کریدگی رہتی ہے اور ٹوہ لینے کی صلاحیت، وہ بے تابی سے اسی ایک سمت میں پھیل پڑتی ہے، قطعی وجہ اس کی یہ کہ آج کل کے مفکروں کی زبان میں، ایسے لوگوں کا ذہن زندگی کی زیادہ ٹھوس اور اہم دلچسپیوں اور خیالات سے بے بہرہ رہتا ہے۔ "ہمہ دانی" کے لفظ کے تحت، ظاہر بات ہے کہ معلومات کا ایک تنگ دائرہ ہی آ سکتا ہے، مثلاً فلاں شخص کہاں ملازم ہے، کس کس سے اس کی شناسائی ہے، مالی حالت کیسی ہے، کہاں گورنر رہا، کس سے شادی ہوئی، بیوی کتنا جہیز لائی، کون کون اس کا نزدیک سے، دور سے رشتے کا بھائی لگتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ بس اسی طرح کی معلومات۔ اس قبیل کے اکثر ہمہ داں جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں اور سترہ روبل ماہوار تک کما لیتے ہیں۔ جن لوگوں کی تفصیل ان ہمہ دانوں کو معلوم رہتی ہے، ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں کہ آخر ان صاحبان کی دلچسپی کا باعث کیا ہے۔ حالانکہ یہ صاحبان اپنی ان معلومات پر جو اپنی جگہ پوری سائنس کے ہم پلہ ہوتی ہیں، اطمینان کا سانس لیتے ہیں، خود اپنی نظر میں اونچے ہو جاتے ہیں بلکہ انہی میں مگن رہتے ہیں۔ واقعی، کیا دلفریب سائنس ہے یہ بھی! میں نے عالم فاضل لوگ دیکھے ہیں، اہل ادب، شاعر، سیاسی رہنما دیکھے ہیں جو اسی سائنس کی طرف لپکتے ہیں اور اسی میں ان کو اپنی منہ مانگی مراد ملتی ہے۔ یہاں تک دیکھا کہ واقعی اسی علم کی بدولت وہ کیریئر بنا لیتے ہیں۔ اس گفتگو کے دوران تمام وقت سانولا آدمی جماہیاں لیتا اور کھڑکی کے باہر بے خیالی میں دیکھتا رہا۔ اسے سفر تمام ہونے کا بے صبری سے انتظار تھا۔ وہ کھویا کھویا سا تھا، بری طرح بے خیالی میں مبتلا۔ بات بن بات چونک پڑتا۔ عجب طبیعت پائی تھی اس نے۔ کسی کسی وقت یوں ہوتا کہ کان لگے ہوئے ہیں مگر سنتا کچھ نہیں، نظر لگی ہے مگر دیکھتا ہی نہیں، یوں ہی ہنس پڑتا مگر پوچھو تو یہ بھی ہوش نہیں کہ کب ہنسا، کس بات پر ہنسی آئی۔

"دریافت کرنے کی اجازت ہے کہ میں کن صاحب سے ہمکلام ہوں....." مسوں بھرے چہرے والے نے سنہرے بالوں اور بوٹی والے ہم سفر سے دریافت کر ہی لیا۔

"مجھے پرنس لیو نکولائی وچ میشکن کہتے ہیں۔" سوال کے مخاطب نے بھرپور مستعدی سے فوراً جواب دیا۔

"پرنس میشکن؟ لیو نکولائی وچ؟ معلوم نہیں جی، کبھی سننے میں نہیں آیا یہ نام تو....." اہلکار دماغ پر زور ڈالتے ہوئے بولا۔ "میں اس نام کو نہیں کہتا۔ نام تو خیر تاریخی ہے، کرامزین[1] کی تاریخ میں شاید مل جائے۔ اس میں ہونا ہی چاہیے۔ میں تو میشکن نام کے آدمی کو کہتا ہوں کہ آج کل کہیں اس نام کے آدمی دیکھنے میں نہیں آتے۔ دیکھنا کیا، جی،

Scanned with CamScanner

میشکن کا ذکر بھی زبان پر نہیں آتا۔"

"اور کیا!" فوراً پرنس نے تائید کر دی۔ "میشکن والے اب رہے کہاں۔ میں اکیلا بچا ہوں۔ شاید میں اس خانوادے کا آخری آدمی ہوں۔ جہاں تک آباؤ اجداد کا تعلق ہے تو وہ نام کے جاگیردار رہ گئے تھے۔ خود میرے والد فوج میں سیکنڈ لیفٹیننٹ تھے، کیڈٹ کور میں۔ ہاں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ مسز جنرل ایپان چین کا میشکن والوں سے کیا تعلق ہوگا۔ وہ بھی اپنے سلسلے کی آخری ہیں....."

"ہا، ہا، قہ، قہ، اپنے سلسلے کی آخری..... یہ بھی ایک ہی رہی۔" اہلکار قہقہے مارتا رہا۔

سامنے کا سانولا مسافر بھی ہنس دیا۔ سنہرے بالوں والا میشکن سٹپٹا گیا کہ بھولے سے ایسی بات کہہ گیا جس کے دو معنی..... بلکہ ذم کا پہلو نکلتا ہے۔

"خیال فرمایئے..... میرے منہ سے بے خیالی میں یہ بات نکل گئی۔" پرنس نے تعجب سے کہا۔

"خیر، کوئی بات نہیں، سمجھ گئے۔ جی، سمجھے ہم۔" اہلکار مزے میں گردن ہلا ہلا کر بولا۔

"کیوں پرنس صاحب، آپ نے وہاں کیا کیا علم حاصل کیے، اپنے پروفیسر سے کیا تعلیم؟" ایک دم سانولے نے پوچھ لیا۔

"جی ہاں۔ کچھ..... سیکھا تو تھا....."

"مجھے دیکھئے کہ بالکل تعلیم نہیں پائی۔"

"خود مجھے بھی کیا تعلیم ملی..... تھوڑی بہت یونہی سی۔" پرنس نے گویا معذرت پیش کی۔ "بیماری کے سبب مجھے باقاعدہ تعلیم نہیں دلوائی گئی۔"

"رگوژین خاندان والوں کو جانتے ہیں؟" سانولے نے جھٹ سے پوچھا۔

"جی نہیں، قطعی نہیں۔ ویسے بھی روس میں بہت کم کسی سے واقف ہوں۔ کیا آپ ہی رگوژین ہیں؟"

"جی ہاں..... میرا یہی نام ہے پرفیون رگوژین۔"

"کیا کہا، پرفیون؟ خاص رگوژین والوں میں سے، نا؟" اہلکار ان الفاظ پر زور دے کر، اِترا کر بولا۔

"وہی، وہی۔" فوراً اور ایک حد تک بے صبری سے سانولے نے جواب دیا۔ حالانکہ اب تک اس نے مسوں بھرے اہلکار کو منہ نہیں لگایا اور صرف پرنس سے بات کرتا رہا تھا۔

"یہ کیسے؟....." اہلکار سناٹے میں آ گیا، حیرت سے اس کی آنکھیں قریب قریب نکل پڑیں۔ چہرے پر ایک دم احترام یا تعظیم کے آثار ابھرے بلکہ ایک حد تک جھجک آ گئی۔ "یعنی یہ وہی سیمیون پرفیونووچ رگوژین کا سلسلہ ہے جس کے بزرگ خطاب یافتہ لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ کوئی مہینہ بھر پہلے انتقال کر گئے اور پچیس لاکھ کی وراثت چھوڑ گئے؟"

"تمہیں کہاں سے خبر ہے کہ مرحوم پچیس لاکھ نقد چھوڑ گئے ہیں؟" سانولے نے روکھے پن سے اسے ٹوکا، اور اس بار بھی اہلکار کی طرف نظر اٹھانا گوارا نہ کیا۔ "دیکھیے ذرا۔" (پرنس کو آنکھ کا اشارہ کر کے کہنے لگا) "یہ ان لوگوں کو سروکار کیا ہے کہ خواہ مخواہ ہر طرف سونگھتے پھرتے ہیں؟ یہ درست ہے کہ میرے والد کا انتقال ہو گیا اور میں پسکوف سے اپنے گھر

Scanned with CamScanner

جارہا ہوں، مہینہ بھر پھٹے حالوں گزرا۔ نہ بھائی بدمعاش نے، نہ ماں نے رقم بھیجی، نہ خیر خبر لی، جیسے آدمی نہیں کتے سے پیش آتے ہوں۔ پسکوف میں سارا مہینہ بخار میں پڑے پڑے گزر گیا۔"

"اور اب دس لاکھ سے اوپر رقم یکمشت ملنے والی ہے۔ پروردگار تو جس پر مہربان ہو جائے!" اہلکار نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے۔

"مگر اسے کیا پڑی ہے افرمایئے آپ۔" رگوژین نے تیور بدل کر جھلاہٹ میں اس کی طرف سر ہلایا۔ "تمہیں تو ایک کاپک نہیں دینے والا..... چاہے تم میرے سامنے ٹانگیں اوپر سر نیچے کر کے چلو۔"

"چلوں گا، ضرور چلوں گا۔"

"بکو مت، کچھ نہیں ملنے والا، کچھ نہیں دوں گا۔ میری بلا سے پورے ہفتے ناچتے پھرو!"

"نہ دینا! میں اسی قابل ہوں، مت دینا کچھ۔ پھر بھی ناچوں گا تمہارے سامنے، بیوی بچے، سب چھوڑ چھاڑ تمہاری پیش میں حاضر۔ خوشامد کروں گا، جی بہلاؤں گا!"

"تف ہے تم پر۔" سانولے نے یہ کہتے وقت تھوک ہی دیا۔ "ابھی پانچ ہفتے ہوئے کہ میرا کیا حال تھا، آپ جیسا۔" اس نے پرنس کو پھر مخاطب کیا۔ "باپ کے گھر سے صرف ایک پوٹلی لے کر پسکوف بھاگا تھا اپنی چچی کے گھر۔ پہنچا تو بخار آ گیا۔ والد صاحب میری غیر حاضری میں سدھار گئے۔ اچانک سانس کا تار ٹوٹا۔ خدا ان کی مغفرت کرے، مجھے تو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار ہی دیا تھا، یقین مانئے گا پرنس، خدا کی قسم، اگر میں جان بچا کر نکل نہ گیا ہوتا تو وہ میری جان لے لیتے۔"

"آپ نے انہیں کسی وجہ سے ناراض کیا ہوگا۔" پرنس نے کسی قدر دریافت طلب لہجے میں اس پوستین پوش لکھ پتی پر اوپر سے نیچے تک نظر ڈال کر سوال کیا۔ اگرچہ دس لاکھ کی رقم میں اور اتنی بڑی وراثت پانے میں بھی کوئی نہ کوئی غیر معمولی قابل غور بات ہوگی، تاہم پرنس کو جس بات نے شوق و حیرت میں مبتلا کیا وہ کوئی اور ہی سبب تھا، مزید یہ کہ رگوژین بھی نہ جانے کیوں، خاص کر پرنس سے کھل کر باتیں کرنے لگا، اگرچہ بظاہر گفتگو کی ڈور تھامنے کا سبب اتنا اخلاقی نہیں تھا جتنا میکانکی..... یعنی اس میں نیک دلی کے بجائے خود فراموشی زیادہ تھی، اندرونی اضطراب کو ٹال جانے کی ایک کوشش، تاکہ کوئی آدمی ہو جس پر نظر رہے، کوئی ہو جس سے خواہ مخواہ بات کر کے جی ہلکا کیا جائے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ابھی رگوژین کا بخار اترا نہیں ہے..... بلکہ سرسامی حالت میں مبتلا ہے۔ اہلکار کا معاملہ یہ تھا کہ وہ رگوژین کو چٹ گیا تھا۔ سانس بھی زور سے نہیں لیتا تھا اور اس کے ایک ایک لفظ کو یوں لپکتا اور تولتا گویا لفظ نہیں ہیرے جواہرات ڈھونڈ رہا ہے۔

"ناراض کی بات یہ کہ ناراض تو ہوں گے ہی، وجہ بھی تھی شاید۔" رگوژین نے پرنس کو جواب دیا "مگر ٹانگ کھینچنے میں میرے بھائی کا ہاتھ تھا۔ ماں کو کیا الزام دوں، بوڑھی عورت۔ دعاؤں کی پرانی کتاب پڑھتی رہتی ہے یا اپنی بوڑھیوں سے باتیں کیے جاتی ہیں۔ البتہ بھائی سینکا جو کہہ دے اسی پر عمل درآمد ہوتا ہے اور اس نے کیوں کسی بات کا بھی مجھے بروقت پتہ نہیں چلنے دیا، بے خبر رکھا؟ تو وجہ معلوم۔ درست ہے کہ میں ان دنوں غفلت میں تھا۔ کہتے ہیں کہ ٹیلی گرام بھیجا تھا۔ وہ بھی میرے نام نہیں، چچی کے نام آیا۔ چچی کو بیوگی میں بسر کرتے تیس برس ہو گئے، صبح سے رات گئے تک فالتو

دیوانوں میں پڑی رہتی ہیں۔ دنیاداری چھوڑ کر بیراگن ہوگئی ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔ تارملا تو بدحواس ہوگئیں۔ کھولا تک نہیں۔ تھانے میں جا کر دے دیا۔ اب تک وہیں پڑا سڑتا ہے۔ صرف کونیف، نام واسیلی واسیلیچ، اس نے مجھے سارا حال لکھ کر بھیجا۔ کونیف کے خط سے پتہ چلا کہ بھائی نے باپ کے کفن میں سے خالص زری گوٹا تک رات میں نکال لیا۔ سونے کے مہرے کاٹ کر نکالے کہ ''ارے یہ تو بڑے قیمتی ہیں۔'' یہ ایسی حرکت کی ہے کہ میں چاہوں تو اسی پر سزا ہو جائے، سائبیریا بھیج دیا جائے۔ کیوں کہ، آپ جانیں یہ مردے کی بے حرمتی ہے۔ ارے او، سنتے ہو، عقل کے تھیلے!'' اس نے اہلکار کو پکارا ''کیا کہتا ہے قانون: یہ بے حرمتی ہے نا؟''

''بے حرمتی، بالکل بے حرمتی!'' اہلکار نے فوراً ہاں میں ہاں ملائی۔

''اس پر سائبیریا ہو جائے گا نا؟''

''جی ہاں، قطعی سائبیریا، فوراً سائبیریا!''

''وہاں وہ لوگ سمجھے بیٹھے ہیں کہ میں بیمار پڑا ہوں۔'' رگوژین پرنس سے کہتا چلا گیا۔ ''میں نے ایک لفظ منہ سے نہیں نکالا۔ چپکے سے کھسک گیا اور بیمار ہی گاڑی میں سوار ہو گیا۔ جا رہا ہوں: دروازہ کھولو برادر سیمیون سیمیونوچ! باپ کے کیا کیا کان بھرے ہیں میرے خلاف، سب معلوم ہے مجھے۔ بس، یہی تھا کہ میں نے باپ کو غصہ دلا دیا تھا۔ نستاسیا فلی پوونا کی بدولت۔ سچ بات! وہ قصور میرا۔ گناہ سر پر سوار ہو گیا تھا۔''

''نستاسیا فلی پوونا کی بدولت؟'' فرط شوق میں اہلکار کے منہ سے نکلا جیسے کچھ یاد کرنے کی کوشش میں ہو۔

''دیکھا، تمہیں نہیں معلوم!'' اہلکار نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔

''بڑا آیا جاننے والا، اس نام کی عورتیں کچھ کم ہیں کیا؟ تو بھی کیا لیچڑ آدمی ہے! یہ لو، مجھے پہلے ہی خبر تھی کہ ہو نہ ہو کوئی لیچڑ چپکے گا ضرور مجھے!'' پرنس کی طرف رخ کر کے وہ کہہ گیا۔

''مگر، صاحب، میں جانوں۔ خبر ہے مجھے! لیبیدیف کو خبر ہے یہ! حضور والا تو مزا لیتے ہیں مجھے ڈانٹ کر لیکن اگر میں سارا قصہ سنا دوں تو؟ یہ واقعی نستاسیا بیگم ہیں جن کی خاطر آپ کے والد مرحوم نے کانٹوں دار چھڑی سے آپ کی خبر لی تھی۔ ان نستاسیا فلی پوونا کا خاندانی نام ہے براشکووا۔ کہنا چاہیے کہ بڑی خاندانی خاتون ہے اور اپنے حساب سے خود بھی کچھ کم نوابزادی نہیں۔ کوئی تو تسکی تھے، افاناسی ایوانووچ نام کے، ان سے واسطہ تھا اور کسی سے نہیں۔ صاحب جائیداد اور بڑے مالدار، کمپنیوں اور اسٹاک سوسائٹیوں کے ممبر۔ اسی سلسلے میں جنرل یپان چین سے ان کی بڑی رسم و راہ تھی .....''

''افوہ رے، کیا آدمی ہو تم بھی!'' رگوژین اس بار سچ مچ حیرت میں رہ گیا۔ ''شیطان سمجھے اس آدمی سے، واقعی اسے سب معلوم ہے۔''

''سب معلوم ہے! لیبیدیف کو خبر ہے! خدا آپ کو سلامت رکھے، حضور، لیخاچیف الیکساشکا میاں کے ساتھ دو مہینے سفر میں رہ چکا ہوں، وہ بھی اس وقت جب ان کے باپ گزر چکے تھے، گلی گلی، کونہ کونہ چھان چکا ہوں۔ ایسی گاڑھی چھنی کہ لیبیدیف کے بغیر وہ ایک قدم نہ اٹھاتے۔ اب آج کل قرضوں کی مار میں جیل کی ہوا کھا رہے ہیں۔ تب ایک وقت تھا کہ آرمانس، کورالیا اور پرنس پاتسکایا اور نستاسیا فلی پوونا سبھی سے ملنے کا موقع ملا۔ ان کی بابت بہت کچھ جاننے کا موقع مل چکا ہے۔''

Scanned with CamScanner

''کیا کہا نستاسیا فلی پوونا؟ لیخاچیف سے وہ.....'' رگوژین نے غصے میں اہلکار کو گھورا۔ اس کے ہونٹ پیلے پڑ گئے تھے اور لرز رہے تھے۔

''کچھ نہیں، کوئی بات نہیں! ایسی کوئی بات نہیں!'' اہلکار نے رگوژین کا جملہ پورا نہیں ہونے دیا اور جلدی سے بول پڑا۔ ''لیخاچیف ایسا آدمی ہے کہ کتنی ہی بڑی رقم سے اس کا کام نہیں نکلنے والا۔ یہ وہ آرمانس والا معاملہ نہیں ہے۔ اس میں صرف توتسکی رہا۔ شام ہوئی اور بالشوئی میں یا فرانسیسی تھیٹر میں اپنے ذاتی باکس میں براجمان ہے۔ فوجی افسر آپس میں کچھ بھی کہتے پھریں، ثبوت کسی بات کا ان کے پاس بھی نہیں ہوسکتا: زیادہ سے زیادہ یہی نا'' دیکھو وہی رہی نستاسیا فلی پونا..... وہی''..... اس کے آگے کوئی کیا کہے گا۔ کچھ ہے بھی نہیں اس کے آگے۔''

''اصلیت بھی بس اتنی ہی ہے۔'' رگوژین چوٹ کھائے ہوئے لہجے میں ناگواری سے بولا۔ ''تبھی مجھ سے زلیوژیف نے یہ بات کہی تھی۔ پرنس صاحب، تب میں اپنے والد کے تین سال پرانے کوٹ میں نیوسکی پراسپکٹ پار کر رہا تھا کہ اتنے میں نستاسیا بیگم دکان میں سے نکلی، فٹن میں سوار ہونے کے لیے۔ دیکھتے ہی بدن میں شعلہ سا اٹھا۔ زلیوژیف سے مڈبھیڑ ہوئی۔ وہ مجھ سے بالکل دوسری طرح کا آدمی، حجام کی دکان کے ملازم جیسا گھومتا پھرتا ہے، ایک آنکھ کا چشمہ یا دوربین لگائے اور ہم ہیں کہ اپنے والد کے ہاں فل بوٹ پہنے رہتے اور گوبھی کے شوربے پر بسر کیا کرتے تھے۔ کہنے لگا یہ تیرے جوڑ کی نہیں۔ نوابزادی ہے، اس کا نام ہے نستاسیا فلی پوونا براشکووا۔ توتسکی کے ساتھ رہتی ہے اور توتسکی جو ہے، وہ اس سے جان چھڑانے کی فکر میں ہے کیونکہ اب عمر ہوگئی، پچپن سال کا آدمی ہے اور سوچ رہا ہے کہ ایک عورت سے شادی کر کے بیٹھ جائے۔ جو پیترسبورگ کی نمبر اول حسینہ ہے۔ اس نے ٹہوکا دیا کہ نستاسیا فلی پوونا کو دیکھنا چاہو تو آج ہی بالشوئی تھیٹر میں دیکھ لو۔ بیلے کے وقت وہ اپنے ذاتی باکس میں بیٹھی ہوگی۔ باپ ہمارے ایسے کہ ذرا ان سے بیلے جانے کی اجازت تو مانگ لو جان سے ماردیں۔ میں، پھر بھی، آہٹ کے بغیر گھر سے نکل بھاگا اور دوبارہ نستاسیا فلی پوونا کے دیدار کر آیا۔ اس رات نیند اڑ گئی۔ صبح کو والد مرحوم نے پانچ پانچ ہزار کے دو سرکاری بونڈ پانچ فیصد سود والے دیئے کہ یہ لے جاؤ، فروخت کردو۔ رقم میں سے ساڑھے سات ہزار روبل آندریف کے دفتر میں دے دینا، باقی گھر لے کر سیدھے آجانا، کہیں اور نہ چل دینا۔ انتظار کروں گا۔ میں نے بونڈ دونوں بیچ دیئے، رقم نقد کر لی، لیکن آندریف کے دفتر نہیں گیا، منہ اٹھائے سیدھا چلا انگریزی دکان کی طرف۔ دکان میں دو جڑاؤ بُندے چنے، دونوں بالیوں میں قیمتی ہیرے، یہ بڑے بڑے، اخروٹ کے برابر، چار سو روبل کی پھر بھی کمی پڑی تھی، نام بتایا، مان گئے۔ بُندے لیے ہوئے میں زلیوژیف کے دروازے پر۔ ماجرا یوں اور یوں ہے، چلو نستاسیا فلی پوونا کے یہاں۔ ہم دونوں روانہ ہوئے۔ آگے پیچھے کا کچھ ہوش نہیں۔ آنکھ کہیں پڑے، پاؤں کہیں۔ خدا جانے کیسے وہاں تک پہنچے۔ ہم نے ہال کمرے میں قدم رکھا اور وہ خود نکل کر آ گئی۔ میں نے زبان تک نہ کھولی کہ میں ہوں۔ زلیوژیف نے ہی کہا'' یہ پروفین کی طرف سے ہے، پرفیون رگوژین..... کل کے دن جو آپ سے ملاقات ہوئی اس کی یاد میں پیش کرتے ہیں، قبولیت سے نوازیئے۔'' اس نے ڈبیا کھولی، نذرانے پر نظر ڈالی، مسکرا کر کہا'' اپنے دوست مسٹر رگوژین کا میری طرف سے شکریہ ادا کیجیے کہ مجھ پر اتنی نظر عنایت فرمائی۔'' رخصت لینے کے انداز میں ذرا جھکی اور چلی گئی۔ میں وہیں کیوں نہ مر رہا..... کیا کہوں! گیا تھا تو دل میں ٹھان کر ہی گیا تھا'' کچھ بھی ہو جائے وہاں

سے زندہ نہیں پھروں گا!'' یہ بات اور بھی ناگوار گزری کہ میرا کیا دھرا اس پاجی زلیوژیف نے اپنے نامۂ اعمال میں لکھوالیا۔ ایک تو میرا قد چھوٹا، پھر کپڑے برے، غلاموں کے سے، اور کھڑا ہوں، ٹک ٹک دیدم، دم نہ کشیدم، شرم آ رہی ہے۔ میرے مقابلے میں زلیوژیف پورا فیشن ایبل، بنا سنورا، پوڈر لگائے، گھونگھریالے بنوائے، چہرے پر سرخی، چیک کی ٹائی۔ لپک رہا ہے، بچھا جا رہا ہے۔ کچھ تعجب نہیں اگر نستاسیا نے میرے بجائے اسی کو نذرانہ لانے والا شمار کیا ہو۔ وہاں سے نکلتے وقت میں نے کہا ''دیکھنا زلیوژیف، کہیں تم اپنی گوٹ بٹھانے کی فکر نہ کرنا یہاں!'' ہنسنے لگا ''یہ سوچو کہ اب جا کر باوا جان کو کیا حساب دو گے؟'' اور میرا یہ حال کہ پانی میں ڈوب مروں۔ گھر واپس آنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ پھر سوچا جو بھی گزرے، چلو۔ چنانچہ خانہ برباد کی طرح گھر چلا آیا۔''

''اوہو!'' اہلکار نے ترچھی نظر کر کے کہا، یہاں تک کہ اسے جھرجھری آ گئی۔ ''مرحوم تو اس طبیعت کے آدمی تھے کہ دس ہزار تو درکنار، دس روبل کے لیے آدمی کی جان نچوڑ لیتے۔'' اس نے یہ جملہ کس کر پرنس کی طرف آنکھ جھپکائی۔ پرنس نے رگوژین کا تاثر جاننے کے لیے ایک نظر دوڑائی۔ دیکھا کہ اس کے چہرے پر اور بھی ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

''جان نچوڑ ہی لی..... تمہیں کیا خبر!'' رگوژین کے منہ سے نکلا۔ وہ پرنس کو مخاطب کر کر کہتا چلا گیا ''فوراً والد صاحب کو ساری بات معلوم ہو گئی اور ادھر زلیوژیف نے ہر ایک میل ملاقاتی کے کان میں یہ واقعہ پھونک دیا۔ والد نے مجھے بالا خانے پر لے جا کر آگے سے تالا ٹھونک دیا..... اور پورے گھنٹہ بھر مجھ پر برستے رہے۔ ''ابھی کیا ہے بیٹا، یہ تو صرف مالش کی ہے رات کو آؤں گا تمہیں اچھی طرح خدا حافظ کہنے۔'' جانتے ہو پھر کیا ہوا؟ بڑے میاں نستاسیا فلی پودنا کے ہاں پہنچے۔ گھٹنے ٹیک کر التجائیں کرنے لگے۔ آنسو تک بہا دیے۔ آخر وہ مان گئی اور جا کر بندوں بالیوں کی ڈبیا اندر سے لے آئی..... اور منہ ماردی۔ ''لو، بڑے میاں، اٹھاؤ۔ اپنے یہ بندے بالی۔ اب میری نظر میں ان کی قدر دس گنی ہو گئی کہ اتنا بڑا خطرہ مول لے کر پرفیون نے یہ میری خاطر لیے تھے اور سنو، میری طرف سے پرفیون میاں کا بہت بہت شکریہ ادا کرنا۔'' اتنے میں ماں کی شہ پا کر میں نے سریوژکا پروتوشین سے بیس روبل ادھار لیے، پہلی گاڑی سے پسکوف روانہ ہو گیا۔ پہنچا تو دماغ کو گرمی چڑھی تھی۔ یہ حالت اور اوپر سے نشہ، بڑی بوڑھیوں نے دعائیں دم کرنی شروع کر دیں، گویا ایک آسیب اتار رہی ہیں۔ پھر میں نکل کھڑا ہوا اور شراب کے ایک ایک ٹھیکے پر گیا، آخری پیسہ تک اڑا دیا اور ساری رات نشے میں بے سدھ کسی سڑک پر لوٹتا رہا۔ صبح ہوتے ہوتے بخار اور تیز ہو گیا۔ رات میں کتوں نے میری ٹانگ چچوڑی۔ بڑی مصیبت سے مجھے ہوش آیا۔''

''خیر، چلیے، اب نستاسیا فلی پودنا کی بنسری بجے گی!'' اہلکار نے ہتھیلیاں مل مل کر ہی ہی کرتے ہوئے حاشیہ چڑھایا۔ ''اب تو سرکار، بندے بالی کیا چیز، ایسے بندے ان پر سے صدقے کر دیں گے .....''

''اب اگر تم نے ایک لفظ بھی نستاسیا کے بارے میں زبان سے نکالا تو.....'' رگوژین اہلکار کا بازو کس کر پکڑے ہوئے چیخ پڑا۔ ''تو، خدا گواہ میں تمہاری کھال ادھیڑ دوں گا۔ بڑا آیا لیخا چیف کا ہم سفر!''

''کھال ادھیڑ دو گے..... تو مطلب یہ کہ دھتکار و گے نہیں۔ نکالو ہنٹر، ادھیڑو کھال، تمہارا ایک ٹھپہ تو رہے گا مجھ پر..... لو، سفر تمام ہوا!''

واقعی ژرین اسٹیشن میں داخل ہو رہی تھی۔ رگوژین کا بیان تھا کہ وہ چپ چاپ چلا آیا ہے، لیکن دیکھا تو کافی آدمی اسے لینے آئے تھے۔ پکار پکار کر، ٹوپ ہلا کر اشارہ دے رہے تھے۔

''ارے، زلیوژیف بھی ٹپک پڑا!'' رگوژین زیرلب بدبدایا۔ وہ اپنے منتظر لوگوں کو بڑی شان سے بلکہ کسی قدر زہرخند کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ اچانک پرنس کی طرف مڑ کر بولا ''پرنس، معلوم نہیں کیوں، مگر تم مجھے پسند آئے۔ ممکن ہے، وجہ یہ کہ ایسے وقت میں ملنا ہوا۔ لیکن ایسے ہی وقت (لیبیدیف کی طرف اشارہ کر کے) اس سے بھی ملا ہوں۔ دل نہیں ملا۔ تم آنا میرے پاس۔ یہ موزے اتروالیں گے ہم اور اول درجے کا پوستین والا کوٹ، فرسٹ کلاس فراک کوٹ، سفید واسکٹ یا جس رنگ کی بھی پسند ہو، سلوا کر پہنائیں گے۔ روپے سے جیبیں ٹھساٹھس بھر دوں گا..... اور پھر چلیں گے نستاسیا فلی پووِنا سے ملنے۔ بولو، آؤ گے یا نہیں؟''

''غور سے سنئے پرنس لیونکولائی وچ!'' لیبیدیف نے زور دے کر بڑی شان سے بات پکڑی۔ ''واہ وا، یہ موقع ہاتھ سے مت جانے دیجیے۔ جانے نہ پائے!''

پرنس میشکن اٹھ کھڑا ہوا۔ تمیزداری سے اس نے رگوژین کی طرف ہاتھ بڑھا دیا اور نرم لہجے میں کہا:

''انتہائی خوشی سے میں حاضر ہوں گا۔ آپ کا احسان ہے کہ مجھ کو پسند فرمایا۔ اگر وقت ملا تو ممکن ہے، آج ہی آؤں۔ وجہ یہ کہ منہ پر کہہ دوں، آپ بھی مجھے بہت پسند آئے۔ خاص کر ہیروں کے جڑاؤ بُندوں والا واقعہ آپ کی زبانی سننے سے۔ بلکہ سچ تو یہ کہ واقعہ سنانے سے پہلے ہی آپ نے میرے دل میں جگہ کر لی تھی۔ اگرچہ صورت پر افسردگی برستی ہے۔ شکرگزار ہوں کہ آپ نے میرے لیے کپڑے اور پوستینی کوٹ سلوانے کا وعدہ کیا۔ دراصل اس لباس کی ضرورت بھی فوراً پڑنے والی ہے اور فی الحال جیب میں ایک کاپک تک نہیں۔''

''روپیہ کی فکر نہ کرنا، ہو جائے گا۔ شام تک ہو جائے گا۔ آنا ضرور!''

''ضرور ہوگا۔ ضرور ہو جائے گا۔'' اہلکار نے بھی دہرا دیا ''شام تک بلکہ دن چھپے تک ہوگا!''

''عورت ذات کے شکار میں بہت تیز ہیں کیا؟ پہلے ہی بتا دیجیے!''

''نہیں، نہیں۔ میں تو..... شاید آپ کو معلوم نہیں۔ جنم کا بیمار ہوں۔ اس لیے آج تک واسطہ نہیں پڑا عورتوں سے۔''

''یوں ہے تو، پرنس صاحب، تم تو بالکل ہی اللہ والے ہو! ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں خدا کے پسندیدہ انسان!'' رگوژین نے بے اختیار کہا۔

''ایسے ہی لوگ خدا کے خاص بندے ہوتے ہیں!'' اہلکار نے بھی وہی بات دہرا دی۔

''اور تم منشی جی، میرے پیچھے چلے آؤ۔'' رگوژین نے اہلکار کو ہدایت کی اور ذرا کی ذرا میں ڈبہ خالی ہو گیا۔

لیبیدیف خوش کہ مراد بر آئی۔ تھوڑی دیر میں شور مچاتی برات وزنے سینسکی پراسپکٹ کی طرف نکل گئی۔ پرنس کو لیتے کنایا روڈ کی طرف مڑنا تھا۔ ہوا میں ٹھنڈ تھی، رطوبت تھی۔ پرنس نے راہگیروں سے پوچھ پوچھ کر اندازہ کیا کہ اسٹیشن سے تین کوس کا فاصلہ ہے۔ سوچ لیا کہ گھوڑا گاڑی سے چلا جائے۔

Scanned with CamScanner

(2)

جنرل یپان چین اپنے ذاتی مکان میں رہتے تھے، لیتے نایا روڈ سے ذرا ہٹ کر ری ڈیمر چرچ کی طرف۔ اس (عالیشان) مکان کے علاوہ جس کا پانچ بٹا چھ حصہ کرائے پر اٹھا رکھا تھا، جنرل صاحب کا ایک اور زبردست مکان سادووایا میں تھا اور اس سے بہت بڑی آمدنی تھی۔ ان دو مکانوں کے علاوہ شہر پیتر سبورگ کے باہر بھی ان کی زمینیں تھیں، کافی موقع کی اور منافع بخش جائیداد۔ اسی ضلع میں کوئی فیکٹری بھی چلاتے تھے۔ عام طور سے لوگ کہتے تھے کہ کسی زمانے میں جنرل یپان چین سرکاری محصول وصولنے کا ٹھیکہ لیا کرتے تھے۔ فی الحال کئی نامی گرامی جائنٹ اسٹاک کمپنیوں میں ان کا حصہ بھی تھا اور وزن و وقار بھی۔ وہ بڑی دولت والے، بڑی حیثیت والے اور بڑے رسوخ والے آدمی شمار ہوتے تھے۔ بعض جگہوں پر ان کا وجود لازم و ملزوم تھا..... اور ان کے علاوہ سرکاری عہدے پر تو اہم تھے ہی۔ ان کے بارے میں مشہور تھا کہ جنرل یپان چین نے کہیں تعلیم نہیں پائی۔ کسی سولجر کی اولاد ہیں۔ آخر الذکر صفت سے یقیناً جنرل صاحب کی عزت آبرو اور بڑھ جاتی، لیکن جنرل میں ساری قابلیت اور ذہانت کے باوجود بعض چھوٹی چھوٹی کمزوریاں ایسی تھیں جن سے اگرچہ درگزر کیا جا سکتا تھا مگر جنرل کو ان کی طرف اشارہ کنایہ تک گوارا نہ تھا۔ ہوشیار اور ذہین آدمی ہونے میں تو خیر کوئی شبہ نہیں۔ مثلاً ایک طریقہ یہ بنا رکھا تھا کہ خود کو آگے مت لاؤ، جہاں ضرورت دیکھو اپنے آپ کو بچھا دو۔ بہت لوگ تو ان کی اس سادگی پر فدا تھے، خاص اس بات پر کہ وہ اپنے مقام سے کبھی غافل نہیں ہوتے۔ کاش ان مردم شناسوں کو خبر ہوتی کہ بعض اوقات خود ایوان یپان چین کے باطن کا کیا رنگ رہتا ہے۔ ان صاحب کا، جو اپنے مقام سے غافل نہیں ہوتے۔ اگرچہ جنرل کو دنیاوی معاملات کی پریکٹس بھی خوب تھی اور تجربہ بھی بہت تھا، ان میں بعض غیر معمولی صلاحیتیں بھی پائی جاتی تھیں، لیکن خود کو وہ اس حیثیت میں پیش کرنا پسند کرتے تھے۔ گویا کسی اور کے خیال کی صرف تعمیل کر رہے ہیں، نہ اپنا کوئی خیال ہے، نہ اسے منوا رہے ہیں۔ ''بے خوشامد وفاداری'' اور..... اس میں تعجب کی کیا بات؟ بالکل روسی اور سچے دل کا آدمی۔ اس آخری صفت میں تو کئی لطیفے بھی ان سے منسوب ہو گئے تھے۔ مگر جنرل صاحب نے سخت سے سخت لطیفوں اور پھبتیوں سے بھی اپنا دل میلا نہیں کیا تھا اور تو اور تاش کی میز پر بھی قسمت ان کی یاوری کرتی رہی۔ بڑی سے بڑی بازی لگا کر پتے کھیلتے تھے اور اپنی اس عادت کو یا یوں کہیے کہ کمزوری کو ارادتاً چھپانے سے بھی گریز کرتے تھے۔ جو اکثر و بیشتر ان کے حق میں فائدہ مند ثابت ہوتی تھی بلکہ اسے منظر عام پر لانے کے عادی تھے۔ سوسائٹی ان کی بچ میل تھی، تاہم ''بڑے آدمیوں'' کے دائرے میں۔ ابھی کیا تھا۔ اچھے دن آگے آنے والے تھے، وقت کٹ رہا تھا، وقت ہر طرح کٹ جاتا ہے، جو کچھ ہونا ہے، وقت کے ساتھ اپنی باری میں پیش آ جائے گا۔ جنرل کی عمر بھی جیسا کہ کہتے ہیں ساٹھے پاٹھے، کل ملا کر چھپن سال ہی ہوئی تھی، اس سے زیادہ نہیں۔ بہر حال عمر کا یہ ایسا دور ہے جس میں آدمی پر بہار آتی ہے۔ عمر کے اس دور کو آج کل صحیح معنی میں زندگی کی شروعات کہا جاتا ہے۔ جنرل صاحب کلے ٹھلے کے آدمی تھے، خوش رنگ، دانت پکے، اگرچہ ان پر کالک آ گئی تھی، گٹھا ہوا بدن، ڈیوٹی پر صبح کے وقت فکر مند اور مصروف تیور، شام کے وقت تاش کی میز پر یا حضور عالی کی پیشی میں خوب ہشاش بشاش..... یہ ساری خصوصیات ان کی موجودہ اور آئندہ کامیابیوں کی راہ ہموار کیے ہوئے تھیں اور جناب جنرل صاحب بہادر کی بیج پر انہوں نے پھول ہی پھول بچھا رکھے تھے۔

Scanned with CamScanner

جنرل کو خوش وخرم خاندان نصیب ہوا تھا۔ یہاں پھولوں کی سیج نہ سہی، پھر بھی ایسی بہت سی باتیں یکجا تھیں جن پر جنرل صاحب بہادر ایک زمانے سے سنجیدگی اور مکمل یکسوئی کے ساتھ اپنی بڑی سے بڑی آرزوئیں لگائے ہوئے تھے اور جن سے ان کے مقاصد وابستہ تھے۔ زندگی میں ماں باپ کے ارمانوں سے بڑھ کر اہم اور پاکیزہ مقصد کونسا ہوگا؟ انسان اپنے کنبے سے زیادہ اور کسے چاہے گا، کس سے لو لگائے گا؟ جنرل صاحب کے اہل وعیال میں ایک ان کی بیوی تھیں، تین بڑی بیٹیاں۔ جنرل کی شادی کو بہت زمانہ گزر چکا تھا۔ ابھی وہ فوج میں سینئر لیفٹیننٹ تھے کہ تقریباً انہی کی ایک ہم عمر لڑکی سے بیاہ ہو گیا۔ دلہن کو نہ حسن ملا تھا، نہ تعلیم۔ البتہ جہیز میں وہ صرف پچاس جانوں کی جاگیر لائی..... وہی سہی۔ یہ بھی سچ ہے کہ اسی جہیز کی بنیاد پر جنرل نے آگے چل کر جائیداد کھڑی کی تھی مگر جنرل کو اپنی کم عمری کی شادی کا کوئی شکوہ بھی نہیں تھا، نہ ملال کہ نوجوانی کی نادانی تھی جو وہ گرہستی کے جھنجھٹ میں پڑ گئے۔ اپنی بیوی کا اتنا ادب کرتے تھے بلکہ بعض اوقات اتنا ڈرتے تھے کہ محبت تک کرنے لگتے۔ بیگم صاحبہ میشکن نام کے نوابی خاندان سے تھیں۔ اگرچہ یہ کوئی بڑا نامور گھرانہ نہیں تھا، لیکن تھا قدیم عزت داروں میں سے..... اور اپنی اصل نسل پر اسے فخر بھی تھا۔ ان دنوں سے کوئی صاحب اثر بزرگ تھے، اس قسم کے سرپرست جن کی سرپرستی مفت کی ہوا کرتی ہے، نوعمر نوابزادی کی شادی بیاہ کے معاملے میں دلچسپی لینے پر راضی ہو گئے تھے۔ انہوں نے نوجوان فوجی افسر کو راہ دکھائی، بلکہ اسے آگے قدم اٹھانے کا بڑھاوا دیا۔ وہاں کیا دیر تھی، بڑھاوا دینا تو درکنار، صرف ایک نظر التفات کافی تھی۔ کام بن جاتا۔ سوائے چند موقعوں کے، دونوں میاں بیوی میں ازدواجی زندگی کی اتنی لمبی مدت بنی رہی، سکھ چین سے گزری۔ نوابزادی نے بالکل ابتدائی زندگی میں ہی، کچھ تو نوابی خاندان کی آخری نشانی ہونے کی بدولت، اور کچھ غالباً اپنے ذاتی سلیقے سے بہت ہی اونچی ہستیوں میں کرم فرما بنا لیے تھے۔ آگے چل کر جب شوہر کو مال دولت اور عہدہ نصیب ہو گیا تو وہ ان بڑے آدمیوں کے حلقے میں کسی حد تک اپنا پن محسوس کرنے لگی۔

زندگی کے اس آخری دور میں جنرل گھرانے کی تینوں بیٹیاں پروان چڑھیں۔ الیکساندرا، ادے لائیدا اور اگلایا۔ تینوں کا خاندانی نام۔ پان چین ہی سہی مگر ماں کی طرف سے نوابی سلسلہ، اچھے خاصے جہیز کی حیثیت اور پھر باپ کا عالی مرتبہ، جنہیں آئندہ اور بھی اونچے عہدے کی امید تھی، ان سب کے علاوہ ایک اور اہم بات یہ کہ تینوں بہنیں اچھی صورت شکل کی تھیں۔ بڑی الیکساندرا جو پچیسواں سال گزار چکی تھی، وہ بھی کسی سے کم نہ تھی۔ منجھلی نے 23 اور سب سے چھوٹی اگلایا نے ابھی بیس بہاریں دیکھی تھیں۔ چھوٹی سراپا حسن تھی اور محفلوں میں اسی پر نظریں زیادہ اٹھتی تھیں۔ اسی پر بس نہیں۔ تینوں کی تینوں بہنیں تعلیم میں، ذہانت میں، لیاقت میں بھی آگے آگے تھیں۔ سب کو معلوم تھا کہ بہنوں کے آپس میں بڑا پیار ہے اور ایک دوسری کا سہارا بنتی ہیں۔ بیان کیا جاتا تھا کہ کسی موقع پر دونوں بڑی بہنوں نے چھوٹی کی خاطر جو سارے گھر کی آنکھ کا تارا تھی، قربانی دے ڈالی تھی۔ سوسائٹی میں انہیں یہ بھی پسند نہ تھا کہ کوئی ایک دوسری سے نمبر لے جائے بلکہ شرم وحیا کا بہت لحاظ رکھتی تھیں۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ انہیں غرور یا خود بینی کا الزام دے سکے اور یہ حقیقت سب پر روشن تھی کہ خوددار لڑکیاں ہیں اور اپنی قدر خوب پہچانتی ہیں۔ بڑی لڑکی کو موسیقی میں دخل تھا اور منجھلی مصوری میں طاق تھی مگر برسوں تک اس ہنر کی اطلاع ہی کسی کو نہ ہوئی۔ بالکل آخری وقت میں یہ راز کھلا، وہ بھی محض اتفاقاً۔ مختصر یہ کہ ہر طرف ان

Scanned with CamScanner

بہنوں کی تعریف کے پل باندھے جاتے تھے لیکن بدخواہ بھی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دہشت سی جتا کر کہتے ہیں کہ ان لڑکیوں نے ڈھیر ساری کتابیں پڑھ رکھی ہیں۔ شادی کی انہیں کوئی جلدی ہی نہیں ہے۔ سوسائٹی کے خاص حلقے کا اگرچہ وہ خیال رکھتی تھیں لیکن بہت نہیں۔ یہ بات اور بھی اس لیے نظر میں آئی تھی کہ ان لڑکیوں کے باپ کا رجحان، طبیعت، مزاج، مقصد و منشا سب کو خوب معلوم تھا۔

دن کے گیارہ بجے ہوں گے کہ پرنس نے جنرل۔پان چین کے فلیٹ کی گھنٹی بجائی۔ جنرل صاحب مکان کی دوسری منزل پر رہتے تھے اور اپنی رہائش کی جگہ میں کفایت شعاری کو ملحوظ رکھا تھا، اگرچہ اتنی جگہ بھی ان کی پوزیشن کے عین مناسب تھی۔ گھنٹی بجی تو خدمتگار نے دروازہ کھولا۔ اسے دیر تک سمجھانا پڑا کیونکہ چھوٹتے ہی وہ پرنس کو اور ہاتھ کے تھیلے کو شبہ کی نظر سے دیکھنے لگا۔ آخر جب اسے بار بار سمجھایا اور قطعی جتایا گیا کہ آنے والا اجنبی واقعی پرنس میشکن ہے اور ایک نہایت ضروری معاملے میں جنرل صاحب سے ملنا ضروری ہے، ملے بغیر نہیں ٹلے گا تو وہ گڑبڑایا ہوا آدمی اسے نزدیک ہی چھوٹے سے پیش دالان تک پہنچا گیا جو ملاقات کے کمرے کے عین سامنے تھا اور جنرل کے دفتری کمرے کے پاس۔ یہاں سے اس نے دوسرے ملازم کے حوالے کیا۔ یہ ملازم صبح کی ڈیوٹی کا اردلی تھا اور صاحب خانہ کو مہمانوں کی آمد سے مطلع کیا کرتا تھا۔ فراک کوٹ کی وردی کسے ہوئے چالیس سے اوپر کا یہ ملازم چہرے پر مصروفیت کا بوجھ لیے، خاص ذمہ داری انجام دیا کرتا تھا۔ وہ صاحب کے دفتری کمرے کا خدمتگار بھی تھا اور باہر سے آنے والوں کا نام پہنچانے والا بھی۔ اس حیثیت میں وہ اپنی اہمیت جانتا تھا۔

"ملاقات کے کمرے میں ٹھہریئے اور اپنی یہ پوٹلی یہیں چھوڑ دیجیے۔" اس نے اپنی آرام کرسی میں رکھ رکھاؤ اور شان کے ساتھ بیٹھتے ہوئے ناگواری اور حیرت کی نظر پرنس پر ڈالتے ہوئے ہدایت جاری کی۔ پرنس اس درمیان میں پوٹلی ہاتھ میں تھامے پاس کی ایک کرسی سے ٹیک لگا چکا تھا۔

"اگر اجازت ہو تو میں یہیں آپ کے پاس بیٹھ کر انتظار کر لوں، وہاں اندر اکیلا کیا کروں گا؟"

"نہیں، آپ کو پیش دالان میں نہیں ٹھہرنا۔ وجہ یہ کہ ملاقات کے لیے آئے ہیں، مہمان ہیں۔ کیا آپ کو خاص جنرل صاحب سے ہی ملنا ہے؟"

ظاہر تھا کہ اردلی کے گلے یہ بات نہیں اتر رہی ہے کہ اس طرح کا آدمی اور اسے جنرل سے ملنے دیا جائے۔ چنانچہ دوبارہ دریافت کر لیا۔

"ہاں، مجھے ضروری کام ہے....."

"میں آپ سے یہ نہیں پوچھ رہا ہوں کہ کیا کام ہے۔ میری ڈیوٹی ہے کہ جو آئے اس کی اطلاع اندر پہنچا دوں اور میں کہہ چکا کہ پرائیویٹ سیکرٹری کے بغیر آپ کا نام پہنچائے نہیں جاؤں گا۔"

اس شخص کا شک و شبہ برابر بڑھتا جا رہا تھا۔ روز آنے والے وزیٹروں کی صف میں اس اجنبی کا جوڑ نہیں بیٹھ رہا تھا۔ اگرچہ جنرل صاحب سے اکثر بلکہ قریب قریب روزانہ ہی ایک مقررہ وقت میں لوگ اپنے اپنے کام سے ملنے آیا کرتے تھے، بعض اوقات الگ الگ قماش کے آدمی ہوتے تھے، اردلی کا یہ معمول تھا اور اسے اوپر سے تفصیلی ہدایات بھی

Scanned with CamScanner

تھیں، تاہم قوی شبہ تھا اور اسی لیے اردلی نے طے کیا کہ سیکرٹری سے پوچھے بغیر صاحب کو ہرگز خبر نہیں کرے گا۔

''اچھا تو آپ واقعی..... باہر ملک سے آئے ہیں؟'' آخر اس نے بلا ارادہ سوال کر ہی لیا اور پھر خود ہی گڑبڑا گیا۔ وہ غالباً یہ پوچھنا چاہتا تھا ''تو کیا آپ واقعی پرنس میشکن ہیں؟''

''ہاں..... میں گاڑی سے اتر کر سیدھا آ رہا ہوں۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آپ پوچھنا چاہتے تھے، کیا واقعی میں پرنس میشکن ہوں؟ مگر تہذیب نے اجازت نہ دی۔''

''ہونہہ۔'' حیرت زدہ اردلی منہ میں لفظ چبا کر رہ گیا۔

''میری بات کا یقین کیجیے کہ جھوٹ نہیں کہا ہے اور آپ کو میری خاطر جوابدہی نہیں کرنی پڑے گی اور یہ کہ میرا حلیہ ایسا ہے، ہاتھ میں گٹھری ہے تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں، فی الحال میرے حالات نامناسب ہیں۔''

اس نے ہنکارا بھر کر کہا ''مجھے اس کا ڈر نہیں۔ دیکھیے نا صاحب کو اطلاع پہنچانا تو میری ڈیوٹی ہے۔ سیکرٹری صاحب آئیں گے، آپ سے بات کرنے اور اگر آپ، وہ بات یہ ہے کہ مطلب یہ تھا، معاف کیجیے تو..... میں اصل۔ چھوٹا منہ بڑی بات، کہیں آپ جنرل صاحب سے روپیہ وغیرہ مانگنے کے سلسلے میں تو.....؟''

''نہیں، نہیں۔ ادھر سے جمع خاطر رکھیے۔ یہ نہیں۔ مجھے کچھ اور کام ہے۔''

''آپ مجھے معاف کیجیے گا لیکن آپ کو دیکھ کر یہ سوال لب پر آ گیا۔ فی الحال تو وہ کرتل صاحب کے ساتھ مصروف ہیں۔ ان کے بعد سیکرٹری آئے گا..... کمپنی کا۔''

''مطلب یہ کہ کافی دیر انتظار کرنا پڑے گا تو کوئی ایسی جگہ بتا دیں گے جہاں میں پائپ سلگا سکوں۔ پائپ اور تمباکو میرے پاس موجود ہے۔''

''کیا کہا، تمباکو پینا؟'' حقارت بھری نافہمی کے ساتھ اردلی نے پرنس کو گھور کر دیکھا۔ گویا اسے اپنے کانوں پر یقین نہ آ رہا ہو..... ''تمباکو کے کش؟ نہیں، یہ وہ جگہ نہیں جہاں دھواں اڑانے کی اجازت ہو۔ اس طرح کا خیال دل میں آیا کیسے؟ آپ کو شرم آنی چاہیے تھی۔ واہ جی..... حد ہو گئی!''

''میں نے خاص اسی کمرے میں پائپ سلگانے کی اجازت نہیں چاہی تھی۔ مجھے معلوم ہے، میں تو یہ چاہتا تھا کہ آپ اشارے سے دکھلا دیں، میں وہاں نکل کر تمباکو پی لوں۔ عادت کی مجبوری ہے، کوئی تین گھنٹے سے پائپ نہیں پیا۔ خیر، جیسے آپ کی مرضی۔ معلوم تو ہوگا، کہاوت ہے کہ جیسا دیس ویسا بھیس.....''

''بھلا بتائیے، میں ایسے آدمی کے بارے میں کیسے خبر دوں؟'' اردلی بے اختیار بڑبڑاتا چلا گیا۔ ''اول تو یہ کہ آپ کا اس جگہ پر پایا جانا ہی غلط، ملاقات کے کمرے میں بیٹھنا چاہیے تھا۔ پھر آپ ٹھہرے ایک وزیٹر، مطلب یہ کہ مہمان کے درجے میں۔ مجھ سے جواب طلب ہو سکتا ہے..... کہیں ایسا تو نہیں کہ یہیں، ہمارے یہاں رہ پڑنے کے ارادے سے.....؟'' اس نے بات آگے بڑھائی اور پھر ایک بار پرنس کی گٹھری کو ترچھی نظر سے دیکھنے لگا۔ گٹھری نے اس کے دل کا قرار چھین لیا تھا۔

''نہیں، ایسی کوئی نیت نہیں بلکہ اگر مجھ سے یہاں رہنے کو کہا جائے تب بھی نہیں ٹھہروں گا۔ میں تو جنرل

Scanned with CamScanner

صاحب سے صرف تعارف کی خاطر آیا ہوں.....اور کچھ نہیں۔"

"کیا کہا، صرف تعارف کی خاطر؟" اردلی نے حیرت سے پوچھا۔ اب اس کا شبہ تین گنا ہو چکا تھا۔ "شروع میں تو آپ نے کہا تھا کہ کسی کام سے ملنا چاہتے ہیں؟"

"قریب قریب کوئی ایسا کام تو ہے نہیں۔ مطلب یہ کہ چاہو تو کام بھی ہے۔ ویسے محض مشورہ کرنا ہے مگر خاص کام جو ہے مجھ کو، وہ ان کی نظر عنایت کیونکہ میں پرنس میشکن ہوں اور جنرل صاحب کی بیگم صاحبہ میشکن والوں میں سے بس آخری رہ گئی ہیں۔ مجھ پر اور ان پر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔"

"اوہو، تو یوں کہیے، رشتہ دار ہیں آپ؟" اردلی نے اب تو بالکل ہی سہم کر جھرجھری لی۔

"اتنا بھی نہیں۔ البتہ اگر دور تک کھینچیے تو ہم میں رشتہ نکل آتا ہے.....وہ بھی اتنی دور کا رشتہ کہ فی الحال اسے شمار میں لانا ہی بے جا ہوگا۔ میں نے ایک بار بیگم صاحبہ کو پردیس سے خط لکھا تھا مگر انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر بھی میں نے سوچا کہ وطن کو واپسی پر ان سے رابطہ قائم کروں۔ میں یہ ساری داستان آپ کو اس لیے سنانے بیٹھا تا کہ شک وشبہ دور کر دوں۔ مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ آپ بے چین ہیں۔ صرف اتنا کہہ دیجیے کہ پرنس میشکن ملنے آیا ہے۔ اتنے میں ہی میری آمد کا سبب انہیں معلوم ہو جائے گا۔ اگر بلا لیتے ہیں، خوب، نہیں بلاتے تو غالباً بہت خوب۔ معلوم ہوتا ہے کہ ملنے سے انکار نہیں کریں گے۔ جنرل صاحب کی بیگم اپنے آبائی خاندان کے سن رسیدہ اور بچے کھچے اکلوتے فرزند سے ملنا ضرور چاہیں گی۔ ان کی بابت یقین سے کہا جاتا ہے کہ اپنی اصل نسل کا بہت لحاظ کرتی ہیں۔"

ظاہراً پرنس کی یہ گفتگو نہایت سادہ تھی لیکن اس میں جس قدر سادگی یا سادہ دلی تھی، اتنی ہی وہ اس موقع پر بے تکی ہوگئی تھی۔ پرانے گھاگ اردلی کو اس بیان میں کوئی بات کھٹکی۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ جو بات ایک آدمی دوسرے سے کہے سنے تو نہایت معقول ہے، وہی نہایت نامعقول اور بے ڈھنگی ہے جب ایک باہر کا آدمی اردلی سے بات کرنے لگے۔ چونکہ نوکر چاکر اس سے کہیں زیادہ ہوشیار ہوتے ہیں، جتنا ان کے مالکوں نے سمجھ رکھا ہے، لہٰذا اردلی نے دماغ دوڑایا اور سمجھ لیا کہ یہاں معاملے کے دو رخ ہیں: یا تو یہ پرنس کوئی قلاش پرنس ہے اور جنرل صاحب سے امداد مانگنے آیا ہے یا پھر وہ قطعی بے عقل ہے، اپنی حیثیت بھی نہیں جانتا ورنہ ایک عقلمند پرنس جسے اپنی حیثیت کا ذرا بھی خیال ہوتا، وہ یوں پیش دالان میں کیوں بیٹھ جاتا اور اپنی کہانی نوکر کو سنانے لگتا۔ تو چاہے یوں ہو یا دوں، سوال یہ ہے کہ دونوں حالتوں میں صاحب سے ملانے پر کہیں اس سے باز پرس تو نہیں ہوگی؟

"بہتر یہی تھا کہ آپ ملاقات کے کمرے میں تشریف رکھیں۔" اردلی نے جس قدر اصرار ممکن تھا، خرچ کر دیا۔

"ہاں، اگر میں وہاں جا بیٹھتا تو آپ کو یہ ساری تفصیل کیسے سناتا؟" پرنس زندہ دلی سے مسکرا دیا "اور اگر نہ سناتا تو آپ کی بے چینی اب تک برقرار رہتی، میرا حلیہ اور یہ گٹھڑی دیکھ کر۔ اب غالباً آپ کو سیکرٹری کی راہ دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ بس خود اندر جا کر اطلاع دینی ہے۔"

"میں آپ جیسے شخص کی اطلاع سیکرٹری کے بغیر اندر نہیں پہنچا سکتا۔ پھر اوپر سے خاص آرڈر ہے کہ جب تک کرنل صاحب اندر ہیں، کوئی بھی ملنے آئے اس کی اطلاع لے کر مت آؤ۔ البتہ گاورِیلا اردالیونچ آ جائیں تو بغیر اطلاع

Scanned with CamScanner

اندر آ سکتے ہیں۔"

"یہ شخص کوئی سرکاری عہدیدار ہیں؟"

"نہیں، گاوریلا صاحب اردالیونچ ..... نہیں، وہ تو کمپنی کے عہدیدار ہیں اور دیکھیے، اپنی یہ گٹھڑی ذرا ہٹ کر ادھر رکھ دیجیے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ اگر اجازت ہو تو یہ برساتی اوورکوٹ بھی اتارے دیتا ہوں؟"

"قطعی ..... صاحب کے سامنے برساتی پہن کر نہیں جاتے۔"

پرنس اپنی جگہ سے اٹھا، جلدی جلدی برساتی کوٹ اتارا تو اندر بدن پر سلیقے کا سلا ہوا کوٹ پہنے تھا جو اگرچہ گھس چکا تھا، پھر بھی موزوں نظر آ رہا تھا۔ واسکٹ کی جیب میں گھڑی کی چمکتی ہوئی آہنی زنجیر لگی تھی اور زنجیر جینوا کی چاندی والی جیبی گھڑی سے بندھی تھی۔

"پرنس ہے تو بے عقل ہی۔" اردلی نے دل میں طے کر لیا۔ تاہم جنرل کے خاص خدمتگار کو زیب نہیں دیتا کہ خود اس وزیٹر سے باتیں کیے جائے۔ اگرچہ پرنس، بلاوجہ اسے اچھا لگا تھا، لیکن دوسری طرف سے دیکھیے تو پرنس قطعی طور پر اس کی نظر سے گر چکا تھا۔

"جنرل صاحب کی بیگم کب ملاقات کے لیے بلاتی ہیں؟" پھر اپنی جگہ لیتے ہوئے پرنس نے دریافت کیا۔

"اس کا مجھ سے کوئی سروکار نہیں۔ نہ بلا لیتی ہیں، وقت کا کچھ طے نہیں، آنے والے پر منحصر ہے۔ فیشن کرانے والی کو گیارہ بجے بھی اندر آنے کی اجازت ہے۔ گاوریلا اردالیونچ کو بھی اوروں سے پہلے داخلہ ملتا ہے ..... بلکہ سویرے چھوٹی حاضری میں بھی وہ شریک ہو جاتے ہیں۔"

"یہاں کمرے زیادہ گرم ہیں، باہر ملکوں میں سردی کے موسم میں اتنے گرم نہیں ہوتے۔" پرنس نے خیال ظاہر کیا "مگر وہاں، اس کے بدلے گھر کے باہر اتنی ٹھنڈ نہیں پڑتی لیکن سردیوں میں گھر ٹھنڈے رہتے ہیں۔ روسی آدمی کو جب تک اس کی عادت نہ ہو، وہاں سردی میں رہنا مشکل ہے۔"

"گھر کو گرم نہیں کرتے؟"

"نہیں کرتے اور گھر دوسری وضع کے بنے ہیں ..... یعنی آتش دان اور کھڑکیاں ....."

"ہونہہ، آپ بہت عرصے باہر رہے؟"

"ہاں، چار سال۔ مگر ایک ہی جگہ جم کر بیٹھے گزار دیے۔ گاؤں میں۔"

"تو یوں کہیے کہ اپنے ہاں کی عادت چھوٹ گئی؟"

"سچ تو یہی ہے۔ مجھے خود عجیب لگتا ہے کہ اب تک روسی زبان کیسے نہیں بھولا۔ آپ سے بات کرتا جا رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ "ارے میں تو اچھا خاص بول لیتا ہوں۔" شاید اسی سبب سے زبان کو زیادہ حرکت بھی دے رہا ہوں۔ واقعی کل کے دن سے برابر جی چاہ رہا تھا کہ روسی میں بات کیے جاؤں۔"

"ہونہہ ..... ہا۔ تو پیترسبورگ میں پہلے رہ گئے ہیں کیا؟" (اردلی نے لاکھ ضبط کیا لیکن ایسی گوارا اور تمیز دار

گفتگو کا سلسلہ توڑ دینا ممکن نہ ہوا۔)

''پیترسبورگ میں؟ رہنے کا تو نہیں، البتہ آتے جاتے ٹھہرنے کا اتفاق ضرور ہوتا رہا۔ پہلے بھی یہاں کا کچھ علم نہیں تھا، اور اب کہتے ہیں کہ اتنا کچھ نیا ہو گیا ہے کہ جن لوگوں کو علم تھا، وہ بھی پہچان نہیں پاتے۔ نئے سرے سے جاننا ضروری ہو گیا ہے۔ آج کل یہاں عدالتوں کا بہت چرچا ہے۔''

''ہاں جی، عدالتیں ہیں بس، ٹھیک ہے، جیسی ہوتی ہیں عدالتیں۔ باہر کیسا ہے، وہاں کی کچہریوں میں انصاف کی حالت یہاں سے بہتر ہے کیا؟''

''معلوم نہیں۔ میں نے تو اپنے یہاں کی کچہریوں کے بارے میں اچھی خبریں سنی ہیں۔ اب دیکھیے نا، ہمارے ہاں سزائے موت نہیں رہی۔''

''وہاں موت کی سزا ہے؟''

''ہاں، میں نے فرانس میں دیکھا، لیون میں۔ مجھے وہاں شنیدر لے گیا تھا اپنے ساتھ۔''

''پھانسی پر لٹکاتے ہیں؟''

''نہیں، فرانس میں تو گردن اڑا دیتے ہیں۔''

''کیا چیخ نکلتی ہے؟''

''کہاں! پلک جھپکنے میں کام تمام۔ آدمی کو لٹا دیتے ہیں اور یہ بڑا سا چاقو کا پھل مشین کے ذریعے گردن پر گرتا ہے۔ اسے ''گلوٹین'' کہتے ہیں..... بھاری، زور کا وار ہوا اور پلک جھپکنے کی دیر ہے، سر دھڑ سے کٹ کر الگ۔ گردن مارنے کی تیاری بڑی بھیانک ہوتی ہے۔ جب سزائے موت سناتے ہیں، مجرم کو تیار کرتے ہیں، باندھتے اور تختے پر چڑھاتے ہیں، وہ قیامت کا منظر ہے۔ ایک ہجوم لگ جاتا ہے، عورتیں تک نکل آتی ہیں۔ اگرچہ عورتوں کا اس منظر کو دیکھنا برا سمجھتے ہیں۔''

''ان کا وہاں کیا کام!''

''قطعی نہیں، بالکل نہیں! ایسا اذیت ناک ہوتا ہے۔ مجرم کو میں نے دیکھا، ذہین آدمی، بے خوف، جاندار، خاصی عمر کا تھا، نام لیگرو بتایا گیا۔ یقین آئے، نہ آئے آپ کو، مگر بتاؤں کیا ہوا۔ جب اسے قتل گاہ پر لائے، رو دیا، کاغذ کی طرح سفید پڑ گیا۔ کیسی انہونی بات ہے، کیسی ہولناک! خوف کے مارے کون روتا ہے؟ میں تو نہیں سمجھتا کہ وہ موت کے ڈر سے رویا ہوگا۔ کوئی بچہ نہیں تھا، 45 برس کا پورا آدمی تھا جس کی آنکھ سے پہلے کبھی آنسو نہ ٹپکا ہوگا، روح پر کیا عذاب گزرتا ہوگا اس لمحے میں، کیا غضب کی لہریں آئی ہوں گی؟ یہ انسانی روح کی ہتک کرنا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں! حکم خدا ہے کہ ''قتل نہ کرو، تو کیا کسی شخص کو انسانی جان لینے کی پاداش میں قتل کر دیا جائے؟ نہیں، غلط! میں نے یہ منظر آج سے کوئی مہینہ بھر پہلے دیکھا تھا، اب تک آنکھوں کے سامنے پھرتا ہے۔ پانچ دفعہ تو خواب میں دیکھ چکا ہوں۔''

بات کرتے کرتے پرنس کو جوش آ گیا۔ پھیکے چہرے پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی۔ اگرچہ لہجے میں اب بھی پہلے کی فرحت آمیز سنجیدگی تھی۔ اردلی ہمدردانہ دلچسپی کے ساتھ اس کو دیکھتا رہا کیونکہ بظاہر اس کا جی نہیں چاہتا تھا کہ بات کی ڈور ہاتھ

Scanned with CamScanner

سے چھوٹ جائے۔ ممکن ہے وہ بھی تخیل کی دنیا رکھتا ہو، ممکن ہے غور و فکر کی کوشش کرتا ہو۔

"چلو، یہ اچھا ہے کہ اذیت بھی کم ہوتی ہوگی۔" وہ بولا۔ "جب سر اڑ جاتا ہے تو۔"

"خبر ہے آپ کو؟" پرنس نے اسے لقمہ دیتے ہوئے کہا "آپ نے جو سوچا اور لوگ بھی عین اسی طرح سوچتے اور کہتے ہیں۔ اسی غرض سے مشین ایجاد ہوئی ہے، گلوٹین نام کی۔ مگر تبھی میرے دماغ میں ایک خیال آیا تھا: خیال یہ کہ کہیں قتل کا یہ طریقہ بدتر تو نہیں ہے؟ ممکن ہے آپ اس کا مذاق اڑائیں، آپ کو یہ وحشیانہ نظر آئے لیکن ذرا ذہن پر زور دے کر دیکھیے، خود بخود یہ خیال ابھر کر آئے گا۔ غور کیجیے۔ اگر مثال کے طور پر اذیت دی جائے تو یہی نا کہ تکلیف ہوگی، زخم دکھے گا۔ جسمانی عذاب ہوگا۔ اسی طرح جتنی بھی تکلیف جسم کو پہنچے گی وہ روحانی کرب کی طرف سے توجہ ہٹا لے گی اور جب تک سانس باقی رہے گا آدمی صرف زخموں سے ہی کراہتا اور دکھ سہتا رہے گا مگر اصل بات یہ ہے کہ بڑے سے بڑا کرب کیسا ہوتا ہے، وہ بدن کے زخموں سے نہیں بلکہ اس احساس سے کہ گردن زدنی کو خوب معلوم ہے کہ بس، ایک گھنٹے بعد، اب دس منٹ بعد، اب آدھے منٹ میں، اور اب، ٹھیک ابھی بدن سے روح اڑنے والی ہے۔ لمحہ گیا اور پھر جان و تن میں ہمیشہ کی جدائی..... فنا ہونا یقینی۔ اصل میں یہی اہم ہے کہ موت یقینی ہے۔ جب تیز دھار کے تلے سر رکھا جاتا ہے اور سر کے عین اوپر اس کے اترنے کی سرسراہٹ ہوتی ہے، یہ لمحہ خاص یہی چوتھائی سیکنڈ انتہائی خوفناک ہوتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے؟ یہ صرف میرا وہم نہیں بلکہ اور بہت لوگ یہی کہتے تھے۔ یہ بات میرے دماغ میں اس قدر بیٹھ گئی ہے کہ آپ کو بے لاگ اپنی رائے بتاتا ہوں۔ قتل کے جرم میں قتل کرنا ایسی سنگین سزا ہے جو خود جرم سے بڑھ کر مجرمانہ ہے۔ عدالت سے سزائے موت دیا جانا کسی قاتل کے ہاتھوں مرنے سے کہیں زیادہ خوفناک ہے۔ کسی شخص کو جب ڈاکو قتل کرتے ہیں تو رات گئے اندھیرے میں، جنگل میں یا کسی اور طرح حملہ کرتے ہیں۔ زخم کھا کر بھی آس لگی رہتی ہے کہ شاید جان بچ جائے، جان نکلنے تک زندگی کی امید باقی رہتی ہے۔ ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ آدمی کا گلا کٹ چکا، پھر بھی بچنے کی آس رکھتا ہے یا بھاگنے لگتا ہے یا منت سماجت کیے جاتا ہے۔ یہ جو امید کی آخری رمق ہے، جس کے ساتھ مرنا دس گنا آسان ہو جاتا ہے، اسی کو موت کا یقینی ہونا چھین لیتا ہے۔ سزائے موت کا حکم سنایا گیا۔ اب جان کی امان کہیں نہیں، کوئی مفر نہیں۔ دنیا میں اس سے بڑھ کر عذاب، اس سے زیادہ کرب اور کوئی ہو نہیں سکتا۔ فوجی کو میدان جنگ میں لے جائیے، توپ کے سامنے کھڑا کر دیجیے اور اس پر توپ داغ دیجیے، تب بھی جوان کو کچھ نہ کچھ آس رہتی ہے، لیکن اسی کو سزائے موت سنائیے، یقینی موت اور وہ ہوش و حواس کھو بیٹھے گا، رو پڑے گا۔ کون کہتا ہے کہ انسان سخت جان ہے، وہ اس ستم کو حواس کھوئے بغیر سہار سکتا ہے؟ اس بدسلوکی، بے ہودگی، فضول اور عبث فعل کی ضرورت کیا ہے؟ ممکن ہے کوئی ایسا آدمی ہو جسے پہلے تو سزائے موت سنائی گئی، تڑپنے کی مہلت دی گئی اور پھر حکم صادر ہوا "جا، تجھے آزاد کیا" ایسا ہی کوئی شخص بتا سکتا ہے شاید کہ کیا گزر جاتی ہے۔ اس عذاب اور ایسے کرب کے بارے میں حضرت عیسیٰ فرما گئے ہیں۔ "نہیں، انسان کے ساتھ یہ برتاؤ نہیں ہونا چاہیے۔"

اگرچہ اردلی اس بات کو پرنس کی سی خوبی کے ساتھ بیان نہیں کر سکتا تھا اور وہ من و عن سمجھا بھی نہیں، پھر بھی اصل نکتہ سمجھ میں آ گیا کیونکہ دکھائی دے رہا تھا کہ پسیج گیا ہے۔

"اگر ایسے ہی بہت جی چاہ رہا ہو آپ کا پائپ سلگانے کو۔" اس کے منہ سے بالآخر نکلا "تو خیر، پی لیجیے لیکن اتنا

Scanned with CamScanner

خیال رہے کہ ذرا جلدی سے۔ کیونکہ ممکن ہے، اندر سے بلاوا آ جائے اور آپ موجود ہی نہ ہوں۔ ادھر، زینے کے نیچے دروازہ دیکھتے ہیں آپ؟ اس دروازے میں چلے جایئے، داہنے ہاتھ پر چھوٹی سی جگہ ہے: وہاں دھواں کر سکتے ہیں لیکن کھڑکی کا آدھا پٹ کھلا رکھیے، اجازت نہیں ہے یہاں اس کی۔"

پرنس کو، بہر حال اس کی مہلت نہیں ملی۔ پیش دالان میں اچانک ایک نوجوان شخص ہاتھوں میں کاغذات لیے داخل ہوا۔ اردلی ادب سے اس کا پوستینی کوٹ اتارنے لگا۔ نوجوان نے اچٹتی نظر پرنس پر ڈالی۔

"گاوریلا اردالیونچ" اردلی نے رازدارانہ اور گویا اپنے پن کے ساتھ بتایا۔ "ان صاحب کا بیان ہے کہ یہ پرنس میشکن ہیں اور بیگم صاحبہ کے رشتہ دار ہوتے ہیں۔ باہر ملک سے، ریل سے آ کر اترے ہیں۔ سامان کی گٹھڑی خود لیے ہوئے ہیں، صرف....."

آگے کیا کہا، پرنس نہیں سن سکا کیونکہ اردلی سرگوشی کے لہجے میں کچھ بتا رہا تھا۔ گاوریلا اردالیونچ نے توجہ سے پوری بات سنی اور پرنس کو نظروں سے ٹٹولتے ہوئے۔ بالآخر اس نے سننا بند کیا اور جھٹ سے پرنس کی طرف بڑھا۔

"آپ ہی پرنس میشکن ہیں؟" اس نے انتہائی دلجوئی اور تہذیب کے ساتھ دریافت کیا۔ یہ بہت وجیہہ جوان تھا، عمر ہوگی کوئی 28 سال۔ چھریرا بدن، سنہرے بال، میانہ قد، چھوٹی سی نپولین طرز کی داڑھی، ذہین اور نہایت دلفریب ناک نقشہ۔ صرف ایک مسکراہٹ تھی جو اپنی تمام تر دلنوازی کے باوجود ذرا زیادہ ہی نازک تھی۔ مسکراتے وقت جو دانت جھانکتے تھے، وہ موتیوں کی طرح بے حد چمکیلے اور ہموار نظر آتے تھے۔ آنکھوں سے اگرچہ خوش مزاجی اور ظاہراً نیک دلی بھی ٹپکتی تھی، تاہم ایک جگہ گڑنے والی اور کریدنے والی کوئی بات ان نظروں میں ضرور تھی۔

دیکھتے ہی پرنس کو آپ سے آپ محسوس ہوا کہ یہ صاحب اکیلے میں ایسے ہرگز نہیں دیکھتے ہوں گے، ممکن ہے کہ کبھی ہنستے بھی نہ ہوں۔

پرنس نے جلدی میں جتنا کچھ کہہ سکتا تھا، بیان کر دیا۔ تقریباً وہی جو ذرا دیر پہلے اردلی کو سنا چکا تھا اور اس سے بھی پہلے رگوژین کو۔ گاوریلا اردالیونچ اس دوران دماغ پر زور دے کر کچھ یاد کرتا رہا۔

"آپ ہی ہیں نا، جنہوں نے کوئی ایک سال ہوا بلکہ ابھی سال بھر نہیں ہوا کہ خط لکھا تھا غالباً سوئٹزرلینڈ سے بیگم صاحبہ کے نام؟"

"جی ہاں۔ بالکل درست۔"

"پھر..... آپ کو تو یہاں جانتے ہیں، یاد بھی ضرور ہوگا۔ جنرل صاحب سے ملنے آئے ہیں نا؟ میں ابھی جا کر اطلاع کرتا ہوں۔ انہیں ابھی فرصت ہو جائے گی۔ مگر آپ..... یہاں، بہتر ہوتا کہ ملاقات کے کمرے میں تشریف رکھتے۔ یہاں کیوں ہیں یہ صاحب؟" اس نے درشت لہجے میں اردلی کی طرف رخ کیا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا نا کہ وہ خود راضی نہ ہوئے۔"

اتنے میں دفتری کمرے کا دروازہ کھلا اور کوئی فوجی افسر، ہاتھ میں بیگ سنبھالے، زور زور سے بولتا ہوا، رخصتی انداز میں گردن جھکاتا برآمد ہوا۔

Scanned with CamScanner

''گانیا، ارے تم موجود ہو؟'' کمرے کے اندر سے پکار بلند ہوئی۔ ''فوراً چلے آؤ!''

گاوریلا اردالیونچ نے سرخم کر کے پرنس سے اجازت لی اور کمرے میں داخل ہو گیا۔

کوئی دو منٹ بعد پھر دروازہ کھلا اور گاوریلا کی کھنکھناتی اور خوش آمدید کہتی ہوئی آواز سنائی دی:

''پرنس صاحب، تشریف لائیے۔''

(3)

جنرل صاحب ایوان پاپان چین کرسی سے کھڑے ہو گئے، غیر معمولی استعجاب سے پرنس کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھا بلکہ دو قدم آگے بڑھ کر پاس بلا لیا۔ پرنس نے قریب پہنچ کر اپنا تعارف کرایا۔

''تو فرمائیے، کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''

''مجھے کوئی فوری کام تو ہے نہیں۔ میری حاضری کی غرض صرف اسی قدر تھی کہ آپ سے نیاز حاصل کر لوں۔ ناوقت آ پہنچا، معاف کیجیے، مجھے آپ کے اوقات کا علم نہیں تھا..... ابھی گاڑی سے اتر کر سیدھا چلا آیا ہوں..... سوئٹزرلینڈ سے واپسی ہوئی.....''

جنرل نے سنا، ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کچھ سوچا مگر زبان پر لانے سے ہچکچائے۔ پھر سوچ میں پڑے، آنکھیں جھپکائیں، گھمائیں، اپنے نووارد مہمان کو سر سے پاؤں تک پھر ایک بار دیکھا اور جلدی سے کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، خود ذرا ہٹ کر پرنس کے برابر ہی بیٹھ گئے اور کسی بات پر متفکر ہو کر پرنس کی طرف رخ کر لیا۔ اتنے وقت گانیا کمرے کے ایک کونے میں، میز کے پاس کاغذات لگانے میں مصروف رہا۔

''جہاں تک جان پہچان کرنے کا تعلق ہے، اس کی فرصت تو کم ہی ملتی ہے۔'' جنرل صاحب بولے ''لیکن چونکہ آپ بہر حال بے وجہ نہیں آئے، کوئی مقصد ہے تو.....''

''مجھے پہلے ہی سے اندیشہ تھا۔'' پرنس نے بات کاٹی۔ ''کہ آپ کو میری اس آمد میں کوئی نہ کوئی خاص غرض نظر آئے گی۔ جی نہیں، خدا گواہ کہ ملاقات کا شرف حاصل کرنے کے سوا مجھے آپ سے کوئی غرض نہیں ہے۔''

''ملاقات کی خوشی تو مجھے بے انتہا ہوئی لیکن صرف تفریح یا دل بہلاوے سے تو بات بنتی نہیں۔ کبھی دنیاداری کے معاملات کو بھی دیکھنا پڑتا ہے..... اسی ضمن میں یہ بھی جتا دوں کہ اب تک تو مجھے کوئی ایسی بات نظر آئی نہیں جو ہمارے درمیان مشترک ہو..... یعنی وجہ ملاقات بنے.....''

''بے شک، بجا فرمایا۔ ایسی کوئی وجہ نہیں۔ مشترک تو یونہی برائے نام ہوگی۔ رہا یہ کہ میں پرنس میشکن ہوں اور آپ کی بیگم صاحبہ بھی میشکن والوں میں سے ہیں تو یہ کوئی وجہ نہ ہوئی۔ میں یہ خوب سمجھتا ہوں۔ تاہم فی الحال یہی ایک بہانہ تھا ملنے کا۔ چار سال سے کچھ زائد میں ملک سے باہر رہا، جب یہاں سے گیا تھا، تب بھی حالت یہ تھی کہ دماغ ماؤف۔ تب بھی مجھے کچھ معلوم نہ تھا اور اب تو بالکل ہی لاعلم ہوں۔ اچھے لوگوں کا ضرورت مند ہوں۔ سردست ایک کام بھی درپیش ہے اور نہیں معلوم کہ کہاں سے سلسلہ شروع کیا جائے۔ جن دنوں برلن میں تھا تو سوچا کرتا تھا کہ یہ لوگ تقریباً اپنے عزیز ہیں، انہی سے ابتداء کروں۔ ممکن ہے بات بن جائے، وہ میرے کام آئیں، میں ان کے..... اگر اچھے لوگ نکلے تو، سن

Scanned with CamScanner

رکھا تھا کہ آپ کا شمار اچھے لوگوں میں ہوتا ہے۔"

"آپ کا بہت شکریہ۔" جنرل صاحب کسی قدر تعجب سے بولے۔ "اجازت ہو تو دریافت کروں کہ آپ ٹھہرے کہاں ہیں؟"

"ابھی تو کہیں قیام نہیں کیا۔"

"تو یوں کہیے کہ آپ سیدھے ریلوے سٹیشن سے یہیں آ رہے ہیں؟ سامان ساتھ ہے؟"

"سامان میرا کچھ نہیں۔ لے دے کے چھوٹی سی گٹھڑی ہے جس میں اندر پہننے کے کپڑے ہیں۔ عام طور سے خود ہی اٹھائے رہتا ہوں۔ شام تک کسی ہوٹل میں کمرے کا بندوبست کر لوں گا۔"

"اب بھی آپ کا ارادہ کسی ہوٹل میں کمرہ لینے کا ہے؟"

"جی ہاں..... یقیناً۔"

"آپ کے لفظوں سے تو میں یہ سمجھا تھا کہ آپ سیدھے ہمارے یہاں آئے ہیں۔ یہیں قیام ہوگا۔"

"ممکن تھا، مگر آپ کی دعوت کے بغیر نہیں۔ صاف مان لوں کہ آپ دعوت دیتے تب بھی مہمان بن کر رہنے کا ارادہ نہیں تھا۔ وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ طبیعت ہی ایسی پائی ہے۔"

"مطلب یہ کہ میں نے آپ کو دعوت نہیں دی اور اب بھی نہیں کہتا..... تو ٹھیک ہوا۔ معاف کیجیے گا پرنس، یہ معاملہ ایک بار ہم صاف کر لیں۔ جہاں تک ہمارے آپ کے درمیان عزیز داری کا تعلق ہے تو ہم طے کرتے ہیں کہ اس کا ذکر زبان پر کبھی نہیں لائیں گے۔ اگرچہ آپ کا رشتہ دار ہونا میرے لیے فخر و عزت کی بات ہے..... لیکن، مطلب یہ کہ....."

"مطلب یہ کہ میں اٹھوں اور یہاں سے چل دوں؟" پرنس کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اٹھتے وقت اس کے لبوں پر کچھ مسکراہٹ سی پھیل گئی تھی۔ حالانکہ وہ اپنے موجودہ حالات کی دشواریوں سے خوب واقف ہوگا۔ "خدا کی قسم کھا کے کہتا ہوں جنرل صاحب، اگرچہ واقعہ یہ ہے کہ عملی طور پر مجھے نہ یہاں کے حالات کا علم ہے، نہ آداب کا، نہ یہ کہ یہاں کا طرز زندگی کیا ہے، پھر بھی ہوا بالکل وہی جو میں نے قیاس کر رکھا تھا۔ قطعی یہی میرا اندازہ تھا کہ یہ صورت ہمارے درمیان پیش آئے گی جو ابھی پیش آئی ہے۔ خیر، کوئی بات نہیں۔ ایسا ہی شاید ہونا بھی چاہیے۔ تبھی تو میرے خط کا جواب آپ کی طرف سے نہیں گیا..... بہر حال جو ہونا تھا ہوا، اب اجازت دیجیے اور گستاخی معاف کیجیے گا کہ ناوقت زحمت دی۔"

عین اس منٹ پرنس کی آنکھوں سے ایسی شرافت اور خوش دلی ٹپک رہی تھی، اس کی مسکراہٹ ایسی بے داغ تھی، کسی بھی طرح کی در پردہ ناگواری کے اثر سے مطلق پاک صاف کہ جنرل صاحب ٹھٹک کر رہ گئے اور اپنے مہمان کو بالکل دوسرے انداز سے دیکھنے لگے۔ لمحہ بھر میں کچھ سے کچھ ہو گیا۔

"معلوم ہے آپ کو پرنس۔" جنرل نے قطعی بدلی ہوئی آواز میں کہا "میں تو آپ کے بارے میں باخبر ہوں نہیں البتہ میری بیوی ایلی زاویتا پروکوفیونا شاید اپنے ہم نام والے سے ملنا چاہیں..... ذرا ٹھہر جایئے، اگر آپ چاہیں تو..... دیکھیے، آپ کو کہیں کی جلدی تو نہیں؟"

Scanned with CamScanner

''جی ہاں، مجھے کیا جلدی ہے! وقت میرے اختیار میں ہے۔'' (پرنس نے وہیں کے وہیں اپنا گول فلیٹ ہیٹ میز پر رکھ دیا۔) ''صاف اقرار کرتا ہوں کہ میں نے ہو بہو اسی طرح قیاس کیا تھا کہ ممکن ہے ایلیزاویتا صاحبہ کو خیال آ جائے کہ میں نے انہیں خط لکھا تھا۔ ابھی ذرا دیر پہلے، جب آپ تک پہنچنے کے انتظار میں باہر ٹھہرا تھا تو آپ کے خدمتگار کو شبہ ہوا، وہ سمجھا کہ کہیں میں بھی کچھ امداد مانگنے تو نہیں آیا ہوں۔ میں نے یہ بات نوٹ کی اور لازمی ہے کہ اس سلسلے میں آپ کی طرف سے اردلی کو خاص ہدایات ہوں گی۔ مگر میں، سچ مانئے گا کہ اس غرض سے آیا ہی نہیں، بلکہ صرف اس لیے حاضر ہوا کہ لوگوں سے ملوں جلوں۔ ایک ہی چیز کھٹک رہی ہے کہ ناوقت آیا اور آپ کا وقت خراب کر دیا۔''

''تو سنئے، پرنس صاحب!'' جنرل نے پرلطف مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ''اگر آپ درحقیقت ایسے ہی ہیں جیسے نظر آتے ہیں تو بہت خوب، آپ سے ملاقات خوشگوار رہے گی۔ دیکھتے ہیں آپ میں ایک مصروف آدمی ہوں۔ ابھی پھر مجھے بیٹھنا ہے اپنے کاغذوں میں، کاغذات دیکھوں گا، دستخط کروں گا، ان سے نمٹ کر حضور عالی کی خدمت میں جانا، وہاں سے اپنی ڈیوٹی پر۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یوں ملنے کو تو مجھے لوگوں سے مل کر..... مطلب یہ کہ اچھے لوگوں سے مل کر خوشی ہوتی ہے لیکن کیا کیا جائے..... مگر ایک بات ضمناً..... دل کہتا ہے کہ آپ نہایت تہذیب یافتہ آدمی ہیں، اور..... بھلا کیا عمر ہوگی آپ کی، پرنس؟''

''26 سال۔''

''اوہو..... میں اس سے بہت کم سمجھا تھا۔''

''جی ہاں، کہتے ہیں کہ میرے چہرے پر عمر نہیں برستی۔ آپ کے کاموں میں خلل نہ ڈالوں، یہ میں سیکھ لوں گا۔ عنقریب جان جاؤں گا کیونکہ مجھے خود کسی کا حرج کرنا پسند نہیں اور آخر میں یہ کہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ ہم دیکھنے میں ایک دوسرے سے اتنے مختلف ہیں، بہت وجہوں سے کہ ہم میں ربط ضبط کے کئی رشتے نکل بھی نہیں سکتے۔ البتہ یہ ہے کہ جو بات ابھی کہی، اس پر خود مجھے میرا ایمان نہیں ہے کیونکہ اکثر و بیشتر نظر تو یہ آتا ہے کہ ربط ضبط کی بنیادیں ہی نہیں اور وہ ہوتی ہیں، بہت کچھ موجود ہوتی ہیں..... یہ صرف تن آسانی ہے لوگوں کی کہ وہ ایک نظر میں تول کر آدمی کو قسموں میں بانٹ دیتے ہیں اور انہیں کوئی بات نہیں ملتی مگر..... خیر، یہ میں نے غیر ضروری، بے لطف گفتگو چھیڑ دی؟ آپ، گویا کہ.....''

''دو لفظ اور..... یہ بتائیے آپ کے پاس گزر بسر کی کوئی صورت موجود ہے؟ یا اب ارادہ ہے کوئی کام شروع کرنے کا؟ معاف کیجیے گا، میں نے یوں سوال کر لیا۔''

''عنایت ہے آپ کی۔ اس سوال کی قدر ہوئی مجھے اور میں اس کے معنی سمجھتا ہوں۔ فی الحال تو میرے پاس کوئی سروسامان ہے نہیں اور نہ ذریعہ معاش کی صورت ہے مگر ہاں، اس کی ضرورت تو پڑے گی فوراً، رہا نقد رقم کا معاملہ تو جو روپیہ تھا، وہ دوسرے آدمی کا دیا ہوا۔ شنیڈر، میرے پروفیسر نے، میں جن کے زیر علاج تھا اور جن سے تعلیم پا رہا تھا سوئٹزرلینڈ میں۔ چلتے وقت اپنی طرف سے سفر خرچ دے دیا، مگر دیا تھا نپا تلا اتنا کہ اب میری جیب میں لے دے کر صرف چند کاپک رہ گئے ہیں۔ کام، البتہ مجھے ایک درپیش ہے اور مشوروں کی ضرورت پڑے گی..... مگر.....''

''کہہ ڈالیے، آپ نے ذریعہ معاش کی کیا سبیل سوچی ہے فی الوقت؟ کیا کرنے کا ارادہ ہے؟'' جنرل نے دو

ٹوک سوال کیا۔

''کوئی محنت کا کام کرنا چاہتا ہوں۔''

''واہ، آپ تو فلسفی ہیں۔ ضمناً یہ دریافت کرلوں کہ اپنے اندر وہ کونسی قابلیت یا ہنر پاتے ہیں آپ تھوڑی بہت، جس سے روٹی کا بندوبست ہو سکے؟ معاف کیجیے پھر.....''

''معافی طلب کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں جانوں، نہ کوئی قابلیت ہے مجھ میں نہ کوئی خاص ہنر بلکہ اور الٹی مشکل یہ کہ بیمار آدمی ہوں۔ تعلیم بھی قاعدے کی نہیں ملی۔ اب جہاں تک روٹی کا مسئلہ ہے تو مجھے یوں لگتا ہے کہ.....''

جنرل صاحب نے پھر بات کاٹی اور پھر سوال جواب شروع کر دیا۔ پرنس نے پھر وہی کہہ ڈالا جو پہلے کہہ چکا تھا۔ گفتگو سے نکلا کہ جنرل نے مرحوم پاولی شیف کے بارے میں سن رکھا تھا بلکہ وہ ذاتی طور پر ان سے واقف تھے۔ پاولی شیف کو اس لڑکے کے پال پوس کی کیوں فکر تھی، یہ بات پرنس اپنی زبان پر نہ لا سکا۔ ممکن ہے اس کی سیدھی سی وجہ والد مرحوم سے ان کے پرانے مراسم تھے۔ والدین کے انتقال کے بعد پرنس بچپن میں تنہا رہ گیا۔ اسے گاؤں میں رکھا گیا، وہیں پلا بڑھا کیونکہ صحت کا تقاضا تھا کہ گاؤں کی آب و ہوا میں رہے۔ پاولی شیف نے وہاں دیہات میں اپنی کسی بوڑھی رشتہ دار کے پاس اسے چھوڑا تھا جس کی وہاں کچھ زمین تھی۔ شروع میں ایک استانی مقرر کی گئی، پھر ایک اتالیق کے سپرد رہا۔ پرنس کا بیان تھا کہ اگرچہ اسے اپنی تمام سرگزشت یاد ہے لیکن تسلی بخش طریقے سے وضاحت نہیں کر سکتا کیونکہ کئی ایسی چیزیں ہیں جن کا تال میل سمجھ میں نہیں آتا۔ بیماری کے بار بار دورے پڑنے کے کارن وہ قریب قریب بالکل ہی احمق ہو کر رہ گیا (پرنس نے ایڈیٹ کا لفظ استعمال کیا) آگے چل کر اس نے بیان کیا کہ ایک بار پاولی شیف کی ملاقات برلن میں سوئس پروفیسر شنیدر سے ہوئی جو خاص اسی قسم کی بیماری کے معالج ہیں اور اپنے وطن سوئٹزرلینڈ میں نرسنگ ہوم چلاتے ہیں۔ یہ مقام ہے Canton of Wallis۔ طریق علاج میں وہ ٹھنڈے پانی اور جمناسٹک سے کام لیتے ہیں اور نہ صرف دماغ کی بے قاعدگی بلکہ دیوانگی کا بھی علاج کیا کرتے ہیں۔ اسی کے ساتھ وہ مریض کی ذہنی ترقی کا بھی خیال رکھتے ہیں اور اس کی تعلیم بھی دیتے ہیں۔ پاولی شیف نے پرنس کو تقریباً پانچ سال پہلے سوئٹزرلینڈ، پروفیسر کے پاس روانہ کیا اور دو سال ہوئے ہیں کہ وہ انتقال کر گئے۔ اچانک آنکھ بند ہوئی، کوئی انتظام کرنے کی مہلت بھی نہ ملی۔ تب شنیدر نے اسے اپنے خرچے پر وہاں رکھا، علاج کرتے رہے اور دو سال تک۔ اگرچہ علاج پورا نہیں ہو سکا، پھر بھی افاقہ بہت ہو گیا۔ بعد میں خود مریض کی اپنی مرضی سے اور ایک خاص صورت حال پیش آ جانے کی وجہ سے پروفیسر نے اسے اب روس روانہ کر دیا ہے۔

جنرل نے سنا اور تعجب میں رہ گیا۔

''تو کیا روس میں آپ کا کوئی نہیں؟ قطعی کوئی نہیں؟''

''اب کوئی نہیں۔ تاہم کچھ امید ہوئی ہے..... ایک خط یہاں سے گیا تھا.....''

''کم از کم یہی سہی۔'' جنرل نے کہنے کی جلدی میں خط کا لفظ تک نہیں سنا۔ ''آپ نے کوئی نہ کوئی علم تو حاصل کیا ہوگا؟ آپ کا مرض رکاوٹ تو نہیں بنے گا آپ کی ملازمت میں، اگر مثال کے طور پر کوئی ہلکی سی ملازمت مل جائے تو؟''

''اوہ، غالباً نہیں۔ جہاں تک ملازمت کا تعلق ہے، میں خود بھی اسی کا آرزومند ہوں کیونکہ میرا بھی دل چاہتا

Scanned with CamScanner

ہے، دیکھوں تو سہی کس کام کا اہل ہوں۔ ان چار برسوں میں تعلیم مستقل جاری رہی۔ اگرچہ یہ ہے کہ باضابطہ تعلیم نہیں ہو
لیکن پروفیسر کے سسٹم کے مطابق ضرور تھی اور اس دوران بہت سی روسی کتابیں میں نے پڑھ ڈالیں۔"

"روسی کتابیں؟ مطلب یہ کہ زبان کا خاصا علم ہو گیا اور اب غلطیاں کیے بغیر لکھ سکتے ہیں؟"

"جی ہاں، اچھی طرح۔"

"بہت خوب اور آپ کا خط؟"

"خط بہت عمدہ ہے۔ اس معاملہ میں البتہ قدرتی صلاحیت ملی ہے، خوش نویسوں کی طرح لکھتا ہوں۔ کچھ دیجیے مجھے، ابھی لکھ کر دکھاتا ہوں نمونے کے طور پر۔" پرنس نے کسی قدر جوش سے کہا۔

"ہاں، اچھا ہے۔ عنایت کیجیے بلکہ اس کی ضرورت بھی ہے..... آپ کی یہ آمادگی کی ادا مجھے پسند آئی۔ پرنس صاحب، حقیقت یہ ہے کہ آپ خوبیوں کے آدمی ہیں۔"

"آپ کے ہاں، اس کمرے میں اسٹیشنری اس قدر نفیس ہے، کتنی ساری پنسلیں ہیں! کتنے سارے قلم، کیا دبیز، عمدہ کاغذ ہے..... اور خود یہ کمرہ کس قدر نفیس ہے! یہ جو قدرتی منظر کی تصویر لگی ہے میں اسے جانتا ہوں، سوئٹزرلینڈ کا منظر ہے۔ یقین ہے کہ مصور نے اصل منظر سامنے رکھ کر تصویر بنائی ہے..... اور ہو نہ ہو، یہ جگہ میری دیکھی ہوئی ہے۔ یہ کینٹن اوری کا منظر ہے....."

"عین ممکن ہے، اگرچہ تصویر یہاں کی خرید ہے۔ گانیا، ذرا پرنس کو کاغذ دینا۔ یہ لیجیے قلم ہے، کاغذ ہے۔ اس چھوٹی میز پر آ جائیے براہ کرم۔ یہ کیا ہے؟" جنرل صاحب گانیا سے مخاطب ہوئے جس نے اس درمیان میں اپنے بیگ کے اندر سے بڑے سائز کا ایک فوٹو پورٹریٹ نکالا اور وہ جنرل کی طرف بڑھا دیا۔ "ہو..... نستاسیا فلپوونا؟ یہ اس نے خود تم کو بھیجا ہے، یہ اپنا فوٹو، بذات خود تم کو؟" ذرا چمک کر اور نہایت دریافت طلب انداز میں انہوں نے گانیا پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔

"ابھی، جب میں مبارکباد دینے گیا تھا تو اس نے مجھ کو یہ فوٹو دیا۔ بہت پہلے کبھی مانگا تھا میں نے۔ معلوم نہیں کہیں یہ ادھر سے طعنہ تو نہیں ہے اس بات کا کہ میں ایسے دن مبارکباد دینے پہنچا..... وہ بھی خالی ہاتھ، بغیر کسی تحفے کے؟" گانیا نے بات پوری کی اور پھیکی ہنسی ہنسا۔

"نہیں..... نہیں۔" جنرل صاحب پورے وثوق سے بولے "واقعی، تمہیں بھی کیسے کیسے خیال آتے ہیں! بھلا وہ اور طعنہ پھینکے گی؟ وہ اتنی خود غرض ہے بھی نہیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ آخر تم تحفہ دیتے بھی تو کیا دیتے؟ وہاں تو ہزاروں روپے کا کھیل ہے! صرف پورٹریٹ ہی دے آتے! ہاں، اتفاق سے اس نے کہیں تمہارا پورٹریٹ تو نہیں مانگ لیا؟"

"جی نہیں..... ابھی تو ایسا اتفاق نہیں ہوا۔ شاید کبھی ہو گا بھی نہیں۔ ایوان فیودروووچ صاحب، آپ کو خیال ہے نا کہ آج شام دعوت ہے۔ آپ کو تو خاص طور پر بلاوا آیا ہے؟"

"یاد ہے، یاد ہے۔ ضرور جانا ہے۔ سالگرہ کا موقع، پچیسویں سالگرہ! ہوں..... معلوم ہے گانیا، ایک راز کی بات کہوں؟ تیار ہو جاؤ سننے کے لیے۔ افاناسی ایوانووچ سے اور مجھ سے اس نے وعدہ کر رکھا ہے کہ آج اپنے یہاں شام کو

Scanned with CamScanner

حرفِ آخر بتا دے گی۔ ہاں یا نا کا فیصلہ آج دیکھ لینا تم۔ سمجھے؟"

گانیا کے چہرے پر یہ سنتے ہی ہوائیاں اڑنے لگیں۔ وہ بے تاب ہو گیا۔

"اس نے کیا واقعی یوں کہا ہے؟" گانیا نے پوچھا۔ اس کی آواز لرز رہی تھی۔

"آج تیسرا دن ہے جب اس نے کہا تھا۔ ہم دونوں ایسے پیچھے پڑے ہوئے تھے کہ تنگ آ کر وعدہ کر لیا۔ البتہ یہ تاکید کی تھی کہ وقت سے پہلے تمہارے کان تک یہ بات نہ پہنچنے پائے۔"

جنرل صاحب گانیا کو ایک ٹک تکے جا رہے تھے۔ اس کی پریشانی کھلے طور سے انہیں ناگوار تھی۔

"ایک بات ذہن میں رکھئے جنرل صاحب۔" گانیا نے بے قراری سے ذرا جھجکتے ہوئے کہا "اس نے تب تک مجھے فیصلے کی پوری آزادی دے رکھی ہے جب تک خود معاملات ٹھکانے نہ لگا دے اور اس کے بعد بھی میری بات رائیگاں نہیں جانے والی....."

"اوہو..... تم..... ارے یہ ہو تم....." جنرل صاحب ایک دم سہم سے گئے۔

"میں کیا، میں اس میں کچھ نہیں۔"

"براہ کرم، اتنا تو بتا دو کہ تمہاری نیت کیا ہے؟"

"میں پیچھے نہیں ہٹنے والا۔ شاید میں اظہار کا صحیح پیرایہ نہیں اختیار کر سکا۔"

"بڑے آئے پیچھے ہٹنے والے!" جھلاہٹ میں جنرل کے منہ سے نکلا۔ اب وہ اپنی جھلاہٹ دبانا بھی نہیں چاہتا تھا۔ "تو برادر معاملہ اب یہ نہیں رہا کہ تم انکار نہیں کرنے والے، بلکہ اب یوں ہے کہ تم کہاں تک تیار ہو، تمہارے دل کا چین، تمہاری وہ خوشی جس سے تم اس کی ہاں قبول کرو گے..... اچھا، یہ تو بتاؤ، تمہارے گھر میں کیا گزر رہی ہے؟"

"گھر میں کیا گزرتی! گھر میری مرضی پر چلتا ہے۔ صرف ایک والد بزرگوار ہیں..... جسب معمول حماقت کیے جا رہے ہیں۔ دیکھیے نا، بالکل حد سے گزر چکے ہیں بیہودگی میں۔ میں اب ان سے بات بھی نہیں کرتا، تاہم قابو سے باہر بھی نہیں جانے دیتا اور سچ یہ ہے کہ اگر والدہ کا واسطہ نہ ہوتا تو بڑے میاں کو دروازہ دکھا دیتا۔ ماں ہیں کہ برابر آنسو بہائے جاتی ہیں، بہن طیش کھاتی ہے۔ تنگ آ کر میں نے آخر میں کہہ دیا کہ میں اپنی تقدیر کا مالک آپ ہوں اور گھر میں وہ ہوگا جو میں چاہوں۔ بہن کو میں نے صاف صاف جتا دیا ماں کے منہ پر۔"

"اور میں تو، برادر، اب تک سمجھ ہی نہیں پایا۔" پیچ و تاب کھاتے ہوئے جنرل نے دونوں ہاتھ پٹک کر اور کاندھے جھٹک کر کہا "تمہاری والدہ نینا الیکساندروونا جو اس دن یہاں آئی تھیں، یاد ہے تم کو؟ ہائے وائے! میں نے پوچھا، کیا ہو گیا؟ تو پتہ چلا کہ ان لوگوں کو یہاں بدنامی ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ دریافت کیا کہ فرمائیے تو آخر اس میں کونسی بدنامی کی بات ہے؟ کس کی مجال ہے کہ نستاسیا فلپوونا پر انگلی اٹھائے یا کوئی برالفظ کہہ جائے؟ بس یہی نا کہ وہ تو تسکی کے ساتھ رہ چکی ہے۔ یہ بالکل بکواس ہے، جن حالات میں وہ تھی انہیں نظر میں رکھتے ہوئے! کہنے لگیں کہ آپ خود اپنی بیٹیوں سے اسے ملنے نہیں دیں گے؟ بس، میں قائل ہو گیا۔ آگے کیا کہتا۔ کیا بات ہے نیا الیکساندروونا کی! وہ کیسے یہ بات نہیں سمجھتی، کیسے نہیں سمجھتی....."

Scanned with CamScanner

''اپنی صورتحال کو؟'' گانیا نے لقمہ دیا، یہ دیکھ کر کہ جنرل الجھ گئے ہیں۔ ''وہ خود ہی خوب سمجھتی ہیں۔ آپ ان پر ناراض نہ ہوں۔ میں نے تبھی ان کو سمجھایا تھا کہ دوسرے کے معاملے میں ٹانگ نہ اڑائیں۔ بہرحال گھر میں اس وقت تک معاملہ ٹھنڈا ہے، اور وہیں اٹکا ہوا ہے جب تک آخری لفظ منہ سے نہیں نکلتا۔ ادھر وہ نکلا اور ادھر طوفان پھٹ پڑے گا۔ اگر آج اس کی نوبت آ گئی تو بس آج ہی سب کچھ فیصلہ ہو جائے گا۔''

پرنس اپنی خوش خطی کی آزمائش میں مصروف یہ دوطرفہ گفتگو سنتا رہا۔ لکھ چکا تو میز کے پاس پہنچا اور اپنا کاغذ جنرل صاحب کے سامنے رکھ دیا۔

''تو، یہ ہے نستاسیا فلی پوونا؟'' عورت کے فوٹوگراف کو غور و تجسس سے دیکھتے ہوئے پرنس کے لبوں پر یہ جملہ آ گیا۔ ''حیرت انگیز حسینہ ہے۔'' اس نے فوراً جوش میں آ کر کہا۔ پورٹریٹ میں واقعی ایک ایسی عورت کا جلوہ تھا جو غیر معمولی حسن کی مالک تھی۔ سیاہ ریشمی لباس میں تصویر کھینچی گئی تھی۔ لباس انتہائی سادہ اور نفیس وضع کا۔ زلفیں دیکھنے میں گہرے رنگ کی، دھنی ہوئی سی..... جنہیں یوں ہی سادگی سے، گھریلو پن سے سنوارا گیا تھا۔ آنکھیں سیاہی مائل اور گہری، پیشانی محو خیال۔ چہرے پر جذباتی شدت کا اور غرور حسن کا رنگ۔ فوٹو میں اس کا چہرہ ذرا ستا ہوا اور شاید پھیکا سا لگ رہا تھا..... گانیا اور جنرل نے سخت حیرت سے پرنس کی صورت دیکھی۔

''کیا کہا..... نستاسیا فلی پوونا! تو مطلب یہ کہ آپ اس سے بھی واقف ہیں؟'' جنرل نے سوال کیا۔

''جی ہاں۔ ابھی روس آئے ہوئے چوبیس گھنٹے گزرے ہیں اور ابھی سے ایسی حسینہ کو بھی جان گیا۔'' پرنس نے جواب دیا اور فوراً گوڑین سے اپنی سفر کی ملاقات کا حال اور اس کا ماجرا سنا ڈالا۔

''لیجیے، یہ ایک اور تازہ خبر!'' جنرل نے ساری داستان بڑی توجہ سے سنی تو انہیں پھر بے چینی لگ گئی۔ نظروں سے بھانپنا چاہا کہ گانیا پر کیا گزر رہی ہے۔

''یقیناً یہ ایک بے ہودہ حرکت ہے۔'' گانیا جو خود بھی ذرا گڑبڑا گیا تھا، بے اختیار بڑبڑایا۔ ''بیوپاری کے بیٹے کو عیش کی سوجھی ہے۔ میں اس کے بارے میں پہلے کچھ سن چکا ہوں۔''

''ہاں برادر، میرے کان میں بھی بھنک پڑی تھی۔'' جنرل نے گانیا کو سہارا دیا۔ ''تبھی جب یہ کانوں کے بُندے والا واقعہ ہوا، نستاسیا فلی پوونا نے سارا لطیفہ ہمیں سنایا تھا مگر اب یہ مذاق نہیں رہا۔ شاید یہاں تو اب دس لاکھ کی رقم بیٹھی ہوئی ہے..... اور پھر جوش جوانی دیوانی مان لیا۔ مگر ہے تو جنون ہی۔ ظاہر بات ہے کہ ایسے جنونی اگر کرنے پر آ جائیں تو مدہوشی میں جانے کیا کر گزریں! کہیں ایسا نہ ہو کہ ہنسی میں کھنسی ہو جائے!'' جنرل نے فکر میں مبتلا ہو کر انجام جتایا۔

''آپ دس لاکھ کے نام سے ڈر گئے؟'' گانیا نے مسکراتے ہوئے چھیڑا۔

''تمہیں تو کوئی خوف نہیں جیسے۔''

''آپ کو کیسا معلوم ہوا پرنس؟'' گانیا نے ایک دم پرنس کی طرف رخ کیا۔ ''یہ کوئی سنجیدہ قسم کا آدمی ہے یا بس یونہی لفنگا سا؟ خاص اپنی رائے بتائیے۔''

گانیا نے جب یہ دوٹوک سوال پیش کیا، اس کے اندر کوئی خاص ہلچل ہو رہی تھی۔ ضرور کوئی اچھوتا اور بڑا ہی نرالا

Scanned with CamScanner

خیال سوجھا تھا جس کی بے قراری چمک آنکھوں میں اتر آئی تھی۔ جنرل صاحب اگرچہ خلوص اور سادگی کے ساتھ بے قرار ہو رہے تھے، انہوں نے بھی پرنس کو ترچھی نظروں سے دیکھنا شروع کیا۔ حالانکہ پرنس کے جواب سے وہ بہت توقع وابستہ نہیں کر رہے تھے۔

''معلوم نہیں، مجھے کیا جواب دینا چاہیے۔'' پرنس نے کہنا شروع کیا۔ ''مجھے تو ایسا معلوم ہوا کہ اس شخص میں جوش بہت ہے۔ ممکن ہے دیوانگی کی حد تک ہو۔ وہ خود بالکل بیمار سا لگتا تھا۔ بہت ممکن ہے کہ پیترسبورگ میں وارد ہوتے ہی پھر اس چکر میں پڑ جائے، خاص کر اگر اس پر ہوس سوار ہو گئی تو۔''

''یہ بات؟ تو آپ کو ایسا لگا؟'' جنرل کو یہ خیال کھٹکا۔

''جی ہاں..... ایسا۔''

''تب تو یوں ہے کہ اس ڈھب کے جو فتنے برپا ہونے والے ہیں، ان میں اب چند روز کی بھی دیر نہیں لگنے والی، بلکہ وہ آج ہی شام کو بلکہ رات ہونے سے پہلے ہی اٹھ سکتے ہیں۔'' گانیا نے جنرل کی طرف زہر خند پھینکا۔

''ہونہہ..... ہاں! قطعی۔ صرف یہ دیکھنا ہے کہ اس لڑکی کے دماغ میں کیا سماتی ہے؟'' جنرل نے کہا۔

''آپ تو جانتے ہیں کہ بعض اوقات اسے کیا ہو جاتا ہے؟''

''کیا ہو جاتا ہے اسے؟'' جنرل انتہائی بپھر کر تڑ سے بولا۔ ''سنو، گانیا! آج تم اس کی کسی بات کی کاٹ نہ کرنا اور کوشش کرنا کہ، اب تم سے کیا کہوں، سمجھتے تو ہو، کوشش یہ کرنا..... مختصر لفظوں میں کہ بات بنی رہے..... ہونہہ! یہ منہ کیسا بنا رہے ہو تم؟ سنو، گاوریلا اردالیونچ، یہی وقت ہے، لمحہ آ گیا ہے، کہہ دینے کا کہ آخر ہم لوگ کاہے کی خاطر اپنا سر کھپا رہے ہیں؟ خوب سمجھ لو کہ جہاں تک میرے ذاتی فائدے کا تعلق ہے تو جو کچھ یہاں مہیا ہے، وہ میرے لیے بہت کافی ہے۔ پانسہ الٹا پڑے یا سیدھا، معاملے کا تصفیہ میں اپنے حق میں کروں گا۔ ادھر تو تسکی اپنی طرف ایک بات طے کر چکا، مطلب یہ کہ میں اس کی طرف سے بالکل نچنت ہوں۔ اب اگر میں کچھ چاہتا ہوں تو وہ محض تمہارے فائدے کے لیے۔ خود سوچو، کہیں یوں تو نہیں کہ تمہیں مجھ پر اعتبار نہ رہا ہو؟ بھلے آدمی..... تم انسان ہو..... انسان ہو، ایک لفظ میں کہوں تو عقلمند انسان ہو۔ مجھے تم پر بڑا تکیہ تھا۔ اور یہ تو، اس معاملے میں تو تم.....''

''یہی تو اصل معاملہ ہے۔'' گانیا نے جنرل کے منہ کی بات پوری کر دی اور گویا مشکل میں پھر ان کے کام آیا۔ گانیا کے ہونٹ نہایت زہریلی مسکراہٹ میں آڑے ترچھے ہو گئے تھے اور وہ اس کو راز بھی نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے جنرل کی آنکھوں میں اپنی دہکتی ہوئی آنکھیں ڈال دیں۔ شاید اس نیت سے کہ جنرل ان آنکھوں میں اس کے خیالات پڑھ لے۔ جنرل کا چہرہ تمتمانے لگا اور وہ بھڑک اٹھا۔

''ہاں، ہاں، عقل بڑی بات ہے!'' اس نے کٹیلی نگاہ گانیا پر گاڑ کر کہا۔ ''کیا مضحکہ خیز آدمی ہو تم بھی! کھری بات تو یہ ہے کہ میں دیکھتا ہوں، تم خوش ہو رہے ہو۔ اس بیوپاری بچے کی آمد میں تمہیں اپنے بچ نکلنے کی راہ دکھائی دے رہی ہے۔ ہاں، شروعات میں ہی یہاں عقل سے کام لینا تھا۔ یہاں سمجھ لینا ہی چاہیے اور..... اور فریقین اس معاملے میں ایمانداری اور کھرے پن سے کام لیں۔ بات صاف کر دیں۔ نہیں تو..... وقت سے پہلے آگاہ کر دیں تاکہ فریق ثانی کی،

Scanned with CamScanner

دوسروں کی پوزیشن نازک نہ ہو جائے۔ خاص کر اس لیے بھی کہ غور کرنے کا وقت بہت پڑا تھا..... بلکہ اب بھی، عین اس لمحے بھی کافی وقت ہے۔" (جنرل نے بھنویں اوپر اٹھائیں، جو معنی خیز اشارہ تھا) "کچھ نہیں بگڑا اگر پھر شام ہونے میں صرف چند گھنٹے باقی ہیں..... سمجھے، کیا کہہ رہا ہوں؟ صاف بتا دو، چاہتے ہو دل سے یا نہیں چاہتے؟ اگر تمہاری مرضی نہیں ہے تو ابھی بتا دو، بڑی عنایت ہوگی۔ گاوریلا صاحب، آپ کو کوئی پکڑے ہوئے نہیں ہے، کوئی آپ کو زبردستی جال میں نہیں پھانس رہا ہے..... اگر آپ کو جال نظر آتا ہو تو....."

"میری مرضی ہے۔" گانیا نے آدھ مری آواز میں لیکن زور دے کر کہا، آنکھیں جھکا لیں اور بجھ کر خاموش ہو گیا۔

جنرل نے سنا، انہیں تسلی ہوئی۔ شروع میں وہ گرم ضرور ہوئے تھے لیکن اب معلوم ہوتا تھا کہ ٹھنڈے پڑ گئے اور اپنے حد سے گزر جانے پر پشیمان ہیں۔ ایک دم وہ پرنس کی جانب متوجہ ہوئے اور صاف نظر آنے لگا کہ ان کے چہرے پر بے چینی کی لہر آئی اور گئی، انہیں یہ دھڑکا لگا کہ یہاں پرنس موجود تھا اور اس نے سب سن لیا ہے مگر لمحہ بھر میں انہیں اطمینان ہو گیا۔ پرنس پر ایک نظر ڈالتے ہی دل کو قرار آ جانا ممکن تھا۔

"اوہو۔" جنرل صاحب پرنس کے دیئے ہوئے خوش خطی کے نمونے کو دیکھتے ہی اچھل پڑے "کیا ترشے ہوئے نگینے ہیں! اس قدر نایاب نگینے! گانیا ذرا دیکھنا، کیا فنکاری ہے!"

اعلیٰ درجے کے دبیز کاغذ پر روسی تحریر کے طرز قدیم میں پرنس نے یہ ایک پرانا جملہ لکھ دیا تھا "پیر خانقاہ پافنوتی نے یہاں دستخط ثبت کیے۔"

"یہی ہے۔" پرنس نے انتہائی خوشی اور جذبے سے کاغذ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وضاحت کی "دیکھیے یہ خاص پیر خانقاہ پافنوتی کے دستخط ہیں جو چودھویں صدی کی ایک کاپی سے نقل کیے ہیں۔ یہ لوگ کیا عالیشان دستخط کیا کرتے تھے۔ ہمارے پیر خانقاہ اور بڑے پادری، اور بعض اوقات بڑی نفاست پسندی سے، محنت صرف کر کے! جنرل صاحب، پگودین ایڈیشن تو آپ کے پاس ہوگا نا؟ دیکھیے، یہاں میں نے دوسرے خط میں یہی لکھا ہے: یہ پچھلی صدی کا فرانسیسی طرز تحریر ہے، موٹے موٹے مدور حروف۔ بعض حروف تب دوسری طرح لکھے جاتے تھے۔ اعلان عام والا طرز تحریر ہے۔ جیسا اعلان نویس لکھا کرتے تھے، یہ انہی کے مخطوطات سے لیا گیا ہے (میرے پاس ایک نمونہ تھا) آپ اتفاق کریں گے کہ یہ طرز بھی کوئی خوبی رکھتا ہے۔ یہ مدور D اور A ملاحظہ کیجیے۔ میں نے فرانسیسی خط سے انداز لے کر روسی حرفوں میں ڈال دیا ہے، بہت مشکل تھا لیکن بہر حال ایک شکل بن گئی۔ دیکھیے گا، ایک اور لاجواب اور اچھوتا طرز تحریر ہے۔ یہ جملہ ملاحظہ ہو: "من کی لگن ہر ایک چیز پر غالب آ جاتی ہے۔" یہ روسی طرز ہے، منشیانہ طرز بلکہ آپ چاہیں تو فوجی دفتر انشاء کا طرز کہہ لیں۔ اہم لوگوں کو جو سرکاری مراسلات جاتے تھے، وہ اس خط میں لکھے ہوتے تھے۔ یہاں بھی حرفوں کے دائرے سے بنے ہیں، بہت عمدہ سیاہہ یعنی سیاہ روشنائی سے لکھا جاتا تھا، بہت ہی نفاست کے ساتھ۔ اس طرز میں جو حروف کی گول کشش ہے یا یوں کہیے کہ یہ جو کشش دینے اور حرف کو رواں بنانے کی یا آخر میں دیکھیے نا، دم سی چھوڑ دینے کی ترکیب ہے اسے باقاعدہ خوش گوار انہیں کرتے مگر اب ذرا مکمل تصویر اس عبارت کی ملاحظہ فرمائیے۔ اس میں کردار ابھر

Scanned with CamScanner

ہے۔ فوجی دفتر انشا کی روح الفاظ کے روپ میں اتر آئی ہے۔ طبیعت جولانی پر ہے اور ہاتھ میں ہنر ہے مگر وردی کے کوٹ کا کالر خوب کسا ہوا ہے، ڈسپلن کی پابندی لکھاوٹ میں بھی جھلک آئی۔ واہ، کیا خوب! کچھ عرصہ ہوا اس کا نمونہ اتفاق سے میرے ہاتھ لگا، میں حیرت زدہ رہ گیا..... ملا بھی کہاں، سوئٹزرلینڈ میں! اور یہ جو ہے تو بالکل سادہ، معمولی اور خالص انگریزی طرز تحریر ہے۔ لطافت ونفاست کی یہاں اور گنجائش نہیں۔ موتی سے ٹانک دیئے ہیں۔ خوبی ہی خوبی ہے۔ اس پر تکمیل ہوگئی۔ ایک اور قسم بھی ہے، پھر فرانسیسی طرز۔ میں نے یہ ایک فرانسیسی، تجارت پیشہ مسافر سے حاصل کی۔ ہونے کو یہ بھی انگریزی لکھاوٹ ہے لیکن ایک فرق کے ساتھ۔ سیاہ سطر یہاں ذرا زیادہ سیاہ اور جلی حروف میں آتی ہے۔ سیاہی اور سفیدی کا تناسب یہاں بدلا ہوا ہے اور دیکھیے آپ، حرفوں کی بیضاوی صورتیں بھی بدل گئی ہیں، بیضاوی کے بجائے ذرا مدور اور خط شکست کی سی چھوٹ دے دی گئی ہے۔ یہ بڑی خطرناک چھوٹ ہے! خط شکست کی سی کشش دینے کو غیر معمولی ذوق درکار ہے۔ اگر حروف کی مکمل شکل اور شکست کی روانی میں صحیح تناسب قائم کرنے میں کامیابی ہوگئی تو پھر اس طرز تحریر کا تو جواب ہی نہیں۔ وہ حسن ٹپکتا ہے کہ آدمی اس کے عشق میں مبتلا ہو جائے۔"

"اوہو، کن کن باریکیوں پر نظر ہے آپ کی۔" جنرل صاحب مسکرا دیئے "ہاں، واقعی میاں آپ صرف خوش نویس نہیں بلکہ فنکار ہیں..... کیوں گانیا؟"

"حیرت ناک!" گانیا نے کہا "بلکہ آپ کو اپنی اہمیت کا بھی احساس ہے۔" جنرل کے بیان کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ چھیڑنے کے انداز میں مسکرا دیا۔

"ہنس لو جتنا ہنسنا چاہو..... مگر دیکھنا ترقی کا زینہ ہے اس میں۔" جنرل صاحب بولے۔ "خبر ہے آپ کو پرنس، کس کے نام آپ خط لکھنے پر مامور ہو سکتے ہیں؟ پہلے قدم پر ہی 35 روبل مہینہ تنخواہ تو کہیں گئی نہیں۔ لیجیے، اتنے میں ساڑھے بارہ بج گئے۔" گھڑی کو دیکھ کر بات پوری کی۔ "اب میرے جانے کا وقت ہوا، جلدی ہے۔ آج غالباً ہماری آپ کی ملاقات نہ ہو سکے گی۔ ایک منٹ کو ذرا تشریف رکھیے۔ یہ تو میں آپ پر واضح کر چکا ہوں کہ اکثر ملاقات کی فرصت نہیں ہوتی لیکن ہاں، دل سے چاہتا ہوں کہ تھوڑا بہت آپ کے کام آؤں۔ تھوڑا بہت کا مطلب آپ سمجھتے ہیں کہ جو کم سے کم ضروریات ہیں انسان کی، ان میں مدد کر دوں۔ اس کے بعد جیسی آپ کی مرضی۔ کوئی چھوٹی سی ملازمت سرکاری دفتر میں آپ کے لیے نکال لوں گا۔ بھاری کام نہیں بلکہ ایسا جس میں صرف قاعدے کی پابندی ہو۔ اب آگے دیکھیں۔ یہ جو میرے نوجوان دوست، جن سے میں چاہتا ہوں کہ آپ کا تعارف ہو جائے، گاوریلا اردالیونچ ایولگین، ان کے یہاں ان کی والدہ اور بہن نے اپنے فلیٹ میں دو تین کمرے فرنیچر لگے ہوئے صاف کرائے ہیں۔ ان کا ارادہ ہے کہ ایسے کرایہ دار جن کی معقول سفارش ہو، ان کمروں میں بسا دیں۔ کھانے اور ملازم کی سہولت بھی دی جائے گی۔ اگر میں کسی کا نام بھیجوں تو یقین ہے کہ ان کی والدہ نینا الیکساندروونا اسے منظور کر لیں گی۔ آپ کے لیے، پرنس یہ ایک غیبی سہولت ہے کیونکہ اول تو آپ وہاں تنہائی نہیں محسوس کریں گے، یوں کہنا چاہیے کہ ایک خاندان کے درمیان، دیکھ ریکھ میں رہیں گے۔ مجھ سے پوچھیے تو آپ کو شروع شروع میں تنہا نہیں رہنا چاہیے۔ پیترسبورگ جیسے پائے تخت میں تنہا رہنا مناسب نہیں ہوگا۔ گاوریلا صاحب کی والدہ نینا اور ان کی بہن واروارا اردالیونوونا، دونوں کی میرے دل میں بہت عزت ہے۔ نینا الیکساندروونا کے

Scanned with CamScanner

شوہر اردالیون الیکساندروویچ ایک ریٹائرڈ جنرل ہیں۔ جب میں نے ملازمت شروع کی تو میرا ان کا ساتھ تھا لیکن بعض حالات ایسے پیش آئے کہ میں نے بعد میں تعلقات کا سلسلہ منقطع کر دیا جس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ میرے دل میں ایک طرح سے ان کی وقعت جاتی رہی۔ آپ سے اس لیے کھول کر ساری بات کہہ رہا ہوں تا کہ آپ سمجھ لیں کہ ذاتی طور پر میں نے سفارش کی اور خود ذمہ لیتا ہوں۔ یہاں خرچ میں کفایت رہے گی اور جو تنخواہ آپ کو ملنے والی ہے، وہ عنقریب اس خرچ کو کفایت کرنے لگے گی۔ درست ہے کہ آدمی کو جیب خرچ بھی درکار ہوتا ہے، بہت نہ سہی، کچھ نہ کچھ لیکن اگر آپ برا نہ مانیں تو کہوں پرنس کہ آپ جیب خرچ رکھنے بلکہ یوں بھی جیب میں رقم رکھنے سے بچئے۔ آپ کو دیکھ کر یہ بات کہہ رہا ہوں مگر چونکہ فی الحال آپ کا بٹوا بالکل ہی خالی ہے، تو اجازت دیجیے کہ ابتداء کے طور پر یہ پچیس روبل پیش کر دوں۔ آئندہ حساب کر لیں گے اور اگر آپ اتنے ہی نیک دل اور صاف گو آدمی نکلے جیسے کہ آپ کی گفتگو سے ظاہر ہوتا ہے تو روپے پیسے کے معاملے میں آپ کے ساتھ کوئی الجھاؤ نہیں پڑے گا۔ اگر مجھے آپ سے اتنی دلچسپی ہے تو یہ بے وجہ نہیں، میرا کوئی مقصد ضرور ہے۔ آئندہ آپ پر خود ہی روشن ہو جائے گا۔ دیکھا آپ نے، کتنی سیدھی صاف بات کی آپ سے۔ کیوں گانیا، کیا خیال ہے؟ امید رکھوں کہ پرنس کو اپنے ہاں جگہ دینے میں تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟"

"بلکہ خوشی سے۔ کیونکہ ماں بھی اس تجویز پر خوش ہوں گی۔" گانیا نے خوش اخلاقی اور آمادگی سے تصدیق کر دی۔

"تمہارے ہاں، غالباً ایک کمرہ پہلے ہی جا چکا ہے..... کیا نام ان کا، وہ رہتے ہیں نا، فرد..... فیر....."

"فردی شینکو۔"

"ہاں، وہی۔ مجھے وہ تمہارا فردی شینکو پسند نہیں۔ چھچھورا سا مسخرہ کہیں کا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ نستاسیا فلپوونا نے اسے کیوں سر چڑھا رکھا ہے؟ کیا، سچ مچ، وہ اس کا رشتہ دار لگتا ہے؟"

"جی نہیں، یہ سب مذاق ہے۔ رشتہ داری تو دور دور نظر نہیں آتی۔"

"لعنت ہو کمبخت پر! خیر تو پرنس آپ بتائیے، مطمئن ہیں اس تجویز سے یا نہیں؟"

"جنرل صاحب، میں آپ کا احسان مند ہوں۔ آپ نے میرے ساتھ انتہائی کرم فرما کا سلوک کیا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ میں نے اس کی درخواست بھی نہیں کی تھی۔ میں کوئی فخر جتانے کو نہیں کہتا، واقعی مجھے معلوم نہ تھا کہ کہاں سر چھپاؤں۔ سچ بات یہ کہ رگوژین نے اپنے ہاں کا بلاوا دے دیا تھا۔"

"رگوژین؟ نہیں، چھی! میں آپ کو بزرگانہ مشورہ بلکہ زیادہ پسند خاطر ہو تو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ مسٹر رگوژین کا خیال دل سے نکال دیجیے اور ہاں عموماً آپ کے حق میں بہتر یہی ہوگا کہ جس خاندان میں رہنے جا رہے ہیں اسی سے بنائے رکھیے۔"

"اگر آپ میرے حال پر ایسے ہی مہربان ہیں تو۔" پرنس نے بات چھیڑی۔ "تو مجھے ایک کام درپیش ہے کہ ایک نوٹس آیا تھا میرے نام....."

"خیر اس وقت تو معاف کیجیے۔" جنرل صاحب نے بات کاٹی۔ "اب منٹوں کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ اندر بیگم

صاحبہ لیزاویتا کو آپ کی اطلاع دیئے دیتا ہوں۔ اگر وہ ملنا چاہیں، آپ کو ابھی بلوالیں تو (میں خود بھی آپ کی طرف سے کہہ لوں گا)، میرا مشورہ یہ ہے کہ موقع سے فائدہ اٹھایئے اور خوشگوار اثر چھوڑیئے کیونکہ لیزاویتا بیگم چاہیں تو آپ کے بہت کام آسکتی ہیں۔ آپ کا خاندانی نام تو ایک ہی ہے۔ اگر وہ اس وقت ملنا نہ چاہیں تو آپ ٹال جایئے۔ پھر کسی اور وقت۔ اچھا تو دیکھنا گانیا، تم ذرا ان اکاؤنٹس پر نظر ڈال لو۔ میں نے فدوسیف کے ساتھ بہت سر مارا۔ اس روز ٹھیک نہیں ہوئے، ان کا اندراج مت بھولنا....."

جنرل صاحب باہر چل دیئے اور پرنس کو اپنا کام بتانے کا موقع ہی نہیں ملا جس کا ذکر شاید وہ چوتھی بار چھیڑ چکا تھا۔ گانیا نے لمبی سگریٹ سلگائی اور دوسری پرنس کی طرف بڑھائی۔ پرنس نے سگریٹ قبول کر لی لیکن بات نہیں چھیڑی تاکہ گانیا کے کام میں حرج نہ پڑے۔ پرنس اس دفتری کمرے پر نظریں ڈالتا رہا۔ گانیا کا دل کاغذوں میں نہیں تھا، اس نے حسابات کے اس کاغذ پر نگاہ تک نہ کی جس کے بارے میں جنرل صاحب خاص ہدایت کر گئے تھے۔ وہ بے خیالی کے عالم میں تھا۔ پرنس نے دیکھا کہ جب وہ دونوں تنہا اس کمرے میں رہ گئے تو اس کی مسکراہٹ، نگاہیں اور ذہنی ادھیڑ بن اور بھی گمبھیر ہوگئی۔ وہ ایک دم اٹھ کر پرنس کے پاس آیا۔ عین اس وقت جب وہ نستاسیا فلپوونا کی تصویر دیکھنے میں محو تھا۔

"تو آپ کو اس قسم کی عورت پسند آئی نا پرنس؟" اس نے اچانک سوال کر لیا اور اندر تک اتر جانے والی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ قطعی کوئی غیر معمولی منشا اس سوال کے پیچھے محسوس ہوتا تھا۔

"حیرت انگیز چہرہ ہے۔" پرنس نے جواب دیا۔ "مجھے یقین ہے کہ اس عورت کی تقدیر معمولی نہیں ہو سکتی۔ چہرے پر تو بشاشت کھیل رہی ہے لیکن خود نہایت ستم زدہ ہے۔ ہے نا؟ اس کی آنکھیں صاف جتا رہی ہیں یہ۔ دونوں طرف گالوں کی ہڈی دیکھیے، آنکھوں کے نیچے، گال سے اوپر کے دو ابھرے ہوئے نقطے۔ بڑا خوددار چہرہ ہے! مگر معلوم نہیں، اچھی طبیعت کی بھی ہے یا نہیں؟ اگر ایسا ہو تو کیا بات ہے! سب ٹھیک ہو جاتا ہے۔"

"آپ اس عورت سے شادی کر لیتے؟" گانیا نے بات جاری رکھی اور اپنی دہکتی ہوئی نظریں پرنس پر جمائے رکھیں۔

"میں تو کسی سے بھی شادی نہیں کر سکتا۔ بیمار آدمی ہوں۔" پرنس نے جواب دیا۔

"رگوژین کر لیتا اس سے شادی؟ کیا خیال ہے؟"

"ہاں، شادی کرنے میں کیا ہے۔ میں جانوں، کل ہی ممکن ہے۔ شادی تو ضرور کر لے لیکن ہفتہ بھر میں اسے قتل بھی کروا لے۔"

ابھی پرنس کے منہ سے یہ جملہ نکلا ہی تھا کہ گانیا سارے بدن سے تھرتھرا اٹھا..... ایسے کہ پرنس کی چیخ نکل جاتی۔

"آپ کو یہ ہوا کیا؟" گانیا کا ہاتھ زور سے پکڑتے ہوئے پرنس کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

"جناب عالی! سرکار فرماتے ہیں کہ اندر حضور بیگم صاحبہ کی طرف تشریف لے چلیں۔" ایک اردلی نے دروازے میں نمودار ہو کر اطلاع دی۔ پرنس اس اردلی کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

Scanned with CamScanner

(4)

یہ ان چین والدین کی تینوں بیٹیاں نہایت تندرست، پھول کی طرح کھلتی ہوئی، خوش اندام، شانے غیر معمولی سڈول، ہاتھ تقریباً مردوں جیسے جاندار، جو بن پھٹا پڑتا تھا۔ لازمی بات ہے کہ اسی قوت و صحت کی مناسبت سے خوش خوراک بھی واقع ہوئی تھیں اور اس شوق پر انہیں کوئی عار بھی نہیں تھا۔ ان کی پیاری اماں لیزاویتا بیگم کبھی کبھی ترچھی نظروں سے کھانے کے اس ہوکے پر ٹوک بھی دیتی تھیں لیکن ان کی بعض رائیں یا ہدایات، یوں ظاہری رکھ رکھاؤ کی خاطر کتنی ہی سعادت مندی سے قبول کی جاتی ہوں لیکن دراصل ان لڑکیوں کی نظر میں وہ پہلی سی وقعت، بے چون و چرا منوا لینے کی صلاحیت ایک زمانہ ہوئے کھو چکی تھیں۔ اب نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ تینوں کی ٹولی باہم اتفاق کر کے فوراً ہی نصیحت کے برخلاف زبردستی عمل کرنے پر تل جاتی اور حاوی ہو جاتی تھی۔ اپنی پوزیشن کے خیال سے بیگم جنرل بھی اسی میں عافیت سمجھتی تھیں کہ لڑکیوں سے تکرار نہ کریں اور انہی کی ضد پوری ہونے دیں۔ اس میں شک نہیں کہ ان کی افتادِ طبع معقولیت کا فیصلہ سننے اور اس کے سامنے سر جھکانے پر راضی نہیں تھی۔ چنانچہ لیزاویتا پروکوفیونا سال بہ سال نازک مزاج اور زود رنج ہوتی جا رہی تھیں، بالکل ہی سنکی ہو چلی تھیں۔ مگر غنیمت ہوا کہ سردست بہرحال ایک شوہر موجود تھا، راضی برضا اور سدھا ہوا شوہر، لہٰذا رہا سہا غصہ اور دل کا غبار عموماً اسی کے سر جاتا تھا۔ طبیعت ہلکی ہو جاتی تو گھریلو ہم آہنگی پھر لوٹ آتی..... سارے کام نہایت عمدگی سے چلنے لگتے۔

خود بیگم صاحبہ غذا کے شوق سے محروم نہیں ہوئی تھیں۔ ان کا معمول تھا کہ دن کے ساڑھے بارہ بجے بھرپور ناشتے کی میز پر، ناشتہ بھی ایسا جو لنچ کے برابر ہو، اپنی بیٹیوں کی شریک رہتی تھیں۔ ہر ایک صاحبزادی اس سے پیشتر دس بجے، بستر میں آنکھ کھلتے ہی کافی کی پیالی طلب کر لیتی تھیں۔ یہ ان کا من پسند وسنہ ور بن گیا تھا۔ جہاں ساڑھے بارہ بجے کہ اماں جان کے کمروں کے نزدیک چھوٹے سے ڈائننگ روم میں ایک میز لگا دی جاتی اور خاندانی زندگی کے اس بے تکلف ناشتے میں کبھی کبھی خود جنرل صاحب بھی، اگر وقت میں گنجائش ہوتی تو شریک ہو جایا کرتے تھے۔ یہاں چائے، کافی، خیر، شہد، مکھن، خاص مال پورے، جن کا شوق تھا بیگم صاحبہ کو، کٹلس وغیرہ کے علاوہ گرم گرم ترتراتی یخنی بھی دسترخوان پر حاضر کی جاتی تھی۔

جس صبح کا یہ قصہ ہے، اس روز کھانے کی میز پر خاندان جمع تھا اور جنرل کا انتظار تھا کہ وہ حسب وعدہ ساڑھے بارہ بجے آنے والے تھے۔ اگر وہ ایک منٹ بھی لیٹ ہو جاتے تو آدمی بھیج کر انہیں بلوا لیا جاتا لیکن وہ ٹھیک وقت پر آ پہنچے۔ بیوی سے سلام دعا کر کے ان کے ہاتھ کو بوسہ دے کر انہیں محسوس ہوا کہ بیگم صاحبہ کے تیور کافی بدلے ہوئے ہیں۔ اگرچہ کل کی شام ہی ان کا ماتھا ٹھنکا تھا کہ ایک خاص "لطیفے" کے مطابق (وہ عادتاً ہر ایک فتنے کو لطیفہ کہا کرتے تھے) آج یہ کچھ ہونے والا ہے، رات کو آنکھ لگنے سے پہلے انہیں اس طرف سے دھڑکا لگا ہوا تھا لیکن اب پھر وہ کسمسانے لگے۔ بیٹیاں آگے آئیں، باپ کو بوسہ دیا، اگرچہ ان سے بھی کوئی ناراضی ظاہر نہیں ہوئی، تاہم یہاں بھی کوئی خاص بات ضرور تھی۔ یہ سچ ہے کہ جنرل کو بعض حالات کے سبب خواہ مخواہ بات بات پر شبہ ہونے لگا تھا، مگر چونکہ وہ ایک ہوشیار، آزمودہ کار باپ اور شوہر تھے انہوں نے تغافل نہیں کیا بلکہ فوری کارروائی شروع کر دی۔

Scanned with CamScanner

ممکن ہے ہماری کہانی کی روانی میں یہ بات بہت بے محل نہ ہو اگر یہاں ٹھہر کر ہم اس ایک واقعہ پر نظر ڈال چلیں جو ایسے معاملات اور حالات کو ٹھیک ٹھیک اور صاف طور پر سامنے لانے میں مفید ہوں جن سے جنرل ایپانچن کا خاندان ان دنوں گزر رہا ہے جب ہماری کہانی شروع ہوئی ہے۔ پہلے ہم لکھ آئے ہیں کہ جنرل صاحب اگرچہ کوئی خاص تعلیم یافتہ آدمی نہیں بلکہ بقول خود "آپ سے آپ پڑھے ہوئے" تھے، پھر بھی وہ ایک تجربہ کار شوہر اور ہوشیار باپ ضرور بن چکے تھے۔ ضمناً یہ بتا دیا جائے کہ انہوں نے اپنا شعار بنا رکھا تھا کہ لڑکیوں کی شادی میں جلدی نہ مچائی جائے گی ہر ایک "ان کے سر پر سوار" ہونے کی اور بیٹیوں کی خوشی کی خاطر، پدرانہ شفقت کے مارے بار بار انہیں شوہر کے لیے اور لگ کرنے کی ضرورت نہیں، جیسا کہ اکثر ان خاندانوں میں بھی ہوتا آیا ہے جو بڑے عقلمند کہلاتے ہیں اور جن میں اوپر تلے کئی سیانی بیٹیاں بیٹھی ہوتی ہیں۔ اس اصول کی پابندی میں وہ یہاں تک پہنچ گئے تھے کہ بیگم صاحبہ کو بھی اسی میں رنگ لیا تھا۔ اگرچہ تھا یہ بہت دشوار کام..... دشوار اس لیے کہ قدرتی نہیں تھا۔ مگر جنرل صاحب نے ایک سے ایک بڑھ کر دلیل اور ٹھوس واقعات کے ثبوت دے کر لڑکیوں کی ماں کو قائل معقول کر لیا۔ لڑکیوں کو پوری طرح ان کی مرضی اور پسند پر چھوڑ دیا جائے تو بالآخر وہ اپنی عقل سے کام لینے پر مجبور ہوں گی اور تب اس معاملے میں آنچ کی کسر نہیں رہے گی کیونکہ وہ خواہ مخواہ کے نخروں اور چونچلوں سے، نازک مزاجی کے تقاضوں سے ہٹ کر خود اپنی خوشی کا کام کریں گی۔ ماں باپ کے لیے صرف یہ کرنا رہ جاتا ہے کہ ممکن حد تک ان پر چپکے سے نظر رکھیں، کوئی غلط قدم اٹھانے یا بھٹکنے سے روکیں تاکہ بے ڈھنگا انتخاب نہ ہونے پائے یا بے جوڑ حرکت سرزد نہ ہو اور جب مناسب موقع آئے تو پوری قوت سے شریک ہو کر پورا اثر کام میں لا کر معاملے کو ٹھکانے لگا دیا جائے۔ آخر یہ تو تھا ہی کہ سال بہ سال اس خاندان کی دولت اور سماجی حیثیت، اقلیدسی حساب سے دن دونی رات چوگنی ہوتی جا رہی تھی۔ لازمی نتیجہ یہ کہ جتنا وقت گزرے گا اتنا ہی دلہن کے روپ میں لڑکیوں کی مانگ بڑھے گی۔ مگر ان تمام ناقابل تردید حقیقتوں کے درمیان ایک حقیقت اور ابھر کر سامنے آئی بڑی لڑکی الیکساندرا کو بیٹھے بٹھائے انجانے میں پچیس سال پورے ہو گئے۔ (انجانے میں ہمیشہ یہی ہوتا آیا ہے) عین اسی وقت اتفاق ہی تو تسکی نے، جو بہت اعلیٰ سوسائٹی کا فرد تھا، اونچے سے اونچا اثر و رسوخ اور غیر معمولی دولت رکھتا تھا، پھر اپنی پرانی نیت باندھی کہ شادی رچائی جائے۔ تو تسکی تب کوئی پچپن سال کا ہوگا، طبیعت سے بہت نفیس، خوش ذوق، نکتہ سنج۔ وہ غیر معمولی حسن شناس آدمی تھا اور شادی بھی اچھی ہی کرنا چاہتا تھا۔ اب چونکہ جنرل ایپانچن اور تو تسکی میں کچھ زمانے سے خوب گاڑھی چھننے لگی تھی اور بعض مالیاتی کاروبار کے سلسلے میں ان دونوں کی شرکت دوستی بڑھانے میں اور بھی سازگار ہوئی تھی، لہٰذا تو تسکی نے جنرل صاحب کو اپنی نیت بتائی اور ہمراز بنا کر ان سے مشورے اور رہنمائی کا طلبگار ہوا۔ معلوم کیا کہ آیا تینوں بیٹیوں میں کسی سے رشتہ دینا مناسب ہوگا؟ جنرل صاحب کی گھریلو زندگی کے پرسکون اور نہایت پرلطف بہاؤ میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔

سب سے چھوٹی لڑکی اگلایا، جیسا کہ کہا جا چکا ہے، خاندان بھر میں حسن کا ایک بے مثل پیکر تھی، لیکن تو تسکی نے بھی، جو اپنی پسند کے معاملے میں انتہائی ضدی آدمی تھا، سمجھ لیا کہ ادھر کا رخ نہیں کرنا ہے۔ اگلایا پر اس کا داؤ نہیں چلنے والا۔ ممکن ہے بہنوں کے درمیان بے تحاشا محبت اور بڑی مضبوط رفاقت نے بھی معاملے کو ہوا دی ہو، تاہم یہ ضرور ہے کہ اگلایا کے مستقبل پر ان بہنوں میں پورے خلوص کے ساتھ اتفاق رائے تھا کہ وہ صرف قسمت کی دھنی نہیں لگے گی بلکہ وہ لے

زمین پر فردوس کا ایک آئیڈیل پیش کر دے گی۔ اگلایا کو جو شوہر ملے وہ ہر ایک گن میں پورا ہو اور دولت کا تو ذکر کیا، باقی تمام اوصاف میں بھی کسی سے کم نہ ہو۔ بہنوں میں، گویا بغیر کہے سنے، یہ بات طے ہو چکی تھی کہ اگر ضرورت پیش آئی تو وہ اگلایا کی خاطر اپنے حق کی قربانی دے ڈالیں گی۔ بہن کا جہیز بھی طے تھا کہ بے پناہ اور بے مثال ہونا چاہیے۔ والدین کو دونوں بڑی بیٹیوں کے اس عندیے کی خبر تھی، لہٰذا جب توتسکی نے جنرل صاحب سے مشورہ طلب کیا تو ان دونوں کے درمیان یہ بات شک وشبہ سے بالاتر تھی کہ بڑی والی دونوں میں سے کوئی ایک غالباً ان کی خواہش کے آگے سر جھکا دے گی، خصوصاً اس لیے بھی کہ افاناسی توتسکی جیسا شخص جہیز کے معاملے میں حجت نہیں کرے گا۔ جنرل کو زندگی کے نشیب وفراز کا خوب علم تھا، ادھر توتسکی نے رشتہ دیا، ادھر اس نے مان لیا۔ مگر چونکہ توتسکی نے فی الحال اپنے ذاتی حالات کے پیش نظر، قدم بڑھانے میں انتہائی احتیاط ملحوظ رکھی تھی اور صرف بات چھیڑ کر ٹھہر گیا تھا تو والدین نے بھی لڑکیوں کے سامنے اس کا تذکرہ یوں چھیڑا گویا آئندہ کبھی یہ امکان موجود ہے۔ جواب میں لڑکیوں نے بھی قطعیت کے ساتھ نہ سہی، تاہم یہ اظہار کر کے تشفی کا سامان کر دیا کہ تجویز آئی تو بڑی الیکساندرا اسے ٹھکرائے گی نہیں۔ یہ الیکساندرا اگرچہ تھی ارادے کی پکی لیکن ساتھ ہی خوش مزاج، معاملہ فہم اور نباہ کرنے والی لڑکی تھی۔ وہ توتسکی سے شادی کرنے کو بخوشی تیار ہو جاتی اور اگر ایک بار زبان سے ہاں کر لیتی تو جی جان سے پورا کر کے دکھاتی۔ اسے چک دمک پسند نہیں تھی۔ دنیاداری کی فکریں اور پریشانیاں بڑھانے کے بجائے وہ اپنے رفیق حیات کی زندگی میں مٹھاس گھولنے اور سکون پہنچانے کی اہل تھی۔ بذات خود وہ صورت شکل کی اچھی تھی البتہ سادگی کے ساتھ۔ بھلا توتسکی کے لیے اس سے بہتر اور کیا تھا؟

بہر حال معاملہ دھیرے دھیرے رینگے جا رہا تھا۔ توتسکی اور جنرل کے درمیان بے کہے سنے دوستانہ مفاہمت سی تھی کہ صحیح وقت آنے تک معاملے کو رسمی رنگ دینے یا قطعی قدم بڑھانے سے پرہیز کیا جائے۔ یہاں تک کہ والدین نے بھی بیٹیوں سے کھلے لفظوں میں بات نہیں کی تھی۔ اتنے میں اختلاف نے سر اٹھایا۔ بیگم پان چین، گھر کی مالکن، کسی وجہ سے اکھڑنے لگیں۔ ان کا یوں اکھڑنا بہت ہی اہم تھا۔ ایک ایسی رکاوٹ کھڑی ہونے لگی، فکر میں ڈالنے والی ایک ایسی الجھن، جس کے کارن سارا معاملہ چوپٹ ہو سکتا تھا۔

فکر میں ڈالنے والی یہ "الجھن" (بقول توتسکی) بہت زمانے پہلے، قریب قریب 18 سال ہوئے، تب شروع ہوئی تھی۔ موصوف کی ایک نہایت مالا مال جاگیر کے پڑوس میں، جو ایک وسطی صوبے میں واقع تھی، اتفاق سے ایک غریب سا، چھوٹی حیثیت کا جاگیردار زمانے کی گردش میں آ گیا۔ یہ شخص پے در پے بدقسمتی کا شکار ہوتا رہا، مسلسل ناکامیوں کی حماقت کرتے رہنے میں اس نے نام پیدا کر لیا تھا۔ ریٹائرڈ فوجی افسر تھا، منصبداروں کے اعلیٰ خاندان سے بلکہ خاندانی ہونے میں خود توتسکی سے بھی بلند مرتبہ تھا۔ اس کا نام فلپ الیکساندرووچ براشکوف بتاتے ہیں۔ جب وہ قرض اور رہن کے انبار میں بالکل ہی دب چکا تو جان توڑ محنت کر کے، کسان کی طرح دن رات لہو پسینہ ایک کر کے، بالآخر اس نے اپنی چھوٹی سی حیثیت کی زمین بچالی اور اطمینان کا سانس لیا۔ تھوڑی بہت کامیابی ملنے پر وہ پھولا نہیں سماتا تھا۔ ایک بار وہ اپنے ضلع کے صدر مقام کو چند روز کے لیے روانہ ہوا، بہت خوش خوش اور بڑی امیدیں لیے ہوئے شہر گیا تھا۔ نیت یہ تھی کہ اپنے ایک بڑے قرض خواہ سے مل آئے اور اگر بات بنتی ہو تو لین دین کا معاملہ خاطر خواہ انجام دے آئے۔ شہر پہنچے ابھی تیسرا دن

Scanned with CamScanner

تھا کہ گاؤں سے اس کا ایک کھیا گھوڑا دوڑاتا ہوا پہنچا، اس کا ایک گال جھلسا ہوا اور داڑھی کچھ جلی ہوئی تھی۔ وہ یہ خبر لایا کہ ''کل دوپہر آپ کے گھر میں آگ لگی، گھر جل کر راکھ ہو گیا، بیوی بھی اسی میں جل مری۔ بچوں پر کوئی آنچ نہیں آئی، بچ گئے ہیں۔'' غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ براشکوف جیسا سخت جان، جو گردش ایام کے طمانچے جھیل چکا تھا، اس غم کی تاب نہ لا سکا۔ دماغی توازن کھو بیٹھا اور مہینہ بھر گزرا ہوگا کہ سرسامی حالت میں مر گیا۔ آگ کے شعلوں سے جو کچھ املاک بچی تھی، جس میں خانہ برباد مزارع بھی تھے، بیچ کھوچ کر قرض خواہوں کو نمٹایا گیا۔ دو کم عمر لڑکیاں تھیں، چھ اور سات سال کی، افاناسی توتسکی نے نیاضی کے ساتھ ان کا سارا بار اپنے ذمے لے لیا۔ انہیں بھی دیہات میں اپنے منشی کے گھرانے میں پال پوس کے لیے رکھ دیا۔ منشی پنشن یافتہ آدمی تھا اور وہ بھی جرمن..... اس کے بال بچے بھی بہت تھے۔ دونوں لڑکیاں انہیں میں پلنے لگیں۔ تھوڑے دنوں میں ایک لڑکی کالی کھانسی سے چل بسی، صرف بڑی رہ گئی نستاسیا۔ توتسکی ملک سے باہر گیا ہوا تھا، ان لڑکیوں کا وجود پردیس میں بالکل بھول بھال گیا۔ کوئی پانچ سال بعد دوران سفر میں اسے خیال آیا کہ لاؤ اپنی جائیداد دیکھتے چلیں، گاؤں پہنچا تو اپنے دیہاتی گھر میں، اسی جرمن منشی کے بال بچوں میں اچانک ایک بارہ برس کی بچی نظر پڑی۔ بہت دلکش، چنچل، خوش اندام، ہوش مند اور اتنی ہونہار کہ آگے چل کر چاند کا ٹکڑا نکلنے والی تھی۔ اس پہلو پر افاناسی توتسکی کی نظر خطا نہیں کر سکتی تھی۔ اس مرتبہ اپنی جاگیر پر اس نے صرف چند روز قیام کیا مگر چلنے سے پہلے پورا بندوبست کر دیا۔ لڑکی نستاسیا کی دیکھ ریکھ میں زبردست تبدیلی آ گئی۔ ایک معزز اور عمر رسیدہ سوئس خاتون اتالیقی کے لیے طلب کی گئیں جو خاندانی لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا پورا تجربہ رکھتی تھیں، خود تعلیم یافتہ تھیں، گھر پر رہ کر، نہ صرف فرانسیسی زبان بلکہ اور بھی کئی علم پڑھا چکی تھیں۔ وہ اسی دیہاتی مکان میں آ کر ٹھہریں اور کمسن نستاسیا کی تعلیم زوروں میں چلنے لگی۔ ادھر چار سال پورے ہوئے ادھر تعلیم تمام ہوئی۔ استانی صاحبہ رخصت ہوئیں اور نستاسیا کو لینے کے لیے ایک اور شریف زادی آ پہنچی۔ وہ بھی کوئی زمیندار تھیں اور توتسکی صاحب کی جاگیر کے نزدیک ہی، کہیں دور کے صوبے میں ان کی زمینیں بھی لگی ہوئی تھیں، اس نوعمر لڑکی کو افاناسی توتسکی کی ہدایات اور اختیارات کے مطابق انہوں نے اپنی تحویل میں لے لیا۔ ایک چھوٹی سی بستی تھی مگر یہاں بھی وہی لکڑی کا بنگلہ ملا۔ یہ بنگلہ ایسا بڑا تو نہیں تھا مگر حال میں ہی بن کر تیار ہوا تھا۔ بڑے سلیقے اور نفاست سے سنوارا گیا تھا اور اس گاؤں کا نام گویا چن کر رکھا تھا ''آت رادونویے'' یعنی آنند نگر۔ یہ شریف زادی، جن کی اپنی زمین وہاں سے کوئی ایک کوس پر تھی، لڑکی کو لیے ہوئے سیدھی اسی نوتعمیر مکان پر اتریں اور خود چونکہ بیوہ تھیں، بال بچے تھے نہیں، وہ بھی یہیں رہ گئیں۔ ایک اور بڑی بی، گھر کی دیکھ بھال کرنے والی اور ایک نوعمر مگر تجربہ کار خادمہ بھی نستاسیا کے پاس آ پہنچی۔ مکان پر ساز سنگیت کا سامان لگا ہوا تھا، لڑکیوں کے شوق کا ایک نفیس کتب خانہ تھا، تصویریں، نقاشی کے کام، پنسلیں، مصوری کے برش، رنگ اور ایک لاجواب چھوٹا سا کتا تھا۔ دو ہفتے بعد خود افاناسی توتسکی بھی وارد ہو گئے..... تب سے توتسکی کو اپنے اس دور افتادہ گاؤں سے پیار ہو گیا۔ گرمیوں میں ادھر کا پھیرا پابندی سے ہونے لگا، دو دو تین تین مہینے یہیں بسر ہونے لگے اور اسی معمول پر کافی زمانہ گزرتا گیا، کوئی چار سال ہنسی خوشی، لطف و لطافت کے ساتھ یہاں کاٹ دیئے۔

ایک بار کیا ہوا کہ افاناسی توتسکی اپنے اس آنند نگر میں گرمیاں گزارنے آیا اور صرف دو ہفتے رہ کر واپس ہو گیا تو چار مہینے بعد، سردیوں کے شروع میں یہ افواہ پھیلی یا یوں کہنا چاہیے کہ نستاسیا فلی پوونا کے کان میں بھنک پڑی کہ افاناسی

Scanned with CamScanner

پیتر سبورگ کی کسی حسینہ سے، دولت مند اور نامور خاندانی لڑکی سے شادی رچانے کی فکر میں ہے۔ مختصر یہ کہ اپنے لیے کوئی بہت کارآمد اور شاندار جوڑی چنی ہے۔ اس خبر کی تمام تفصیلات اگرچہ قابل اعتبار نہیں نکلیں، ابھی صرف تجویز ہی تجویز تھی۔ کوئی ٹھوس بات طے نہیں پائی تھی، تاہم نستاسیا کی قسمت میں اسی وقت سے انقلاب برپا ہو گیا۔ سنتے ہی وہ تن گئی اور اس کے مزاج میں انہونی کیفیت کھل کر سامنے آ گئی۔ اونچ نیچ سوچے بغیر وہ اپنا یہ دیہاتی بنگلہ چھوڑ کر سیدھی پیتر سبورگ روانہ ہوئی اور تن تنہا توتسکی کے مکان پر جا پہنچی۔ وہ دم بخود رہ گیا۔ شروع میں اس نے بات بنائی مگر فوراً ظاہر ہو گیا۔ زبان کھولتے ہی..... احساس ہوا کہ اب اسے اپنا لب ولہجہ، آواز کا اتار چڑھاؤ، اگلے دنوں کی پیاری پیاری دلنواز باتیں، جن سے اب تک کام نکلتا رہا تھا، وہ سمجھانے بجھانے کی منطق، سبھی کچھ بدلنا ہوگا۔ سبھی کچھ۔ اب اس کے سامنے بالکل دوسری عورت بیٹھی تھی..... یہ وہ تھی جسے اب تک اس نے پہچانا نہیں تھا، یہ اس لڑکی سے بالکل مشابہ نہیں تھی جسے جولائی کے مہینے میں اپنے دیہاتی بنگلے میں چھوڑ آیا تھا۔

یہ نئی عورت، اول تو بڑی تیز نکلی۔ اس کے علم اور آگاہی کو دیکھ کر تو توتسکی حیرت میں پڑ گیا کہ اتنا بہت سا اس نے کہاں سے جان لیا، اتنی معلومات فراہم کر کے ان سے دوٹوک نتیجے کیسے نکال لیے۔ (کہیں ایسا تو نہیں کہ لڑکیوں والی لائبریری جو لگائی تھی، یہ اسی کی دین ہو؟) اور تو اور قانونی چارہ جوئی کے پہلو تک اس پر روشن ہو گئے تھے اور دنیاداری کی مثبت باتوں کا علم اگر پورا نہیں تو کم از کم اتنا ضرور آ گیا تھا کہ دنیاداری کی زندگی میں بعض معاملات کیسے چلتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ طبیعت کی افتاد پہلے کی سی قطعی نہیں رہی تھی یعنی بورڈنگ کی لڑکی والی حیا، لحاظ، کبھی نرالی شوخی و شرارت سے، کبھی معصومیت سے دل لبھانا، کبھی اداس ہونا، سوچ میں پڑ جانا، کبھی تعجب سے، کبھی بے اعتباری سے، آنکھوں میں آنسو بھر لانا، مچل جانا۔ ان اداؤں کا اب کہیں پتہ نہ تھا۔

نہیں: اب ایک کوئی بے پناہ اور انجانی ہستی اس پر قہقہے لگا رہی تھی، طعنے تشنے سے کچوکے دے رہی تھی اور صاف منہ پر جتا رہی تھی کہ توتسکی کے لیے اس کے دل میں کوئی جگہ کبھی تھی ہی نہیں، سوائے گہری نفرت کے کوئی جذبہ تھا ہی نہیں، پہلے پہل کی حیرت انگیز واردات کے بعد اسے توتسکی سے گھن آنے لگی تھی۔ اس نئی عورت نے صاف صاف جتا دیا کہ اس کی بلا سے، وہ ابھی اسی وقت اپنی شادی رچا لے، جس سے جی چاہے رچا لے، مگر وہ آئی ہے جی میں یہ ٹھان کر کہ یہ شادی ہونے نہیں دے گی، اپنی ہٹ دھرمی کے سبب نہیں ہونے دے گی۔ وجہ صرف یہ کہ اب اس پر یہ دھن سوار ہے، اور دیکھ لینا یوں ہی ہو کر رہے گا کہ "ایک بار دل کھول کر تم پر قہقہے لگاؤں گی کیونکہ آخر اب میری باری ہے۔ تمہارا مذاق اڑانے اور بے آبرو کرنے کی۔"

یہ بات تھی جو اس نے کہہ ڈالی۔ جی میں کیا ٹھانی تھی، ممکن ہے، پورا بتایا ہی نہ ہو۔ لیکن جتنی دیر میں نئی نستاسیا فلی پووِنا قہقہے لگاتی رہی اور اپنی ترنگ میں زبان چلاتی رہی، افاناسی توتسکی دل ہی دل میں معاملے کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا اور ممکن حد تک بکھرے ہوئے خیالات کی شیرازہ بندی کرتا رہا۔ یہ ذہنی خلفشار کافی وقت چلا۔ قریب قریب دو ہفتے تاپ تول اور آخری فیصلے تک پہنچنے میں گزر گئے۔ آخر دو ہفتے بعد اس نے قطعی فیصلہ کر لیا۔ بات اصل میں یہ تھی کہ افاناسی ایوانووچ توتسکی اب عمر کے کوئی پچاس سال پورے کر چکے تھے۔ اعلیٰ پائے کے وضعدار، رکھ رکھاؤ والے اور پختہ عادتوں کے آدمی

Scanned with CamScanner

تھے۔ دنیا کے سامنے، سوسائٹی میں ان کا مقام نہایت پائیدار بنیادوں پر، کبھی کا قائم ہو چکا تھا۔ جیسا کہ اعلیٰ پائے کے شرفاء کو زیب دیتا ہے، اپنی ہستی، اپنی راحت و آسائش انہیں دنیا میں ہر شے سے زیادہ عزیز تھی۔ جو قرینہ زندگی بھر چلتا رہا اور ایسے نفیس روپ میں پہنچ کر قائم ہوا تھا، اب اس میں کسی قسم کا رخنہ پڑ جائے، اس میں ذرا سا تذبذب راہ پا جائے، یہ کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ دوسری طرف سے دنیا کے وسیع تجربے اور گہری نظر نے انہیں فوراً اور قطعاً یقینی طور پر آہستہ سے آگاہ کر دیا کہ ایسی ہستی سے واسطہ پڑا ہے جو عام شمار قطار میں نہیں آتی۔ یہ وہ ہے جو صرف دھمکیوں پر قناعت نہیں کرنے والی بلکہ اپنی من مانی کر گزرے گی اور بڑی بات یہ کہ کسی ایک حد پر پہنچ کر تھمے گی نہیں کیونکہ دنیا میں کوئی بھی چیز اسے عزیز نہیں ہے، اگر عزیز ہوتی تو اس کا واسطہ دے کر بہلایا پھسلایا جا سکتا تھا..... وہ بھی یہاں ممکن نہیں ہوگا۔ ظاہر تھا کہ یہاں کوئی اور ہی بات ہے، مراد یہ کہ کوئی دلی اور روحانی قسم کی سنگ سوار ہے، یعنی کوئی رومانٹک بیزاری ہے، خدا جانے کس سے اور کیوں؟ نفرت کا کوئی اتھاہ جذبہ ہے جس پر کہیں کوئی بند نہیں..... مختصر یہ کہ اول درجے کی مضحکہ خیز کیفیت جسے شریفوں کی محفل میں بار نہیں دیا جا سکتا اور جس کے ساتھ رورعایت کرنا کسی عزت دار آدمی کے لیے خدا کا قہر نازل ہونے کے برابر ہے۔ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ تو تسکی جیسا دولت مند اور صاحب اثر آدمی لگے ہاتھوں کوئی چھوٹی سی ایسی چال چل سکتا تھا، کوئی معصوم سی شرارت کر سکتا تھا کہ اسے نستاسیا کے شر سے نجات مل جاتی۔ دوسری جانب یہ بھی ظاہر تھا کہ خود نستاسیا اس پوزیشن میں نہیں تھی کہ اسے نقصان پہنچا سکے۔ مثلاً یہ کہ قانونی چارہ جوئی کر سکے۔ اور تو اور، وہ کوئی بڑا فتنہ بھی کھڑا نہیں کر سکتی تھی کیونکہ اس صورت میں آسانی سے اسے بے بس کیا جا سکتا تھا۔ یہ سب کچھ تبھی پیش آتا کہ اگر نستاسیا فلی پودنا قدم اٹھانے کا فیصلہ کر بیٹھتی۔ جیسا کہ عام طور پر ایسی صورت حالات میں لوگ کر بیٹھتے ہیں..... سنکی پن میں مقررہ حدوں سے گزرے بغیر۔ بس یہیں قیاس کی نپی تلی درستی تو تسکی کے کام آئی۔ اس نے صحیح اندازہ کر لیا کہ نستاسیا خود بھی اچھی طرح سمجھتی ہے کہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا کر وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، البتہ اس کے دماغ میں کوئی اور خیال سمایا ہے، ان چلتی ہوئی آنکھوں میں کوئی اور شرارہ ہے۔ اس لڑکی کو کچھ بھی عزیز نہیں، اپنی جان تو خیر، پیاری ہی نہیں (اس لمحے یہ اندازہ کرنے کے لیے کہ نستاسیا بہت پہلے اپنی طرف سے بے فکر اور بے نیاز ہو چکی ہے اور تو تسکی جیسے وہمی، شکی مزاج کے دنیادار آدم بے زار کو اپنے اس خیال پر تکیہ کرنے کے لیے بلا کی ذہانت اور نشتر کی سی نگاہ درکار تھی)، ایسی حالت میں نستاسیا خود کو بالکل ہی تباہی و بربادی کے منہ میں جھونک دیتی۔ سائبیریا میں جلاوطنی اور قید بامشقت بھی گوارا کر لیتی صرف اس طیش میں کہ اس آدمی کی آبرو اتار لے جس سے وہ اتنی حیوانی نفرت کی بھٹی سینے میں سلگائے ہوئے ہے۔ افاناسی تو تسکی نے کبھی اس بات کا پردہ نہیں رکھا تھا کہ وہ کسی قدر بزدل واقع ہوا ہے یا بہتر لفظوں میں یوں کہیں کہ اعلیٰ درجے کا قدامت پسند۔ فرض کیجیے اگر اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ سہرا بندھوائے عین شادی کے وقت اسے قتل کر دیا جائے گا یا اور کوئی ایسا ہی انتہائی نامعقول حادثہ پیش آ جائے گا جو سماج میں ہنسی اڑوانے یا ناک بھوں چڑھانے کا سبب بنے تو وہ یقیناً خوفزدہ ہو جاتا۔ خوف کا سبب یہ نہیں کہ کوئی اس کی جان لے لے گا یا خون بہا دے گا، یا بھرے مجمع میں اس کے منہ پر تھوک دیا جائے گا، وغیرہ وغیرہ بلکہ محض اس وجہ سے کہ یہ ناشدنی اسے پیش آئے اور وہ بھی اتنی بھدی، بیہودہ صورت میں۔ نستاسیا کی طرف سے ایسی ہی کسی حرکت کا اندیشہ تھا، اگرچہ اس نے زبان سے کچھ نہ کہا تھا۔ اسے خوب اندازہ تھا کہ یہ لڑکی میری رگ رگ

Scanned with CamScanner

پہچانتی اور سمجھتی ہے، لہٰذا اسے معلوم ہے کہ کہاں ضرب لگائی جائے۔ چونکہ شادی ابھی صرف نیت تک محدود تھی تو افاناسی نے ڈھیل دے دی اور نستاسیا فلی پوونا کی ضد مان گیا۔

ایک صورتحال اور پیش آ گئی تھی جس نے اس فیصلے کی راہ ہموار کی۔ اس نستاسیا سے حسن میں اس دیہاتی لڑکی کا کوئی مقابلہ ہی نہیں تھا جسے وہ برسوں سے جانتا تھا۔ تب وہ محض ایک سندری تھی اور اب؟ اسے اپنے اوپر غصہ آتا تھا کہ چار برس مسلسل اس لڑکی کو دیکھتا رہا، پھر بھی اس کے گن نہ پہچان پایا۔ سچ ہے کہ بہت کچھ موقوف ہوتا ہے۔ اس پر کہ فریقین میں اچانک کوئی داخلی تبدیلی راہ پا جائے۔ اسے رہ رہ کر یاد آتا تھا کہ وہ بھی وقت تھا جب بعض اوقات اس لڑکی کو دیکھ کر یا خیال اس کی آنکھوں میں جھانک کر عجیب عجیب خیالات آتے تھے۔ ان آنکھوں میں اسے کوئی گہری اور پراسرار اداسی کی جھلک مل جایا کرتی تھی۔ جب اس سے نظر چار ہوتی تو گویا کسی معمے کا، سربستہ راز کا سامنا ہوتا۔ قریب کے دو برس میں اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ نستاسیا کے چہرے کا رنگ کیسا بدل گیا ہے۔ وہی حال تھا کہ ''رنگ کھلتا جائے ہے، جتنا کہ اڑتا جائے ہے'' رنگ اڑنے سے وہ اور بھی بھلی لگتی تھی۔ توتسکی بھی ان شریف زادوں کی طرح جو اپنے وقت میں رنگ رلیاں منا چکتے ہیں، شروع میں تحقیر سے دیکھتا تھا نستاسیا کے معاملے کو، کہ یہ الہڑ جان اتنی آسانی سے اس کے ہاتھ لگ گئی مگر بعد میں آج کل اسے اپنے تصور میں کچھ خامی نظر آنے لگی تھی۔ بہرحال پچھلے سال کی جاتی سردیوں میں ہی اس نے تجویز سوچ لی تھی کہ بھرپور، دان دہیز کے ساتھ عنقریب نستاسیا فلی پوونا کا ہاتھ کسی ایسے معقول، مہذب اور شریف آدمی کے ہاتھ میں دے کر رخصت کرے گا جو کسی اور صوبے میں سرکاری ملازم ہو۔ (اب اس خیال کا نستاسیا کس بے رحمی سے، کتنے زہر بھرے انداز سے مذاق اڑاتی تھی) مگر اب نرالے پن کے لطف میں اسے سوجھی کہ وہ ازسرنو اس عورت سے فیضیاب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ طے کیا کہ نستاسیا فلی پوونا کو پیترسبورگ میں ہی مکان دلوا کر، راحت و آسائش کے تمام سروسامان مہیا کر کے رکھ لیا جائے۔ یوں نہیں تو یوں سہی: نستاسیا فلی پوونا کو ایک خاص حلقے میں ساتھ لیے پھرنے میں اس کا تعارف ہوگا اور اپنی شان بڑھے گی۔ اس پہلو سے افاناسی توتسکی کو اپنی ناموری بہت عزیز تھی۔

پیترسبورگ میں یہ زندگی پانچ سال گزرتی رہی اور اس عرصے میں بہت سے اور واقعات بھی پیش آنے ہی تھے۔ توتسکی کی پوزیشن تسلی بخش نہیں تھی۔ بد سے بدتر یہ کہ ایک بار جب وہ دب گیا تو دل کا اطمینان تو جاتا رہا۔ نستاسیا فلی پوونا کی طرف سے اسے ڈر لگا رہتا تھا، کس بات کا ڈر، یہ خود بھی نہیں معلوم تھا۔ شروع کے دو برس تک وہ اسی شبہ میں مبتلا رہا کہ نستاسیا خود اسی سے شادی کرنے کی خواہش مند ہے لیکن غیر معمولی نخوت کے مارے زبان سے نہیں کہتی، ضد یہ ہے کہ افاناسی کی طرف سے پہل ہو۔ عجب دعویدار سے واسطہ پڑا تھا۔ افاناسی ناک بھوں چڑھاتا، دیر تک سوچتا رہ جاتا کہ کیا کیا جائے مگر ایک موقع پر جب اسے اچانک پتہ چلا کہ اگر واقعی وہ پہل کرے اور رشتہ دے بھی تو نامنظور کر دیا جائے گا۔ یہ جان کر وہ ہکا بکا رہ گیا بلکہ کسی قدر ناگوار بھی گزرا (ایسا ہے انسان کا دل!) بہت عرصے تک یہ بات عقل میں نہیں آئی کہ ایسا کیوں! صرف ایک ہی سبب سامنے آتا تھا کہ ''بے آبروئی کا شکار اور خیالی دنیا میں رہنے والی عورت'' کی اکڑ اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اب اسے رشتہ ٹھکرا کر اپنی نفرت کا بھرپور اظہار کرنے میں زیادہ مزا آتا ہے بہ نسبت اس کے کہ ہمیشہ کے لیے اپنا ٹھکانا کر لے اور اس مقام تک پہنچ جائے جہاں رسائی نہیں ہوا کرتی۔ بدترین بات یہ ہوگئی کہ اب نستاسیا کو بہت

Scanned with CamScanner

بالادستی حاصل تھی۔ دلچسپی کی خاطر سہی مگر کوئی بڑی سے بڑی ترغیب بھی اس کا دامن کھینچنے میں کامیاب نہیں تھی۔ اگرچہ جو آسائشیں اسے مہیا کی گئیں، وہ قبول تھیں لیکن رہن سہن میں وہ اعتدال سے کام نہیں لیتی اور اس پانچ برس کی مدت میں اپنے لیے کچھ بچا کر نہیں رکھا۔ افاناسی توتسکی نے بڑی چابکدستی سے داؤ کھیلے کہ کسی بہانے وہ اپنی زنجیریں تڑا لے: بہت سنبھال کر، ناپ تول کر اس کی راہ میں ترغیبات بچھائیں، اس کام میں ہاتھ کی صفائی دکھانے والوں سے بھی مدد لی، ایک سے ایک عمدہ دل موہنے کا اہتمام کرتا رہا، تاہم جتنے دلفریب نمونے وہ قریب لایا، پرنس، شاہی دستے کے جوان، سفارتخانوں کے سیکرٹری، شاعر، رومانٹک لوک، یہاں تک کہ سوشلسٹ، ان میں سے کوئی بھی نستاسیا کا دل نہ موہ سکا۔ گویا دل کی جگہ اس عورت کے سینے میں پتھر تھا جسے جونک ہی نہ لگتی تھی، اس کے سارے احساسات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خشک ہو چکے تھے۔ نستاسیا اپنا زیادہ تر وقت تنہائی میں بسر کرتی تھی۔ پڑھتی رہتی تھی، کچھ سیکھتی اور موسیقی کا شوق کرتی تھی۔ میل ملاقات بھی کم ہی تھی۔ اہلکاروں کی بعض غریب سی، بے تکی سی عورتوں میں آنا جانا تھا۔ کوئی دو ایکٹریسیں تھیں، ان سے مل لیتی، چند بوڑھی عورتوں سے رسم و راہ تھی اور ایک عمر رسیدہ اسکول ماسٹر کا بڑا کنبہ تھا۔ اسے بہت پسند کرتی تھی۔ یہی بھرا پرا خاندان تھا جہاں اس سے بہت محبت بھی کی جاتی تھی اور آؤ بھگت بھی ہوتی۔ شام کو البتہ جان پہچان کے بس پانچ سات آدمی اس سے ملنے آ جایا کرتے تھے۔ توتسکی کا پھیرا اکثر ہوتا اور وقت کی پابندی سے ہوتا۔ ادھر کے دنوں میں جنرل۔پان چین نے بھی تعارف حاصل کر لیا تھا۔ اگرچہ ذرا دشواری پیش آئی تھی۔ اسی وقت میں فردی شینکو نام کے ایک نوجوان سرکاری عہدیدار نے بڑی آسانی سے، اور بے تکلفی میں نستاسیا کے ہاں آمد و رفت شروع کر دی تھی۔ یہ شخص بہت ہی بدقماش اور چھچھورا مسخرا تھا، جو خوش باش بننے اور پینے کا شوقین بھی تھا۔ ملاقاتیوں میں ایک عجیب سا نوجوان تھا۔ پتیتسن نام کا، تمیزدار، قاعدے قرینے کا پابند اور صاف ستھرا، سخت مفلسی سے نکل کر اب وہ ایک ساہوکار بن گیا تھا۔ آخر جان پہچان ہوئی گاوریلا اردالیونچ سے..... نوبت یہاں تک پہنچی تھی کہ نستاسیا فلی پوونا کو عجب طرح کی شہرت نصیب ہو گئی۔ اس کے حسن کے سوا، کسی کے پاس اور کوئی بات کہنے کو تھی ہی نہیں اور نہ کوئی شخص کسی پہلو سے شیخی مار سکتا تھا۔ اس کے نام سے وابستہ یہ صفات اس کی تعلیم، تہذیب، سلیقہ اور بذلہ سنجی، ان سب باتوں نے مل کر افاناسی توتسکی کے لیے عمل کی راہ متعین کر دی۔ یہیں وہ لمحہ آتا ہے جب خود جنرل۔پان چین نے اس کہانی میں اتنا عملی اور غیر معمولی حصہ لینا شروع کیا۔

جب توتسکی نے خوش اخلاقی کے ساتھ دوستانہ مشورے کی خاطر جنرل سے رجوع کیا اور ان کی ایک بیٹی کے لیے گفتگو چھیڑی تو انتہائی شرافت یہ برتی کہ فوراً اپنے سارے معاملے کا کھلے لفظوں میں اعتراف بھی کر لیا۔ اس نے صاف بتا دیا کہ اب اپنی آزادی کی راہ میں کسی طرح کی رکاوٹ قبول نہیں ہوگی۔ اگر خود نستاسیا فلی پوونا اپنی زبان سے کہہ دے کہ آئندہ اس سے ہاتھ دھو لے گی اور بالکل اپنے حال پر چھوڑ دے گی، تب بھی توتسکی کے دل کو قرار نہیں آنے والا۔ صرف لفظ کافی نہیں، پوری گارنٹی چاہیے۔ دونوں نے اونچ نیچ دیکھ کر فیصلہ کیا کہ مل کر قدم اٹھائیں گے۔ طے پایا کہ شروع میں نرم سے نرم تدبیریں اختیار کی جائیں اور صرف تار چھیڑ کر یا یوں کہیے کہ ''دل کے سب سے شریفانہ تار'' چھیڑ کر دیکھا جائے۔ دونوں نستاسیا کی قیام گاہ پر پہنچے اور توتسکی نے دوٹوک لفظوں میں شروعات یہیں سے کی کہ موجودہ پوزیشن اب اس سے برداشت نہیں ہو سکتی۔ خود کو ہر بات کا قصوروار ٹھہرایا۔ صاف صاف کہہ ڈالا کہ ابتداء میں جو سلوک اس نے کیا، جو حرکت

Scanned with CamScanner

سرزد ہوئی اس پر وہ پشیمان نہیں کیونکہ اپنی فطرت سے وہ پاکباز پسند رہا ہے اور ایسے معاملے میں اپنے آپ پر قابو نہیں رکھ سکتا لیکن اب شادی کر کے گھر بسانا چاہتا ہے اور شایان شان، آبرومندانہ شادی کی تقدیر کا فیصلہ نستاسیا کے ہاتھ ہے۔ سے دے کر اب اسی کے شریفانہ جذبے کا سہارا کہ وہ کیا جواب دیتی ہے۔ تو تسکی کہہ چکا تو جنرل۔ پان چین نے، پدرانہ حیثیت میں بات کا سرا تھاما۔ جنرل صاحب نے جذباتی التجا سے ہٹ کر ٹھنڈے طریقے سے معاملے کا ہر پہلو ابھارا اور بار بار جتاتے گئے کہ اس میں شک نہیں کہ نستاسیا کو افاناسی تو تسکی کی تقدیر فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ ہوشیاری سے انہوں نے اپنی ذاتی حیثیت کو نیازمندانہ پیش کیا اور صاف بتا دیا کہ ان کی اپنی بیٹی بلکہ ممکن ہے دوسری دو بیٹیوں کی قسمت بھی اسی کے فیصلے پر اٹکی ہوئی ہے۔ جب نستاسیا نے سوال کیا ''تو پھر مجھ سے کیا چاہتے ہیں آپ لوگ؟'' تو تسکی نے پہلے کی سی، بالکل ہی بے حجاب صفائی کے ساتھ اقرار کر لیا کہ پانچ سال پہلے یہ مسئلہ چھیڑ کر وہ اتنا خوفزدہ ہو گیا تھا کہ اب تک دل کو قرار نہیں آیا ہے اور جب تک نستاسیا فلی پوونا خود بھی کسی سے شادی نہ کر لے، قرار نہ آئے گا۔ یہاں اس نے اتنا اور بڑھا دیا کہ اپنی زبان پر یہ تجویز لانا اگرچہ بے گری ہوئی بات اور وہ کبھی نہ کہتا مگر نستاسیا کے تعلق سے اس تجویز میں کچھ دم ہے، کوئی بنیاد موجود ہے اس لیے کہہ بھی دیا۔ اس کی نظر میں یہ بات آ چکی ہے اور دل نے یہ اطلاع قبول بھی کر لی ہے کہ بہت اچھے خاندان کا ایک نوجوان، جو گھر بار سے بھی خوشحال ہے..... گاوریلا اردالیونچ ایولگین، جس سے نستاسیا واقف ہے اور یہاں آمد و رفت بھی رکھتا ہے، وہ ایک زمانے سے دیوانہ وار اس کی محبت میں مبتلا ہے اور ایک نظر عنایت کی خاطر اپنی آدھی زندگی قربان کرنے پر آمادہ ہے۔ خود گاوریلا اردالیونچ افاناسی تو تسکی کے سامنے اپنی زبان سے اس عشق کا اقرار بہت پہلے کر چکا ہے۔ اقرار میں دلی تعلق، جذباتی رشتہ اور نوجوانی کا خلوص دل شامل تھا، یہی نہیں بلکہ ایک زمانہ ہوا تب سے اس نوجوان گاوریلا کے خیر خواہ اور ہمدرد ایوان فیودروویچ تک کو یہ راز معلوم ہے۔ تو تسکی نے تان یہاں توڑی کہ اگر میں غلطی نہیں کر رہا ہوں تو خود نستاسیا فلی پوونا پر بھی اس نوجوان کے دل کا حال روشن ہے بلکہ یہاں تک محسوس ہوا کہ وہ اس محبت کی مدارات سے غافل نہیں رہی۔ بہر حال اس کے بارے میں زبان کھولنا بہ نسبت اوروں کے میرے لیے بہت دشوار ہے۔ تو تسکی نے کہا کہ اگر بالفرض اس میں میری صرف خود غرضی اور اپنا گھر بار بنانے کے ارمان دیکھنے کے علاوہ نستاسیا کو اپنے لیے تھوڑی سی مروت یا شریفانہ جذبہ بھی نظر آ جائے تو وہ یہ اندازہ کر سکتی ہے کہ ایک زمانے مجھے اس کی تنہائی کھٹکتی اور تکلیف دہ رہی ہے۔ ایسی تنہائی سے سوائے بے سبب غم کے اور کیا حاصل! سوائے اس کے کہ انسان اپنی زندگی کو تازہ دم کرنے کے خیال سے بالکل ہی ہاتھ دھو لے، حالانکہ اگر کسی کی محبت اور خانہ داری کی راحت میسر ہو تو کایا پلٹ ہو سکتی ہے۔ زندگی میں پھر سے جان پڑ سکتی ہے اور اس صورت میں نئی مرادیں جاگ سکتی ہیں۔ اب جو حالت ہے وہ یہ کہ عین ممکن ہے بہترین صلاحیتیں برباد ہو جائیں، اپنی مرضی سے غموں کو سینے سے لگائے دن کٹ رہے ہیں یعنی اس میں کوئی ایسی رومانویت ہے جو نستاسیا جیسی معقول، ذہین اور نیک دل خاتون کو زیب نہیں دیتی۔ پھر اس نے دہرایا کہ میری زبان سے یہ نکلنا مناسب نہیں، تاہم ساری گفتگو کا نچوڑ یہ کہ اب بھی امید باقی ہے کہ نستاسیا نفرت و تحقیر سے رد نہیں کرے گی۔ اگر میں نہایت خلوص قلب کا اظہار کرتے ہوئے یہ چاہوں کہ نستاسیا کے مستقبل کا پکا بندوبست کرنے کی خاطر پچھتر ہزار روبل کی رقم اس کے حوالے کر دوں۔ اس نے وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی جتا دیا کہ پچھتر ہزار کی یہ رقم یوں بھی وصیت نامے میں نستاسیا

Scanned with CamScanner

کے نام لکھ چکا ہے؛ اس رقم کو ہرگز کسی اور بات کا صلہ انعام نہ سمجھا جائے..... اور اگر اس میں بھی انسانی خواہش جاگی ہے کہ اپنے ضمیر کا بوجھ کسی نہ کسی بہانے ہلکا کر لے تو آخر حرج کیا ہے، اس سے درگزر کیوں نہ کیا جائے! وغیرہ وغیرہ۔ غرض اس نے وہ سب کہہ ڈالا جو اس قسم کے حالات میں ایسے معاملے میں کہا جا سکتا تھا۔ تو تسکی نے دیر تک کیا کیا باتیں بنائیں اور سب کا نچوڑ جو نکلا، بلکہ یوں کہیے کہ ضمناً جو انجانی بات اس کی زبان پر آ گئی، وہ پچھتر ہزار کی رقم والی بات تھی، جو بالکل پہلی مرتبہ اس کے منہ سے نکلی تھی، اس کی خبر اور تو اور خود جنرل صاحب کو نہیں تھی جو سامنے بیٹھے تھے..... مختصر یہ کہ آج تک کسی کو اس بات کی ہوا نہیں دی تھی۔

اس پر نستاسیا فلی پودونا نے جو دونوں دوستوں کو جواب دیا ہے، دونوں سٹپٹا کر رہ گئے۔

نہ اس کے جواب میں پہلے کی طرح چھیڑ خانی کی ہلکی سی جھلک تھی، نہ بغض و عناد کا شائبہ تھا، نہ اس قہقہے کا دور دور پتہ تھا، جس کی اگر یاد بھی آ جاتی تو آج تک تو تسکی کو کپکپی چھوٹتی تھی بلکہ اس کے برعکس گویا اس کی باچھیں کھل گئی تھیں کہ چلو، آخر ایک موقع تو آیا۔ جب وہ کسی سے جی کھول کر برابر سے بات تو کر سکتی ہے۔ اس نے اقرار کیا کہ خود بھی ایک زمانے سے دوستانہ مشورے کی آرزومند تھی مگر اپنی عزت کا پاس حائل ہوتا رہا۔ البتہ یہ بہت اچھا ہوا کہ برف پگھل گئی ہے۔ اول تو پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اور پھر بڑے مزے میں بلکہ شوخ تبسم کے ساتھ وہ بولتی چلی گئی۔ کہا کہ پہلے جیسے وہ بات بات پر طوفان برپا کیا کرتی تھی، اب ایسا نہیں ہوگا۔ بہت زمانہ ہوا کہ اس کی سوجھ بوجھ میں بڑا فرق آ چکا ہے۔ اگرچہ دل نہیں بدلا، تاہم جو واقعات آنکھ کے سامنے موجود ہیں، انہیں جوں کا توں تسلیم کر لینے پر وہ خود کو مجبور پاتی ہے۔ جو ہو چکا، بس ہو چکا، گزری ہوئی بات گزر چکی، اس کا کیا ذکر۔ تعجب ہے کہ افاناسی تو تسکی آج تک ان باتوں کا دغدغہ دل میں لیے ہوئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ جنرل صاحب کی طرف متوجہ ہوئی اور انتہائی احترام کے انداز میں بولی کہ میں آپ کی بیٹیوں کے بارے میں بہت پہلے سن چکی ہوں اور دل سے ان کی بے حد عزت کرنے کی عادی ہو چکی ہوں۔ صرف یہ تصور بھی میرے لیے کچھ کم فخر و مسرت کا سبب نہیں ہوگا کہ میں ان لڑکیوں کے کسی پہلو سے کام آ سکوں۔ یہ صحیح ہے کہ مجھ پر وقت اب بھاری گزر رہا ہے، زندگی بے لطف ہو چکی ہے۔ کہنے لگی کہ افاناسی تو تسکی نے اس کی ذہنی کیفیت کا ٹھیک قیاس کیا، واقعی وہ نئی زندگی شروع کرنا چاہتی ہے۔ محبت میں نہ سہی، خانہ داری کی زندگی میں مل جائے..... نئے ارمان تو ہوں گے۔ مگر جہاں تک گاوریلا اردالیونچ کا تعلق ہے، وہ کچھ بتا نہیں سکتی۔ یہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ گاوریلا صاحب اس سے محبت میں مبتلا ہیں اور اگر اسے ان کی تعلق خاطر کی پختگی کا یقین آ جائے تو ممکن ہے وہ خود بھی ان سے محبت کرنے لگے مگر مشکل یہ کہ خلوص ہو تب بھی گاوریلا کی عمر ابھی کم ہے، ان کے معاملے میں فیصلہ دشوار ہوگا۔ اس نوجوان میں اسے سب سے بڑی خوبی یہ نظر آتی ہے کہ کام کرتا ہے، محنت کرتا ہے اور اکیلا پورے خاندان کا بار اٹھائے ہوئے ہے۔ کان میں یہ بات پڑ چکی ہے کہ گاوریلا ایک مستعد آدمی ہے، خوددار ہے، اپنی محنت سے، تدبیر سے زندگی سنوارنا، ترقی کرنا چاہتا ہے۔ یہ بھی سنا ہے کہ اس کی والدہ نینا ایولگینن اعلیٰ درجے کی خاتون ہیں اور بڑی باعزت بزرگوار ہیں۔ اس کی بہن وارورا نہایت قابل تعریف اور مستعد لڑکی ہے۔ پتیتسن کی زبانی اس کے بارے میں بہت کچھ سن چکی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ گاوریلا گھرانے کے لوگ اپنے برے وقت کو بھی خوشی گزار رہے ہیں۔ ان سے ملنے جلنے کو بہت جی چاہتا تھا مگر یہی سوال روک لیتا ہے کہ نجانے وہ اپنے

Scanned with CamScanner

یہاں اس ے کس طرح پیش آئیں! ویسے وہ یہ تو نہیں کہہ سکتی کہ گاوریلا سے اس کی شادی ناممکن ہے، البتہ ابھی یہ تجویز بہت غور طلب ہے۔ اس کی رائے ہے کہ اس معاملے میں جلدی کرنے کو نہ کہا جائے۔ اب رہا پچھتر ہزار روبل کا سوال تو افاناسی توتسکی نے خواہ مخواہ اس کا اظہار کرنے کی زحمت اٹھائی۔ روپے کی قدر و قیمت اسے معلوم ہے اور وہ شوق سے یہ رقم قبول کر لے گی۔ وہ توتسکی کا احسان مانتی ہے کہ اس نے بڑی احتیاط برتی اور یہ کہ گاوریلا تو کیا، خود جنرل کے سامنے بھی کبھی یہ بات زبان پر نہ لایا۔ پھر بھی کیا حرج تھا اگر گاوریلا کو پہلے سے بتا دیا جاتا؟ رقم دینے کا معاملہ اس سے راز رکھنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ رقم لینے میں کیا شرم کی بات ہے۔ اگر وہ خود ان کے خاندان میں دی جا رہی ہے۔ بہر حال وہ کسی طور سے، کسی سے بھی معافی کی خواستگار نہیں اور چاہتی ہے کہ یہ بات ایک بار ذہن نشین کر لی جائے۔ وہ گاوریلا اردالیونچ سے تب تک شادی کرنے پر آمادہ نہیں ہوگی جب تک پورا یقین نہ ہو جائے کہ خود اس نوجوان کے، اور اس کے گھر والوں کے دل میں نستاسیا کی طرف سے کوئی ایسی ویسی بات تو نہیں ہے۔ جو بھی ہو لیکن وہ کسی پہلو سے خود کو قصوروار نہیں شمار کرتی اور بہتر یہی ہوگا کہ گاوریلا اردالیونچ کو پہلے سے آگاہ کر دیا جائے کہ پیترسبورگ میں یہ پانچ سال اس نے کس طور سے گزارے ہیں، افاناسی توتسکی صاحب سے کیا رشتہ رہا ہے اور جمع پونجی کیا ہے اس کے پاس۔ آخر میں اس نے جتا دیا کہ اب اگر میں یہ بھاری رقم لینے پر آمادہ ہوں تو اپنی عصمت کی قیمت جان کر نہیں کیونکہ اس میں میرا کوئی قصور نہیں تھا، میں تو اسے صرف اپنی بگڑی ہوئی تقدیر کا ہرجانہ سمجھ کر قبول کروں گی۔

بات ختم کرتے کرتے وہ گفتگو کی کڑیاں جوڑنے میں اتنی گرم ہو گئی، اس قدر لرزنے لگی (ایسا ہونا قدرتی تھا) کہ جنرل یپان چین بہت مطمئن ہوئے اور سمجھ لیا کہ معاملہ نمٹ گیا، مگر دودھ کا جلا توتسکی اب بھی ڈرا ہوا تھا کہ کہیں پھولوں کی تہہ میں سانپ نہ نکل آئے۔ بہر حال فریقین میں بات چیت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ وہ پوائنٹ جس پر دونوں دوستوں نے مل کر قضیے کی بنیاد رکھی تھی یعنی نستاسیا فلی پوونا کا گاوریلا کی جانب مائل ہونا، وہ بھی رفتہ رفتہ کھلنے اور رنگ لانے لگا۔ یہاں تک کہ خود توتسکی کو یقین آ چلا کہ یہ بیل منڈھے چڑھ جائے گی۔ اس اثناء میں نستاسیا نے گانیا (گاوریلا) سے کھل کر بات کر لی۔ گفتگو صرف چند الفاظ تک محدود رہی، یقیناً حجاب مانع رہا ہوگا۔ تاہم اس نے گانیا کی محبت تسلیم کر لی اور آئندہ کے لیے اسے قبول بھی کر لیا مگر اس بات پر اصرار کیا کہ وہ خود کو کسی بندش میں نہیں رکھ سکتی۔ جب تک شادی نہ ہو جائے (اگر شادی ہونی ہے تو) ''نہیں'' کہنے کا حق اپنے اختیار میں رکھے گی، بالکل ہی آخری لمحے تک یہ اختیار حاصل رہے گا، نستاسیا کو بھی اور قطعی طور سے گانیا کو بھی۔ کچھ دن بعد گانیا کو اتفاقاً ٹھیک ٹھیک پتہ چل گیا کہ نستاسیا فلی پوونا نے تفصیل وار معلوم کر لیا ہے کہ اس رشتے کے خیال کو اور خود نستاسیا کو گانیا کا خاندان سخت ناپسند کرتا ہے اور اس کے سبب گھر میں آفت برپا ہے۔ سب جان کر بھی اس نے کوئی ذکر نہیں کیا حالانکہ گانیا کو ہر روز اس کی توقع رہتی تھی۔ اس رشتے کے اور جو گفت و شنید چل رہی تھی اس کے سلسلے میں جو واقعات و حالات ابھر کر سامنے آئے، ان کا بیان بہت تفصیل طلب ہے لیکن ایک تو ہم ویسے ہی بہت آگے نکل آئے ہیں اور دوسرے یہ کہ بعض حالات محض افواہوں کی حد تک تھے، ایسی افواہیں جن کا اور چھور نہیں ملتا۔ مثلاً توتسکی کو کہیں سے پتہ لگا کہ نستاسیا نے جنرل یپان چین کی لڑکیوں سے رازدارانہ اور بے تکلفی کی رسم و راہ پیدا کر لی ہے..... اس افواہ میں کوئی دم نہیں تھا۔ پھر ایک اور افواہ کان میں پڑی اور بے اختیار اس کا یقین بھی کر

Scanned with CamScanner

لیا، اس یقین نے تو تسکی کو ہلا ڈالا: لوگ وثوق سے کہتے تھے کہ نستاسیا کو خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ گانیا صرف موٹی رقم کی خاطر شادی کر رہا ہے۔ وہ ایک بدطینت آدمی ہے، لالچی ہے، بے صبرا ہے۔ جلن کا مادہ بہت ہے اور اس کی خود پسندی تمام حدوں سے گزری ہوئی ہے اور اگر چہ گانیا نے واقعی، جی جان سے اسے چاہا تھا اور نستاسیا کے دل میں راہ کر لی تھی، مگر جب وہ (بزرگ) دوستوں نے اس کی محبت کو بھنانے کا فیصلہ کر لیا اور دونوں نے گانیا کی محبت میں اپنی اپنی غرض پوری کرنے کی ٹھانی، سوچا کہ نستاسیا کو بیوی کے بھاؤ دے کر گانیا کو خرید لیا جائے، تب سے وہ نستاسیا کی صورت سے بیزار ہو گیا تھا، اس کے وجود پر جھلانے لگا تھا۔ اس کی روح میں دونوں جذبے شدت سے اتر گئے تھے۔ بے تحاشا محبت اور سخت نفرت اور اگر چہ اس نے روز روز کے تذبذب کی ذہنی کوفت سے تنگ آ کر آخر میں اس ''بگڑی ہوئی عورت'' سے شادی کی رضامندی دے دی تھی لیکن اپنے دل میں عہد کر چکا تھا کہ اس سے بری طرح انتقام لے کر رہے گا اور ''گھر تک پہنچا کر چھوڑے گا''..... گویا یہ خود گانیا کے ہی الفاظ تھا۔ افواہ تھی کہ یہ تمام باتیں نستاسیا کو معلوم ہیں اور اندر ہی اندر وہ کسی تیاری میں ہے۔ تو تسکی یہ سب سن سن کر اتنا سہم گیا تھا کہ اب جنرل صاحب پر بھی اپنا اندرونی اضطراب ظاہر نہیں کرتا تھا لیکن ایسی گھڑیاں بھی آ جاتی تھیں جب وہ ایک کم ہمت آدمی کی طرح پھر سے تازہ دم ہو جاتا اور اس میں خوشی کی نئی لہر دوڑ جاتی۔ مثلاً اس دن وہ بہت موڈ میں تھا جب نستاسیا نے دونوں دوستوں سے آخری وعدہ کیا کہ اپنی سالگرہ کے دن، شام کو ہاں اور نہیں کا قطعی فیصلہ سنا دے گی۔ پھر یہ بھی ہوا تھا کہ ایک نہایت عجیب اور ناقابل یقین افواہ چلی جس کا تعلق خود جناب جنرل صاحب محترم کی ذات سے تھا، توبہ! یہ افواہ زیادہ سے زیادہ پکی ہوتی چلی گئی۔

پہلی نظر میں سارا قصہ من گھڑت معلوم ہوتا تھا۔ عقل نہیں مانتی تھی کہ ایوان فیودرووچ یپان چین اس بزرگ کی عمر کو پہنچ کر، اتنی زبردست ذہانت کے مالک ہو کر، زندگی کے نشیب و فراز کا ایسا تجربہ رکھتے ہوئے اور بہت سے گنوں کے باوجود نستاسیا فلی پودونا کو دل دے بیٹھیں گے اور یہ بات یہاں تک، گویا اس حد تک پہنچ جائے گی کہ بڑھاپے کا یہ خبط اچھا خاصا جنون شوق بن جائے گا۔ یہ انہیں سوجھی کیا؟ کس توقع پر؟ تصور مشکل تھا۔ ممکن ہے گانیا سے ملی بھگت ہو یہ! تو تسکی کے ذہن میں تو کچھ اسی قسم کے شبہ نے سر اٹھایا۔ اسے پورا شک ہو گیا کہ جنرل اور گانیا کے درمیان باہمی دور اندیشی کی بنیاد پر، بے کہے سنے، ضرور کوئی نہ کوئی طے شدہ بات موجود ہے اور ہاں، مانی ہوئی حقیقت ہے کہ ایک شخص جو شدت آرزو میں بے قابو ہو جاتا ہو، خاص کر ڈھلتی عمر کو پہنچ کر، اسے بالکل بھلائی نہیں دیتا اور وہ ایسی جگہ امیدیں جوڑ لیتا ہے جہاں دور دور کوئی امکان نہیں ہوتا۔ حد یہ کہ جا و بے جا کی تمیز کھو بیٹھتا ہے اور نادان بچے کی سی حرکتیں کرنے لگتا ہے، چاہے اور معاملوں میں کتنا ہی گھاگ ہو، یہ بھی پتہ چل گیا تھا کہ جنرل صاحب نے خاص نستاسیا فلی پودونا کی سالگرہ کی تقریب پر دینے کے لیے ایک بہت ہی نایاب موتی کا تحفہ تیار کیا تھا، اس تحفے پر بہت بڑی رقم خرچ کی تھی، اپنے اس تحفے پر وہ بہت اترائے ہوئے تھے، اگر چہ خوب واقف تھے کہ نستاسیا بالکل بے غرض عورت ہے۔ سالگرہ والے دن ان کے دماغ کو گرمی چڑھی ہوئی تھی لیکن رکھ رکھاؤ میں خود کو چھپا رکھا تھا۔ اس موتی والے تحفے کی بھنک مادام یپان چین کے کان میں پڑ گئی۔ اگر چہ یہ صحیح ہے کہ بیگم صاحبہ اپنے شوہر کی من موجی طبیعت کے کرتوت ایک زمانے سے بھگت رہی تھیں اور اب اس کی عادی ہو چکی تھیں..... مگر اب کی بار وہ یہ موقع نظر انداز کرنے کو تیار نہیں تھیں: موتی منگوانے کی خبر سنتے ہی وہ بے تاب ہو گئیں۔ جنرل

Scanned with CamScanner

کو بھی اچھے وقت سے اس کا سراغ مل گیا۔ ابھی کل شام اشاروں کنایوں میں اس کا ذکر نکلا اور جنرل کا ماتھا ٹھنکا کہ بڑی صفائیاں دینی پڑیں گی۔ اندیشہ لاحق ہو گیا۔ یہ وجہ تھی کہ اس دن جب ہماری کہانی شروع ہوئی ہے، صبح کے ناشتے پر اپنے گھر والوں کے نرغے میں ناشتہ کرنے سے جان چرا رہا تھا۔ پرنس کی آمد سے پہلے ہی اس نے سوچ لیا تھا کہ کام سے میں گھرے ہونے کا بہانہ کر کے صاف کترا جائے گا۔ کترا جانے کا مطلب جنرل کے ہاں کبھی کبھی یہ ہوتا تھا کہ صاف صاف (گھر سے) بھاگ نکلنا۔ یہ ایک دن ہی سہی، وہ بھی خاص آج کی شام، جی چاہتا تھا کہ بغیر کسی ناگواری کے بسر ہو جائے۔ اتنے میں دیکھا تو پرنس موقع پر موجود، جیسے "غیبی امداد" ہو۔ جنرل نے اپنی رفیقۂ حیات کے پاس جاتے ہوئے دل ہی دل میں سوچا: "غیبی امداد" اتری ہے۔

(5)

بیگم جنرل اپنے حسب نسب کے بارے میں بڑی کٹر تھیں۔ ان پر کیا گزر گئی ہو جب پہلے سے کسی تیاری کے بغیر براہ راست خبر ملی کہ خاندان کا یہ آخری فرد پرنس میشکن، جس کا ذکر کبھی سنا تھا، ایک قابل رحم بے عقل کے سوا کچھ نہیں، مفلس و قلاش ہے اور گزر بسر کے لیے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہے۔ جنرل نے پرنس کی ایسی تصویر کھینچی، مقصد یہ کہ بیگم کو ایک دم چونکا دیا جائے اور کسی صورت سے ان کی توجہ دوسری طرف پھیر دی جائے۔

جب کوئی انتہائی واقعہ ہو جاتا تو بیگم جنرل بڑے زوروں میں غیر معمولی طور سے دیدے گھماتیں اور پورے دھڑ سے ذرا پیچھے کو جھکا دیتیں، سامنے خلا میں گھورنے لگتیں اور زبان سے ایک لفظ نہ نکلتا۔ بیگم صاحبہ قد آور عورت اور جنرل کی ہم عمر خاتون تھیں، گہرے رنگ کے بالوں میں سفیدی کی لہریں پڑ گئی تھیں، پھر بھی بال گھنے تھے اور ناک کسی قدر (طوطے کی سی) خمدار، بدن سوکھا مارا، گال پیلے پچکے ہوئے اور ہونٹ پتلے، مرجھائے ہوئے۔ پیشانی اونچی تھی مگر تنگ، بھوری اور خاصی بڑی آنکھوں سے بعض اوقات عجب کیفیت جھانکتی تھی۔ اگلے وقتوں کی اس کمزوری نے اب بھی ان کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا کہ اپنی نگاہ کو نہایت اثر انگیز شمار کرتی تھیں۔

"مل لوں؟ آپ کہتے ہیں کہ ابھی اندر بلا لوں؟" یہ کہتے ہوئے بیگم صاحبہ نے پوری قوت سے دیدے گھما کر جنرل کو گھورا جو پرنس کو اندر بلوانے پر بضد نظر آتے تھے۔

"اس میں تکلف برتنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے، بشرطیکہ میری عزیز، آپ اس شخص سے ملنا پسند کریں۔" اور پھر جلدی سے اضافہ کیا "بالکل بچہ ہے..... دیکھ کر ترس آئے۔ کوئی بیماری ہے جس کے دورے بھی پڑتے ہیں۔ سوئٹزرلینڈ سے آیا ہے، ریل سے اتر کر سیدھا یہیں پہنچا۔ لباس بھی عجیب سا ہے، جرمن وضع کا اور اس پر طرہ یہ کہ جیب بالکل خالی، معلوم ہوتا ہے کہ بس رو دے گا۔ میں نے اپنی طرف سے پچیس روبل دیئے ہیں اور سوچتا ہوں کہ اپنے ہاں دفتر میں منشی کی کوئی جگہ دلوا دوں گا۔ اور ہاں برخوردار دیکھنا، اسے کچھ کھلا دینا کیونکہ میرے خیال میں اس کا پیٹ خالی ہے....."

"آپ تو مجھے بوکھلائے دے رہے ہیں!" بیگم جنرل بولیں۔ "بھوکا ہے اور دورے پڑتے ہیں۔ کس قسم کے دورے؟"

Scanned with CamScanner

''اوہو! ہر وقت تھوڑی پڑتے ہیں دورے۔ اور پھر بالکل بچہ سا لگتا ہے مگر ہاں تعلیم یافتہ ضرور ہے۔ دیکھنا لڑکیو!'' وہ پھر بیٹیوں کی طرف مخاطب ہوا۔ ''تم سے یہ کہنا ہے کہ ذرا بات چیت کر کے نکالنا، پتہ چلانا کہ بہر حال معلوم کر لینا بہتر رہتا ہے کہ کس کام کی لیاقت ہے اس میں۔''

''پ۔ تہ ج۔ لا۔ نا؟'' ایک ایک حرف توڑ کر بیگم صاحبہ نے کہا اور انتہائی سخت حیرت سے دیدے باہر نکال کر کبھی بیٹیوں کو دیکھتیں، کبھی شوہر کو..... دیدے گھومتے رہے۔

''افوہ، عزیز من، معمولی سی بات کا بتنگڑ بنانے کی کیا ضرورت ہے..... بہر حال کرو، جیسے تمہاری مرضی ہو۔ میرا منشا صرف اتنا تھا کہ ذرا دلجوئی سے کام لینا، اپنے ہاں جگہ دینا۔ یہ تو اب کا کام ہے!''

''اپنے ہاں جگہ دینا؟ سوئٹزرلینڈ سے آیا ہے؟''

''سوئٹزرلینڈ سے یہاں کیا مطلب! خیر، پھر کہے دیتا ہوں، جیسے تمہاری مرضی۔ میں نے تو صرف اس خیال سے کہ اول تو وہ خاندانی نام میں شریک ہے۔ ممکن ہے رشتہ دار ہی نکلے، دوسرے یہ کہ اس کے پاس کہیں سر چھپانے کی جگہ نہیں۔ یہاں تک خیال تھا کہ چونکہ آدمی بہر حال اپنا ہم خاندان ہے، شاید تمہاری دلچسپی کا سامان رہے۔''

''ہاں، ٹھیک تو ہے اماں۔ اگر تکلف نہ کرنا پڑے تو کیا حرج ہے۔ سفر سے آئے ہیں وہ، بھوک لگی ہوگی۔ کھانا کھلا دیں۔ سر چھپانے کا ٹھکانا بھی نہیں ہے کوئی تو.....'' بڑی بیٹی الیکساندرا نے کہا۔

''پھر ہے بھی لڑکا سا، اچھا رہے گا۔ آنکھ مچولی کھیں گے!''

''وہ کیسے؟''

''اماں جی، اب یہ بال کی کھال نکالنا چھوڑ دیجیے۔'' چھوٹی اگلایا نے چڑ کر ماں کو ٹوکا۔

منجھلی ادے لائیدا ہنسوڑ تھی۔ اس سے نہ رہا گیا، زور سے ہنس پڑی۔

''پاپا، آپ انہیں اندر بلوا لیجیے۔ اماں کی اجازت ہے۔'' اگلایا نے فیصلہ کر دیا۔ جنرل نے گھنٹی بجائی اور حکم دیا کہ پرنس کو اندر لے آؤ۔

''مگر ایک شرط ہے کہ جب وہ میز پر کھانا کھانے بیٹھے تو گردن میں نیپکن (رومال) ضرور باندھے۔'' بیگم صاحبہ نے حکم نافذ کیا۔ ''فیودر، کویا بہتر ہے کہ ماور کو بلاؤ..... وہ حاضر رہے اور کھانے کے وقت نظر رکھے۔ دورہ پڑتے میں وہ ہاتھ پاؤں تو نہیں مارتا؟ قابو میں رکھتا ہے خود کو؟''

''توبہ کرو، وہ تو بہت ہی تمیز دار شخص ہے۔ ادب آداب میں منجھا ہوا۔ بعض وقت بہت ہی سادہ، معصوم..... لو، وہ صاحب آ پہنچے۔ ملیے، یہ ہیں پرنس میشکن، اس خاندان کے آخری آدمی، آپ دونوں خاندانی نام میں شریک ہیں۔ ممکن ہے رشتہ داری بھی ہو۔ ملیے، پیار سے ملیے، ناشتے کا وقت ہو گیا ہے پرنس، لہٰذا تکلیف کیجیے۔ میں تو اجازت چاہوں گا، دیر ہو گئی، چلتا ہوں.....''

''معلوم ہے ہمیں، کہاں کی جلدی ہے آپ کو۔'' بیگم صاحبہ نے معنی خیز اشارہ دیا۔

''جلدی ہے، بہت جلدی میں ہوں، دیر ہو گئی۔ ہاں، دیکھنا بٹیا اپنا البم انہیں دے دینا۔ اس میں لکھ دیں گے

کچھ۔ کیا عمدہ خط ہے! الا جواب! ہاتھ میں ہنر ہے! انہوں نے پرانے خوشنویسی طرز میں بیل بوٹے سے بنا کر لکھ کر دکھا
پیر خانقاہ پافنوتی نے یہاں دستخط ثبت کیے۔ اچھا خدا حافظ۔"

"پیر خانقاہ؟ پافنوتی؟ ذرا ٹھہریے تو..... ٹھہریے۔ کدھر چلے؟ یہ پافنوتی کون؟" لپکتے ہوئے جنرل کو روکتے ہوئے بلکہ ٹوکتے ہوئے ذرا دکھی لہجے میں بیگم صاحبہ قریب قریب چیخ پڑیں۔

"ہاں، ہاں، عزیز من! ایک بزرگ پادری گزرے ہیں اس نام کے..... فی الحال مجھے نواب صاحب کی خدمت میں پہنچنا ہے۔ دیر سے انتظار میں ہوں گے۔ خود انہوں نے وقت دیا تھا..... اچھا، پرنس، خدا حافظ!" جنرل جلدی جلدی قدم بڑھاتے ہوئے نکل گئے۔

"معلوم ہے سب، کونسے نواب کی طرف گئے ہیں۔" بیگم صاحبہ نے ترشی سے زیر لب کہا اور کسی قدر چڑ چڑے پن سے پرنس کی طرف نظر گھمائی "ہاں تو کیا بات تھی وہ؟" انہوں نے بدمزاجی اور نیم بے خیالی میں ذہن پر زور ڈالا "کیا تھا وہ؟ کیا نام کہ؟ وہ کون تھا پیر خانقاہ؟"

"اماں!" الیکساندرا پکاری اور اگلایا نے تو پاؤں تک پٹکا۔

"الیکساندرا ایوانونا، خبردار، دخل نہ دینا۔" بیگم جنرل نے بیٹی کو جھڑک دیا۔ "میں بھی جاننا چاہتی ہوں۔ پرنس، آپ یہاں بیٹھ جائیے۔ ادھر اس آرام کرسی پر۔ وہاں نہیں، یہاں۔ دھوپ میں، ذرا اجالے کی طرف کھسک آئیے۔ اجالے میں۔ دیکھ تو سکوں۔ ہاں تو وہ کونسے پیر خانقاہ کا....."

"پیر خانقاہ پافنوتی۔" پرنس نے سنجیدگی اور توجہ سے جواب دیا۔

"پافنوتی؟..... واہ، کیا خوب۔ کیا خاص بات تھی اس میں؟" بیگم صاحبہ اضطراب میں جلدی جلدی اور تیز لہجے میں پوچھے جا رہی تھیں اور پرنس کو برابر تکے جا رہی تھیں۔ پرنس جواب دیتا تو وہ اس کے ایک ایک لفظ پر گردن ہلا دیتی تھیں۔

"پیر خانقاہ، پافنوتی..... چودھویں صدی عیسوی میں ہوئے ہیں۔ والگا کے کنارے جہاں آج کل ہمارا کستروما صوبہ ہے، وہاں خانقاہ چلاتے تھے۔ پاکیزہ زندگی بسر کرنے میں نام پایا۔ کئی بار منگول فوجی حاکموں کے پاس گئے، ان سے معاملات درست کرنے میں بڑا کام کیا اور ایک دستاویز پر دستخط کیے تھے۔ میں نے اسی دستخط کی نقل مطابق اصل دیکھی تھی۔ خط پسند آیا۔ دماغ میں محفوظ کر لیا۔ ابھی کچھ دیر پہلے جنرل صاحب نے خواہش فرمائی کہ اپنے خط کا نمونہ دکھاؤں تاکہ وہ میرے لیے کوئی مناسب ملازمت سوچیں تو میں نے چند جملے لکھ کر پیش کر دیے، جدا جدا طرزوں سے لکھے تھے اور یہ جو لکھا کہ "پیر خانقاہ پافنوتی نے یہاں دستخط ثبت کیے" یہ خاص انہی پیر خانقاہ کے خط میں لکھ دیا۔ انہیں یہ تحریر بہت پسند آئی۔ چنانچہ وہی جملہ ان کی زبان پر آیا۔"

"اگلایا یاد رکھنا۔" بیگم جنرل بولیں۔ "پافنوتی نام تھا، بلکہ اچھا ہے لکھ لو ورنہ تم جانو، میں بھول جاتی ہوں۔ ارے، ہاں مجھے خیال آیا کہ دیکھیں تو زیادہ لطف آئے گا۔ کہاں ہے بھلا وہ دستخط؟"

"شاید، صاحب کے کمرے میں رہ گیا میز پر۔"

"ابھی آدمی بھیجو، منگوا لو۔"

Scanned with CamScanner

''کیا ضرورت ہے، آپ چاہیں تو میں پھر ویسا ہی لکھ دوں۔''

''ہاں، ہاں ضرور۔ اماں!'' الیکساندرا مچل گئی ''مگر فی الحال تو ناشتہ ہو جائے۔ بھوک لگی ہے۔''

''ہاں، واقعی۔'' اماں بولیں۔ ''چلیے پرنس۔ آپ کو تو بہت بھوک لگی ہوگی نا؟''

''جی ہاں، بہت۔ جی چاہتا ہے کہ آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کروں۔''

''کیا اچھا ہوا کہ آپ اس قدر سعادت مند ہیں۔ جیسا تعارف کرایا گیا تھا ایسے ..... بے تکے بالکل نہیں ہیں۔ آیئے یہاں تشریف رکھیے میرے سامنے۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ آنکھ کے سامنے ہوں۔'' بیگم جنرل نے اس کی فکر کرتے ہوئے اور پرنس کو بٹھاتے ہوئے کہا۔ جب وہ ڈائننگ روم میں داخل ہوئے۔ ''الیکساندرا، ادے لائیدا، تم دونوں ذرا پرنس کا خیال رکھنا۔ ایسے تو یہ نہیں ہیں..... بیمار، ہے نا؟ میں جانوں، نیپکن کی کوئی ضرورت نہیں..... پرنس، آپ بتایئے، کھانے کے وقت گردن میں رومال لگانے کے عادی ہیں کیا آپ؟''

''پہلے، جب میری عمر ہوگی کوئی سات سال، تب تو گردن پر رومال لگا دیا کرتے تھے مگر اب عموماً کھاتے وقت گھٹنوں پر ڈال لیتا ہوں۔''

''یہی مناسب بھی ہے مگر وہ دورے کیسے ہیں؟''

''دورے؟'' پرنس نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔ ''اب تو کبھی اتفاق سے ہی دورے پڑتے ہیں۔ معلوم نہیں، کہتے ہیں کہ یہاں کی آب و ہوا مضر ہوگی۔''

''ان کی بات چیت عمدہ ہے!'' بیگم جنرل نے اپنی بیٹیوں سے مخاطب ہو کر کہا اور پرنس کے ایک ایک لفظ پر گردن ہلاتی جھلاتی رہی۔ ''مجھے اس کی امید نہیں تھی۔ مطلب یہ کہ وہ سب فضولیات تھیں اور غلط تھیں عموماً۔ پرنس، آپ کھانے سے شوق فرمایئے اور ہاں یہ بتاتے جایئے کہ کہاں آپ کی ولادت ہوئی، کہاں تعلیم پائی؟ سب باتیں بتایئے، مجھے آپ کے بارے میں جاننے کا اشتیاق ہو گیا۔''

پرنس نے شکریہ ادا کیا اور بڑے شوق سے کھانا کھاتے ہوئے پھر وہی سب داستان سناتا چلا گیا جو آج صبح سے کئی بار مجبوراً دہرا چکا تھا۔ بیگم جنرل اس سے مطمئن اور خوش ہوتی چلی گئیں۔ لڑکیاں بھی کافی توجہ اور اشتیاق سے سن رہی تھیں۔ رشتہ داروں کا ذکر آیا، پتہ چلا کہ پرنس کو اپنے رشتے ناتے والوں کا خاصا علم تھا۔ بہت سے مشترک واقف کاروں کا نام آیا، رشتے جوڑے گئے لیکن بیگم جنرل اور پرنس کے درمیان کسی خاص رشتے کا سراغ نہیں ملا سوائے اس کے کہ کہیں اوپر جا کر دادیوں، نانیوں میں کوئی دور کی عزیز داری رہی ہو۔ بیگم کو یہ خشک موضوع خاص کر پسند آیا۔ حالانکہ یہ ایسا موضوع سخن تھا کہ وہ دل میں کتنا بھی چاہتی ہوں مگر شاید کبھی اتفاق سے ہی حسب نسب پر لب کشائی کا موقع آیا ہوگا۔ ان باتوں کے بعد جب وہ میز سے اٹھی ہیں تو اچھے موڈ میں تھیں۔

''چلیں، اپنے بڑے کمرے میں چلتے ہیں۔ کافی وہیں آ جائے گی۔ ہمارے یہاں اس نام کا ایک عام کمرہ ہے۔'' وہ پرنس سے مخاطب ہوئیں۔ ادھر کا رخ کر کے ''یوں کہہ لیجیے کہ وہ میرا چھوٹا سا ملاقاتی کمرہ ہے۔ ہم وہیں بیٹھتے ہیں جب باہر کا کوئی نہیں ہوتا اور ہم سب اپنے اپنے کاموں میں لگے رہتے ہیں: یہ ہے الیکساندرا، میری بڑی لڑکی، پیانو

Scanned with CamScanner

بجاتی ہے، کتاب پڑھتی ہے یا سلائی میں پڑی رہتی ہے۔ ادے لائیدا، یہ قدرتی منظروں اور چہروں کی تصویریں بنایا کرتی ہے (مگر سب ادھورے چھوڑ دیتی ہے) یہ اگلایا ہے، چھوٹی..... اسے دنیا کا کوئی کام نہیں، بیٹھی رہتی ہے۔ میرا بھی ہاتھ کے کام میں ہاتھ نہیں لگتا۔ کچھ بنتا ہی نہیں۔ لیجیے، آ گئے! پرنس، آپ تشریف رکھئے، یہاں ادھر، آتشدان کے پاس اور اپنی سنایئے۔ جاننا چاہتی ہوں کہ آپ کوئی بات بیان کیسے کرتے ہیں۔ میں پوری طرح اطمینان کر لینا چاہتی ہوں تاکہ جب پرنس بیلوکونسکایا سے ملاقات ہو، ان بڑی بی سے تو انہیں آپ کی ساری داستان سنا دوں۔ جی چاہتا ہے کہ ان سب کو آپ سے دلچسپی ہو جائے۔ ہاں تو اب بتایئے!"

"ممی! بھلا ایسے کہیں بیان کیا جاتا ہے؟" ادے لائیدا نے ٹوکا، وہ اس اثناء میں اپنا ایزل جما کر رنگوں کی پلیٹ اور برش سنبھال کر اس نقش کی تکمیل کے لیے بیٹھ گئی تھی جو بہت دنوں سے ادھورا چلا آ رہا تھا۔ الیکساندرا اور اگلایا، دونوں بہنیں مل کر ایک چھوٹے صوفے پر بیٹھیں۔ دونوں نے ہاتھ اپنے زانو پر رکھ لیے۔ گویا اب گفتگو سننے کے لیے آمادہ ہیں۔ پرنس نے محسوس کیا کہ اب ہر طرف سے وہ التفات خاص کا مرکز بن چکا ہے۔

"اگر مجھ سے اس طرح کہا جائے تو میں کچھ بھی بیان نہیں کر سکتی۔" اگلایا نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"کیوں نہیں؟ اس میں عجیب بات کونسی ہے؟ بیان کرنے میں کیا روک ہے؟ زبان تو ہے ان کے منہ میں۔ صرف اتنا جاننا چاہتی تھی میں کہ یہ بیان کیسے کرتے ہیں۔ کوئی بات چھیڑو اور نہیں تو..... چلو سوئٹزرلینڈ کا قصہ سہی۔ پہلے پہل وہ ملک کیسا لگا۔ دیکھو تم لوگ! ابھی یہ بیان کرنے پر آئیں گے اور بہت خوبصورتی سے بیان کریں گے۔"

"پہلا تاثر تو زبردست تھا۔" پرنس نے بالآخر زبان کھولی۔

"لو..... سن لو۔" جھٹ سے بیگم صاحبہ نے بیٹیوں کو ٹوکا دیا "دیکھو، شروع ہو گئے نا!"

"ممی، آپ خود بات کاٹتی ہیں۔ بولنے تو دیجیے انہیں۔" الیکساندرا نے ماں کو ٹوکا۔ "یہ جو پرنس ہے نا۔" اس نے چھوٹی بہن سے سرگوشی کی "ممکن ہے بڑا چالو آدمی ہو لیکن بے عقل تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔"

"عین ممکن ہے، میں نے دیکھتے ہی بھانپ لیا تھا۔" اگلایا نے جواب دیا۔ "یہ اتنی گری ہوئی حرکت کر کیوں رہا ہے؟ آخر اس کا منشا کیا ہے، نیت کیا ہے؟"

"پہلے پہل کا تاثر زبردست تھا۔" پرنس نے پھر وہیں سے شروع کیا۔ "جب مجھے روس سے لے کر چلے اور مختلف جرمن شہروں سے گزرتا گیا تو خاموشی سے سب دیکھتا رہا اور مجھے یاد ہے کہ کسی قسم کا کوئی سوال میں نے نہیں کیا۔ تب مجھے بیماری کے کئی سخت اور اذیت ناک دورے پڑ چکے تھے۔ جب بھی بیماری کا شدت سے حملہ ہوتا اور یکے بعد دیگرے کئی دورے پڑ جاتے تو دماغ بالکل پتھر کا ہو جاتا، حافظے میں کچھ بھی نہیں رہتا تھا۔ عقل اگرچہ کام کیا کرتی تھی لیکن خیالات کا منطقی تسلسل ٹوٹ جایا کرتا تھا۔ دو یا تین خیالات سے زیادہ دماغ میں ایک ساتھ بیٹھنے نہیں پاتے تھے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جہاں دوروں کا سلسلہ رکا، میں پھر تندرست اور توانا ہو جاتا تھا جیسے اب ہوں۔ یاد ہے: دل پر غم کی بدلیاں چھا جاتی تھیں، ناقابل برداشت۔ یہاں تک کہ رونے کو جی چاہتا تھا۔ وہاں ہر چیز دیکھ کر تعجب ہوتا، بے چینی بڑھتی: اس بات کا بڑا ہی ہولناک اثر ہوا کہ جو دیکھو وہ اجنبی، غیر۔ اتنا ہی سمجھ میں آیا۔ غیریت مارے ڈالتی تھی۔ غم کی اس گھٹا سے میں ایک بار

چونک کر نکلا جب بازل کے مقام پر، یاد ہے کہ سوئٹزرلینڈ میں دخل ہوا، مجھے ایک چیخ نے چونکایا، بازار میں گدھا رینک رہا تھا۔ گدھے نے مجھے حیرت میں ڈال دیا، بلکہ نجانے کیوں، بے انتہا لطف آیا۔ اسی کے ساتھ میرے ذہن کا بوجھ اترا اور دماغ میں ہر چیز صاف ہوگئی۔"

"گدھا؟ عجیب بات؟" بیگم جنرل چونکی۔ "مگر ہاں ایسا بھی کیا تعجب! ہم میں سے کوئی کوئی تو گدھے سے بھی پیار کرسکتا ہے۔" انہوں نے لڑکیوں کو ناگواری سے دیکھتے ہوئے کہا۔ لڑکیاں ہنس پڑی تھیں۔ "ایسا ہو چکا ہے۔ دینی قصوں میں بھی ذکر آیا ہے۔ ہاں تو آپ سناتے رہیے۔"

"تبھی سے مجھے خود بھی گدھے سے پیار ہوگیا ہے بلکہ کوئی ہمدردی سی ہے اس جانور سے۔ پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا۔ دیکھا تو اس کے بارے میں لوگوں سے معلومات کیں۔ تب یقین ہوگیا کہ گدھا بڑا ہی مفید جانور ہے۔ محنتی ہے، جاندار ہے، بردبار ہے، کم خرچ ہے، سب سہار جاتا ہے۔ اس گدھے کے ذریعے پورا سوئٹزرلینڈ پسند آنے لگا یہاں تک کہ غم کے بادل چھٹ گئے، مطلع صاف ہوگیا۔"

"ہے بہت عجیب واقعہ مگر خیر، اب گدھے کا ذکر جانے دیجیے، کوئی اور موضوع اٹھایئے۔ تم کیا دانت نکال رہی ہو اگلایا؟ اور تم ادے لائیدا؟ پرنس نے کس خوبی سے گدھے کا بیان کیا ہے، دیکھو۔ انہوں نے خود دیکھا ہے اور تم نے کیا دیکھا ہے، کبھی ملک سے باہر بھی گئی ہو؟ نہیں۔"

"مگر ممی میں نے گدھا ضرور دیکھا ہے۔" ادے لائیدا بولی۔

"میں نے بھی سنا ہے اسے۔" اگلایا نے لقمہ دیا اور تینوں بہنیں پھر بے اختیار ہنس پڑیں۔ پرنس بھی ان کی ہنسی میں شریک ہوگیا۔

"تمہیں یہ بے ہودگی زیب نہیں دیتی۔" ماں نے بیٹیوں کو جھڑکا۔ "ان کی بات کا برا نہ مانیے گا پرنس۔ دل کی اچھی ہیں یہ لڑکیاں۔ ہمیشہ انہیں ڈانٹتی پھٹکارتی ہوں مگر پیار بھی کرتی ہوں۔ موجی طبیعت ہے، ہوا میں رہتی ہیں..... دیوانی کہیں کی۔"

"نہیں، ہنسنے میں کیا ہے۔ موقع ملتا تو میں خود بھی ہنسے بغیر نہ رہتا۔ خیر، میں پھر بھی گدھے کا حامی ہوں۔ بڑا نیک دل اور کارآمد شخص ہے گدھا۔" پرنس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ خود نیک دل ہیں پرنس؟ ایسے ہی معلوم کرنے کو پوچھتی ہوں۔" بیگم جنرل نے فوراً پوچھ لیا۔

حاضرین، سب کے سب ایک دم پھر ہنس دیئے۔

"یہ کم بخت گدھا پھر آ گھسا۔ میرا تو خیال بھی ادھر نہیں گیا تھا!" بیگم فوراً پکاری۔ "یقین کیجیے گا پرنس، میں نے تو..... میرے منہ سے ویسے ہی....."

"اشارہ نکلا؟ جی ہاں، جی ہاں، بے شک۔ مجھے یقین ہے۔" پرنس پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔

"کتنی اچھی بات ہے کہ آپ ہنس رہے ہیں۔" بیگم بولیں۔ "میں جانوں آپ بے انتہا نیک دل نوجوان ہیں۔"

Scanned with CamScanner

''کبھی کبھی ایسا نہیں ہوں۔'' پرنس نے جواب دیا۔

''مگر میں تو ہوں نیک دل۔'' بیگم جنرل نے خلاف توقع اپنی بابت زبان کھولی۔ ''بلکہ آپ چاہیں تو کہوں کہ ہمیشہ ایسی ہی ہوں۔ یہی ایک عیب ہے مجھ میں، کیونکہ ہمیشہ ہر موقع پر انسان کو نیک دل نہیں رہنا چاہیے۔ ویسے ان لڑکیوں پر، اپنے شوہر جنرل صاحب پر غصہ اکثر کرتی رہتی ہوں۔ مگر خرابی یہ ہے کہ جتنا غصہ آتا ہے اتنا ہی دل نرم رہتا ہے۔ ابھی آپ کے اندر آنے سے ذرا دیر پہلے میں غصے میں تھی اور خود کو ایسا بنا رکھا تھا جیسے نہ کچھ مانتی ہوں، نہ سمجھتی ہوں، نہ سمجھنے کو تیار ہوں۔ میرے ساتھ یہی ہوتا ہے، جیسے کوئی بچہ ہوں۔ اگلایا نے مجھے عقل دی، شکریہ تمہارا اگلایا! مگر یوں پوچھو تو ہے سب واہیات۔ میں اتنی احمق نہیں ہوں جتنی نظر آتی ہوں اور جیسی میری بیٹیاں مجھے دکھانا چاہتی ہیں۔ طبیعت ایسی پائی ہے کہ ضدی ہوں اور بہت شرماتی نہیں۔ بغیر کسی بغض وعناد کے کہہ رہی ہوں۔ اگلایا دیکھتی کیا ہے، ذرا ادھر تو آ..... ماں کو ایک پیار تو کر۔ بس بس..... بہت پیار ہو لیا۔'' جب بیٹی نے ماں کے ہونٹوں اور ہاتھ پر زور سے پیار کیا تو انہوں نے اسے روکا۔ ''اچھا تو پرنس، آپ جاری رکھیے۔ شاید کوئی بات، گدھے والی سے زیادہ دلچسپ بات یاد آ جائے۔''

''پھر وہی! میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر آدمی یوں آپ سے آپ کیسے بیان کرنے لگے گا؟ مجھ سے تو کچھ بھی نہ کہا جاتا۔'' ادے لائیدا نے پھر ٹوکا۔

''مگر پرنس بیان کر سکتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ذہین آدمی ہیں۔ کم از کم تم سے تو دس گنا بلکہ شاید بارہ گنا زیادہ ذہین ہیں۔ کہہ لینے دو، بعد میں تم بھی یہ مان لوگی۔ پرنس، آپ بیان جاری رکھیے۔ ان لڑکیوں کو دکھا دیجیے جو میں نے کہی ہے۔ البتہ گدھے والی بات ٹال جائیے تو اچھا رہے گا۔ ہاں تو آپ نے گدھے کے علاوہ باہر کے ملک میں اور کیا دیکھا؟''

''ہاں..... گدھے کے بارے میں بھی بڑی عقل کی بات کہی۔'' الیکساندرا نے تبصرہ کیا۔ ''پرنس اپنی بیماری کے متعلق بہت دلچسپ بات بتا رہے تھے اور یہ کہ باہر کے ایک جھٹکے کی بدولت کیسے انہیں سب کچھ پسند آنے لگا۔ ہمیشہ سے مجھے یہ جاننے کا شوق رہا کہ لوگ عقل کھو بیٹھتے ہیں اور پھر صحت یاب ہو جاتے ہیں..... خاص کر جب ایک دم ایسا ہو جائے۔''

''کیوں؟ دیکھ لیا نا؟ کیا غلط کہتی ہوں؟'' بیگم جنرل چمک کر بولیں۔ ''میں دیکھتی ہوں کہ بعض اوقات تم بھی عقلمندی کرنے لگتی ہو۔ مگر بس، مذاق بہت ہو چکا۔ پرنس، آپ وہاں تک پہنچے تھے کہ سوئٹزرلینڈ کے مناظر، ہاں تو.....''

''جی ہاں، تو ہم لوسرن پہنچے۔ وہاں مجھے جھیل دکھانے لے گئے۔ واہ، کیا حسن تھا مگر میرا دم الٹنے لگا۔'' پرنس بولا۔

''ایسا کیوں؟'' الیکساندرا نے سوال کیا۔

''وجہ نہیں معلوم..... البتہ ہمیشہ دل بھاری اور بے چین ہو جاتا ہے۔ جب بھی میں ایسا قدرتی منظر پہلی بار دیکھ لیتا ہوں۔ لطف بھی آتا ہے، بے چینی بھی ہوتی ہے۔ جن دنوں بیمار تھا، تب ایسا ہوا کرتا تھا۔''

''نہیں..... بالکل نہیں۔ میں تو ایسے منظر کے لیے مری جاتی ہوں۔ سمجھ میں نہیں آتا، کب ہم لوگ باہر کا سفر کریں گے۔ دو سال ہونے آئے کہ مجھے تصویر کے لیے کوئی نیا موضوع نہیں ملتا:

Scanned with CamScanner

جنوب اور مشرق بہت کھینچ چکے.....

پرنس، آپ ہی کوئی موضوع سمجھائیے مصوری کے لیے۔" ادے لائیدا نے منت کی۔

"میں تو اس معاملے میں بالکل کورا ہوں۔ یوں لگتا ہے کہ نظر ڈالی جو دیکھا، تصویر میں اتار دیا۔"

"نظر ڈالنا ہی مجھے نہیں آتا۔"

"یہ نظر وظر کی کیا گفتگو ہے۔ میری کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔" خاتون محترم نے ٹوکا۔ "تمہارا کیا مطلب ہے، یہ کہنے سے کہ تمہیں نظر ڈالنا نہیں آتا؟ منہ پر آنکھیں ہیں، دیکھو، یہاں نظر ڈالنی نہیں آتی تو غیر ملک میں بھی نہیں آنے کی۔ بہتر ہے آپ ہی بیان کیجیے پرنس، آپ نے نظر ڈالی تو کیا دیکھا۔"

"ہاں، بہتر تو یہی ہوگا۔" ادے لائیدا نے اضافہ کیا۔ "دیکھیے، پرنس نے بھی باہر جا کر دیکھنا سیکھا۔"

"معلوم نہیں۔ میں نے تو وہاں اپنی صحت درست کی۔ کچھ کہہ نہیں سکتا کہ مجھے نظر ڈالنا آیا بھی یا نہیں۔ میرا تو قریب قریب سارا وقت خوش نصیبی میں بسر ہوا۔"

"خوش نصیبی! یعنی آپ آسائش کی زندگی بسر کرنا بھی جانتے ہیں؟" اگلایا پکار اٹھی۔ "تب یہ کیسے کہہ سکتے ہیں آپ کہ نظر ڈالنا، دیکھنا نہیں آتا؟ ضرور آتا ہے۔ ہمیں بھی سکھا کر رکھ دیں گے۔"

"سکھا ہی دیجیے براہ کرم۔" ادے لائیدا ہنس دی۔

"میں کسی کو کچھ بھی نہیں سکھا سکتا۔" پرنس بھی جواباً مسکرا دیا۔ "جتنے عرصے ملک سے باہر رہا، زیادہ وقت اسی سوئس گاؤں میں پڑے پڑے گزار دیا۔ کبھی کبھار آس پاس چلا جاتا تھا۔ بھلا میں کیا سکھا سکتا ہوں آپ کو؟ شروع شروع میں تو بے لطفی جاتی رہی، صحت سدھرنے لگی۔ پھر ایک ایک دن قیمتی ہوتا چلا گیا، جتنا وقت گزرتا، اتنا ہی وقت کی قدر و قیمت میری نظر میں بڑھتی۔ خود مجھے بھی یہ محسوس ہونے لگا۔ سونے کے لیے بستر پر جاتا تو دل خوش اور جاگتا تو اور بھی خوش۔ یہ سب کیوں تھا، کس سبب سے.....اس کا بیان کرنا مشکل ہے۔"

"تو کیا آپ کا جی نہیں چاہتا تھا کہیں اور جانے کو، کسی طرف کی امنگ نہیں اٹھتی تھی؟" الیکساندرا نے سوال کیا۔

"شروع میں..... بالکل ہی ابتداء میں تو ضرور۔ بڑی بے قراری رہتی تھی۔ سوچتا تھا، جیوں گا کیسے؟ اپنی تقدیر کو آزمانا چاہتا تھا۔ کسی کسی وقت تو ہوک سی اٹھا کرتی تھی۔ آپ جانیں، ایسے لمحے آتے ہیں خاص کر جب آدمی تن تنہا ہو۔ وہاں، ہمارے ہاں، چھوٹا سا ایک آبشار تھا، اوپر پہاڑ سے پانی کی دھار گرتی تھی۔ اتنی باریک جیسے تاگا، سیدھی لائن میں، سفید، شور کرتی، جھاگ اڑاتی، پانی بہت اونچائی سے اترتا تھا۔ دیکھنے میں ایسا گویا کافی نیچا ہو۔ کوئی آدھے کوس کا فاصلہ تھا اور صرف پچاس قدم نظر آتا تھا۔ راتوں کو آبشار کا شور دل کو بھلا لگتا تھا۔ خاص انہی لمحوں میں کبھی کبھی طبیعت بے چین ہو جاتی یا کبھی یوں ہوتا کہ بھری دوپہر میں کہیں پہاڑوں کی طرف نکل گیا ہوں، چاروں طرف پہاڑ، بیچ میں تنہا میں۔ ہر طرف شمشاد و صنوبر کے پرانے پرانے چھتنار درخت کھڑے ہیں گوند سے لپے ہوئے اور ان کے درمیان میں ہوں۔ اوپر چٹان پر قرون وسطیٰ کا کوئی محل تھا، کھنڈر پڑا ہوا اور نیچے کافی دور، ہمارا گاؤں صاف نظر بھی نہیں آتا تھا۔ سورج خوب درخشاں، آسمان نیلگوں سناٹا ہی سناٹا۔ بس ایسے وقت میں، گویا کہیں دور کوئی بلا رہا ہے اور مجھے یوں لگتا تھا کہ اگر میں ناک کی سیدھ

Scanned with CamScanner

میں چل دوں، چلے جاؤں، چلے ہی جاؤں تو ہر چیز کی، ہر بات کی کنجی میرے ہاتھ میں آ جائے گی اور ہاتھ کے ہاتھ زندگی میسر آئے گی جس میں ہماری موجودہ زندگی سے ہزار گنا زیادہ ہمہمہ ہوگا، زیادہ زمزمہ ہوگا۔ ایسا بڑا سا شہر میرے خواب وخیال میں بسا ہوا تھا جیسے نیپلز کہ ہر طرف محل ہی محل، شور، ہما ہمی، زندگی..... خیر، خواب وخیال کی کیا بات ہے! بعد مجھے محسوس ہوا کہ جیل خانے میں بھی زبردست زندگی کا وجود اور اس کا پانا ممکن ہے۔"

"یہ آخر میں جو کمال کی بات کہہ دی آپ نے، یہ میں جب بارہ سال کی تھی، کورس کی کتاب میں کہیں پڑھ چکی ہوں۔" اگلایا نے داد دی۔

"فلسفے کی باتیں ہیں۔" ادے لائیدا نے رائے ظاہر کی۔ "آپ فلسفی ہیں اور اسی کی تعلیم دینے تشریف لائے ہیں۔"

"ممکن ہے، آپ صحیح فرماتی ہوں۔" پرنس نے مسکرا کر کہا "واقعی، کہہ تو سکتے ہیں فلسفی۔ کیا خبر، شاید یہی درست ہو۔ ممکن ہے درس دینا ہی میرے خیال میں ہو..... کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ عین ممکن ہے۔"

"اور فلسفہ آپ کا بالکل ایسا ہے جیسا یولامپیا صاحبہ کا۔" اگلایا نے پھر بات کا سرا تھاما۔ "ایک بیوہ ہیں، اہلکار کی بیوی ہمارے یہاں آتی جاتی ہیں۔ لیچڑ ہیں۔ زندگی کا سارا مسئلہ ان کا ایک ہی ہے ستا مل جائے بس، زندگی سستے میں بسر ہو جائے۔ جب آئیں گی پیسوں کی ہی بات کریں گی۔ پیسہ بچانے کی فکر۔ روپیہ ان کے پاس کافی ہے، بڑی چلتی ہوئی عورت ہے۔ ایسے ہی جناب کی زبردست زندگی رہی ہوگی، قید کی سلاخوں کے پیچھے۔ ممکن ہے وہ جو چار سال شادمانی کے بسر کیے ہیں گاؤں میں جس گاؤں کی خاطر آپ نے نیپلز شہر بیچ بیچ ڈالا، تو بھی نفع میں رہے، غالباً کچھ کا پک بچا لیے نا۔"

"قید کی زندگی کا جہاں تک سوال ہے، آپ سے اتفاق کرنا مشکل ہوگا" پرنس نے جواب دیا۔ "میں نے ایک شخص کی روداد سنی تھی جو بارہ برس کی جیل کاٹ کے آیا تھا۔ ایک مریض تھا اسی میرے پروفیسر کے پاس، زیر علاج۔ اسے بھی دورے پڑا کرتے تھے، روتا تھا، ایک بار تو اس نے خودکشی کی بھی کوشش کی۔ قید میں اس کی زندگی نہایت غمزدہ گزری، مگر یقین کیجیے، اس میں پیسہ پیسہ جوڑنے بچانے کی سی کوئی بات نہ تھی۔ اس کی میل ملاقات لے دے کے تھی تو بس مکڑیوں اور جھاڑ جھنکاڑ سے، جو کھڑکی کے نیچے اُگ آئے تھے..... مگر بہتر ہو کہ میں آپ کو ایک اور شخص کا قصہ سناؤں جس سے پچھلے ہی سال ملاقات ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ بڑا عجیب ہوا تھا، عجیب سے میرا مطلب یہ کہ ایسا واقعہ کبھی شاذ و نادر ہی پیش آتا ہے۔ اس شخص کو ایک دفعہ اوروں کے ساتھ قتل گاہ تک لائے، وہاں لا کر سزائے موت سنا دی، کسی سیاسی جرم کی پاداش میں گولی ماری جانے والی تھی۔ کوئی بیس منٹ گزرے ہوں گے کہ اوپر سے معافی کا فرمان آ گیا اور موت کو سزائے قید میں بدل دیا گیا۔ لیکن ان دونوں سزاؤں کے درمیان جو بیس منٹ گزرے یا کم از کم پاؤ گھنٹے کا وقفہ اس نے پورے یقین کے ساتھ بسر کیا کہ کوئی لمحہ جاتا ہے کہ زندگی کا رشتہ ایک دم توڑ دیا جائے گا۔ جب کبھی وہ اپنی اس وقت کی ذہنی حالت بیان کرنے پر آتا تو مجھے سننے کی بے چینی لگی رہتی تھی، میں نے کئی بار اس سے کرید کرید کر پوچھا۔ اسے بھی ذرا ذرا تفصیل یاد تھی نہایت وضاحت کے ساتھ۔ کہا کرتا تھا کہ جیتے جی بھلا نہیں سکتا جو کیفیت مجھ پر ان چند منٹوں میں گزر گئی۔ اس کا بیان تھا کہ قتل گاہ سے جس کے پاس تماشائی اور سپاہی کھڑے تھے، کوئی بیس قدم کے فاصلے پر تین کھمبے گاڑے گئے

Scanned with CamScanner

تھے، کیونکہ مجرم بھی کئی ایک تھے۔ پہلے تین آدمیوں کو کھمبوں کے پاس لائے، باندھ دیا، موت کا کپڑا پہنا دیا (کپڑا کیا..... لمبے لمبے سفید چوغے) آنکھوں پر موٹی سفید ٹوپی سرکا دی کہ انہیں بندوق دکھائی نہ دے۔ پھر ہر ایک کھمبے کے سامنے کئی کئی فوجیوں نے کھڑے ہو کر نشانہ لیا۔ میری پہچان کا آدمی، مجرموں کی اس صف میں آٹھویں نمبر پر تھا، مطلب یہ کہ کھمبے کے پاس لائے جانے والی تیسری ٹولی میں لایا گیا اسے۔ پادری نے صلیب سمیت ان سب کا چکر لگایا۔ ظاہر تھا کہ اب زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔ اس نے بتایا کہ یہ جو پانچ منٹ باقی تھے، لامتناہی مدت معلوم ہوتے تھے، بے پناہ دولت۔ یہ پانچ منٹ یوں لگے جیسے ابھی کئی زندگیاں جینی ہیں۔ وقت اتنا ہے کہ آخری لمحے کے بارے میں سوچنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ اس نے وقت کو الگ الگ کاموں کے حساب سے تقسیم کر دیا۔ دوستوں سے آخری بار رخصت ہونا، اس کے لیے دو منٹ، پھر دو منٹ اس غرض سے رکھے کہ اپنے بارے میں آخری مرتبہ غور کیا جائے اور پھر اس کے بعد آخری منٹ، جی بھر کر چاروں طرف نظر ڈالنے کے لیے۔ اسے خوب یاد تھا کہ وقت آخر کی تقسیم ٹھیک اسی طور پر کی تھی تین حصوں میں۔ 27 برس کی عمر میں دنیا سے جا رہا تھا، تندرست اور ہٹا کٹا۔ جب یار دوستوں سے رخصت ہونے لگا تو اسے یاد آیا کہ ایک دوست کو غیر متعلق سا سوال دیا تھا، جواب حاصل کرنے کی فکر لگی تھی اسے۔ جب سبھوں سے رخصت لے چکا تو وہ دو منٹ رہے جن میں خاص اپنے متعلق سوچنا تھا۔ پہلے ہی سے سوچ رکھا تھا کہ دو منٹ میں کیا غور کرنا ہے۔ غور کرنا یہ تھا کہ جتنا تیزی سے اور واضح طور پر ممکن ہو تصور میں لانا چاہیے کہ یہ سب کیا ہے! کیوں کر ہے؟ ابھی وہ جی رہا ہے اور تین منٹ بعد وہ کوئی شے، کوئی ہستی یا کوئی چیز بن جائے گا..... لیکن کون؟ اور کہاں؟ یہ سارا مسئلہ وہ ان دو منٹ میں فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔ قریب ہی ایک چرچ تھا۔ چرچ کا کلس سنہرے ملمع کی وجہ سے بھری دھوپ میں چم چم کر رہا تھا۔ اس نے اپنی یاد سے بتایا کہ وہ چرچ کی اس چمچماتی چھت کو اور اس سے نکلتی ہوئی کرنوں کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔ کرنوں پر نظر جم کر رہ گئی، نگاہ نہ ہٹتی تھی۔ یوں محسوس ہوا گویا یہی شعاعیں ہیں جو اس کی نئی فطرت، نیا وجود ہیں..... اور تین منٹ کے اندر وہ انہی میں جذب ہو جائے گا..... نئی حالت، جو چند لمحوں میں پیش آنے والی تھی، اس کا نامعلوم ہونا، اس سے طبیعت کا تنفر، ہولناک تھا۔ مگر وہ کہتا ہے کہ ایسے وقت میں کوئی بات بھی اتنی گراں نہیں گزری جتنا مسلسل یہ خیال کہ 'کیا ہوا اگر موت نہ آئے تو؟ کیسا رہے اگر میری زندگی مجھے لوٹا دی جائے؟ کیسی بے پناہ، اتھاہ ہوگی وہ! سب کی سب میری اپنی ہوں گی! یوں ہو جائے تو میں اپنی زندگی کے ایک ایک منٹ کو پوری ایک صدی میں بدل ڈالوں، کوئی وقت رائیگاں نہ جانے دوں، ایک ایک منٹ کا حساب رکھوں اور بے سبب خرچ نہ کروں۔' وہ کہتا تھا کہ اس خیال نے دماغ پر ایسی شدت طاری کر دی تھی کہ جی چاہتا تھا جلدی سے گولی لگے اور نجات ہو جائے۔"

یہاں تک کہہ کر پرنس کو چپ لگ گئی۔ سب لوگ آگے سننے کے منتظر تھے، انجام تک۔

"کیا بس؟ ختم؟" اگلایا نے سوال کیا۔

"کیا؟ جی ہاں قصہ تمام ہوا۔" پرنس لمحہ بھر کی محویت سے نکل کر بولا۔

"مگر آپ نے یہ سارا قصہ سنایا کس لیے؟"

"ایسے ہی، بس یاد آ گیا۔ میں نے گفتگو کی خاطر....."

Scanned with CamScanner

''آپ کے بیان میں بے ربطی بہت تھی۔'' الیکساندرا نے رائے زنی کی۔ ''پرنس، غالباً آپ یہ جتانا چاہ
تھے کہ ایک لمحے کو بھی کا پلڑے کے ساتھ نہ تولا جائے۔ بعض وقت پانچ منٹ پورے خزانے پر بھاری ہوتے ہیں۔ بات وا
بہت خوب ہے! تاہم آپ یہ دریافت کرنے کی اجازت دیجیے کہ یہ جو ملاقاتی تھا، جس نے ایسی شدید باتیں سنائیں...
بعد میں سزائے موت بدل کرانے مطلب یہ کہ منہ مانگی مراد یعنی اتھاہ زندگی بخش دی گئی تو پھر اس نے اس دولت بے بہا
کیا کیا؟ کیا وہ ایک ایک منٹ کا حساب کر کے جیا؟''

''جی نہیں۔ اس نے خود بتایا۔ میں نے بھی اس سے یہی پوچھا تھا۔ بہت سارے منٹ اس نے یونہی ا
دیے۔''

''تو مطلب یہ کہ آپ کے لیے یہ ایک تجربہ ہو گیا یعنی ایسے نہیں جیا جا سکتا کہ آدمی لمحہ لمحہ کا حساب کرے۔ و
کچھ بھی سہی، لیکن ایسے زندگی نہیں کٹا کرتی۔''

''ہاں، وجہ کچھ بھی سہی، ناممکن ہے یہ!'' پرنس نے بھی وہی جملہ دہرا دیا۔ ''مجھے خود بھی یہی محسوس ہوتا رہا لیکم
عقل ہے کہ نہیں مانتی اسے.....''

''تو آپ کے کہنے کا مطلب یہ کہ آپ سوچتے ہیں، اوروں سے زیادہ دانائی کے ساتھ زندگی بسر کریں گے؟
اگلایا نے پوچھا۔

''جی ہاں، کبھی کبھی خیال ادھر جاتا تو ہے۔''

''اب بھی یہی سوچتے ہیں؟''

''سوچتا تو ہوں۔'' پرنس نے جواب دیا اور پہلے کی طرح اس بار پھر آہستہ سے بلکہ دبی دبی مسکراہٹ کے ساتھ

اگلایا کو دیکھتا رہا مگر عین اسی وقت بے اختیار ہنسی آ گئی اور وہ اس لڑکی کو تکتے وقت موڈ میں تھا۔

''کیا انکسار ہے، واہ۔'' اگلایا قریب قریب چڑ کر بولی۔

''مگر آپ بھی کتنی نڈر ہیں۔ آپ ہنس رہی ہیں اور جب میں نے یہ روداد سنی تھی تو سناٹے میں آ گیا تھا۔ اتنا
ہوا تھا کہ آنکھ لگی تو خواب میں بھی یہی پانچ منٹ نظر آئے.....'' پرنس نے جواب دیا اور حاضرین پر ایک نظر ڈالی، گمبھیرا
ٹٹولنے والی نظر سے سب کا جائزہ لیا۔

''آپ لوگ مجھ پر کسی وجہ سے ناراض تو نہیں ہیں؟'' اس نے اچانک ایسے سوال کیا گویا گڑبڑا گیا ہے۔ تا
سب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کیا تھا۔

''بھلا کیوں؟'' تینوں بہنیں ایک ساتھ چونک کر بولیں۔

''اس بات پر کہ..... جیسے میں کچھ..... سکھانے چلا ہوں۔''

سب کے سب ہنس پڑے۔

''اگر آپ ناراض ہیں تو، ناراض نہ ہوں۔'' وہ کہنے لگا ''مجھے خود علم ہے کہ اوروں سے کم جیا ہوں، زندگی کو
اوروں سے کم سمجھتا ہوں۔ شاید کسی کسی وقت بے تکی باتیں کرنے لگتا ہوں.....'' یہ کہتے ہوئے واقعی وہ گڑبڑا گیا تھا۔

Scanned with CamScanner

''اگر آپ کہتے ہیں کہ خوش رہے تو مطلب یہ اوروں سے کم نہیں بلکہ زیادہ جیے، بھلا آپ کو پہلو بدلنے اور معذرت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟'' اگلایا نے ذرا سختی سے اور الجھتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں لیکچر ہی دے رہے ہوں تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ آپ کی طرف سے شان جتانے والی تو کوئی بات ہوئی نہیں۔ آپ کی جیسی ذہنی یکسوئی کے ساتھ تو آدمی سو سال ہنسی خوشی گزار سکتا ہے۔ کوئی آپ کو سزائے موت دکھا دے یا ایک انگلی..... دونوں میں سے آپ یکساں، بلا تفریق کوئی نہ کوئی قابل تعریف خیال نکال لیں گے اور پھر بھی مطمئن رہیں گے۔ اس طرح جینے میں مزا ہے!''

''میری سمجھ میں نہیں آتا، تم بات بات پر الجھ کیوں رہی ہو؟'' بیگم جنرل جو بولنے والوں کی صورت کافی دیر سے دیکھے جا رہی تھیں، اگلایا کے سر ہو گئیں۔ ''اور تم کاہے پر بول رہی ہو، یہ بھی میری عقل میں نہیں آتا۔ یہ انگلی والی بات اور خرافات؟ پرنس بہت عمدہ بیان کرتے ہیں، بس اتنا ہے کہ ذرا دکھے ہوئے دل کے ساتھ۔ تم انہیں تنگ کیوں کرتی ہو؟ جب انہوں نے قصہ چھیڑا تھا تو مسکرا رہے تھے اور اب دیکھو بالکل بجھ گئے ہیں۔''

''کوئی بات نہیں ممی! پرنس صاحب، افسوس کہ آپ نے کسی کو سزائے موت دیے جاتے ہوئے نہیں دیکھا ورنہ میں ایک سوال کرتی آپ سے۔''

''کیوں نہیں..... دیکھا ہے یہ منظر۔'' پرنس نے جواب دیا۔

''دیکھا ہے؟'' اگلایا چیخ پڑی۔ ''مجھے خود ہی قیافے سے کام لینا چاہیے تھا۔ دیکھا ہے تب تو معاملے کی حد ہو گئی۔ سزائے موت دیکھنے کے بعد بھی آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سارے وقت ہنسی خوشی کی زندگی بسر کی؟ درست کہا نا میں نے؟''

''آپ جس گاؤں میں تھے وہاں سزائے موت دی جاتی تھی؟''

''جی نہیں، میں نے لیون کے مقام پر دیکھا۔ میں شنیدر کے ساتھ وہاں گیا تھا۔ وہ مجھے ساتھ لے گئے تھے۔ پہنچتے ہی یہ منظر سامنے آ گیا۔''

''بہت لطف آیا تھا آپ کو؟ کیا کوئی روحانی تعلیم مل گئی تھی، مفید تھا وہ منظر؟'' اگلایا نے سوال کیا۔

''جی، مجھے تو بالکل پسند نہیں آیا۔ اس منظر کو دیکھنے کے بعد کچھ روز تو میں بیمار رہا۔ البتہ مانتا ہوں کہ جب دیکھ رہا تھا تو وہیں جم کر رہ گیا تھا، آنکھ ہٹتی نہیں تھی۔''

''میں بھی نظر نہ ہٹا سکتی تھی۔'' اگلایا نے کہا۔

''وہ لوگ عورتوں کے وہاں آنے کا برا مانتے ہیں۔ بعد میں اخبار لکھتے ہیں ان عورتوں کے بارے میں۔''

''مطلب یہ ہوا کہ پھانسی یا موت کی سزا کو نسوانی معاملہ نہیں سمجھا جاتا۔ یعنی خود اسی سے ظاہر کیا جاتا ہے (اور اسے بجا سمجھتے ہیں) کہ یہ معاملہ مردانہ ہے۔ مبارک ہو آپ کو یہ منطق! آپ بھی غالباً اسی طرح سوچتے ہوں گے۔''

''ہمیں آپ سزائے موت کا حال سنائیے۔'' ادے لائیدا بیچ میں بولی۔

''میرا جی نہیں چاہتا فی الحال۔'' پرنس نے الجھن میں پڑ کر اور منہ پھلا کر جواب دیا۔

''واقعی آپ کا دل دکھتا ہے ہمیں سناتے ہوئے۔'' اگلایا نے کچوکا دیا۔

Scanned with CamScanner

''نہیں، وجہ یہ کہ ابھی سزائے موت کا ہی قصہ کسی کو سنا چکا ہوں۔''

''کس کو سنایا؟''

''آپ کے اردلی کو، جب میں وہاں انتظار کر رہا تھا.....''

''کونسا اردلی؟'' سب طرف سے بیک وقت یہی سوال ہوا۔

''وہی، جو پیش دالان میں بیٹھا رہتا ہے۔ جس کے بال کھچڑی ہیں اور لال سا منہ ہے۔ میں وہیں بیٹھا تھا، ایوان فیودروویچ سے ملنے کے انتظار میں۔''

''عجیب بات ہے۔'' بیگم جنرل نے رائے زنی کی۔

''پرنس صاحب ڈیماکریٹ ہیں!'' اگلایا نے طنز کیا۔ ''تو جب الیکسئی سے بیان کر چکے ہیں، پھر ہمیں سنانے سے انکار کیسے کر سکتے ہیں!''

''میں تو سن کر ہی رہوں گی۔'' ادے لائیدا نے دہرایا۔

''حقیقت امر یہ ہے کہ.....'' پرنس اسی لڑکی کی طرف رخ کر کے پھر ذرا موڈ میں آ کر بولا (معلوم ہوتا تھا کہ فوراً اور بھولپن سے اس میں امنگ پیدا ہو جاتی ہے) ''دراصل مجھے خیال آیا تھا ابھی، جب آپ نے مصوری کے لیے موضوع طلب کیا، تو سوچا تھا کہ یہی موضوع پیش کروں۔ ایسے چہرے کی تصویر کشی جسے دم بھر میں سزائے موت ملنے والی ہے۔ سر تن سے جدا کیا جائے گا، وہ قتل گاہ پر چڑھ چکا ہے، ابھی تختے پر لٹایا نہیں گیا..... تب کا چہرہ۔''

''کیا کہا؟ صرف چہرہ؟'' ادے لائیدا نے سوال کیا۔ ''انوکھا موضوع ہوگا اور تصویر کیا بنے گی؟''

''معلوم نہیں..... مگر بنے گی کیوں نہیں؟'' پرنس نے کسی قدر گرم ہو کر اصرار کیا۔ ''میں نے بازل میں ایسا منظر خود دیکھا ہے۔ بیان کرنے کو بہت جی چاہتا ہے..... کبھی سناؤں گا..... میں دم بخود رہ گیا تھا۔''

''ہاں، بازل والی تصویر آپ ضرور بعد میں بیان کر دیجیے گا مگر.....'' ادے لائیدا بولی ''مگر فی الحال وہ سنائیے کہ جب سر تن سے جدا کیا گیا۔ جیسے آپ نے دیکھا، اپنے ذہن کی تصویر لفظوں میں دکھا سکتے ہیں آپ؟ بھلا اس چہرے کی تصویر کشی کیوں کر ہوگی؟ صرف چہرے کی؟ کیسا چہرہ ہوگا یہ؟''

''موت سے صرف ایک منٹ پہلے کا چہرہ۔'' پوری مستعدی کے ساتھ پرنس نے بیان کرنا شروع کیا اور دیکھنے سے ہی ظاہر تھا کہ وہ اپنے حافظے میں سے کھود کر نکال رہا ہے، اس محویت میں باقی ہر طرف سے غافل ہو چکا ہے۔ ''خاص اس لمحے میں جب آدمی تختے کی سیڑھی پر چڑھا اور اس نے سر قلم کیے جانے کی جگہ پر قدم رکھا۔ یہاں پہنچ کر اس نے میری طرف دیکھا۔ میں نے اس کے چہرے پر نظر ڈالی اور سب سمجھ گیا..... ذرا سوچیے، بیان کیسے کیا جائے! بہت ہی جی چاہتا ہے کہ آپ یا کوئی اور اس کیفیت کی منظر کشی کر دے۔ اچھا ہوتا، اگر آپ ہی کا برش چل جاتا! مجھے تبھی خیال آیا تھا کہ یہ تصویر بڑے کام کی نکلے گی۔ آپ جانتی ہیں، ایک ایک بات تصور میں قائم کرنی پڑے گی جو پہلے گزر چکی تھی، تمام کی تمام۔ وہ شخص جیل میں رہا تھا، موت کی راہ دیکھ چکا تھا کوئی ایک ہفتے تک۔ اس نے اپنے دل میں حساب لگایا تھا کہ لمبی چوڑی رسمی کارروائی ہوگی۔ حکم نامہ کسی اور جگہ بھی جائے گا، وہاں سے گزرے گا تب جا کر آخری حکم ہوگا مگر اچانک نجانے کیسے یہ

Scanned with CamScanner

کارروائی ایک دم مختصر ہوگئی۔ صبح کے پانچ بجے تھے، وہ ابھی سو رہا تھا۔ اکتوبر کے آخری دنوں کا ذکر ہے، جب سردی بھی ہوتی ہے۔ پانچ بجے اور دن کا اجالا بھی نہیں ہوتا۔ جیلر اپنی گارڈ لیے، دبے قدموں آہستہ سے اندر داخل ہوا اور آہٹ کیے بغیر اس کا شانہ ہلایا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور کہنی کے سہارے سر اٹھا کر دیکھا کہ سامنے روشنی ہے: ''کیا بات ہے؟'' جواب ملا ''دس بجے سے پہلے سزائے موت۔'' نیم خوابی کے عالم میں تھا۔ یقین نہ آیا۔ بحث کرنے لگا کہ ابھی تو کاغذ کو فائنل ہونے میں ہفتہ بھر لگے گا مگر جب نیند کا اثر کافور ہو چکا تو بحث بحثی بند کر دی۔ چپ ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ وہ بعد میں بولا ''یوں اچانک..... سخت مصیبت ہے۔!'' پھر اسے چپ لگ گئی۔ تین چار گھنٹے یوں ہی معمولات میں گزر جاتے ہیں: پادری، ناشتہ، ناشتے میں انگوری شراب بھی، کافی اور گائے کا گوشت..... یہ سب مہیا کیا جاتا ہے۔ (اچھا خاصا مسخرا پن ہے۔ ذرا سوچیے، کیا بے دردی کا سلوک ہے مگر دوسری طرف یہ بے ضرر لوگ سچے دل سے یہ سب کرتے ہیں اور انہیں یقین رہتا ہے کہ اس سلوک میں بھلمنساہت ہے۔) اس کے بعد نہانا دھونا (آپ کو خبر ہے کہ مجرم کا نہانا دھونا کیا ہوتا ہے؟) آخر میں اسے گھوڑا گاڑی میں شہر کے اندر گھماتے ہوئے قتل گاہ تک پہنچاتے ہیں..... مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہاں بھی مجرم کو یہی لگتا ہوگا کہ ابھی بے حساب زندگی باقی ہے، منزل آخر پر پہنچنے تک۔ غالباً، میرے خیال میں وہ راستے بھر یہی سوچتا گیا۔ ابھی کافی دیر ہے۔ ابھی تین سڑکوں کا فاصلہ جینا ہے۔ یہ سڑک پار کروں گا تو پھر وہ آئے گی، پھر وہ بعد والی، جہاں داہنے ہاتھ بیکری ہے..... تب کہیں ہماری گاڑی بیکری والے کی دکان تک پہنچے گی۔ ہر طرف ہجوم، شور، پکار، دس ہزار چہرے، ہزاروں آنکھوں، یہ سب سہنا ہے۔ خاص کر اس خیال کو سہنا کہ ''یہ دس ہزار ہیں'' ان میں کسی کو موت کا سامنا نہیں۔ ایک میں ہوں، تنہا مجھے موت! مگر یہ سب پیش خیمہ ہوتا ہے۔ قتل گاہ کے تختے تک ایک سیڑھی جاتی ہے۔ سیڑھی کے پاس پہنچ کر وہ ایک دم رو پڑا۔ بڑا ہی مضبوط اور مردانہ شخص تھا۔ کہتے ہیں کہ بہت خبیث تھا۔ پادری تمام وقت اس کے ساتھ لگا رہا، گاڑی میں ساتھ بیٹھا تھا، برابر بولے جا رہا تھا۔ شاید ہی مجرم نے اس کی بات سنی ہو۔ کان بھی لگائے تو کیا، تیسرے لفظ کے بعد کچھ سمجھ نہیں آتا۔ ایسا ہی ہوتا ہے۔ آخر اس نے سیڑھی پر چڑھنا شروع کیا۔ ٹانگیں بندھی ہوتی ہیں، اس لیے قدم آہستہ آہستہ رک رک کر اٹھتے ہیں۔ پادری کافی سمجھدار آدمی ہوگا کیونکہ اس نے اپنا وعظ بند کیا اور بوسہ دینے کے لیے صلیب اس کی طرف بڑھا دی۔ سیڑھی پر قدم رکھنے سے پہلے وہ پیلا پڑا ہوا تھا مگر جوں ہی قتل گاہ کے تختے پر آیا، کاغذ کی طرح سفید ہو گیا۔ غالباً ٹانگوں کی جان نکل گئی، لکڑی کی ہو گئیں اور متلی آنے لگی۔ جیسے گلے میں کچھ پھنس گیا ہے، دم گھٹا جا رہا ہے۔ کبھی آپ لوگوں نے ایسا محسوس کیا ہے خوف کے مارے یا ہولناک لمحوں میں کہ عقل تو سلامت ہے مگر اسے قابو نہیں رہتا کسی قسم کا۔ مجھے لگتا ہے کہ اگر مثلاً ایسی بلا سر پر آ جائے کہ ٹالی نہ جا سکے، پورا گھر اوپر سے گر پڑے تو یہ حال ہوگا کہ بس آنکھیں میچ کر بیٹھ جائیں اور سوچ لیں کہ جو ہونا ہے ہوتا رہے..... یہاں کیا ہوا کہ جب اس آدمی پر کمزوری چھانے لگی تو پادری نے فوراً جلدی جلدی، چلتے ہاتھوں، بن کچھ کہے سنے، صلیب اس کی طرف بڑھانی شروع کی۔ صلیب کو وہ ہونٹوں سے قریب قریب چھوا دیتا تھا۔ چھوٹی سی، چاندی کی صلیب تھی چار کونوں والی۔ ایک ایک منٹ پر وہ صلیب آگے کرتا جیسے ہی صلیب ہونٹوں کو لگتی وہ آنکھیں پٹ سے کھول دیتا اور کئی سیکنڈ تک زندگی کی لہر اس میں دوڑی رہتی، پاؤں چلنے لگتے۔ صلیب کو والہانہ چومتا تھا اور بوسہ دینے میں بے صبری دکھائی دیتی تھی۔ گویا اسے جلدی پڑی تھی کہ (آخرت کا) توشہ کسی

Scanned with CamScanner

طرح تھام لے، بھول نہ جائے۔ نجانے آگے کیا صورت پیش آئے۔ اس حالت میں دور دور کہیں مذہبی شعور کا شائبہ تک
یہی حال رہا جب تک وہ تختے پر پہنچ نہیں گیا..... حیرت ہے کہ ان آخری سیکنڈوں میں مجرم ہوش وحواس نہیں کھو
ہوش ہو کر گرتے نہیں بلکہ اس کے برعکس دماغ جاگ اٹھتا ہے، کام کرتا ہے۔ چلتا ہے، خوب زور سے، بہت زور سے، جیسے
مشین چل رہی ہو۔ میرا تخیل کہتا ہے کہ ان لمحوں میں طرح طرح کے خیال دماغ پر دستک دیتے ہیں، ادھورے، ممکن
مضحکہ خیز، بے ربط خیالات کا ہجوم ہوتا، مثلاً یہ کہ: وہ آدمی جو مجھے دیکھ رہا ہے، ماتھے پر اس کے گومڑ ہے۔ جلاد کے کوٹ
نیچے کا بٹن زنگ خوردہ ہے..... یہ سب اور جو بھی دماغ میں آ جائے، سب سمجھتا اور یاد رکھتا ہے۔ صرف ایک نقطہ ایسا ہے جس
پر پورا دھیان لگا رہتا ہے۔ یہ کہ ہوش وحواس قائم رکھنا ہے۔ ہر چیز اسی کے نزدیک، اسی نقطے کے گرد گھومتی رہتی ہے۔
سوچے تو اسی نقطے پر آخری چوتھائی سیکنڈ تک توجہ مرکوز ہے۔ یہاں تک کہ سر اس جگہ رکھ دیا جاتا ہے جہاں گردن کٹے
گی..... اور آدمی انتظار میں ہے، اور..... جانتا ہے، اور ایک دم اپنے سر کے اوپر لوہے کی دھار سرکتی محسوس کر لیتا ہے! لوہے
کے نیچے سرکنے کی آواز ضرور بالضرور سنائی دے جاتی ہے۔ اگر میں نے خود وہاں سر رکھا ہوتا تو ارادتاً سنتا اور من ہی من
چاہے وہ لمحہ بھر کا ایک بٹا دس وقت کیوں نہ ہو۔ اسی ایک آن میں وہ سن ضرور لیتا ہے۔ ذرا تصور کیجیے کہ آج تک اسی پر بحث
چل رہی ہے کہ ممکن ہے جب سر تن سے کٹ کے الگ ہوتا ہے، صرف ایک سیکنڈ ہی کٹنے کا، جدا ہونے کا احساس باقی رہتا
ہو۔ واہ کیا سوچ ہے! اور اگر ایک نہیں، پانچ سیکنڈ یہ احساس باقی رہتا ہو تو؟..... آپ قتل گاہ کی تصویر کھینچیے اس طرح کہ صرف
ایک، بالکل آخری سیڑھی نظر کے سامنے رہے، صاف صاف، نزدیک سے۔ مجرم نے اس پر پاؤں رکھا ہے۔ سر، چہرہ، کاغذ
کی طرح سفید، پادری اس کے سامنے صلیب بڑھاتا ہے، وہ بے صبری سے اپنے ہونٹ، نیلے ہونٹ نکال دیتا ہے اور نظر
ڈالتا ہے اور..... سب کچھ سمجھتا ہے۔ صلیب اور انسانی سر، یہ ہوئی تصویر۔ پادری کا چہرہ، جلاد کا، اس کے دونوں مددگاروں
کے چہرے، نیچے سے کئی سر اور کئی آنکھیں..... ان سب کو نمایاں نہ کیا جائے، پس منظر میں ڈالا جائے، دھندلکے میں، ضمنی
حیثیت میں..... اب ذرا ملاحظہ ہو کیا تصویر بنی۔"

پرنس یہ کہہ کر خاموش ہو گیا اور حاضرین پر ایک نظر ڈالی۔

"اس میں ذہنی یکسوئی کی سی کوئی بات نہیں۔" الیکساندرا نے دل ہی دل میں کہا۔

"اب ذرا آپ وہ سنائیے، اپنی داستانِ الفت۔" ادے لائیدا نے سوال کیا۔

پرنس حیرت سے اس کی صورت دیکھتا رہ گیا۔

"سنیے!" گویا ادے لائیدا کو جلدی پڑی تھی۔ "بازل کی تصویر کا بیان آپ کی طرف بقایا ہے لیکن فی الحال مجھے
آپ کی زبان سے سننا ہے کہ محبت میں کیا گزری۔ مجھ سے بنے نہیں۔ محبت سے تو گزرے ہیں آپ۔ پھر یہ بھی ہے کہ
جونہی یہ قصہ چھیڑیں گے، فلسفی نہیں رہ جائیں گے۔"

"اور جونہی قصہ تمام کریں گے، فوراً اپنے بیان پر شرما جائیں گے۔ بتائیے ایسا کیوں؟" ایک دم اگلایا بول
پڑی۔

"کیسی بے وقوفی کی بات کرتی ہو۔" بیگم جنرل نے اگلایا کو ڈانٹ دیا اور بگڑ کر دیکھا۔

Scanned with CamScanner

''ناسمجھی ہے!'' الیکساندرا نے ماں کی تائید کردی۔

''آپ اس کی بات کا خیال نہ کیجیے پرنس!'' بیگم صاحبہ نے پرنس کو مخاطب کیا۔ ''معلوم نہیں اسے کیا ضد ہوگئی ہے، ضد میں ایسی حرکت کر رہی ہے۔ اتنی احمقانہ تربیت نہیں ملی ہے اسے۔ لڑکیوں کے تنگ کرنے کا برا نہ مانیے۔ غالباً انہیں کچھ شرارت سوجھی ہے ورنہ سچ بات یہ ہے کہ آپ انہیں پسند آ گئے ہیں۔ میں ان کی صورتیں پہچانتی ہوں۔''

''اور میں بھی ان کی صورتیں پہچانتا ہوں۔'' پرنس نے اپنے الفاظ پر زور دے کر کہا۔

''یہ کیسے؟'' ادے لائیدا نے کرید کر پوچھا۔

''آپ کو ہمارے چہروں کی کیا خبر؟'' دوسری دونوں بہنوں نے بھی اپنے تجسس کا اظہار کیا۔

مگر پرنس خاموش رہا۔ چہرے پر متانت تھی۔ سب اس کے جواب کا انتظار کرتے رہ گئے۔

''بعد میں کبھی بتادوں گا۔'' اس نے زیرلب اور سنجیدگی سے کہا۔

''آپ نے طے کر رکھا ہے کہ ہمیں الجھائے رکھیں۔'' اگلایا چیخ پڑی۔ ''کیا شان گانٹھی ہے، واہ!''

''چلو، اچھا ہے۔'' ادے لائیدا نے پھر جلدی سے اظہار خیال کیا۔ ''اگر چہروں کی شناخت میں آپ اتنے ہی تیز ہیں تو گمان غالب ہے کہ آپ نے محبت بھی کی ہوگی۔ مطلب یہ کہ میں نے بھانپ لیا۔ چلیے اب بیان کر ڈالیے۔''

''میں نے کبھی محبت نہیں کی۔'' پرنس نے اسی طرح نیچی آواز اور متین لہجے میں جواب دیا۔ ''بغیر محبت کے ہی مجھے مسرت حاصل تھی۔''

''وہ کیسے؟ کس بات سے؟''

''اچھا، تو سنا ہی دوں۔'' پرنس کی زبان سے نکلا، وہ گویا گہرے خیال میں ڈوب گیا تھا۔

(6)

''دیکھیے آپ سب لوگ مجھے ایسے تجسس سے دیکھ رہے ہیں کہ اگر آپ کا تقاضا پورا نہ کروں تو بگڑ بیٹھنا قدرتی ہے۔'' پرنس نے کہنا شروع کیا۔ ''نہیں، میں نے مذاق میں کہا۔'' اس نے یہ جملہ بڑھانے میں جلدی کی اور مسکرادیا۔ ''ہاں جہاں میں رہا، بچے ہی بچے تھے اور تمام وقت وہیں بچوں میں رہا..... صرف بچوں کے ساتھ۔ گاؤں کے بچے تھے، ساری پلٹن انہی کی تھی، اسکول میں پڑھنے والوں کی۔ یہ نہیں کہ میں انہیں پڑھاتا تھا، جی نہیں۔ اس کام کے لیے اسکول ٹیچر موجود تھا، ژیول طیو۔ کہہ سکتے ہیں کہ میں بھی انہیں کچھ پڑھادیا کرتا تھا، مگر بس یونہی ان کا میرا ساتھ تھا اور میرے چار سال اسی طرح گزر گئے۔ کچھ اور کام دھام تو تھا نہیں۔ ہر بات ان سے کر لیتا تھا، کچھ بھی دل میں نہیں رکھتا تھا۔ ان کے والدین اور عزیز رشتہ دار مجھ سے سخت ناراض رہنے لگے کیونکہ آخرکار بچے مجھ سے بے حد مانوس ہوگئے تھے، میرے بغیر نہیں رہ سکتے تھے اور مجھی کو گھیرے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ اسکول ٹیچر تو سخت دشمن ہوگیا۔ وہاں میں نے بہت دشمن بنا لیے، وجہ اس کی صرف بچے۔ اور تو اور شنیدر مجھے شرم دلایا کرتا تھا۔ ان لوگوں کو ڈر کس بات کا تھا؟ بچے کو سبھی کچھ بتادینا چاہیے..... ہر ایک بات! مجھے یہ سوچ کر حیرانی ہوتی تھی کہ بڑی عمر کے لوگ یہاں تک کہ ماں باپ اپنے بچوں سے کتنے بے خبر ہیں، انہیں سمجھتے نہیں۔ بچوں سے کوئی بات چھپانی نہیں چاہیے۔ یہ کہہ کر کہ ابھی وہ کم عمر ہیں، ابھی انہیں یہ اور وہ

Scanned with CamScanner

معلوم ہونے کا وقت نہیں آیا۔ کیسا افسوسناک، المناک تصور ہے یہ! خود بچے کیسے تاڑ لیتے ہیں کہ والدین انہیں بہت ہی کم سا اور بالکل ہی ناسمجھ شمار کر رہے ہیں، حالانکہ وہ ہر بات کو خوب سمجھتے ہیں۔ بڑوں کو خبر ہی نہیں کہ بچہ آڑے وقت پر نہایت اہم مشورہ دے سکتا ہے۔ اف خدایا! جب یہ ننھی سی چڑیا، خوشی خوشی اور پورے اعتبار کے ساتھ آپ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتی ہے تو آپ کو شرم آتی ہے۔ اس سے جھوٹ فریب کرتے ہوئے۔ میں انہیں اسی لیے ننھی سی چڑیا کہہ رہا ہوں کہ میرے خیال میں چڑیا سے پیاری کوئی ہستی نہیں دنیا میں۔ ہاں تو میں سنا رہا تھا کہ گاؤں بھر میں لوگ مجھ سے خفا ہونے زیادہ دیر تک ایک خاص واقعے کے سبب..... طیو کو مجھ سے بس جلن ہوگئی تھی۔ شروع شروع میں وہ سر ہلا ہلا کر تعجب کیا کرتا تھا کہ میں سمجھاتا ہوں تو بچے سب سمجھتے ہیں، وہ سمجھاتا ہے تو تقریباً کورے رہ جاتے ہیں۔ بعد میں وہ میرا مذاق اڑانے لگا۔ جب میں نے بتایا کہ میں اور وہ ہم دونوں انہیں کچھ نہیں سکھا سکتے، الٹا وہی ہمیں سکھا کر رکھ دیں گے۔ مجھ پر خار کھانے اور نہمت لگانے کی گنجائش ہی کہاں تھی جبکہ وہ خود ہر وقت بچوں کے ساتھ رہتا تھا۔ بچوں کی بدولت روح کے زخم بھرتے ہیں..... وہاں شنیدر کے یہاں ایک بیمار تھا، ایک بہت ہی دکھی اور بدنصیب آدمی۔ وہ ایسے عذاب میں گرفتار تھا کہ شاید ہی ویسی کوئی اور مصیبت ہوتی ہو۔ خلل دماغ کے علاج کے لیے بھیجا گیا تھا۔ مگر میں جانوں اس کے دماغ میں کوئی خلل نہیں تھا، صرف روح پر شدید صدمہ تھا۔ بس اسی ایک روگ میں گرفتار تھا یہ مفلس۔ کاش آپ اندازہ کر سکیں کہ ہمارے یہاں کے بچے آخر میں اس کے حق میں کیا نعمت ثابت ہوئے..... مگر خیر، اس مریض کا قصہ آپ کو پھر کبھی سناؤں گا۔ فی الوقت یہ بتا رہا تھا کہ وہ واقعہ شروع کہاں سے ہوا۔

"شروع میں بچوں کو مجھ سے کوئی انسیت نہیں تھی۔ ایک تو عمر میں ان سے بڑا، پھر اول ہمول۔ مجھے معلوم ہے کہ صورت شکل بھی اچھی نہیں..... یہ سب تو خیر، اوپر سے میں غیر ملکی بھی تھا۔ بچے اول اول مجھ پر ہنسا کرتے تھے اور پھر کنکر پتھر بھی مارنے لگے۔ جب انہوں نے مجھے ماری کو پیار کرتے دیکھ لیا۔ لے دے کے صرف ایک بار میں نے اسے چوما تھا..... نہیں نہیں ہنسیے مت۔" پرنس نے اپنے سامعین کو طنزیہ مسکراتے دیکھ کر جلدی سے ٹوکا۔ "یہ محبت کا معاملہ قطعی نہیں تھا۔ اگر کہیں آپ کو اندازہ ہوتا کہ ماری کیسی ستم زدہ مخلوق تھی تو آپ کو بھی بری طرح سے بہت ہی ترس آتا اس پر۔ وہ اسی گاؤں کی تھی۔ اس کی ماں ایک بڑھیا کھوسٹ تھی، چھوٹی سی، بوسیدہ کٹیا میں۔ جہاں صرف دو کھڑکیاں بنی تھیں، ایک کھڑکی لوکل بورڈ کے حکم سے الگ کر دی گئی اور اس کھڑکی سے سرکاری اجازت تھی مال بیچنے کی، وہ اسی ایک کھڑکی میں سے رسی، بتا گا، صابن، تمباکو وغیرہ پرچون کا مال پھنگر میں بیچا کرتی تھی۔ انہی چند کوڑیوں کی آمدنی پر گزر بسر تھا۔ روگی عورت تھی، دونوں ٹانگیں پھولی ہوئی، اس لیے ایک ہی جگہ جم کر بیٹھی رہتی۔ ماری، اس کی بیٹی، کوئی بیس سال کی نہایت کمزور، دبلی پتلی لڑکی۔ کافی دنوں سے دق کی مریض، پھر بھی گھر گھر جاتی، محنت مشقت کے کام کرتی اور اجرت پر گھریلو خدمت انجام دیا کرتی جیسے فرش دھونا، کپڑے، آنگن صاف کرنا، چوکا نا، مویشیوں کو صاف رکھنا۔ ایک فرانسیسی تاجر نے جو اس مقام سے گزرتے ہوئے ٹھہرا تھا، لڑکی کو ورغلایا، بھگا لے گیا اور ہفتہ بھر بعد راستے میں چھوڑ کر چلتا بنا۔ وہ تمام راستے مانگتی کھاتی اپنی جھونپڑی پر واپس آ گئی، کپڑے غلیظ، بال بکھرے، جوتے پھٹے ہوئے۔ پورے ہفتے پیدل چلتی ہوئی، کھیتوں میں راتیں گزارتی۔ مصیبت کی ماری گھر پہنچی تو بری طرح نزلہ زکام میں گرفتار تھی۔ پیروں میں زخم، ہاتھ سوجے ہوئے اور جا بجا کھال پھٹنے سے

Scanned with CamScanner

لہولہان۔ پہلے بھی صورت شکل یونہی سی تھی، صرف آنکھوں میں البتہ نرمی، شرافت اور معصومیت جھلکتی تھی۔ انتہائی گم سم، چپ چپ۔ پہلے صرف ایک بار ایسا ہوا کہ وہ کام کرتے کرتے گانے لگی اور مجھے یاد ہے کہ سب کے سب حیران رہ گئے، ہنسنے لگے 'ارے دیکھنا، ماری گا رہی ہے! یہ کیسے؟ ماری اور گانا؟' اس نے یہ آوازیں سنیں تو اوسان خطا ہو گئے۔ اور عمر بھر کے لیے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگ گئی۔ تب تک، خیر لوگ اس پر شفقت کی نظر رکھتے تھے مگر جب وہ دکھیا، مظلوم، بیماری کی شکار اپنے گھر لوٹ کر آئی تو کوئی نہ تھا کہ اس کا غم بٹائے، دو بول ہمدردی کے کہے۔ لوگ بھی کتنے بے درد ہوتے ہیں۔ ایسے معاملے میں کیسے کٹھور خیالات لیے پھرتے ہیں۔ پہلے تو بڑھیا ماں نے اس کی خوب خبر لی، ڈانٹا، پھٹکارا کہ "کمبخت تو نے مجھے اب رسوا کر دیا۔ بڑی بی نے بیٹی کو سب سے پہلے ذلیل و بدنام کیا۔ جب گاؤں میں اس کی واپسی کی خبر پھیلی تو سب کے سب دوڑے ہوئے آئے ماری کو دیکھنے۔ سارا گاؤں ہی ٹوٹ پڑا اس بوسیدہ جھونپڑی میں۔ بوڑھے، بچے، عورتیں، لڑکیاں سبھی دھکا پیل کرنے لگے، ہجوم لگ گیا، گھر میں گھسنے کی بے صبری تھی سبھوں کو۔ ماری زمین پر بوڑھی ماں کے قدموں میں پڑی تھی، بھوکی، پھٹے حالوں، روئے جا رہی تھی۔ جب اس نے لوگوں کا نرغہ دیکھا، اپنے الجھے، گندے بالوں میں منہ چھپا لیا اور جھک کر سرزمین پر ٹیک دیا۔ گاؤں والے اسے یوں تک رہے تھے جیسے وہ کوئی موری کا کیڑا ہو۔ بوڑھے اس کے جسم میں تھوک رہے تھے، جوان اوپر سے ٹھٹھے لگا رہے تھے، عورتیں گالی کوسنے میں مشغول تھیں، تھوتھو کر رہی تھیں اور ایسے حقارت سے دیکھ رہی تھیں جیسے لڑکی نہیں، کوئی مکڑی ہو۔ ماں یہ سب ہنگامہ دیکھتی رہی، خود وہیں بیٹھی بیٹھی گردن ہلاتی اور ان لوگوں کی ہاں میں ہاں ملاتی رہی۔ ان دنوں بڑھیا خود بہت بیمار تھی اور قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھی تھی۔ دو مہینے مشکل سے گزرے ہوں گے کہ مر گئی۔ اسے خبر تھی کہ اب بچنے کی نہیں، پھر بھی مرتے دم تک اس نے بیٹی کو معاف کر کے نہیں دیا، بات چیت بند رکھی اور بھوکے پیٹ رکھ کر اسے ٹھنڈی ڈیوڑھی میں سونے کے لیے ڈال دیا کرتی تھی۔ بیمار بڑھیا کو اکثر وقت گرم پانی میں پاؤں ڈالنا لازم تھا۔ ماری اس حال میں بھی روزانہ گرم پانی سے اس کے پاؤں دھلاتی اور ساری خدمت کرتی رہی۔ وہ کہے سنے بغیر بیٹی سے سب خدمت لے لیتی مگر کیا مجال جو پیار کا ایک بول منہ سے نکل جائے۔ ماری یہ سارے مصائب سہہ گئی اور بعد میں جب میں اس سے ملا ہوں تو دیکھا کہ وہ خود ہی انہیں حق بجانب گردانتی اور اپنی نظر میں خود کو سب سے گئی گزری چیز سمجھتی تھی۔ جب بوڑھیا بالکل ہی پلنگ سے لگ گئی تو اس کی خبر گیری کے لیے گاؤں کی بوڑھی عورتیں باری باری آنے لگیں، یہ گاؤں کا چلن تھا۔ انہوں نے ماری کا کھانا دانہ ایک سرے سے بند کر دیا۔ پہلے تو گھروں میں اوپر کا کام مل بھی جاتا تھا، اب کوئی اپنے گھر اس کا روادار نہ تھا، سب اسے دھتا بتاتے تھے، پھٹکارتے اور تھوک دیا کرتے تھے۔ مردوں نے تو اسے عورت شمار کرنا چھوڑ دیا تھا، گندی گندی باتیں اس کے منہ پر کر لیتے تھے۔ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ شرابی لوگ اتوار کو جب زیادہ پی گئے تو مذاق اڑانے کی نیت سے اس کی طرف کوڑی پیسہ پھینک دیا، ایسے کہ زمین پر گرے، ماری چپ چاپ وہ بھی جھک کر اٹھا لیتی تھی۔ مگر ایسے وقت میں وہ کھانستی تو منہ سے خون تھوکنے لگتی۔ آخر اس کے بدن پر ہوتے ہوتے چیتھڑے لٹکنے لگے۔ یہاں تک کہ گھر سے باہر نکلتے، گاؤں میں جاتے اسے شرم آنے لگی۔ جب وہ گھر لوٹ کر آئی تھی ننگے پاؤں پھرا کرتی تھی۔ اس حال کو پہنچی تو گاؤں کے بچوں کی پوری پلٹن، اسکول کے کوئی چالیس سے اوپر بچے ہوں گے، اسے چڑانے چھیڑنے لگے، چلنے میں اس پر کیچڑ اچھالتے تھے۔ وہ گوالے کے گھر گئی

Scanned with CamScanner

کہ گائے بیل کی خدمت پر اسے رکھ لے، مگر گوالے نے اسے بھگا دیا۔ تب وہ مویشیوں کے گلے کے ساتھ، بغیر پوچھ گ
چل دیتی اور سارے سارے دن گھر سے باہر انہی میں گھوما کرتی۔ اب چونکہ اس نے مویشیوں کی بڑی دیکھ ریکھ کی، ب
فائدہ ہوا تو گوالے نے بھگانا دھتکارنا بند کر دیا اور کبھی کبھی اپنے کھانے کی جھوٹن، پنیر اور روٹی دینے لگا۔ وہ اپنی جگہ سمجھ
کہ بڑی فیاضی برت رہا ہے۔ جب ماری کی ماں مری تو چرچ کے خاص پادری کو شرم نہ آئی اور اس نے بھرے مجمع میں ما
کو ذلیل کیا۔ ماری تابوت کے پیچھے کھڑی تھی خستہ حال، انہی چیتھڑوں میں کھڑی زار زار رو رہی تھی۔ بہت لوگ یہی تما
دیکھنے آ گئے تھے کہ اب وہ روئے گی، جلوس جنازہ میں جائے گی تو کیسے! تب پادری، جو خود ابھی نوعمر تھا اور اس کوشش میں
لگا ہوا کہ بڑا واعظ بن جائے، تمام حاضرین سے مخاطب ہوا اور ماری کی طرف انگلی اٹھا کر بولا "یہ رہی وہ جو اصل سبب بنی
اس بزرگ خاتون کی موت کا" (سچ پوچھیے تو بڑھیا دو سال سے بیمار چلی آ رہی تھی۔) "آپ کے سامنے کھڑی ہے یا
نظر نہیں اٹھا سکتی۔ کیوں؟ کیونکہ عبرت کا نمونہ بنی ہوئی ہے۔ پا برہنہ، آشفتہ حال، ژولیدہ بال، ان لوگوں کے لیے ایک
زندہ مثال جو اپنے محسن سے محروم ہو جاتے ہیں۔ کون ہے یہ؟ مرحومہ کی دختر بداختر! یہ اور اسی طرح کی باتیں اور ذرا تصو
کیجیے، یہ بچپن قریب قریب سبھی کو اچھا لگا..... مگر اتنے میں ایک اور ہی تماشا ہو گیا۔ بچے آگے بڑھے کیونکہ تب تک بچوں
میں نے پرچا لیا تھا، وہ میرے حمایتی بن گئے تھے اور ماری کو پسند کرنے لگے تھے۔ تو اب سنیے، کیا ہوتا ہے! میرا بہت
چاہتا تھا کہ ماری کے لیے کچھ کروں، کیا کروں؟ سخت ضرورت تھی کہ روپے پیسے سے اس کی مدد کی جائے لیکن روپیہ میرے
پاس کبھی ہوا ہی نہیں..... روپیہ کیا، کاپک تک نہیں۔ میرے پاس چھوٹی سی ہیرے کی پن رکھی تھی۔ میں نے وہ اٹھا کر ایک
پھیری والے کے ہاتھ فروخت کر دی۔ یہ شخص گاؤں گاؤں پھرتا اور پرانے کپڑوں کا لین دین کرتا تھا۔ اس نے مجھے صرف
آٹھ فرانک دیے حالانکہ ہیرے کی پن چالیس فرانک کی تو یقیناً تھی۔ کافی دن میں کوشش میں رہا کہ ماری کہیں تنہا مل
جائے۔ آخر ایک روز گاؤں کے باہر جنگلے کے پاس، جہاں پہلو سے پگڈنڈی پہاڑ کی طرف نکلتی ہے، درخت کے پیچھے وہ
مجھے مل گئی۔ میں نے فوراً وہ آٹھ فرانک اس کے حوالے کیے اور کہہ دیا کہ احتیاط سے رکھنا، کیونکہ میرے پاس آئندہ کچھ نہیں
ہوگا۔ پھر میں نے اسے چوما اور کہا کہ یہ گمان نہ کرنا کہ کوئی بری نیت رکھتا ہوں۔ میں نے جو پیار کیا تو اس لیے نہیں کہ محبت
ہو گئی ہے بلکہ اس لیے کہ دل دکھتا ہے، ترس آتا ہے۔ میں شروع سے ہی اسے ذرا بھی قصوروار نہیں سمجھتا بلکہ بس بدقسمتی کا
شکار سمجھتا ہوں۔ بہت خواہش تھی کہ وہیں اسے تسکین دوں، دلاسہ دوں، یقین دلاؤں کہ خود کو سب کے سامنے گرا ہوا شمار
کرنے کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں، لیکن شاید وہ سمجھی ہی نہیں یہ بات۔ تبھی میں نے جان لیا تھا، اگرچہ وہ تمام وقت میرے
سامنے کھڑی رہی، شرم سے گردن جھکائے، آنکھیں نیچے کیے، بے زبان۔ جب میں کہہ چکا تو اس نے میرے ہاتھوں کو
بوسہ دیا۔ میں نے بھی اس کا ہاتھ تھاما اور پیار کرنے ہی والا تھا کہ وہ جھٹکا دے کر ہٹ گئی۔ ایک دم نظر آیا کہ اس وقت بچوں
نے ہمیں دیکھ لیا، پوری بچہ پلٹن نے۔ بعد میں پتہ چلا کہ بہت دن سے وہ میری ٹوہ میں لگے رہتے تھے۔ بچوں نے دیکھتے
ہی سیٹی بجا دی، تالیاں پیٹنے لگے اور زور زور سے قہقہے مارے۔ ماری بے تحاشا وہاں سے بھاگی۔ میں کچھ کہنا سننا چاہتا تھا
مگر بچے کہاں سننے والے۔ کنکر پتھر مارنے لگے۔ اسی دن سب کو، گاؤں بھر کو واقعے کی خبر ہو گئی۔ ماری کی اور بھی شامت
آئی۔ لوگ اس سے اور بھی بے زار ہو گئے۔ یہاں تک سنا ہے کہ اس کو عدالت میں گھسیٹ کر سزا دلوانے کی تیاری تھی مگر خیر

خدا کا شکر ہے، وقت مل گیا۔ پھر بچے اس کا راستہ روکنے لگے۔ گزرنے نہیں دیتے تھے۔ اب انہوں نے اور زیادہ راستہ چلنے چڑانا اور کھجڑا چھالنا شروع کر دیا۔ اسے تنگ کرتے، دوڑاتے۔ وہ اپنے کمزور سینے کی طاقت سے دوڑتی، ان بچوں سے جان چھاتی، بے دم ہو جاتی اور یہ اس کا پیچھا کرتے، ہلڑ مچاتے اور گالیاں بکتے۔ ایک بار مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں بچہ پلٹن پر جھپٹ پڑا۔ پھر میں نے انہیں سمجھانا شروع کیا، روزانہ جب بھی موقع مل جاتا، کچھ نہ کچھ کہتا۔ کبھی کبھی وہ باز آ جاتے، میری بات سن لیتے، اگرچہ گالیاں بکنا بند نہیں کرتے تھے۔ میں انہیں سمجھاتا تھا کہ یہ کتنی دکھیا ہے۔ تھوڑے دنوں میں وہ مان گئے۔ خاموشی سے گزر جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ مجھ میں اور ان بچوں میں بات چیت کا سلسلہ چل نکلا۔ میں ان سے کچھ نہیں چھپاتا تھا۔ ساری بات کہہ دیا کرتا تھا۔ وہ بڑے اشتیاق سے سنتے اور آخر انہیں بھی ماری پر رحم آنے لگا۔ ننھے بچے، جب ماری کا سامنا ہوتا تو نرمی کے ساتھ اس سے سلام دعا بھی کر لیتے۔ وہاں کی رسم ہے کہ آدمی کا سامنا ہو جائے تو چاہے آپ اس سے واقف ہوں یا نہ ہوں، سر جھکا کر سلام کر لیتے ہیں۔ تصور کر سکتا ہوں کہ ماری اس سلام دعا پر کتنی حیران ہوتی ہوگی۔ ایک بار دو بچیاں کھانا لے کر ماری کے پاس گئیں، کھانا دیا، بعد میں مجھے آ کر بتایا۔ وہ بولیں کہ ماری رو پڑی اور یہ کہ اب وہ بھی ماری کو بہت پسند کرنے لگی ہیں۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ بھی اسے پسند کرنے لگے اور اس کے ساتھ ساتھ میں بھی ایک دم مقبول ہو گیا۔ بچے اکثر میرے پاس آنے جانے لگے اور مجھ سے اصرار کرنے لگے کہ انہیں کچھ بتایا کروں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے بیان کرنے میں کوئی خوبی تھی کیونکہ انہیں میری باتیں سننا بہت پسند آتا تھا۔ نتیجہ یہ کہ میں پڑھنے اور معلومات فراہم کرنے لگا تا کہ بعد میں انہیں سنایا کروں۔ باقی کے تینوں برس اسی طرح پڑھتے، سناتے گزر گئے۔ بعد میں جب ہر طرف سے انگلیاں اٹھنے لگیں، یہاں تک کہ شنیدر نے اعتراض کیا کہ میں بچوں سے اس طرح باتیں کیوں کرتا ہوں جیسے بڑوں سے کی جاتی ہیں اور بات کرنے میں کوئی پردہ نہیں رکھتا تو میں نے سب کو یہی جواب دیا کہ بچوں سے جھوٹ بولتے شرم آتی ہے کیونکہ بغیر بتائے ہی وہ سب جانتے ہیں، کتنا ہی چھپایا جائے وہ کہیں نہ کہیں سے پتہ چلا لیتے ہیں، غلط سلط۔ البتہ میں بتاؤں گا تو غلط سلط نہیں ہوگا۔ ہر ایک کو وہ وقت یاد کرنا، یاد رکھنا چاہیے جب وہ خود بچہ تھا۔ یہ میں کہتا رہا مگر کسی نے اتفاق نہ کیا..... میں نے ماری کو اس کی ماں کی موت سے دو ہفتہ پہلے ہی پیار کیا تھا (اور بچوں نے دیکھا تھا) جب پادری میت پر وعظ کہہ رہا تھا، اس وقت تک سارے بچے میرے حمایتی ہو چکے تھے۔ میں نے وہیں کے وہیں بچوں سے بات کی، انہیں پادری کی اس حرکت کا مطلب سمجھایا۔ سب کے سب پادری پر بگڑ گئے۔ کئی بچوں کو اتنا غصہ آیا کہ انہوں نے پتھر مار مار کر کھڑکیوں کے شیشے توڑ ڈالے۔ میں نے بچوں کی روک تھام کی۔ پتھر مارنا بہت بری بات تھی، بچے مان گئے لیکن فوراً یہ خبر گاؤں میں پھیل گئی، سب کو پتہ چل گیا۔ سارا الزام مجھ پر دھرا جانے لگا کہ میں نے بچوں کو بگاڑ دیا ہے۔ پھر سب کو پتہ چلا کہ بچوں کو ماری پسند ہے، اس پر اور بھی دہشت پھیلی۔ جو بھی ہوا سو ہوا..... ماری کی بدنصیبی جاتی رہی۔ وہ خوش رہنے لگی۔ بچوں کو گھر والوں نے منع کر دیا کہ ماری سے نہ ملا کریں مگر وہ چھپ چھپ کر اس مویشی خانے پر جانے لگے جہاں ماری کام کرتی تھی..... یہ جگہ گاؤں سے کافی دور کوئی ڈیڑھ کوس پر تھی۔ کچھ بچے کھانے کی چیزوں سے اس کی خاطر کرنے پہنچتے اور کچھ دوڑ کر جاتے کہ اسے گلے لگا کر، پیار کر کے ایک جملہ کہہ دیں "Je vous aime, Marie"[2] اور یہ کہتے ہی جھٹ بھاگ نکلتے۔ ماری پر اس انجانی اور ناگہانی تبدیلی کا اتنا اثر ہوا کہ وہ خوشی کے مارے پاگل

ہوتے ہوتے رہ گئی۔ کبھی اس نے خواب میں بھی وہ دن نہ دیکھا تھا۔ اسے یہ جملہ سن کر حیا بھی آتی تھی، خوشی بھی ہوتی تھی۔ بڑی بات یہ کہ بچوں کا جی چاہتا تھا، خصوصاً بچیوں کو شوق تھا کہ وہ اس کے پاس دوڑی دوڑی جائیں اور اسے بتایا کریں کہ میں ماری سے محبت کرتا ہوں اور اس کے بارے میں بچوں سے اکثر بات کیا کرتا ہوں۔ بچوں نے اسے بتا دیا کہ میں نے ہی انہیں سکھا پڑھا دیا ہے کہ وہ اب ماری سے پیار کرتے ہیں، اس سے ہمدردی رکھتے ہیں اور آئندہ بھی یہی ہوگا۔ پھر وہاں سے بھاگے ہوئے میرے پاس آتے اور خوشی اور فکرمندی سے تمتماتے چہروں کے ساتھ مجھے بتاتے کہ ابھی ابھی ماری سے مل کر آ رہے ہیں۔ اس نے مجھے سلام کہلوایا ہے۔ شام کے وقت میں آبشار کی سیر کو جایا کرتا تھا۔ وہاں ایک خاص جگہ تھی گاؤں کی طرف سے ذرا آڑ میں، جس کے چاروں طرف Poplar کے خودرو درخت کھڑے تھے۔ شام ہوئی کہ بچے وہاں دوڑ کر مجھ سے ملنے آ جایا کرتے۔ بعضے تو چھپتے چھپاتے آیا کرتے تھے۔ شاید انہیں ماری سے میری محبت کا معاملہ بڑا ہی پرلطف معلوم ہوتا ہوگا۔ میں نے وہاں جتنی بھی مدت بسر کی ہے، اس کے دوران بس یہی ایک معاملہ ایسا تھا جہاں انہیں دھوکے میں رکھا۔ کبھی یہ بات صاف نہ کی کہ مجھے ماری سے بالکل محبت نہیں، دور دور یہ بات نہیں۔ ان کے یقین کو صدمہ نہیں پہنچایا یہ بتا کر مجھے تو صرف ترس آتا ہے اس کے حال پر، اس کے سوا کچھ نہیں۔ سارے آثار ایسے تھے کہ بچوں کا جی چاہتا تھا کہ ماری سے میری محبت کا یقین کیے جائیں۔ انہوں نے یہی تصور باندھ رکھا تھا اور آپس میں اس کی بات کرتے تھے تو میں ٹال گیا، چپ رہا اور ظاہر یہی کیا کہ ان کا یقین اپنی جگہ درست ہے۔ اتنے نازک اور حساس دل تھے ان ننھے بچوں کے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ان کا پسندیدہ رحمدل لیون (یعنی میں) ماری سے پیار کرے اور ماری یوں پھٹے حالوں ننگے پاؤں پھرتی رہے! ذرا تصور فرمائیے کہ بچوں نے اسے جوتے، زنانے موزے اور اندر کے کپڑے مہیا کر دیئے۔ اور تو اور وہ اوپر کا زنانہ لباس بھی اڑا لائے، کہاں سے اڑا لائے، میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ساری کی ساری بچہ پلٹن اس میں لگ گئی۔ جب میں نے ان سے پوچھ گچھ کی کہ یہ کیسے ہوا تو وہ مزے لے کر ہنسنے لگے اور بچیوں نے خوب تالیاں بجائیں، مجھے پیار کرنے لگیں۔ کبھی کبھی میں چوری چھپے ماری سے ملنے جایا کرتا تھا۔ وہ بری طرح بیمار پڑ گئی تھی اور باہر آنا جانا بھی مشکل ہو گیا تھا۔ آخر وہ وقت آیا کہ گوالے کی نوکری بھی اس سے نہیں چل سکی، البتہ مویشیوں کے گلے کے ساتھ روز صبح جایا کرتی تھی اور جا کر کہیں نزدیک بیٹھ جاتی۔ ایک کھڑی چٹان کے پاس کوئی کگار نکلا ہوا تھا۔ وہیں ماری ایک پتھر پر سب کی نظروں سے ہٹ کر کونے میں بیٹھ جاتی اور سارے سارے دن خود بھی پتھر کی طرح بے جنبش بیٹھی رہتی۔ صبح سے دھولی لگن کے وقت تک، جب مویشی گھروں کو لوٹتے، وہ بھی لوٹ آتی۔ اتنی کمزور و لاغر ہو گئی تھی تپ دق کے مارے کہ آنکھیں بند کیے، چٹان کے سہارے سر ٹکائے بیٹھی بیٹھی اونگھ جاتی۔ اسے سانس لینا بھی دشوار ہو گیا تھا۔ چہرہ مرجھا کر ڈھانچ ہو گیا تھا۔ ماتھے پر اور کنپٹیوں پر پسینہ ٹپکتا رہتا تھا۔ جب بھی اسے دیکھا اسی حال میں پایا۔ منٹ بھر کو اسے دیکھنے جایا کرتا تھا اور خیال رہتا تھا کہ کوئی مجھے وہاں دیکھ نہ لے۔ جیسے ہی میں نظر آتا، ماری فوراً چونک اٹھتی، آنکھیں پٹ سے کھول دیتی اور بے تحاشا چومنے لگتی میرے ہاتھوں کو۔ میں بھی ہاتھ نہیں چھڑاتا تھا کیونکہ یہ اس کی خوشی کا سامان تھا۔ جتنی دیر میں وہاں ٹھہرتا وہ لرزتی اور روتی رہتی تھی۔ کئی بار اس کے ہونٹ ہلے، کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن بات سننا سمجھنا مشکل تھا۔ انتہائی بے قراری اور روحانی مسرت کے مارے وہ گویا دیوانی ہو جاتی تھی۔ بعض اوقات بچے بھی میرے ساتھ وہاں پہنچتے تھے۔

Scanned with CamScanner

ایسے موقعوں پر بچے ذرا فاصلے سے رک جاتے اور پہرہ لگا دیتے، کہ کوئی شخص حائل نہ ہونے پائے۔ یہ ڈیوٹی ان بچوں کے لیے حد سے زیادہ خوشگوار ہوا کرتی تھی۔ جب ہم وہاں سے چل دیتے تو وہ پھر اکیلی رہ جاتی تھی۔ پہلے کی طرح پھر ایک جگہ بے جنبش، آنکھیں بند کیے اور پتھر سے ٹیک لگائے، شاید کچھ سوچا کرتی ہو، کسی بات کے خواب دیکھتی ہو۔ ایک بار صبح کو وہ مویشیوں کے ساتھ باہر نہ جا سکی اور اپنے ویران مکان میں ہی رہ گئی۔ بچوں کو فوراً پتہ چل گیا اور قریب قریب سبھی وہاں اس کی خیریت دریافت کرنے جا پہنچے۔ وہ اپنے پلنگ پر تن تنہا بے کسی میں پڑی ہوئی تھی۔ بچوں نے ہی دو دن تک اس کی خبر گیری کی۔ باری باری وہ اس کے پاس جاتے رہے مگر جب گاؤں میں خبر پھیلی کہ ماری اب سچ مچ دنیا سے سدھارنے والی ہے تو گاؤں کی بڑی بوڑھیاں ایک ایک کر کے آنے لگیں اور مرنے والی کے پاس بیٹھنے لگیں۔ شاید گاؤں والوں کو اب ماری پر رحم آنے لگا کیونکہ اب انہوں نے بچوں کی روک ٹوک بند کر دی اور ماری کے پاس جانے کے الزام میں ڈانٹ ڈپٹ بھی چھوڑ دی۔ ماری پر غفلت طاری تھی، نیند آتی اور اچٹ جاتی۔ سخت کھانسی نے اسے بے حال کر رکھا تھا۔ بوڑھی عورتیں بچوں کو وہاں سے بھگا دیتیں مگر وہ پھر آ دھمکتے کھڑکی کے پاس، کبھی تو صرف منٹ بھر کے لیے آتے محض ایک جملہ پکار کر کہنے کے لیے: Bonjour, notre bonee marie[3] اور وہ جونہی ان کی جھلک دیکھ لیتی یا کان میں بھنک پڑتی زندگی کی لہر اس میں دوڑ جاتی تھی اور بوڑھیوں کے منع کرنے کے باوجود پورا زور لگا کر کہنیوں کے بل سر اٹھاتی، سر ہلا ہلا کر اپنی احسان مندی ظاہر کرتی۔ پہلے کی طرح اب بھی وہ اس کے لیے کھانے کا سامان لیے ہوئے آتے مگر کچھ کھانا اب اس کے بس سے باہر تھا۔ ان بچوں کی بدولت، آپ یقین کیجیے گا کہ وہ دنیا سے ہنسی خوشی سدھاری۔ ان کے دم سے اس نے یہ دن دیکھا کہ اپنے دکھ بھرے دن بھول گئی۔ گویا ان بچوں سے اپنی خطاؤں کی معافی مل گئی ہو کیونکہ آخری وقت تک وہ خود کو بڑی گنہگار شمار کرتی تھی۔ روز صبح اس کی کھڑکی کے پاس، چڑیوں کی طرح بچے منہ لگا کر چہکتے، شور مچاتے Nous t'aimons, Marie[4] بہت دن نہ گزرے تھے کہ وہ مر گئی۔ میں سمجھ رہا تھا کہ ابھی وہ بہت زندہ رہے گی۔ جس دن اسے مرنا تھا، میں دن چھپے سے ذرا پہلے اسے دیکھنے پہنچا۔ شاید اس نے مجھے پہچان لیا۔ میں نے آخری بار اس کا ہاتھ تھاما، ذرا دبایا، کیسا لکڑی سا ہاتھ تھا۔ دوسری صبح میرے پاس لوگ خبر لائے کہ ماری چل بسی۔ بچوں پر اب کوئی بھی روک لگانا ممکن نہ تھا۔ انہوں نے میت کو اوپر نیچے تک پھولوں سے ڈھک دیا اور سر پر گلدستہ رکھ دیا۔ پادری نے آخری رسوم کے وقت مرنے والی پر کوئی چھینٹا نہیں مارا، تجہیز و تکفین کے لیے یوں بھی بہت کم لوگ آئے تھے، جو آئے تھے، وہ بھی محض تماشائی کے جذبے سے۔ جب جنازہ اٹھانے کا وقت آیا تو یکبارگی بہت سے بچے دوڑ پڑے کہ خود اٹھائیں گے مگر چونکہ خود نہیں اٹھا سکتے تھے تو دوسروں کو سہارا دینے لگے، جنازے کے ساتھ لپکتے ہوئے چلے، روتے ہوئے گئے۔ تب سے ماری کی قبر بچوں میں بڑی عزت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ وہ اسے پھولوں سے سجاتے ہیں اور قبر کے چوطرفہ انہوں نے گلاب کی قلمیں لگا دی ہیں۔ اس کفن دفن کے بعد سے ہی، سارے گاؤں نے اپنے بچوں کے سبب مجھے غیظ و غضب کا نشانہ بنانا شروع کیا۔ ان میں پادری اور اسکول ٹیچر پیش پیش تھے۔ بچوں پر قطعی طور سے بندش لگ گئی مجھ سے ملنے کی اور شنیدر نے نگرانی کی ذمہ داری اپنے سر لے لی۔ پھر بھی ہم ملتے رہے، دور دور سے اشاروں میں بات کرتے رہے۔ بچے مجھے اپنے ننھے ننھے پرزے بھی لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ بعد میں تو سب ٹھیک ٹھاک ہو گیا، لیکن تب تک بھی کام اچھا چل رہا تھا۔

Scanned with CamScanner

اس کینے فساد نے بچوں کو اور بھی میرے نزدیک کر دیا۔ آخری سال میں تو میں نے ٹیچر طبیو اور پادری دونوں سے تقریباً صلح صفائی کر لی تھی۔ شنیدر نے مجھے بہت سمجھایا بجھایا اور بچوں کے ساتھ میرے نقصان دہ طرز عمل پر بڑی بحث کی، بھلا وہ طرز عمل کیا ہے میرا! آخر شنیدر نے ایک روز جب میں روانہ ہونے والا تھا، اس سے ذرا پہلے اپنا ایک عجیب و غریب خیال مجھ پر آشکار کر دیا۔ وہ کہنے لگا کہ اسے پورا یقین ہو گیا ہے کہ میں خود بالکل ایک بچہ ہوں یعنی ایک بچے میں، مجھ میں کوئی فرق نہیں۔ صرف قد و قامت اور صورت شکل میں بڑا لگتا ہوں ورنہ اپنے اٹھان میں، فطرت میں، اپنی روح میں اور عین ممکن ہے کہ عقل و فہم میں بھی بالغ نہیں ہوا ہوں اور آئندہ بڑھنے کی گنجائش بھی نظر نہیں آتی چاہے ساٹھ برس عمر پاؤں۔ مجھے اس بات پر بہت ہنسی آئی۔ ظاہر ہے کہ وہ غلطی پر تھا۔ کیا میں ننھا سا بچہ ہوں؟ صرف ایک بات برحق ہے، یہ مانتا ہوں کہ مجھے بڑوں کے ساتھ رہنا پسند نہیں۔ بہت زمانے سے یہ احساس ہے کہ بڑی عمر کے لوگوں میں رہ کے دل خوش نہیں ہوتا کیونکہ مجھے ان میں رہنا نہیں آتا۔ چاہے وہ مجھ سے کیسی بھی باتیں کریں، چاہے کتنی ہی مہربانی سے پیش آئیں تاہم ان کے ساتھ نجانے کیوں نباہ دشوار ہوتا ہے۔ البتہ دل خوشی سے بھر جاتا ہے جتنی جلدی میں اپنے دوستوں کے حلقے میں پہنچ جاؤں.... دوست کون؟ ہمیشہ میرے دوست ہیں بچے، وجہ یہ نہیں کہ خود بچہ ہوں بلکہ صرف اتنی سی بات ہے کہ میرا دل ان کی جانب کھنچتا ہے۔ ان دنوں، جب میں نے اس گاؤں میں رہنا شروع کیا تھا، اکیلے میں دم گھٹتا اور میں تن تنہا پہاڑوں کی طرف نکل جایا کرتا تھا تو گھومتے پھرتے کبھی کبھی راہ میں، خاص کر دوپہر کے وقت اسکول سے نکلتے ہوئے بچوں کا سامنا ہو جاتا، پوری بچہ پلٹن، شور مچاتی، بھاگتی دوڑتی، اپنے بستے اور نقشے کی تختیاں سنبھالے، چیخیں اور کلکاریاں مارتی، قہقہے، کھیل کود میں محو سامنے سے گزرتی تو میرے اندر کا پورا وجود ان کی طرف لپکتا تھا۔ جب بھی بچوں سے ملاقات ہو جاتی، ہر ملاقات پر، معلوم نہیں کیوں مگر کوئی بڑی زبردست اور روحانی مسرت کی لہر اپنے تن بدن میں دوڑتی محسوس کیا کرتا تھا۔ میں چلتے چلتے رک جاتا اور ان کے ننھے ننھے پاؤں، ہمیشہ لپکتے دوڑتے پاؤں دیکھ کر، بچوں اور بچیوں کو ایک ساتھ بھاگتے، ہنستے روتے دیکھ کر میں خوشی سے مسکرایا کرتا تھا (اسکول سے گھر جاتے وقت راستے میں انہیں لڑنے جھگڑنے کا، رونے بسورنے کا، روٹھنے اور فوراً من جانے کا اور پھر کھیل میں لگ جانے کا وقت ملتا تھا) اس منظر کو دیکھتا تو اپنا سارا غم بھول جاتا تھا۔ پھر ان تین برسوں کے دوران میری تو عقل میں بالکل نہیں آیا کہ لوگ آخر غم کیسے پالتے ہیں، غمزدہ کس لیے رہتے ہیں؟ میری تقدیر ان بچوں سے وابستہ ہو گئی تھی۔ میں نے کبھی سوچا ہی نہیں کہ یہ گاؤں چھوڑ کر چل دوں گا۔ عقل اس خیال کو گوارا ہی نہیں کرتی تھی کہ میں کبھی اس طرف کا، روس کا رخ بھی کروں گا۔ مجھے محسوس ہوتا تھا کہ اب یہیں رہ جانا ہے لیکن آخر کار میں نے دیکھا کہ شنیدر پر بار بن کر رہنا غلط ہوگا۔ پھر حالات نے ایسا رخ اختیار کیا، شاید گمبھیر صورتحال پیش آئی کہ شنیدر نے میری واپسی کے لیے جلدی مچائی اور میری طرف سے یہاں لکھ بھی دیا۔ اب میں دیکھوں گا کہ کیا معاملہ ہے اور کسی سے اس سلسلے میں مشورہ کروں گا۔ ممکن ہے میرا مستقبل بالکل بدل جائے مگر اصل بات یہ نہیں کہ میری تقدیر بدلے، اصل بات یہ ہے کہ میری پوری زندگی ایک سرے سے بدل چکی ہے۔ میں نے وہاں بہت کچھ چھوڑ دیا، بہت کچھ۔ جو کچھ چھوڑا تھا ناپید ہو گیا۔ سب چھوڑ چھاڑ جب گاڑی میں سوار ہوا تو سوچ رہا تھا، اب میں دنیا والوں کی طرف جا رہا ہوں۔ ممکن ہے مجھے کچھ نہ آتا ہو مگر یہ واقعہ ہے کہ اب نئی زندگی شروع ہوتی ہے۔ دل میں طے کیا ہے کہ اپنا ہر ایک کام ایمانداری اور مستقل مزاجی

Scanned with CamScanner

سے انجام دوں گا۔ لوگوں کا ساتھ شاید مجھے بھاری پڑے، ناگوار گزرے مگر اولین قدم یہ طے کیے ہوئے ہوں کہ سب کے ساتھ شرافت کھلا پن برتوں گا۔ اس سے زیادہ کسی کو بھی مجھ سے توقع یا تقاضا نہیں کرنا۔ عین ممکن ہے کہ یہاں بھی مجھے بچہ ہی شمار کیا جائے۔ یونہی سہی! نجانے کیوں، بہت سے لوگ مجھے بالکل بے عقل (ایڈیٹ) گردانتے ہیں، حقیقتاً کسی وقت میں اتنا بیمار تھا کہ کسی بے عقل یا کوڑھ مغز میں اور مجھ میں فرق نہیں رہا تھا مگر اب یہ کیسے ممکن ہے جبکہ مجھے خود یہ شعور آ گیا کہ مجھے بے عقل شمار کیا جاتا ہے۔ چلتے چلتے سوچا کرتا ہوں: ''لوگ مجھے ایڈیٹ سمجھتے ہیں مگر میں خاصا دانا آدمی ہوں مگر یہ لوگ سمجھ نہیں پاتے....'' اکثر یہ خیال آتا رہتا ہے۔ جب برلن میں وہاں آتے ہوئے چھوٹے چھوٹے خط پرزے موصول ہوئے جو چند روز کے وقفے میں ان بچوں نے لکھ بھیجے تھے، تب صحیح معنی میں سمجھ سکا کہ مجھے ان سے کتنی محبت تھی۔ پہلا خط وصول کرنا بہت بھاری پڑتا ہے! بچے جب مجھے رخصت کرنے نکلے تو کتنے غمزدہ ہو رہے تھے۔ پورا ایک مہینہ پہلے ہی انہوں نے رخصتی الفاظ دہرانے شروع کر دیے تھے: Leon s'en va, Leon s'en va pour toujours![5] ہر روز شام کو ہم لوگ حسب معمول آبشار کے پاس جمع ہونے لگے اور یہ بات نکلتی کہ آخری بار کیسے رخصت ہوں گے۔ کبھی کبھی پہلے کی طرح ہم اچھے موڈ میں ہوتے، شام اچھی کٹ جاتی، رات ہوئے جب وہ اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہونے لگتے تو بھینچ بھینچ کر گلے لگتے، گرمجوشی کے ساتھ مجھ سے لپٹ جاتے، ایسا پہلے نہیں ہوا کرتا تھا۔ بعض بعض بچے تو اوروں سے الگ چپکے سے دوڑے ہوئے میرے پاس آتے، ایک ایک کر کے آتے صرف اس غرض سے کہ گلے لگ کر مجھے خوب پیار کریں، اوروں کے سامنے نہیں، تنہائی میں۔ جب میں سفر پر روانہ ہوا تو سب بچے، پوری ٹولی بنا کر مجھے اسٹیشن تک پہنچانے آئے۔ ریلوے اسٹیشن ہمارے گاؤں سے اندازاً ایک کوس کے فاصلے پر تھا۔ انہوں نے بڑے ضبط سے کام لیا مگر بہتوں کے ضبط نے جواب دے دیا اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیے.... خاص طور سے بچیاں رو دیں۔ ہمیں اسٹیشن پہنچنے کی جلدی تھی۔ پھر بھی راستے میں کئی بار ہجوم میں سے کوئی نہ کوئی مجھ پر گرتا تھا کہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے مجھے گلے لگا لے اور پیار کر لے اور اس کی خاطر ہم سب کو چلتے چلتے رکنا پڑتا تھا۔ ٹرین پکڑنے کی جلدی میں بھی سب کے سب تھم جاتے تھے اور جب تک وہ رخصت نہ ہو لے، ٹھہرے رہتے تھے۔ جب میں گاڑی میں بیٹھ گیا اور گاڑی حرکت میں آئی تو سب نے میری طرف نعرہ لگایا ''ہورا'' اور دیر تک گاڑی کے نظر سے اوجھل ہونے تک وہیں ایک جگہ جمے رہے۔ میں بھی انہیں دیکھتا رہا....

''سنیے! ابھی ابھی جب میں یہاں داخل ہوا اور آپ کی پیاری صورتیں دیکھیں..... آج کل میں چہرے بہت غور سے دیکھنے لگا ہوں..... اور آپ کی زبان سے شروع کے بول سنے تو روانگی کے وقت سے اب تک پہلی بار دل ذرا ہلکا ہوا۔ مجھے معاً خیال آیا کہ ممکن ہے، واقعی میں ایک خوش نصیب آدمی ہوں۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ ایسے لوگ جنہیں دیکھتے ہی آدمی پیار کرنے لگے، آسانی سے میسر نہیں آتے اور میں تو ابھی اسٹیشن سے سیدھا یہاں آیا اور آپ سے ملاقات ہو گئی۔ مجھے اچھی طرح احساس ہے کہ اوروں سے اپنے جذبات بیان کرنا شرم کی بات ہے، مگر میں اپنے اندر کا حال آپ کو سنا رہا ہوں اور حیا، حجاب کچھ نہیں۔ میں طبیعت سے ملنسار آدمی نہیں ہوں اور شاید بہت عرصے ادھر، آپ کی طرف، میرا آنا نہ ہو مگر اپنے دل میں آپ کوئی برا خیال مت لائیے گا۔ یہ میں نے اس وجہ سے نہیں کہا کہ دل میں آپ کی قدر نہیں یا یہ کہ کسی بات کا برا مان گیا ہوں۔ نہیں۔ ابھی آپ نے سوال کیا تھا اپنے چہروں کے بارے میں۔ یہ کہ میں نے ان میں کیا خاص

Scanned with CamScanner

بات نوٹ کی۔ بڑی خوشی سے جواب دینے کو تیار ہوں۔ ادے لائیدا ایوانوونا آپ کی صورت پر خوشی برستی ہے۔ چہروں میں یہ سب سے زیادہ دلکش چہرہ ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ آپ بہت خوبصورت ہیں، آپ کو دیکھ کر آدمی میں سوچے گا، اس لڑکی کی صورت ایسی ہے جیسے نیک طینت بہن کی۔ آپ سادگی سے اور خوش مزاجی سے پیش آتی ہیں، دل کا حال فوراً جان سکتی ہیں۔ آپ کی صورت کے بارے میں یہ ہے جو مجھے محسوس ہوا اور ایلکسا ندرا ایوانوونا چہرہ بھی لاجواب اور بہت پیارا ہے لیکن غالباً دل میں کوئی کانٹا چبھا ہوا ہے۔ آپ، اس میں شک نہیں کہ دل کی بہت اچھی ہیں لیکن اندر کی خوشی نصیب نہیں۔ چہرے پر ایک خاص ہلکی سی لہر ہے جیسے ڈریسڈن والی میڈونا کی اس تصویر میں ہولبین (Holbein) نے بنائی تھی۔ تو یہ بات ہے آپ کے چہرے کی۔ کہیے، میرا قیافہ درست ہے نا؟ آپ نے خود ہی کہا تھا میں چہرے پڑھنے والا اچھا ہوں اور اب آپ کا چہرہ لیزاویتا پروکوفیونا، وہ ایک دم بیگم جنرل سے مخاطب ہوا" آپ کے چہرے کے متعلق صرف اندازہ نہیں بلکہ پورا یقین ہے کہ آپ بالکل ہی بچوں جیسی ہیں۔ ہر بات میں، ہر معاملے میں پہلو سے، چاہے وہ اچھا ہو یا برا، اچھی بری سب باتوں میں آپ اس عمر کے باوجود ایک بچی ہیں۔ آپ مجھ سے ناراض ہوں کہ ایسا کہہ رہا ہوں۔ آپ جانتی ہیں کہ بچوں کے متعلق خود میرے احساسات کیا ہیں۔ یہ مت سوچئے گا کہ میں فی الحال جو آپ کے چہروں کے بارے میں، وہ یونہی سادگی میں، بلا تکلف کہہ گیا۔ کبھی نہیں، بالکل نہیں۔ عین ممکن ہے اس میں میری نیت یا منشا شامل ہو۔"

(7)

پرنس نے خاموشی اختیار کی تو سب خوش خوش اس کی صورت دیکھنے لگے، اگلایا بھی اور خاص کر لیزاویتا پروکوفیونا۔

"لو، ہو گیا ان کا امتحان۔" بیگم صاحبہ جھٹکے سے بولیں۔ "آپ لاڈلی سرکار، سوچ رہی تھیں کہ بیچارے بے گم آدمی پر سرپرستانہ شان جتائیں گی، لیجیے! ان صاحب کا ہاتھ اوپر رہا، میل ملاقات پر بھی شرط لگا دی کہ آئے بھی تو بھی اتفاق سے ہی آنا ہوا کرے گا۔ اچھے بے وقوف بنے ہم سب، مجھے خوشی ہے اور سب سے زیادہ بے وقوف نکلے جنرل ایوان فیودروویچ۔ واہ واہ پرنس، واہ حکم تھا کہ آپ کو ٹھونک بجا کے دیکھیں، سو دیکھ لیا اور وہ جو آپ نے میرے چہرے کے بارے میں کہا تو وہ سو فیصد صحیح ہے۔ میں طبیعت سے بچہ ہوں، مجھے خود اس کا علم ہے۔ آپ کے کہنے سے قبل ہی مجھے یہ علم تھا۔ آپ نے میرے منہ کی بات چھین لی اور ایک لفظ میں کہہ ڈالا۔ آپ کی فطرت میری فطرت سے بالکل میل کھاتی ہے۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ ہم دونوں جیسے پانی کی دو بوندیں۔ البتہ یہ ہے کہ آپ مرد ذات ہیں اور میں عورت ہوں۔ سوئٹزرلینڈ بھی جانا نہیں ہوا۔ صرف اتنا فرق ہے۔"

"جلدی مت کیجیے ممی۔" اگلایا پکاری۔ "پرنس کا کہنا ہے کہ انہوں نے جو رائے ظاہر کی ہے، اس میں خود ان کی کوئی نیت شامل ہے۔ یونہی سادگی سے صاف صاف نہیں کہہ گئے۔"

"ہاں، ہاں" دونوں بہنوں نے مسکرا کر تائید کی۔

"اب انہیں زیادہ چھیڑو مت، بٹیا، یہ تم تینوں کو چلا کر رکھ دیں گے۔ تینوں مل کر جتنی ہوشیار بنتی ہو، اس سے

زیادہ یہ اکیلے کافی ہیں۔ دیکھتی ہو نا! اچھا، ہاں پرنس آپ نے اگلایا کے بارے میں کچھ نہ کہا۔ اگلایا منتظر ہے اور میں بھی۔"

"فی الحال میں کچھ نہیں کہہ سکتا، بعد میں عرض کر دوں گا۔"

"ایسا کیوں؟ شاید نظر میں تو آتا ہوگا؟"

"جی ہاں، نظر میں تو ضرور لیکن اگلایا ایوانونا، آپ بے انتہا خوبصورت ہیں۔ آپ کے حسن کے سامنے نظر نہیں ٹھہرتی۔"

"بس، اتنا ہی؟ کچھ اور صفات؟" بیگم جنرل نے اصرار کیا۔

"حسن کو جانچنا بڑا مشکل ہے۔ ابھی میں تیار نہیں ہوں۔ حسن ایک پہیلی ہوتا ہے۔"

"تو مطلب یہ کہ اگلایا کو آپ نے ایک پہیلی دے دی۔" ادے لائیدا بولی۔ "اچھا، اگلایا، اب تم اس پہیلی کو بوجھو تو سہی۔ ہے نا خوبصورت پرنس، اگلایا ہے نا؟"

"بے انتہا۔" پرنس نے جوش میں آ کر جواب دیا اور وہ اگلایا کو ریجھنے کے انداز میں دیکھتا رہا۔ "تقریباً ویسی جیسے نستاسیا فلی پوونا، البتہ چہرہ بالکل مختلف پایا ہے۔"

سب نے حیرت زدہ نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"کیسے، کون سی؟" بیگم جنرل نے آہستگی سے پوچھا۔ "کیا کہا، جیسی نستاسیا فلی پوونا، آپ نے کہاں دیکھ لیا اسے؟ کونسی نستاسیا فلی پوونا؟"

"ابھی ذرا دیر پہلے گاوریلا اردالیونچ نے جنرل صاحب کو اس کا فوٹو دکھایا تھا۔"

"کیا؟ وہ خود جنرل صاحب کے لیے فوٹو لے کر آیا تھا؟"

"دکھانے کو فقط۔ نستاسیا نے آج گاوریلا صاحب کو اپنی تصویر تحفے میں دی تھی، وہ دکھانے لے آئے۔"

"میں بھی تو دیکھوں..... ہے کہاں یہ تصویر؟" بیگم صاحب کو بے قراری لگ گئی۔ "اگر تحفے میں آئی ہے تو اسی کے پاس ہوگی اور وہ ابھی اپنے دفتر والے کمرے میں ضرور ہوگا۔ بدھ کے دن وہ ہمیشہ کام سے آیا کرتا ہے اور چار بجے سے پہلے نہیں جاتا۔ بلایا جائے ابھی گاوریلا اردالیونچ کو! نہیں، نہیں، میں اس کے دیدار کے لیے مری نہیں جا رہی ہوں۔ آپ ذرا مہربانی کیجیے، پرنس عزیز من، دفتر والے کمرے میں چلے جائیے، گاوریلا صاحب سے وہ فوٹو مانگ لیجیے اور لے آئیے۔ کہیے گا کہ صرف دیکھنا ہے۔ تو ذرا تکلیف کیجیے۔"

"اچھا آدمی ہے مگر ضرورت سے زیادہ بھولا۔" ادے لائیدا نے پرنس کے اٹھ کر جانے کے بعد کہا۔

"ہاں، کچھ زیادہ ہی سیدھا ہے۔" الیکساندرا نے تصدیق کر دی۔ "سیدھے پن میں بھوندو پن بھی....."

نہ اس نے، نہ اسی نے، اپنا پورا خیال دونوں نے ظاہر نہیں کیا۔

"ہاں جی، ہماری صورتوں کے بارے میں کس صفائی سے بات بنا گیا اور تو اور می کو بھی بکھن لگایا۔" اگلایا نے کہا۔

"زیادہ زبان مت چلاؤ۔" بیگم برس پڑیں۔ "انہوں نے میری چاپلوسی نہیں کی مگر ہاں، میرا دل ضرور خوش ہو گیا۔"

Scanned with CamScanner

''تم کیا سمجھتی ہو کہ یہ صاحب ہوشیاری کر گئے؟'' ادے لائیدا نے سوال کیا۔

''مجھے لگتا ہے کہ ایسے بھولے نہیں ہیں۔''

''تمہاری زبان چل پڑی نا۔'' بیگم جنرل کچھ خفا ہو گئیں۔

''میں جانوں تم لوگ اس سے زیادہ مضحکہ خیز ہو۔ سیدھے، بھولے آدمی ہیں لیکن کوئی نہ کوئی نیت ہے ان کی۔ نہایت شریفانہ بھولپن ہے یہ۔ بالکل ایسے ہیں جیسے میں۔''

''یقیناً ہوئی بے ہودگی کہ میں نے خواہ مخواہ فوٹو کا ذکر کر دیا۔'' پرنس نے دل ہی دل میں سوچا۔ دفتر والے کمرے کی طرف جاتے ہوئے اور کسی قدر پچھتاتے ہوئے۔ ''مگر خیر، ممکن ہے میں نے اچھا ہی کیا ہو گا کہہ دیا....'' اس کے دماغ میں ایک عجیب سا خیال جھلکا مگر پوری طرح صاف نہیں تھا۔

گاوریلا اردالیونچ صاحب کمرے میں موجود اور اپنے کاغذات میں محو تھے۔ یہ بات طے تھی کہ وہ مفت کی تنخواہ نہیں لیتے تھے اسٹاک کمپنی سے۔ جب پرنس نے اس شخص سے نستاسیا کا فوٹو مانگا اور بتایا کہ اندر اس فوٹو کلذ کر کیسے پہنچا تو وہ سنتے ہی سخت الجھن میں پڑ گیا۔

''اوف، آپ کو خواہ مخواہ بک دینے کی ضرورت کیا تھی؟'' وہ طیش میں آ کر چیخ پڑا اور آہستہ سے بڑبڑایا۔

''آپ کو کچھ بھی خبر نہیں.....ایڈیٹ!''

''خطا ہو گئی۔ بے سوچے سمجھے منہ سے بات نکل گئی۔ میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگلایا اتنی ہی خوبصورت ہے جتنی نستاسیا فلی پوونا۔''

گاوریلا (گانیا) نے تفصیل طلب کر لی۔ پرنس نے ساری تفصیلات سنا ڈالیں۔ گانیا نے پھر تحقیر سے پرنس کی صورت دیکھی۔

''نستاسیا کا نام چھوٹے منہ سے کیوں.....'' وہ بڑبڑایا اور پھر کچھ سوچ کر جملہ ناتمام چھوڑ دیا۔

گانیا کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ پرنس نے پھر فوٹو کا تقاضا کیا۔

''سنیے پرنس۔'' گانیا اس طرح اچانک بولا گویا اسے آناً فاناً کچھ سوجھ گئی ہو۔ ''آپ سے ایک زبردست درخواست ہے میری.....درخواست یہ ہے کہ....مگر کیا خبر!''

وہ ایسے مخمصے میں مبتلا تھا کہ پھر بات ادھوری رہ گئی۔ پہلے کچھ طے کیا، پھر خود سے کشمکش کرنے لگا۔ پرنس خاموشی سے اس کے جواب کا منتظر رہا۔ گانیا نے دوری دفعہ اس پر یوں نظر ڈالی گویا وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے تول رہا ہے۔

''پرنس۔'' اس نے پھر سلسلہ چھیڑا۔ ''یہ لوگ مجھ پر.....ایک انہونے معاملے کی وجہ سے.....ایک احمقانہ وجہ سے....اس میں بھلا میرا کیا قصور.....لیکن مختصر یہ کہ، مگر غیر ضروری بات.....خیر تو ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ مجھ پر، مجھ پر، کسی قدر خفا ہیں۔ اس لیے کچھ وقت، میرا اندر جانا، بن بلائے وہاں جانا نہیں چاہتا۔ مگر اب مشکل یہ آ پڑی کہ اگلایا بی بی سے میرا بات کرنا بے انتہا لازمی ہو گیا ہے۔ بہر حال تو میں نے احتیاطاً ایک رقعہ لکھ رکھا ہے (اس کے ہاتھ میں چھوٹا سا پرزہ نکلا

Scanned with CamScanner

مڑے ہوئے کاغذ کا) یہ ہے وہ، معلوم نہیں کیسے ان تک پہنچایا جائے۔ آپ اگر..... ہے نا؟ آپ یہ ذمہ داری لے لیتے کہ پرنس، آپ اگلایا بی بی کو ابھی ابھی یہ کاغذ پہنچا دیتے مگر خاص انہی کے ہاتھ میں یعنی سب کی نظر بچا کر۔ سمجھے آپ؟ خدا گواہ، کوئی ایسی بڑی راز کی بات نہیں، کوئی ایسی بات نہیں..... مگر..... آپ یہ کام کر دیں گے نا؟"

"میرے لیے یہ خوشی کا سودا نہیں ہوگا۔" پرنس نے جواب دیا۔

"افوہ..... پرنس صاحب، میرے لیے یہ انتہا سے بڑھ کے ضروری ہے۔" وہ منت سماجت پر اتر آیا۔ "ممکن ہے اگلایا جواب بھی دے دیں..... یقین کیجیے، حد درجہ مجبوری ہے۔ اتنی ہی بے بسی ہے جو آپ کا سہارا طلب کر رہا ہوں..... بتائیے اور کسے نامہ بر بناؤں؟ انتہائی اہم..... میرے لیے اس کے سوا اور کوئی صورت رہی نہیں، بہت ضروری....."

گانیا پر خوف طاری تھا کہ پرنس نہیں ماننے والا۔ اس نے دب کر، رحم طلب التجائیہ نظروں سے پرنس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔

"اچھا لائیے، پہنچائے دیتا ہوں۔"

"مگر اس صورت میں کہ کسی کی نظر نہ پڑے۔" خوش ہو کر گانیا نے اس سے التجا کی۔ "اور دیکھیے پرنس، آپ کی سچائی اور ایمانداری پر پورا بھروسہ کر کے یہ..... ہاں؟"

"کسی کو نہیں دکھاؤں گا۔" پرنس نے کہا۔

"رقعہ کو مہر بند نہیں کیا ہے..... مگر....." بدحواسی کے عالم میں گانیا کے منہ سے یہ بات نکلی اور پھر وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"نہیں، میں نہیں پڑھوں گا۔" پرنس نے قطعی سادگی سے جواب دیا۔ نستاسیا کا پورٹریٹ لے لیا اور کمرے سے نکل گیا۔

گانیا خلوت ہوتے ہی سر پکڑ کر رہ گیا۔

"وہ ایک لفظ کہہ دے، بس ایک لفظ..... اور میں..... میں سارے جھنجھٹ کا خاتمہ کر دوں گا۔"

اب وہ اضطراب اور انتظار کے مارے اپنے کاغذات لے کر نہیں بیٹھ سکا اور کمرے میں اِدھر سے اُدھر ٹہلتا رہا۔

پرنس واپس آیا تو خیالات میں غرق تھا۔ اسے جو کام سونپا گیا اس پر ناگواری سے دم بخود تھا اور یہ خیال کہ وہ گانیا کا پرزہ اگلایا کو پہنچائے اسے مبہوت اور بدمزہ کیے دے رہا تھا۔ ڈرائنگ روم سے دو کمرے پہلے اس نے ایک دم اپنے قدم روک لیے۔ گویا کوئی بھولی ہوئی بات یاد آ گئی، سب طرف دیکھا، کھڑکی کے پاس آیا جہاں اجالا تھا اور نستاسیا فلی پووِنا کا فوٹو غور سے دیکھنے لگا۔

اسے کرید لگی ہوئی تھی یہ سراغ لگانے کی کہ آخر وہ کیا خاص بات ہے جو اس چہرے میں چھپی ہے اور اسے حیرت زدہ کیے ہوئے ہے۔ نقش اول ابھی دھلا نہیں تھا اور اب اسے پھر سے کسی بات کی تصدیق کی جلدی پڑی تھی۔ یہ چہرہ جو حسن میں بھی بے مثال تھا، اب نقش ثانی میں اور بھی حیرت انگیز ہو گیا۔ گویا بے پناہ غرور حسن کے ساتھ ایک بے

Scanned with CamScanner

زاری بلکہ قریب قریب تنفر، اس چہرے میں نظر آیا۔ پھر اسی کے پہلو بہ پہلو اعتبار کر لینے کی اور انتہائی سادہ دلی کی صفت بھی موجود تھی۔ ان دونوں متضاد خصوصیات کو ایک ہی ناک نقشے میں جمع دیکھ کر اس کے دل میں کسی قسم کی ہمدردی کا جذبہ ابھرا۔ یہ حسن جسے دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو جائیں، ایسا تھا کہ انسان تاب نہ لا سکے، یہ اس پھیکے چہرے کا حسن تھا جس کے گال کچھ بیٹھ گئے تھے اور آنکھیں لہک رہی تھیں۔ انوکھا حسن تھا یہ۔ وہ ٹھٹک کر اسے دیکھتا رہ گیا اور پھر فوراً خود کو سنبھالا۔ گھوم کر چاروں طرف دیکھا، گھبرا کے فوٹو اپنے ہونٹوں کے پاس لایا اور اسے چوم لیا۔ ایک منٹ بعد جب وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو چہرہ پرسکون تھا۔

مگر جیسے ہی کھانے کے کمرے میں قدم رکھا (ڈرائنگ روم سے ایک کمرہ چھوڑ کر) دروازے میں سے نکلتی ہوئی اگلایا ٹکراتے ٹکراتے بچی۔ وہ اکیلی تھی۔

''گاوریلا صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ یہ پرزہ آپ تک پہنچا دوں۔'' پرنس نے وہ کاغذ اسے دیتے ہوئے کہا۔

اگلایا تھمی، کاغذ لیا اور ایک عجیب نگاہ سے پرنس کو دیکھا۔ اس کی نظر میں کہیں پریشانی یا الجھن کا شائبہ نہ تھا۔ البتہ ایک ہلکی سی جھلک تھی تعجب کی اور وہ بھی کسی اور پر نہیں، شاید صرف پرنس پر۔ اکیلے اسی پر مرکوز رہی۔ اگلایا اس ایک نظر میں پرنس سے جواب طلب کر رہی تھی کہ اس معاملے میں گانیا کے ساتھ وہ خود کیوں، کس طرح دخیل ہو گیا۔ وہ بڑی متانت اور وقار کے ساتھ جواب کا تقاضا کر رہی تھی۔ دو تین لمحے وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے رہے۔ آخر ہلکا سا تحقیر کا جذبہ اس کے چہرے پر جھلکا اور وہ لطیف سی مسکراہٹ بکھیرتی پرنس کے پہلو سے گزر گئی۔

پورٹریٹ ملا تو بیگم جنرل تھوڑی دیر تک خاموشی سے اسے ہاتھ میں لیے ہوئے، کسی قدر ناک بھوں چڑھا کر دیکھتی رہیں۔ انہوں نے بازو آگے بڑھا رکھا تھا، آنکھوں سے کافی فاصلے پر، تکلف کے ساتھ اسے پکڑے ہوئے غور کر رہی تھیں۔

''ہاں، ہے تو خوبصورت!'' آخر ان کی زبان سے نکلا۔ ''بلکہ بہت خوبصورت۔ میں نے اسے دو بار دیکھا ہے، کافی فاصلے سے۔ تو یہ ہے وہ حسن جس کی آپ قدر کرتے ہیں؟'' وہ ایک دم پرنس سے مخاطب ہوئی۔

''جی ہاں، اس طرح کے حسن کی....'' پرنس نے ذرا دشواری سے یہ دو بول کہے۔

''یعنی ہو بہو یہی؟''

''جی ہاں، ہو بہو یہی۔''

''وجہ؟''

''وجہ یہ کہ نقش فریادی ہے..... بڑا دکھ چھپا ہے اس میں.....'' گویا بے اختیار پرنس کی زبان سے نکلا۔ گویا یہ خود کلامی تھی، کسی سوال کا جواب نہ تھا۔

''کہیں آپ واہی تباہی تو نہیں بک رہے؟'' بیگم جنرل نے نخوت سے پورٹریٹ کو میز پر دور پھینکتے ہوئے فیصلہ صادر کر دیا۔

Scanned with CamScanner

الیکساندرا نے اسے اٹھالیا۔ ادے لائیدا بھی قریب آ گئی۔ دونوں اسے غور سے دیکھتی بھالتی رہیں۔ اسی لمحے اگلایا بھی اس کمرے میں لوٹ آئی۔

''افوہ، کیا طاقت ہے۔'' ادے لائیدا نے اس فوٹو کو بڑے اشتیاق کے ساتھ اپنی بہن کے شانے کے اوپر سے دیکھتے ہوئے نعرہ لگایا۔

''کہاں؟ کیسی طاقت؟'' بیگم صاحبہ چمک کر بولیں۔

''اس طرح کا حسن.....طاقت ہوتی ہے۔'' ادے لائیدا نے دبنگ لہجے میں جواب دیا۔ ''ایسے حسن سے دنیا تہہ و بالا کی جاسکتی ہے۔''

وہ کسی سوچ میں گم اپنے ایزل کی طرف چل دی۔ اگلایا نے اس فوٹو کو آنکھیں چندھیا کر رواروی میں دیکھا اور نیچے کا ہونٹ (ناگواری سے) باہر نکال دیا۔ وہاں سے سرک گئی اور ایک کنارے زانو پر ہاتھ ڈال کر جا بیٹھی۔

بیگم جنرل نے گھنٹی بجائی۔

نوکر اندر آیا تو انہوں نے حکم دیا ''گاوریلا اردالیونچ دفتر کے کمرے میں ہوں گے، انہیں بلاؤ۔''

''ممی!'' الیکساندرا معنی خیز انداز میں پکاری۔

''کچھ نہیں۔ میں صرف دو لفظ اس سے کہوں گی اور بس کافی ہے۔'' بیگم صاحبہ نے تیزی دکھائی اور زبان اعتراض کو دہیں کاٹ دیا۔ بظاہر وہ چڑی ہوئی نظر آتی تھیں۔ ''دیکھتے ہیں پرنس، آپ' یہاں ہر بات اب راز ہوگئی ہے۔ راز ہی راز۔ یہ تقاضا ہے ان کا، پتہ نہیں کون سے وہ آداب ہیں احمقانہ۔ راز بھی ایسے معاملے میں جو زیادہ سے زیادہ صاف گوئی، کھلا پن اور ایمانداری طلب کرتا ہے۔ شادیوں کی شروعات ہے، مجھے یہ شادیاں نہیں پسند۔''

''ممی! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟'' الیکساندرا نے پھر جلدی سے ماں کی روک تھام کی۔

''تمہیں کیا چاہیے صاحبزادی؟ مجھے نہیں پسند تو کیا تمہیں پسند ہیں؟ اور اگر پرنس سب سن رہے ہیں تو کیا حرج ہے! ہم لوگ دوست ہیں۔ میں تو ہوں ہی کم از کم۔ خدا اچھے لوگوں کی جستجو کرتا ہے اور وہ جو برے ہیں، نک چڑھے ہیں، ان کی اسے ضرورت نہیں۔ نک چڑھے خاص کر نہیں، جو آج ایک بات کہتے ہیں، کل دوسری۔ سمجھیں تم الیکساندرا ایوانونا؟ یہ لوگ، پرنس کہتے ہیں کہ میں سنکی ہوں مگر میں اصل نقل کا فرق پہچانتی ہوں۔ وجہ یہ کہ دل ہے اصل چیز، باقی سب فضول۔ عقل بھی ضروری ہے، اس میں شک نہیں بلکہ شاید عقل ہی سب سے بڑی۔ اگلایا یوں طنزیہ ہنسی مت ہنسو۔ میں اپنی بات کی کاٹ نہیں کر رہی: پرانے وقتوں کی ایک سچائی ہے کہ وہ پگلی جس کے پاس دل ہو اور عقل نہ ہو، اتنی ہی کمبخت احمق ہے جتنی وہ پگلی جس کے پاس عقل تو ہو، دل نہ ہو۔ میں وہ دیوانی ہوں جس کے پاس دل ہے، عقل نہیں ہے اور تم وہ پگلی ہو جس کے پاس عقل ہے، دل نہیں ہے۔ ہم دونوں کمبختی کی ماری، دونوں کی تقدیر میں غم لکھے ہیں۔''

''کمبختی کی ماری والی بات کونسی ہے ممی؟'' ادے لائیدا سے نہ رہا گیا تو وہ پوچھ بیٹھی۔ حاضرین میں شاید ایک وہی تھی جس نے اپنی بشاشت برقرار رکھی تھی۔

''اول تو لائق و فائق بیٹیاں۔'' بیگم جنرل نے ترشی سے جواب دیا۔ ''اور جب یہ ایک ہی کارن دکھ دینے کو کافی

ہے تو باقی کا بستار کرنے کی کیا ضرورت۔ لفظوں کی ہیرا پھیری بہت ہو چکی۔ اب دیکھنا ہے کہ تم دونوں لڑکیاں (اگلایا کو میں درمیان میں نہیں لاتی) اپنی ساری عقل اور لفاظی کے ساتھ کیا سبیل نکالو گی اور آپ، جناب محترمہ الیکساندرا صاحبہ کیا اپنے محترم حضرت کے ساتھ خوشی کے دن گزار لیں گی..... ہا!'' وہ گانیا کو اندر آتے دیکھ کر پکاریں۔'' یہ لیجیے اور شادی کا جوڑا آ رہا ہے! آداب عرض ہے!'' انہوں نے گانیا کے سر تسلیم خم ہونے کا جواب دیا مگر اس سے بیٹھنے کو نہیں کہا۔'' کہیے، آپ شادی کی تیاری میں ہیں؟''

''شادی؟..... کیسے؟..... کس قسم کی شادی؟.....'' گاوریلا نے بدحواس ہو کر دبے لفظوں میں کہا۔ اس کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔

''میں نے پوچھا، کیا آپ شادی کر رہے ہیں؟ اگر آپ کو ان لفظوں میں پوچھنا پسند ہے تو یوں سہی!''

''نہیں..... جی..... میں..... نہیں تو۔'' وہ صاف مکر گیا اور جھینپ کے مارے چہرے پر ایک رنگ آیا ایک گیا۔ اس نے ایک کنارے بیٹھی ہوئی اگلایا پر طائرانہ نظر ڈالی اور جلدی سے دوسری طرف دیکھنے لگا۔ اگلایا نے سرد مہری سے، صبر وسکون سے، اس کو دوٹوک دیکھا۔ نظر نہیں پھیری اور اس کی بدحواسی کا منظر دیکھتی رہی۔

''نہیں، آپ نے کہا کہ 'نہیں'۔'' اپنی بات پر تنی ہوئی بیگم جنرل نے باصرار اسی سوال کا جواب مانگا۔'' اچھا تو، میں یاد رکھوں گی کہ آپ نے آج کے دن، بدھ کی صبح کو میرے سوال کے جواب میں نہیں کہا تھا۔ کون سا دن ہے آج، بدھ ہے نا؟''

''ہاں لگتا تو ہے کہ بدھ ہے ممی۔'' ادے لائیدا نے جواب دیا۔

''کبھی دن ٹھیک سے یاد نہیں رکھتے، اچھا کونسی تاریخ ہے؟''

''27 ویں تاریخ۔'' گانیا نے جواب دیا۔

''27 ویں؟ یہ تو ایک حساب سے اچھی تاریخ ہے۔ خیر اب رخصت، شاید آپ کو ابھی بہت سے کام ہوں گے۔ میرا بھی وقت ہوا۔ کپڑے بدلوں، باہر نکلوں۔ لیجیے یہ فوٹو لیتے جایئے اپنا، اپنی والدہ بدنصیب نینا کو میرا اسلام کہیے گا۔ خدا حافظ۔ پرنس، عزیز من۔ اکثر آتے رہنا ادھر۔ میں بڑی بی بیلوکونسکایا کے پاس ارادہ کر کے جاؤں گی کہ تمہارے بارے میں بات کروں اور سنیے، مائی ڈیئر، مجھے یقین ہے کہ آپ کو خداوند عالم نے خاص میری خاطر سوئٹزرلینڈ سے پیٹرسبورگ بھیجا ہے۔ ممکن ہے آپ کو اور بھی کام مقدر ہوں لیکن خاص میرے لیے۔ خدا کی مشیت اسی میں تھی، خدا حافظ۔ عزیز من۔ الیکساندرا، پیاری بیٹی، ذرا یہاں آنا میرے پاس۔''

بیگم جنرل کمرے سے چل دیں۔ گانیا پریشان، کھویا سا، غضب آلود گانیا میز کے پاس آیا، فوٹو اٹھایا اور کھسیانی مسکراہٹ کے ساتھ پرنس کو مخاطب ہوا:

''پرنس، میں اب گھر چلا۔ اگر آپ نے ہمارے مکان میں قیام کرنے کا ارادہ تبدیل نہ کیا ہو تو چلیے۔ میں آپ کو لے چلوں ورنہ آپ کہاں پتہ پوچھتے پھریں گے۔''

''ٹھہریئے پرنس۔'' اگلایا نے ایک دم اپنی آرام کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا'' آپ کو میری البم میں کچھ لکھنا باقی

Scanned with CamScanner

ہے۔ پاپا بتا گئے ہیں کہ آپ پورے خطاط ہیں۔ میں ابھی البم لے آتی ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ چل دی۔

''اچھا، خدا حافظ پرنس۔ میں بھی چلی۔'' ادے لائیدا نے کہا۔

اس نے پرنس کا ہاتھ گرم جوشی سے دبایا۔ اپنے پن سے مسکرائی اور چلی گئی۔ گانیا کو اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تک نہیں۔

''یہ ہیں آپ!'' جیسے ہی سب ہٹے، گانیا دانت پیس کر پرنس کی طرف جھپٹا۔ ''آپ نے وہاں، اندر جا کر بک دیا کہ میں شادی کرنے والا ہوں۔'' وہ دبی آواز میں جلدی جلدی بڑبڑایا۔ چہرے پر جنون کی اور آنکھوں میں شعلوں کی سی تپش تھی۔ ''بے شرم آدمی بکواسی!''

''یقین کیجیے گا کہ آپ غلطی کر رہے ہیں۔'' پرنس نے سیدھے سبھاؤ اور تمیز داری سے جواب دیا۔ ''مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ شادی کرنے والے ہیں۔''

''ابھی آپ نے سنا کہ جنرل صاحب کہہ رہے تھے، آج شام کو سارا معاملہ نستاسیا فلی پوونا کے ہاں طے پائے گا۔ وہی آپ نے جا کر لگا دیا۔ جھوٹے ہیں آپ! ورنہ انہیں کیسے معلوم ہو جاتا؟ آپ کے سوا اور کون تھا، یہاں کی وہاں پہنچانے والا؟ لعنت ہو! کیا بڑی بی کا اشارہ میری طرف نہیں تھا؟''

''آپ بہتر جانتے ہیں کہ کس نے کہا ہوگا۔ اگر آپ کو لگتا ہے کہ بڑی بی کا اشارہ آپ کی طرف تھا۔ میں نے تو ایک لفظ بھی اس بابت نہیں کہا۔'' پرنس نے جواب دیا۔

''میرا پرزہ دے دیا تھا؟ جواب.....'' گانیا نے چڑھے ہوئے ٹمپریچر کی بے چینی میں پرنس سے سوال کیا مگر عین اسی وقت اگلایا وہاں آ پہنچی اور پرنس کو جواب کا موقع ہی نہیں ملا۔

''لیجیے پرنس، یہ رہی۔'' اس نے البم میز پر رکھ کر کہا۔ ''کوئی سا صفحہ نکال لیجیے اور جو جی چاہے لکھ دیجیے اس میں۔ یہ رہی نب، نئی نب ہے۔ کوئی حرج تو نہیں لوہے کی نب میں؟ میں نے سنا ہے کہ خطاط لوگ لوہے کی نب سے نہیں لکھتے؟''

پرنس سے بات کرتے وقت یہ لڑکی گانیا کی موجودگی کو خاطر میں ہی نہیں لائی۔ اتنے میں پرنس نے نب ٹھیک کی، البم کا ورق چن کر نکالا اور تیار ہوا۔ گانیا اس آتشدان کے پاس پہنچا جہاں اگلایا کھڑی تھی..... پرنس کے داہنی طرف۔ گانیا نے کانپتی ہوئی، دھچکی کھاتی ہوئی آواز میں ایسے بات کی جیسے کان میں کہہ رہا ہو:

''صرف ایک لفظ، آپ کا محض ایک لفظ اور میری نجات ہو جائے گی۔''

پرنس تیزی سے مڑا اور ان دونوں کو دیکھنے لگا۔ گانیا کے چہرے پر واقعی کرب کی کیفیت تھی۔ بظاہر اس نے یہ الفاظ سوچے سمجھے بغیر، شدت جذبات میں کہہ دیے تھے۔ اگلایا چند سیکنڈ اس کی صورت تکتی رہی۔ اسی پرسکون تعجب کے ساتھ جس سے وہ ابھی پرنس کو دیکھ چکی تھی۔ معلوم ہوا کہ اس پرسکون تعجب نے، بہکی بہکی نظروں نے گویا جو کچھ اس سے کہا گیا وہ بالکل عقل و فہم سے بالاتر ہے، گانیا کو خاص اس وقت بڑی سے بڑی تحقیر سے بھی زیادہ آفت میں ڈال دیا۔

''مجھے کیا لکھنا ہے؟'' پرنس نے سوال کیا۔

''میں بولتی جاتی ہوں، آپ لکھیے۔'' اگلایا نے ادھر سے منہ موڑ کر پرنس کا رخ کیا۔ ''تیار ہیں آپ؟ لکھیے!

Scanned with CamScanner

'مجھے بھاؤ تاؤ کرنا نہیں آتا'۔ لکھ کر نیچے تاریخ اور مہینہ ڈال دیجیے۔ دکھایئے!''

پرنس نے البم اس کے حوالے کیا۔

''کیا کہنے! کیا کمال کا لکھا ہے آپ نے! آپ کا خط لاجواب ہے! شکریہ۔ خدا حافظ، پرنس..... ذرا ٹھہریئے۔'' اسے گویا کوئی بات یاد آ گئی۔ ''آیئے میرے ساتھ، میں کوئی تحفہ دینا چاہتی ہوں نشانی کے لیے۔''

پرنس اس کے پیچھے پیچھے چلا مگر جب وہ ڈائننگ روم میں داخل ہوئے تو اگلایا نے قدم روک لیے۔

''ذرا یہ تو پڑھیے۔'' اس نے گانیا کا رقعہ پرنس کی طرف بڑھا کر کہا۔

پرنس نے وہ رقعہ لے لیا اور آنکھیں پھاڑے اگلایا کو دیکھتا رہ گیا۔

''ہاں، ہاں جانتی ہوں کہ آپ نے پڑھا نہیں ہوگا اور یہ شخص آپ پر اعتبار کرنے سے رہا۔ اب پڑھ لیجیے، میں چاہتی ہوں کہ آپ پڑھ لیں۔''

یہ رقعہ، دیکھتے ہی، ظاہر تھا کہ جلدی میں گھسیٹ لکھا گیا ہے:

''آج میری تقدیر کا فیصلہ ہونے والا ہے اور آپ جانتی ہیں کس طرح سے ہوگا۔ آج مجھے پکا وعدہ کرنا ہوگا جس سے مکر نہ سکوں۔ مجھے آپ کی نگاہ التفات پر کوئی حق نہیں اور نہ کوئی امید رکھنے کی جسارت کر سکتا ہوں۔ مگر کبھی، کسی وقت آپ نے ایک لفظ ادا کیا تھا، صرف ایک لفظ۔ اس ایک لفظ نے میری زندگی کی سیاہ رات میں روشنی بکھیر دی تھی۔ وہ ایک لفظ میرے لیے چراغ راہ بن گیا تھا۔ اب پھر ویسا ہی ایک لفظ کہہ دیجیے اور مجھے بربادی سے بچا لیجیے۔ صرف اتنا اپنی زبان سے ادا کر دیجیے۔ ''سب سے قطع تعلق'' اور میں آج ہی سب سلسلے منقطع کر دوں گا۔ آپ کو صرف اتنا سا کہہ دینا کیا مشکل ہے۔ اس ایک لفظ میں آپ کی نظر التفات کا اور مجھ سے ہمدردی کا جو اشارہ ملتا ہے، اس اشارے کا خواستگار ہوں۔ بس اسی قدر! اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ کچھ بھی نہیں، میری یہ جرأت نہیں کہ کوئی امید باندھوں کیونکہ اس کے لائق نہیں ہوں۔ تاہم آپ کا ایک لفظ میسر آ جائے تو اپنی مفلسی پھر سے قبول کر لوں گا اور بخوشی مجھ کو اپنی ابتر حالت گوارا ہو جائے گی۔ کشمکش کا سامنا کر لوں گا، اس میں خوش رہوں گا اور نئی قوت کے ساتھ اس میں حیات تازہ نصیب ہوگی!

مجھے ہمدردی کا یہ ایک لفظ بھیج دیجیے۔ (قسمیہ کہتا ہوں کہ صرف ہمدردی کا بول!) آپ ایک بے کس و بے بس انسان کی سینہ زوری یا شوخی پر ناراض نہ ہوں۔ اس بات پر خفا نہ ہوں کہ وہ خود کو تباہی سے بچانے کی آخری کوشش میں یہ جرأت کر بیٹھا ہے۔

گ۔ا۔''

Scanned with CamScanner

جب پرنس پڑھ چکا تو اگلایا نے تیزی سے کہا "یہ شخص مجھ سے منواتا ہے کہ ایک لفظ "سب سے قطع تعلق کرلو" کہنے میں میری پوزیشن پر کوئی آنچ نہیں آئے گی اور مجھ پر کوئی فرض عائد نہ ہوگا اور دیکھتے ہیں آپ، اپنی اس تحریر کے ذریعے تحریری گارنٹی بھی دے رہا ہے مجھے۔ ملاحظہ کیجیے، کتنے بھولپن سے چند الفاظ کو اس نے تھام لیا، انہی پر زور دینے کی جلدی ہے اور ان میں سے اس کی مراد کیسے بھدے پن سے جھانک رہی ہے۔ اس شخص کو خوب معلوم ہے کہ اگر وہ سب طرف سے قطع تعلق کرلے، خود اپنے طور پر، میرے قول کا انتظار کیے بغیر، بلکہ مجھے جتائے بغیر اور مجھ سے کسی طرح کی امید رکھے بغیر، سب سلسلے منقطع کر ڈالے تو میں اس کے متعلق اپنے جذبات بدل ڈالوں گی اور عین ممکن ہے کہ اس کی دوستی میں شریک ہو جاؤں۔ غالباً اسے یہ علم تو ضرور ہے! مگر اس کی آتما گندی ہے: جانتے بوجھتے ہوئے بھی فیصلہ نہیں کر پاتا۔ جانتا ہے، پھر بھی گارنٹی طلب کرتا ہے۔ بھروسے پر فیصلہ کرنا اس کے بس کا روگ نہیں چاہتا ہے کہ میں ایک لاکھ (کی رقم) کے بجائے صرف امید پر اسے لگائے رکھوں۔ رہا پہلے والے لفظ کا معاملہ جس کا اس خط میں مذکور ہے اور جس نے گویا اس کی زندگی کی سیاہ رات روشن کر دی تھی، یہ سفید جھوٹ ہے۔ صرف یہ کہ ایک مرتبہ مجھے اس پر رحم آ گیا تھا مگر وہ ہٹ دھرم اور بے شرم ہے۔ ادھر میرے منہ سے وہ لفظ نکلا، ادھر وہ ترنگ میں آ گیا اور امید کی جھلک دکھائی دے گئی۔ میں نے تبھی پہچان لیا تھا اور اسی وقت سے وہ مجھے الجھانے کی کوشش میں ہے۔ اب بھی وہی ہے مگر بس حد ہو چکی۔ یہ پرزہ لیجیے اور اسی کو واپس کر دیجیے۔ ابھی اسی وقت، جونہی ہمارے گھر سے نکلیں تب۔ ظاہر ہے کہ اس سے پہلے نہیں۔"

"اور جواب کیا دوں؟"

"کچھ نہیں۔ جواب صاف ہے۔ سب سے بہتر جواب۔ ہاں تو مطلب یہ کہ آپ اس کے مکان میں قیام کرنے والے ہیں؟"

"ابھی ذرا دیر پہلے جنرل صاحب نے یہ تجویز کیا تھا۔" پرنس نے کہا۔

"اچھا تو ہوشیار رہیے گا اس کی طرف سے۔ یہ جو آپ اس کا پرزہ واپس کریں گے نا، اسے وہ بخشے گا نہیں۔"

اگلایا نے یہ کہہ کر ہولے سے پرنس کا ہاتھ دبایا اور نکل گئی۔ منہ پھلائے اور سنجیدہ چلی، مسکرائی تک نہیں۔ جب اس نے رخصت کرنے کا اشارہ کیا سر ہلا کر۔

"ذرا ٹھہریے۔ میں اپنی گٹھڑی اٹھالوں۔" پرنس نے گانیا سے کہا "چلتا ہوں۔"

گانیا نے بے صبری میں اپنے پاؤں پٹکے۔ طیش کے مارے اس کے چہرے پر سیاہی سی پھر گئی تھی۔ آخر دونوں گھر سے باہر نکل آئے۔ پرنس ہاتھوں میں گٹھڑی سنبھالے ہوئے تھا۔

"جواب؟ جواب؟" گانیا اس کے سر ہو گیا۔ "وہ کیا بولی؟ آپ نے میرا رقعہ دے دیا تھا؟"

پرنس نے کچھ کہے سنے بغیر وہی پرزہ لوٹا دیا۔ گانیا پتھرا گیا۔

"یہ کیا؟ یہ تو میرا ہی کاغذ ہے!" وہ چیخ پڑا۔ "آخر اس نے پہنچایا نہیں۔ مجھے پہلے سے اندازہ ہو جانا چاہیے تھا۔ او.....رے، مر.....دود.....اب میں سمجھا، وہ بات سمجھی ہی نہیں۔ یہ کیسے، یہ کیا؟ کیوں آخر؟ آپ نے میرا پرزہ دیا کیوں نہیں اسے؟ مر.....دود....."

Scanned with CamScanner

''معاف کیجیے گا، مجھے تو فوراً موقع مل گیا تھا اور خط پہنچا دیا تھا آپ کا۔ اسی منٹ دیا۔ جیسے آپ نے تاکید کی تھی، قطعی ویسے ہی لے جا کر دیا۔ وہ پھر میرے پاس پہنچ گیا کیونکہ اگلایا ابھی ابھی لوٹا کر گئی ہیں۔''

''یہ کب؟ کب دے گئیں؟''

''تبھی جب میں نے البم میں لکھنا تمام کیا اور وہ مجھے ساتھ بلا کر لے گئیں۔ (آپ نے سن لیا تھا نا؟) ہم دونوں کھانے کے کمرے میں گئے۔ انہوں نے پرزہ میرے ہاتھ میں دیا، کہا کہ پڑھ لوں اور حکم ہوا کہ واپس کر دوں۔''

''پڑھ لوں؟ کیا مطلب؟'' گانیا قریب قریب گلا پھاڑ کر چیخ پڑا۔ ''پڑھ لوں تو کیا پڑھ لیا آپ نے؟''

بیچ سڑک میں اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس قدر سناٹے میں آ گیا کہ منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''جی ہاں، پڑھا، ابھی پڑھا ہے۔''

''اور اس نے خود، خود ہی آپ کو دیا پڑھنے کے لیے؟ خود دیا تھا؟''

''ہاں، خود ورنہ یقین کیجیے، وہ نہ کہتی تو میں ہرگز پڑھنے والا نہیں تھا۔''

گانیا منٹ بھر خاموش رہا، بڑی کوفت اور کوشش سے اس نے اپنے خیالات کو سمیٹا اور ایک دم پکار اٹھا:

''ناممکن! وہ ہرگز میری تحریر آپ سے پڑھنے کو نہیں کہہ سکتیں۔ بالکل جھوٹ! آپ نے خود پڑھ لیا ہوگا!''

''میں سچ کہتا ہوں۔'' پرنس نے پہلے کے سے رواں اور ہموار لہجے میں جواب دیا۔ ''اور اعتبار کیجیے کہ مجھے سخت افسوس ہے کہ اس قدر ناگوار تاثر ہے آپ کا۔''

''ارے بدبخت! آپ سے کچھ تو کہا ہوگا اس بارے میں؟ کوئی نہ کوئی جواب تو دیا ہوگا نا؟''

''جی ہاں، کیوں نہیں۔''

''اچھا تو بولیے، منہ کھولیے اپنا..... ہت تیرے کی۔''

گانیا نے کہا اور اپنا داہنا پاؤں جس پر ربڑ کا جوتا پوش تھا، دو بار فٹ پاتھ پر پٹکا۔

''جب میں خط پڑھ چکا تو وہ کہنے لگیں کہ آپ انہیں الجھانے کی فکر میں ہیں۔ آپ ان کی پوزیشن اس طرح نازک کر دینا چاہتے ہیں کہ ان کی طرف سے آس رہے، اس غرض سے کہ اسی امید پر تکیہ کر کے آپ دوسری، ایک لاکھ والی امید سے قطع تعلق کر لیں اور آپ خسارے میں نہ رہیں۔ اگر کہیں آپ نے یہی عمل کیا ہوتا، اگلایا سے بھاؤ تاؤ نہ کرتے، اپنے طور پر ہی سلسلے منقطع کر لیتے، پیشگی گارنٹی ان سے نہ مانگتے تو شاید وہ آپ کی دوست بننا پسند کرتیں۔ لے دے کے بس اتنی بات ہے میرے خیال سے۔ ہاں، ایک اور بات: جب میں نے کاغذ ہاتھ میں لے کر ان سے پوچھا کہ جواب کیا دوں؟ تو وہ بولیں کہ جواب نہ دینا ہی صاف جواب ہے۔ اس سے اچھا جواب نہیں ہو سکا۔ غالباً یہی تھا۔ اگر صحیح، انہی کے الفاظ ادا کرنے میں بھول ہوئی ہو تو معاف کیجیے گا۔ جیسا میں سمجھا تھا ویسا ہی آپ تک پہنچا دیا۔''

گانیا پر بے حد و بے حساب غیظ و غضب کا غلبہ ہوا اور دیوانگی کا ایسا دورہ پڑا کہ وہ آپے سے باہر ہو گیا۔

''اوفو، تو یہ بات ہے۔'' وہ دانت پیس کر بولا۔ ''میرے خط یوں کھڑکی سے باہر پھینکے جاتے ہیں۔ ہا! اسے بھاؤ تاؤ کرنا نہیں آتا..... ایں؟ مجھے آتا ہے، میں کروں گا۔ دیکھ لوں گا۔ بہت بقایا چڑھ گیا ہے، دیکھ لوں گا۔ صاحبزادی کا دماغ

Scanned with CamScanner

ٹھکانے لانا ہے۔"

وہ منہ بنائے جا رہا تھا، چہرے کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ منہ سے جھاگ نکل رہے تھے، مٹھیاں بھنچے ہوئے۔ وہ اور پرنس دونوں چند قدم چلے۔ پرنس کو وہ خاطر میں ہی نہیں لایا... گویا ساتھ نہیں چل رہا تھا بلکہ اپنے کمرے میں تھا تھا۔ وہ یہ کہ پرنس کا وجود و عدم اس کے نزدیک یکساں تھا۔ اتنے میں خیال ایک دم کسی طرف گیا اور اسے کچھ یاد آیا۔

"یہ بھلا کیسے ممکن ہوا، کیوں کر؟" وہ فوراً پرنس کی طرف مڑا۔ "یہ کیسے ممکن ہوا کہ آپ" (دل میں کہا کہ آپ جیسے ایڈیٹ) "دو گھنٹے کی ملاقات میں اتنے نزدیک ہو گئے، اتنا اعتبار حاصل کر لیا؟ کیسے آخر؟"

سب طرح کی اذیتوں میں ایک رقابت کی ہی کسر رہ گئی تھی۔ سو ایک دم رقابت نے بھی دل کھرچنا شروع کر دیا۔

"یہ بات تو میں خود بھی آپ کو نہیں سمجھا سکتا۔" پرنس نے جواب دیا۔

گانیا نے جھلاہٹ سے اسے دیکھا۔

"کہیں یہی اعتبار تو نہیں تھا جو تحفے میں آپ کو دینے کے لیے لگ (لگ روم میں بار کرنے کی تھی؟ کچھ تحفے میں دینے والی تھی نا آپ کو؟"

"اس کے علاوہ تو کچھ اور میری سمجھ میں نہیں آیا۔ یہی ہو گا۔"

"مگر ایسی کیا وجہ ہو گئی؟ لعنت ہو۔ آپ نے وہاں ایسا کیا کمال کیا؟ کس بات سے بات آگے؟" وہ گھبرایا گھبرایا سے کہہ رہا تھا (اس لمحے گانیا کے اندر ایک افراتفری مچی ہوئی تھی، جو ظاہر ہو رہا تھا اور اپنے خیالات کو ترتیب دینا بھی ممکن نہ تھا۔) "یہ ممکن ہے کہ کسی صورت سے آپ یادداشت پر زور ڈال کر ایک ترتیب کے ساتھ سلسلہ وار لکھے بتا سکیں کہ وہاں اندر آپ نے کیا باتیں کیں۔ اول سے، لفظ بلفظ؟ آپ نے کچھ نوٹ نہیں کیا؟ یاد نہیں آ جائے گا کیا؟"

"ہاں بالکل، اچھی طرح یاد ہے۔" پرنس نے جواب دیا۔ "شروع میں جب میں اندر گیا، تعارف ہوا تو ہم سوئٹزرلینڈ کی باتیں کرنے لگے۔"

"لعنت ہو سوئٹزرلینڈ پر۔"

"پھر سزائے موت کا ذکر چھڑا....."

"سزائے موت کا؟"

"جی ہاں، بات میں بات نکل آئی تھی..... پھر میں انہیں سنانے لگا کہ وہاں تین سال کیسے بسر کیے اور ایک واقعہ وہیں کی غریب لڑکی کا....."

"جہنم میں گئی غریب لڑکی، آگے چلیے۔" بے صبری میں گانیا غرانے لگا۔

"پھر یہ کہ شنیدہ نے میری فطرت کے بارے میں کیسے رائے ظاہر کی اور مجھ پر زور دیا کہ....."

"... پھینکو شنیدہ کو اور اس کی رائے پر تھوک دو، آگے چلو۔"

"ہائے چلے تو کسی سلسلے میں چہروں کی بات آئی۔ میں بتانے لگا کہ چہرے بولتے ہیں اور کہا کہ اگلا یا ایوانوو نا

کی صورت حسن میں قریب قریب نستاسیا فلی پوونا سے ملتی ہے۔ یہیں میرے منہ سے قتو ٹو والی بات نکل گئی....."

"کہیں وہ تو نہیں کہہ دیا، وہ تو نہیں بتا دیا جو یہاں کمرے میں سن کر گئے تھے؟ نہیں نا؟ نہیں نا؟"

"پھر دہراتا ہوں کہ نہیں۔"

"تو پھر کہاں سے؟ لعنت! اچھی! کہیں اگلایا نے وہ خط بڑی بی کو تو نہیں دکھا دیا تھا؟"

"اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ ہرگز نہیں دکھایا۔ میں تمام وقت وہاں موجود تھا۔ اسے وقت ہی اتنا کہاں ملا؟"

"ممکن ہے آپ کی نظر ہی نہ گئی ادھر.....اوہ، ایڈیٹ، مردود!" اب وہ بالکل ہی آپے سے باہر ہوا جا رہا تھا۔

"ٹھیک سے بیان کرنا بھی نہیں آتا۔"

گانیا، جب ایک بار بدتمیزی پر اتر آیا اور اسے ترکی بہ ترکی جواب ملا نہیں تو ایک ایک قدم کر کے صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھا، جیسا کہ ہمیشہ ایسے موقعوں پر بعض لوگوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ یہ حالت ذرا اور چلتی تو وہ طیش میں اتنا بے قابو ہو چکا تھا کہ راستے پر ٹھوکر نے لگتا۔ اس دیوانگی نے آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔ ورنہ بہت پہلے اس کی توجہ ادھر گئی ہوتی کہ یہ جو "ایڈیٹ" ہے، جسے وہ یوں کچوکے دے رہا ہے، بعض اوقات نہایت سرعت نظر کے ساتھ اور باریکی سے پوری بات ذہن نشین کر لیتا ہے اور انتہائی اطمینان قلب کے ساتھ نقل کرنا جانتا ہے مگر آناً فاناً ایک انہونی بات پیش آ گئی۔

"ایک بات آپ کو جتا دینا ضروری ہے گاوریلا صاحب!" پرنس نے اچانک گاوریلا کو ٹوکا "کچھ عرصہ پہلے مجھے بیماری تھی اور یہاں تک بیمار رہا کہ درحقیقت "ایڈیٹ" سا ہو گیا تھا لیکن اب مجھے صحت ہو چکی ہے، اس حالت سے نکل آیا ہوں۔ اب اگر کوئی منہ پر یہ لفظ کہہ دے تو ناگوار گزرتا ہے۔ یہ مانا کہ آپ کو معاف کیا جا سکتا ہے۔ یہ سوچ کر کہ آپ اس وقت مشکلات کا شکار ہیں، مگر آپ نے غصے میں ایک نہیں دو بار مجھے جھڑکا ہے۔ مجھے یہ بات سخت ناپسند ہے۔ خاص کر ایسے میں، جبکہ آپ کے جیسے، کہ پہلی ملاقات سے ہی شروع ہو گئے۔ اور فی الحال جبکہ ہم چوراہے پر کھڑے ہیں، کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم یہیں سے جدا ہو جائیں: آپ داہنے ہاتھ اپنے مکان کی طرف جائیں اور میں بائیں طرف۔ میری جیب میں پچیس روبل موجود ہیں، کسی مہمان خانے میں کرائے پر جگہ مل جائے گی مجھے۔"

گانیا سنتے ہی سخت پریشان ہوا بلکہ اس پر جھینپ سوار ہو گئی۔

"معاف کیجیے پرنس۔ خدارا مجھے معاف کر دیجیے۔" وہ جوش میں پکارا اور دشنام طرازی کے لہجے کو انتہائی خوش اخلاقی میں بدل کر بولا "دیکھتے ہیں آپ، کس مصیبت میں مبتلا ہوں! آپ کو ابھی تک کچھ معلوم نہیں، سب کچھ معلوم ہوتا تو یقیناً مجھے ایک حد تک معذور سمجھتے۔ ظاہر ہے کہ خیر.....اگرچہ معافی کے قابل نہیں ہوں....."

"میرے سامنے اتنی زیادہ معذرت کی ضرورت نہیں جناب!" پرنس نے فوراً جواب دیا۔ "میں سمجھ رہا ہوں کہ آپ سخت مشکل سے گزر رہے ہیں اسی لیے منہ پر گالی آ جاتی ہے۔ چلیے، یونہی سہی، آپ کی طرف سے، آپ کے مکان پر چلتے ہیں۔ میں خوشی سے....."

Scanned with CamScanner

''نہیں، اس شخص کو فی الحال یوں جانے دینا ممکن نہیں۔'' گانیا نے راستے میں پرنس کو غصے سے دیکھتے ہوئے اپنے دل میں سوچا۔ ''اس چلتے پرزے نے میرا راز اگلوالیا اور پھر اچانک اپنا نقاب اتار دیا..... اس میں کوئی خاص مطلب ہوگا۔ دیکھتے ہیں وہ کیا ہے! سب کچھ فیصل ہو جائے گا۔ سبھی کچھ، آج ہی ہے دن!''

دونوں چلتے چلتے آخر مکان پر آ پہنچے۔

(8)

گانیا کا فلیٹ، نہایت صاف ستھرے، روشن اور کشادہ زینے سے ہو کر دوسری منزل پر واقع تھا۔ اس میں چھ یا سات چھوٹے بڑے معمولی سے کمرے تھے، تاہم یہ مکانیت کسی بال بچوں والے سرکاری ملازم کی جیب سے مناسبت نہیں رکھتی تھی، چاہے اس کی تنخواہ دو ہزار روبل سالانہ ہوتی مگر مکان میں یہ سہولت مدنظر رکھی گئی تھی کہ ملازم اور کھانے کے ساتھ کرایہ دار رکھ لیے جائیں۔ ابھی زیادہ سے زیادہ دو مہینے پہلے یہ مکان خود گانیا کی مرضی کے عین برخلاف، اس کی سخت ناگواری کے باوجود ماں نینا اور بہن واروارا کی ضد پر لیا گیا تھا۔ دونوں دل سے چاہتی تھیں کہ بہت نہیں تو کسی قدر گھر کی آمدنی بڑھانے کی سبیل نکالیں، اس میں ہاتھ بٹائیں۔ گانیا کا اس بات پر منہ چڑھ گیا اور وہ گھر کے اندر باہر والوں کی رہائش کو بے ہودگی بتانے لگا کہ اس کے بعد دنیا کے سامنے منہ دکھاتے، اس سوسائٹی میں جاتے شرم آئے گی جہاں وہ ایک ایسے نوجوان کی طرح شان بگھارا کرتا تھا جو چمکنے اور بڑی ترقی کرنے والا ہو۔ تقدیر کے ساتھ یہ رعایت اور گھر کی یہ گھٹن ان سب نے اس کی روح میں گھاؤ ڈال دیئے تھے۔ ادھر کچھ عرصے سے وہ بات بات پر چڑھنے اور غصے کے مارے آپے سے باہر ہونے لگا تھا۔ تب اگر وہ عارضی طور سے مرضی کے خلاف صورتحال گوارا کرنے پر راضی ہو گیا تو صرف اس لیے کہ مستقبل قریب میں سب کچھ بدل ڈالنے اور الٹ پلٹ کرنے کی ٹھان چکا تھا مگر بدل ڈالنے کی جو خاص سبیل اس نے سوچی تھی، جو راستہ متعین کیا تھا، خود اس میں ایک زبردست مسئلہ درپیش تھا، ایسا مسئلہ جس کے حل کے ساتھ فکروں اور مصیبتوں میں پھنس جانے کا اندیشہ لگا ہوا تھا جو پہلے والے مصائب اور مشکلات سے کہیں بڑھ کر ثابت ہوتیں۔

فلیٹ کو ایک کوریڈور بیچوں بیچ تقسیم کرتا ہوا عین ڈیوڑھی سے آخر تک چلا گیا تھا۔ کوریڈور کے ایک جانب وہ تین کمرے تھے جو ''خاص تعلقات والے'' ان مہمانوں کے لیے رکھے گئے تھے جو قیام و طعام وغیرہ کا کرایہ ادا کریں۔ ان کمروں کے علاوہ اسی لائن کے بالکل آخر میں جا کر باورچی خانے کے برابر میں چوتھا، اوروں سے چھوٹا ایک کمرہ تھا جس میں صاحب خانہ ریٹائرڈ جنرل ایولگین رہا کرتا تھا۔ ایک بڑے صوفے پر اس کا بستر تھا اور باہر سے آمد و رفت کا راستہ صرف ایک تھا: باورچی خانے میں ہو کر اندھی اور تنگ سیڑھیوں والا۔ اسی تنگ کمرے میں گانیا کا چھوٹا بھائی رہا کرتا تھا کولیا، تیرہ سال کا لڑکا جو ہائی اسکول میں پڑھتا تھا۔ وہ بھی مجبور تھا کہ یہیں جیسے تیسے لکھنا پڑھنا کرے، رات کو یہیں دوسرے چھوٹے سے تنگ اور پرانے صوفے پر، خستہ حال بستر پر سو جایا کرے، اور اس کے علاوہ باپ کی دیکھ ریکھ بھی کرتا رہے، کیونکہ باپ روز بروز اس کی امداد کے محتاج ہوتے جا رہے تھے۔ پرنس کو رہنے کے لیے بیچ کا کمرہ ملا۔ داہنے ہاتھ کے پہلے کمرے میں کوئی فردی شینکو نام کا شخص پہلے سے رہتا تھا اور تیسرا کمرہ ابھی خالی تھا لیکن گانیا اس نئے کرایہ دار کو لیے ہوئے پہلے اس آدھے مکان میں گیا جہاں گھر والے رہتے تھے۔ اس حصے میں ایک بڑا ہال کمرہ تھا جو وقت ضرورت

Scanned with CamScanner

ڈائننگ روم بھی بن جایا کرتا تھا، ایک ملاقاتی کمرہ تھا جو صرف صبح کے وقت ملنے بیٹھنے کے کام آتا اور شام کو گانیا کے دفتری کمرے میں تبدیل ہو جاتا۔ یہی اس کے لیے شب خوابی کی جگہ تھی۔ آخر میں تیسرا کمرہ تھا، چھوٹا سا اور ہمیشہ دروازہ بند... یہ آرام گاہ تھی گانیا کی ماں نینا الیکساندروونا اور بہن واروارا اردالیونوونا کی۔ مختصر یہ کہ مکان میں ہر جگہ ٹھونس ٹھانس تھی، جسے دیکھ کر گانیا دانت پیسا کرتا اور اگرچہ وہ ماں کے سامنے ادب و لحاظ سے پیش آتا اور پیش آنا چاہتا تھا، پھر بھی اول قدم پر نظر آ جاتا کہ اس خاندان میں وہی ہے جو گھر والوں کو سختی سے دبا کر رکھتا ہے۔

نینا الیکساندروونا ملاقاتی کمرے میں اکیلی نہیں تھی، اسی کے ساتھ واروارا بھی بیٹھی تھی۔ دونوں کچھ بنائی میں مصروف تھیں اور ساتھ ساتھ باہر کے کسی شخص سے باتیں بھی کیے جا رہی تھیں۔ مہمان کا نام تھا ایوان پتیت سن۔ نینا الیکساندروونا کوئی پچاس سال کے پیٹے میں ہوگی، سُستا ہوا چہرہ، پچکے ہوئے گال اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے۔ صورت سے بیمار اور کسی حد تک دکھی نظر آتی تھی لیکن ناک نقشے اور نگاہ میں کافی دلکشی برقرار تھی۔ زبان کھولتے ہی پتہ چل گیا کہ کہنے والی کی طبیعت میں سنجیدگی اور عالی ظرفی بھرپور ہے۔ دیکھنے میں غمزدہ سہی، مگر محسوس ہوتا تھا کہ ارادے کی پکی اور اپنی بات کی دھنی عورت ہے۔ نینا کا لباس بے انتہا معمولی تھا، گہرے رنگ کا اور بوڑھی عورتوں کا سا۔ لیکن طور طریقے، گفتگو کے سلیقے سے وہ اعلیٰ صحبت یافتہ خاتون ظاہر ہو جاتی تھی۔

واروارا اردالیونوونا کوئی 23 سال کی لڑکی تھی، میانہ قد، کافی دبلی پتلی، بہت خوبصورت تو نہیں البتہ چہرے میں کوئی ایسی در پردہ صفت ضرور تھی کہ وہ حسن کے بغیر بھی دیکھنے والے کی نظر میں کھب جائے اور دامن دل شدت سے اپنی طرف کھینچتا رہے۔ بیٹی اپنی ماں سے بہت مشابہ تھی، یہاں تک کہ لباس میں بھی ذرا مشابہت قائم رکھی تھی کیونکہ اسے بنے سنورنے کا شوق بالکل نہیں تھا۔ اس کی بھوری آنکھوں میں خوش مزاجی اور جذباتی نرمی بھی بسی ہوئی تھی بشرطیکہ وہ اکثر سنجیدہ اور محو خیال نہ رہا کرتی، بعض اوقات تو بہت ہی زیادہ، خاص کر آج کل کے دنوں میں بہت کھوئی کھوئی اور گمبھیر رہنے لگی تھی۔ اپنی بات کی دھن اور ارادے کی پختگی اس کے چہرے پر بھی نمایاں تھی لیکن قیاس کہتا تھا کہ یہ عزم و استقلال ماں سے کہیں زیادہ سرگرمی اور صورتحال کے مطابق ڈھل جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ واروارا کی طبیعت بھڑکیلی تھی اور بڑا بھائی اسی سے کتراتا تھا کہ وہ کہیں کسی بات پر بھڑک نہ اٹھے۔ فی الحال جو مہمان بیٹھا تھا ایوان پتیت سن، وہ بھی اسی سے ڈرتا تھا۔ یہ شخص کوئی تیس برس سے نیچے کا جوان تھا، سادہ لباس مگر جامہ زیب، عادات و آداب میں خوشگوار مگر ذرا زیادہ ہی رکھ رکھاؤ کے ساتھ۔ اس کی چھوٹی سی گہری بھوری داڑھی بتاتی تھی کہ سرکاری ملازمت میں نہیں ہے۔ اسے ذہین اور دلچسپ گفتگو کا سلیقہ تھا لیکن اکثر خاموش رہتا۔ عموماً اسے دیکھ کر طبیعت پر خوشگوار اثر ہوتا تھا۔ واروارا کے معاملے میں غالباً وہ بے نیاز نہیں تھا اور اپنے احساسات چھپانے کی بھی اس نے کوشش نہ کی ہوگی۔ واروارا اس سے اپنا پن برتتی تھی لیکن اس کے بعض سوالوں کا جواب دینے سے ہچکچاتی بلکہ کتراتی تھی۔ پتیت سن بہرحال اس بات سے بالکل بدمزہ نہیں ہوتا تھا۔ نینا الیکساندروونا کسی قدر لگاوٹ سے پیش آتی تھی بلکہ ان دنوں وہ اس کے ساتھ رازداری بھی برتنے لگی تھی۔ معلوم تھا کہ وہ اونچی شرح سود پر اور کم و بیش پکا مال رہن میں لے کر روپیہ چلانے کا کاروبار کرتا ہے۔ گانیا سے اس کے نہایت بے تکلفانہ تعلقات تھے۔

گانیا نے حسب ضرورت مگر اکھڑا اکھڑا تعارف کرا دیا۔ (ماں سے اس نے روکھے پن سے سلام دعا کی، بہن

سے بات ہی نہیں کی اور پرنس سن کو وہاں سے ہٹا کر کسی اور طرف لے گیا) متعارف ہونے پر ہاں نے پرنس سے انتہائی مؤدبانہ لہجے میں چند رسمی الفاظ کہے اور دروازے میں جھانکتے ہوئے کولیا سے کہا کہ اسے سیدھا کمرے میں لے جائے۔ یہ وہی کولیا تھا جس کی اور کاتیا کی خوش مزاج نند اس کے طور طریقے میں اور دوں کا اعتبار اور سادہ دلی جھلکتی تھی۔

"آپ کا سامان کہاں ہے؟" پرنس کو کمرے میں لے جاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"میرے پاس صرف ایک گٹھڑی ہے۔ کمرے سے باہر چھوڑ آیا ہوں۔"

"میں ابھی لائے دیتا ہوں۔ ہمارے ہاں نوکر بس یہی ہیں، باورچن اور ماتریونا۔ اس لیے مجھے بھی کام میں ہاتھ بٹانا پڑتا ہے۔ واریا اوپر کی دیکھ بھال کرتی ہیں اور خدارحتی ہیں۔ گانیا کہہ رہے تھے کہ آپ آج ہی سوئٹزرلینڈ سے آئے ہیں۔"

"ہاں۔"

"سوئٹزرلینڈ دیکھنے میں اچھا ہے؟"

"بہت۔"

"پہاڑ ہیں؟"

"ہاں۔"

"میں ابھی آپ کی گٹھڑیاں اٹھالاتا ہوں۔"

اتنے میں واروارا اور الیونوونا اندر آ گئی۔

"ملازمہ ابھی بستر ٹھیک کیے دیتی ہے۔ سوٹ کیس ہے آپ کے پاس؟"

"جی نہیں، ایک گٹھڑی ہے۔ آپ کا چھوٹا بھائی لانے گیا ہے۔ دروازے کے پاس رکھ دی تھی۔"

"وہاں تو، سوائے اس پوٹلی کے اور کوئی گٹھڑی وغیرہ نظر نہیں آئی۔ آپ کہاں رکھ آئے تھے؟" کولیا نے کمرے میں گھستے ہی سوال کیا۔

"ہاں، یہی تھی۔ سوائے اس کے اور کوئی نہیں۔" پرنس نے اپنی گٹھڑی سنبھالتے ہوئے جواب دیا۔

"ارے، ارے میں تو سمجھا کہیں فردی شینکو نے تو ہاتھ صاف نہیں کر دیا۔"

"بکواس مت کرو۔" واریا نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔ وہ پرنس سے بھی رکھائی کے ساتھ اور محض رسمی خوش اخلاقی سے بات کر رہی تھی۔

"Chere Babete[69] مجھ سے ذرا نرمی سے بات کیجیے، میں کوئی بیت سن نہیں ہوں۔"

"تمہاری تو کمال ادھیڑنی چاہیے کولیا۔ اتنے تم بے وقوف ہو۔ آپ کو جو کچھ درکار ہو، ماتریونا سے کہہ دیجیے گا۔ یہاں ساڑھے چار بجے کھانا ہوتا ہے۔ اگر پسند ہو تو ہمارے ساتھ ورنہ اپنے کمرے میں الگ کھانا کھا سکتے ہیں۔ جیسے آپ کی مرضی۔ چلو، کولیا، ان کا وقت خراب مت کرو۔"

"میلیے، بات کی پکی بہن اچھے!"

نکلنے میں وہ گانیا سے ٹکرا گئے۔

''ابا گھر میں ہیں؟'' اس نے کولیا سے پوچھا اور جب تصدیق ہوگئی تو اس نے بھائی کے کان میں چپکے سے کہا۔

کولیا نے ہاں میں سر ہلا دیا اور وارورا کے پیچھے پیچھے ہولیا۔

''دو لفظ کہنے ہیں پرنس! میں آپ سے ان..... مسئلوں کی وجہ سے کہنا ہی بھول گیا تھا۔ ایک درخواست ہے آپ سے۔ اگر آپ پر بہت بار نہ گزرے تو ایک مہربانی کیجیے، یہاں، براہ کرم ہرگز اس کا ذکر مت نکالیے گا جو اگلایا کے ساتھ ابھی ابھی پیش آچکا ہے اور وہاں اس گھر کی بات نہ کہیے گا کیونکہ یہاں بھی بے ہودگی کی کچھ کمی نہیں ہے۔ لعن ہو..... مگر زیادہ نہیں تو کم از کم آج کے ایک دن زبان پر قابو رکھیے۔''

''یقین کیجیے گا کہ جتنا آپ سوچ رہے ہیں اس سے کہیں کم میری زبان سے نکلا ہے۔'' پرنس نے گانیا کے طنز آمیز جملے سے ذرا جز بز ہو کر جواب دیا۔ ان دونوں کے باہمی تعلقات بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے۔

''خیر، یونہی سہی مگر آج آپ کے سبب مجھ پر بری گزری۔ مختصر یہ کہ آپ سے درخواست کرنی تھی۔''

''ہاں، یہ بھی آپ ملحوظ رکھیے کہ میرا کیا فرض تھا گاوریلا صاحب! میں تصویر کا ذکر زبان پر کیوں نہ لاتا؟ کیا آپ نے مجھے منع کیا تھا؟''

''تھو، کیا برا کمرہ ہے۔'' گانیا نے تحقیر سے چاروں طرف نظر گھما کر کہا ''اندھیرا ابھی ہے اور کھڑکیاں احاطے میں کھلتی ہیں۔ آپ بہرحال بے موقع آئے ہمارے یہاں مگر میرا اس معاملے سے کوئی سروکار نہیں۔ میں نے نہیں رکھے ہیں یہ کمرے۔''

چیت سن کمرے میں جھانکا اور گانیا کو آواز دی۔ وہ آواز سنتے ہی پرنس کو چھوڑ چھاڑ باہر چل دیا۔ حالانکہ اسے ابھی، شاید کچھ اور کہنا تھا مگر وہ ذرا جھینپ گیا اور اسی کھسیانے پن میں کمرے میں بھی عیب نکال دیئے، یہ بھی ذہنی پریشانی میں ہوا ہوگا۔

ابھی پرنس نہا دھو کر کسی قدر تیار ہونے نہ پایا تھا کہ دروازہ پھر کھلا اور ایک نئی ہستی اندر جھانکی۔

یہ کوئی تیس سال کا ایک شخص تھا، اچھا خاصا قد و قامت، چوڑے شانے، لال رنگ کے گھونگھریالے بالوں سے بھرا بڑا سا سر، چہرہ مسوں سے بھرا اور سرخ۔ موٹے موٹے ہونٹ، چپٹی چوڑی ناک، پھولے ہوئے پپوٹوں تلے دبی اور مسخرے پن کی چیاں سی آنکھیں جو گویا مستقل جھپکے جاتی تھیں۔ پورے حلیے سے وہ پست فطرت نظر آتا تھا۔ کپڑے بھی میلے کچیلے پہنے تھا۔

اس نے اول تو دروازہ اتنا کھولا کہ سر اندر ڈال سکے۔ پانچ سیکنڈ تک وہ اسی پوز میں کمرے کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر دروازہ چرچرا کے کھلنے لگا اور اس شخص کا پورا وجود چوکھٹ پر نمودار ہوگیا۔ وہیں سے وہ آنکھیں چندھیائے پرنس کو تکتا رہا، اندر نہیں آیا۔ آخر اندر قدم رکھ کر دروازہ پیچھے سے بند کر دیا، نزدیک آیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ پرنس کا ہاتھ زور سے تھاما اور اپنے سامنے صوفے پر بٹھا لیا۔

Scanned with CamScanner

''فردی شینکو ہوں میں۔'' اس کے منہ سے نکلا اور پرنس کی صورت سوالیہ نظروں سے تکتا رہا۔

''تو کیا ہوا؟'' پرنس نے قریب قریب مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''رہتا ہوں یہاں۔'' فردی شینکو نے پھر پہلے کی طرح نظر گاڑھے ہوئے کہا۔

''ملنا چاہتے ہیں نا؟''

''اے!'' نووارد کے حلق سے نکال۔ اس نے بالوں میں انگلیاں پھیری اور لمبی سی سانس لی۔ اب وہ سامنے کے کونے میں دیکھنے لگا۔ ''آپ کے پاس کچھ رقم ہوگی؟'' وہاں سے ایک دم پرنس کے چہرے پر نظر گھما کر پوچھا۔

''تھوڑی سی۔''

''ٹھیک ٹھیک کتنی نقدی؟''

''پچیس روبل۔''

''ذرا نکالیے تو۔''

پرنس نے واسکٹ کی جیب سے پچیس کا نوٹ نکالا اور فردی شینکو کو دے دیا۔ اس نے نوٹ کی تہہ کھولی، نظر ڈالی، اسے دوسری طرف سے تہہ کیا اور پھر اجالے کی طرف لے گیا۔

''عجیب بات۔'' اس نے گویا سوچ میں پڑتے ہوئے کہا۔ ''یہ بھورے کیوں ہو جاتے ہیں؟ یہ پچیس والے نوٹ کبھی کبھی انتہائی بھورے ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ دوسرے نوٹوں کا صرف رنگ اڑتا ہے۔ لیجیے!''

پرنس نے وہ نوٹ واپس لے لیا۔ فردی شینکو کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''میں آپ کو خبردار کرنے آیا تھا۔ اول یہ کہ آپ مجھے روپیہ ادھار نہ دیں کیونکہ میں بہرحال مانگے بغیر نہیں رہے گا۔''

''ٹھیک ہے۔''

''کرایہ دینے کا ارادہ ہے آپ کا؟''

''ارادہ تو ہے۔''

''میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔ شکریہ۔ میں آپ سے داہنی طرف ہوں، پہلا دروازہ۔ دیکھا ہے؟ میری طرف آنے کی بار بار تکلیف نہ کیجیے۔ میں خود ہی آتا رہوں گا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ جنرل سے ملے؟''

''نہیں۔''

''سنا بھی نہیں؟''

''نہیں تو۔''

''خیر، دیکھ بھی لیں گے، سن بھی لیں گے اور تو اور، وہ مجھی سے روپیہ قرض مانگتے رہتے ہیں Ayis au lecteur[1]۔ اچھا، میں چلا۔ بھلا یہ بھی کوئی نام ہوا فردی شینکو؟ کیوں؟''

''کیوں نہیں؟''

Scanned with CamScanner

''چلتا ہوں، رخصت!''

یہ کہا اور دروازے کی طرف چل دیا۔ بعد میں پرنس کو بتایا گیا کہ یہ شخص اپنے سر پر یہ فرض لیے پھرتا ہے کہ کبھی لوگوں کو انوکھے پن سے، ہنسی مذاق کی بات سے حیران کرتا پھرے لیکن کبھی کامیاب نہ ہوا۔ بعض لوگوں کے ذہن پر تو بڑے نقش چھوڑ چکا ہے، جس سے رنجیدہ بھی رہا لیکن اپنی خصلت نہیں چھوڑی۔ دروازے میں اندر آتے ہوئے کسی شخص سے ٹکراتے ٹکراتے سنبھلنے کا موقع مل گیا۔ کوئی اور نووارد تھا، پرنس کے لیے اجنبی، فردی شینکو نے اسے اندر آنے کا راستہ دیا اور اس کی پیٹھ پیچھے آنکھیں ایسے مٹکائیں گویا نووارد سے خبردار کر رہا ہو اور اس طرح وہ کمرے سے رخصت ہوا مگر خود کو شاباش دیے بغیر نہیں۔

جو صاحب داخل ہوئے کوئی پچپن بلکہ اس سے زیادہ عمر کے دراز قد آدمی تھے، خاصا گٹھا ہوا بدن، سرخی مائل بنفشی، بھاری اور پھولا ہوا چہرہ، جس کے دونوں طرف گھنی سفید قلموں کی جھالر لگی تھی، منہ پر مونچھیں اور کافی باہر نکلی ہوئی آنکھیں۔ جسم بھی شاندار تھا بشرطیکہ تن وتوش میں بھدا پن، تھل تھل کرتا گوشت بلکہ داغ نہ لگ گیا ہوتا۔ وہ پرانا فراک کوٹ پہنے ہوئے تھے جو کہنیوں پر سے تقریباً نکل چکا تھا۔ اندر کے کپڑے بھی بوسیدہ سے تھے جیسے گھر میں لپیٹ لیے جاتے ہیں۔ قریب سے کسی قدر وادکا کی بو آتی تھی مگر نشست و برخاست طور طریقہ رعب داب والا، سدھایا ہوا اور اس ارمان میں ڈوبا ہوا تھا کہ دیکھنے والا اس کی آن بان سے حیرت میں رہ جائے۔ یہ صاحب سنبھلتے ہوئے تیزی سے پرنس کے نزدیک آئے اور خاطردارانہ مسکراہٹ کے ساتھ خاموشی سے پرنس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا، دیر تک یونہی لیے رہے اور اس کا چہرہ دیکھتے یا پڑھتے رہے گویا پہچانے نقوش کی شناخت کر رہے ہیں۔

''وہی..... وہی۔'' انہوں نے دبی آواز سے لیکن خاص شان کے ساتھ کہا۔ ''ہو بہو، زندہ تصویر۔ سن رہا ہوں، ایک جانا پہچانا اور عزیز نام زبانوں پر آ رہا ہے۔ اس نام کے ساتھ عہد رفتہ کی یادیں وابستہ ہیں..... پرنس میشکن؟''

''جی ہاں۔ یہی جناب!''

''میں ہوں جنرل ایولگین، ریٹائرڈ اور بدنصیب۔ کیا میں آپ کا گھر کا نام اور ولدیت پوچھ سکتا ہوں؟''

''لیو پسر نکولائی۔''

''ہاں، ٹھیک۔ میرے دوست کے، بلکہ ہم جولی کے بیٹے ہیں آپ۔ یعنی نکولائی پتروویچ کے فرزند؟''

''جی، میرے والد کا نام تھا نکولائی لوویچ۔''

''ہاں لوویچ۔'' جنرل نے غلطی درست کر لی مگر بڑے اطمینان کے ساتھ اور پورے اس اعتماد کے ساتھ کہ گویا غلطی حافظے کی نہیں صرف زبان کی تھی۔ اتفاقاً زبان سے غلط نکل گیا۔ وہ بیٹھ گئے اور پرنس کا ہاتھ تھام کر اسے بھی اپنے برابر بٹھا لیا۔ ''میں آپ کو انہی ہاتھوں پر اٹھائے پھرا ہوں۔''

''واقعی؟'' پرنس نے حیرت سے سوال کیا۔ ''میرے والد کو اب دنیا سے سدھارے کوئی بیس سال ہوئے ہیں۔''

''ہاں، بیس تو ہو چکے، بیس سال اور تین مہینے۔ میں اور وہ مرحوم دونوں ہم سبق تھے۔ میں سیدھا فوج میں.....''

Scanned with CamScanner

''اور والد مرحوم بھی فوج میں تھے۔ واسیلیفسکی رجمنٹ میں سیکنڈ لیفٹیننٹ۔''

''نہیں، بیلو میرسکی رجمنٹ میں۔ مرنے سے ذرا پہلے ہی وہاں ان کا تبادلہ ہو گیا تھا۔ آخر وقت میں ان کے پاس موجود تھا اور دعائیں بھی میں نے ہی دم کی تھیں۔ آپ کی والدہ.....''

جنرل اتنا کہہ کر ٹھہر گئے، گویا المناک یاد انہیں ستا رہی ہے۔

''وہ بھی والد کے چھ مہینے بعد انتقال کر گئیں، سردی لگنے سے۔'' پرنس نے بتایا۔

''نزلے سے نہیں، سردی زکام سے نہیں۔ اس بوڑھے کی بات مانیے، میں موجود تھا۔ میں نے ہی انہیں دفنایا تھا۔ اپنے شوہر کے غم میں جان دے دی انہوں نے۔ سردی سے نہیں۔ مجھے وہ اچھی طرح یاد ہیں! ہا، نوجوانی! تمہارے والد اور میں بچپن کے دوست ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کو مارنے مرنے پر تل گئے تھے۔''

پرنس ان بزرگوار کی باتیں کسی قدر بے اعتباری سے سنتا رہا۔

''میں آپ کی والدہ سے دیوانہ وار محبت کرتا تھا، جب وہ میرے عزیز دوست کی منگیتر بن چکی تھیں تب بھی۔ آپ کے والد پرنس کی نظر میں آئی یہ بات اور بھڑک اٹھے۔ صبح کوئی سات کا عمل ہوگا کہ گھر آئے، مجھے سوتے سے اٹھایا۔ میں نے اضطراب کے عالم میں کپڑے پہنے، دونوں طرف خاموشی۔ معاملہ سمجھ گیا۔ انہوں نے جیب سے دو پستول نکالے۔ رومال لگایا درمیان میں۔ وکیل، گواہ کوئی نہیں۔ گواہ کی ضرورت بھی کیا جب ایک دوسرے کو ہم پانچ منٹ بعد اباد آباد بھیجنے والے تھے۔ پستول میں گولی بھری، رومال ٹانگ دیا، آمنے سامنے تن کر کھڑے ہوئے، پستول سینے سے لگا کر بالکل تیار کی، ایک دوسرے کی صورت دیکھی۔ پھر کیا تھا، دونوں کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ، اولے برابر آنسو۔ ہاتھ کانپنے لگے۔ ایک ساتھ ہم دونوں کے، دونوں کے ہاتھ! بس، قدرتی بات کہ دوڑ کے لپٹ گئے اور ایک سے دوسرا بڑھ کر فیاضی پر تیار۔ پرنس پکارتے ہیں، جا وہ تیری، میں کہتا ہوں، نہیں تیری۔ غرض کہ.....اب کیا کہوں، غرض کہ.....تو آپ ہمارے یہاں رہنے آئے ہیں؟''

''جی ہاں، کچھ عرصے کے لیے شاید۔'' پرنس نے ذرا ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

''پرنس، اماں نے آپ کو بلایا ہے۔'' کولیا نے دروازے میں منہ ڈال کر صدا لگائی۔ پرنس جانے کے لیے اٹھنے ہی والا تھا کہ جنرل نے اپنا داہنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا اور دوستانہ انداز میں کھینچ کر پھر صوفے پر بٹھالیا۔

''آپ کے والد کے سچے دوست کی حیثیت سے میں خبردار کر دینا چاہتا ہوں کہ.....'' جنرل بولے ''ایک بڑا سانحہ گزر گیا، میں اس کی زد میں آ گیا۔ کوئی مقدمہ نہیں چلا! عدالت کچہری کچھ نہیں۔ نینا الیکساندروونا میری بیوی لاثانی عورت ہے۔ بیٹی دارورا.....ایسی بیٹی ہونا بہت مشکل ہے! حالات کی مجبوری کہ کمرے کرائے پر اٹھانے پڑتے ہیں۔ ہمارے لیے یہ نہایت گری ہوئی بات ہے! مجھ جیسے شخص کی کسر شان، جسے اب تک کہیں کا گورنر ہونا چاہیے تھا.....مگر، خیر، آپ آ گئے، بڑی خوشی۔ یہیں بتا دوں کہ ہمارے یہاں آج کل ایک افسوسناک واقعہ ہو گیا ہے۔''

پرنس نے سوالیہ نظروں سے ان کی صورت دیکھی اور بڑا اشتیاق ظاہر کیا۔

''شادی کی تیاری ہے۔ شادی بھی کیا کہ عجوبہ۔ ایک عورت جس پر انگلیاں اٹھتی ہیں، اس نے ایک ایسے

Scanned with CamScanner

نوجوان کی شادی جو سرکار رعالی میں حاضر باش کا عہدہ پا سکتا ہے۔ اس عورت کو یہاں گھر میں لایا جا رہا ہے جہاں میری بیوی اور میری بیٹی رہتی ہیں! اگر جب تک میرے دم میں دم ہے، وہ یہاں قدم نہیں رکھ سکتی۔ میں چوکھٹ پر لیٹ جاؤں گا۔ آپ ہے تو مجھے پھلانگ کر آئے!.. گانیا سے آج کل بات چیت قریب قریب بند ہے میری۔ ملنے سے بھی کتراتا ہوں۔ میں عمداً آپ کو پہلے سے آگاہ کیے دے رہا ہوں۔ آپ یہاں رہنے والے ہیں تو سب کچھ بہرحال آپ کے سامنے آ جائے گا۔ گواہ رہیں گے۔ آپ میرے دوست کے بیٹے ہیں اور آپ سے یہ امید رکھنا غلط نہ ہوگا....''

''پرنس، مہربانی کیجیے۔ ذرا میرے پاس ڈرائنگ روم میں چلے آیئے۔'' اس بار خود جنرل کی بیوی نینا ہی دروازے تک بلانے چلی آئی۔

''ذرا تصور کرنا میری پیاری۔'' جنرل پکارے۔ ''پتہ چلا کہ میں کسی وقت میں پرنس کو گود میں کھلا چکا ہوں۔''

نینا الیکساندروونا نے شوہر کو ملامت سے اور پرنس کو ٹٹولنے والی نظر سے دیکھا مگر ایک لفظ منہ سے نہ نکالا۔ پرنس اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ ابھی وہ ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھے ہی تھے۔ نینا نے ادبدا کر دھیمی آواز میں کچھ بتانے کو زبان کھولی ہی تھی کہ اتنے میں جنرل بہ نفس نفیس وہاں آ پہنچا۔ نینا نے فوراً خود کو تھام لیا اور منہ بنا کر اپنی کڑھائی بنائی میں پھر سے لگ گئی۔ شاید جنرل نے بیوی کی اس ناگواری کو بھانپ لیا تھا مگر پروا کیے بغیر انہوں نے اپنا شاندار موڈ قائم رکھا۔

''میرے دوست کے صاحبزادے ہیں یہ!'' وہ نینا کو مخاطب کر کے بآواز بلند کہنے لگے ''اور کیسی انہونی بات! مجھے ایک زمانے سے اس کا سان گمان تک نہ تھا۔ لیکن عزیز من، تمہیں یاد تو ہوں گے مرحوم نکولائی لوودوچ؟ تم ان سے وہاں مل چکی ہو.... تو یر میں نا؟''

''مجھے تو یاد نہیں آتے نکولائی صاحب، کیا وہ آپ کے والد بزرگوار تھے؟'' خاتون نے پرنس سے سوال کیا۔

''جی ہاں، والد۔ مگر ان کا انتقال ہو چکا، تو یر میں نہیں یلیزاویت گراد میں ہوا تھا۔'' پرنس نے دبے لفظوں میں گویا جنرل کو ٹوکا ''میں نے یہ پاولی شیف کی زبانی سنا ہے۔''

''انتقال تو یر میں ہی ہوا۔'' جنرل نے زور دے کر کہا ''بالکل آخری وقت میں ان کی بدلی تو یر کو ہو گئی تھی، بلکہ جب تک ان کی بیماری نے زور نہیں پکڑا تھا۔ آپ اتنے کمسن تھے کہ آپ کو نہ ان کا ٹرانسفر یاد ہوگا، نہ وہ سفر۔ اور پاولی شیف کی یادداشت نے غلطی کی، اگرچہ آدمی وہ بڑا ہی لاجواب تھا۔''

''کیا آپ پاولی شیف سے بھی واقف ہیں؟''

''ایسے آدمی کہاں ہوتے ہیں! اس کے وقت آخر میں موجود تھا.... بلکہ بستر مرگ پر دعائیں بھی پڑھی تھیں....''

''میرے والد پر مقدمہ قائم تھا۔ جب وہ مرے ہیں تو۔'' پرنس نے پھر جتایا۔ ''اگرچہ آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ کس سلسلے میں تھا یہ مقدمہ۔ ہسپتال میں انتقال ہوا ان کا۔''

''مقدمہ ایک عام فوجی کلپا کوف کے سلسلے میں تھا۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ الزام سے بری ہو جاتے۔''

''اچھا یوں؟ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے؟'' پرنس نے خاص تجسس سے دریافت کیا۔

Scanned with CamScanner

''اور کیا نہیں!'' جنرل نے چیختے ہوئے کہا ''مقدمہ فیصلہ ہوئے بغیر ہی خارج ہو گیا۔ ناقابل یقین کیس تھا۔ بلکہ یوں کہیے کہ بہت پراسرار۔ کمپنی کمانڈر کیپٹن لاپورنوف مر جاتا ہے۔ پرنس عارضی طور پر اس عہدے کا چارج لے لیتے ہیں۔ خوب! فوجی سپاہی کلپاکوف چوری کرتا ہے۔ اپنے ایک ساتھی کا چرمی سامان چرا کر بیچ کھونچ کے رقم پی جاتا ہے۔ خوب! پرنس صاحب اور ذرا خیال کیجیے کہ سرجنٹ میجر اور کارپورل کی موجودگی میں، رائی خبر لیتے ہیں اور کوڑوں کی مار سے ڈراتے ہیں۔ بہت خوب۔ کلپاکوف بیرک میں جا کر اپنے تختے پر لیٹ جاتا ہے اور ابھی پون گھنٹہ نہ گزرا ہوگا کہ مر جاتا ہے۔ بہت خوب! لیکن بالکل انہونی بات! بلکہ ناممکن۔ جیسے تیسے کلپاکوف کو دفن کر دیا جاتا ہے اور پرنس اوپر رپورٹ کر دیتے ہیں، اس کا نام رجسٹر سے کٹ جاتا ہے۔ چلیے۔ یہ بھی ہوا۔ اس سے بہتر کیا! لیکن ٹھیک چھ مہینے بعد بریگیڈ کے معائنے کے وقت وہی کلپاکوف اچھا خاصا، صحیح سلامت، کمپنی نمبر 3، بٹالین نمبر 2، نووازیملیانسکی پیدل رجمنٹ میں موجود ہے، اسی بریگیڈ، اسی ڈویژن میں!''

''یہ کیسے؟'' پرنس حیرت سے بے قابو ہو کر چیخ پڑا۔

''ایسے نہیں ہوا تھا، غلطی کر رہے ہیں یہ!'' نینا الیکساندروونا نے ایک دم شوہر کی طرف رخ کیا۔ ان کے چہرے پر افسوس کی جھلک تھی۔ Mon mari se trompe[8]

''مگر مائی ڈیر se trompe کہنا تو آسان ہے۔ ذرا اس جیسے کیس کو سلجھا کر دیکھو! سب کی عقل گم۔ سب سے پہلے میں ہی کہتا qu'on se trompe[9]۔ لیکن بدقسمتی سے میں خود موقع پر موجود اور معائنہ کرنے والے کمیشن کا ممبر بھی۔ تمام عینی علامتیں کہتی تھیں کہ یہ وہی شخص ہے، عین عین وہی فوجی کلپاکوف جسے چھ ماہ ہی پہلے دفن کیا گیا تھا، حسب معمول پریڈ ہوئی تھی اور فوجی نقارے کی چوٹ پر جلوس جنازہ نکلا تھا۔ واقعہ ایسا تھا کہ شاید ہی کبھی ہوتا ہو، عقل سے تقریباً بالاتر۔ مجھے اتفاق ہے کہ.....''

''ابا آپ کا کھانا میز پر لگا دیا ہے۔'' وارورا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''یہ لاجواب کام کیا ہے، بے مثال! مجھے بھوک بھی سخت لگی تھی..... لیکن یہ جو واقعہ سنایا میں نے کہنا چاہیے کہ نفسیاتی کیس.....''

''سوپ پھر ٹھنڈا ہو جائے گا۔'' واریا نے جلدی مچائی۔

''آتا ہوں، آتا ہوں۔'' جنرل کمرے سے نکلتے ہوئے بڑبڑایا۔ ''یہ ہوا حالانکہ ہر قسم کی اطلاع بہم.....'' کوریڈور میں سے گزرتے ہوئے یہ الفاظ بھی کہتا گیا۔

''آپ ہمارے یہاں رہیں گے تو میرے شوہر اردالیون کی بہت سی باتوں سے درگزر کرنا پڑے گا۔'' نینا نے پرنس کو سمجھایا۔ ''ویسے وہ آپ کو زیادہ پریشان نہیں کرنے والے۔ کھانا تنہا کھاتے ہیں۔ آپ اتفاق کریں گے کہ ہر ایک میں کوئی نہ کوئی خامی تو ہوتی ہی ہے، اور خاص خصلتیں بھی۔ اوروں میں، ممکن ہے، اس سے بھی زیادہ ہوں جتنی ان میں جن پر ہم انگلیاں اٹھانے کے عادی ہو چکے ہیں۔ البتہ ایک بات آپ سے عرض کرنی ہے: اگر کبھی میرے شوہر آپ سے کرائے کا ذکر نکالیں، ادائیگی کے لیے کہیں تو آپ کہہ دیجیے گا کہ مجھے ادا کر چکے۔ یعنی یہ کہ آپ انہیں جو کچھ بھی دیں گے، وہ آپ

Scanned with CamScanner

کے حساب میں ہی درج ہوگا مگر میں صرف اس خیال سے کہہ رہی تھی کہ روپے پیسے کے معاملے میں باقاعدگی رہے..... یہ کیا ہے، واریا؟"

واریا کمرے میں واپس آئی اور خاموشی سے اس نے نستاسیا فلی پوونا کا فوٹو ماں کو دے دیا۔ نینا الیکساندروونا نے دیکھتے ہی جھرجھری لی اور دیر تک اسے غور سے دیکھتی رہی۔ شروع میں خوف و اندیشہ سے، اور پھر تلخی کے ساتھ ڈوبتے ہوئے دل سے۔ آخر اس نے بیٹی کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"آج خاص اسی کی طرف سے بھائی کو یہ تحفہ آیا ہے۔ شام کو وہاں سب کچھ طے ہو جائے گا۔"

"آج شام کو؟" مری ہوئی آواز میں گویا مایوسی کے ساتھ ماں نے دہرایا۔ "پھر کیا؟ شک و شبہ کی گنجائش رہی نہیں اور اب کوئی امید بھی نہیں رہ گئی: تصویر نے سبھی کچھ کہہ دیا..... اچھا یہ تو بتاؤ واریا، کیا اس نے خود تمہیں دکھائی یہ تصویر؟" اس نے حیرت سے دریافت کیا۔

"آپ کو تو، اماں، معلوم ہے کہ مہینہ بھر ہونے آیا، مجھ سے بول چال تک نہیں ان کی۔ پتیت سن نے مجھے یہ سب بتا دیا اور دیکھتی ہوں تو یہ فوٹو وہاں میز کے پاس فرش پر پڑا تھا۔ میں نے اٹھا لیا۔"

"پرنس" نینا الیکساندروونا ایک دم اس کی طرف متوجہ ہوئی "میں آپ سے ایک بات پوچھوں (خاص اسی غرض سے میں نے آپ کو ادھر بلوایا بھی تھا): کیا میرے بیٹے سے آپ کی پرانی ملاقات ہے؟ شاید، وہ بتا رہا تھا کہ آپ آج ہی کہیں باہر سے آئے ہیں؟"

پرنس نے مختصراً اپنے بارے میں بتا دیا اور آدھے سے زیادہ تفصیل پی گیا۔ دونوں ماں بیٹی نے توجہ سے سارا ماجرا سنا۔

"میں گانیا کے بارے میں آپ سے معلومات نکالنے کی کوشش نہیں کر رہی ہوں۔" نینا الیکساندروونا نے وضاحت کی۔ "آپ میرا مطلب غلط نہ سمجھیے گا۔ اگر کوئی ایسی بات ہو جو وہ مجھے خود نہ بتانا چاہے تو میں بھی اس کی پیٹھ پیچھے کسی اور ترکیب سے معلوم نہیں کرنا چاہتی۔ میں نے اتنا بھی دریافت کیا تو صرف اس لیے کہ ابھی ابھی گانیا آپ کے سامنے اور بعد میں جب آپ باہر جا چکے تھے، میرے پوچھنے پر بتا رہا تھا کہ 'آپ کو سب معلوم ہے، تکلف کی کوئی ضرورت نہیں'۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ یعنی میں صرف اتنا جاننا چاہتی ہوں کہ کس حد تک...؟"

اتنے میں گانیا اور پتیت سن، دونوں آ پہنچے۔ نینا فوراً چپ ہو گئی۔ پرنس برابر کی کرسی پر براجمان رہا، واریا پہلو بچا کر ایک طرف چل دی۔ نستاسیا کا فوٹو سب سے نمایاں جگہ، نینا کے کام والی میز پر، ٹھیک اس کی نظروں کے سامنے رکھا رہ گیا۔ گانیا نے دیکھا تو ناک بھوں چڑھا کر فوٹو وہاں سے اٹھا لیا، اور اپنے لکھنے پڑھنے کی میز پر، جو کمرے کے دوسرے کونے میں تھی، ہاتھ بڑھا کر ڈال دیا۔

"آج، گانیا؟" نینا الیکساندروونا نے اچانک پوچھا۔

"کیا آج؟" سنتے ہی گانیا گویا غصے سے اچھل پڑا اور ایک دم پرنس کی طرف پلٹا۔ "اب میں سمجھا، یہاں بھی آپ ہی کی لگائی بجھائی ہے!.. یہ ہے کیا آپ کو، بیماری ہے کوئی؟ کیا بیماری ہے یہ؟ زبان نہیں رکتی؟ ایک بات اچھی طرح

Scanned with CamScanner

ذہن نشین کر لیجیے حضرت....."

"یہاں قصور میرا ہے۔" پتیت سن نے گانیا کی بات کاٹی "کسی اور کو الزام نہ دینا!"

گانیا سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"یہ تو بہتر ہی ہوا گانیا، کہ اور نہیں تو کم از کم ایک طرف سے معاملہ طے شدہ ہے۔" پتیت سن ایک سمت کو سرک کر میز کے پاس بیٹھتے ہوئے منہ ہی منہ میں بولا۔ اس نے جیب سے کوئی کاغذ نکالا جو پینسل سے لکھا ہوا تھا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ گانیا خاموش فکرمند کھڑا رہا، اس انتظار میں کہ اب خاندان میں کوئی ہنگامہ برپا ہونے والا ہے۔ پرنس کے سامنے اس نے اپنی الزام تراشی پر معذرت کرنا بھی ضروری نہ سمجھا۔

"اگر سب کچھ طے شدہ ہے تو پھر ایوان پتیت سن حق بجانب ہیں" ماں نے کہا "براہ کرم بگڑنے کی ضرورت نہیں۔ فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں گانیا۔ میرا یہ ہے کہ جو بات تم خود نہیں بتانا چاہتے، وہ میں کریدوں گی بھی نہیں۔ تم یقین کرنا کہ میں نے صبر کر لیا ہے، یہ مہربانی کرو کہ اپنا دل اور نہ دکھاؤ۔"

نینا الیکساندروونا نے یہ الفاظ ادا کیے تو سر نہیں اٹھایا۔ کڑھائی بنائی پر اس کی انگلیاں چلتی رہیں۔ گویا واقعی انہیں اب کوئی پریشانی نہیں ہے۔ گانیا کو حیرت تھی کہ یہ کیا ہوا۔ محتاط خاموشی کے ساتھ وہ ماں کی صورت تکنے لگا کہ شاید اب وہ صاف صاف منہ پر کہہ دے گی۔ گھر والوں میں فتنے اٹھتے ہیں انہیں وہ بھگتتے ہوئے تھا۔ نینا الیکساندروونا نے بیٹے کے محتاط سکوت کو دیکھا اور زہر خند کے ساتھ اپنے بیان میں اضافہ کیا:

"ابھی تک تمہارا شبہ گیا نہیں۔ میرے کہنے کا اعتبار نہیں کرتے۔ پریشان نہ ہو، اب رونا دھونا، منت سماجت کرنا نہیں ہوگا۔ کم از کم میری طرف سے نہیں ہوگا۔ میری ساری خوشی اس میں ہے کہ تم خوش رہو۔ تم خود جانتے ہو۔ میں نے تقدیر پر صبر شکر کر لیا۔ میرا دل ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا چاہے ہم لوگ ساتھ میں رہیں یا الگ ہو جائیں۔ مگر تم جانو میں صرف اپنی بات کہتی ہوں۔ بہن سے تم یہ تقاضا نہیں کر سکتے...."

"وہ پھر وہی!" گانیا تحقیر اور تنفر کے ساتھ بہن وار یا کو دیکھتے ہوئے چیخ پڑا۔ "اماں! جس بات کا میں نے اپنی زبان سے آپ کے سامنے وعدہ کیا ہے، اس کی قسم پھر کھاتا ہوں، پابند رہوں گا۔ کسی کی مجال نہیں کہ جب تک میں موجود ہوں، میں زندہ ہوں، آپ پر انگلی اٹھا لے۔ چاہے روئے سخن کسی کی طرف ہو، مگر میں آپ کی عزت میں فرق نہیں آنے دوں گا۔ چاہے کوئی بھی ہمارے درمیان حائل ہوتا رہے۔"

گانیا کے دل کا بوجھ اتنا ہلکا ہو گیا تھا کہ وہ ماں کو پسندیدگی بلکہ سعادت مندی سے دیکھنے لگا۔

"مجھے اپنی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں تھا، گانیا تم جانتے ہو کہ میں اپنی خاطر پریشان نہیں رہی ہوں ان دنوں، کوفت میں مبتلا رہی ہوں۔ سنا ہے کہ آج وہ تمہارا قصہ ختم ہو جائے گا۔ کیا ہے وہ جو ختم؟"

"آج شام کو، اپنے مکان پر وہ کھلے لفظوں میں بتا دینے کا وعدہ کر چکی ہے۔ راضی ہے یا نہیں" گانیا نے جواب دیا۔

"بیس بائیس دن ہونے آئے۔ ہم اس پر کہنے سننے سے کترا رہے ہیں۔ مگر یہ اب بہتر ہوا۔ اور جب بھی کچھ

Scanned with CamScanner

طے پا چکا ہے، میں صرف ایک بات معلوم کرنے کی اجازت چاہتی ہوں: یہ کیسے ہوا کہ اس نے اپنی رضامندی بھی ظاہر کر دی، اپنا فوٹو بھی تمہیں دے دیا، حالانکہ تم اس سے محبت نہیں کرتے ہو؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ تم اسے..... ایسی، ایسی عورت کو؟.."

"تجربہ کار عورت کو؟ ہے نا یہی؟"

"میں ان لفظوں میں نہیں کہنا چاہتی تھی۔ تم نے ایسی عورت کو کیسے الو بنا لیا؟"

اس سوال میں ایک غیر معمولی خلش دبی ہوئی تھی۔ گانیا بت بنا کھڑا رہا سوچ میں گم اور پھر تمسخر کا جذبہ چھپائے بغیر اس نے زبان کھولی:

"اماں، پھر اپنی رو میں آ گئیں آپ، پھر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ ہمیشہ یہی ہوتا ہے ہمارے ہاں کہ سلسلہ شروع ہو، پھر گرما گرمی۔ آپ نے ابھی کہا تھا کہ سوال جواب، اشارے کنائے سب بند۔ مگر پھر وہی کہنے لگیں! بہتر ہے کہ اب اسے چھوڑیئے، چھوڑ ہی دیجیے یہ ذکر۔ دیکھیے نا، آپ کی نیت یہی تھی..... مگر..... میں کبھی، کسی حالت میں بھی آپ کو نہیں چھوڑوں گا، کوئی اور ہوتا تو ایسی بہن سے کبھی کا منہ پھیر چکا ہوتا۔ وہ دیکھو، کیسے میرا منہ دیکھ رہی ہے! بس، اب یہیں قصہ ختم! میں آپ کے کہنے پر اتنا خوش ہو گیا تھا..... مگر یہ آپ نے کیسے سوچا کہ میں نستاسیا فلپی پودنا کو الو بنانے چلا ہوں؟ رہا واریا کا معاملہ تو جیسے اس کی مرضی۔ بس، بہت ہو چکا۔ اب ہر بات کی حد ہو چکی ہے۔"

گانیا ایک ایک لفظ کے ساتھ گرم ہوتا جا رہا تھا اور بے سبب ادھر سے ادھر کمرے میں ٹہلے جا رہا تھا۔ جب بھی اس طرح کی بات چھڑتی، فوراً پورے گھرانے کی دکھتی رگ دبنے لگتی۔

"میں کہہ چکی ہوں کہ وہ اس گھر میں آئی تو میں گھر چھوڑ کر نکل جاؤں گی۔ میں اپنی بات پر قائم ہوں" واریا نے زبان کھولی۔

"صرف اپنی ضد سے۔" گانیا چیخ پڑا۔ "یہی ضد ہے جو تمہاری شادی نہیں ہونے دیتی۔ مجھ پر کیا دھونس جماتی ہو؟ میری بلا سے صاحبزادی جو آپ نے جی میں ٹھانی ہو، ابھی کر ڈالیے۔ میری جان کو آ گئی ہیں آپ۔ کیا بھلا؟ آخر آپ نے اٹھ جانے میں ہی خیریت سمجھی نا پرنس؟" گانیا نے پرنس کو اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے دیکھ کر بآواز بلند کہا۔

گانیا کی آواز میں ویسا چڑچڑا پن جھلک رہا تھا جس سے آدمی خود ہی لطف اندوز ہونے لگتا ہے اور ضبط و احتیاط کا دامن تھامے بغیر اپنے آپ کو اسی رو میں بہنے دیتا ہے، چڑچڑے پن کا لطف دوبالا ہوتا جاتا ہے، چاہے انجام اس کا کچھ بھی ہو۔ پرنس دروازے تک پہنچ کر پلٹا تھا کہ اس طنزیہ جملے کا جواب دے مگر موذی کے چہرے پر مریضانہ کیفیت دیکھ کر سمجھ گیا کہ ایک بوند کی کسر ہے، اس کے صبر کا پیمانہ چھلکنے ہی والا ہے۔ منہ پھیرا اور خاموشی سے نکل گیا۔ چند منٹ گزرے ہوں گے کہ ڈرائنگ روم سے بلند ہوتی ہوئی آوازوں نے بتا دیا کہ اس کے چلے آنے کے بعد گفتگو شباب پر آئی، پرشور ہوئی اور کھل کر کہا سنا جانے لگا۔

وہ ہال میں سے ہوتا ہوا ڈیوڑھی میں آیا تا کہ کوریڈور میں پہنچ کر وہاں سے اپنے کمرے کی راہ لے۔ جب وہ سیڑھی والے بیرونی دروازے کے بالکل نزدیک سے ہو کر گزر رہا تھا، اسے سنائی دیا اور محسوس ہوا کہ دروازوں کے پیچھے

Scanned with CamScanner

کوئی پورا زور لگا کر گھنٹی پر گھنٹی بجائے جا رہا ہے۔ مگر شاید گھنٹی میں کوئی خرابی تھی، وہ ذرا ہلتی تو تھی، بجتی نہیں تھی۔ پرنس نے چٹخنی کھولی۔ دروازہ کھولا تو ٹھٹک کر رہ گیا۔ سارے بدن میں سنسنی دوڑ گئی: آنکھوں کے سامنے نستاسیا فلپی پودنا کھڑی تھی۔ فوٹو دیکھ چکا تھا، فوراً پہچان گیا۔ نستاسیا نے پرنس کو دیکھا تو اس کی آنکھیں ناگواری سے دمکنے دہکنے لگیں۔ وہ تیزی سے ڈیوڑھی میں داخل ہوئی، کاندھے سے ٹہوکا دے کر اسے راستے سے ایک طرف کیا اور اپنا روئیں دار قیمتی کوٹ جھٹکتے ہوئے تنک کر بولی:

"اگر گھنٹی کی مرمت کرانے میں سستی آتی ہے تو کم از کم دروازے کے پاس بیٹھنا چاہیے کہ دستک سنائی دے۔ لو، میرا فرکوٹ ہی گرا دیا گھامڑ نے!"

فرکوٹ واقعی زمین پر پڑا تھا۔ نستاسیا نے اندر آتے وقت اتنا بھی انتظار نہ کیا کہ پرنس اس کا فرکوٹ سنبھال لیتا، خود ہی اس کے ہاتھ پر جھٹکے سے گراتی ہوئی چل دی اور دیکھا تک نہیں مڑ کر۔ پرنس فرکوٹ کو سنبھال نہ پایا۔

"تم جیسے کو کان پکڑ کے باہر کرنا چاہیے۔ جاؤ، جا کے خبر کرو۔"

پرنس کچھ کہنا چاہتا تھا مگر ایسا بدحواس ہوا کہ زبان نے کام ہی نہ کیا اور فرش پر سے فرکوٹ اٹھا کر سیدھا اندر ڈرائنگ روم کی طرف چل دیا۔

"یہ لو، فرکوٹ سمیت چلا۔ فرکوٹ اندر لے جانے کی ضرورت؟ ہا، ہا، ہا! کیا کچھ دماغ چل گیا ہے، کیا بات ہے؟"

پرنس لوٹ آیا۔ اسے دیکھنے لگا، بے حس و حرکت دیکھتا رہا۔ جب وہ زور سے ہنسی، پرنس بھی بے اختیار ہنس دیا مگر زبان پر گویا تالا پڑا تھا۔ جس لمحے اس نے دروازہ کھولا اور اسے دیکھا تبھی رنگ فق ہو گیا تھا اور اب سارے چہرے پر سرخی کی لہر آ گئی۔

"کیا ایڈیٹ آدمی ہے؟" وہ الجھن میں پڑ گئی اور پاؤں پٹک کر بولی "جا کہاں رہے ہو؟ کس کا نام بتاؤ گے وہاں؟"

"نستاسیا فلپی پودنا کا۔" پرنس زیر لب بولا۔

"ارے تمہیں کہاں سے معلوم ہو گیا؟" اس نے فوراً پوچھا۔

"میں نے تو تمہیں کبھی دیکھا تک نہیں۔ جاؤ خیر، اندر اطلاع دو۔ یہ چیخ و پکار کیسی ہے؟"

"ڈانٹ ڈپٹ چل رہی ہے۔" پرنس نے جواب دیا اور ملاقاتی کمرے کی طرف چلا گیا۔

جب اس نے اندر قدم رکھا تو وہ بڑا فیصلہ کن لمحہ تھا۔ نینا الیکساندروونا بالکل فراموش کرنے والی تھی کہ وہ "تن بہ تقدیر، راضی برضا" ہو چکی ہے۔ اب وہ اپنی بیٹی واریا کی طرفداری کر رہی تھی۔ واریا کے پہلو میں پتیت سن کھڑا تھا، جس نے وہ پینسل سے لکھا کاغذ ایک طرف رکھ دیا تھا۔ واریا خود بھی رعب میں نہیں آ رہی تھی، وہ رعب داب ماننے والی، دب جانے والی لڑکی تھی ہی نہیں لیکن بھائی کی بدسلوکی ایک ایک لفظ کے ساتھ برابر ناقابل برداشت بدتمیزی ہوتی جا رہی تھی۔ جب کبھی ایسا اتفاق پیش آتا وہ حسب عادت اپنی زبان بند کر لیا کرتی تھی اور خاموشی کے ساتھ بھائی پر تمسخر و تحقیر کی نظر ڈالتی

Scanned with CamScanner

تھی اور برابر دو ٹوک دیکھے جاتی تھی۔ اسے علم تھا کہ یہ ایک ایسا داؤ ہے جس کے سامنے وہ ٹھہر نہیں سکتا، بالکل ہی آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ ٹھیک اسی وقت پرنس نے اندر قدم رکھا اور بطور اعلان خبر دی:

''نستاسیا فلی پودنا آئی ہیں!''

(9)

کمرے میں سناٹا ہو گیا۔ سب نے پرنس کو یوں دیکھا گویا ان کے الفاظ سمجھ میں نہیں آئے یا سمجھنا نہیں چاہتے۔ گانیا خوف سے پتھرا گیا۔

نستاسیا فلی پودنا کی آمد، وہ بھی ایسے وقت میں، سبھی کے لیے ایک انہونی اور بے جوڑ سی بات تھی۔ اول تو یہ کہ نستاسیا نے پہلی بار اس گھر میں قدم رکھا، آج تک تو خود کو اس قدر اوپر کھینچتی رہی تھی کہ گانیا سے گفتگو میں بھی کبھی اس کے عزیزوں سے ملنے کی خواہش زبان پر نہ لائی اور ماضی قرب میں تو ان کا ذکر تک درمیان میں نہیں آنے دیا۔ گویا دنیا میں ان کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ اگرچہ جزوی طور پر گانیا اس سے خوش تھا کہ اچھا ہے اس خلش سے نجات ملی، پھر بھی اپنے دل میں اسے نستاسیا کی نخوت شمار کرتا تھا۔ کچھ بھی ہو، یہ اندیشہ لگا ہوا تھا کہ ایک نہ ایک دن وہ گانیا کے گھر والوں پر طعنے تشنے ضرور پھینکے گی، یہ گمان بھی نہ تھا کہ خود ہی آ پہنچے گی۔ گانیا کو خبر تھی کہ نستاسیا کو اس رشتے کے سلسلے میں میرے گھر کی سب روداد معلوم ہو چکی ہے، اور یہ بھی کہ گھر والے لڑکی کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ اب ایسے میں نستاسیا کا یہاں پہنچ جانا، سالگرہ کے دن فوٹو کا تحفہ اور یہ زبان دے چکنے کے بعد کہ وہ خاص آج کی شام اس کی تقدیر کا فیصلہ سنا دے گی، اس کا مطلب قریب قریب یہ تھا کہ خود فیصلہ ہی سنا دیا۔

ہوش اڑنے کی وہ حالت، جس سے سب نے پرنس کو دیکھا، ذرا دیر رہی۔ نستاسیا فلی پودنا ملاقاتی کمرے کے دروازے پر خود ہی نمودار ہو گئی اور اندر آتے ہی اس نے پرنس کو پھر ہلکا سا ٹھوکا دیا۔

''بہر حال مکان کے اندر آنا تو ملا۔ آپ لوگوں نے دروازے پر گھنٹی کیوں باندھ رکھی ہے؟'' گانیا اسے دیکھتے ہی تیزی سے لپکا تو نستاسیا نے خوشی خوشی اپنا ہاتھ اسے دیتے ہوئے کہا ''یہ آپ کا منہ کیوں لٹکا ہوا سا ہے؟ مجھے ان لوگوں سے ملایئے نا.....''

گانیا نے بالکل بدحواسی میں اسے پہلے تو واریا سے متعارف کرایا۔ دونوں عورتوں نے ایک دوسرے کی طرف ہاتھ بڑھانے سے پہلے آپس میں اکھڑی ہوئی نظروں کا تبادلہ کیا۔ نستاسیا مسکرا دی اور چہرے پر مسرت کا نقاب ڈال لیا۔ لیکن واریا نے اس پردے کی پروا نہ کی بلکہ اسے ٹک ٹک دیکھتی رہی، بجھی ہوئی نظروں سے۔ مسکراہٹ کی وہ ہلکی سی پرچھائیں، جو معمولی تواضع اور خوش اخلاقی کا تقاضا ہوا کرتی ہے، وہ بھی اس کے چہرے پر نہ آنے پائی۔ گانیا کا دل بیٹھ گیا۔ ٹوکنے کا نہ موقع تھا، نہ کچھ حاصل، بس واریا کو اس نے یوں غصے سے گھورا کہ وہ نظر سے پہچان گئی کہ یہ لمحہ میرے بھائی پر کس قیامت کا گزرا ہے۔ شاید اسے فوراً خیال آیا کہ کسی قدر مروت سے کام لے اور مصلحتاً نستاسیا کی طرف کچھ مسکرا دی۔ (ابھی تک اس خاندان میں سب ایک دوسرے کو بہت زیادہ چاہتے تھے۔) ماں نینا الیکساندروونا نے بگڑی بات ذرا بنالی۔ گانیا نے گھبراہٹ میں پہلے بہن کو اور پھر ماں کو متعارف کرایا، بلکہ ماں کو اس سے ملانے کے لیے پاس لایا۔ ابھی نینا نے

Scanned with CamScanner

اسے دیکھ کر ''اپنی دلی مسرت'' کا اظہار شروع ہی کیا تھا کہ نستاسیا نے اس کی بات سنی ان سنی کر کے آنافانا گانیا کو مخاطب کیا اور (حالانکہ بیٹھنے کو ابھی کہا نہیں گیا تھا) چھوٹے سے صوفے پر جو کھڑکی کے پاس ایک کونے میں رکھا تھا، بیٹھتے ہوئے اس نے پکار کر پوچھا:

''آپ کا دفتری کمرہ کہاں ہے؟ اور وہ کرایہ دار کہاں رہتے ہیں؟ آپ کرایہ دار رکھتے ہیں نا اپنے گھر میں؟''

شرم کے مارے گانیا کا چہرہ لال ہو گیا۔ زبان میں گرہ پڑ گئی۔ وہ جواباً کچھ کہنے کی کوشش میں تھا کہ نستاسیا اور آگے بڑھ گئی:

''یہاں جگہ کہاں ہے مہمان کرایہ دار رکھنے کی؟ آپ کا تو دفتری کمرہ تک نہیں ہے۔ اس سے کچھ نفع ہے آپ کو؟'' وہ جھٹکے کے ساتھ نینا الیکساندروونا سے مخاطب ہوئی۔

''جھنجھٹ کا کام ہے ذرا۔'' وہ ذرا جواب دینے لگی۔ ''ظاہر بات ہے کہ کچھ نہ کچھ نفع بھی ہو گا ہی۔ دیکھیے نا، ابھی حال میں ہم لوگ یہاں.....''

نستاسیا نے پھر سنی ان سنی کر دی۔ وہ گانیا کی طرف دیکھتی، ہنستی اور اس کے منہ پر چیخ رہی تھی:

''یہ آپ کی صورت کو کیا ہوا؟ اف خدایا، اس منٹ آپ نے صورت کیسی بنا رکھی ہے!''

اس ہنسی کو چند لمحے گزرے اور گانیا کا چہرہ بہت ہی بے کینڈے ہو گیا۔ اس کا دم بخود رہ جانا، مسخرے پن کی اور بزدلانہ خود فراموشی کا اثر ایک دم جاتا رہا، لیکن چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ہونٹ اندرونی اضطراب کے مارے ترچھے ہو گئے تھے۔ وہ چپ چاپ ٹکٹکی باندھے، بدحواسی سے اپنے مہمان کی صورت برابر تکے جا رہا تھا اور مہمان کی مسکراہٹ تھمتی نہیں تھی۔

ایک اور مشاہد بھی یہیں موجود تھا، نستاسیا کو دیکھتے ہی اس کے اوسان بھی خطا ہو چکے تھے اور اب تک اگرچہ اس عالم سے نکلا نہیں تھا، ملاقاتی کمرے کے دروازے پر جوں کا توں ''لکڑی کے لٹھے'' کی طرح کھڑا رہ گیا تھا، تاہم اس نے گانیا کا چہرہ رنگ بدلتے اور تختی پھیلتے دیکھ لیا تھا۔ یہ مشاہد تھا پرنس۔ گویا کسی قدر خوف سے اور مشین کی طرح بے ارادہ اس نے قدم آگے بڑھایا۔

''پانی پی لیجیے، اور اس طرح سے مت دیکھیے.....'' پرنس نے گانیا سے سرگوشی میں کہا۔

ظاہر تھا کہ پرنس کے منہ سے یہ بات بلا کسی غرض کے نکلی تھی، اس کے پس پشت کوئی خاص نیت نہیں تھی۔ جو فوری تدبیر سوجھی، وہی کہہ دی لیکن ان الفاظ کا اثر بے پناہ ہوا۔ گانیا کا سارا غیظ و غضب پرنس پر ہی پھٹ پڑا۔ اس نے پرنس کے شانے زبردستی پکڑ لیے اور آنکھیں نکال کر اسے انتقام و نفرت سے دیکھا، کہا کچھ نہیں، گویا منہ سے لفظ نکالنے کی سکت ہی نہیں تھی۔ سب پریشان سے ہو گئے: نینا الیکساندروونا کے حلق میں چیخ پھنس کر رہ گئی۔ پتیت سن اضطراب کے مارے آگے بڑھ آیا، کولیا اور فردی شینکو دروازے تک آ گئے تھے، وہیں ٹھٹک کر رہ گئے، صرف ایک واریا تھی جو پہلے کی طرح اب بھی بھوؤں کے نیچے سے دیکھے جا رہی تھی، اس نے غور سے یہ منظر دیکھا۔ وہ بیٹھی نہیں تھی، ماں کے پاس کھڑی تھی۔ سینے پر ہاتھ باندھے۔

Scanned with CamScanner

مگر گانیا نے اسی لمحے، اس حرکت کے سرزد ہوتے ہی اپنے حواس بجا کیے اور اس پر ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔ اب وہ اپنے قابو میں آ گیا تھا۔

''کون ہیں آپ، پرنس، ڈاکٹر ہیں یا کیا؟'' جس قدر خوش مزاجی اور بے تکلفی ممکن تھی، صرف کرتے ہوئے اس نے بآواز بلند پوچھا۔ ''مجھے ڈرا ہی دیا تھا آپ نے! نستاسیا فلی پودونا ان صاحب سے تعارف کراؤں۔ نہایت بیش قیمت چیز ہیں یہ۔ اگرچہ خود میری ملاقات آج صبح ہوئی ہے۔''

نستاسیا فلی پودونا پرنس کو تکتی رہ گئی۔

''پرنس؟ کیا کہا، پرنس؟ ارے ذرا غور تو کیجیے، میں تو کچھ پیشتر سمجھی تھی وہاں دروازے کے باہر کہ یہ کوئی خدمتگار ہیں۔ میں نے انہیں اندر اطلاع دینے بھیجا..... ہا، ہا، ہا!''

''کوئی آفت نہیں، کوئی آفت نہیں!'' فردی شینکو نے لقمہ دیا، جلدی سے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اور اس بات پر بغلیں بجاتے ہوئے کہ لوگ ہنسنے تو لگے۔ ''کوئی آفت نہیں Se non e vero[10].....''

''میں تو ڈانٹ ڈپٹ کرتے کرتے رہ گئی، پرنس، معاف کیجیے براہ کرم۔ اور ہاں فردی شینکو، آپ یہاں کیسے؟ اس وقت؟ میں سوچ رہی تھی کہ ہو نہ ہو، اس وقت آپ سے یہاں سامنا نہیں ہوگا۔ کون؟ کونسے پرنس؟ میشکن؟'' اس نے گانیا سے پھر دریافت کیا۔ تعارف کراتے وقت بھی وہ پرنس کا گریبان اسی طرح پکڑے ہوئے اور اسے سامنے کیے ہوئے تھا۔

''ہاں، ہمارے مہمان کرایہ دار ہیں۔'' گانیا نے دہرایا۔

بدیہی بات تھی کہ پرنس کو ایک عجوبے کے طور پر پیش کیا گیا تھا (جو ایک مصنوعی صورتحال سے نکلنے کا بہانہ بنا تھا) پرنس کے کان میں تو یہاں تک بھنک پڑی کہ جب اسے متعارف کرایا گیا تو غالباً فردی شینکو نے پیٹھ پیچھے سرگوشی میں لفظ ''ایڈیٹ'' بھی اپنی طرف سے بڑھا دیا نستاسیا کو سناتے اور وضاحت کرنے کی خاطر۔

''ذرا یہ تو بتائیے کہ ابھی کچھ دیر پیشتر جب مجھ سے اتنی زبردست غلطی ہوئی تو..... آپ نے دور کیوں نہ کر دی؟'' نستاسیا فلی پودونا پرنس کو سر سے پاؤں تک بڑی بے تکلفی سے دیکھتے ہوئے پوچھنے لگی۔ اسے بے صبری سے جواب کا انتظار تھا گویا یقین تھا کہ جواب اتنا احمقانہ ہوگا کہ اس پر خواہ مخواہ ہنسی چھوٹ جائے گی۔

''میں آپ کو اچانک سامنے دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا تھا'' پرنس نے دبی آواز میں جواب دیا۔

''آپ کو یہ کیسے پتہ چلا کہ میں ہی ہوں؟ آپ نے مجھے پہلے کہاں دیکھا تھا؟ عجیب بات، میں واقعی، پرنس کو کہیں دیکھ چکی ہوں جیسے؟ یہ دریافت کرنا چاہتی ہوں کہ جب دیکھا تو آپ وہیں کے وہیں جم کر کیوں رہ گئے، ایسی کون سی بات ہے مجھ میں انسان کو پتھرا دینے والی؟''

''تو پھر..... کیا دیر ہے، تو پھر؟'' مسخرے پن کی صورت بنا کر فردی شینکو بولا۔ ''دیکھتے کیا ہو، اف خدایا، اگر کہیں مجھ سے پوچھا ہوتا تو میں کیا کچھ جواب نہ دیتا! ہاں بول پڑو..... پرنس، تم ہو عقل کے کولہو آخر!''

''میں بھی آپ کی جگہ ہوتا تو کیا کچھ کہہ گیا ہوتا'' پرنس نے فردی شینکو کو چھیڑا۔ ''تھوڑی دیر قبل آپ کے فوٹو

Scanned with CamScanner

نے مجھے حیرت زدہ کر دیا تھا۔" اس نے نستاسیا فلی پوونا کے جواب میں کہا۔" پھر جنرل۔ پان چین کے گھر میں بھی آپ کا تذکرہ کیا تھا میں نے۔ آج صبح پیتر سبورگ اسٹیشن پہنچنے سے پہلے ریل میں پرفیون رگوژین کی زبانی بہت کچھ سننے میں آیا آپ کے بارے میں..... اور ٹھیک اس لمحے جب میں نے دروازہ کھولا آپ ہی میرے دماغ میں گھوم رہی تھیں۔ دروازہ کھولا تو آپ موجود۔"

"مگر آپ نے مجھے پہچانا کیسے کہ میں ہی ہوں؟"

"فوٹو دیکھ چکا تھا۔"

"اور؟"

"اور ایسے کہ میرے تصور میں آپ عین مین ایسی ہی تھیں..... معلوم ہوتا ہے، کہیں آپ کو دیکھ چکا ہوں۔"

"کہاں بھلا؟"

"یہ آپ کی آنکھیں ضرور میری دیکھی ہوئی ہیں مگر کہاں دیکھا۔ ناممکن، ایسے ہی کہہ دیا..... میں تو یہاں کبھی آیا نہیں، کبھی رہا نہیں۔ ممکن ہے، خواب میں دیکھی ہوں....."

"ارے واہ..... پرنس! کیا بات ہے، نہیں میں اپنے لفظ Se non e vero واپس لیتا ہوں۔ دیکھو تو دیکھنا کیا، کہہ گئے بالکل معصومیت سے۔" فردی شینکو افسوس کرتے ہوئے بولا۔

پرنس نے اپنے چند جملے گھبراہٹ میں لفظ توڑ توڑ کر سانس تھام تھام کر کہے تھے۔ شدید اضطراب کی تمام علامتیں اس پر طاری تھیں۔ نستاسیا فلی پوونا اسے دیکھتی رہی توجہ اور اشتیاق کے ساتھ لیکن ہنسی نہیں۔ ٹھیک اسی منٹ ایک بلند آواز ہجوم کی پشت پر سے سنائی دینے لگی جس نے بڑھ کر نستاسیا اور پرنس کے درمیان چھیڑ کر دی اور مجمع کو، یوں کہنا چاہیے کہ، داہنے بائیں برابر دو حصوں میں بانٹ دیا۔ اب نستاسیا فلی پوونا کے روبرو اس خاندان کے سربراہ جنرل ایولگین موجود تھے۔ وہ فراک کوٹ پہنے، سلیقے کے لباس میں، مونچھوں کو تاؤ دیئے حاضرین کے سامنے نمودار ہو چکے تھے۔

یہ بات گانیا کی برداشت سے باہر تھی۔

بدظنی کی، جنون کی حد تک خود پسند اور خود بین گانیا، جو گزشتہ دو ماہ سے ایسے امکان کی تلاش میں تھا جس کے بل پر وہ اپنی شرافت کا سکہ جما سکے؛ دل میں یہ پھانس لیے ہوئے کہ جو راہ چنی ہے، اس میں نو آموز ہے، کیا خبر ثابت قدم رہ سکے یا ڈگمگا جائے؛ تنگ آ کر یہ فیصلہ کیے ہوئے کہ اپنے گھر میں، جہاں من مانی کرتا تھا، رذالت پر اتر آئے گا، لیکن نستاسیا فلی پوونا کی موجودگی میں کچھ بھی کر گزرنے کی ہمت نہ پڑی، کہ نستاسیا آخری لمحے تک اسے دبدھے میں ڈالے ہوئے تھی اور بیدردی سے اس پر، بقول خود "بے صبر قلاش" پر اپنی بالادستی قائم کیے ہوئے تھی، اپنے بارے میں اس عورت کا یہ قول خود گانیا کے کان میں پڑ چکا تھا اور وہ پکی قسمیں کھا چکا تھا کہ وقت آنے پر ساری زیادتیوں کا بدلہ چکا دے گا، مگر بعض اوقات دل سے یہ طفلانہ سرگوشی بھی کر لیتا کہ شاید سارے بل نکل جائیں اور معاملات کی گتھی آسانی سے سلجھ جائے..... اب اسے یہ تلخ جام بھی اپنے گلے میں اتارنا پڑا، اور وہ بھی ایسے موقع پر! ایسی صورتحال جس کا سان گمان نہ تھا، خودنمائی کے شوقین آدمی کے لیے ایک عذاب ناگہانی..... اپنے خاندان کے سبب، خود اپنے ہی گھر میں شرم سے پانی پانی ہونا اس کی قسمت

Scanned with CamScanner

میں لکھا تھا۔ ''ہاں، واقعی جو صلہ ملنا ہے، وہ اتنی ساری مصیبتوں کا بھگتان کرنے کے قابل بھی ہے؟'' لمحہ بھر کو گانیا کے دماغ میں یہ خیال کوند گیا۔

ٹھیک اسی لمحے وہ واردات پیش آئی جو دو مہینے سے خواب پریشان بنی ہوئی تھی، جس کے تصور سے ہی دل لرزنے لگتا تھا اور وہ شرم سے بدحال ہو جاتا تھا: آخر وہ لمحہ آ پہنچا، گانیا کے والد بزرگوار کی نستاسیا فلی پودونا سے ملاقات۔ کئی بار پہلے بھی اس نے عالم خیال میں یہ بھیانک منظر دیکھا تھا کہ شادی کی تقریب میں جنرل کیسے پیش آئیں گے، مگر اس دردناک منظر کے تصور سے ہی دل کانپ اٹھتا، اور وہ تاب نہ لاتے ہوئے اسے دماغ سے نکال پھینکتا۔ ممکن ہے گانیا نے آنے والی اس مصیبت کو خواہ مخواہ کا ہوا بنا رکھا ہو۔ خود پسند لوگوں کو یہ مرض ہمیشہ لگا رہتا ہے۔ گزشتہ دو مہینے اسی ادھیڑبن میں گزر گئے اور بالآخر ایک فیصلہ کیا، گانیا نے جی میں ٹھان لی کہ کوئی نہ کوئی جتن کر کے اپنے باپ کو، وقتی طور پر سہی، لیکن منظر سے خارج کر دیا جائے۔ اگر بس چلے تو انہیں شہر پیترسبورگ سے باہر رکھا جائے..... چاہے والدہ اس پر ناراض ہوں یا رضامند، مگر یہ کرنا ہی پڑے گا۔ ابھی دس منٹ پہلے، جب نستاسیا نے اس گھر میں قدم رکھا تو گانیا ایسے سکتے میں آ گیا، اتنا بدحواس ہوا کہ اس منظر میں والد بزرگوار کی آمد سے غافل ہو گیا اور اس خطرے کی پیش بندی نہ کر سکا۔ اتنے میں جنرل آن پہنچے، سب کی آنکھوں کے سامنے..... بنے سنورے، سوٹ بوٹ میں ملبوس۔ وہ بھی عین اس موقع پر، جب (گانیا کو پورا یقین تھا کہ) نستاسیا فلی پودونا ''کسی نہ کسی بہانے اس پر اور اس کے گھر والوں پر تمسخر کی بوچھاڑ کرنے'' آئی ہے۔ اور سچ بھی ہے کہ اگر نستاسیا اس نیت سے نہیں تو پھر کس لیے یہاں آئی؟ گانیا کی ماں اور بہن سے رسم و راہ پیدا کرنے یا خود انہی کے گھر میں ان کا مذاق اڑانے، تذلیل کرنے؟ مگر جس طرح دونوں فریق صف آرا تھے، اسے دیکھ کر تو شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ گانیا کی ماں اور بہن ایک طرف منہ لٹکائے بیٹھی تھیں اور نستاسیا فلی پودونا ان کے وجود سے بظاہر بے خبر اور بے نیاز کہ وہ بھی اسی کمرے میں موجود ہیں..... یوں پیش آ رہی تھی تو مطلب یہ کہ اپنے جی میں کچھ ٹھان کر آئی ہے۔

فردی شینکو نے جنرل کا بازو تھاما اور سہارا دیتا آگے لایا۔

''میں ہوں اردالیون الیکساندرووچ ایولگین۔'' سر کو ہلکا سا خم دے کر اور لبوں پر مسکراہٹ لا کر جنرل نے سلیقے سے اپنا تعارف کرایا۔ ''بوڑھا بدقسمت فوجی، اور اس خاندان کا سرپرست ہوں جو خوش قسمتی سے آپ جیسی گلفام کو اپنے میں شریک کرنے کا آرزومند.....''

ابھی جنرل نے جملہ پورا نہ کیا تھا کہ فردی شینکو نے پیچھے سے کرسی بڑھا دی اور خاندان کے سرپرست چونکہ کھانے پینے کے بعد ذرا بوجھل تھے تو اپنے قدموں پر سنبھل نہ سکے، بلکہ یوں کہیے کہ اس کرسی پر ڈھیر ہو گئے۔ پھر بھی انہوں نے اپنے حواس قائم رکھے۔ نستاسیا کے مقابل جم کر انہوں نے بڑے تکلف اور اہتمام کے ساتھ اس کی نازک انگلیاں تھامیں اور انہیں اپنے ہونٹوں سے لگایا۔ ویسے بھی جنرل کو گڑبڑا دینا کچھ آسان کام نہیں تھا۔ وہ خود کو لیے دیئے رہتے تھے۔ بدن میں کسی قدر جھول آ جانے کے باوجود ان کے حلیے میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ خاصے ڈیل ڈول کے آدمی تھے اور اپنی اس خوبی سے خود اچھی طرح آگاہ بھی تھے۔ ایک سے ایک اعلیٰ سوسائٹی میں ان کی عمر گزری تھی اور وہاں سے نکلے ہوئے ابھی دو تین سال سے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا۔ تب سے چند کمزوریوں نے ان کے معمول میں راہ پا لی تھی۔ تاہم

Scanned with CamScanner

پہلے کے سے آداب اور پسندیدہ طور طریق آج بھی برقرار تھے۔ جنرل کی آمد سے، بظاہر، نستاسیا کی منہ مانگی مراد بر آئی۔ ان کے بارے میں وہ بہت کچھ سن چکی تھی۔

''سنتا ہوں کہ میرا فرزند.....'' جنرل نے لب کشائی کی۔

''جی ہاں، آپ کے فرزند! اور اباجی آپ بھی خاصے پاپی ہیں! کبھی آپ نے میرے ہاں آنے کی زحمت نہ فرمائی، کیا بات؟ آپ خود چھپتے رہے یا صاحبزادے نے چھپائے رکھا؟ کبھی تشریف لاتے تو آپ کے نام کو بٹا لگنے کا اندیشہ نہیں تھا۔''

''ارے، یہ انیسویں صدی کی اولاد اور اس کے والدین.....'' جنرل نے پھر آگے کہنا چاہا۔

''نستاسیا فلی پوونا! براہ کرم، آپ جنرل صاحب کو فی الحال اجازت دیجیے۔ انہیں جانا ہے، کوئی بلا رہا ہے۔'' جنرل کی بیوی نے آواز بلند کہا۔

''اجازت دیجیے، کیا مطلب؟ ان کے بارے میں اتنا کچھ سن چکی ہوں۔ ان سے ملنے کو اتنا جی چاہتا تھا۔ اور اب انہیں کاہے کی مصروفیت؟ ریٹائر ہو گئے، فرصت ہی فرصت ہے۔ کیوں جنرل صاحب، آپ مجھ سے منہ پھیر کر چل دیں گے؟''

''وعدہ کرتی ہوں کہ وہ خود آپ کے پاس آ جائیں گی لیکن فی الحال انہیں آرام کی ضرورت ہے۔''

''جنرل اردالیون صاحب، دیکھیے، کہتے ہیں کہ آپ کو آرام چاہیے!'' نستاسیا نے منہ پھلا کر ناگواری سے اونچی آواز میں احتجاج کیا جیسے وہ ضدی بچے بگڑ کر چیختے ہیں جن کا کھلونا چھینا جا رہا ہو۔ جنرل نے سنا اور اپنی پوزیشن کو اور احمقانہ رنگ دینے میں رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔

''میری عزیز..... میری عزیز!'' جھڑکنے کے انداز میں لیکن خاص شان کے ساتھ جنرل نے بیوی کو ٹوکا اور دل پر ہاتھ رکھ لیا۔

''آپ سرکیں گی نہیں یہاں سے اماں؟'' داریا نے ماں پر آواز لگائی۔

''نہیں..... میں نہیں ٹلوں گی۔ آخر تک بیٹھوں گی۔''

ممکن نہیں تھا کہ ماں بیٹی کا سوال جواب نستاسیا نے نہ سنا ہو لیکن اثر یہ ہوا کہ وہ اور بھی مگن ہو گئی۔ چھوٹتے ہی اس نے جنرل پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی اور پانچ منٹ کے اندر جنرل اپنی شان بگھارنے اور مزے مزے میں دون کی لینے لگے، حالانکہ اس حرکت پر تمام حاضرین آواز کسے جا رہے تھے۔

کولیا نے پرنس کی آستین کھینچ کر اشارہ کیا:

''سنیے، آپ ہی کوئی تدبیر کیجیے! کیوں، کچھ نہیں ہو سکتا کیا؟ کچھ سبیل کیجیے نا۔'' بیچارہ لڑکا پریشان تھا اور الجھن کے مارے اس کی آنکھوں میں بوندیں لرزنے لگی تھیں، آپ ہی آپ اس کے منہ سے نکلا ''یہ گانیا کم بخت!''

''جنرل ایوان پاپان چین سے واقعی بہت دوستی رہی میری۔'' جنرل موصوف نے نستاسیا کے پوچھنے پر بالآخر بے تکلف کہہ ڈالا۔ ''میں، جنرل پاپان چین اور مرحوم پرنس لیوکولائی وچ میشکن، جن کے صاحبزادے کو آج میں نے کوئی

Scanned with CamScanner

بیس برس کی جدائی کے بعد گلے لگایا ہے، ہم تینوں کا تن من سے ساتھ تھا۔ یوں کہیے کہ ایک تگڈم تھا ہمارا..... Porthos، Athos اور Aramis[11]۔ ہائے، افسوس! ایک تو قبر میں پہنچا، الزام اور گولی کھا کر، دوسرا یہ آپ کے سامنے ہے۔ آج بھی الزام اور گولیوں کا سامنا ہے....."

"گولیوں کا سامنا؟" نستاسیا حیرت سے پکاری۔

"جی ہاں..... گولیاں میرے سینے میں پیوست ہیں۔ قارص کے محاصرے میں لگی تھیں۔ موسم خراب ہو تو یہ اٹھنے لگتی ہے۔ یہ سب سہی، لیکن، اور معاملات میں فلسفی کی طرح دن کاٹ رہا ہوں۔ چلتا پھرتا ہوں، گھومتا ہوں۔ اپنے کینے میں ڈرافٹ کھیلتا ہوں۔ جیسے کوئی بورژوا، ساری ذمہ داری سے آزاد۔ فرانسیسی رسالہ "L'Independance" پڑھ لیتا ہوں۔ اب رہے وہ تیسرے ہمارے Porthos، یہاں چین، تورین کے سفر کے دوران ٹینی کتے کے چکر میں ایک دن کوئی تین برس پہلے ان سے بات بگڑ گئی اور قصہ ختم ہوا۔"

"ٹینی کتا! تو کیا ہوا تھا؟" نستاسیا نے بہت کرید کر پوچھا۔ "یہ جو آپ نے فرمایا ٹینی کتے کے چکر میں..... یہ کس کے سفر کے دوران؟" نستاسیا کے سوال سے ظاہر تھا کہ وہ اپنی یادداشت پر زور دے رہی ہے۔

"ہاں، احمقانہ واقعہ ہے، سنانے کے قابل بھی نہیں۔ ایک گورنس تھی مسز اشمڈ تھ، پرنس بیلوکونسکایا کے یہاں اس پر بات بگڑ گئی، خیر، اب اسے دہرانا کیا، جانے دو!"

"مگر آپ سنایئے ضرور۔" نستاسیا نے مزا لیتے ہوئے اصرار کیا۔

"میں نے بھی آج تک نہیں سنا۔" فردی شینکو نے تائید کر دی۔ "C'est du nouveau!"[12]۔

"اردالیون الیکساندروویچ جناب!" جنرل کی بیوی کی پکار میں ٹل جانے کی التجا تھی۔

"پاپا، آپ کو ادھر بلایا جا رہا ہے۔" کولیا بیٹے نے صدا لگائی۔

"احمقانہ قصہ ہے، بس دو لفظوں میں۔" جنرل نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا "دو سال ہوئے، ہاں دو سال کے قریب۔ نئی ریلوے لائن کھلی تھی۔ ایک بہت ہی اہم ڈیوٹی پر گھر سے نکلا، اپنے عہدے کا چارج دینا تھا۔ (شہری طرز کا اوورکوٹ پہنے) میں چلا اور فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لیا۔ ڈبے میں داخل ہوا۔ بیٹھا، سگار پیے جا رہا ہوں۔ ڈبے میں اکیلا بالکل۔ گاڑی کے ڈبے میں تمباکو نوشی کی ممانعت نہیں ہے، مگر اس کی اجازت بھی نہیں۔ بس یوں سمجھئے کہ عام طور سے سگریٹ سگار پینے کی کوئی سخت مناہی نہیں ہوتی، پینے والے کو دیکھتے ہیں کہ کون ہے۔ کھڑکی گری ہوئی تھی۔ گاڑی نے سیٹی دی۔ چلنے والی تھی کہ اتنے میں دو لیڈیز داخل ہوئیں۔ ایک ٹینی کتا ساتھ میں۔ عین میرے سامنے والی سیٹ پر آ بیٹھیں؛ دیر سے آئی تھیں؛ دونوں میں سے ایک کا تو بڑا شوخ شاندار لباس تھا، ہلکا نیلا۔ دوسری ذرا متانت لیے ہوئے، سیاہ ریشم کے کپڑے اور مفلر۔ دونوں اچھی خاصی۔ آنکھ سے رعونت ٹپکتی تھی۔ دونوں انگریزی میں بات کیے جا رہی تھیں۔ خیر، بھئی کیا، میں بیٹھا سگار پیتا رہا۔ سوچا بھی کہ دھواں اڑانا روک دوں، مگر کوئی بات نہیں، کھڑکی تو کھلی تھی، ادھر دھواں چھوڑتا۔ کتا نیلے اور شوخ لباس والی کے زانو پر چین سے بیٹھا تھا۔ چھوٹا سا تھا، میری مٹھی برابر۔ کتا کالا، پنجے اس کے سفید، اچھوتی چیز۔ گلے میں چاندی کا پٹہ پڑا ہوا، جس پر کتے کا نام لکھا تھا۔ مجھے کیا مطلب! اتنے میں دیکھتا ہوں تو وہ دونوں ناک بھوں چڑھا

رہی ہیں، پوچھو، کیا وجہ؟ تو وہ میرا سگار پینا۔ ایک جوتھی، کچھوے کی کھال والی لورنیٹ میں سے مجھے گھورنے لگی۔ میں پھر ویسے ہی بے پروا۔ کیونکہ، دیکھو نا، زبانی تو کچھ کہا نہیں۔ اگر زبان ہلائی ہوتی، منہ سے بولتیں، روکتیں، ٹوکتیں، تو کچھ بات بھی تھی..... آدمی کے منہ میں زبان کس لیے ہے! دونوں چپ..... کہ اتنے میں، اور یقین کرنا کہ کچھ کہے سنے بغیر، نہ اشارہ نہ کنایہ، نہ ایک بول بس ایک دم جیسے دماغ چل گیا ہو، وہ جو نیلے شوخ کپڑوں والی تھی، اس نے میرے ہاتھ سے سگار نوچا اور کھڑکی کے باہر۔ گاڑی اڑی چلی جارہی تھی، اور میں دم بخود نہ کشیدم۔ عورت جنگلی تھی، بالکل وحشی، سچ پوچھو تو جنگلی پن کی شکار۔ بہرحال، بڑی پکی، جاندار، بھرے بھرے بدن کی قد آور عورت، سنہرے بال، گال لال (کچھ زیادہ ہی لال تھے)، آنکھیں بھر پر چمکائے جائے۔ اب میں کیا کروں! ایک حرف منہ سے نکالے بغیر، انتہائی تمیزداری کے ساتھ، حد درجہ شرافت اور لحاظ کے ساتھ، بڑی نازک احتیاط کے ساتھ، میں نے اس ٹینی کتے کی طرف دو انگلیاں بڑھائیں، سلیقے اور صفائی سے اس کی گردن تھامی، جھٹکے سے اٹھا اور کھڑکی کے باہر جہاں میرا سگار گیا تھا، اسے بھی اڑا دیا۔ وہ ذرا ہاؤں کر کے رہ گیا..... اور بس گیا۔ گاڑی فراٹے بھرے جارہی تھی....."

"آپ تو جن نکلے!" نستاسیا نے قہقہہ مارتے اور بچوں کی طرح تالی بجاتے ہوئے بے ساختہ کہا۔

"واہ وا، کمال!" فردی شینکو پکارا۔ اور تو اور پتیت سن بھی ہنس پڑا جسے یہاں اس وقت جنرل کی آمد سخت ناگوار گزری تھی۔ کولیا کو بھی ہنسی آ گئی اور وہ بھی پکارا "شاباش!"

"اور میں حق پر تھا۔ حق پر تین گنا حق پر!" جنرل نے بڑی شان سے خود کو تھپکا۔ "دیکھو، بھلا، اگر ریل کے ڈبے میں سگریٹ پینا منع ہے تو کتا لانا اور بھی منع ہوا۔"

"شاباش، پاپا!" کولیا کو بہت لطف آیا۔ "کیا شاندار بات ہوئی، واہ! میں بھی ضرور، بالضرور، یہی کرتا، ایسے ہی کرتا!"

"پھر وہ لیڈی، اس نے؟" نستاسیا کو آگے تک جاننے کی بے صبری تھی۔

"وہ؟ ساری ناگواری تو اسی سے شروع ہوتی ہے۔" برا سا منہ بنا کر جنرل نے قصہ آگے بڑھایا۔ "منہ سے ایک لفظ کہے سنے بغیر، ذرا بھی تیور بدلے بغیر اس نے پورا جھانپڑ، میرے منہ پر! جنگلی عورت، بالکل ہی جنگلی پن کا شکار!"

"اور آپ نے؟"

جنرل نے آنکھیں جھکا لیں، بھنویں اٹھائیں، شانے اچکائے، ہونٹ سکیڑے، دونوں ہاتھ پھیلا دیئے، کچھ اور ایکدم بولے:

"میں بے قابو ہو گیا۔"

"زور سے ہاتھ مار دیا کیا؟"

"خدا گواہ، بالکل زور سے نہیں! رٹا کا ہوا مگر مار پیٹ نہیں۔ ایک بار میں نے دھکیل دیا اس طرف، صرف دھکیل کر ہٹا دیا، اور کچھ نہیں لیکن شیطان بیچ میں کود پڑا۔ وہ جو ہلکے نیلے رنگ والی تھی، وہ کوئی انگریز عورت نکلی۔ یا تو گورنس ہوئی یا پرنس بیلوکونسکایا کی سہیلی وغیرہ تھی۔ ایسا ہی کوئی رشتہ۔ وہ جو کالے ڈریس میں تھی وہ بیلوکونسکی والوں کی بڑی لڑکی، قریب

Scanned with CamScanner

قریب 35 برس کی بن بیاہی بہن۔ اب آپ جانیں کہ بیگم جنرل یپان چین اور بیلوکونسکی والوں میں کس قدر کا دھی چھنی ہے۔ لڑکیوں کے گھر کہرام مچ گیا۔ رونا پیٹنا، مٹھی بھر کتے کے غم میں چھیوں بہنوں نے آنکھوں سے نالے بہا دیئے۔ دو انگریز عورت بھی بے حال ہوگئی۔ جیسے قیامت ٹوٹ پڑی۔ آخر میں خود پہنچا صفائی پیش کرنے۔ معافی طلب کی، خط لکھے۔ مگر وہ تو صورت دیکھنے کی روادار نہیں۔ یپان چین والوں سے ناچاقی، بے تعلقی، ذات باہر!"

"مگر معاف کیجیے، یہ کیسے؟" نستاسیا فلی پووِنا چونک کر پوچھنے لگی "پانچ چھ دن ہوئے، میں نے "Independance" میں دیکھا، میں یہ رسالہ مستقل پڑھتی ہوں، تو اسی میں یہ واقعہ نظر سے گزرا۔ بالکل، قطعی، یہی واقعہ رائن دریا کے علاقے کی کسی ریلوے لائن پر یہ واقعہ پیش آیا، مرد فرانسیسی تھا اور عورت انگریز۔ سگار کا منہ سے نکالا جانا، اور پھر اسی نسل کے کتے کا کھڑکی سے باہر پھینکا جانا، عین مین اسی طرح درج ہوا ہے..... بلکہ اور تو اور، اس واقعے کا خاتمہ بھی وہی ہے جو آپ نے سنایا۔ یہاں تک کہ عورت کا ڈریس بھی ہلکے نیلے رنگ کا تھا!"

جنرل کا چہرہ بری طرح سرخ ہوگیا۔ کولیا کا بھی شرم کے مارے رنگ بدل گیا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ پتیت سن نے جلدی سے منہ پھیر لیا۔ فردی شینکو، البتہ ویسے ہی قہقہے مارتا رہا۔ گانیا کا حال بیان سے باہر تھا۔ وہ ساکت و صامت کھڑا ایک عذاب میں مبتلا تھا۔

"مگر آپ یقین کیجیے۔" جنرل بڑبڑائے "کہ عین یہی واقعہ میرے ساتھ پیش آیا تھا....."

"پاپا سے مسز اشمڈتھ کا، وہ جو بیلوکونسکی والوں کے ہاں گورنس ہیں، جھگڑا تو ضرور ہوا تھا، مجھے یاد ہے" کولیا نے قریب قریب چیخ کر تصدیق کی۔

"مگر بالکل ہو بہو وہی واقعہ، یورپ کے دوسروں پر ایک سا، اور تفصیلات بھی لفظ بلفظ وہی؟ یہاں تک کہ عورت کا لباس بھی وہی ہلکا نیلا!" بیدرد نستاسیا نے باصرار کہا "میں آپ کو "Independance Belge" کی وہ کاپی بھیجوں گی ضرور!"

"مگر، یہ نہ بھولیے کہ میری اس آپ بیتی کو تقریباً دو سال ہوگئے....." جنرل کو اپنی بات کی پڑ تھی۔

"اچھا، تو یہ فرق ہوا!"

نستاسیا فلی پووِنا اتنا کہہ کر بے تحاشا ہنسنے لگی۔

"پاپا..... آپ سے دو بول کہنے ہیں، ذرا باہر آ جایئے" گانیا نے مشینی انداز میں باپ کا شانہ تھام کر کانپتی ہوئی، دکھ آواز میں بے اختیار کہا۔ اس کی آنکھیں نفرت سے دہک رہی تھیں۔

ٹھیک اسی لمحے دروازے کی گھنٹی اس زور سے بجی گویا بجتے بجتے ٹوٹ کر ناکارہ ہو جائے گی۔ ظاہر تھا کہ اس بار کوئی غیر معمولی قسم کی آمد تھی۔ کولیا دروازہ کھولنے کے لیے لپکا۔

(10)

دروازے کے اندر ایک دم چہل پہل ہوگئی، شور برپا ہوا۔ ملاقاتی کمرے میں سے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ فلیٹ میں ایک ساتھ کئی آدمی گھس پڑے ہیں اور داخلہ برابر جاری ہے۔ کئی آوازیں ایک ساتھ بلند تھیں اور غل غپاڑہ سنائی دیتا

Scanned with CamScanner

تھا۔ زینے پر بھی آوازیں ہی آوازیں تھیں جس پر ڈیوڑھی کا دروازہ، معلوم ہوتا تھا کہ کھلا ہوا ہے۔ عجیب وغریب قسم کی آمد تھی یہ۔ سب کے سب لوگ اسی طرف متوجہ ہو گئے۔ گانیا ہال کمرے کی جانب جھپٹا لیکن اس سے پہلے کہ وہ پہنچے کئی آدمی ہال میں داخل ہو چکے تھے۔

''لو، یہ رہا وہ یہودی!'' پرنس میشکن کی پہچانی ہوئی ایک آواز بلند ہوئی ''ہیلو، ارے گانیا، بدمعاش!''

''یہی ہے، یہی۔'' دوسری آواز نے ہاں میں ہاں ملائی۔

اب پرنس کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی: ایک آواز رگوژین کی تھی، دوسری لیبیدیف کی۔

گانیا ہکا بکا رہ گیا تھا اور ملاقاتی کمرے کی چوکھٹ پر دم بخود کھڑا تھا۔ دس بارہ آدمی جو پرفیون رگوژین کے پیچھے لائن لگائے اندر دھنسے آ رہے تھے، وہ انہیں روکنے سے بھی معذور تھا۔ بھانت بھانت کے آدمی کی ٹولی تھی، اور صرف رنگ برنگ نہیں بلکہ بے ہودہ اور بے ننگ ہونے میں بھی آنکھوں کو چبھ رہی تھی۔ ان میں بعض تو منہ اٹھائے ایسے ہی چلے آئے جیسے سڑک پر، کہ اوور کوٹ اور فرکوٹ تک نہیں اتارے۔ مدہوش ان میں کوئی نہیں تھا لیکن ترنگ میں سبھی تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ گھر کے اندر قدم رکھنے کے لیے ایک کو دوسرے کے سہارے کی سخت ضرورت تھی۔ اونگھتے کو ٹھیلتے کا بہانہ! ایک دوسرے کو دیکھ کر شیر ہو رہا تھا اور دھکا پیل میں آگے بڑھا آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ خود رگوژین اس ہجوم کو آگے لانے میں پھونک پھونک کر قدم اٹھا رہا تھا..... مگر کسی خاص نیت سے اس طرح آیا تھا اور صورت سے اداسی، بے زاری اور جھلاہٹ ٹپک رہی تھی۔ دوسرے جو تھے وہ سرغنہ کی ہاں میں ہاں ملانے، یا یوں کہیے کہ ایک دوسرے کی ہمت بندھانے چلے آئے تھے۔ لیبیدیف کے علاوہ بانکا چھیلا زلیوژیف بھی موجود تھا جس نے اپنا فرکوٹ کوریڈور میں اتار پھینکا اور کھلے بندوں، نہایت بے تکلفانہ کمرے میں در آیا۔ اسی کی طرح دو تین صاحبان اور بھی آ پہنچے غالباً بیوپاری بچے۔ کوئی شخص نیم فوجی اوور کوٹ میں ملبوس؛ کوئی ناٹا اور بے حد موٹا آدمی جس کی ہنسی کسی طرح تھمتی ہی نہیں؛ ایک اور ذات شریف بانس کی طرح لمبے، انتہائی موٹے، غیر معمولی برے موڈ میں اور زبان پر تالا۔ غالباً ان صاحب کو اپنے گھونسوں پر بڑا ناز ہوگا۔ ڈاکٹری کا ایک طالب علم بھی تھا۔ اور انہی کے ساتھ ایک پچھ لگو پولستانی بھی تھا۔ کوئی دو عورتیں بھی شریک شورش تھیں، انہوں نے زینے سے منہ اندر ڈال کر جھانکا ضرور لیکن اندر قدم رکھتے ہچکچا گئیں۔ کولیا نے دھڑام سے ان کے منہ پر دروازہ بھیڑا اور اندر سے چٹخنی لگا دی۔

''سلام رے گانیا..... بدمعاش! پرفیون رگوژین آ جائے گا، یہ خیال نہیں تھا؟'' رگوژین نے ملاقاتی کمرے تک بڑھتے ہوئے اور گانیا کے عین مقابل قدم روک کر اپنا نام دہرایا۔ نظر گھما کے چاروں طرف دیکھا تو اپنے سامنے نستاسیا فلی پونا کو پایا۔ ظاہر تھا کہ اسے نستاسیا کے یہاں سامنا ہو جانے کا وہم وگمان تک نہ تھا کیونکہ اسے دیکھتے ہی رگوژین کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ رنگ ایسا فق ہوا کہ ہونٹوں پر نیلاہٹ ابھر آئی۔ ''ہاں تو یہ بات! سچ نکلی!'' وہ زیر لب بولا۔ گویا اپنے آپ سے کہہ رہا ہو۔ صورت سے ٹپک رہا تھا کہ حواس گم ہیں۔ ''انتہا ہو گئی..... اب اس کا جواب دینا پڑے گا میرے سامنے!'' اس نے دانت پیستے ہوئے اور طیش میں گانیا کو گھورتے ہوئے لفظ چبائے۔ ''ہوں، تو اب بول!''

اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ لفظ بمشکل ادا ہو رہے تھے۔ ملاقاتی کمرے میں خود بخود قدم حرکت کر رہے تھے۔ مگر

Scanned with CamScanner

جونہی چوکھٹ سے اندر پاؤں رکھا کہ گانیا کی ماں نینا اور بہن واریا سے آنکھیں چار ہوئیں اور وہ ٹھٹک کر رہ گیا۔ قابو سے باہر ہو رہا تھا، پھر بھی کسی قدر الجھن میں پڑ گیا۔ رگوژین کے پیچھے لیبیڈیف سائے کی طرح لگا ہوا تھا اور خوب سجے ہوئے تھا۔ پھر وہ اسٹوڈنٹ، اس کے بعد اپنے گھونسے پر اکڑا ہوا آدمی، پھر زلیوژیف، جو داہنے بائیں سلام جھکا رہا تھا، سب کے آخر میں گھسٹنے والا وہ ناٹا موٹا۔ کمرے میں معزز خواتین کی موجودگی نے ان سب پر کچھ نہ کچھ روک لگائی اور اصل واقعے کے شروع ہوتے تک وہ ٹھٹکے رہے۔ بس انہیں آوازے کسنے اور شروعات کرنے کا پہلا بہانہ ہاتھ آ گیا۔ ایک بار شروعات ہو گئی تو پھر عورتوں کے احترام وغیرہ کا خیال کسے اور کہاں کوئی روک یا لگام!

''اور یہ کیا؟ پرنس، تم بھی یہیں؟'' بے خیالی میں رگوژین کے منہ سے نکلا۔ پرنس سے یہاں ملاقات ہو گی اس بات پر وہ حیران تھا۔ ''اور ابھی تک وہی عجیب و غریب موزے؟..... افوہ!'' اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ اب وہ پرنس کے وجود سے غافل اور نستاسیا کی طرف متوجہ ہو چکا تھا، اسی کی صورت تک رہا تھا، اسی کی طرف بڑھتا جا رہا تھا جیسے کسی مقناطیس سے کھنچا جائے ہو۔

نستاسیا قلی پودنا بھی بے چین تجسس کے ساتھ ان نو واردوں کو تک رہی تھی۔

آخر گانیا نے اپنے حواس درست کر لیے۔

''ذرا معلوم تو ہو، کیا حرکت ہے یہ آخر؟'' اس نے نو واردوں کو تیکھی نظروں سے گھور کر بلند آواز سے ٹوکا، روئے سخن خاص کر رگوژین کی طرف تھا۔ ''آپ کسی اصطبل میں نہیں آئے ہیں، یہاں میری ماں اور بہن.....''

''ماں اور بہن تو دیکھ رہے ہیں'' رگوژین نے بھنچے ہوئے دانتوں میں سے کہا۔

''ہاں، دکھائی دے رہا ہے ماں اور بہن.....'' لیبیڈیف نے ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے گویا اپنا فرض ادا کر دیا۔

گھونسے والے نے غالباً یہ سوچ کر کہ کارروائی کا وقت آ گیا ہے، اول فول بکنا شروع کر دیا۔

''بہر حال، آپ لوگوں کو اول تو، سب کے سب ہال میں چلیں'' گانیا نے اتنی گرجدار آواز میں کہا جو قابو سے باہر ہوئی جاتی تھی۔ ''ہال میں چلیے، آخر جاننا چاہوں.....''

''ہش، پہچانتے بھی نہیں۔'' رگوژین جھلاہٹ میں غرایا اور نس سے مس ہوئے بغیر بولا: ''رگوژین کو نہیں پہچانتے؟''

''میں کہیں آپ سے مل تو چکا ہوں مگر.....''

''ہش، کہیں مل چکے ہو! ابھی تین مہینے پہلے، باپ کی رقم میں سے دو سو روبل تمہارے ہاتھوں ہارا ہوں میں۔ میرے باپ اس کی خبر ہونے سے پہلے ہی دنیا سے سدھار گئے۔ تم وہاں کھینچ کر مجھے لے گئے تھے اور کیف نام کے آدمی نے پتے بازی کی۔ نہیں پہچانا اب بھی؟ یہ رہا پتیت سن گواہ ادکھادوں میں تمہیں تین روبل کی رقم، جیب سے نکال کر اور تم شہر کے دوسرے کنارے واسیلیفسکی تک چار ہاتھ پاؤں پر رینگتے چلے آؤ گے..... یہ ہے تمہاری اوقات! یہ ہے تمہاری فطرت! اور اب میں جو آیا ہوں تو روپیہ دے کر خریدنے آیا ہوں، سب کا سب! دیکھتے کیا ہو کہ میں ایسے خراب جوتوں میں ہوں؟ اس سے کیا ہوتا ہے! میرے پاس روپے کی کمی نہیں ہے۔ بہت ہے روپیہ۔ اتنا ہے کہ تمہیں اور تمہارے سارے گھر بار کو

[illegible] کہ تم سب کے سامنے [illegible] کہہ دوں گا۔" رگوژین بے تحاشا بولے جا رہا تھا، نشے کی لہر [illegible] تھی۔ "ارے ہاں، ایک بات بتا دیجیے! آپ اس آدمی سے شادی [illegible] ہیں؟"

رگوژین نے نتاسیا سے یہ سوال یوں کیا جیسے کوئی گمشدہ روح آسمانی ہستی کے سامنے التجا کر رہی ہو۔ سوال میں [illegible] شخص کی ہی ذات تھی جس کے پاس کھونے کو کچھ نہ ہو۔ وہ اپنے سوال کا جواب پانے کے انتظار میں جان [illegible] رہا تھا۔

نتاسیا نے غصہ اور نفرت بھری نظروں سے اسے تولا، پھر وارپا پر اور فنیا الیکساندروونا پر باری باری نگاہیں [illegible] پھر رگوژین کو دیکھا اور لہجہ بدل کر نرمی سے بولی:

"بالکل نہیں، ہرگز نہیں..... مگر آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے؟" اس نے نیچی آواز میں اور گمبھیر [illegible] سوال میں کسی قدر حیرت بھی تھی۔

"نہیں؟..... نہیں!" رگوژین اس کے جواب پر خوشی کے مارے سکتے میں آ گیا۔ "تو یہ طے ہے..... نہیں؟ اور [illegible] یہ لوگ کہتے تھے کہ وہ دولت یا مال ہے! کہتے تھے کہ گانیا سے بات پکی ہو گئی۔ اس شخص سے؟ بھلا یہ [illegible] ہے؟" (اس نے ان سب سے کہا) ارے میں سورو بل میں اسے خرید ڈالوں گا۔ ہزار روبل منہ پر ماروں گا، ہزار نہ [illegible] تو ہزار دے کر ساتھ لے جاؤں گا۔ اتنی رقم لے کر تو وہ عین شادی کے وقت بھاگ لے گا اور دلہن کو میرے لیے [illegible] چھوڑ جائے گا۔ ہے نا یہی بات! کیوں رے گانیا..... بدمعاش! تین ہزار پر سودا پٹا کہ نہیں؟ یہ لے رقم، کھری کر لے۔ اسی لیے تو میں کہتا رہا تھا کہ تھیلی کھلوا لوں۔ کہا تھا میں نے کہ خرید ڈالوں گا، سو بس، خریدتا ہوں!"

"تو جو یہاں سے شرافت، مروت!" گانیا نے ڈانٹ پلائی۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آتا، ایک جاتا تھا۔

اس کی ایک چیخ پر ایک درجن آدمیوں نے گلے پھاڑ دیے۔ رگوژین کی پوری ٹیم پہلے نعرہ جنگ کی ہی منتظر تھی۔

[illegible] نے اپنی کرسی سے رگوژین کے کان میں کچھ پھونکا۔

"ٹھیک ہے یار تشی!" رگوژین نے گویا مشورہ ٹال دیا "درست ہے، شراب کے وقتی! جو ہونا ہے ہو جائے۔ [illegible]" اس نے نتاسیا کو رحم بے خودی کی کیفیت میں نظر بھر کے دیکھا، پہلے جھجکا، پھر بے دھڑک ہونے کی حد [illegible] آ کر بولا "یہ لو ہزار!" اتنا کہہ کر سامنے کی میز پر سفید کاغذ کا ایک پیکٹ سرکا دیا جو چوغے ڈوری میں [illegible] "یہ ہے..... اور بھی ہو گا!"

آگے کچھ کہنا چاہتا تھا مگر منہ سے بول نہ نکلے۔

"لعنت ہے!" [illegible] نے جیسے سم کیا ہو، رگوژین کے کان میں پھونکا۔ قیاس کہتا تھا کہ وہ اتنی بڑی رقم [illegible] کے تصور سے کم گیا اور پتی چڑھانے جا رہا تھا کہ ذرا کم رقم سے شروع کیا جائے۔

"لعنت ہے، اس میں تو اخلاق کہیں کے نہیں سمجھتا، کہاں ٹانگ پھنسی ہے..... میں بھی، تیرے ساتھ میں بھی [illegible] کیا کیا نہیں ہوں گا۔" نتاسیا کی گرم نگاہوں کی تاب نہ لا کر رگوژین نے جھرجھری لی۔ "ایسا ہو گئی نا بے وقوفی،

Scanned with CamScanner

بری بات سن کر بھک گیا" اس نے سخت پشیمانی کے ساتھ کہا۔

رگوژین کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر نستاسیا کو بے اختیار ہنسی چھوٹنے لگی۔

"اٹھارہ ہزار..... میرے لیے؟ گنوار آ گیا اپنی اصلیت پر!" نستاسیا نے شرمائے بغیر بے تکلفی سے جڑ دیا اور صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی گویا اسے اب یہاں ٹھہرنا نہیں ہے۔ گانیا کا دل ڈوبا جا رہا تھا۔ وہ سارا منظر دیکھتا رہا۔

"اٹھارہ نہیں، چالیس ہزار، پورے چالیس!" رگوژین پکارا۔ "دانکا پتیت سن اور تروسکوپ نے وعدہ کیا ہے، شام کے سات بجے تک چالیس ہزار پہنچا دیں گے۔ پورے چالیس ہزار میز پر گن دوں گا۔"

منظر انتہائی بیہودہ ہوتا جا رہا تھا لیکن نستاسیا فلی پودنا جو بظاہر چل دینے کو اٹھی تھی، گئی نہیں۔ گویا وہ دل سے اس قضیے کو طول دینا چاہتی تھی۔ نینا الیکساندروونا اور واریا بھی اپنی اپنی جگہوں سے اٹھ گئیں اور چپ چاپ سہمی ہوئی منتظر تھیں کہ دیکھیں بات کہاں تک پہنچتی ہے۔ واریا کی آنکھیں چمک رہی تھیں لیکن ماں پر اس تمام ہنگامے کا اثر بہت مہلک ہوا تھا۔ وہ ایسی لرز رہی تھی کہ بظاہر بس، اب گری اور اب گر کر بے ہوش ہو جائے گی۔

"اچھا، اگر یہی بات ہے تو چالیس نہیں، سوا آج کے آج ایک لاکھ کی رقم دیتا ہوں! پتیت سن آج مٹھی کھول دے، کل جھولی بھر دوں گا!"

"عقل ماری گئی تمہاری!" پتیت سن نے سرگوشی میں اسے جھڑکا۔ جلدی سے وہ اس یک طرف بڑھا اور بازو تھام کر بولا "نشہ چڑھ گیا تمہیں۔ پولیس بلا لیں گے۔ یہ سمجھ ہوش بھی ہے، کہاں ہو تم؟"

"نشے میں بنکار رہے ہیں" نستاسیا نے اور جلتی پر تیل چھڑکا۔

"سچ کہہ رہا ہوں، رقم آئے گی۔ شام تک اتنی رقم پہنچے گی! پتیت سن، ارے سود خوار، جو چاہے بیاج لے لے، شام تک سو ہزار چاہیے۔ نکال۔ دکھا دوں گا کہ بات کا پکا ہوں!" رگوژین پر اب دھن سوار ہو گئی۔

"پھر بھی، یہ کیا تماشہ لگا رکھا ہے؟" بڑے میاں جنرل صاحب نے ایک دم غصے میں گرم ہو کر ڈانٹ پلائی اور رگوژین کی طرف بڑھے۔ اب تک وہ چپ چاپ سب کچھ دیکھتے رہے تھے اور یوں اچانک ان کا بیچ میں کود پڑنا مسخرے پن کا رنگ بکھیر گیا۔ بعضوں کو ہنسی آ گئی۔

"یہ کدھر سے نکل پڑا؟" رگوژین بے اختیار ہنس کر بولا۔ "چلو بڑے میاں، تمہیں بھی نہلا دیں گے!"

"کیا پاگل پن ہے!" کولیا چیخا۔ شرم اور افسوس کے مارے اس کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

"کیا آپ لوگوں میں ایک بھی مائی کا لال ایسا نہیں جو اس بے حیا کو یہاں سے دفع کر دے؟" طیش میں کانپتی ہوئی واریا نے زور سے للکارا۔

"تو یہ مجھے کہا جا رہا ہے بے حیا!" نستاسیا نے چمک کر، ٹھٹک کر اس تذلیل کا سامنا کیا اور ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ "لو، اور سنو! میں بے وقوف انہیں شام کی دعوت کا بلاوا دینے آئی تھی! گاوریلا صاحب، ملاحظہ ہو، آپ کی بہن نے مجھ پر کیا کیچڑ اچھالی ہے!"

کچھ دیر تک تو گاوریلا صاحب بہن کے یوں پھٹ پڑنے پر بے حس و حرکت کھڑا رہا جیسے بجلی گری ہو، لیکن

Scanned with CamScanner

اب بھاگ رہی تھی۔ اس بار وہ اپنی گھر سے چلی تو وہ بوڑھا وارپاسن کی طرف لپکا اور زور سے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"یہ کیا حرکت تھی تمہاری؟" وہ چیخ پڑا اور اسے یوں گھورنے لگا جیسے وہیں جلا کر خاک کر دے گا۔ قطعی طور پر اس کی عقل جیسے غائب آ گیا تھا۔ نیک و بد کی تمیز جاتی رہی تھی۔

"کیا حرکت کی؟ مجھے کہ مر کھینچ رہے ہو؟ کیا اس (عورت) کے آگے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگوں کہ اس نے تمہاری ماں کی تذلیل کی اور تمہارے گھر بھر کا مذاق اڑانے آئی ہے؟ تم نیچ آدمی ہو!" وارپا بھی اسی شدت سے چیخی۔ وہ بڑی شان سے بھائی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے تنی کھڑی تھی۔

کئی منٹ تک وہ دونوں اسی طرح روبرو کھڑے رہے..... بمن بالمقابل۔ گانیا نے جو اس کا ہاتھ تھاما تھا، ویسے ہی تھامے رہا۔ وارپا نے ایک بار جھٹکا، دوسری بار کھینچا، پھر پورا زور لگایا، جب خود کو چھڑا نہ سکی تو غصے میں آپے سے باہر ہو کر اس نے بڑے بھائی کے منہ پر تھوک دیا۔

"یہ ہوئی لڑکی!" نستاسیا فلی پووناز ور سے پکاری۔ "شاباش لڑکی سن، مبارک ہو تمہیں!"

گانیا کی آنکھوں کے آگے اندھیرا آ گیا۔ اسے تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ پوری قوت سے اس نے بمن پر ہاتھ اٹھایا۔ قریب تھا کہ لڑکی کا گال اس کا نشانہ بنے کہ اتنے میں دوسرا ہاتھ گانیا کے ہاتھ پر پڑا اور اسے روک لیا۔

پرنس میشکن درمیان میں حائل ہو گیا تھا۔

"بس، بس، بہت ہوا!" پرنس نے دبنگ ہو کر بے اختیار ٹوکا۔ وہ بھی سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا گویا خود بھی ششدر رہ گیا تھا۔

"اچھا تو، یہ تم ہر بار میرا راستہ کاٹو گے؟" گانیا غرایا اور بمن کا ہاتھ چھوڑ کر، اسی خالی ہاتھ سے انتہا درجے کی دیوانگی میں بڑے زور سے پرنس کے منہ پر طمانچہ جڑ دیا۔

"ہائے!" کولیا کے منہ سے بے اختیار آہ نکلی "اف خدایا!"

ہر طرف ہاہا کار مچ گئی۔ پرنس کا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے عجیب و غریب اور ملامت بھری نظروں سے گانیا کی آنکھوں میں گھورا۔ لرزتے ہونٹوں سے وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہ سکا۔ کسی ناقابل فہم اور قطعی بے تکی مسکراہٹ سے دونوں ہونٹ ترچھے ہو کر رہ گئے۔

"مجھ پر ہاتھ اٹھایا تو اٹھایا، مگر اس لڑکی پر..... یہ نہیں ہونے دوں گا!" آخر بہت نیچی آواز میں اس کے منہ سے نکلا۔ اتنا کہہ کر اس نے گانیا کا ہاتھ چھوڑ دیا، دونوں ہتھیلیوں سے منہ ڈھک لیا، ایک کونے میں ہو رہا اور دیوار کی طرف منہ کر کے ٹوٹی ہوئی آواز میں لفظ توڑ توڑ کر بولا:

"دیکھ لینا، آپ کو اپنی اس حرکت پر خود کبھی شرم آئے گی!"

خود گانیا کی یہ حالت تھی کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ کولیا لپک کر آیا پرنس سے لپٹنے اور اسے پیار کرنے اور اس کے پیچھے دوڑا۔ وارپا، ایوولگینا، نینا الیکساندروونا، بھی، یہاں تک کہ بوڑھے جنرل پرنس سے محبت جتانے بڑھے۔

"کوئی بات نہیں، کچھ نہیں" پرنس نے ان سب سے صرف اتنا کہا اور وہی بے تکی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں

Scanned with CamScanner

سے چپکی ہوئی تھی۔

"بعد میں پچھتائے گا!" رگوژین پکارا "ارے گانیا، تو پچھتائے گا ہاتھ اٹھا کر ایسے..... گوسفند پر" رگوژین کو اس موقع پر گوسفند سے بہتر لفظ سوجھا ہی نہیں۔ "پرنس، میری جان، ان لوگوں پر ٹھوکر مارو۔ تھوک دو ان پر۔ چلیں یہاں سے! دیکھنا رگوژین کا پیار کیسا ہوتا ہے!"

نستاسیا فلی پودنا بھی گانیا کی اس جسارت پر اور پرنس کے جواب پر حواس باختہ تھی۔ اس کا وہ چہرہ جو حسب معمول پیلا اور متفکر دکھائی دیتا تھا، جو فرمائشی قہقہے سے قطعی میل نہیں کھاتا تھا، اس وقت کسی اجنبی جذبے سے اضطراب کے عالم میں نمودار ہا تھا جسے وہ بہر حال اوروں پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی..... اور تمسخر کی کیفیت اس چہرے پر ٹھہرنے کے لیے خود کو رام کر رہی تھی۔

"سچ تو ہے، کہیں نہ کہیں یہ صورت میں دیکھ چکی ہوں" اچانک سنجیدہ ہو کر اس کی زبان سے نکلا اور بے اختیار اپنا پہلا سوال یاد آ گیا۔

"آپ کو شرم نہیں آئی؟ بھلا آپ ایسی ہیں جیسی خود کو دکھا رہی ہیں؟ یہ ناقابل یقین ہے!" پرنس نے دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی ملامت کے الفاظ بے ساختہ ادا کر دیے۔

نستاسیا فلی پودنا کو سخت تعجب ہوا اور اس کی ہنسی چھوٹ گئی مگر یہ ہنسی، معلوم ہوتا تھا کسی بات کا پردہ بنائی جا رہی ہے۔ ذرا گھبراہٹ میں اس نے گانیا کو نظر بھر کے دیکھا اور ڈرائنگ روم سے نکل گئی۔ جاتے جاتے وہ رکی، دروازے سے واپس آئی، لپک کر نینا الیکساندروونا کی طرف بڑھی۔ بزرگ خاتون کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

"سچ یہ ہے کہ میں ویسی نہیں ہوں۔ پرنس پہچانتے ہیں" اس نے زیر لب، جلدی سے اور شدت جذبات میں کہا۔ اس کا چہرہ تمتمایا ہوا تھا۔ کہتے ہی مڑی اور تیز قدموں سے یوں نکل گئی کہ سب دیکھتے رہ گئے۔ کسی کا خیال نہ گیا کہ وہ جاتے جاتے کیوں لوٹ آئی تھی۔ صرف یہ دیکھا گیا کہ نینا الیکساندروونا سے چپکے چپکے کچھ کہا ہے اور شاید ان کا ہاتھ چوما ہے۔ البتہ واریا نے سب کچھ دیکھا اور سنا اور جب نستاسیا باہر جانے لگی تو واریا کی حیرت زدہ نظریں اس کا پیچھا کر رہی تھی۔

گانیا نے اپنے حواس درست کیے اور نستاسیا کو پہنچانے کے لیے بڑھا۔ مگر تب تک وہ جا چکی تھی۔ لپک کر اس نے زینے پر نستاسیا کو جا لیا۔

"مجھے پہنچانے مت آیئے!" وہ پکار کر بولی "خدا حافظ! شام کو ملیں گے۔ آنا مت بھولیے گا!"

گانیا واپس ہوا تو کوفت میں مبتلا تھا۔ فکروں میں ڈوبا ہوا۔ یہ معمہ اس کی روح پر پہلے سے بھی سوا بوجھ بن گیا تھا۔ پرنس کا خیال بھی آ رہا تھا..... وہ ایسا گم سم تھا کہ رگوژین کے ٹولے کو اپنے پہلو سے گزرتے اور دھکے ٹھیلتے، ایک ایک کر کے اپنے سرغنہ کے پیچھے باہر نکلتے بھی نہیں دیکھا۔ وہ سب اونچی آواز میں نجانے کس معاملے پر کہتے سنتے گزر رہے تھے۔ خود رگوژین بھی قہقہہ سن کے ساتھ نکلا اور جاتے وقت کوئی اہم بات زور دے کر کہتا گیا۔ ظاہر تھا کہ کوئی ضروری معاملہ تھا۔

گانیا کے برابر سے گزرتے وقت اس نے آواز لگائی "تم ہار گئے میاں گانیا!"

Scanned with CamScanner

اور گانیا چونک کر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہ گیا۔

(11)

پرنس ڈرائنگ روم سے نکل کر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ کولیا بھی تشفی دینے پیچھے پیچھے آ پہنچا۔ معلوم ہوتا تھا کہ بچہ اور بلا کا اب سائے کی طرح پرنس کے دم کے ساتھ لگا ہوا ہے۔

"اچھا کیا آپ نے کہ وہاں سے چلے آئے" کولیا نے پرنس سے کہا "اب وہاں اور بھی آفت مچے گی۔ یہ ہمارے گھر میں روز روز کی مصیبت ہے۔ اور یہ سب لائی ہوئی ہے اسی نستاسیا فلی پوونا کی۔"

"یہاں، کولیا، تمہارے یہاں طرح طرح کی آفتیں کھڑی ہوگئی ہیں" پرنس نے قیاس ظاہر کیا۔

"ہاں، ہے تو۔ ہماری حالت پر کوئی کہے بھی تو کیا کہے! خود ہمارا ہی قصور ہے۔ میرا ایک بڑا اچھا دوست ہے، مگر ہے بہت بدقسمت۔ آپ چاہیں تو ملاؤں اس سے!"

"ضرور ملوں گا۔ آپ کا ساتھی ہے؟"

"ہاں، قریب قریب ساتھی ہی سمجھیے! بعد میں سب کھول کر بتاؤں گا..... کیا خیال ہے آپ کا، نستاسیا ہے تو خوبصورت؟ آج تک میں نے انہیں دیکھا ہی نہیں تھا۔ کوشش بہت کی تھی۔ دیکھا تو چکا چوند ہوگیا۔ میں تو گانیا بھائی کو سب کچھ معاف کر دیتا اگر وہ سچ مچ محبت کے مارے ایسا کرتے، مگر یہ کیا کہ روپیہ بھی لینے والے ہیں۔ اصل مصیبت تو یہ ہے!"

"ہاں، مجھے آپ کے بھائی پسند نہیں آئے۔"

"تو اور کیا! آپ کو تو..... اس کے بعد۔ ایک بات کہوں۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوتی یہ رائے عامہ نام کی چیز۔ ایک جنونی آدمی، کوئی بھی احمق یا خبیث اپنے پاگل پن میں کسی کے منہ پر طمانچہ مار دے تو عمر بھر کو اس شخص کی رسوائی تو ہوگئی۔ اب یا تو خون سے اس دھبے کو دھوئے یا ہاتھ اٹھانے والا دوزانو ہو کر معافی مانگے۔ میں جانوں یہ گری ہوئی اور ظالمانہ حرکت ہے۔ اسی بات پر لیرمنتوف[13] نے اپنا مشہور ڈرامہ "بہروپی ناچ" لکھا ہے۔ میرے خیال میں تو احمقانہ ہے۔ مطلب یہ کہ نیچرل نہیں ہے۔ ہاں، یہ کہیے کہ ڈرامہ اس نے بہت کم عمری میں لکھا تھا۔"

"مجھے آپ کی بہن بہت اچھی لگی۔"

"کیسے بڑے بھائی کے منہ پر تھوک دیا! بڑی دلیر ہے واریا۔ آپ نے نہیں تھوکا۔ مجھے یقین ہے کہ یہ بات نہیں کہ آپ میں جرأت کی کمی تھی۔ واریا تو، لیجیے وہ خود آ رہی ہے۔ خیال کرتے ہی آ پہنچی۔ میں جانتا تھا کہ وہ آئے گی ضرور۔ شریف طبیعت کی ہے، اگرچہ کمزوریاں بھی ہیں اس میں۔"

"تمہارا یہاں کوئی کام نہیں" واریا آتے ہی چھوٹے بھائی پر بگڑی "چلو، بھاگو پاپا کے پاس۔ پرنس، یہ آپ کی جان کھا جائے گا۔"

"بالکل نہیں، بلکہ اس کے برخلاف۔"

"لو، آیا کو پھر وہی سوجھی۔ یہی تو ان میں عیب ہے۔ اچھا جی، میں تو سمجھا تھا کہ پاپا بھی رگوژین کے ساتھ چل دیے گے۔ اب بیٹھے پچھتاتے ہوں گے۔ ذرا جا کر دیکھوں تو..... ہوا کیا" کولیا اتنا کہہ کر وہاں سے کھسک گیا۔

Scanned with CamScanner

''خدا کا شکر ہے، اماں کو میں وہاں سے اٹھا کر لے آئی اور بستر پر لٹا دیا۔ کچھ اور مصیبت نہیں آئی۔ گانیا خود کوفت میں مبتلا ہے۔ فکر میں پڑ گیا ہے۔ فکر کی بات بھی ہے۔ کیسا سبق ملا! میں پھر آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں اور ایک بات پوچھنی بھی تھی: یہ بتائیے، آپ نستاسیا کو پہلے سے جانتے تھے؟''

''نہیں، کوئی تعارف نہیں تھا۔''

''پھر آپ نے اس کے منہ پر یہ کیسے کہہ دیا کہ وہ، ویسی نہیں ہے، شاید قیاس سے؟ معلوم ہوتا ہے کہ واقعی وہ ویسی نہیں ہے (جیسی ہم سمجھے تھے)۔ سچ بات یہ ہے کہ میں تو اسے سمجھی نہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ وہ ہماری تذلیل کی نیت سے آئی تھی۔ پہلے بھی اس عورت کے بارے میں عجیب وغریب باتیں سن چکی ہوں۔ لیکن اگر وہ ہمیں دعوت دینے آئی تھی تو پھر اماں کے ساتھ یوں پیش آنے کی کیا وجہ؟ پتیت سن کی اس سے بہت اچھی پہچان ہے، پھر بھی وہ کہتا ہے کہ میں آج نستاسیا کو ٹھیک طرح سمجھ نہیں سکا۔ اور رگوژین کے ساتھ؟ اگر انسان کو اپنی آبرو پیاری ہو تو یوں زبان نہیں کھولنی چاہیے۔ اپنے..... منگیتر کے گھر میں تو..... ہاں، اماں آپ کی طرف سے بہت فکر مند ہیں۔''

''سب ٹھیک ہے'' کہہ کر پرنس نے ہاتھ ہلا دیا۔

''اور آپ کی بات سن کر وہ کیسے پی گئی؟..''

''کونسی بات؟''

''آپ نے اس سے کہا نا کہ شرم آنی چاہیے۔ سنتے ہی وہ ایک دم بدل گئی۔ پرنس، آپ کی بات کا اس پر اثر ہوتا ہے۔'' واریا نے کسی قدر مسکرا کر جملہ کسا۔

اتنے میں دروازہ کھلا اور خلاف توقع گانیا داخل ہوا۔

واریا کو وہاں پا کر وہ ذرا بھی نہیں جھجکا۔ لمحہ بھر کو وہ چوکھٹ پر تھما اور پھر ایک دم دوٹوک انداز میں پرنس کے پاس آ پہنچا۔

''پرنس، مجھ سے ذلیل حرکت سرزد ہو گئی۔ آپ، میرے عزیز، مجھے معاف کر دیجیے۔'' گانیا نے نہایت جذباتی کیفیت میں معذرت طلب کی۔ خدوخال پر سخت اذیت طاری تھی۔ پرنس نے حیرت کی نظر اٹھا کر اسے دیکھا اور فوراً جواب نہ دے سکا۔ ''اب معاف کر دیجیے۔ خطا ہوئی، معاف کیجیے۔'' بے صبری سے گانیا کہے جا رہا تھا۔ ''لائیے، آپ کا ہاتھ چوم لوں۔''

پرنس حیرت سے حواس باختہ ہو چکا تھا۔ چپ رہا اور پھر دونوں ہاتھوں سے گانیا کو گلے لگا لیا۔ دونوں ایک دوسرے کو جی جان سے چومنے لگے۔

''مجھے تو..... میں نے تو سوچا بھی نہیں تھا کہ آپ ایسے ہوں گے۔'' آخر پرنس نے بمشکل سانس تھامتے ہوئے کہا۔ ''میں سمجھا تھا کہ آپ..... آپ کے بس کی بات نہیں یہ۔''

''اپنے قصور کی معافی مانگنا؟ بھلا یہ خیال میرے دماغ میں آیا کہاں سے کہ آپ ایڈیٹ ہیں؟ آپ تو وہ دیکھ لیتے ہیں جہاں دوسروں کی نظر نہیں پہنچ سکتی۔ آپ ہیں وہ شخص جس سے بات ہونی چاہیے لیکن..... بہتر یہی ہوگا کہ

Scanned with CamScanner

فی الحال بات نہ کی جائے۔"

"وہ دیکھیے، کس کے سامنے قصور کی معافی مانگنی ہے۔" پرنس نے یہ کہہ کر واریا کی جانب اشارہ کیا۔

"نہیں، نہیں..... یہ لوگ تو میرے دشمن ہیں سب۔ پرنس آپ یقین کیجیے گا کہ بہت بار کوشش کر چکا۔ ہمارے یہاں دل سے کسی کو معاف نہیں کیا جاتا۔" گانیا گرم ہو کر بے اختیار کہہ بیٹھا اور بہن کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

"نہیں، میں معاف کرتی ہوں۔" ایک دم واریا بول پڑی۔

"تو، آج شام نستاسیا کے ہاں چلو گی؟"

"چلوں گی، اگر تم کہو گے تو ورنہ ویسے ذرا سوچو، اب میرے وہاں جانے کی گنجائش باقی ہے؟"

"وہ ویسی نہیں ہے۔ کیسی کیسی پہیلیاں بجھواتی ہے، شعبدے!" گانیا نے کہا اور اس کے لبوں پر زہر خند تھا۔

"خوب جانتی ہوں کہ وہ ویسی نہیں۔ شعبدے دکھاتی ہے، وہ بھی کیسے! ذرا سوچو بھائی، گانیا، تمہیں اس نے سمجھ کیا رکھا ہے؟ مانا کہ اس نے اماں کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ چاہے یہ سب حرکتیں شعبدے ہوں مگر تم پر تو سارے وقت ہنستی ہی رہی۔ 75 ہزار میں یہ سودا مہنگا ہے میرے بھائی، قسم خدا کی۔ تم میں پھر بھی شرافت کا احساس باقی ہے، اس لیے میں تمہیں یہ جتا رہی ہوں۔ میری مانو، خود بھی نہ جاؤ وہاں۔ اپنا خیال کرو۔ ٹھیک نہیں بیٹھے گا یہ معاملہ۔"

واریا نہایت بے قراری کے عالم میں اتنا کہہ کر کمرے سے نکل گئی۔

"یہ سب ایسے ہی ہیں۔" گانیا ہنس کر بولا۔ "انہوں نے یہ کیوں سمجھ رکھا ہے کہ میں اس بات کو نہیں جانتا؟ مجھے تو ان لوگوں سے کہیں زیادہ معلومات ہیں۔"

یہ کہہ کر گانیا صوفے پر بیٹھ گیا۔ مطلب یہ کہ گفتگو کا سلسلہ جاری رکھنا چاہتا تھا۔

"اگر آپ خود باخبر تھے۔" پرنس نے بڑی مسکینی سے سوال کیا۔ "تو پھر یہ دردسر کیوں مول لیا، یہ سوچ کر کہ 75 ہزار میں یہ سودا مہنگا پڑے گا، اس کی ضرورت کیا تھی؟"

"میں وہ نہیں کہہ رہا ہوں۔" گانیا بڑبڑایا۔ "اچھا، چلیے، ایک بات بتائیے۔ کیا خیال ہے آپ کا، یہ دردسر مول لینا 75 ہزار کے قابل ہے یا نہیں؟"

"میرے خیال میں تو نہیں ہے۔"

"چلیے، ایک بات صاف ہوئی اور ایسے شادی کر لینا کیا شرم کی بات ہے؟"

"نہایت شرمناک۔"

"اچھا تو آپ جانئے، میں شادی کرنے والا ہوں۔ اب تو ضرور بالضرور! آج کے دن تک تذبذب رہا، اب قطعی فیصلہ کر لیا۔ کچھ نہ کہیے، معلوم ہے آپ کیا کہیں گے....."

"وہ جو آپ سوچ رہے ہیں، وہ نہیں کہنا تھا مجھے۔ حیرت تو اس پر ہے کہ آپ نے اپنے طور پر یہ پکا یقین کیسے کر لیا کہ....."

"کاہے کا پکا یقین؟"

Scanned with CamScanner

''اس کا کہ نستاسیا فلپوونا آپ سے شادی کرنا طے کیے بیٹھی ہے اور یہ کوئی طے شدہ بات ہے اور پھر یہ کہ اگر وہ شادی کر بھی لے تو کیا یہ 75 ہزار سیدھے سیدھے آپ کی جیب میں ہی ڈال دیئے جائیں گے۔ البتہ یہ ہے کہ مجھے اس سلسلے میں بہت سی باتوں کا علم بھی نہیں۔''

گانیا بہت زور میں پرنس کی طرف پلٹا۔

''واقعی..... آپ کو سب باتیں نہیں معلوم ورنہ سوچیے، مجھے کیا پڑی تھی یہ مصیبت اپنے سر لینے کی؟''

''مجھے یوں لگتا ہے کہ ایسی مثالیں کافی ہیں۔ شادی کرتا ہے آدمی روپے سے اور روپیہ رہتا ہے بیوی کے ہاتھ میں۔''

''نہیں..... یہاں..... اس معاملے میں یہ نہیں ہوگا..... یہاں صورتحال مختلف ہے.....'' گانیا نے پریشانی میں دماغ دوڑاتے ہوئے بے اختیار کہا ''اب رہا نستاسیا کی طرف سے جواب تو اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔'' اس نے جلدی سے وضاحت کی۔ ''ایسی کیا وجہ ہے کہ آپ کو اس کی طرف سے انکار کا خیال آیا؟''

''جو میں نے دیکھا ہے، اس کے سوا اور کچھ علم نہیں۔ ابھی وارورا آپ کی بہن کہہ رہی تھی کہ.....''

''اچھا، یہ تو یونہی کہہ رہے ہیں۔ انہیں کیا خبر کیا کہنا ہے۔ نستاسیا تو رگوژین کا مذاق اڑا رہی تھی۔ یقین کیجیے، میں برابر اسے دیکھ رہا تھا۔ صاف نظر آتا تھا۔ اب تک تو مجھے خدشہ تھا بھی، مگر اب سارا ماجرا دیکھ کر سمجھ گیا۔ شاید آپ سوچتے ہیں کہ میری ماں، باپ اور بہن سے وہ جس طرح پیش آئی؟''

''اور آپ سے بھی۔''

''خیر، وہ بھی سہی مگر یہ سب عورت ذات کی انتقام پسندی ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔ وہ پرلے درجے کی وہمی، خود پسند اور چڑانے والی عورت ہے۔ جیسے وہ اہلکار ہوتے ہیں جنہیں ترقی نہ ملی ہو۔ وہ جی میں سوچ کر آئی ہوگی کہ اپنے سامنے اوروں کو نیچا دکھا دے اور میری بھی آنکھ نیچی کر دے۔ یہ صحیح ہے، مانتا ہوں..... جو بھی ہو، بہرحال شادی مجھی سے کرے گی۔ آپ گمان بھی نہیں کر سکتے کہ انسان کی خود پسندی کیا کیا طلسم باندھتی ہے۔ وہ مجھے نیچ سمجھنے سے باز نہیں آئی، وجہ کیا؟ یہی کہ اسے جو دوسرے کی داشتہ رہی، یوں کھلے بندوں، روپے کی خاطر اپنائے لے رہا ہوں مگر یہ نہیں جانتی کہ میری جگہ دوسرا ہوتا تو اس سے بھی بدتر حرکتوں پر اتر آتا۔ سائے کی طرح پیچھے لگا رہتا، لبرل روشن خیالی کی تعریفوں کے پل باندھ دیتا، قسم قسم کے زنانہ سوالوں میں اسے الجھا لیتا اور پھر اسے یوں انگلیوں پر نچاتا جیسے سوئی کے ناکے میں سے دھاگا۔ اس خود پسند الٹی کھوپڑی کو تو جتاتا (یہ جتائے جانا کچھ ایسا مشکل نہیں) کہ اسے محض نیک دلی اور بدقسمتی کے باعث اپنا رہا ہے اور اصل میں نیت یہ ہوتی کہ اس شادی میں نقد رقم ہاتھ آ جائے۔ میری یہاں قدر کیا خاک ہوگی کیونکہ مجھے منافقت کرنا نہیں آتا۔ حالانکہ ضرورت اسی کی ہے اور وہ خود کیا کر رہی ہے؟ کیا یہی عمل نہیں اس کا بھی؟ تو پھر میری کیا خطا ہے۔ مجھے کیوں نظروں سے گرایا جائے؟ مجھ سے یہ چونچلے کس لیے؟ صرف اس لیے کہ میں نے گھٹنے نہیں ٹیکے، کچھ خودداری بھی قائم رکھی ہے۔ خیر، آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا!''

''ایک بات پوچھوں، کیا آپ اب سے پہلے اس کی محبت میں مبتلا رہ چکے ہیں؟''

Scanned with CamScanner

''شروع میں تو محبت ضرور تھی مگر بس کافی ہو چکی..... ہیں ایسی عورتیں کہ داشتہ بن کر رہنے کے قابل ہوتی ہیں، باقی کسی کام کی نہیں۔ کہنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ میری داشتہ رہ چکی ہے۔ اگر وہ بھلمنساہت سے رہی تو میں بھی ویسے رہوں گا۔ اگر اس نے طوفان اٹھایا تو ہاتھ کے ہاتھ چھوڑ دوں گا اور رقم اپنے قبضے میں کرلوں گا۔ مجھے اپنا مذاق نہیں اڑوانا۔ سب سے مقدم بات یہ کہ مجھے اوروں کے تمسخر کا نشانہ بننا نہیں ہے۔''

''بہرحال مجھے نظر آتا ہے۔'' پرنس نے احتیاط سے کہا۔ ''کہ یہ عورت نستاسیا ہے عقلمند ہے۔ جب اسے پہلے سے ہی مصیبت مول لینے کا کھٹکا لگا ہو تو گڑھے میں کیوں گرے گی؟ کسی اور سے شادی کر سکتی ہے۔ یہ ہے جس پر میں حیران ہوں۔''

''یہی تو حساب جم رہا ہے۔ یہیں آپ کی معلومات میں کمی ہے پرنس صاحب! یہاں..... اس سے قطع نظر وہ اپنی جگہ مانے ہوئے ہے کہ میں اس سے دیوانہ وار محبت کرتا ہوں۔ آپ سے قسمیہ کہتا ہوں اور آپ جانتے ہیں، مجھے پورا پورا شبہ ہے کہ وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے مگر اپنے طریقے سے یعنی آپ کو وہ کہاوت معلوم ہوگی: جس سے پیار ہے اسی کو پیٹتا ہوں۔ عمر بھر وہ مجھے اپنا ہوا (اردلی) سمجھے جائے گی۔ (غالباً یہی اسے درکار بھی ہے) اور پھر اپنے طرز کی محبت بھی کیے جائے گی۔ اسی کی تیاری میں ہے، کریکٹر ہی ایسا پایا ہے۔ بے انتہا روسی عورت ہے۔ میں آپ سے کہتا ہوں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے بھی اس کے لیے ایک نادر تحفہ سوچ رکھا ہے۔ یہ جو تماشا آپ نے اس گھر میں دیکھا، واریا کے ساتھ جو گزری اگرچہ اتفاقی امر تھا، پھر بھی میرے حق میں ہے۔ اس نے دیکھ لیا اور یقین آ گیا ہوگا کہ میں اس پر کتنا فدا ہوں اور اس کی خاطر سارے رشتے ناطے توڑنے پر آمادہ ہوں۔ مطلب یہ کہ ہم کوئی احمق نہیں ہیں، یقین مانیے۔ ہاں، یہ جتا دوں کہ شاید اپنے دل میں سوچتے ہوں گے کہ دیکھو، یہ کیسا باتونی ہے۔ پرنس پیارے، ممکن ہے یہ حماقت سرزد ہوئی ہو مجھ سے کہ آپ کے سامنے دل کھول کر رکھ دیا مگر وجہ بس ایک ہے۔ وجہ یہ کہ شریف طبع لوگوں میں آپ پہلے آدمی ہیں جو میرے ہاتھ لگے تو آپ پر ہی میں فدا ہو گیا۔ یہ لفظ فدا ہو گیا کا مطلب آپ لفظی نہ لیں۔ ابھی جو ہوا اس پر آپ خفا تو نہیں ہیں؟ میں نے شاید دو سال کی مدت میں پہلی بار کسی کے سامنے یوں دل کھول کر رکھا ہے۔ یہاں سچے کھرے آدمی کا ایسا قحط ہے۔ جتنا کن سے زیادہ ایماندار آدمی تو میں نے دیکھا نہیں۔ کیا آپ ہنس رہے ہیں اس بات پر، نہیں نا۔ بے ایمان لوگ ایماندار کو دل سے چاہتے ہیں۔ معلوم ہے نا؟ اور میں..... اچھا دل پر ہاتھ رکھ کر یہ بتایئے، ایسا کیا نیچ پن ہے مجھ میں؟ یہ کیوں ہے کہ نستاسیا کی دیکھا دیکھی دوسرے بھی مجھے نیچ یا پاجی کہنے لگے؟ آپ کو خبر ہے، اوروں کی اور نستاسیا کی زبانی سن سن کر میں بھی خود کو نیچ کہنے لگا۔ پاجی پن یا نیچ پن ہے تو یہی سہی!''

''آج سے میں کبھی آپ کو ایسا شمار نہیں کروں گا۔'' پرنس نے جواب دیا۔ ''اس لمحے تک میں سمجھتا تھا کہ آپ کی فطرت میں عیب ہے مگر آپ نے اس وقت مجھے ایسی راحت بخشی۔ سبق یہ ملا کہ جب تک آدمی کو برتا نہ ہو، اس پر فتویٰ نہ دیا جائے۔ اب میں دیکھتا ہوں کہ آپ کو نہ صرف یہ کہ عیبی سمجھنا غلط، بلکہ بالکل ہی بگڑا ہوا آدمی خیال کرنا بھی قطعی بے جا ہے۔ میں جانوں، آپ بالکل ہی سادہ اور عام فطرت کے آدمی ہیں..... یعنی ویسے غالباً جیسے نہایت کمزور طبیعت کے اور عام ڈھرے پر چلنے والے ہوا کرتے ہیں۔''

Scanned with CamScanner

گانیا یہ سن کر دل ہی دل میں تلخ ہی ہنستا رہا مگر زبان سے کچھ نہ بولا۔ پرنس نے نوٹ کیا کہ اس کی باتیں مخاطب کو جچی نہیں۔ وہ کچھ گڑبڑا کر خود بھی چپ ہو رہا۔

''ہمارے والد بزرگوار نے آپ سے روپیہ تو نہیں مانگا؟''

''نہیں۔''

''مانگیں گے۔ دینا مت۔ وہ نہایت معقول آدمی تھے۔ مجھے یاد ہے۔ اچھی سوسائٹی میں ان کی جگہ تھی مگر سب اٹھتے جا رہے ہیں۔ پرانی نسل کے عزت دار لوگ! ذرا حالات میں فرق آیا اور یہ گرے۔ پہلے کی سی کوئی بات نہیں رہی، خاک سی اڑ گئی ہے۔ پہلے وہ یوں من گھڑت باتیں نہیں کرتے تھے۔ یقین کیجیے۔ البتہ ذرا شان بگھارنے کا شوق تھا مگر اب دیکھیے، کس نوبت کو پہنچ گئے۔ اس میں شک نہیں کہ شراب کا قصور ہے یہ۔ آپ کو خبر ہے وہ ایک داشتہ بھی رکھے ہوئے ہیں۔ اب وہ ایک بے ضرر، بے قصور بڑھاپا کاٹنے والے آدمی ہی نہیں اور کچھ بھی ہیں، سمجھ میں نہیں آتا۔ ہماری ماں یہ سب کیسے سہہ جاتی ہیں۔ یہ بتائیے آپ سے پاپا نے قارص کے محاصرے کا قصہ تو بیان نہیں کیا یا وہ کہ ان کا بھورا گھوڑا کیسے بولنے لگا تھا؟ اب ان کی یہ حالت ہو گئی ہے۔''

کہتے کہتے گانیا ہنسی سے لوٹ پوٹ ہونے لگا۔

''یہ آپ میری صورت کیا تک رہے ہیں؟'' اس نے پرنس سے پوچھا۔

''تعجب اس پہ آتا ہے کہ آپ یوں دل سے ہنس پڑے۔ واقعی آپ میں تو ابھی تک بچوں کی معصومانہ ہنسی زندہ ہے۔ ابھی آپ صلح صفائی کرنے یہاں آئے اور بولے ''لائیے، میں آپ کا ہاتھ چوم لوں۔'' بچے جب لڑائی کے بعد منٹے مناتے ہیں تو اسی طرح [illegible]۔ کہنے کا مطلب یہ کہ آپ میں ایسے قول اور ایسے عمل کی صلاحیت اب بھی موجود ہے اور دوسری طرف آپ [illegible] واہیات باتوں پر اور 75 ہزار کی رقم پر پورا لیکچر دینے لگتے ہیں۔ یہ دونوں انمل بے جوڑ باتیں [illegible]

''تو آپ اس سے کیا نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں؟''

''یہ کہ آپ کہیں بن سوچے سمجھے تو یہ قدم نہیں اٹھا رہے ہیں؟ کیا پہلے سے اونچ نیچ سوچ لینا مناسب نہ ہوگا؟ شاید آپ کی بہن واروارا بجا کہتی ہو۔''

''تو اخلاقی نصیحت پر آ گئے آپ۔ میں لڑکپن کر رہا ہوں، یہ میں خوب سمجھتا ہوں۔'' گانیا نے گرم ہو کر ٹوکا۔ ''آپ سے یہ گفتگو لے بیٹھا، یہ بھی ایک ثبوت ہے میری ناسمجھی کا۔ پرنس صاحب میں جو یہ جھنجھٹ مول لے رہا ہوں تو روپے پیسے کی خاطر نہیں۔'' گانیا اس طرح بے اختیار کہے جا رہا تھا جیسے وہ نوجوان جس کی خود پسندی کو کسی نے صدمہ پہنچایا ہو۔ ''حساب میں تو شاید میں مار کھا جاتا کیونکہ دماغ اور کریکٹر دونوں ابھی کچے ہیں مگر مجھ پر تو دیوانگی طاری ہے، ایک رو ہے جو لیے جا رہی ہے..... کیونکہ نظر کے سامنے ایک بڑا مقصد ہے۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ بس، ادھر 75 ہزار وصول ہوئے، ادھر میں نے سواری کے لیے فٹن خریدی۔ جی نہیں، تب میں تین سال پرانا کوٹ نکال کر پہنا کروں گا اور کلب کے یار دوستوں سے رشتہ توڑ لوں گا۔ ہمارے یہاں ایسے لوگ ہیں کتنے جو دولت ملنے پر آپے میں رہیں، حالانکہ سود خوار ہیں

سارے کے سارے۔ میں چاہتا ہوں کہ سنبھل کر چلوں۔ اصل کام یہ ہے کہ آخر تک آدمی اپنی رفتار سنبھالے رہے۔ پیت سن کو دیکھیے۔ سترہ برس کا تھا بے خانماں۔ سڑکوں پر راتیں گزاریں۔ چاقو قینچی پر دھار رکھتا اور کوڑی کوڑی سنبھالتا۔ آج ساٹھ ہزار روبل کی حیثیت کا آدمی ہے مگر کیسے کیسے جتن کرنے کے بعد۔ مجھے نہ ان جتنوں کی ضرورت، نہ کرتبوں کی۔ سب پھلانگ کر اچھے سرمائے سے شروعات کروں گا۔ پندرہ سال بعد لوگ کہا کریں گے، وہ دیکھیے ایوگلین صاحب! سلطان یہود! آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ مجھ میں کوئی اپج نہیں۔ بھولیے مت، کہ آج ہمارے زمانے، ہمارے قبیلے کے آدمی کو یہ کہنا کہ اس میں اپج نہیں، وہ عام ڈھرے کا، کمزور طبیعت کا، عام قسم کا اور خاص قابلیت سے محروم آدمی ہے، اس سے بڑھ کر انسان کی توہین نہیں ہو سکتی۔ آپ نے تو مجھے اچھے درجے کا نیچ بھی شمار نہیں کیا، جی چاہتا تھا کہ آپ کا لہو پی جاؤں اسی بات پر۔ آپ نے جتنی میری توہین کی اتنی تو جنرل۔ پان چین نے بھی نہیں کی تھی جو یہ سمجھے بیٹھا ہے (بے قیل وقال، بے حیلہ و بے سوال، صرف اپنی سادہ لوحی میں، ذرا ملاحظہ ہو کہ مجھ میں یہی صلاحیت ہے، اپنی بیوی کو اس کے ہاتھ بیچنے کی۔ برادر، یہ ہے وہ بات جو بھوت کی طرح دماغ پر سوار ہو گئی اور اب مجھے نقد رقم چاہیے۔ روپیہ ہاتھ میں آ جائے، سمجھے آپ، اعلیٰ درجے کا اچھوتے خیالات والا آدمی بن جاؤں گا۔ مال دنیا میں یہی نیچ پن، یہی نفرت انگیز خاصیت تو ہے کہ وہ قابلیت بھی عطا کر دیتا ہے۔ یہ خاصیت تب تک برقرار رہے گی جب تک دنیا قائم ہے۔ اب کہیے یہ ساری باتیں بچگانہ ہیں یا جناب یہ شاعری ہے۔ ہوا کرے، مجھے کیا۔ روپے کی بدولت میری خوشی تو بڑھے گی۔ میرا مطلب تو حاصل ہو گا نا۔ وہاں تک پہنچ کر تھموں گا اور ثابت قدم رہوں گا۔ Rira bien qui rira le dernier.[14] پان چین مجھے اتنا کیوں ستاتا ہے؟ کیا کوئی کینہ یا عداوت ہے؟ ہرگز نہیں۔ اصل سبب یہ کہ میں بالکل بے حیثیت آدمی ہوں..... مگر ذرا..... پھر دیکھیے، بس بہت ہوا۔ اب وقت ہو گیا۔ کولیا ادھر دو بار جھانک کر گیا ہے۔ شام کے کھانے پر بلانے آیا ہو گا۔ میں تو باہر چل دوں گا۔ کبھی کبھی آتا رہوں گا۔ آپ کو یہاں ہمارے گھر میں تکلیف نہیں ہو گی۔ گھر کے آدمی شمار ہوں گے۔ دیکھیے، ادھر کی ادھر مت لگائیے گا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارا آپ سے لاگ یا لگاؤ کا رشتہ چلے گا۔ کیا خیال ہے آپ کا، اگر میں تب آپ کا ہاتھ چوم لیتا (سچے دل سے میں نے چاہا تھا) تو کیا اس کے بعد اپنی اس حرکت کے سبب دشمن ہو سکتا تھا؟"

"ہاں، یقیناً دشمن ہو جاتے۔ ہمیشہ کے لیے نہیں کیونکہ یہ دشمنی آپ سے دیر تک نبھائی نہ جاتی اور پھر معاف کر دیتے۔" پرنس نے ذرا سوچ کر جواب دیا اور بے اختیار ہنس دیا۔

"اوہو، آپ کے ساتھ تو بہت ہوشیار رہنا چاہیے۔ شیطان جانے، آپ نے یہاں بھی زہر کی بوند ٹپکا ہی دی، کون جانے۔ شاید آپ میرے دشمن ہی نکلیں۔ چلو، خیر، ہا، ہا، ہا۔ ایک بات پوچھنا بھولا۔ کیا میں نے صحیح اندازہ کیا ہے کہ نستاسیا فلپوونا آپ کے دل میں اتر گئی ہے؟"

"ہاں، ہے تو۔"

"عشق ہو گیا کیا؟"

"نہیں..... یہ نہیں۔"

"چہرے پر تو رنگ آ گیا، بے قراری تو لگ گئی۔ خیر، کچھ نہیں۔ جانے دیجیے، چھیڑ چھاڑ کا موقع نہیں۔ اب میں

Scanned with CamScanner

چلا۔ اچھا، آپ جانتے ہیں بڑی نیک طینت عورت ہے وہ۔ یقین آ سکتا ہے آپ کو؟ آپ سوچتے ہوں گے کہ وہ اس کے ساتھ، تو تسکی کے ساتھ رہتی ہے، جی نہیں۔ اس بات کو زمانہ ہوا۔ آپ نے نوٹ کیا کہ وہ خود بھی کچھ بہنگم ہو رہی تھی، ایک ایک لمحہ الجھن میں مبتلا؟ سچ! ایسی ہی عورتیں ہوتی ہیں جو دوسروں پر حکم چلانا پسند کرتی ہیں۔ اچھا، اب رخصت!"

گانیا جب کمرے سے نکلا تو آنے کے مقابلے میں اس کے سینے کا بوجھ کچھ ہلکا ہو چکا تھا۔ موڈ پہلے سے اچھا تھا۔ پرنس کوئی دس منٹ تک بے حس و حرکت بیٹھا سوچ میں گم رہا۔

کولیا نے پھر دروازے میں گردن ڈالی۔

"مجھے بھوک نہیں ہے کولیا۔ میں نے آنے سے پہلے پان چین کے ہاں بھاری ناشتہ کر لیا تھا۔"

کولیا سنتے ہی بالکل اندر آ گیا اور پرنس کے ہاتھ میں ایک پرزہ دیا۔ جنرل کی طرف سے تھا۔ مہر بند لفافے میں۔ کولیا کے چہرے سے ظاہر تھا کہ یہ خط پہنچانا اسے کس قدر ناگوار گزرا۔ پرنس نے پڑھا، اٹھا اور ٹوپی اٹھالی۔

"صرف دو ہی قدم کا فاصلہ ہے۔ پاپا وہاں بوتل لیے بیٹھے ہیں۔ انہیں قرضہ کیسے مل جاتا ہے، میری تو عقل میں نہیں آتا۔ اچھے پرنس، مجھ پر مہربانی کیجیے۔ ہمارے والوں سے کوئی ذکر نہ کیجیے گا کہ میں نے پاپا کا پرزہ آپ کو پہنچایا تھا۔ ہزار بار قسمیں کھا چکا ہوں کہ پرزے اِدھر اُدھر نہیں پہنچاؤں گا، پھر بھی..... ترس آ جاتا ہے۔ ہاں، دیکھیے، پاپا کے ساتھ تکلف مت برتیے، بس تھوڑی سی ریزگاری دے دلا کر قصہ ختم۔"

"کولیا، مجھے بھی یہی خیال تھا۔ آپ کے والد صاحب سے میرا ملنا ضروری ہے..... ایک خاص مطلب سے..... چلیے، چلتے ہیں ان کی طرف....."

(12)

کولیا نزدیک ہی پرنس کو لیتے گیا اسٹریٹ پر ایک کیفے تک لے گیا جس میں بلیئرڈ روم بھی تھا اور دروازہ سڑک پر کھلتا تھا۔ اس کیفے کے اندر گئے تو داہنی طرف کونے والے ایک الگ کمرے میں ریٹائرڈ جنرل اردالیون، پرانے مستقل گاہک کے انداز میں میز پر بوتل رکھے بیٹھے تھے۔ ان کے ہاتھ میں واقعی "Independance Belge" تھا۔ پرنس کا انتظار ہو رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی انہوں نے اخبار ایک طرف رکھ دیا اور لگے بڑی گرم جوشی سے، کثرت الفاظ کے ساتھ کچھ کا کچھ کہنے۔ ان کی باتیں پرنس کے سر سے گزر گئیں کیونکہ تب تک جنرل نشے میں دھت ہو چکے تھے۔

"دس روبل تو میرے پاس نہیں نکلیں گے۔" پرنس نے ان کی بات کاٹ دی۔ "البتہ پچیس کا نوٹ ہے۔ بھنا کر پندرہ مجھے واپس کر دیجیے ورنہ جیب بالکل خالی رہ جائے گی۔"

"بے شک، بے شک! یقین مانیے گا، جوں ہی..... بس فوراً۔"

"میں، جنرل صاحب، آپ کے پاس ایک خاص غرض سے آیا ہوں۔ کبھی نستاسیا فلپی پووِنا کے ہاں نہیں گئے آپ؟"

"میں؟ میرا جانا نہیں ہوا؟ مجھ سے کہتے ہیں آپ؟ ارے، میں تو کئی بار، پیارے، کئی بار!" جنرل پر خود کو تھپتھپانے اور شان جتانے کا دورہ پڑا۔ "میں اور وہاں نہ جاتا، بھلا کیسے ہو سکتا تھا، مگر یہ کہ آخر میں خود ہی یہ سلسلہ توڑ دیا

کیونکہ میں اس ناپسندیدہ رشتے کو بڑھاوا نہیں دینا چاہتا تھا۔ آپ نے ملاحظہ کرلیا نا۔ آج صبح کے تو آپ خود گواہ ہیں۔ میں نے وہ سب کچھ کیا جو ایک باپ کو کرنا چاہیے لیکن ایسے باپ کو جو مسکین ہے، شفقت پدری کے ہاتھوں مجبور ہے۔ اب دوسری قسم کا باپ سامنے آئے گا اور پھر دیکھیے گا، دیکھیں گے آپ کہ ایک بوڑھا فوجی اس تمام جوڑ توڑ پر قابو پاتا ہے یا وہ بے شرم چہنال پھر شریف گھرانے میں قدم رکھتی ہے۔"

"میری تو آپ سے صرف ایک عرض تھی۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ایک ملاقاتی کی حیثیت سے مجھے آج شام نستاسیا کے گھر لے چلیں؟ مگر کچھ بھی ہو، ضرورت اس کی آج ہی ہے۔ خاص عرض ہے مگر معلوم نہیں، وہاں جاؤں تو کیسے جاؤں۔ اگرچہ ابھی ابھی تعارف ہو چکا ہے۔ پھر بھی وہاں آنے کی دعوت تو نہیں ملی اور آج وہاں خاص دعوت ہے۔ آج کی شام بعض آداب محفل کو بھی پھلانگ جاؤں گا، میری بلا سے، مجھ پر ہنستے ہیں تو ہنسیں، مگر کسی نہ کسی طرح اندر جانا ہی ہے۔"

"آپ نے تو، میاں صاحبزادے، میرے دل کی مراد جان لی بالکل، سو فیصدی!" جنرل موج میں آتے ہوئے بولے۔ "میں نے اس ادنیٰ سی غرض سے آپ کو نہیں بلوایا ہے۔" جنرل نے پھر بھی رقم مٹھی میں داب کر جیب میں ڈالی اور بیان جاری رکھا۔ "میں نے اس نیت سے بلایا ہے کہ آج میں آپ ایک ساتھ نستاسیا فلپی پودنا کے گھر بلکہ یوں کہوں کہ خود نستاسیا پر دھاوا بول دیں۔ جنرل ایولگین اور پرنس میشکن۔ دیکھتے ہیں اسے یہ بات کیسی لگتی ہے۔ میں اس حیثیت میں کہ سالگرہ کے دن ہمت افزائی کے لیے چلا آیا اور وہاں اشارے کنارے میں اپنا فیصلہ سنا دوں۔ صاف لفظوں میں نہ کہی مگر کھری کھری۔ پھر گانیا اپنی آنکھوں دیکھ لے، سامنے آجائے گا کہ یا تو حقدار باپ ہے اور..... یوں کہنا چاہیے..... وغیرہ وغیرہ یا پھر..... خیر، جو ہونا ہے ہوتا رہے۔ آپ کا خیال بڑا کارآمد نکلا۔ شام کو 9 بجے یہاں سے نکلتے ہیں۔ ابھی ہمارے پاس وقت ہے۔"

"رہتی کہاں ہے وہ؟"

"کافی فاصلہ ہے۔ بالشوئی تھیٹر کے پاس۔ میتو فنسیوا کا مکان ہے۔ چوک کے بالکل نزدیک۔ پہلی منزل پر۔ دیکھنا، بہت لوگ نہیں آنے والے۔ نام رکھائی کا دن ہے تو ہوا کرے۔ مہمان جلدی ہی چلے جائیں گے....."

دن چھپے کافی دیر ہو چکی تھی۔ پرنس بیٹھا جنرل کی سلسلہ در سلسلہ گفتگو سنے جا رہا تھا۔ ایک کے بعد ایک قصہ، جس کا کہیں انت ہی نہیں ہوتا تھا۔ جب پرنس اس کیفے میں داخل ہوا تو جنرل نے ایک بوتل کا اور آرڈر کر دیا، گھنٹہ بھر میں وہ بھی پی ڈالی۔ پھر دوسری منگائی، وہ بھی ختم۔ اس اثناء میں یوں کہنا چاہیے کہ جنرل نے اپنی ساری آپ بیتی پرنس کو سنا ڈالی۔ آخر پرنس، تنگ آ کر اٹھا اور صاف کہہ دیا کہ اب اور نہیں ٹھہر سکتا۔ جنرل نے بوتل کی تلچھٹ تک صاف کی اور اٹھ کر کمرے سے باہر چلے۔ ان کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ پرنس کو سخت افسوس تھا کہ آخر یہ کیا حماقت تھی جو میں نے اس شخص کے کہے کا اعتبار کیا۔ یوں، وہ ہرگز اس کے کہنے میں نہ آتا، مگر نستاسیا فلپی پودنا کے مکان کے اندر قدم رکھنا تھا۔ اس غرض سے وہ جنرل کے وعدے پر بھروسہ کر بیٹھا۔ پرنس اس کے لیے تو آمادہ تھا کہ کچھ ناگوار خاطر واقعہ ہوتا ہے تو ہو جائے لیکن یہ نہیں کہ سخت فتنہ برپا ہو۔ جنرل کی یہ حالت تھی کہ انہیں کچھ سدھ بدھ نہ رہی تھی..... البتہ نشے کی ترنگ میں شاندار الفاظ کے ساتھ لگاتار

Scanned with CamScanner

بولے جا رہے تھے، جوش میں، روح کے رو ہانسے پن سے اپنی داستان سنا رہے تھے۔ اس طول طویل سلسلۂ گفتگو کا حاصل یہ تھا کہ خاندان کے ایک ایک فرد کی بگڑی ہوئی روش کی بدولت یہ نوبت پہنچی ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ آگے حد انگاری جائے۔ پرنس اور جنرل باہر لیتے ٹنایا سڑک پر نکلے۔ برف برابر پگھل رہی تھی۔ ہر طرف خزاں زدہ، اداس، نیم سرد اور ناگوار ہوا فراٹے بھر رہی تھی۔ گھوڑا گاڑیاں کیچڑ میں چھپ چھپ کرتی گزر رہی تھیں، پتھر کے کھرنجے پر گھوڑوں کے سم لوہا ٹھن بج رہے تھے۔ راہگیر گردنیں لٹکائے، بھیگے ہوئے ہجوم کی صورت میں فٹ پاتھ پر گھسٹ رہے تھے۔ کہیں کہیں کوئی بدمست نظر پڑ جاتا تھا۔

''وہ دیکھتے ہیں مکانوں کی جگمگاتی پہلی منزلیں؟'' جنرل نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''یہاں میرے ساتھ کے لوگ رہتے ہیں اور میں ہوں..... جس کی خدمات ان سے زیادہ، قربانیاں ان سے زیادہ، میں پیدل گھسٹتا بالشوئی تھیٹر کی طرف جا رہا ہوں۔ ایک مشتبہ چال چلن والی عورت کے گھر۔ اور جا کون رہا ہے، وہ جس کی خاطر پیراگوف [15] نے پیرس کو تار دیا اور محاصرے کے وقت سیواستوپول کو کچھ دن کے لیے چھوڑ دیا۔ وہ جس کی صحت کی خاطر پیرس کا نیلاتن [16] سرجن، سائنس کے نام پر فری پاس پانے میں کامیاب ہوا اور محاصرے میں آئے ہوئے سیواستوپول پہنچ گیا تاکہ میرا ڈاکٹری معائنہ کر سکے۔ ہائی کمان تک کو اس واقعے کی خبر پہنچی تھی۔ حیرت سے مجھے تکا کرتے تھے کہ یہی ہے وہ ایوگین جس کے بدن میں 13 گولیاں پڑی ہیں..... دیکھتے ہیں پرنس، آپ یہ گھر؟ اس کی پہلی منزل پر میرا پرانا ساتھی جنرل سکولووچ رہتا ہے۔ بہت ہی بڑا، بھرا پرا اور انتہائی شریف خاندان ہے۔ ایک یہ مکان، پھر نیوسکی سڑک کے کنارے تین مکان اور دو موروسکایا والے، یہ میرے ملاقاتیوں کے، مطلب یہ کہ خاص میرے ذاتی تعلقات والوں کے ہیں۔ نینا الیکساندروونا نے تو بہت پہلے ہی حالات کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے مگر میں نے ان یادوں کو تازہ رکھا ہے..... دوسرے لفظوں میں یہ کہ اب بھی اگلے وقتوں کے ساتھیوں کی اعلیٰ تعلیم یافتہ سوسائٹی میں اور اپنے ماتحتوں میں، جو آج بھی میرے لیے آنکھیں بچھاتے ہیں، ذرا چین کے سانس لے لیتا ہوں۔ یہ جو جنرل سکولووچ ہے (اس سے اور اس کی بیگم آنا فیودروونا سے ملے ایک زمانہ ہو گیا)..... آپ کو معلوم ہے پیارے پرنس، جب آدمی اس حال میں ہو کہ لوگ اس سے ملنے نہ آئیں تو وہ خود بھی ملنا جلنا بند کر دیتا ہے اور پھر یہ کہ..... شاید، آپ کو میرے کہنے کا اعتبار نہیں آ رہا ہے..... اس میں کیا مضائقہ ہے، میں اپنے بہترین دوست اور بچپن کے ساتھی کے فرزند کو اس نفیس اور دلکش خاندان میں کیوں نہ ملواؤں؟ جنرل ایوگین پرنس میشکن کو ملانے لایا ہے۔ کیا حرج ہے! دیکھنا، ایسی لڑکی ہے وہاں کہ دیکھتے رہ جاؤ۔ ایک نہیں، دو نہیں، تین تین، جن کے وجود سے پائے تخت اور سوسائٹی کو رونق نصیب ہو: حسن ہے، تعلیم ہے، رجحان، عورتوں کا مسئلہ، شاعری..... ان ساری صفات کا مجموعہ، رنگا رنگ۔ صرف یہی نہیں، ہر ایک لڑکی کے لیے کم از کم اسی ہزار نقد رقم جہیز میں۔ ایسی رقم کہ کبھی حارج نہ ہو، عورتوں کے یا سماجی بکھیڑوں میں..... مختصر یہ کہ میں آپ کو، ضرور بالضرور ان کے ہاں لے جاؤں گا، لے جا کر رہوں گا۔ کیوں نہیں! جنرل ایوگین اور پرنس میشکن!''

''ابھی؟ اسی وقت؟ دیکھیے، آپ بھول گئے کہ'' پرنس نے ٹوکا۔

''کوئی بات نہیں، کچھ نہیں۔ میں کچھ نہیں بھولا۔ چلیں! ادھر، اس شاندار زینے کی طرف۔ تعجب یہاں آپ

Scanned with CamScanner

پہریدار کیوں نہیں؟ اچھا، وہ تیوہار کا دن ہے۔ چھٹی پر گیا ہوگا۔ شراب کا دھتی ہے، اب تک دھتا نہیں بتائی اسے۔ یہ جو سکولودچ ہے نا، اس سے جو کچھ مال منال، عہدہ منصب میسر آیا، وہ میری بدولت۔ صرف میری وجہ سے، میرے سوا کسی اور کا ہاتھ نہیں تھا اس کے بنانے میں..... خیر، لو، آ پہنچے۔"

یوں سر راہے دوسرے کے گھر جانے میں پرنس نے دخل نہ دیا اور جنرل کے پیچھے پیچھے چلتا گیا تا کہ وہ کہیں چڑ نہ جائیں۔ پرنس کو پوری امید تھی کہ جنرل سکولودچ اور ان کا خاندان صرف بات کی بات ہے، سب ہوا ہو جائیں گے اور پتہ چلے گا کہ ان کا وجود فرضی تھا۔ پھر وہ دونوں بے حیل و حجت اس عالیشان زینے سے اتر کر اپنی راہ لگ جائیں گے مگر آفت یہ آئی کہ وہ توقع ہی دھندلائی جا رہی تھی۔ جنرل اسے زینے پر لیے جا رہے تھے۔ ایسے شخص کی طرح جس کے کئی ایک ملاقاتی یہاں رہتے ہوں۔ قدم قدم پر مکان اور مکین کی تفصیلات بھی بیان کرتے جاتے تھے۔ تفصیلات کے بیان میں علم حساب کی سی ناپ تول موجود تھی۔ آخر جب پہلی منزل پر پہنچے تو داہنے ہاتھ پر کسی دولت مند فلیٹ کے دروازے کے سامنے رک گئے۔ جنرل نے گھنٹی بجانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ پرنس نے وہاں سے فرار کرنے کا قطعی فیصلہ کر لیا لیکن عجیب صورتحال تھی جس نے اس کے قدم تھام لیے۔

"جنرل صاحب، آپ غلطی کر رہے ہیں۔" پرنس نے ٹوکا۔ "دروازے پر کسی کولاکوف کا نام لکھا ہے اور آپ سکولودچ کے یہاں گھنٹی بجانے والے تھے۔"

"کولاکوف؟..... یہ کیا ہوا؟ اس کا کچھ مطلب نہیں۔ فلیٹ یہ سکولودچ کا ہے اور میں انہی کو بلا رہا ہوں۔ کولاکوف جائے جہنم میں..... لو دروازہ کھولنے آ رہے ہیں۔"

دروازہ واقعی کھلا۔ خدمتگار نے اندر سے منہ نکالا اور اطلاع دی کہ "گھر والے گھر پر نہیں ہیں۔"

"افسوس، بڑے افسوس کی بات ہے۔ گویا جان بوجھ کر غیر حاضر ہیں۔" جنرل نے یہ الفاظ انتہائی قلق کے ساتھ بار بار دہرائے۔ "اچھا، میرے عزیز، انہیں بتا دینا کہ جنرل ایولگین اور پرنس میشکن حاضر ہوئے تھے۔ نیت تھی کہ بذات خود آداب بجا لائیں اور افسوس، بے انتہا مایوسی کے ساتھ واپس ہوئے....."

عین اسی وقت دروازے کی جھری میں کمروں سے نکل کر ایک چہرہ اور جھانکا، بظاہر وہ دیکھ ریکھ کرنے والی یا پھر گورنس کا چہرہ تھا۔ عورت ہوگی کوئی چالیس برس کی، گہرے رنگ کے ڈریس میں ملبوس۔ اس نے جنرل ایولگین اور پرنس میشکن کا نام سنا تو اتہ پتہ نکالنے کے خیال سے اور بے اعتباری سے دروازے کے نزدیک آئی۔

"ماریا الیکساندروونا مکان پر موجود نہیں ہیں۔" اس نے خصوصیت کے ساتھ جنرل پر نظر دوڑاتے ہوئے آگاہ کیا "وہ صاحبزادی الیکساندرا میخائیلوونا کو ہمراہ لے کر نانی کے ہاں گئی ہوئی ہیں۔"

"اچھا تو صاحبزادی صاحبہ بھی ہمراہ گئیں۔ یا خدا، کیا بدقسمتی ہے۔ ذرا ملاحظہ کیجیے، خاتون محترم، ہمارے ساتھ ہمیشہ ہی بداتفاقی پیش آتی ہے۔ نہایت ادب کے ساتھ میری ایک درخواست ہے کہ ان کی خدمت میں میرا آداب عرض کر دیں۔ صاحبزادی الیکساندرا کو یاد دہانی کرا دیں..... بلکہ یوں کہو کہ میری جانب سے ان تک پہنچا دیجیے کہ جو کچھ ان کا منشا تھا جمعرات کی شام کو جب شوپین کا نغمہ چھیڑا گیا تو میں دل سے ان کی اس تمنا میں شریک ہوں۔ آپ، بس اتنا پہنچا دیجیے۔

Scanned with CamScanner

باقی انہیں یاد آ جائے گا..... یہ کہ میری دلی تمنا بھی..... جنرل ایولگین اور پرنس میشکن!''

''جی، یاد کر کے کہوں گی۔'' اس خاتون نے اوب سے سر خم کیا، اب اسے اعتبار آ گیا تھا۔

جب سیڑھیاں اترنے لگے تو جنرل اب بھی اسی جوش و خروش کے ساتھ افسوس پر افسوس ظاہر کیے جا رہا تھا کہ ایک موقع تھا پرنس کو اس دلفریب خاندان سے ملانے کا، وہ موقع ہاتھ سے جاتا رہا۔

''آپ جانتے ہیں میرے عزیز، میں دل سے ذرا شاعر واقع ہوا ہوں۔ آپ نے یہ نوٹ کیا؟ ہاں تو، ہاں تو؟ اصل میں ہوا یہ کہ، ہم غلط نکل آئے۔'' جنرل نے اچانک آپ سے آپ کہا ''جنرل سکولووچ تو، اب یاد آیا، بالکل دوسری جگہ رہتے ہیں اور شاید آج کل ماسکو میں ہیں۔ مجھ سے ذرا غلطی ہو گئی..... خیر، ایسی کوئی بات نہیں۔''

''صرف ایک بات جاننا چاہتا ہوں۔'' پرنس نے سخت اکتاہٹ کے ساتھ کہا ''کیا میں آپ سے بالکل مایوس ہو جاؤں اور اکیلا اپنی راہ تلاش کروں؟''

''یہ کیا، مایوس؟ اکیلا؟ آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں جبکہ میں ایسی زبردست مہم پر نکلا ہوں جس پر میرے پورے خاندان کی تقدیر کا دار و مدار ہے؟ میاں برخوردار، آپ ایولگین سے اچھی طرح واقف نہیں۔ جو لفظ ایولگین کہہ دے، سمجھیے اس نے کہا چٹان۔ انسان ایولگین پر چٹان کی طرح تکیہ کر سکتا ہے۔ ہمارے اسکواڈرن میں جہاں میں نے ملازمت شروع کی تھی، ہر شخص مانتا تھا یہ بات۔ راستے میں مجھے ایک مکان پر البتہ منٹ بھر کے لیے رکنا ہوگا جہاں میری روح کی راحت رہتی ہے۔ آج سے نہیں، بڑے جھٹکوں اور آزمائشوں کے بعد، کئی سال سے وہیں سکون.....''

''یعنی آپ اپنے مکان جانا چاہتے ہیں؟''

''نہیں، میں تو کپتان تیرخیف مرحوم کی بیگم سے ذرا..... وہ کسی زمانے میں میرا ماتحت تھا، ماتحت کیا دوست ہی سمجھو..... یہاں اس مرحوم کی بیوہ کے پاس آ کر مجھے حیات تازہ میسر آتی ہے۔ گھر بار کے، آئے دن کے غم یہیں آ کر بھلاتا ہوں..... آج چونکہ سینے پر زبردست اخلاقی بوجھ ہے تو میں ذرا.....''

''محسوس ہوتا ہے کہ فی الحال بڑی حماقت سرزد ہوئی مجھ سے کہ آپ کو بیٹھے بٹھائے زحمت دی اور پھر آپ اس وقت ایسے..... خیر، میں رخصت ہوتا ہوں۔'' پرنس منہ ہی منہ میں بولا۔

''نہیں، نہیں، ہرگز نہیں۔ میں آپ کو میرے عزیز نوجوان، یوں جانے نہیں دوں گا۔'' جنرل بے اختیار پکارے۔ ''وہ بیوہ ہے۔ بال بچوں والی ہے اور اپنے دل سے ایسے تار جھنجھناتی ہے جو میری روح میں گونجنے لگتے ہیں۔ صرف پانچ منٹ کو چلے چلتے ہیں۔ خانہ بے تکلف ہے میرے لیے۔ یہیں قریب قریب بسر ہوتی ہے۔ ہاتھ منہ دھوؤں گا، ضروریات سے فارغ ہوں گا اور پھر گھوڑا گاڑی بلا کر ہالشوئی تھیٹر کی طرف چل دیں گے۔ میری مانیے، آج آدھی رات تک میں آپ کا ضرورت مند رہوں گا..... یہ لیجیے، آ گئے۔ وہ رہا گھر۔ ارے کولیا، تو یہاں کیسے؟ اچھا، یہ بتا، مارفا باریسوونا گھر پر موجود ہیں یا تو ابھی آ رہا ہے؟''

''نہیں، میں تو کافی دیر سے یہیں ہوں۔'' کولیا نے جواب دیا۔ مکان کے پھاٹک میں قدم رکھتے وقت اچانک اس سے مڈبھیڑ ہو گئی تھی۔ ''میں اپولیت کے پاس تھا۔ حالت خراب ہے۔ صبح سے بستر پر پڑے ہیں۔ دکان پر جا رہا ہوں،

Scanned with CamScanner

تاش کی گڈی خرید نے مارفا باریسوونا آپ کی راہ دیکھ رہی ہیں مگر پاپا، آپ نے یہ کیا حال بنا رکھا ہے.....'' کولیا نے بات تمام کی اور جنرل کی چال ڈھال تکتا رہ گیا۔ ''خیر، چلیے اندر!''

یوں اتفاقاً کولیا کا سامنا ہو جانے کے سبب پرنس مجبور ہو رہا تھا کہ اب جنرل کو مارفا باریسوونا کے پاس تک پہنچائے..... مگر صرف منٹ بھر کو ان کا ساتھ دے۔ پرنس کو ضرورت تھی کولیا کی۔ جنرل سے گلوخلاصی کرنا اس نے طے کر لیا تھا اور پچھتا رہا تھا کہ اس شخص پر تکیہ ہی کیوں کیا۔ پیچھے کے زینے سے اٹک اٹک کر چوتھی منزل پر پہنچنے میں کافی دیر لگی۔

''پرنس صاحب کو ان سے ملانا چاہتے ہیں؟'' کولیا نے درمیان میں دریافت کیا۔

''ہاں، برخوردار، ملانا تو ہے۔ جنرل ایولگین اور پرنس میشکن۔ کیوں نہیں؟ مگر..... بیگم صاحبہ کا حال کیا ہے؟''

''میں تو جانوں، پاپا، اچھا ہے کہ آپ اندر نہ جائیں۔ کھا جائیں گی۔ تین دن سے آپ نے صورت نہیں دکھائی اور انہیں روپیہ چاہیے۔ آپ نے روپے کا وعدہ ہی کیوں کیا تھا ان سے؟ آپ سدا سے ایسے ہی ہیں، اب بھگتیے خود۔''

چوتھی منزل پر پہنچ کر ایک نیچے دروازے کے سامنے قدم رک گئے۔ جنرل آگے بڑھتے جھجک رہے تھے۔ انہوں نے میشکن کو اپنے سامنے کر لیا۔

''میں یہاں ٹھہرتا ہوں۔'' جنرل نے دبی آواز میں کہا ''حیرت میں ڈالوں گا.....''

کولیا پہلے داخل ہوا۔ کوئی چالیس برس کی ایک بیگم صاحبہ پوڈر سرخی تھوپے، چپل پاؤں میں ڈالے چوٹی پر چوٹی گوندھے، البیٹین ڈالے، فر کی جھالر والی جیکٹ پہنے دروازے سے جھانکی اور جنرل کا ارمان دل کے دل میں رہ گیا۔ جنرل پر نظر پڑنی تھی کہ وہ وہیں سے چیخ پڑی:

''آ گیا ناذلیل، بدطینت۔ میرا دل پہلے سے کہہ رہا تھا!''

''چلو، اندر چلیں۔ کوئی بات نہیں۔'' جنرل نے پرنس سے کہا۔ اب بھی وہ معصومیت سے مسکراتے جا رہے تھے۔

مگر کوئی بات نہ ہو، ایسا بھی نہ تھا۔ ابھی وہ نیچی چھت کی تاریک ڈیوڑھی میں سے ہو کر ایک تنگ ہال میں جہاں کوئی آدھی درجن پرانی وضع کی کرسیاں پڑی تھیں اور تاش کھیلنے کی دو میزیں تھیں، داخل ہی ہو پائے تھے کہ مکان مالکہ نے اپنا اسی جھگڑالو، روہانسی چیخ و پکار میں بکنا جھکنا جاری رکھا:

''شرم نہیں آتی۔ بے حیائی پر کمر باندھی ہے۔ ستمگر، میرا گھر بار خاک میں ملا دیا۔ ظالم، بدروح! میرا سب کچھ لوٹ لیا، جلا کر کوئلہ کر ڈالا۔ پھر بھی چین نہیں پڑتا۔ کہاں تک تمہیں برداشت کروں میں؟ بے شرم، بے ضمیر آدمی!''

''مارفا بیگم، ارے مارفا بیگم! سنیے تو سہی۔ یہ پرنس میشکن آئے ہیں۔ جنرل ایولگین اور پرنس میشکن۔'' کانپتے ہوئے اور بدحواس جنرل نے دبی بھنچی آواز میں عرض کیا۔

''آپ یقین مانیں گے؟'' بیگم صاحبہ اچانک پرنس سے مخاطب ہو گئیں۔ ''یقین آئے گا آپ کو کہ اس بے شرم نے میرے یتیم بچوں تک پر رحم نہ کھایا۔ سارا گھر لوٹ لیا، ایک ایک چیز نوچ لی، بیچا، کھوچا، رہن رکھ دیا، کچھ نہیں چھوڑا میرے پاس۔ بتاؤ، اب میں تمہارے رہن ناموں اور دستاویزوں کو کیا چاٹوں؟ تم بڑے چنٹ اور چالو، بے شرم! جواب

Scanned with CamScanner

دو، تم چالباز، دھوکے باز، اب تم بولو، پوچھتی ہوں اپنے بن باپ کے بچوں کو کیا کھلاؤں؟ شراب میں ڈبو کر آئے ہو، پیروں پر کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ خدایا، مجھ سے ایسا کیا گناہ ہو گیا تھا؟ میں نے کیا خطا کی ہے؟ ہاں، ہاں مارے! بے ہودے، مکار، بول اب!"

جنرل نے سنی ان سنی کر دی۔

"مارفا باریسوونا، یہ ہیں کل 25 روبل۔ بس، یہیں ہیں جو میں دے سکتا ہوں، وہ بھی ایک اچھی شریف دوست کی مدد سے۔ پرنس! مجھ سے فاش غلطی ہو گئی۔ کیا کیا جائے..... زندگی ایسی ہے..... اور اب، معاف کرنا، میں گم ہو رہا ہوں۔" جنرل نے کمرے کے بیچوں بیچ کھڑے ہوئے اور بار بار جھونک کھاتے ہوئے کہا "مجھ میں طاقت نہیں۔ معاف کیجیے۔ اری لینا، سنیو، ذرا تکیہ دینا میری بچی!"

آٹھ برس کی بچی لینا جلدی سے دوڑی ہوئی گئی اور تکیہ لا کر کھردرے، میلے چیکٹ اور بوسیدہ صوفے پر رکھا۔ جنرل اس پر بیٹھ گئے۔ نیت یہ معلوم ہوتی تھی کہ بہت کچھ کہنا ہے مگر ابھی صوفے کو چھوا ہوگا کہ ایک پہلو پر لڑھک گئے اور دیوار کی طرف منہ کرتے ہی ان کی آنکھ لگ گئی، گہری نیند سو گئے۔ مارفا باریسوونا ادب آداب کے ساتھ اور بے دلی سے پرنس کو تاش کی میز والی ایک کرسی تک لائی، وہاں بٹھایا، خود اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ داہنے ہاتھ پر کال لیک کی طشتری سانس بھر بھر کر پرنس کو تکنے لگی۔ گھر کے تینوں بچے جن میں دو کم عمر لڑکیاں تھیں، لینا بڑی تھی اور ایک بچہ اسی میز کے پاس آ گئے۔ تینوں نے میز پر ننھے ننھے ہاتھ رکھ دیئے اور وہ تینوں بھی پرنس کو غور سے دیکھنے لگے۔ دوسرے کمرے سے کولیا بھی وہیں آ گیا۔

"مجھے بڑی خوشی ہے کولیا کہ آپ یہاں مل گئے۔" پرنس نے لڑکے سے کہا "مجھے بہر حال نستاسیا فلپی پوونا کے ہاں پہنچنا ہے۔ کیا آپ میری مدد کر سکتے ہیں؟ میں نے جنرل صاحب سے درخواست کی تھی، مگر وہ تو سو گئے۔ آپ مجھے راستہ بتا دیں گے؟ مجھے اس گھر کا راستہ نہیں معلوم..... ویسے پتہ میرے پاس موجود ہے..... تاوام متے فسیو اکا مکان ہے بالشوئی تھیٹر کے نزدیک۔"

"کیا فرمایا نستاسیا فلپی پوونا؟ وہ تو بالشوئی تھیٹر کے پاس کبھی رہی نہیں، سچ کہوں، پاپا ان کے گھر کبھی گئے ہی نہیں۔ بھلا آپ نے ان کے کہے پر اعتبار کیوں کر لیا؟ نستاسیا رہتی ہیں ولادیمیرسکایا اسٹریٹ پر پانچی راستہ کے پاس۔ وہ جگہ بہت نزدیک ہے۔ کیا آپ سیدھے یہیں سے چلیں گے؟ ساڑھے نو بج چکے ہیں۔ آپ کہیں تو میں لے چلوں۔"

پرنس اور کولیا فوراً روانہ ہو گئے۔ افسوس کہ پرنس کے پاس گاڑی کا کرایہ نہیں بچا تھا۔ پیدل جانا پڑا۔

"جی چاہتا تھا آپ کو اپنی بیوی سے ملا دوں۔" کولیا نے راستے میں پرنس سے کہا۔ "وہ ان بلدار چوٹیوں والی بیگم کپتان کا بیٹا ہے۔ دوسرے کمرے میں پڑا ہے بیچارا بیمار۔ آج سارے دن بستر پر ہی رہا مگر وہ ایسا عجب شخص ہے بات بات پر ناراض ہونے والا۔ پھر خیال آیا کہ آپ کو دیکھ کر وہ شرما جائے گا۔ بات کیا کہ آپ ایسے نازک وقت میں یہاں آئے ہیں..... میرے لیے ایسی شرمانے کی کوئی بات نہیں کیونکہ میرے تو باپ کا معاملہ ہے اور اس کی بیوی ہے وہاں۔ اس میں یہ فرق پڑ جاتا ہے۔ مرد ذات پر لوگ انگلیاں نہیں اٹھاتے۔ یہ جو فرق کرتے ہیں ایسے معاملوں میں مرد عورت کا،

Scanned with CamScanner

یہ ممکن ہے تعصب ہو لوگوں کا۔ ایپولیت بڑا شاندار لڑکا ہے مگر کسی نہ کسی وہم یا تعصب کا غلام بنا رہتا ہے۔"

"آپ نے بتایا کہ اسے دق کی شکایت ہے؟"

"جی ہاں، اس بیماری سے تو مرنا اچھا۔ میں ہوتا اس کی جگہ تو مرنا پسند کرتا۔ اس کو بہن بھائی کا، ان چھوٹی چھوٹی جانوں کا غم کھائے جاتا ہے۔ اگر ہمارے بس میں ہو، روپے کا انتظام ہو سکے تو ہم دونوں اپنے اپنے گھر چھوڑ کر الگ کرائے کے مکان میں ایک ساتھ رہنے لگیں۔ ویسے یہ خواب و خیال کی باتیں ہیں۔ آپ کو خبر ہے، ابھی ابھی میں نے اسے وہ آپ کا مجرا سنایا تو سنتے ہی آگ بگولہ ہو گیا۔ کہنے لگا کہ کوئی شخص طمانچہ کھا کر چپ ہو جائے اور ڈوئیل لڑنے کا چیلنج نہ کرے تو وہ ذلیل آدمی ہے۔ ویسے ایپولیت ہر وقت اتنا الجھا ہوا رہتا ہے، میں نے اس کے ساتھ بحث بحثی بند کر دی۔ تو یہ ہے کہ غالباً نستاسیا فلپوونا نے اسی واقعے کے وقت آپ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دی ہوگی؟"

"نہیں..... ایسا بھی نہیں ہے۔"

"تو پھر کیسے جا رہے ہیں؟" کولیا حیرت زدہ ہو کر بولا بلکہ چلتے چلتے ایک دم رک گیا۔ "وہ بھی..... ان کپڑوں میں؟ وہاں تو آج خاص دعوت ہے۔"

"سچ کہوں، قسم لے لو۔ مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ مکان کے اندر قدم کیسے رکھوں گا۔ قبول کر لیا تو خوب، نہیں کیا تو نہیں سہی۔ معاملہ ختم۔ رہا میرے لباس کا معاملہ تو اس کا کوئی علاج نہیں۔"

"مطلب یہ کہ آپ کو وہاں کوئی معاملہ درپیش ہے؟ یا بس ایسے ہی (17) Pour passer le temps شریفوں کی سوسائٹی، میں؟"

"نہیں، اصل بات یہ کہ..... جا تو رہا ہوں ایک معاملے کے خیال سے۔ اسے بیان کرنا مشکل ہے مگر یہ کہ....."

"خیر، ہوگا۔ مجھے کیا، جیسی آپ کی مرضی۔ میرے لیے اتنا ہی بہت ہے کہ آپ وہاں ایسی دعوت میں جہاں بدچلن عورتیں، جنرل اور سود خور جمع ہوں گے، بلاوجہ خود کو نہیں لیے جا رہے ہیں۔ اگر آپ خواہ مخواہ جا رہے ہوتے تو پرنس صاحب، میرا کہنا معاف تو میں آپ کا مذاق اڑاتا۔ میری نظروں سے گر جاتے آپ۔ سچے کھرے آدمیوں کی بڑی کمی ہے یہاں۔ کوئی نہیں، جس کے آگے سر جھکایا جائے۔ آپ سے آپ لوگ چھوٹے نظر آتے ہیں مگر ہر ایک کو بڑا بننے کی ضد ہے۔ واریا کو سب سے اول۔ آپ نے ایک بات نوٹ کی، پرنس صاحب؟ جسے دیکھیے اس پر تیس مار خاں بننے کی دھن سوار ہے، خاص کر ہمارے یہاں، ہمارے پیارے وطن روس میں۔ یہ چکر کیا ہے، میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ پہلے تو زندگی میں ایک جماؤ ہوا کرتا تھا، پھر اب کیا ہو گیا؟ اس بارے میں سب کہتے ہیں، سب لکھتے ہیں۔ نکتہ چینی کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں سب لوگ بال کی کھال نکالنے میں لگے ہوئے ہیں۔ والدین گھٹنے ٹیکنے میں سب سے آگے ہیں۔ انہیں اپنے پہلے والے اخلاقی ضابطوں پر شرمندگی ہو رہی ہے۔ وہاں ملاحظہ ہو۔ ماسکو میں ایک باپ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ دیکھیے، نصیحت کیا تھی کہ روپیہ بنانے کے معاملے میں کبھی کسی حرکت سے باز نہ آنا۔ یہ خبر چھپی مشہور ہوئی اور چھوڑیے، ذرا میرے جنرل پر نظر کیجیے۔ ان کی کیا حالت ہو گئی ہے؟ مگر جو بھی ہو، مجھے آج تک یہی لگتا ہے کہ وہ آدمی ایماندار ہیں، سچے ہیں۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جو بھی خرابی ہے، بے قاعدگی اور شراب کے کارن ہے۔ قسمیہ، یہی بات ہے۔ دیکھ کر افسوس

Scanned with CamScanner

ہوتا ہے۔ زبان پر لاتے ڈرتا ہوں کیونکہ لوگ مجھ پر ہنسیں گے۔ قسم خدا کی، ترس آتا ہے۔ ملال ہوتا ہے اور یہ جو ہے ہوشیار کہلاتے ہیں، ان میں کیا خوبی ہے؟ ایک سے ایک بڑھ کر روپیہ مارنے والا، سب کے سب ایسے۔ اپولین سودخواری کے حق میں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یوں ہی چلنا چاہیے۔ اقتصادی زلزلے، روپے کی تیزی مندی، چڑھاؤ، اتار پتہ نہیں کیا بلا ہوتی ہے۔ جب وہ یہ بحث چھیڑتا ہے تو میرا دل بیٹھنے لگتا ہے، مگر وہ کڑوا ہو گیا ہے۔ ذرا سوچیے: اس کی ماں جنرل سے روپیہ لیتی ہے، یہ روپیہ اسے بھاری سود پر دیا جاتا ہے۔ کس قدر شرم کی بات ہے۔ آپ کو خبر ہے، اماں، یعنی میری ماں نینا الیکساندروونا روپے پیسے سے، کپڑوں سے اور طرح طرح سے اپولیت کی مدد کرتی رہتی ہیں بلکہ اس کے ذریعے دوسرے بچوں کو بھی بھیجتی رہتی ہیں کیونکہ سگی ماں ان کی پروا نہیں کرتی۔ واریا بھی ان کی مدد کرتی رہتی ہے۔"

"دیکھا، آپ تو کہتے تھے کہ سچے کھرے آدمی، جاندار لوگ دنیا میں نہیں رہے، صرف روپیہ بنانے والے رہ گئے ہیں۔ یہ رہے آپ کے سامنے جاندار، پکے سچے لوگ، آپ کی ماں اور واریا۔ ایسی حالت میں، وہ بھی ان معاملات میں دوسروں کے کام آنا کیا شرافت کی، اخلاقی مضبوطی کی نشانی نہیں ہے؟"

"واریا بہن تو خود پسندی کے، شیخی کے مارے کرتی ہے ایسا تا کہ کہیں اماں سے پیچھے نہ رہ جائے اور اماں بچے دل سے، واقعی..... ان کی میں عزت کرتا ہوں۔ میں اس بات کی قدر کرتا ہوں، صحیح سمجھتا ہوں۔ یہاں تک کہ اپولیت بھی مانتا ہے۔ اگرچہ اس میں تلخی بھر گئی ہے۔ شروع شروع میں وہ مذاق اڑاتا اور اماں کی اس حرکت کو نیچ پن کہا کرتا تھا، مگر اب کبھی کبھی اس کا اثر دل پر لیتا ہے۔ ہاں! تو آپ فرماتے ہیں کہ یہ اخلاقی قوت ہے؟ میں ذہن میں رکھوں گا۔ گانیا کو اس کی خبر نہیں۔ ہو جاتی تو وہ اسے تجاہل کہتے۔"

"کیا گانیا کو نہیں معلوم؟ شاید انہیں اور بھی بہت کچھ نہیں معلوم۔" سوچ میں ڈوبے ہوئے پرنس کی زبان سے نکلا۔

"اور آپ کو خبر ہے پرنس، آپ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔ آج جو واقعہ آپ پر گزرا، وہ میرے دماغ سے نہیں نکلے گا۔"

"کولیا، تم بھی مجھے پسند آئے۔"

"سنیے، آپ نے کیا سوچا ہے؟ کیسے رہیں گے یہاں؟ میں یوں کرتا ہوں کہ کوئی کام لے لوں، تھوڑی بہت آمدنی ہو جایا کرے گی۔ تو پھر ہم تینوں، آپ اپولیت اور میں، ہم ایک ساتھ رہا کریں گے۔ کرائے کا مکان لے کر۔ جنرل صاحب کا ہمارے ہاں آنا جانا رہے گا۔"

"بے حد خوشی کے ساتھ مگر دیکھتے ہیں، کیا ہوتا ہے۔ فی الحال میں بہت پریشان ہوں۔ بہت زیادہ۔ کیا؟ ہم پہنچ گئے اس مکان میں؟ کیا شاندار ڈیوڑھی ہے، واہ! دربان بھی ہے۔ پتہ نہیں کولیا، اس کا انجام کیا ہوگا۔"

پرنس اس دروازے پر گویا حواس باختہ کھڑا تھا۔

"کل بتائیے گا۔ ہمت نہ چھوڑیے۔ خدا آپ کو کامیاب کرے۔ وجہ یہ کہ آپ کے خیالات میں پوری طرح شریک ہوں میں۔ اچھا رخصت! وہیں واپس جاؤں گا اور اپولیت کو یہ سناؤں گا۔ آپ کو اندر بلائیں گے، کوئی شبہ نہیں،

Scanned with CamScanner

بس آپ گھبرائیے گا نہیں۔ بڑی انوکھی عورت ہے وہ۔ اسی زینے پر، پہلی منزل۔ دربان بتا دے گا۔"

(13)

پرنس کو مکان میں قدم رکھتے وقت بڑی فکر تھی اور پوری قوت سے وہ دل کو تسلی دیئے جا رہا تھا کہ "زیادہ سے زیادہ کیا ہونے والا ہے، یہی کہ مجھے قبول نہ کیا جائے، میری بابت برا خیال کیا جائے یا پھر یوں ہوگا کہ اپنی محفل میں جگہ تو دیں مگر آنکھوں آنکھوں میں مذاق بھی اڑائیں..... تو اس سے کیا بگڑتا ہے!" واقعی اس اندیشے سے وہ خوفزدہ بھی نہ تھا، مگر سوال یہ کہ: "وہاں جا کے کرے گا کیا؟ جا ہی کیوں رہا ہے۔" اس سوال کا پرنس کے پاس کوئی قرار واقعی جواب نہ تھا۔ اگر یہ امکان بھی ہوتا ہے کہ موقع پا کر وہ کسی نہ کسی ترکیب سے نستاسیا فلی پوونا کے کان میں بات ڈال دیتا کہ "دیکھنا، اس آدمی سے شادی مت کرنا، خود کو بربادی کی راہ پر نہ لے جانا، اسے تم سے پیار نہیں ہے، تمہارے روپے سے ہے، خود وہی مجھے بتا چکا ہے، اس کے علاوہ اگلایا یپان چین بھی کہہ چکی ہے۔ اسی غرض سے آیا ہوں کہ تمہیں آگاہ کر دوں۔" تو یہ بات نہایت بے محل اور بے جا ہوتی۔ ایک معما اور درپیش تھا اور وہ اس قدر زبردست کہ خود پرنس کو اس پر ذہن دوڑاتے ہوئے خوف آتا تھا، یہاں تک کہ فرض کر لینے تک کی جرأت نہ ہوتی تھی، اسے کوئی واضح شکل دینے کا تو ذکر ہی کیا۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مسئلے کو کس صورت میں ترتیب دیا جائے جبکہ اس کا خیال آتے ہی پسینہ چھوٹتا اور بدن میں جھرجھری آ جاتی۔ اس کیفیت کا خاتمہ یوں ہوا کہ سارے اندیشوں اور تذبذب کے باوجود پرنس نے قدم اندر رکھا اور نستاسیا فلی پوونا کو دریافت کیا۔

نستاسیا جس فلیٹ میں رہتی تھی، مکانیت کے لحاظ سے بڑا نہ سہی، مگر تھا شاندار اور لاجواب آرائش والا۔ ان پانچ برسوں میں، جب سے وہ پیترسبورگ آ گئی تھی، شروع میں ایسا وقت بھی گزرا کہ توتسکی نے نستاسیا پر خوب روپیہ بہایا، ہاتھ نہیں روکا۔ تب تک اسے خیال تھا کہ نستاسیا کی محبت برقرار رہے گی اور یہ کہ عیش و آسائش کے سامان فراہم کر کے وہ اس کا دل ہاتھ میں لیے رہے گا، کیونکہ عیش و عشرت کی زندگی کا عادی ہونا آسان ہے اور جب رفتہ رفتہ سامان عشرت زندگی کی ضرورت بن جائے تو پھر اس سے ہاتھ اٹھا لینا بہت دشوار ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں توتسکی پرانے وقتوں کے اس چلن پر اب بھی یقین رکھتا تھا، اس میں کوئی ترمیم نہیں کی تھی اور انسانی خواہشات کی لازوال تاثیر کے سامنے سر تسلیم خم کیے رہتا تھا۔ نستاسیا فلی پوونا کو بھی آسائش کے سروسامان سے کچھ انکار نہیں تھا بلکہ یہ سب اس کے پسند خاطر تھا، مگر یہ دل بستگی انتہائی عجیب تھی کہ کبھی نستاسیا نے خود کو اس کے سپرد نہیں کیا..... گویا ان لوازمات کے بغیر بھی وہ ہمیشہ کام چلا سکتی ہے۔ بلکہ کئی بار تو یوں ہوا کہ اپنی اس طبیعت کا کھلے لفظوں میں اظہار بھی کر ڈالا، جس سے توتسکی کے دل کو ٹھیس لگی۔ صرف یہی نہیں، اور بھی کئی خصلتیں ایسی تھیں جو توتسکی صاحب کو عجیب معلوم ہوتی اور ناگوار گزرتی تھیں (بعد میں ان سے گھن بھی آنے لگی تھی۔) نستاسیا کی صحبت میں اول جلول قسم کے لوگوں کا موجود رہنا، نستاسیا کا ان سے میل جول، انہی کی طرف جھکنا، اس کے سوا اور بھی کئی عجیب و غریب حرکتیں ظاہر ہوتی گئیں۔ اس کی فطرت میں وحشیانہ میل دکھائی دینے لگا دو طرح کے ذوق کا اور یہ صلاحیت کہ وہ ان چیزوں سے، ان ترکیبوں سے نباہ کر لیتی اور لطف اندوز ہوتی، جن کا وجود بھی غالباً، ناقابل برداشت ہونا چاہیے۔ ایک خوش مذاق اور نفاست پسند انسان کے لیے۔ فی الحقیقت، اگر ایسا ہوتا کہ مثلاً نستاسیا فلی پوونا سے اس قسم کی لطیف اور دلکش بے خبری ظاہر ہوتی کہ دیہاتی عورتیں کیمبرک کا وہ اندر کا کپڑا پہننے کی سکت نہیں رکھتیں جو وہ خود زیب تن

Scanned with CamScanner

کیے رہتی ہے تو شاید تو تسکی صاحب کو بے انتہا خوشی ہوتی۔ انہوں نے شروع سے ہی یہ نقشہ جمایا تھا اور نستاسیا کی تربیت میں یہ پہلو پیش نظر رکھا گیا تھا کہ اٹھان ویسی ہو، کیونکہ خود موصوف ان معاملات میں بڑے صاحب نظر تھے، مگر افسوس، سارے کیے دھرے پر پانی پھر گیا، نتیجہ خلاف توقع نکلا۔ تاہم نستاسیا میں کوئی ایسی صفت شروع سے اب تک چلی آ رہی تھی کہ بعض اوقات خود تو تسکی صاحب حیرت زدہ رہ جاتے تھے۔ اس کے غیر معمولی پن اور دلفریب انوکھے پن پر، ایسی مقناطیسی قوت جو آج تک رہ رہ کر دامن دل کھینچتی تھی..... حالانکہ نستاسیا کے سلسلے میں ان کے پھیلائے ہوئے تمام نقشے ملیامیٹ ہو چکے تھے۔

پرنس کا پہلا سامنا ہوا ایک لڑکی سے (نستاسیا کے ہاں خدمتگار ہمیشہ عورت ذات ہوتی تھی) اور وہ تعجب میں رہ گیا جب اس کم عمر ملازمہ نے اول سے آخر تک اس کی بات سنی اور بغیر کسی الجھن کے اندر جا کر اطلاع دینا مان لیا۔ وہ نہ اس کے میلے جوتوں پر جز بز ہوئی، نہ چوڑے کنارے والے ٹوپ پر، نہ بے آستین کے برساتی کوٹ پر، نہ چہرے کے مذبذب اتار چڑھاؤ پر۔ لڑکی نے اس کا برساتی کوٹ اتروایا، کہا کہ ذرا ملاقاتی کمرے میں انتظار کیا جائے اور فوراً اندر اطلاع دینے لپک گئی۔

نستاسیا فلی پونا کے مکان پر جو محفل جمی تھی، اس میں حسب معمول قسم کے اور سدا کے جانے پہچانے لوگ شامل تھے۔ ایسے دنوں میں جیسا مجمع پہلے کے برسوں میں ہوا کرتا تھا، اب کی بار ویسا بھی نہیں تھا، لوگ نسبتاً کم تھے۔ اول اور سب سے مقدم تو وہی حاضر تھے افاناسی ایوانووچ تو تسکی اور ایوان فیودروویچ یپان چین۔ دونوں خوش اخلاقی برتنے کے باوجود کسی اندرونی اضطراب کا شکار نظر آتے تھے۔ ان سے چھپائے نہیں چھپ رہا تھا۔ گانیا کے سلسلے میں وعدے کی تعمیل کا انتظار۔ ان دونوں کے علاوہ ظاہر بات ہے کہ خود گانیا تھا، نہایت افسردہ، خیالوں میں گم بلکہ قطعی "اکل کھرا" جو زیادہ وقت الگ تھلگ لبوں پر مہر سکوت لگائے، کترایا ہوا سا پھر رہا تھا۔ واریا کو ساتھ لانے کا وعدہ تھا، مگر وہ ٹال گیا اور خود نستاسیا نے بھی اس کا ذکر نہ چھیڑا۔ البتہ یہ ہوا کہ جونہی گانیا نے اندر آ کر نستاسیا سے سلام دعا کی، آج کا وہ واقعہ اس کی زبان پر آ گیا جو گانیا اور پرنس کے درمیان گزرا تھا۔ جنرل جو اس واقعے سے لاعلم تھے، پوچھ گچھ کرنے لگے۔ گانیا نے سوکھے منہ، ضبط سے کام لیتے ہوئے مگر کھلے لفظوں میں وہ سارا ماجرا کہہ سنایا اور یہ بھی بتا دیا کہ پرنس کے پاس جا کر بعد میں اس نے معافی مانگ لی تھی۔ ساتھ ہی جوش و خروش میں یہاں تک اظہار خیال کر گیا کہ بڑی عجیب بات ہے، خدا جانے کیوں، پرنس کو ایڈیٹ کہا گیا، حقیقت اس امر کے بالکل برخلاف ہے اور شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ پرنس کی نیت ہے کوئی نہ کوئی۔ نستاسیا فلی پونا نے یہ اظہار رائے نہایت غور سے سنا اور سنتے وقت گانیا کی نیت کریدتی رہی۔ لیکن گفتگو کا رخ فوراً ہی رگوژین کی طرف پھر گیا، اس شخص کی طرف جس نے آج دن کی واردات میں یوں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور افاناسی تو تسکی اور ایوان یپان چین کو اس اطلاع کا بھی شدت سے اشتیاق تھا۔ پتہ یہ چلا کہ رگوژین کے بارے میں خاص الخاص اطلاع صرف پتیت سن کے پاس ہے جو اس کے کام میں آج تھوڑی دیر پہلے نو بجے شام تک پھنسا ہوا تھا۔ رگوژین نے پورا زور لگا دیا تھا اپنے اصرار پر کہ آج ہی کہیں سے ایک لاکھ روبل کا انتظام کیا جائے۔ پتیس سن نے قصہ سناتے ہوئے یہ مانا کہ "نشے کی جھونجھ میں سہی! لیکن چاہے کتنی ہی دشواریاں ہوں، لاکھ روبل کی رقم اس کے ہاتھ آ جائے گی۔ یہ نہیں کہا جا سکتا

Scanned with CamScanner

کہ آج ہی مہیا ہوگی اور پوری کی پوری ملے گی یا نہیں، مگر ہاں، کئی کئی آدمی لگے ہوئے ہیں، کنڈر، تری پالوف، بیسکوپ، وہ منہ مانگا سود بھرنے کو تیار ہے، وجہ یہ کہ اول تو نشے کا زور، پھر پہلوٹی کی مراد....." پتیت سن نے یہ کہہ کر اپنا بیان تمام کیا۔ یہ تمام اطلاعات دلچسپی کے ساتھ، مگر کسی قدر افسردگی سے سنی گئیں۔ نستاسیا خاموشی سے سنتی رہی، غالباً وہ اپنا خیال ظاہر کرنے سے گریز کر رہی تھی۔ گانیا بھی خاموش رہا۔ البتہ جنرل یپان چین اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے رہے۔ سب سے زیادہ انہی کو بے چینی تھی۔ آج صبح جو موتیوں کی مالا انہوں نے تحفتہً نذر کی تھی، بڑی سرد مہری سے قبول کی گئی، بلکہ اس قبولیت میں کچھ کچھ تمسخر بھی شامل تھا۔ تنہا ایک فردی شینکو اس محفل میں ایسا تھا جو لطف لے رہا تھا، مزے کے موڈ میں تھا، بے سبب زور زور ہنسے جا رہا تھا، غالباً وجہ یہ کہ مسخرا پن جو اپنا رکھا تھا، اس کا فرض انجام دیے جائے۔ افاناسی تو تسکی جو پہلے کے ایسے موقعوں پر، محفلوں میں چہکنے، بات چھیڑنے اور پھلجھڑیاں چھوڑنے کے استاد تھے، ذرا بجھے ہوئے، بلکہ ایسے ذہنی خلفشار میں مبتلا دکھائی دیتے تھے جو ان کے شایان شان نہیں تھا۔ باقی جو مہمان تھے، جن کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہ تھی (ایک تو کوئی مریل سا ٹیچر، جسے نجانے کیوں یہ زحمت دی گئی، کوئی ایک اجنبی نوجوان تھا، انتہائی خاکسار قسم کا آدمی، زبان پر تالا، ایک بڑی جنگی سی لیڈی، چالیس کے پیٹے میں، ایکٹرس شمار ہوتی تھی اور ایک تھی غضب کی حسینہ، نہایت قیمتی اور اعلیٰ درجے کے خوبصورت لباس میں، بڑی کم سخن، چڑھتی جوانی) وہ نہ صرف گفتگو میں جان ڈالنے سے قاصر رہے، بلکہ بعض اوقات انہیں چپ لگ جاتی تھی کہ معلوم نہیں، کونسا موضوع چھیڑیں۔

اس طرح پرنس کی آمد بروقت نکلی۔ اس کا نام اندر پہنچا تو کچھ بوکھلاہٹ کے علاوہ بعض ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ بھی آ گئی۔ خاص کر جب نستاسیا فلی پودنا کی حیرت زدہ صورت سے حاضرین کو پتہ چل گیا کہ اسے مدعو کرنے کا خیال بھی میزبان کو نہیں آیا تھا، لیکن فوری تاثر سے نکلتے ہی نستاسیا نے پرنس کی آمد پر اس قدر خوشی ظاہر کی کہ حاضرین کی اکثریت نے اتفاقی مہمان کو ہنسی خوشی قبول کرنے پر خود کو تیار کر لیا۔

"یوں سمجھیے کہ اس شخص کی معصومیت اسے یہاں لے آئی ہے۔" جنرل ایوان یپان چین نے تبصرہ کیا۔ "بہرحال اس وضع کی جسارتوں کو شہ دینا کافی خطرناک ہوا کرتا ہے، مگر فی الحال، یہ بجا ہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اس نے تشریف لانے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ یہ ذرا انوکھا انداز ہے۔ کم از کم میرا قیاس تو یہی کہتا ہے کہ اس کی آمد پر لطف ثابت ہوگی۔"

"خصوصاً اس صورت میں کہ وہ آپ سے آپ آ پہنچے ہیں۔" فردی شینکو نے لقمہ دیا۔

"تو اس سے کیا ہوتا ہے؟" جنرل نے سوکھے منہ پوچھا، فردی شینکو اسے ناپسند تھا۔

"ہوتا یہ ہے کہ اب اسے اپنی آمد کی فیس بھرنی ہوگی۔" اس نے جواباً وضاحت کی۔

"وہ پرنس میشکن ہے، کوئی فردی شینکو نہیں ہے بہرحال۔" جنرل نے بات منہ پر ماری۔ وہ اب تک اس خیال سے نباہ نہ کر سکا تھا کہ فردی شینکو کی قماش کے آدمی کو سوسائٹی میں اور برابر کے درجے میں قبول کر لے۔

"اجی جنرل صاحب، فردی شینکو کو معاف رکھیے۔" وہ لجاجت سے بولا۔ "مجھے یہاں خاص حیثیت حاصل ہے۔"

Scanned with CamScanner

"کون سی عادتیں خراب ہیں؟"

"گزشتہ بار مجھ کو تفصیل سے اس سوسائٹی کے حضور میں اپنی عادتوں کی شرح کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ عالی جناب کی خاطر پھر ایک بار دوہرائے دیتا ہوں۔ آپ حضور والا سے مؤدبانہ عرض کرتا ہوں کہ ہر شخص میں شرافت کا مادہ ہوتا ہے مگر میں یہ نازک سا شرافت کے مادے سے محروم ہوں۔ اس محرومی کے باعث ہمارے ہاں کے اعلیٰ طبقہ کی اونچی سوسائٹی کی۔ جیسا کہ بیشتر حضرات خوب واقف ہیں، وہ لوگ ہیں جو اونچی لوگ بولتے ہیں، جن میں شرافت کا مادہ نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ میں آدمی ہوں ترقی پسند انقلابی طبیعت کا ہوں، اور یہ بھی اس لیے کہ شرافت کا مجھے ذوق نہیں۔ ہر قسم کی توہین برداشت کر لیتا ہوں، لیکن حملہ آور سے ذرا بھول چوک ہوئی، وہ ذرا پھسلا نہیں کہ مجھے اپنی تذلیل یاد آ جاتی ہے اور وہیں کے وہیں کسی نہ کسی طور، اپنا حساب چکا دیتا ہوں۔ دولتی جھاڑ دیتا ہوں بقول مسٹر پیٹرسن کے، انہی نے میرے بارے میں یہ لفظ کہے ہیں، اگرچہ وہ بذات خود بھی کسی کے دولتی نہیں جھاڑتے۔ آپ کو کریلوف (1769) کی وہ کہانی تو یاد ہو گی حضور والا، بڑے پیارے شیر اور گدھا والی؟ بس تو آپ کا میرا وہی معاملہ ہے جناب۔ ہمارے بارے میں ہی کریلوف وہ کہانی لکھ گیا۔"

"کیوں فردی شینکو، پھر تم اپنی حد سے نکل چلے؟" جنرل کا پارہ چڑھ گیا۔

"جی حضور والا، کیا فرماتے ہیں؟" فردی شینکو نے ان کی بات پکڑ لی۔ اسے بھروسہ تھا کہ موقع ملے گا جنرل کی ٹانگ کھینچنے اور اسے زیادہ چڑانے کا "حضور والا، غریب پرور، آپ جمع خاطر رکھیں، مجھے اپنی حیثیت خوب معلوم ہے۔ اگر نیازمند نے عرض کر دیا کہ ہمارا آپ کا معاملہ کریلوف کی حکایت والے شیر اور گدھے کا ہے تو مطلب یہ کہ بندے نے گدھے کا فرض اپنے سر لے لیا اور حضور والا جو ہیں، تو شیر ہیں جس کے متعلق کریلوف لکھتا ہے:

وہ شیر ببر، دہشت دشت و دور
بوڑھاپے نے اس کی جو توڑی کمر
تو غریب پرور، بندہ تو گدھا ہے..... اس کہانی کا۔"

"بعد کے اس جملے سے میں متفق ہوں۔" غور کیے بغیر جنرل کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

اگرچہ یہ سب بے تکی باتیں تھیں اور ان کے پیچھے نیتوں کا کھوٹ پوشیدہ تھا، تاہم ملے پایا کہ فردی شینکو حسب معمول محفل کے مسخرے کا رول انجام دے گا۔

"جی ہاں، مجھے خاص اسی شرط پر ٹھہرایا اور یہاں بلایا جاتا ہے کہ اس طرح کی باتیں کیا کروں۔" فردی شینکو ایک دم پکارا۔ "ورنہ بھلا مجھ جیسے کا یہاں کیا گزر؟ میں تو خود یہ بات سمجھتا ہوں۔ بھلا سوچیے، ایک بے فردی شینکو جیسا شخص، اسے کوئی افاناسی صاحب جیسے نازک مزاج نفاست پسند جنٹلمین کے پاس جگہ دے گا؟ بس چار ناچار ایک ہی تشریح رہ جاتی ہے: ان کے برابر اس غرض سے جگہ دیتے ہیں کہ ایسا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

اگرچہ اس شخص کی چھیڑ چھاڑ تھی بھدی، پھر بھی اس میں لٹک، مرچ، لوچ اور لطافت جیسی ہوتا تھا۔ یہی بات غالباً نستاسیا کو پسند بھی ہو گی۔ جو حضرات اس کے یہاں آمد و رفت کے متمنی تھے، انہیں طوش و ناطوش فردی شینکو کو برداشت کرنا ہی پڑتا۔ ممکن ہے اس کا قیاس غلطی نہ کرتا ہو کہ نستاسیا کے گھرانے خاص اسی لہجے سے قول کیا جاتا ہے کہ پہلے وار

سے ہی اس کی موجودگی تو تسکی صاحب کو نا قابل برداشت معلوم ہوئی تھی۔ گانیا کا معاملہ یہ کہ فردی شینکو کا وجود اس کے لیے مسلسل اذیت کے سوا کچھ نہ تھا اور اسے کچوکے دینے کی بدولت فردی شینکو نستاسیا کے مفید مطلب ہو گیا تھا۔

''اور پرنس صاحب، اب دیکھیے شروع ہوتے ہیں، کوئی چلتا ہوا جذباتی گیت سنائیں گے۔'' فردی شینکو نے چھیڑا اور نظر اٹھا کر دیکھا کہ میزبان اس تجویز کا کیا اثر لیتی ہے۔

''نہیں، نہیں، فردی شینکو، اپنی حد میں رہیے۔'' اس نے روکھے پن سے کہا۔

''اچھا اگر ان صاحب پر خاص عنایت کی نظر ہے تو میری کیا مجال..... اور میں تو.....''

مگر نستاسیا فلی پوونا نے اس کی بات ہی نہ سنی، وہ اٹھی اور پرنس کو لینے بڑھ گئی۔

''مجھے بعد میں افسوس ہوا کہ.....'' ایک دم پرنس کا سامنا ہوتے ہی اس نے کہا ''گڑبڑ میں آپ کو دعوت دینا بھول گئی۔ بڑی خوشی ہے کہ آپ نے فی الحال مجھے شکر گزاری کا موقع عنایت کیا اور یہ کہ آپ کی قوت ارادی کی داد دینی ہے۔''

یہ کہتے وقت وہ پرنس کا منہ تک رہی تھی اور اس کوشش میں تھی کہ اس مہمان کی آمد کا کچھ نہ کچھ معنی مطلب کرید سکے۔

ممکن تھا کہ پرنس اپنی اس عزت افزائی پر جواباً دو بول کہتا لیکن وہ اس قدر بوکھلا گیا تھا، ایسا بدحواس ہو گیا تھا کہ منہ سے ایک لفظ تک نہ نکلا۔ نستاسیا فلی پوونا یہ دیکھ کر محظوظ ہوئی۔ اس شام وہ خوب بنی سنوری تھی، نوک پلک سے درست اور آفت ڈھا رہی تھی۔ اس نے پرنس کا بازو تھاما اور دوسرے مہمانوں سے ملانے لے چلی۔ ڈرائنگ روم کے دروازے پر وہ ایک دم رکا اور غیر معمولی لہر میں بہہ کر گھبراہٹ میں زیر لب کہہ گیا:

''آپ سرتاپا کمال ہیں..... یہاں تک کہ دبلا ہونا اور رنگ اڑا ہونا، یہ بھی آپ پر خوب پھبتا ہے..... تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آپ اس کے سوا کچھ اور ہوتیں..... آپ کے یہاں حاضر ہونے کی خواہش مجھ پر غالب ہوئی اور میں..... معاف کیجیے۔''

''معافی کا لفظ زبان پر نہ لائیے، اس میں انوکھے اور نرالے پن کا سارا مزا کرکرا ہو جاتا ہے۔ سچ کہوں، تو مطلب یہ کہ لوگوں کا بیان ہے..... آپ بڑے عجیب آدمی ہیں۔ تو آپ، مطلب یہ کہ مجھے ہر لحاظ سے بے عیب پاتے ہیں۔ ہے نا؟''

''جی ہاں!''

''یوں آپ قیافہ کے ماہر سہی، لیکن یہاں غلطی کر گئے۔ آج دیکھیے گا، میں آپ کو جتا دوں گی.....''

نستاسیا نے نووارد کو مہمانوں سے متعارف کرایا، جن میں آدھے سے زیادہ پہلے ہی واقف کار بن چکے تھے۔ تو تسکی نے فوراً کوئی خوشگوار جملہ کہا۔ پرنس کی آمد سے گویا حاضرین میں جان سی پڑ گئی۔ سب لوگ بولنے چالنے لگے۔ چہروں پر مسکراہٹ کی لہر دوڑ گئی۔ نستاسیا نے پرنس کو بالکل اپنے برابر بٹھا لیا۔

''تاہم، ایسی کونسی حیرت انگیز بات ہے پرنس صاحب کی آمد میں؟'' فردی شینکو اوروں سے اونچی آواز میں

Scanned with CamScanner

بولا۔ ''معاملہ بالکل صاف ہے۔ آپ اپنی وضاحت ہے۔''

''جی ہاں معاملہ ضرورت سے زیادہ صاف ہے اور آپ سے آپ واضح اور آشکار ہے۔'' گانیا نے چپ کا پھندہ توڑ کر ایک دم کہا۔ ''میں آج پرنس کو برابر دیکھ رہا ہوں اس لمحے سے، جب ان کی نظر پہلی بار نستاسیا فلی پودنا کے فوٹو پر پڑی تھی۔ پورٹریٹ، وہاں جنرل ایوان پاپان چین صاحب کی میز پر رکھا تھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ نظر پڑتے ہی کیا خیال ان کے دل میں آیا، وہ کیا بات ہے جو دماغ میں بیٹھ چکی ہے اور یہیں اتنا اور بڑھا دوں کہ خود پرنس صاحب نے اس کا اقرار میرے سامنے کر لیا تھا۔''

اول سے آخر تک یہ پورا جملہ گانیا نے ایک سانس میں کہہ ڈالا، نہایت سنجیدگی کے ساتھ کہا، کہیں مذاق کا شائبہ تک نہ تھا بلکہ کچھ ملال ٹپک رہا تھا جو گانیا جیسے شخص کو زیب نہیں دیتا۔

''میں نے تو آپ کے سامنے کوئی اقرار نہیں کیا۔'' پرنس نے سرخ ہو کر فوری جواب دیا۔ ''میں نے صرف آپ کے سوال کا جواب دیا تھا۔''

''واہ وا، شاباش!'' فردی شینکو پکارا۔ ''بڑے خلوص سے کہا ہوشیاری بھی، خلوص بھی، دونوں۔''

سب کے سب قہقہے مار کر ہنسنے لگے۔

''گلامت پھاڑو فردی شینکو۔'' پتیت سن نے منہ بنا کر خفیف آواز میں ٹوکا۔

''مجھے آپ کی ذات سے ایسی جسارت کی توقع نہ تھی۔'' ایوان فیودروویچ کی زبان سے نکلا۔ ''آپ جانتے ہیں یہ کس کے لائق ہے؟ میں تو سمجھتا تھا آپ فلسفی قسم کے آدمی ہیں! اچھے رستم نکلے!''

''میں نے یہ دیکھ کر کہ پرنس کو معمولی سی چھیڑ چھاڑ پر کیسے پسینہ چھوٹتا ہے شرمیلی لڑکیوں کی طرح، اپنی جگہ یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ نیک طینت نوجوان ہیں اور نیک نیت کے ساتھ آئے ہیں۔'' یہ الفاظ ستر برس کے اس بوڑھے ٹیچر کی زبان سے نکلے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ سے آپ اچانک خلاف توقع ابل پڑے اس شخص کے منہ سے جس کے منہ میں دانت بھی نہ تھے، اب تک چپ سادھے بیٹھا تھا اور کسی کو گمان نہ تھا کہ یہ بھی بول پڑے گا۔ اس کا بولنا تھا کہ سبھی کو اور زور سے ہنسی چھوٹ گئی۔ بڑے میاں نے سب کو ہنستے دیکھا اور یہ سوچ کر کہ لوگ میرے جملے سے لطف اندوز ہوئے ہیں، خود بھی قہقہے مارنے لگا، یہاں تک کہ اس پر کھانسی کا دورہ پڑ گیا اور ایسا بے رحم دورہ کیا کہ نستاسیا فلی پودنا جسے اس قماش کے انوکھے بڑے بوڑھے بلکہ اوٹ پٹانگ قسم کے لوگ دل سے پسند تھے، وہ سب چھوڑ چھاڑ اس کھانستے ہوئے بڑے میاں کی خاطر داری میں لگ گئی، اسے چمکارنے لگی اور تازہ چائے بنا کر لانے کا آرڈر کر دیا۔ ملازمہ اندر آئی تو نستاسیا نے کہا کہ شال لیتی آئے، شال میں خود کو لپیٹ لیا اور کہہ دیا کہ آتشدان میں آنچ اور تیز کر دی جائے۔ نستاسیا نے وقت پوچھا تو ملازمہ نے بتایا کہ رات کے ساڑھے دس بج چکے ہیں۔

''حضرات، کیا خیال ہے، شیمپین سے شوق فرمائیے گا؟'' نستاسیا نے مہمانوں کو دعوت دی۔ ''شیمپین کا انتظام ہے یہاں۔ ممکن ہے آپ کا جی بہل جائے۔ حضرات، بے تکلف فرمائیے۔''

دعوت ناؤ نوش اور وہ بھی یوں سادگی سے، نستاسیا کی زبانی لوگوں کو عجیب معلوم ہوئی۔ سب کو یاد تھا کہ پہلے

Scanned with CamScanner

جب ایسی شامیں منائی گئیں تو کیا کیا اہتمام نہیں کیا گیا۔ بہر حال محفل میں جان پڑ گئی، اگر چہ وہ پہلے کی سی بات نہ تھی۔ دور چلا تو سب سے اول جنرل نے، پھر تیز طرار مادام، پھر بڑے میاں اور فردی شنکو نے اور ان کے بعد باقی حاضرین نے اس میں باری باری شرکت کی۔ توتسکی نے بھی بڑا جام اٹھالیا۔ اس خیال سے کہ یوں محفل کی نئی فضا سے ہم آہنگ ہو کر اسے جہاں تک ممکن ہو، خوشگوار مذاق میں تبدیل کر دے گا۔ اکیلا گانیا تھا جس نے جام کو ہاتھ نہ لگایا۔ عجیب بات اس شام کی یہ تھی کہ روہ کر نستاسیا الٹی سیدھی حرکتیں کیے جا رہی تھی، بار بار کچھ سے کچھ کرنے لگتی تھی، اس نے بھی ایک جام اٹھایا اور اعلان کیا کہ آج وہ ایک کے بعد ایک تین جام چڑھائے گی، پھر بے سبب، آپ سے آپ ہنسی کا دورہ پڑتا اور درمیان میں اچانک اسے چپ لگ جاتی بلکہ اداسی چھا جاتی، سوچ میں پڑ جاتی جس سے کوئی مطلب نکالنا بہت مشکل تھا۔ بعضوں کو شبہ تھا کہ اس کے دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہے۔ آخر اس نتیجے پر پہنچے کہ ہو نہ ہو وہ بھی کسی خاص واقعے کی منتظر ہے، بار بار گھڑی پر نظر ڈالتی ہے، بے صبری دکھانے لگتی ہے اور خبط الحواس ہو جاتی ہے۔

"آپ کو شاید زور کا بخار چڑھا ہے۔" تیز خاتون نے دریافت کیا۔

"تیز کیا، بہت تیز، تبھی تو میں نے یہ شال لپیٹی ہے۔" نستاسیا نے جواب دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا اور وقتاً فوقتاً اندر ہی اندر کپکپی دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔

حاضرین کو اس جواب سے جھرجھری آ گئی اور سب میں ایک لہر دوڑی۔

"کیا خیال ہے حضرات، کیوں نہ میزبان کو آرام کا موقع دیا جائے؟" توتسکی نے جنرل ایوان فیودروویچ کو نظروں سے ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں۔ میں خصوصاً آپ کو روکنا چاہتی ہوں۔ آپ کی موجودگی خاص کر آج کی شام میرے لیے لازمی ہے۔" اصرار کے ساتھ اور معنی خیز انداز میں نستاسیا نے آواز بلند کہا اور چونکہ قریب قریب ہر ایک مہمان کو علم تھا کہ آج کی شام ایک نہایت اہم فیصلے کی خاطر رکھی گئی ہے، لہٰذا ان الفاظ میں غیر معمولی وزن تھا۔ جنرل اور توتسکی نے کیف بار آپس میں نظریں چار کیں اور گانیا چک کر رہ گیا۔

"اچھا تو پھر کوئی petit-jeu والی بازی ہو جائے۔" بڈھ بڈھ کر باتیں بنانے والی بولی۔

"مجھے ایک زبردست اور نیا کھیل آتا ہے petit-jeu کا۔" فردی شنکو نے بات آگے بڑھائی۔ "کم از کم اس کی ایک صفت یہ ہے کہ صرف ایک بار یہ کھیل منظر عام پر آیا اور کچھ کامیاب نہیں رہا۔"

"ایسا کون سا کھیل ہے؟" وہی خاتون بولیں۔

"ایک بار ہماری بیٹھک جمی، پینا پلانا تو خیر تھا ہی۔ ہم میں سے کسی نے یکبارگی یہ تجویز رکھی کہ یہاں جتنے ہیں، ہر ایک شخص میز سے اٹھے بغیر، اپنے بارے میں کوئی واقعہ اونچی آواز میں سنائے مگر واقعہ ایسا ہونا چاہیے جسے وہ سچے دل سے اپنی زندگی کی سب سے احمقانہ حرکت شمار کرتا ہو۔ البتہ اصل شرط یہ کہ سچ سچ سنائے، سب سے مقدم ہے مخلصانہ اور کھرا بیان ہونا، یہ نہیں کہ من گھڑت!"

"عجیب اور عجب خیال ہے۔" جنرل بولے۔

Scanned with CamScanner

''اس میں جو عجیب پن ہے حضور عالی، وہی تو میرے سرکار اس کھیل کی خوبی ہے۔''

''مضحکہ خیز خیال ہے۔'' تو تسکی نے اظہار رائے کیا ''مگر عقل قبول کرتی ہے۔ ایک خاص وضع کی خودستائی۔''

''بجا فرمایا..... مگر یہی درکار ہے جناب تو تسکی صاحب!''

''یہ تو ایسا کھیل ہوا کہ ہنسانے کے بجائے آدمی کو رُلا دے۔'' تیز طرار خاتون نے تبصرہ کیا۔

''قطعی ناممکن اور واہیات چیز۔'' پتیت سن نے بھی اپنی رائے دے ڈالی۔

''کامیاب رہا تھا کیا؟'' نستاسیا نے دریافت کیا۔

''یہی تو..... کہ کامیاب نہیں رہا۔ کھیل بگڑ گیا۔ ہر ایک شخص نے کچھ نہ کچھ بیان کیا۔ اکثر لوگوں نے سچے واقعے سنائے۔ ذرا تصور فرمائیے۔ بعضوں نے تو مزے لے لے کر آپ بیتی کے حصے سنا ڈالے۔ کہہ چکنے کے بعد ہر ایک جھینپنے لگا۔ شرم کے مارے خود کو سنبھالنا دشوار ہو گیا۔ پھر بھی ایک بات ہے، لطف بڑا آیا تھا، اپنی طرح کا لطف تھا۔''

''سچ..... ہے تو یہ خوب!'' نستاسیا فلی پوونا تازہ دم ہو کر بولی۔ ''واقعی، حضرات، آیئے، کھیل کے دیکھیں ذرا۔ یوں بھی فی الحال ہم لوگ کچھ اوبے ہوئے ہیں۔ اگر ہم میں سے ہر شخص کوئی ایک واقعہ سنانے پر راضی ہو جاتا ہے..... اس قسم کا، مگر اپنی مرضی سے، خوشی خوشی..... ہر ایک کو پورا اختیار ہے، تو کیسا رہے؟ کم از کم ہے ضرور غضب کا انوکھا خیال۔''

''لاجواب خیال!'' فردی شینکو نے فوراً تائید میں زبان کھولی۔ ''محترم خواتین کھیل سے مستثنیٰ ہیں، صرف مرد لوگ شروع کریں گے۔ شروعات ہوگی قرعہ ڈال کر۔ جیسے تب قرعے کے نام نکالے گئے تھے۔ یقیناً، لازماً۔ جو کوئی شریک ہونے پر آمادہ نہ ہو، وہ کنارے ہو جائے..... مگر یہ ہے کہ خواہ مخواہ رکھائی برتنا بھی کچھ ضروری نہیں۔ لائیے، پرچی پر اپنے اپنے نام ادھر سرکا دیجیے میری طرف۔ میرے ہیٹ میں ڈالیے۔ پرنس اپنے ہاتھ سے پرچی نکالیں گے۔ جس کا نام نکلے اسے کرنا کچھ خاص نہیں، معمولی سی بات۔ اپنی زندگی کا سب سے احمقانہ، سب سے گری ہوئی حرکت بیان کر دینی ہے، بس! دیکھیے گا اب، اگر کوئی بیان کرتے کرتے سلسلہ بھول گیا تو میں اسے ہاتھ کے ہاتھ یاد دلانے کا ذمہ لیتا ہوں۔''

خیال کسی کو اچھا نہیں لگا۔ کچھ کا منہ پھول گیا، کچھ کڑوی ہنسی مسکرا دیئے۔ بعضوں کو اعتراض تھا لیکن شدید اعتراض نہیں۔ مثلاً جنرل ایوان فیودرووچ، اس خیال سے کہ نستاسیا کی مرضی میں حائل نہ ہوں، یہ دیکھ کر کہ انوکھا خیال نستاسیا کے دل میں گھر کر گیا ہے..... اپنا اعتراض ٹال گئے۔ اس کا مزاج یہ تھا کہ اپنی خواہشوں یا آرزوؤں کے معاملے میں بے صبری اور بے رحم بن جاتی، کہنے پر آتی تو کسی کا لحاظ کیے بغیر بے دھڑک کہہ ڈالتی تھی، چاہے وہ بات اپنی بات کی جج ہو یا محض چونچلا ہو لیکن وہ کہنے سے کبھی چوکتی نہ تھی۔ فی الحال وہ ہسٹریا کی سی حالت میں تھی، بوکھلائی ہوئی، بے ارادہ ہنستی ہوئی، بات بات پر قابو سے باہر۔ خاص کر اس وقت جب بد کے ہوئے تو تسکی نے زبان اعتراض کھولنی چاہی۔ نستاسیا کی سیاہ آنکھیں دمک رہی تھیں، پیلے پڑے ہوئے گالوں پر دو لال دھبے ابھر آئے تھے۔ حاضرین میں سے بعضوں کی صورت پر جو اداسی اور نحوست برس رہی تھی، شاید وہ بھی نستاسیا کے اندر تمسخر کے شعلے کو ہوا دے رہی ہو اور عین ممکن ہے کہ اس کھیل کی تجویز میں تلخی و بے دردی کا عنصر بھا گیا ہو۔ بعض لوگ اپنی اپنی جگہ سمجھے بیٹھے تھے کہ اس عورت نے ''اپنے جی میں ٹھانی اور ہے۔'' بہرحال سبھی رضامند ہوتے گئے۔ کچھ بھی سہی، ہے یہ خیال آزمائش کے قابل، اکثر نے سوچا کہ اس میں کوئی جچ

ضرور پڑے گا۔ فردی شینکو سب سے بڑھ کر مستعد تھا۔

''اور اگر کوئی ایسی بات ہو کہ انسان کہہ نہ سکے..... عورتوں کی موجودگی؟'' جو نوجوان دم سادھے بیٹھا تھا، وہ دبے لہجے میں بولا۔

''تو نہ کہیے۔ کیا ایسی باتوں کے سوا حماقت کی حرکتیں کچھ کم سرزد ہوتی ہیں؟ ارے، جاؤ، لڑکے ہی ٹھہرے نا!'' فردی شینکو نے کہا۔

''مجھے تو پتہ نہیں، کونسی حرکت ہے جسے سب سے زیادہ بدتمیزی کہا جائے گا۔'' بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والی نے قصہ مختصر کیا۔

''خواتین کو واقعہ سنانے کے فرض سے سبکدوش کیا جاتا ہے۔'' فردی شینکو نے اعلان دہرایا۔ ''مگر صرف سبکدوش کیا گیا ہے۔ اگر غیبی تحریک سے کوئی ذات خاص آمادہ ہوں تو آمادگی قبول۔ مردوں میں، جنہیں بہت ارمان نہ ہو، وہ بھی اس فریضے سے آزاد۔''

''اور یہ کیسے ثابت ہوگا کہ میں نے جھوٹ نہیں کہا؟'' گانیا نے دریافت کیا۔ ''اور اگر بیان میں جھوٹ ہوا تو کھیل کا سارا مزا برباد۔ کون ہے جو جھوٹ نہیں بولے گا؟ ہر شخص جھوٹ سنانے پر آمادہ ہو جائے گا۔''

''یہ بھی ایک غور طلب بات ہوگی کہ آدمی جھوٹ بولنے میں کہاں تک جاتا ہے اور میاں گانیا، تم سے تو جھوٹ کا کوئی خطرہ ہی نہیں کیونکہ تمہاری بری سے بری احمقانہ حرکت یوں بھی سب کو معلوم ہے۔ ذرا ذہنوں پر زور ڈالیے حضرات!'' فردی شینکو ایک دم مزے میں آ کر پکارا۔ ''ذرا غور فرمایئے کہ ہم ایک دوسرے کو کن نظروں سے دیکھیں گے اپنے واقعات سنا چکنے کے بعد، مثلاً کل کے دن!''

''بھلا یہ ممکن العمل ہے؟ یہ کھیل ہی تو ہے، واقعی سنجیدہ تو نہیں ہے نا، نستاسیا فلی پوونا؟'' تو تسکی نے متانت سے پوچھا۔

''بھیڑیے کا ڈر ہو تو جنگل میں کاہے کو جانا!'' نستاسیا نے کسی قدر چھینٹا مارا۔

''تو مسٹر فردی شینکو، ذرا یہ فرمایئے کہ کیا آپ کا یہ petit-jeu ٹالا جا سکتا ہے؟'' افاناسی تو تسکی نے جو اور بھی کٹکتا جا رہا تھا، سوال جاری رکھا۔ ''میری مانیے، اس طرح کی بیل منڈھے نہیں چڑھا کرتی۔ آپ تو خود ہی بتا چکے ہیں کہ ایک بار یہ سلسلہ چھڑا تھا مگر ناکام رہا۔''

''ناکام کیسے رہتا! پچھلی بار کہہ تو چکا ہوں کہ میں نے تین روبل کیسے چرائے تھے۔ چرائے تو چوری سنا دی۔''

''مان لیا۔ مگر کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ اس طرح بیان کریں کہ سچ معلوم ہو اور آپ کی بات کا یقین کر لیا جائے؟ دیکھیے، گاوریلا صاحب نے بالکل بجا سوال اٹھایا کہ اگر بیان کرنے والے نے ذرا بھی جھوٹ ملا دیا تو کھیل کا مزا خاک میں مل جائے گا..... امر واقعہ محض اتفاقاً ہی زبان پر آ سکتا ہے اور وہ بھی تب، جبکہ نہایت بھونڈے مذاق کے ساتھ خاص قسم کی خود ستائی کا موڈ طاری ہو۔ یہاں فی الحال ایسی بات بے محل بھی ہوگی اور بے ادبی بھی۔''

''افوہ، آپ بھی کس قدر نازک بات نکالتے ہیں افاناسی تو تسکی صاحب، مجھ جیسے آدمی کو تعجب میں ڈال دیا۔''

Scanned with CamScanner

فردی شینکو پکارا۔ ''حضرات، ذرا ملاحظہ ہو، تو تسکی صاحب نے یہ نکتہ ارشاد فرما کر میں اپنی چوری کے بارے میں اس طرح بیان نہ کر سکا کہ سننے والے اسے سچ جانیں، دراصل بڑی باریکی سے یہ اشارہ کیا ہے کہ میں چوری کر ہی نہیں سکتا تھا (کیونکہ ایسی بات کو برسرعام لانا خلاف تہذیب ہے۔) اگرچہ یہ عین ممکن ہے کہ اپنے دل میں سو فیصد یقین کیے ہوئے ہوں کہ فردی شینکو سے چوری کچھ بعید نہیں۔ خیر، چھوڑیئے۔ آمدم برسر مطلب، حضرات، مطلب کی بات! نام کی پرچیاں آ چکی ہیں اور آپ جناب افاناسی صاحب نے بھی پرچی ڈال دی، مطلب یہ کہ کسی کو انکار نہیں! تو پرنس، نکالیے قرعہ!''

پرنس نے چپ چاپ ہیٹ میں ہاتھ ڈالا اور پہلا قرعہ نکالا..... فردی شینکو کا نام، پھر پتیت سن کا نام، تیسرا قرعہ جنرل کے نام کا، چوتھا افاناسی تو تسکی کا، پانچواں نام اپنا، چھٹا گانیا کا وغیرہ وغیرہ۔ خواتین قرعہ اندازی میں شریک ہی نہیں ہوئیں۔

''اوہ پروردگار! کیا بدقسمتی ہے! میں سمجھا تھا کہ.....'' فردی شینکو پکارا۔ ''پہلی باری پرنس کی ہوگی، دوسری جنرل کی لیکن شکر ہے خدا کا، ایوان پتیت سن کا نمبر میرے فوراً بعد آیا اور مجھے انعام مل جائے گا۔ اچھا تو حضرات و خواتین، لے بات ہے کہ مجھے شاندار مثال قائم کرنی چاہیے، مگر نہایت افسوس کا مقام ہے فی الوقت کہ میں اس قدر بے حیثیت اور بے وقار آدمی ہوں، یہاں تک کہ سرکاری ملازمت میں بھی میرا درجہ نہایت ادنیٰ ہے۔ ایسے معمولی شخص فردی شینکو سے احمقانہ حرکت سرزد ہوئی بھی تو کسی کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ خیر، تو سوال یہ ہے کہ وہ بدترین حرکت کیا تھی؟ پورے کا پورا انبار ہے embarras de richessel[19] کیا مجھے پھر وہی چوری والا واقعہ سنانا ہوگا تا کہ افاناسی تو تسکی صاحب کو یقین دلایا جائے کہ آدمی چوری کرے اور وہ چور نہ ہو..... یہ بھی ہوتا ہے۔''

''آپ یہ بھی یقین دلا رہے ہیں مسٹر فردی شینکو کہ یوں بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنی گری ہوئی حرکات بیان کرنے کا ایسا مشتاق ہو کہ اسے نشہ ہو جائے، چاہے کسی نے سننے کی فرمائش کی ہو یا نہ کی ہو..... خیر، معاف کیجیے گا مسٹر فردی شینکو.....''

''شروع کیجیے فردی شینکو، آپ کو تو خواہ مخواہ کی باتیں بنانے کا مرض ہے۔ کبھی خاتمہ نہیں ہونے والا۔'' نستاسیا نے چڑ کر بے صبری سے ٹہوکا دیا۔

کبھی نے نوٹ کیا کہ ابھی ذرا دیر پہلے جب نستاسیا پر دیوانہ وار ہنسی کا دورہ پڑا تھا، اس کے بعد سے وہ فوراً بجھ گئی، بات بات پر چڑنے اور چھینٹے دینے لگی۔ اب اس پر یہ ہٹ سوار تھی کہ اپنے اس بے محل چونچلے کی تعمیل کرانے میں کوئی رکاوٹ برداشت نہ کرے۔ افاناسی تو تسکی کو اس بات سے صدمہ پہنچ رہا تھا۔ نستاسیا کے علاوہ جنرل صاحب کی یہ ادا بھی طیش دلا رہی تھی کہ وہ اپنی شیمپین لیے ایسے آرام سے بیٹھے تھے گویا کچھ ہوا ہی نہیں رہا..... ممکن ہے بیٹھے سوچ رہے ہوں کہ اپنی باری پر مجھے کچھ نہ کچھ تو سنانا ہی ہوگا۔

(14)

''نکتہ سنجی کی کمی ہے نستاسیا فلی پودنا، اسی لیے انٹ سنٹ بکتا رہتا ہے۔'' فردی شینکو نے اپنا قصہ شروع کرتے وقت نستاسیا کو خطاب کیا۔ ''اگر کہیں مجھ میں ویسی نکتہ سنجی ہوتی جیسی افاناسی تو تسکی صاحب یا پتیت سن صاحب میں ہے تو

میں آج نچلا بیٹھتا زبان بند کر کے جیسے افاناسی صاحب اور پتیت سن صاحب، دونوں صاحبان تشریف رکھتے ہیں۔ کیوں پرنس صاحب، اجازت ہے یہ دریافت کرنے کی کہ مجھے جو محسوس ہوتا ہے کہ دنیا میں چوروں کی آبادی راست بازوں سے کہیں زیادہ ہے اور یہ کہ ایک بھی ایسا ایماندار اور کھرا آدمی نہ ہوگا جس نے زندگی میں کبھی کچھ نہ کچھ چرایا نہ ہو۔ میرا خیال ہے یہ اور اس سے میں ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکالتا کہ دنیا میں سب چور ہی چور ہیں۔ اگرچہ سچ کہوں، قسم خدا کی، بلا کا ارمان ہوتا ہے بعض اوقات کہ یہی نتیجہ نکلے۔ کہیے، آپ کیا سوچتے ہیں؟''

''تھو! کیسی بے وقوفی کی بات زبان پر لاتے ہیں آپ۔'' داریا الیکسئی ونا نے رائے ظاہر کی۔ ''یہ کیا بکواس ہے۔ بھلا یہ کیوں کر ممکن ہے کہ ہر ایک نے کسی نہ کسی شے کی چوری ہی کی ہو؟ میں نے تو کبھی کچھ نہیں چرایا۔''

''آپ نے تو خیر کبھی چوری نہیں کی بزرگوار۔ مگر سنیے یہ پرنس کیا کہتے ہیں جو سنتے ہی ایک دم سرخ ہو گئے۔''

''مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آپ بجا فرماتے ہیں، البتہ مبالغہ زیادہ کر دیا آپ نے۔'' پرنس نے جواب دیا جو واقعی کسی سبب سے سرخ پڑ گیا تھا۔

''اور آپ نے پرنس صاحب، کبھی چوری نہیں کی؟''

''تھو! کیا مسخرا پن ہے! مسٹر فردی شینکو، ہوش میں آیئے!'' جنرل نے دخل دیا۔

''سیدھی سی بات ہے۔ جیسے ہی اصل معاملے کی بات آئی۔ لوگ زبان کھولتے شرمانے لگے۔ آپ نے پرنس کو اپنے ساتھ پھنسانے کی تدبیریوں کی کہ وہ شریف بے زبان آدمی ہے۔'' داریا الیکسئی ونا نے تڑ سے جواب دیا۔

''فردی شینکو یا تو کہنا شروع کیجیے یا خاموش ہو جایئے اور دوسروں کا لحاظ کیجیے۔ آپ نے میرے صبر کا پیمانہ چھلکا دیا۔'' نستاسیا نے بگڑ کر تیزی سے ٹوکا۔

''ابھی اسی لمحے نستاسیا فلی پونا۔ مگر یہ کہ پرنس اپنی زبان سے اقرار کر لیں، کیونکہ میں اپنے اس قول پر قائم ہوں کہ پرنس نے بہر حال یوں بھی اقبال کر لیا ہے، تو پھر کسی دوسرے سے کیا توقع کی جائے۔ (میں نے کسی کا نام نہیں لیا) اگر کوئی کی وقت سچ بولنے پر آمادہ ہو تو؟ اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو آگے بیان کرنے کو کچھ نہیں رہ جاتا۔ سادہ سی بات ہے، احمقانہ ہے اور گری ہوئی بات۔ ہاں آپ یقین کیجیے گا کہ میں چور نہیں ہوں۔ خدا جانے، چوری کیسے ہو گئی مجھ سے۔ دو سال چھوڑ کے ادھر کی بات ہے، سیمیون ایشنکو کے، شہر سے باہر والے بنگلے میں، اتوار کے دن۔ ان کے ہاں کچھ لوگوں کا کھانا تھا۔ کھانے کے بعد مرد مہمان پینے کے لیے میز پر رہ گئے۔ میرے جی میں سمائی کہ صاحب خانہ کی صاحبزادی ماریا سے پیانو پر کوئی چیز بجانے کی فرمائش کروں۔ جب میں کونے والے کمرے میں سے گزر رہا تھا تو میں نے مالکہ ماریا ایوانوونا کے لکھنے پڑھنے کی میز پر تین روبل کا ہرا نوٹ پڑا دیکھا۔ شاید انہوں نے کسی گھریلو ادائیگی کے لیے نکالا ہوگا۔ کوئی دیکھنے والا نہ تھا، میں نے نوٹ اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔ معلوم نہیں کیوں، کونسا جذبہ مجھ پر غالب آ گیا تھا۔ میں تیزی سے گزر کر وہیں اسی میز پر پھر جا بیٹھا۔ دھڑکا لگا ہوا تھا مگر میں یار دوستوں سے بیٹھا گپ لڑاتا رہا، ہنسی مذاق، چھیڑ چھاڑ۔ پھر میں زنانہ حلقے میں پہنچ گیا۔ کوئی آدھے گھنٹے بعد روبل کے گم ہونے کا پتہ چلا۔ ایک ایک نوکر سے پوچھ گچھ ہونے لگی۔ گھر کی خادمہ داریا غریب پر سب کا شک گیا۔ میں نے اس معاملے میں بڑی دلچسپی اور ہمدردی ظاہر کی۔ یہاں تک یاد پڑتا

Scanned with CamScanner

ہے کہ جب دار یا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تو میں نے اسے تشفی دی اور اکسایا کہ وہ چوری قبول دے۔ مالکہ بہت زبردست خاتون ہیں (معاف کر دیں گی) اور یہ حرکت میں سارے مہمانوں کی موجودگی میں کر رہا تھا۔ سب کے سب تماشا دیکھ رہے تھے مگر مجھے اس وعظ و نصیحت کے تکلف میں بڑا لطف آ رہا تھا۔ وہ تو میری جیب میں رکھا تھا۔ اسی شام ایک ریستوران میں پہنچ کر تین کے تین روبل میں نے شراب نوشی پر اڑا دیئے۔ صرف لافیت کی ایک بوتل کا آرڈر کیا اور کچھ نہ منگایا۔ ایسا میں نے پہلے کبھی نہ کیا تھا۔ مجھے دراصل جلدی پڑی تھی کہ چوری کے اس روپے کو نکال دوں۔ میرے ضمیر میں بھی کوئی کانٹا نہ چبھا، نہ تب، نہ آج تک۔ میں یہ حرکت آئندہ کبھی نہیں کرنے والا، جی چاہے آپ مانیں یا نہ مانیں، مجھے اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ بس یہاں قصہ ختم۔"

"صرف اتنی بات ہے کہ یہ آپ کی سب سے بری حرکت تو ہونے سے رہی۔" داریا الیکسئی وناتے ناگواری سے کہا۔

"صرف ایک نفسیاتی واقعہ ہے۔ اس میں حرکت والی کونسی بات ہوئی!" افاناسی توتسکی نے اظہار خیال کیا۔

"اور اس ملازمہ کا کیا ہوا؟" نستاسیا فلی پودونا نے سخت تنفر کو چھپائے بغیر سوال کیا۔

"ملازمہ کو ظاہر ہے کہ دوسرے دن نوکری سے جواب مل گیا۔ سخت گیر لوگ ہیں وہ۔"

"اور آپ نے ایسا ہونے دیا؟"

"واہ کیا کمال کا سوال ہے! یعنی آپ چاہتی ہیں کہ میں خود وہاں جا کر اپنا جرم سنا دیتا؟" فردی شینکو نے کمی کی کیا، البتہ وہ کسی قدر سٹپٹا ضرور گیا اپنے اس واقعے پر رنگ محفل دیکھ کر۔

"کتنی گھناؤنی بات!" نستاسیا فلی پودونا کی آواز بے اختیار اونچی ہو گئی۔

"واہ، ایک تو آپ چاہتی ہیں کہ آدمی اپنی بدترین حرکت بیان کرے اور پھر اوپر سے رنگ روغن بھی درکار ہے۔ بدترین حرکت ہے تو وہ ہو گی ہی سدا گھناؤنی۔ خیر، اب ایوان پتروویچ پیت سن کی باری ہے۔ اس سے کیا ہوتا ہے کہ باہر سے چمک دمک ہو، سنانے والا نیک اور نکوکار دکھائی دے کیونکہ اس کی اپنی سواری گاڑی ہے اور کس کس تدبیر سے ملی ہے، یہ کچھ بات نہیں!"

قصہ مختصر یہ کہ فردی شینکو اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا، اسے آناً فاناً غصہ آ گیا، یہاں تک کہ آپے سے باہر ہو گیا اور ساری حدیں پھلانگ گیا۔ اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔ تھی ویسے عجیب بات، لیکن عین ممکن تھا کہ بیان واقعہ پر اسے خوب داد ملنے کی توقع ہو۔ بدذوقی کے سبب "نشانہ خطا ہو جانا" اور اپنے قسم کی "خاص خودستائی" بقول توتسکی اکثر فردی شینکو کے ساتھ پیش آ جاتی تھی اور یہ صفت اس کی گھٹی میں پڑی تھی۔

نستاسیا فلی پودونا کو غصے کے مارے جھرجھری آ گئی اور وہ فردی شینکو کو گھور کر دیکھنے لگی۔ وہ لمحہ بھر میں سہم کر رہ گیا۔ غصے کی تاب نہ لا کر ٹھنڈا پڑنے میں کچھ کسر نہ رہی: حد سے دور جو نکل گیا تھا۔

"بالکل بند کیوں نہ کر دیا جائے یہ سلسلہ؟" افاناسی توتسکی نے ہوشیاری سے سوال کر لیا۔

"میری باری ہے، مگر میں اپنے اختیار سے کام لیتے ہوئے کوئی قصہ وصہ نہیں سناؤں گا۔" پیت سن نے قطعی لہجے میں کہا۔

Scanned with CamScanner

''کیوں، آپ نہیں چاہتے؟''

''نہیں سنا سکتا نستاسیا صاحبہ۔ اور میں جانوں، اس طرح کا یہ petit-jeu یوں بھی بس سے باہر ہے۔''

''جنرل صاحب، غالباً اب آپ کا نمبر آتا ہے۔'' نستاسیا جنرل سے مخاطب ہوئی۔ ''اگر کہیں آپ بھی انکار کر بیٹھے تو پھر آپ کی تقلید میں یہ سلسلہ ہی ٹوٹ جائے گا اور مجھے ملال ہوگا، وجہ یہ کہ میں خود آخر میں اپنی نجی زندگی کا ایک واقعہ سنانا چاہتی تھی، مگر صرف آپ کے اور افاناسی تو تسکی صاحب کے بیان کے بعد..... کیونکہ آپ میری ہمت افزائی کریں تبھی تو.....'' بے تکلفانہ ہنسی کے ساتھ نستاسیا نے اپنی بات تمام کی۔

''اچھا، اگر آپ یہ وعدہ کرتی ہیں تو میں.....'' جنرل نے جوش میں آ کر کہا۔ ''اپنی ساری زندگی بیان کرنے کو تیار ہوں مگر ایک بات کا اعتراف کرلوں، اپنی باری کا انتظار کرتے وقت سوچ لیا ہے کہ کیا قصہ سناؤں گا۔''

''حضور والا کے چہرے سے ہی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے چھوٹے سے قصے میں کیا خاص ادبی چاشنی ملا کر تیار کی ہوگی۔'' فردی شینکو جو ذرا پیچ و تاب میں تھا، جملہ کسنے کی جرأت کر بیٹھا اور تلخ مسکراہٹ سے باز نہ آیا۔

نستاسیا فلی پوونا نے پہلے تو جنرل پر ایک اچٹتی نگاہ ڈالی اور پھر آپ ہی آپ مسکرا دی۔ مگر صاف نظر آتا تھا کہ افسردگی اور چڑچڑا پن اندر ہی اندر بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ افاناسی تو تسکی اس کی زبان سے واقعہ سنانے کا وعدہ سن کر اور بھی سہم گیا۔

''حضرات اوروں کی طرح مجھے بھی ایسے اتفاقات پیش آئے ہیں زندگی میں جب مجھ سے بعض گری ہوئی حرکتیں سرزد ہوئیں۔'' جنرل نے بیان آغاز کیا۔ ''لیکن عجیب معاملہ کہ ایک چھوٹے سے اتفاقی واقعے کو جو آپ صاحبان کو سنانے والا ہوں، عمر بھر میں سب سے گری ہوئی حرکت شمار کرتا ہوں۔ ہاں، یہ بھی بتا دوں کہ اب اسے قریب قریب 35 سال بیت چکے ہیں۔ تاہم اس مدت میں جب بھی اس واقعے کی یاد آ گئی ہے، یوں کہنا چاہیے کہ دل میں کانٹا سا کھٹکا ہے اور میں اس کانٹے کو نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ واقعہ انتہائی احمقانہ ہے: میں اس زمانے میں نیا نیا سب لیفٹیننٹ ہوا تھا اور فوج کے اندر اوپر کے کام سپرد تھے۔ سب لیفٹیننٹ، آپ جانیں کیسا عہدہ ہے: خون میں ابال اور جوان مفلوک الحال۔ ان دنوں مجھے اردلی ملا ہوا تھا نکی فورنام کا جسے میری بڑی فکر لگی رہتی تھی۔ منجھائی، پالش، ٹانکا، پیوند، صفائی سب کام کرتا اور جہاں داؤ لگ جاتا، ہاتھ بھی صاف کر دیتا، محض اس خیال سے کہ گھر میں ہر شے افراط سے رہے۔ آدمی انتہائی مجرد سہ کا اور بے حد ایماندار تھا۔ میں اگرچہ سختی سے پیش آتا تھا مگر انصاف کا دامن تھامے ہوئے۔ کچھ عرصے ہم ایک چھوٹے سے شہر میں تعینات تھے اور مجھے ٹھہرنے کے لیے شہر سے باہر کسی ریٹائرڈ سیکنڈ لیفٹیننٹ کی بیوہ کا مکان ملا۔ بڑی بی ہوں گی کوئی 80 سال کی۔ بالکل کھوسٹ ہو گئی تھیں۔ مکان بڑا خستہ حال، لکڑی کا ایک بوسیدہ ڈھانچ تھا۔ غریبی اتنی کہ مکان پر کوئی نوکرانی تک نہیں تھی مگر خاص بات، جس پر انہیں ناز تھا، یہ کہ کسی وقت میں خاندان بہت بھرا پرا رہ چکا تھا، بہت سارے عزیز رشتہ دار تھے۔ کچھ تو ان میں سے مر کھپ گئے، کچھ اس شہر کو چھوڑ کر چل دیئے، باقی جو تھے وہ بڑی بی کو بھول بھال گئے۔ شوہر کو دفن کیے اب کوئی پینتالیس برس ہو چکے تھے۔ پہلے کبھی ایک بھانجی بھتیجی ساتھ رہتی تھی۔ چند سال پہلے تک، کہتے ہیں کہ بالکل چڑیل تھی۔ ایک دفعہ تو اس نے بڑی بی کی انگلی کاٹ کھائی۔ مگر تب تک وہ بھی مر

چکی تھی، چنانچہ بوڑھیا عرصہ تین سال سے دنیا میں یکہ وتنہا رہ گئی تھی۔ اس گھر میں میرا دل اوبتا تھا اور وہ خود اس قدر بے روح تھی کہ کسی شے سے دلچسپی ہی نہیں رہ گئی تھی۔ ایک بار میرا مرغا چوری ہو گیا۔ آج تک سراغ نہیں ملا لیکن ظاہر بات ہے کہ اس بوڑھیا کے سوا وہاں چرانے والا کون تھا۔ مرغ کی وجہ سے تکرار ہوئی، بات کافی بڑھ گئی۔ اتفاق کی بات کہ میں نے مکان کے تبادلے کی جو درخواست دی، وہ پہنچتے ہی منظور ہو گئی اور دوسرا مکان مجھے رہنے کو دے دیا گیا..... اس قصبے کے بالکل مخالف سمت میں۔ یہ ایک بیوپاری کا مکان تھا جس میں بال بچے بہت سے تھے اور بیوپاری کی داڑھی بھی بہت سی تھی، اب تک یاد ہے۔ میں اور نکی فور وہاں سے اٹھ آئے، خوشی سے مکان چھوڑا اور بڑی بی سے ناگواری کے ساتھ جدا ہو گئے۔ تین دن گزرے تھے، پریڈ سے واپس آیا تو نکی فور نے خبر دی کہ ''صاحب، ہم تو خواہ مخواہ اپنی قاب اس پہلی گھر والی کے ہاں چھوڑ آئے۔ قاب نہیں تو سوپ کاہے میں دیا جائے۔'' مجھے ظاہر ہے کہ سخت تعجب ہوا، یہ کیا؟ بھلا ہماری قاب اس کے ہاں کیسے رہ گئی؟ تب گڑبڑائے ہوئے نکی فور نے تفصیل بیان کی کہ جب ہم وہ گھر چھوڑنے لگے تو مکان مالکہ نے ہماری قاب واپس دینے سے انکار کر دیا۔ وجہ یہ کہ میرے ہاتھ سے اس کا مٹی کا کونڈا ٹوٹ گیا تھا تو اس نے کونڈے کے بدلے ہماری قاب روک لی اس بہانے۔ گویا میں نے ہی کہہ رکھا ہو کہ کونڈا توڑا تو اس کے بدلے قاب رکھ لو۔ بوڑھیا کے اس کمینہ پن پر میں آپے سے باہر ہو گیا۔ خون کھول اٹھا اور میں فوراً اچھل کر اس طرف لپکا چلا گیا۔ پہنچا تو یوں کہیے کہ اپنے اوپر قابو نہیں تھا، دیکھتا ہوں کہ بوڑھیا تن تنہا دیوڑھی میں ایک کونے میں سمٹی سمٹائی بیٹھی ہے۔ ہتھیلی پر گال ٹکائے ہوئے، گویا دھوپ سے چہرہ بچانے کی فکر میں ہے۔ پارہ تو چڑھا ہوا تھا، میں اس پر پوری آواز سے برس پڑا ''ایسی تیسی تیری تو، بڑی ذلیل۔'' گاڑھی روسی میں جو زبان پر آیا، کہتا چلا گیا۔ غور سے دیکھا تو عجیب منظر تھا: بوڑھیا اسی پوز میں بیٹھی ہے، منہ میری طرف موڑ لیا ہے، آنکھیں مجھ پر ٹنگی ہوئی، زبان سے ایک لفظ نہیں، ٹکر ٹکر تکے جا رہی ہے گویا سر جھول رہا ہو۔ آخر میرا غصہ ٹھنڈا ہوا، اسے سر سے پاؤں تک دیکھا، سوال کیے، جواب کچھ نہیں۔ میں وہیں تذبذب میں کھڑا رہا۔ مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں، سورج ڈوب چلا تھا اور ہر طرف سناٹا ہونے لگا تھا۔ اسی کوفت میں وہاں سے چل دیتا ہوں۔ ابھی اپنے مکان نہیں پہنچا کہ میجر صاحب کی طرف سے بلاوا آ گیا، پھر اپنی کمپنی کی طرف جانا تھا، وہاں سے لوٹا تو کافی دیر ہو چکی تھی۔ گھر پہنچتے ہی پہلا لفظ جو نکی فور سے سنا: ''آپ کو خبر ہے سرکار، وہ ہماری مکان مالکہ تو، میں جانوں مر بھی گئی۔'' ''کب مری؟'' ''جی، وہ آج شام کو ہی دنیا سے چل بسی، کوئی ڈیڑھ گھنٹہ ہوا۔ مطلب یہ کہ ٹھیک اسی وقت، جب میں اسے ڈانٹ پھٹکار رہا تھا، وہ دنیا سے کوچ کر رہی تھی۔ یہ خبر میرے دماغ کو ایسا جھٹکا دے گئی کہ آپ کو بتاؤں، میرے ہوش اڑ گئے۔ بار بار خیال اسی طرف جاتا تھا، یہاں تک کہ کابوس بن گیا، خواب میں وہی نظر آنے لگا۔ میں کوئی وہمی آدمی نہیں ہوں۔ پھر بھی تیسرا دن ہوا تو میں اس کی آخری رسوم میں شرکت کے لیے چرچ گیا۔ قصہ مختصر جتنا وقت گزرے، اتنا ہی زیادہ خیال اس طرف جائے۔ یہ نہیں کہ ہر وقت، البتہ کبھی کبھی جونہی اس واقعے کا تصور بندھے، طبیعت پر بار گزرنے لگے۔ اصل میں وہ بات کیا تھی، اس نکتے پر میں نے دماغ لڑایا۔ اول تو یہ دیکھنا ہے کہ عورت ذات، بہرحال یوں کہیے کہ انسانی وجود جسے آج کل کے لفظوں میں انسانیت کہیں گے۔ ذی روح تھی، طول طویل عمر پائی، آخر سب کے بعد تک جیتی رہی۔ ایک وقت تھا کہ اس کے بچے تھے، شوہر تھا، گھر بار تھا، عزیز اقارب تھے۔ یہ سارے اس کے اردگرد تھے یعنی کہیے کہ بڑی چہل پہل تھی یعنی کہیے کہ ہر

Scanned with CamScanner

طرف مسرت اور مسکراہٹیں اور اچانک ایک گہرا سناٹا۔ سب کچھ دھواں ہو کر اڑ گیا اور وہ تنہا رہ گئی جیسے ..... جیسے کوئی مکھی ہو جس پر زمانے کی پھٹکار برس رہی ہو۔ انجام کار، پروردگار نے انجام بخیر کیا۔ غروب آفتاب، گرمیوں کی پرسکون شام اور میری بیچاری بوڑھیا کی روح پرواز کر جاتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اس سے اخلاقی نتیجہ نکلتا ہے۔ لیجیے، عین اسی لمحے یوں کہیے کہ جب رخصت کے چند آنسو ٹپکائے جاتے، ایک اونٹا ہوا نوجوان سب لیفٹیننٹ، وردی کسے، دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر اس بوڑھیا ماں کو روئے زمین سے رخصت کرنے آتا ہے اور کسی گمشدہ قاب کی خاطر گاڑھی ردی میں کھری کھری سناڈالتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ قصور میرا ہے اور اگرچہ اپنی اس حرکت کو، ایک تو یوں کہ اتنا زمانہ گزر گیا، دوسرے خود میری طبیعت میں بھی تبدیلیاں آ گئیں، اب جو دیکھتا ہوں تو ایسے گویا کسی اور کا واقعہ ہے، تاہم آج تک تاسف کم نہیں ہوا۔ پھر یہیں دھرا ہوں کہ یہ مجھے بہت عجیب محسوس ہوتا ہے، اس لیے اور بھی کہ اگر میں قصوروار ہوں، تب بھی یہ قصور کامل نہیں۔ آخر اس بڑی بی نے مرنے کے لیے خاص وہی وقت کیوں چنا؟ صرف ایک ہی جواز کی صورت نکلتی ہے: یہ حرکت اگرچہ ایک طرح سے نفسیاتی ہی تھی، تاہم میرے دل کو قرار نہیں آیا جب تک کہ میں نے، کوئی پندرہ سال پہلے دو بیمار، معذور بوڑھیاؤں کو اپنے خرچ پر بوڑھوں کے آرام گھر میں نہیں رکھ دیا تاکہ وہ اپنی حیات دنیاوی کے آخری ایام بے فکری اور راحت کے سانس لینے میں بسر کریں۔ سوچ رہا ہوں کہ دائمی وقف کے طور پر وصیت میں معقول رقم لکھ جاؤں۔ بس، اتنا سا واقعہ تھا، سنا دیا۔ یہیں پھر اعادہ کر دوں کہ ممکن ہے، مجھ سے اپنی زندگی میں بہت سی خطائیں سرزد ہوئی ہوں لیکن یہ ایک ایسا واقعہ ہے جسے میرا ضمیر گواہ ہے کہ عمر بھر کی بدترین حرکت قرار دیتا ہوں۔"

"اور حضور والا نے بدترین حرکت سنانے کے بجائے اپنی زندگی کا ایک بہترین عمل بیان فرما دیا ہے۔ فردی شینکو کو خوب چٹکیوں میں اڑایا جناب نے۔" فردی شینکو نے بات کا خلاصہ کر دیا۔

"ہاں، واقعی جنرل صاحب، میرے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ ایسا شریف دل رکھتے ہیں آپ۔ ہائے افسوس!" نستاسیا فلی پوونا بے احتیاطی میں کہہ گزری۔

"افسوس؟ کیوں کس بات کا؟" جنرل نے مشفقانہ تبسم کے ساتھ دریافت کیا اور شیمپین کی چسکی لیتے وقت وہ بے لطف نہیں ہو رہے تھے۔

اب افاناسی توتسکی کا نمبر تھا۔ وہ بھی سنانے کو تیار بیٹھا تھا۔ سب کو پہلے سے خیال تھا کہ وہ ایوان پتیت سن کی طرح پیٹھ نہیں دکھانے والا اور کسی خاص وجہ سے اسی کی کہانی کا اشتیاق تھا۔ لوگ نستاسیا فلی پوونا کا رنگ بھی دیکھے جا رہے تھے۔ افاناسی توتسکی نے غیر معمولی رکھ رکھاؤ کے ساتھ، جو موصوف کے شایان شان تھا، نرم دل نشین آواز میں آپ بیتی کا ایک "پرلطف واقعہ" چھیڑا۔ (یہاں یہ بتانا برمحل ہوگا کہ توتسکی آدمی بڑے کلے ٹھلے کا وجیہہ، شاندار، دراز قامت، تن و توش والا تھا، سر کسی قدر چکنا سپاٹ، تھوڑے سے سفید بال لیے ہوئے، گال پولے، سرخی مائل اور ذرا بھرے بھرے، دانت مصنوعی۔ لباس کے معاملے میں نفاست پسند اور خرچیلا، اندر کے کپڑے بھی ایک سے ایک عمدہ۔ اس کے گدگدے اور صاف ستھرے ہاتھوں پر نظر ٹھہرتی اور داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت میں ہمیشہ ہیرے کی بیش قیمت انگوٹھی چمکتی تھی۔) جب تک توتسکی اپنا قصہ سناتا رہا، نستاسیا فلی پوونا اپنی آستین کی جھالر پر نظریں گاڑے رہی، اسے اپنے بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں

Scanned with CamScanner

سے مروڑتی رہی..... یہاں تک کہ دوران قصہ میں اس نے ایک بار بھی داستان گو کو نظر بھر کے نہیں دیکھا۔

''جو چیز میری ذمہ داری کو آسان سے آسان تر بناتی ہے، وہ یہ کہ.....'' افاناسی توتسکی نے شروع کیا ''صرف ایک فرض ادا کرنا ہے، اپنی تمام زندگی کی بدترین حرکت کو جوں کا توں بلا کم وبیش بیان کر دینا۔ اس صورت میں میل محبت کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ ضمیر فوراً کہے گا اور دل بتاتا جائے گا کہ کیا بیان کرنا ہے۔ میں افسوس کے ساتھ یہ اقبال کرتا ہوں کہ زندگی کی بے شمار بن سوچی سمجھی اور من موجی حرکتوں میں سے ایک ایسا واقعہ بھی گزرا جس کا نقش دل سے نہیں مٹتا اور جس کی یاد مرے سینے پر سنگین بوجھ کی طرح لدھی ہوئی ہے۔ یہ واقعہ آج سے کوئی، یوں سمجھیے کہ بیس سال پیشتر کا ہوگا، میں گاؤں گیا تھا پلاتون آردینسف سے ملنے، تبھی یہ صاحب اس صوبے کے چیف تعلقدار چنے گئے تھے اور علاقے کے دیہات میں اپنی نوعمر بیوی کے ساتھ سردیوں کی چھٹیاں گزارنے گئے تھے۔ انہی دنوں انفیسا الیکسئی ونا کی سالگرہ قریب آ گئی اور دو شمار تقریبیں رقص وسرود کی طے پائیں۔ یہی زمانہ تھا جب اعلیٰ سوسائٹی میں (فرنچ) دوما کے دلفریب ناول La dame aux camelias نے دھوم مچا رکھی تھی اور وہ فیشن میں داخل ہو گیا تھا۔ ناول کیا، ایک نظم ہے جو میرے خیال میں امر رہے گی اور ہمیشہ تازہ رہنے والی ہے۔ صوبائی مقامات کی سبھی خواتین اس کے پیچھے دیوانی ہو گئی تھیں۔ کم از کم وہ جنہوں نے اس کا مطالعہ کیا تھا۔ کہانی کی دلکشی، اہم کردار کو پیش کرنے میں اچھوتا پن، دل موہ لینے والی وہ دنیا، وہ فضا جو اس قدر نزاکت اور باریکی کے ساتھ چتی گئی تھی اور بالآخر وہ جادو کا سا اثر رکھنے والی تفصیلات جو کتاب میں جا بجا بکھری ہوئی تھیں (مثلاً یہ کہ سفید اور گلابی کمیلیا کے گلدستے کن حالات میں جگہ بدل بدل کر استعمال ہوتے ہیں) غرض یہ کہ ایسی تمام باریک تفصیلات مل جل کر سب کو حیرت میں ڈال دیتی تھیں۔ جدھر دیکھیے کمیلیا کے پھولوں کا رواج چل پڑا۔ ہر طرف کمیلیا کی مانگ، اس کی جستجو۔ آپ ہی فرمائیے، میں پوچھتا ہوں: جہاں ہر ایک رقص وسرود کی محفل میں انہی کی مانگ ہو، یہ محفلیں تعداد میں کتنی ہی کم سہی، پھر بھی آخر ایک چھوٹے سے صوبائی مقام پر کتنے کمیلیا مہیا ہو سکتے ہیں؟ پیتیا ورخوفسکوئی بیچارہ ان دنوں انفیسا کی محبت میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ اب معلوم نہیں کہ اس محبت کا کچھ حاصل حصول ہوا یا نہیں یعنی کہنے کا منشا یہ کہ آیا ان کے درمیان کوئی سنجیدہ معاملہ تھا یا بس یونہی۔ اس کے متعلق کچھ علم نہیں۔ غریب پیتیا کی عقل گم تھی کہ کوئی بھی جتن کر کے ناچ رنگ کی اس شام انفیسا کی خاطر کمیلیا کے پھول دستیاب کرے۔ خبر مل گئی تھی کہ نوابزادی سوتسکایا آف پیترسبورگ، جو بیگم گورنر کی مہمان تھیں اور صوفیہ بیس پالووا غالباً گلدستے لیے ہوئے آئیں گے سفید پھولوں کے۔ انفیسا ایک خاص جلوہ دکھانے کی خاطر سرخ پھولوں کی آرزومند تھی۔ بیچارے پلاتون کو دربدر بھٹکنا پڑ رہا تھا، شوہر جو ٹھہرا۔ وعدہ ہو گیا تھا کہ ایک گلدستہ پہنچ جائے گا..... مگر ہوا کیا؟ عین وقت پر وہ گلدستہ متی شیوا نے ہتھیا لیا، جو ہر بات میں انفیسا کی بے تحاشا رقیب تھی۔ بس نہیں چلتا تھا کہ دونوں میں چاقو چل جائیں۔ لازمی بات ہے کہ انفیسا پر اعصابی دورہ پڑا اور پلاتون کی حالت تباہ۔ عقل کہتی ہے کہ اگر ایسے نازک لمحے میں پیتیا کو کہیں سے لال پھولوں والا گلدستہ میسر آ جاتا تو اس کی بیل منڈھے چڑھنے کی توقع تھی۔ ایسے موقعوں پر عورتوں میں احسان مندی کا جذبہ بے پناہ ہوتا ہے۔ وہ آتش زیر پا تڑپتا پھرتا تھا مگر ساری تدبیریں ناکام۔ کہنے کو کچھ نہیں۔ رات کے کوئی گیارہ بجے ہوں گے کہ اتفاقاً میری اس سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ سالگرہ کے جشن اور بال ناچ سے ایک دن پہلے آردینسف کی ایک ہمسایہ خاتون ماریا پتروونا کے ہاں مل گیا۔ تپ رہا تھا۔ ''کیا

Scanned with CamScanner

ت ہے؟'' مل گئے مجھے! Eureka!'' بڑے تعجب کی بات ہے! کہاں ملے؟ کیسے؟'' یک شائسک میں (اس نام کا قصبہ
ہے کوئی بیس کوس کے فاصلے پر اور ہمارے ضلع سے باہر) وہاں مل گئے۔ وہاں ایک سوداگر ہے تری بالوف، داڑھی اور پونچی
والا، بڈھا، اپنی بوڑھیا کے ساتھ رہتا ہے۔ اولاد کے بجائے کنار یئکا چڑیاں پالتے ہیں دونوں۔ انہیں پھولوں کا بھی جنون
ہے۔ ان کے ہاں کمیلیا کے پھول نکل آئے۔ مگر یہ تو سوچو میرے عزیز، اگر انہوں نے نہ دیئے تم کو، تب؟..... گھٹنوں کے
بل جھک کر التجا کروں گا۔ پاؤں پکڑلوں گا۔ جب تک وہ پھول دینے کی ہامی نہ بھرلیں۔ کب جارہے ہو لینے؟ کل صبح نکلنے
سے پہلے پانچ بجے۔'' جاؤ، فی امان اللہ!' یوں مجھے اس شخص کے کام بن جانے کی خوشی ہوئی۔ میں آردینسیف کے ہاں
واپس پہنچ گیا۔ رات کا ایک بج چکا تھا اور میرا دماغ برابر چکرا رہا تھا۔ ابھی بستر پر جانے کی تیاری تھی کہ بہت دور کی سوجھ
گئی۔ فوراً دبے پاؤں باورچی خانے میں پہنچا۔ سویلی نام کے کوچبان کو سوتے سے اٹھایا، پندرہ روبل ہاتھ پر دھرے اور کہا
کہ آدھے گھنٹے میں گھوڑے کس کر گاڑی تیار ملے۔ چنانچہ آدھ گھنٹے بعد گاڑی پھاٹک پر آ گئی۔ مجھے پتہ چلا تھا کہ انفیسا
کے آدھے سر میں درد ہے، بخار ہے، سرسامی کیفیت ہے۔ خیر، گاڑی لی اور چل دیا۔ ابھی پانچ نہ بجے تھے کہ ہم یک
شائسک کے مقام پر جا پہنچے۔ سورج ہونے تک انتظار کیا۔ صبح ہونے کی دیر تھی کہ چھ بجے سے اول وقت تری بالوف کے
دروازے پر۔ 'یوں ہے اور یوں ہے۔ کمیلیا پھول مل جائیں گے؟ مہربان بابا، بزرگوار، مدد کیجیے، مشکل سے بچا لیجیے! گھٹنے
ٹیکتا ہوں آپ کے آگے! دیکھتا کیا ہوں کہ بڈھا لمبا تڑنگا، بال سفید، مزاج ترش۔ غضب کا بڈھا تھا۔ نہیں، نہیں، کچھ
نہیں۔ میں نہیں دیتا!'' اس کا یہ کہنا اور میرا دھپ سے اس کے قدموں پر گرنا۔ ہے ہے، آپ یہ کیا ستم کرتے ہیں میاں یہ
کیا!' وہ گھبرا گیا۔ میں نے پکار کر کہا 'ہاں، کیا کروں، انسان کی زندگی کا سوال ہے!' بولا 'اچھا یوں ہے تو خیر، لے جایئے۔
خدا سلامتی سے لے جایئے!' میں نے فوراً لال کمیلیا کاٹ لیے۔ کمال! بہت خوب! اس کے یہاں تو پوری نرسری نکلی چھوٹی
سی۔ بڈھے نے آہ سرد بھری۔ میں نے جیب سے سو روبل نکالے۔ 'نہیں، نہیں، آپ، میاں اس طرح میرے دل کو ٹھیس
مت لگایئے۔' میں نے کہا 'اچھا یوں قبول نہیں تو بزرگوار، یہ رقم آپ مقامی ہسپتال کو دے دیجیے گا کہ اس کی فلاح و بہبود اور
خوراک کی مد میں لگا دیئے جائیں۔' وہ بولا 'ہاں، یہ دوسری بات ہے۔ برادر، خیر، خیرات کا، شرافت کا، ثواب کا کام ہے۔
آپ کی خوشنودی کی خاطر دے دوں گا۔ آپ مانیے، مجھے وہ روسی بڈھا بڑا پسند آیا۔ یوں کہوں کہ جڑ بنیاد سے اصل روسی تھا،
de la vraie souche[20] کام بن جانے الٹے پاؤں وہاں سے چل دیا۔ سیدھا راستہ کترا کر نکلا کہ کہیں پیتیا سے سامنا
نہ ہو جائے۔ پہنچتے ہی میں نے انفیسا کو پھول بھجوا دیئے کہ آنکھ کھلتے ہی نذر کر دیئے جائیں۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ کیا
لطف آیا ہوگا، شکر گزاری، احسان مندی کے آنسو۔ پلاتون، وہی شوہر پلاتون، جو کل تک مردہ ہو رہا تھا، نڈھال تھا، میرے
سینے سے سر لگا کر خوشی کے آنسو رونے لگا۔ ارے صاحب، کبھی شوہر ایسے ہوتے ہیں، جب سے قانونی شادی کا سانچہ ڈھلا
ہے، تبھی سے۔ اب آگے مجھے کچھ اضافہ نہیں کرنا، سوائے اس کے کہ بیچارے پیتیا کا معاملہ اس حادثے کے ساتھ ہی
ستیاناس ہو گیا۔ شروع میں تو مجھے خیال رہا کہ وہ میرے ٹکڑے کر دے گا پتہ چلتے ہی بلکہ میں نے صورتحال کا سامنا کرنے
کی تیاری بھی کر لی مگر ہوا کچھ ایسا کہ میرے لیے تو یقین کرنا دشوار تھا! پہلے تو بے ہوشی کا دورہ پڑا، شام تک سرسام، صبح ہوتے
تیز بخار۔ بچوں کی طرح روتا تھا اور تڑپتا تھا۔ کوئی مہینہ بھر بعد صحت بحال ہوئی تو قفقاز کے محاذ پر ملازمت کی درخواست

Scanned with CamScanner

دے دی۔ روہانس اپنا رنگ لایا اور اس کا انجام یوں ہوا کہ کرائمیا میں مارا گیا۔ تب وہاں اس کا بھائی استپان ورخوفسکی ایک رجمنٹ کا کمانڈر تھا، اس نے بڑا نام پیدا کیا۔ مجھے اعتراف ہے کہ برسوں گزر جانے کے بعد بھی میرے ضمیر میں کانٹا کھٹکتا رہا کہ بھلا کیا ضرورت تھی، کیوں میں نے اسے مفت میں چکر دیا۔ اگر مجھے خود اس لڑکی سے محبت ہوتی تب تو ایک بات بھی تھی۔ مگر یہاں کیا تھا، صرف شرارت، صرف مردانگی کی شان جتانا اور کچھ بھی نہیں۔ اگر میں نے اس سے یہ گلدستہ ہتھیا لیا ہوتا تو کیا خبر، شاید وہ شخص آج بھی زندہ ہوتا، اس کے ارمان نکلتے، کامیابی میسر آتی اور دماغ میں یہ خیال ہی نہ پاتا کہ وہ ترکوں سے جنگ کرنے نکل جائے۔"

افاناسی توتسکی اسی بھاری بھرکم متانت کے ساتھ جس سے انہوں نے بیان شروع کیا تھا، خاموش ہو گئے۔ حاضرین نے دیکھا کہ نستاسیا فلی پودونا کی آنکھوں میں کوئی خاص چمک آ گئی..... بلکہ جب وہ قصہ ختم کرنے لگے تو نستاسیا کے لبوں کو لرزش ہوئی۔ سب لوگ تجسس کی نظر سے ان دونوں کی صورتیں تکنے لگے۔

"فردی شینکو کو غچہ دے گئے آپ، چٹکیوں میں اڑایا ہے! نہیں، جی اسے کہتے ہوا بتانا۔" روہانس آواز میں فردی شینکو پکارا۔ وہ سمجھتا تھا کہ جملہ کسنے کا یہی موقع ہے۔

"آپ سے کس نے کہا تھا کہ معاملے کو سمجھنا مت؟ عقلمندوں سے ضرور سیکھنا چاہیے۔" داریا الیکسئی ونا نے (جو توتسکی کی پرانی اور بھروسے کی ہمراز اور شریک کار تھی) قریب قریب فاتحانہ شان سے فردی شینکو کی کاٹ کی۔

"آپ ہی صحیح کہتے تھے افاناسی توتسکی صاحب، یہ کھیل petit-jeu پھیکا رہا، اسے اب بند کر دینا چاہیے۔" نستاسیا فلی پودونا نے یونہی بے تکلفی سے کہہ دیا۔ "میں نے جو وعدہ کیا تھا، وہ اب کہے دیتی ہوں۔ پھر تاش کی بازی جمے گی۔"

"لیکن واقعہ سنانے کا وعدہ پہلے پورا ہو۔" جنرل نے مزے میں آ کر ذرا جوش میں اصرار کیا۔

"پرنس صاحب!" نستاسیا اچانک ایک جھٹکے کے ساتھ تیزی سے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ "دیکھیے، یہاں فی الحال میرے پرانے دوست احباب جو ہیں، جنرل صاحب اور افاناسی ایوانووچ توتسکی، یہ میری شادی کر دینا چاہتے ہیں۔ مجھے بتائیے، آپ کی کیا رائے ہے..... شادی کر لوں یا نہیں؟ جیسے آپ کہیں گے، ویسے ہی کروں گی۔"

افاناسی توتسکی کا تو رنگ فق ہو گیا۔ جنرل کی سٹی گم ہو گئی۔ سب کے دیدے نکل پڑے، گردنیں آگے بڑھ آئیں۔ گانیا زمین میں گڑ گیا۔

"کس سے..... کس سے..... شادی؟" پرنس نے ٹھٹھری ہوئی آواز میں سوال کیا۔

"مسٹر گاوریلا اردالیونچ ایولگین سے۔" نستاسیا نے اسی تیز، دبنگ اور دوٹوک لہجے میں صاف جواب دیا۔

کئی سیکنڈ مکمل سکوت رہا۔ پرنس نے بڑی کوشش کی مگر زبان نے ساتھ نہ دیا، گویا کوئی زبردست وزن اس کے سینے پر آ پڑا ہو۔

"نہیں..... نہ کیجیے!" آخر سرگوشی میں اس کے لبوں سے نکلا اور بمشکل سانس لیا۔

"تو پھر یہی طے پایا! گاوریلا اردالیونچ!" نستاسیا نے گانیا کو مخاطب کر کے بڑی شان سے فیصلہ صادر کرنے

Scanned with CamScanner

کے انداز میں سنا دیا۔ ''آپ نے سن لیا، پرنس نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ تو بس، یہی میرا جواب ہے۔ اسی پر یہ معاملہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوتا ہے!''

''نستاسیا فلی پوونا!'' افاناسی کے حلق سے کانپتی ہوئی آواز نکلی۔

''نستاسیا فلی پوونا!'' جنرل نے سراسیمہ مگر منوانے کے لہجے میں صدا بلند کی۔

سب کے سب اپنی اپنی جگہ ہل گئے اور چونک اٹھے۔

''کیا ہوا حضرات؟'' نستاسیا نے مہمانوں کی صورتیں گویا حیرت سے تکتے ہوئے پوچھا۔ ''آپ ایسے کیوں بڑک اُٹھے؟ صورتوں پر یہ ہوائیاں کیسی؟''

''مگر ایک بات سمجھ لیجیے نستاسیا فلی پوونا.....'' توتسکی نے ہکلاتے، اٹکتے، دبی آواز میں کہا ''آپ نے قول دیا تھا..... برضا و رغبت..... اور آپ فی الحال ہمارے حال پر رحم کرتیں..... مجھے زبان پر لانا مشکل ہو رہا ہے..... کہتے بن نہیں پڑتا..... مگر ایک لفظ میں..... اور وہ بھی ایسے وقت میں..... لوگوں..... لوگوں کے سامنے..... اور بس یہ بات!..... اتنا سنجیدہ معاملہ اور یوں کھیل کھیل میں تمام؟ یہ عزت آبرو کا، دل کا معاملہ ہے جس پر..... دار و مدار ہے کسی.....''

''میں آپ کا ارشاد سمجھ نہیں رہی ہوں جناب! آپ تو واقعی گڑبڑا رہے ہیں۔ اول تو یہ کہ یہ 'لوگوں کے سامنے' کا کیا مطلب؟ کیا یہاں کچھ غیر بیٹھے ہیں؟ نہایت عمدہ اور بے تکلف محفل جمی ہے۔ اور یہ 'کھیل petit-jeu سے کیا سروکار؟ میں سچ مچ اپنا واقعہ سنانے والی تھی تو بس سنا دیا۔ کیا کچھ برا ہے؟ اور آپ نے اسے 'غیر سنجیدہ' کیوں شمار کیا؟ کیا یہ سنجیدہ نہیں ہے؟ آپ نے تو سنا کہ میں نے پرنس سے کہا، بتائیے جیسے آپ کہہ دیں گے ویسے ہی ہوگا۔ اگر وہ ہاں کر دیتے میں بھی ہاتھ کے ہاتھ قبول کر لیتی لیکن انہوں نے نہیں کہہ دیا تو اب میرا بھی انکار ہے۔ میری پوری زندگی یہاں ایک دھاگے میں معلق تھی۔ اس سے بڑھ کر اور سنجیدگی کیا ہوتی؟''

''پھر وہی پرنس، پرنس سے کیا مطلب؟ ہوتا کون ہے آخر پرنس؟'' جنرل کی قوت برداشت جواب دینے والی تھی، جھلاہٹ چھپائے نہیں چھپ رہی تھی کہ پرنس کو اتنا سر کیوں چڑھایا گیا۔

''پرنس کون ہے، تو سنیے، پرنس میرے لیے وہ ہے کہ زندگی میں پہلی بار ایک سچا جانثار نظر آیا اور اس پر مجھے بھروسہ ہو گیا۔ اس نے بھی پہلی نظر میں مجھے مان لیا اور میں اس کے کہے پر پورا ایمان رکھتی ہوں۔''

''اب میرے لیے صرف یہی باقی رہا ہے کہ نستاسیا فلی پوونا نے جس حسن احتیاط سے..... جس طرح مجھ سے برتاؤ کیا ہے، ان کا شکریہ ادا کر دوں۔'' آخر گانیا نے لرزتی ہوئی آواز اور آڑھے ترچھے ہونٹوں سے جیسے تیسے کہہ ڈالا۔ اس کا رنگ فق تھا۔ ''یہ ایسے ہی، اس طرح ہونے والا تھا..... مگر..... پرنس جو ہے تو اس معاملے میں وہ.....''

''وہ پچھتر ہزار کے پیچھے ہے؟ یہی کہنا ہے؟'' نستاسیا ایک دم پلٹ پڑی۔ ''یہی مطلب ہے نا آپ کا؟ اب مکریے نہیں، قطعاً یہی کہنا چاہتے ہیں آپ! افاناسی توتسکی صاحب، ایک بات کہنا بھول گئی تھی: یہ جو پچھتر ہزار کی رقم ہے، وہ آپ ہی رکھیے۔ سمجھے آپ مفت چھوٹے۔ بس، بہت ہو چکا! آپ کو بھی ذرا چین کا سانس ملے! نو سال اور تین مہینے! کافی ہوئے۔ کل سے نئی شروعات اور آج، میرا نام رکھائی کا دن ہے آج، اپنے ساتھ رہوں گی، عمر بھر میں مجھے پہلی بار

اپنے طور پر جینے کا موقع ملے گا! جنرل صاحب، آپ بھی اپنی موتیوں کی مالا لیتے جایئے، بیوی کو تحفہ دیجیے گا، یہ لیجیے! اور کل کے دن میں یہ فلیٹ بھی خالی کر دوں گی۔ بس اب سے دعوت، محفل، سب قصہ پاک، حضرات!"

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی، گویا اب چل دے گی۔

ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں "نستاسیا فلی پوونا، نستاسیا صاحبہ!" ہیجان برپا ہو گیا۔ سب لوگ اپنی اپنی جگہ چھوڑ کر اٹھ گئے۔ سب نے اسے گھیر لیا۔ سب نے بے چینی سے اس کے بے اختیار، ہنگامہ خیز، ہیجانی الفاظ سنے۔ سب کو یہ بات کھٹکی کہ کہیں کوئی گڑبڑ ہوئی ہے لیکن کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اصل معاملہ ہے کیا۔ ٹھیک اسی لمحے دروازے کی گھنٹی پر آفت آئی اور وہ بے تحاشا بجنے لگی، عین اسی طرح جیسے کچھ وقت پہلے گانیا کے دروازے پر بج رہی تھی۔

"اوہو، ڈراپ سین ہوگا۔ آخر یہ ہونا تھا۔ ساڑھے گیارہ بجے ہیں!" نستاسیا پکاری۔ "حضرات! آپ تشریف رکھیے، اب اس ڈرامے کا انجام نزدیک آ رہا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ خود بھی بیٹھ گئی۔ اس کے ہونٹوں پر عجب قسم کی ہنسی تھرک رہی تھی۔ وہ ساکت و صامت کسی پورانی انتظار میں بیٹھی رہی اور دروازے پر نظر تھی۔

"یہ رگوژین ہوگا اور ایک لاکھ کی رقم۔ کوئی شک نہیں!" پتیت سن نے آپ سے آپ کہا۔

(15)

ملازمہ کاتیا سہمی ہوئی اندر آئی۔

"خدا جانے کیا ہے، نستاسیا فلی پوونا، کوئی دس آدمی اندر گھس پڑے ہیں اور سب بچے ہوئے۔ ادھر آنے کو کہہ رہے ہیں۔ بتاتے ہیں کہ کوئی رگوژین ہے اور باقی آپ خود جانتی ہیں۔"

"ہاں ٹھیک ہے، ان سب کو ادھر بھیج دو فوراً۔"

"کیا سبھوں کو، آئے ہیں، نستاسیا بی بی؟ ایک آفت آ جائے گی، بھوت سوار ہے۔"

"سب کو، روکو کسی کو نہیں کاتیا۔ ڈرو مت، آنے دو ورنہ وہ یوں بھی نہیں رکنے والے۔ ویسے ہی آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے جیسے آج تیسرے پہر۔ صاحبان، ممکن ہے آپ کو ناگوار گزرے۔" وہ مہمانوں سے مخاطب ہوئی۔ "کہ میں اس تماشے کے لوگوں کو آپ کے ہوتے اندر بلائے لے رہی ہوں۔ افسوس مجھے بھی ہے اور معذرت چاہتی ہوں لیکن اس کے سوا چارہ نہیں بلکہ میری تو بہت تمنا ہے کہ آپ حضرات ڈرامے کے آخری سین کے وقت میرے گواہ بننا منظور فرمائیں۔ اگرچہ آگے آپ کی مرضی....."

مہمان سناٹے میں آ گئے، بدبدانے لگے اور ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے مگر اتنی بات قطعی روشن ہو گئی کہ یہ سب سوچا سمجھا منصوبہ تھا، پہلے سے اس کی تیاری کی جا چکی تھی اور اگرچہ نستاسیا کی عقل ماری گئی ہے، تاہم جو وہ ٹھان چکی ہے، اس سے باز نہیں رکھا جا سکتا۔ پردہ غیب سے کیا ظہور میں آئے گا، یہ کریدذہنوں کو ستا رہی تھی اور پھر ڈر جانے کی یہاں کوئی گنجائش بھی نہیں تھی۔ عورتیں۔ لے دے کے اس محفل میں صرف دو تھیں۔ داریا الیکسئی وناجہاں دیدہ عورت، اول درجے کی دیدہ دلیر کہ اسے بوکھلا دینا بہت مشکل تھا۔ رہی وہ اجنبی حسینہ، جو تمام وقت خاموش رہی تو وہ شاید ہی کچھ سمجھ پائی

Scanned with CamScanner

ہو۔ باہر سے آئی ہوئی جرمن تھی، روسی زبان سے بالکل بے بہرہ۔ اس سے قطع نظر وہ جتنی حسن سے بھرپور تھی، اتنی ہی عقل سے خالی بھی۔ نئی نویلی ہونے کے سبب اسے خاص خاص محفلوں میں دعوت دینا اچھا معلوم ہوتا تھا کہ بھڑکیلے لباس میں یوں بال سنوارے، گویا نمائش کے لیے ہوں..... اسے ایک جگہ بٹھا دینا گویا کوئی دلکش تصویر سجا دی گئی آرائش بزم کی خاطر۔ ویسے بھی جیسے بعض لوگ اپنے ہاں شام کی دعوت کے لیے جان پہچان والوں سے فرمائش کر کے ایک دفعہ کے لیے تصویر، گلدستہ، مورتی یا اسکرین مانگ لاتے ہیں۔ مرد جو یہاں موجود تھے، ان میں پتیت سن پہلے سے رگوژین کا ملنے والا تھا۔ فردی شینکو اس صحبت میں یوں کھپتا جیسے مچھلی پانی میں۔ گانیا جس کے ابھی تک حواس ٹھکانے نہیں تھے، بے صبری سے اس مہم کو جلتے ہو۔ اندرونی تقاضے کے ہاتھوں مجبور تھا کہ اس تماشے میں توہین کا نشانہ بننے پر انجام تک پہنچا کر دم لے۔ بوڑھا نچر معاملے کی نوعیت سمجھے بغیر آنسو بہانے کو تیار تھا اور خوف کے مارے لرز رہا تھا یہ دیکھ کر کہ چاروں طرف کوئی انہونا خطرہ منڈلا رہا ہے اور نستاسیا جس پر وہ اپنی پوتی نواسی کی طرح فدا تھا، مشکل میں مبتلا ہو گئی ہے۔ تاہم وہ ایسے وقت میں نستاسیا کو چھوڑ کر چل دینے سے وہیں جان دے دینا پسند کرتا۔ جہاں تک افاناسی ایوانووچ توتسکی کا تعلق ہے، وہ یقیناً ان نامساعد حالات میں جو سہم لینا ہرگز گوارا نہ کرتے مگر معاملات نے کیسا ہی بے ڈھب رخ اختیار کیا ہو، ان کا تعلق خاطر بہرحال برقرار تھا۔ ہاں، یہ بھی کہ نستاسیا نے دو چار لفظ ایسے پھینک دیے جن کا روئے سخن انہی کی طرف تھا اور جب تک گتھی پوری طرح سلجھ نہ جائے، وہ اٹھ کر جا نہیں سکتے تھے۔ توتسکی نے جی میں ٹھان لی کہ آخر تک بیٹھیں، خاموش بیٹھیں اور اپنی حیثیت اور وجاہت کے پیش نظر خاموشی سے حالات ملاحظہ کرتے رہیں۔ صرف ایک جنرل ایپان چین، جنہیں ابھی ذرا دیر پہلے خفت اٹھانی پڑی تھی کہ ان کا لایا ہوا تحفہ یوں بلا تکلف اور بہ تمسخر ٹھکرا دیا گیا، اب ان تمام انہونی اوٹ پٹانگ باتوں پر یا خود رگوژین کے وارد ہو جانے پر خود کو اور بھی ستم زدہ محسوس کرتے ہوں گے۔ پھر یہ بات بھی ناگوار ہو گی کہ ان جیسے آدمی کے لیے یہ کچھ کم گراوٹ نہیں ہے کہ وہ پتیت سن اور فردی شینکو قماش کے لوگوں کی صحبت میں پایا جائے۔ مگر والہانہ جذبے کی قوت جو کچھ کر سکتی تھی، اس پر ذمہ داری کا احساس، فرض، منصب، ذاتی وقار اور عزت نفس کا خیال بالآخر غالب آ سکتا تھا، چنانچہ جنرل صاحب بہادر کی موجودگی میں وہاں رگوژین اور اس کے یاروں کا دخل بے جا تصور سے باہر تھا۔

جونہی جنرل نے اپنا مافی الضمیر نستاسیا پر ظاہر کیا، اس نے فوراً ان کی بات کاٹی "اوہو، جنرل صاحب، مجھ سے بھول ہو گئی۔ مگر آپ یقین کیجیے گا، مجھے پہلے سے اس کا اندیشہ تھا آپ کے بارے میں۔ اگر آپ کو اتنا ہی گراں گزرتا ہے تو پھر میں مجبور نہیں کروں گی، آپ کو روکوں گی نہیں، اگرچہ بڑی تمنا ہے کہ اس وقت آپ میری آنکھوں کے سامنے ہوتے۔ اور سب باتیں ایک طرف، مگر میں بہت ہی شکر گزار ہوں کہ آپ نے تعارف کا موقع دیا اور میرے حال پر عنایت کی نظر فرمائی۔ تاہم اگر آپ کو اندیشہ ہے کہ....."

"جازت ہو نستاسیا فلی پوونا یہ کہنے کی کہ....." جنرل میں افسرانہ جانبازی کی رگ پھڑکی "کہ آپ نے یہ کہا کس سے؟ اب تو میں آپ کے قریب سرفروشی کی تمنا میں ٹھہروں گا کیونکہ اگر مثلاً کوئی خطرہ پیش آیا تو..... اور یہیں یہ بھی اعتراف کر لوں کہ مجھے تہہ تک پہنچنے کی بے انتہا فکر ہے۔ میں نے صرف اس خیال سے وہ کہا تھا کہ یہ لوگ قالین خراب کریں یا خواہ

Scanned with CamScanner

مخواہ توڑ پھوڑ مچائیں..... میرے خیال میں تو ان لوگوں کو اندر قدم رکھنے کی اجازت ہی نہ دی جائے نستاسیا فلی پوونا!"

"رگوژین بذات خود!" فردی شینکو نے اس کی آمد کا اعلان کیا۔

"کیا خیال ہے افاناسی ایوانووچ صاحب، کہیں یہ عورت دیوانی تو نہیں ہوگئی؟" جنرل نے توتسکی کے کان میں جھٹ سے سرگوشی کی۔ "میں استعارے میں نہیں، لفظ 'دیوانی' کے خالص طبی معنی میں پوچھتا ہوں۔ کیوں؟"

"میں آپ کو بتا چکا ہوں نا کہ ہمیشہ سے اس میں ایک رگ ایسی تھی۔" توتسکی نے ہوشیاری سے اسی طرح سرگوشی میں ہم نشین کو جواب دیا۔

"پھر اوپر سے اسے تیز بخار بھی....."

رگوژین کی ٹولی میں تقریباً وہی لوگ تھے جو آج دن میں ساتھ لگے پھر رہے تھے۔ ان میں صرف دو کا اضافہ ہوا تھا..... ایک تو لوفر سا عمر رسیدہ آدمی جو اپنے وقتوں میں کسی بدنام سے اور کیچڑ اچھالنے والے اخبار چے کا ایڈیٹر رہا تھا اور جس کے بارے میں یہ لطیفہ زبان زد تھا کہ اس نے اپنے سونا چڑھے دانت نکال کر رہن رکھے اور جو ملا اس کی شراب چڑھا گیا اور دوسرا شخص ریٹائرڈ سیکنڈ لیفٹیننٹ تھا جو قطعی طور پر دن کی ٹولی کے گھونسے والے آدمی کا حریف اور مدمقابل تھا اپنے ہنر اور پیشے دونوں میں۔ رگوژین کے ساتھیوں میں کوئی بھی اس سے واقف نہیں تھا۔ بس یونہی راستہ چلتے نیوسکی پراسپکٹ پر دھوپ کی طرف کھڑا ہوا راہگیروں کو روک روک کر بقول مارلینسکی حیلوں بہانوں سے خیرات وصول کر رہا تھا۔ بدترین عذر یہ کہ "وہ ہر ایک کو، جس نے بھی مانگا پندرہ روبل یونہی پکڑا دیا کرتا تھا اپنے زمانے میں۔" یہ شخص وہیں سے اٹھا لیا گیا تھا۔ گھونسہ بازی کے دونوں دعویداروں میں شروع سے ہی ٹھن گئی۔ ٹولی میں جو پہلے سے شامل تھا، نئے "امیدوار" کے شریک کیے جانے پر اسے شکایت پیدا ہوگئی اور چونکہ فطرتاً گھنا تھا، تو رہ رہ کر بھالو کی طرح غرانے لگا اور نئے "امیدوار" کی شرارتوں اور ٹھوکوں کو سخت نفرت سے دیکھنے لگا۔ یہ نیا پکھیرو بڑا دنیادار اور جوڑ توڑ کا آدمی نکلا۔ ریٹائرڈ سیکنڈ لیفٹیننٹ کو دیکھنے سے یہ توقع ہوتی تھی کہ جو "کام" بھی ہاتھ میں لے گا، اسے پورا کر دکھانے میں شہ زوری کے بجائے چستی و چالاکی اور حیلہ و تدبیر سے کام لے گا۔ قد و قامت میں بھی وہ گھونسے والے ذات شریف سے کچھ کم تھا۔ اشاروں کنایوں میں، بحث و تکرار سے گریز کر کے مگر بڑی دون کی لیتے ہوئے نیا امیدوار کئی بار یہ جتا چکا تھا کہ انگریزی طرز کی باکسنگ کا جواب نہیں۔ مختصر یہ کہ خود کو مغربیت کا پکا طرفدار ظاہر کر رہا تھا۔ وہ پہلے کا گھونسے والا "باکسنگ" کا لفظ سنتے ہی ایسا برا سا منہ بناتا اور تحقیر سے ہنس دیتا، حریف کو اپنی طرف سے کھلے عام بحث کے ذریعے برابر کی جوڑ ماننے کا موقع نہ دیتے ہوئے گاہے گاہے یہ ظاہر کرتا بلکہ موقع نہ دیتے ہوئے خاموشی سے، گویا محض اتفاقاً، اس کی نمائش کر گزرتا کہ صرف ایک قومی ہاتھ ایسا ہے..... یعنی زبردست روسی گھونسا کہ نیلا، گٹھیلا پڑتا ہے تو لال گومڑا اٹھا دیتا ہے۔ سب پر اب تک یہ روشن ہو چکا تھا کہ اگر یہ خالص قومی شے اٹھی اور اپنے نشانے پر جا بیٹھی تو واقعی سامنے والے کو لہولہان کر دے گی۔

اگرچہ خوب اچھی طرح "تیار" ہو کر آئے تھے، تاہم ان میں سے کوئی بھی آج دن کی طرح بدمست نہیں تھا اور یہ نتیجہ تھا خود رگوژین کی کوششوں کا جو سارے دن نستاسیا فلی پوونا کے ہاں حاضری دینے کی دھن میں رہا۔ خود کو بھی وہ کافی سنبھالے ہوئے تھا مگر اس ہولناک دن کی تمام بھاگ دوڑ نے اسے بدحواس کر رکھا تھا، ایسا آفتوں کا دن اس کی زندگی میں

اب تک آیا ہی نہیں تھا۔ نظر کے سامنے، دل و دماغ میں اگر کچھ تھا تو بس ایک دھن ہر منٹ، ہر آن سوار تھی۔ صرف اسی ایک دھن میں اس نے تیسرے پہر پانچ بجے سے رات کے گیارہ تک کا سارا وقت بے پناہ فکر و پریشانی میں بسر کر دیا۔ سودی روپیہ دینے والے کنڈرا اور ہسکوپ کے ہاں دوڑتے پھرنے میں گزارا۔ وہ بھی اس کے فوری تقاضے سے جو اس باختہ ہو چکے تھے، ان کے اوسان خطا تھے۔ جو بھی ہو اگر بالآخر مبلغ لاکھ روپے کی نقدی، جس کا ذکر محض رواروی میں، مذاق کے طور پر اور قطعی مبہم اشارے میں نستاسیا کی زبان سے نکل گیا تھا، وہ جمع ہو ہی گئی اور شرح سود اتنی کہ خود ہسکوپ نے ذرا لجاتے ہوئے اپنے ہم پیشہ کنڈرا سے تذکرہ بھی نکالا تو آواز سے نہیں، صرف کھسر پھسر میں بتایا۔

جیسے تیسرے پہر ہوا تھا، رگوژین آگے آگے، ساتھ والے پیچھے پیچھے۔ اگرچہ وہ اپنی برتری پر اکڑے ہوئے تھے۔ پھر بھی ذرا دبک رہے تھے۔ اصل یہ کہ، خدا جانے کیوں، سب کو نستاسیا فلپی پونا سے ڈر تھا۔ بعضوں کو اندیشہ تھا کہ ان سب کو "زینے سے نیچے دھکیل دیا جائے گا۔" اس طرح سوچنے والوں میں اتفاق سے وہ شخص بھی تھا، بانکا چھیلا، دلوں کا لٹیرا زیلوژیف۔ دوسرے لوگ جن میں سب سے نمایاں تھا گھونسے والا، زبان سے نہ سہی، مگر دل میں نستاسیا سے سخت متنفر اور بدظن تھے، یہ اس کے مکان پر یوں چڑھائی کر رہے تھے جیسے نرغے میں لینے والے ہیں لیکن شروع کے ہی دونوں کمروں کی شاندار صفائی اور نفاست، ان چیزوں کا سجا ہونا جو انہوں نے کبھی سنی تھیں، نہ دیکھی تھیں، نایاب قسم کا فرنیچر، تصاویر، زہرہ کی زیر دست مورتی، ان سب باتوں کا ان پر بھرپور اثر پڑا۔ وہ مرعوب ہو گئے بلکہ ٹھٹک کر رہ گئے لیکن ظاہر بات ہے کہ وہ ان کے روکے سے کب رکنے والے تھے۔ رگوژین کے پیچھے قدم اٹھائے، بدتمیزی سے دیدے پھاڑے وہ ڈرائنگ روم میں دبے پھنچے داخل ہو گئے مگر جونہی گھونسے والے نے "نئے امیدوار" نے اور کئی آدمیوں نے مہمانوں کی صف میں جنرل اپان چن کو دیکھا تو دیکھتے ہی ایسے ہمت چھوڑی کہ ایک ایک کر کے دوسرے کمرے کی طرف پسپائی اختیار کرنے لگے۔ تنہا لیبیدیف ایسا تھا انتہائی ترنگ میں آئے ہوئے اور ڈٹے ہوئے لوگوں میں سے، جس نے رگوژین کا ساتھ نہیں چھوڑا اور اس کے شانہ بشانہ بڑھتا گیا۔ وہ خوب سمجھتا تھا کہ رگوژین کا مطلب ہے چودہ لاکھ نقد کی حیثیت کا آدمی، جس کے ہاتھ میں مبلغ ایک لاکھ تو ابھی موجود ہیں۔ یہاں یہ جتا دیا جائے کہ وہ جتنے بھی آئے تھے اور انہی میں لال بجھکڑ لیبیدیف بھی شامل ہے، وہ بھی اپنی قوت و اختیار کی حدود اور پابندیوں کو تولنے میں ڈانواں ڈول تھے، پورا یقین نہیں تھا کہ آیا ہمارے لیے فی الحال سب کچھ روا ہے یا نہیں۔ ایسے لمحے گزرے تھے جب لیبیدیف قسمیں کھا کھا کر کہتا کہ ہاں، ہم پر سب خون معاف ہیں لیکن دوسرے وقت اسے بے چینی لگ جاتی کہ اپنے طور پر اونچ نیچ دیکھ لے، کم از کم یہ اطمینان کر لے کہ قانونی تحریرات کی بعض دفعات خصوصیت سے ہمت افزائی کرنے والی، دل کو ڈھارس دینے والی بھی موجود ہیں۔

خود رگوژین پر نستاسیا فلپی پونا کے ڈرائنگ روم کا اثر اپنے ساتھ والوں کے تاثرات کے بالکل برخلاف ہوا۔ جونہی دروازے کے پردے سرکے اور نستاسیا پر نظر گئی تو باقی ہر شے کا وجود اس کے لیے نابود ہو گیا۔ جیسے آج تیسرے پہر ہوا تھا بلکہ اس سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ۔ اس کا رنگ اڑ گیا اور لمحہ بھر کو پاؤں وہیں گڑ گئے۔ دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ دل بری طرح دھڑک رہا ہے۔ سکڑا سمٹا اور دنیا جہان سے بے خبر رگوژین کئی سیکنڈ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ پھر ایک دم، اس طرح گویا عقل و تمیز سے بالکل بے بہرہ ہے اور ذرا جھومتا ڈولتا وہ میز کی طرف بڑھا، بڑھنے میں پیت سن کی کرسی سے

Scanned with CamScanner

ٹکرا گیا اور اپنے غلیظ بھاری جوتوں سے اس بے زبان جرمن حسینہ کے شاندار نیلگوں ڈریس کی بیل بوٹے والی گوٹ کچل ڈالی۔ نہ معذرت کی نہ نوٹس لیا۔ میز کے پاس پہنچ کر اس نے ایک عجیب سی چیز اوپر رکھ دی، وہی چیز جو دونوں ہاتھوں میں سامنے سنبھالے ہوئے اس کمرے میں داخل ہوا تھا۔ یہ کاغذ کا ایک دبیز بنڈل تھا کوئی پانچ انچ موٹا اور سات انچ لمبا خوب دبا دبا کر مضبوطی سے اخبار ''شیر بازار نیوز'' کے ورقوں میں بندھا ہوا، لمبائی چوڑائی دونوں طرف دوہری تہوں میں اچھی طرح کسا کسایا اور اس پر ویسی ڈوری کی گانٹھ جیسی شکر کے ڈلے باندھنے میں استعمال ہوتی ہے۔ بنڈل میز پر رکھ کر زبان سے ایک لفظ کہے بغیر ہاتھ چھوڑ کر یوں سیدھا کھڑا ہو گیا گویا اب سزا سننے کا منتظر ہے۔ سوٹ بھی اس کا وہی خاص تیسرے پہر والا سوائے اس کے کہ اب گلے میں ایک بالکل نیا ریشمی شوخ سبز اور سرخ رنگ کا گلوبند بھی آ گیا تھا جس پر بیرے کی بہت بڑی پن ٹنگی ہوئی تھی، اس پر بھونرے کی سی شکل بنی تھی اور داہنے ہاتھ کی غلیظ انگلی میں بھاری بھرکم ہیرے کی انگوٹھی چمک رہی تھی۔ لیبیدیف میز سے تین قدم پیچھے ٹھہرا، باقی جتنے تھے جیسا کہ ذکر ہو چکا، ایک ایک کر کے ڈرائنگ روم میں اکٹھے ہو گئے۔ گھر کی دونوں خادمائیں کاتیا اور پاشا بھی لپک کر آ گئیں اور ہٹے ہوئے پردے کی اوٹ سے حیرت و دہشت کے مارے اندر جھانکنے لگیں۔

''یہ کیا ہے؟'' نستاسیا فلی پوونا نے رگوژین کو گھورتے اور نظروں سے ٹٹولتے ہوئے اس ''چیز'' کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا۔

''ایک لاکھ ہیں۔'' اس نے تقریباً بدبداتے ہوئے جواب دیا۔

''تو، یہ بات ہوئی، بات کے پکے نکلے! خیر، براہ کرم بیٹھ جایئے یہاں، اس جگہ، اس کرسی پر۔ مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے بعد میں۔ آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ وہی لوگ جو تب آئے تھے؟ آ جائیں، وہ بھی، بیٹھیں یہاں۔ اور صوفہ، اس پر، نہیں تو اور صوفہ موجود ہے۔ یہ دو آرام کرسیاں بھی ہیں..... کیا بات؟ اندر آنا نہیں چاہتے کیا؟''

امر واقعہ یہ ہے کہ رگوژین والوں میں کچھ تو سراسر گڑبڑا گئے تھے، چار قدم پیچھے سرک کر دوسرے کمرے میں انتظار کرنے چلے گئے۔ جو وہیں ٹھہرے وہ اِدھر اُدھر جہاں جگہ ملی بیٹھ گئے، مگر زیادہ تر کونوں میں، کچھ ہمراہی تو اس لیے کونوں میں دبک گئے کہ نظر میں نہ آئیں اور کچھ خلاف عادت ذرا جلدی ہی موج میں آ گئے تو زیادہ سے زیادہ ہٹ کر بیٹھنا چاہتے تھے۔ رگوژین کو جو کرسی بتائی گئی، اسی پر بیٹھ رہا مگر دیر تک بیٹھ نہ سکا، اٹھا تو پھر کسی سے کمر نہیں لگائی۔ رفتہ رفتہ اس نے آنکھیں کھول کر مہمانوں کو غور سے دیکھنا اور شناخت کرنا شروع کیا۔ گانیا کو دیکھا تو زہریلی مسکراہٹ لبوں پر آئی اور آپ ہی آپ منہ سے نکلا ''ہشت!'' جنرل اور توتسکی صاحبان کو دیکھا تو نہ جز بز ہوا نہ خاص التفات کیا مگر جب نستاسیا فلی پوونا کے پہلو میں پرنس کو پایا تو دیر تک نظریں نہ ہٹا سکا، سخت حیرت میں مبتلا تھا۔ دماغ نے کام نہ کیا کہ آخر اس ملاقات کا رمز کیا ہے۔ شبہ ہوتا تھا کہ چند منٹ تک تو اس پر جنون کا عالم رہا۔ دن بھر کے سارے جھٹکوں کے علاوہ پچھلی رات بھی ریل کے اندر آنکھوں میں ہی گئی تھی، یوں قریب قریب دو دن رات سے وہ برابر جاگ رہا تھا۔

''حضرات، یہ ہیں ایک لاکھ!'' نستاسیا فلی پوونا بورانی اور بے قرار آواز میں چیلنج کرتی ہوئی سب سے مخاطب ہوئی۔ ''جی ہاں، اس میلے چیکٹ پیکٹ میں۔ آج شام سے پہلے یہ شخص دیوانوں کی طرح چیخ رہا تھا کہ شام تک ایک لاکھ

کی رقم مجھے پہنچائے گا۔ سو، مجھے اس کا انتظار تھا یعنی اس نے میرا مول تول کیا ہے۔ اٹھارہ ہزار کی بولی سے شروع ہوا۔ پھر ایک دم چالیس ہزار لگائے اور بعد میں یہ رہے ایک لاکھ۔ اپنا قول پورا کر کے دکھا دیا۔ تھو! کیسا پیلا پڑا ہوا ہے!..... آج یہ واقعہ گانیا کے ہاں پیش آیا۔ میں ان کی والدہ کی خدمت میں، یعنی اپنی ہونے والی سسرال میں حاضری دینے گئی تھی اور وہاں ان کی بہن نے میرے منہ پر للکار کر کہہ دیا، ارے کوئی ہے جو اس بے شرم کو یہاں سے نکال باہر کرے، اور بڑے بھائی گانیا کے منہ پر تھوک دیا۔ لڑکی میں کیریکٹر ہے بہرحال!''

''نستاسیا فلی پوونا!'' جنرل نے جھڑکتے ہوئے ٹوکا۔ اب وہ معاملے کی تہہ کو اپنے طور پر پہنچنے لگا تھا۔

''کیا بات ہوگئی جنرل صاحب، کوئی ایسی ویسی بات کہہ دی میں نے؟ بس بہت ہو چکے ڈھکوسلے۔ میں جو فرانسیسی تھیٹر میں، باکس میں سجی بیٹھی تھی کہ طاق ورواق کی مورتی ہے جس تک کسی کا ہاتھ نہیں پہنچ سکتا اور جو بھی ان پانچ برسوں میں میرا تعاقب کرتا اس سے وحشی کی طرح بھاگتی اور اپنی عصمت کا پاس کرنے میں دور دور رہا کرتی تھی تو جناب، یہ سب میری حماقت کا ہرجانہ تھا! ملاحظہ ہو، اب ایک شخص آیا، ایک لاکھ میز پر رکھ دیا، پانچ سال کی اس معصومیت کے بعد ہے یہ! اور عین ممکن ہے تروئکا[21] گاڑی بھی باہر میرے انتظار میں کھڑی ہو۔ میری قیمت لگی ہے ایک لاکھ روبل! گانیا پیارے، دکھائی دیتا ہے کہ تم مجھ پر اب تک خفا ہو۔ ہے نا؟ کیا واقعی تم مجھے اپنے خاندان میں لے جانے والے تھے؟ مگر میں تو رگوژین والی ہوں! بولو! ہاں، پرنس نے تھوڑی دیر پہلے کیا کہا تھا؟''

''میں نے یہ ہرگز نہیں کہا تھا کہ آپ رگوژین والی ہیں۔ آپ اس کی نہیں ہیں!'' پرنس نے کانپتی ہوئی آواز میں ادا کیا۔

''نستاسیا، نستاسیا، بس کرو۔ میری پیاری، بہت بھڑک چکی۔ بس!'' داریا الیکسئی ونا سے اب اور برداشت نہ ہو سکا۔ ''اگر ان لوگوں سے تم عاجز آ گئی ہو تو کیا ضرورت ہے، تمہاری بلا سے۔ صورت بھی مت دیکھو! کیا تم اس قماش کے آدمی کے ساتھ چل دو گی؟ لاکھ روبل ہے تو کیا ہوا! لاکھ کا گھر خاک! جھاڑو پھیرو اس پر! لاکھ کو تو گانٹھ باندھو اور انہیں دھتا بتاؤ۔ ایسوں کے ساتھ ایسے ہی کرنا چاہیے۔ افوہ، میں تمہاری جگہ ہوتی تو ان سب کو..... یہ تمہیں، سچ مچ ہوا کیا ہے!''

داریا الیکسئی ونا طیش میں آ گئی۔ بھلی مانس اور ہمدرد عورت تھی۔

''ناراض نہ ہو داریا بوا۔'' نستاسیا نے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ ''میں نے کوئی غصے میں تھوڑی ان کو کچھ کہا ہے! بھلا میں گانیا کو برا بھلا کہوں گی کیا؟ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ نادانی میرے سر میں سمائی کیسے کہ ایک باعزت شریف گھرانے میں بہو بننے چلی تھی۔ ان کی ماں سے جا کر ملی، ان کا ہاتھ چوما اور یہ جو آج میں نے تمہارا مذاق بنایا گانیا، تو یہ دیدہ و دانستہ کیا، آخری بار اپنی آنکھوں دیکھنا چاہتی تھی کہ تم کہاں تک جا سکتے ہو۔ سچ کہوں، تم نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ تم سے کچھ بعید نہ تھا، مگر اتنا بھی نہیں۔ بھلا تم مجھے قبول کیسے کر رہے تھے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ دیکھو، ان صاحب نے ایسا قیمتی ہار تحفے میں دیا ہے..... وہ بھی تمہاری شادی سے ذرا پہلے..... اور میں نے تحفہ لے بھی لیا؟ رگوژین کو لو، اس نے تمہارے گھر میں، تمہاری ماں بہن کے ہوتے میری بولی لگائی، اس کے بعد بھی تم رشتہ لے کر آ پہنچے اور بہن کو ساتھ لاتے لاتے رہ گئے۔ کہیں رگوژین نے تمہارے بارے میں سچ تو نہیں کہہ دیا کہ تین روبل کی خاطر شہر کے دوسرے

Scanned with CamScanner

کنارے واسیلیفسکی جزیرے تک چاروں ہاتھ پاؤں سے گھسٹتے جاؤ گے؟''

''ضرور جائے گا۔'' رگوژین کے منہ سے بے اختیار نکلا، آہستہ مگر اپنی رائے پر شدید اصرار کے ساتھ۔

''تم بھوکے مر رہے ہوتے، تب بھی چلو، خیر۔ مگر سنا ہے کہ تمہیں تنخواہ بھی خاصی موٹی ملتی ہے۔ ہاں، بدنامی ہوتی سو ہوتی، اس پر طرہ یہ کہ تم ایک گھناؤنی بیوی کو اپنے گھر میں رکھتے (کیونکہ تم مجھ سے گھن کھاتے ہو، یہ بات تو مجھے خوب معلوم ہے۔) نہیں، ایسا آدمی، اب میں مانتی ہوں کہ روپے کی خاطر دوسرے کے ٹکڑے کر دے! اتنی ہوس بھر گئی ہے لوگوں میں آج کل، روپے کے پیچھے ایسے دیوانے ہوتے جا رہے ہیں کہ ان کی عقل ماری گئی۔ خود ابھی بچے ہیں اور ساہوکار بننے کی فکر لگی ہے اور کچھ نہیں تو استرے پر ریشم لپیٹ کر اسے خوب کس لیں گے اور پیچھے سے آہٹ کیے بغیر اپنے یار آشنا کی گردن اڑا دیں گے، بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دیں گے۔ ابھی کچھ دن پہلے میں نے یہ ماجرا پڑھا۔ بڑے ہی بے شرم ہو تم! میں تو بے غیرت ہوں ہی، مگر تم مجھ سے بھی بدتر۔ ان کا، وہ جو گلدستہ اڑانے والے ہیں، ان کا ذکر نہیں کرتی.....''

''آپ، اور یہ باتیں! آپ اور بھلا یہ، نستاسیا صاحبہ!'' جنرل نے بیچ بچ کے ملال میں دونوں ہاتھ جھٹک کر ٹوکا۔ ''آپ جیسی نفاست پسند، خوش ذوق، نازک خیال اور آپ کی زبان سے یہ الفاظ، یہ ایسے بول!''

''جنرل صاحب، میں نشے میں ہوں۔'' وہ قہقہہ مار کر بولی۔ ''تفریح کا موڈ ہے۔ آج میرا دن ہے، میرا خاص دن۔ میرا تیوہار، عیش کا دن، ایک زمانے سے اس دن کا انتظار تھا۔ داریا الیکسئی ونا، دیکھتی ہو تم اس گلدستے والے مسٹر کو Monsieur aux camelias کو، وہ جو ذات شریف، بیٹھے ہم پر ہنس رہے ہیں.....''

''میں بالکل نہیں ہنس رہا ہوں نستاسیا، میں تو ہمہ تن گوش بنا، بس سن رہا ہوں۔'' تو تسکی نے باوقار انداز میں اس کا توڑ کیا۔

''میں نے بھلا ان صاحب کو پانچ برس کیوں، کس لیے مصیبت میں رکھا، چھوڑ کیوں نہ دیا؟ کیا یہ اس قابل تھے؟ وہ بس ایسے ہی ہیں جیسے انہیں ہونا چاہیے..... اور اوپر سے مجھے قصوروار سمجھیں گے: اچھی تعلیم تربیت دی، رئیس زادیوں کی طرح رکھا، روپیہ، روپیہ تو کتنا بہا دیا، میرے لیے وہیں اچھے سے شریف شوہر کی تلاش کی، نہیں ملا، یہاں گانیا مل گیا۔ تم کیا سوچتی ہو: ان پانچ برسوں میں ان کے ساتھ رہی نہیں میں اور رقم وصولتی رہی، یہ سوچ کر کہ ٹھیک ہے، میرا حق ہے؟ توبہ کرو۔ میری سمجھ پر پتھر پڑے ہیں۔ اب کہتی ہو کہ لاکھ روبل اینٹھ لے اور اسے دھتا بتا دے..... اگر یہ نیچ پن ہو..... تو؟ اور سچ کہوں، ہے یہ قطعی نیچ پن..... میری تو کبھی کی شادی ہو چکتی، گانیا سے کیوں ہوتی، کسی اچھے سے ہوتی، مگر وہ اور بھی نیچ پن ہوتا۔ میں نے کاہے کی خاطر اپنی زندگی کے یہ پانچ سال جلنے کڑھنے میں کھو دیے۔ تم مانو یا نہ مانو، میں کوئی چار سال پہلے تو کسی کسی وقت اسی ادھیڑ بن میں رہا کرتی تھی: میں سیدھے سیدھے اپنی مسٹر افاناسی تو تسکی سے ہی کیوں نہ کر لوں؟ یہ بھی میں کلس کر ہی سوچتی تھی۔ کیسے کیسے خیال دماغ میں جگہ بناتے تھے۔ واقعی، میں انہیں راضی بھی کر لیتی افاناسی صاحب کو! یقین آئے تمہیں یا نہ آئے لیکن سچ، انہوں نے خود میری مرضی پوچھی تھی۔ جھوٹے منہ پوچھی۔ تم آدمی بہت کچے ہیں، قول پر قائم نہیں رہ سکتے۔ پھر وہ وقت گزرا، خدا کا شکر ہے۔ اور میں نے سوچا کہ یہ شخص ہے بھی اس قابل کہ

اس سے کلسا جائے؟ اور تب مجھ میں ان سے ایسا کینہ بھر گیا کہ اگر وہ خود بھی چاہتے تو میں ان سے شادی نہ کرتی۔ پورے پانچ برس میں نے یونہی خیالوں میں اڑا دیئے۔ نہیں، اس سے تو اچھا ہے سرراہ بیٹھنا، جہاں میری اصل جگہ ہے۔ یا پھر رگوژین کے ساتھ کچھ مزے اڑانا یا بعد میں کپڑوں کی دھلائی پر بسر کرنا۔ دیکھیے نا، میرے پاس اپنا کچھ بھی نہیں ہے۔ چل دوں گی، سب انہی کو بخش جاؤں گی، آخر چیتھڑا تک چھوڑ جاؤں گی۔ جب کچھ بھی پاس نہ ہوگا تو کون مجھے قبول کرلے گا۔ اور کیوں جاؤ، گانیا سے پوچھ لو، قبول کرے گا مجھے؟ اور تو اور فردی شینکو بھی نہیں ہاتھ تھامنے والا ....."

"فردی شینکو ممکن ہے نہ اپنائے نستاسیا، میں کھری بات منہ پر بولتا ہوں ..... مگر ہاں پرنس ضرور قبول کرلے گا۔" فردی شینکو نے بیچ میں ٹوک کر کہا۔ "آپ بیٹھی ٹسوے بہا رہی ہیں مگر ذرا پرنس کی صورت تو ملاحظہ ہو۔ میں کافی دیر سے یہی دیکھ رہا ہوں کہ....."

نستاسیا فلی پودونا نے تجسس کے ساتھ اچانک پرنس کی طرف رخ کیا۔

"کیا یہ درست ہے؟"

"جی ہاں..... بالکل درست۔" پرنس نے زیرلب جواب دیا۔

"جیسے ہوں، ایسے ہی قبول کرلیں گے۔ بغیر کسی سروسامان کے؟"

"بالکل ایسے ہی۔"

"لیجیے ایک اور شاخسانہ!" جنرل کے منہ سے نکلا۔ "پہلے ہی سے قیاس کرلینا تھا!"

پرنس نے درد بھری، گمبھیر اور تیکھی نظروں سے نستاسیا کی صورت دیکھی، جو مسلسل اسے تکے جا رہی تھی۔

"لو، ایک اور ملے!" نستاسیا نے پھر دار یا سے مخاطب ہو کر کہا۔ "یہ انہوں نے اچھے دل سے کہا ہے، میں انہیں خوب سمجھتی ہوں۔ میں نے ایک خیرخواہ پایا۔ کیا خبر، سچ ہی ہو، جو کہا جاتا ہے ان کے بارے میں کہ یہ ذرا..... جینے کا سہارا بھی تو چاہیے، اگر ایسا ہی عشق ہے کہ رگوژین والی بھی قبول ہے ..... اور یہ اپنے لیے، پرنس کے لیے!"

"آپ، نستاسیا فلی پودونا، ایک سچی صاف عورت مجھے قبول ہیں، رگوژین والی نہیں۔"

"کیا کہا میں؟ اور سچی صاف عورت؟"

"ہاں، آپ۔"

"بس، جانے دیجیے۔ یہ ناولوں کی باتیں ہیں۔ پرنس، میرے عزیز، یہ اگلے وقتوں کی فضولیات ہیں۔ آج کل کے لوگ ہوشیار ہونے لگے ہیں۔ یہ سب بکواس ہے اور شادی وادی کا ذکر کیا لے بیٹھے، تمہیں خود ایک آیا چاہیے تیمارداری کو!"

پرنس نے سنا، اپنی جگہ سے اٹھا، ایسی ہستی کی طرح جو اپنے خیالات میں اٹل ہو، لرزتی اور ڈوبتی ہوئی آواز میں یہ الفاظ ادا کیے:

"مجھے کچھ علم نہیں نستاسیا صاحبہ، آپ بجا فرماتی ہیں، میں نے نہ کچھ جانا، نہ دیکھا، مگر میں..... میں سمجھتا ہوں کہ میں نہیں، بلکہ آپ میری عزت افزائی کریں گی۔ میری کیا ہستی لیکن آپ کافی مصائب سہہ چکی ہیں اور ایسے جہنم سے پاک

Scanned with CamScanner

صاف نکل آئی ہیں تو یہ بڑی بات ہے۔ آپ کو کاہے کی شرم جو رگوژین کے ساتھ چلی جانا چاہتی ہیں؟ یہ سراسر بیہودگی ہے..... آپ نے مسز افانا سی تو تسکی کو ستر ہزار لوٹا دیئے اور کہتی ہیں کہ کچھ نہیں چاہیے، یہاں جو کچھ ہے، سب چھوڑ جائیں گی۔ بھلا کون ہے جو یہ سب کر سکے؟ نستاسیا فلی پوونا..... میں آپ سے..... محبت کرتا ہوں..... آپ پر جان قربان کر دوں گا۔ کس کی مجال ہے میرے ہوتے، جو آپ کی شان میں ایک برا لفظ کہہ جائے نستاسیا صاحبہ!....."

آخری جملے پر فردی شنکو اور لیبیدیف کی کھی کھی سنائی دی، یہاں تک کہ جنرل بھی سخت ناگواری ظاہر کرنے کو آہستہ سے کھنکارے۔ پتیت سن اور تو تسکی کو ہنسی چھوٹی جا رہی تھی، مگر انہوں نے ضبط کر لیا۔ باقی جو تھے، حیرت سے دم بخود رہ گئے۔

"..... مگر شاید ہم مفلس نہیں رہیں گے بلکہ بہت دولت مند ہوں گے نستاسیا۔" پرنس اسی دبی گھٹی آواز میں کہہ گیا۔ "میں فی الحال قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا اور افسوس کہ تمام دن گزر گیا مگر اس کی بابت کچھ بھی معلوم نہ کر سکا۔ جنیوا سوئٹزرلینڈ میں مجھے ماسکو سے ایک خط آیا تھا۔ کسی مسٹر سلازکن کا خط تھا۔ مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ میں بہت بڑی میراث کا حقدار ہوں۔ وہ خط ہے میرے پاس..... یہ رہا....."

پرنس نے واقعی جیب سے ایک خط نکالا۔

"کہیں اس شخص کا دماغ تو نہیں چل گیا ہے؟" جنرل بدبدائے۔ "واقعی بالکل پاگل خانہ ہو رہا ہے یہاں!"

لمحہ بھر کو ہر طرف خاموشی سی چھا گئی۔

"غالباً آپ نے بھی کہا تھا پرنس کہ خط سلازکن نے لکھا تھا؟" پتیت سن نے دریافت کیا۔ "یہ صاحب اپنے حلقے میں کافی نامور آدمی ہیں۔ مشہور سالیسیٹر ہیں اور اگر واقعی خط انہی کا تھا تو اس پر پورا بھروسہ کرنا چاہیے آپ کو۔ خوش اخلاقی کیجیے کہ میں ان کی لکھائی پہچانتا ہوں۔ زیادہ دن نہیں ہوئے کہ مجھے ان سے کام پڑا تھا..... اگر ایک نظر دیکھ لینے کی اجازت ہو تو ممکن ہے، میں آپ کو کچھ نہ کچھ بتا سکوں۔"

پرنس نے کچھ کہے سنے بغیر کانپتے ہاتھ سے وہ خط اس کی طرف بڑھا دیا۔

"کیا ہو گیا، ایسی کیا بات ہے؟" جنرل نیم دیوانگی کے عالم میں سبھی لوگوں کی طرف دیکھ کر بھڑک اٹھے۔ "واقعی کوئی میراث ہے؟"

پتیت سن کو خط پڑھتے دیکھ کر سب کی نظریں اسی پر سمٹ آئیں۔ ہر ایک کو جو کریدلگ گئی تھی اس میں نئی اور ہنگامی شدت پیدا ہو گئی۔ فردی شنکو کو نچلا بیٹھنا دشوار ہو گیا۔ رگوژین تشویش میں پڑ گیا اور بری طرح بوکھلا کر کبھی پرنس کو دیکھتا، کبھی پتیت سن کو۔ داریا الیکسی وناکی جان تو عالم انتظار میں گویا کانٹوں پر تھی۔ یہاں تک کہ لیبیدیف سے نہیں رہا گیا، وہ اپنے گوشے سے اٹھا اور پتیت سن کی پیٹھ پیچھے، شانوں پر سے جھک کر خط کی عبارت جھانکنے لگا۔ اس کی صورت سے اندیشہ ہو رہا تھا کہ کوئی وقت جاتا ہے جو اس حرکت کے بدلے میرے ایک گھونسا پڑے گا۔

(16)

"معاملہ پکا ہے۔" پتیت سن نے خط پھر سے تہہ کر کے اور پرنس کو دیتے ہوئے کھلے عام کہہ دیا۔ "آپ کو بھی

کسی جیل جج کے اپنی خالہ کی تصدیق شدہ وصیت کے مطابق زبردست سرمایہ وراثت میں پہنچتا ہے۔"

"یہ ہو نہیں سکتا!" جنرل نے تڑ سے گویا فائر کر دیا۔

پھر سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

پتیت سن نے جنرل ایوان فیودرووچ کو خاص طور سے مخاطب کرتے ہوئے وضاحت کی کہ پانچ مہینے ہونے آئے جب پرنس کی خالہ، یعنی ماں کی سگی اور بڑی بہن گزر گئیں۔ پرنس ان سے کبھی ملے بھی نہیں تھے۔ وہ بیٹی تھیں پاپوشن کی، جو ماسکو میں تیسری گلڈ کا ایک بیوپاری تھا، قلاش اور دیوالیہ مر گیا تھا لیکن اسی پاپوشن کا سگا بڑا بھائی، کہ حال میں ہی اس کی موت بھی ہوگئی، بڑا مشہور اور مالدار تجارت پیشہ تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے، دونوں سال بھر پہلے مہینہ بھر کے اندر اندر چل بسے۔ اس صدمے نے بوڑھے کو بیماری کے بستر پر گرا دیا اور بالآخر جان لیوا ثابت ہوا۔ بیوی پہلے ہی دنیا سے جا چکی تھی، کوئی والی وارث نہ رہا۔ لے دے کے وہی رہ گئیں پرنس کی خالہ، جو مرحوم کی سگی بھتیجی تھیں اور دوسروں کے گھر افلاس میں بسر کرتی تھیں۔ جب انہیں چچا کا ترکہ ملا تو وہ جلندر کی مریض اور مرنے کے قریب تھیں۔ فوراً انہوں نے پرنس کی تلاش شروع کر دی اور انہی سلازکن کو وکیل کر کے وصیت نامہ لکھ دیا۔ بظاہر نہ تو پرنس نے، نہ ان کے ڈاکٹر نے، جس کے یہاں وہ سوئٹزرلینڈ میں رہتے تھے، باضابطہ سرکاری اطلاع کا انتظار کیا اور نہ انہوں نے انکوائری کی بلکہ پرنس نے سلازکن کا خط جیب میں ڈالا اور خود روانگی کا فیصلہ کر لیا.....

"یہاں میں ایک بات بتا دوں....." پتیت سن نے آخر میں پرنس کو متوجہ کیا "یہ بالکل مستند ہے، اس میں کہیں کوئی اڑچن نہیں اور آپ کو سلازکن نے جو لکھا ہے اسے یوں سمجھیے کہ آپ کا معاملہ بالکل صاف اور قانونی ہے۔ جانیے کہ گویا نقد رقم آپ کی جیب میں موجود ہے، پرنس صاحب، مبارک ہو آپ کو! ممکن ہے کم و بیش پندرہ لاکھ وصول ہو جائے، ممکن ہے اس سے زیادہ۔ پاپوشن بہت ہی دولت مند تاجر تھا۔"

"واہ وا، خاندان کے آخری چشم و چراغ پرنس میشکن!" فردی شینکو چیخا۔

"ہرا!" کیدیف نے شراب کی خرخراتی آواز میں نعرہ لگایا۔

"حد ہو گئی..... میں نے تو آج ہی پچیس روبل ان کی جیب میں ڈالے، بیچارہ قلاش! ہا، ہا، ہا، کیا خیالی طلسم بندھا ہے!" حیرت کے مارے بوکھلاتے ہوئے جنرل نے کہا "اچھا تو مبارک باد مبارک ہو میری طرف سے!" وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور پرنس کو گلے لگانے بڑھے۔ ان کے بعد دوسرے بھی اٹھنے اور پرنس کی طرف بڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جو پردوں کی آڑ میں دوسری طرف ہٹ گئے تھے، ڈرائنگ روم میں نکل آئے۔ چہل پہل ہو گئی، واہ وا، مبارکباد کی صدائیں آنے لگیں، یہاں تک کہ شیمپئن کی فرمائشیں بلند ہوئیں۔ دھکا پیل اور چہکار میں کوئی کسی کی نہیں سن رہا تھا۔ لمحہ بھر کو تو حاضرین نستاسیا کے وجود سے بھی غافل ہو گئے اور بھول گئے کہ آج دعوت کا اہتمام اس کی طرف سے ہے۔ رفتہ رفتہ ہوش آیا تو سبھوں کو ایک ساتھ یاد آ گیا کہ پرنس نے ابھی نستاسیا سے رشتہ دیا ہے۔ اس خیال کا آنا تھا، مطلب یہ کہ اس صورت میں معاملہ پہلے سے دوگنا انمل بے جوڑ اور غیر معمولی ہو گیا۔ نہایت حیرت زدہ تو تسکی بے بسی سے کندھے اچکانے لگا۔ بس وہی ایک تھا جو شوس سے مس نہ ہوا، باقی سبھی لوگ بے ہنگم طریقے سے میز کے گرد ہجوم کرنے لگے۔ اس واقعے کے بعد بھی یہ

Scanned with CamScanner

کہتے پائے گئے کہ ہو نہ ہو، نستاسیا فلی پوونا اس لمحے ہوش وحواس کھو بیٹھی تھی۔ وہ اپنی جگہ بیٹھی، تھوڑی دیر تو عجیب، کھوئی کھوئی نظروں سے مہمانوں کی صورتیں تکتی رہی، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہوا کیا، وہ ذہن پر زور ڈالتی رہی۔ پھر آناً فاناً وہ پرنس کی طرف متوجہ ہوئی اور بھنویں تان کر اسے گھورنے لگے۔ یہ حالت صرف لمحہ بھر کو تھی، پھر اسے فوراً محسوس ہوا کہ یہ سب مذاق چل رہا ہے، چھیڑ چھاڑ ہے اور کچھ نہیں مگر پرنس کی صورت کچھ اور کہتی تھی۔ دیکھتے ہی، سوچ میں پڑ گئی، پھر مسکرا دی، گویا خود نہیں معلوم کہ کس بات پر ہنسی آئی ہے۔

''یعنی، میں واقعی نوابزادی ہوئی!'' اس نے آپ ہی آپ زیر لب کہا، گویا یہ بھی کیا مسخرا پن ہے۔ اتفاقاً داریا الیکسئی وناسے اس کی نظر چار ہوئی تو وہ ہنس کر بولی ''انجام تو عجیب نکلا..... میں نے یہ کب سوچا تھا..... حضرات! یہ کیا ہے، ذرا ٹھہریے، مجھ پر عنایت کیجیے! تعریف رکھیے، مجھے پرنس کے ساتھ اس رشتے پر مبارکباد دیجیے! شاید کسی نے شیمپئن کی فرمائش کی تھی۔ فردی شینکو، ذرا اٹھیے، جا کر آرڈر کر آیئے۔'' اتنے میں اتفاقاً اس کی نظر گھر کی نوعمر ملازماؤں پر گئی جو دروازے میں آ کھڑی ہوئی تھیں ''کاتیا، پاشا تم دونوں اندر آ جاؤ، میری شادی ہو رہی ہے۔ سنا تم نے؟ پرنس سے ہو رہی ہے۔ یہ پندرہ لاکھ کی حیثیت کے آدمی ہیں، پرنس میشکن، یہ مجھے اپنی بیوی بنا رہے ہیں!''

''خدا مبارک کرے بی بی، اچھا وقت ہاتھ سے نہیں دینا۔'' داریا الیکسئی وناپکاری۔ یہ ماجرا دیکھ کر اس کے ہاتھ پاؤں پھولے جا رہے تھے۔

''ہاں تو، یہاں ادھر میرے برابر آ بیٹھیے پرنس! ہاں ایسے! پینے کا سامان بھی آیا جاتا ہے۔ حضرات کیا دیر ہے، مبارک سلامت ہو جائے!''

''ہرا!'' کئی آوازیں ایک ساتھ ہوا میں بلند ہوئیں۔ اکثر حاضرین شراب پر گرے۔ ان میں رگوژین والے قریب قریب بھی تھے، اگرچہ یہ لوگ چیخے جا رہے تھے اور شور مچانے پر کمربستہ تھے لیکن ان میں سے کئی ایک حالات کے عجیب وغریب رخ اختیار کر لینے کے باوجود یہ محسوس کر چلے تھے کہ پورا منظر تبدیل ہونے والا ہے۔ کچھ ایسے تھے جن کی عقل کام نہیں کر رہی تھی، سوچتے تھے کہ کوئی انہونی بات ہو کر رہے گی۔ بہت سے کھسر پھسر کرتے تھے کہ بات نہایت معمولی سی ہے۔ پرنس لوگ کسی سے بھی شادی کر لیں، کیا بگڑتا ہے! خانہ بدوشوں میں سے لے آتے ہیں عورت۔ رگوژین بذات خود کھڑے کھڑے سب کو دیکھے جا رہا تھا۔ اس کی صورت پر ایک ٹیڑھی اور پھیکی مسکراہٹ جم کر رہ گئی تھی۔

''پرنس صاحب، ذرا ہوش میں آیئے میرے عزیز۔'' جنرل نے پہلو کی طرف سے اس کے پاس پہنچ کر آستین جھٹک کر پریشانی میں چپکے سے کہا۔

نستاسیا فلی پوونا کی نظر پہنچ گئی اور وہ زور سے ہنس پڑی۔

''نہیں، جنرل صاحب، اب میں خود نواب بیگم ہوں۔ سنا آپ نے؟ پرنس مجھ پر آنچ نہیں آنے دیں گے۔ افاناسی تو تسکی صاحب، آپ تو مبارکباد دیجیے مجھے، اب میں کسی بھی مقام پر آپ کی بیگم صاحبہ کے پہلو بہ پہلو بیٹھ سکتی ہوں، کیا خیال ہے ایسا شوہر ہو تو بڑے فائدے رہتے ہیں۔ اول تو پندرہ لاکھ، پھر پرنس، پھر ایک خوبی اور..... کہتے ہیں کہ ایڈیٹ بھی ہے۔ اس سے اچھا اور کیا؟ اب جا کر صحیح معنی میں زندگی شروع ہوگی۔ رگوژین، دیر کر دی! اپنا یہ نوٹوں کا بنڈل

اٹھالے جا، میں تو اب پرنس سے بیاہ رچاؤں گی۔ میں خود تجھ سے زیادہ مالدار ہوں!"

رگوژین کو ہوش آیا کہ یہ کیا ہو گیا۔ اس کی صورت پر ناقابل بیان غم والم کی گہری چھاپ تھی۔ اس نے دونوں بازو باہر پھینکے اور ایک آہ سینے سے پھٹ پڑی۔

"راستے سے ہٹ جاؤ!" پرنس کو اس نے ڈانٹ کر کہا۔

چاروں طرف لوگ ہنس پڑے۔

"کیا تمہارے لیے راستہ چھوڑ دیا جائے؟" داریا نے شان سے مٹک کر اس کا لفظ پکڑا "آیا بڑا وہ! روپیہ پنکتا ہے میز پر..... گنوار! پرنس تو بیاہ کر رہے ہیں اور تو دھاندلی مچانے آیا ہے!"

"میں بھی کرتا ہوں! ابھی، اسی وقت شادی کرتا ہوں۔ سب کچھ دے ڈالوں گا....."

"ارے جا، جا، بھنگڑ خانے کا شرابی۔ تجھ جیسے کو تو دھکے دے کر نکلواتی!" غصے میں داریا بوا یہاں تک کہہ گئی۔

قہقہے اور زور سے بلند ہونے لگے۔

"سنا تم نے پرنس! تمہاری منگیتر کی بولی لگا رہا ہے ایک گنوار۔" نستاسیا پرنس سے مخاطب ہوئی۔

"نشے میں دھت ہے۔" پرنس نے کہا "اور آپ سے عشق بھی کرتا ہے۔"

"بعد میں تمہیں غیرت نہیں آئے گی کیا کہ تمہاری دلہن رگوژین کے ساتھ بھاگنے والی تھی؟"

"آپ کے دماغ کو تپ گرمی چڑھ گئی تھی، اب بھی وہی بورانی حالت ہے۔"

"اور تمہیں شرم نہیں آئے گی کیا جب لوگ بعد میں کہیں گے کہ تمہاری بیوی تو تسکی کی رکھیل تھی؟" نستاسیا نے پوچھا۔

"نہیں، مجھے شرم نہیں آئے گی..... آپ کوئی اپنی مرضی سے تو تسکی کے پاس تھوڑی تھیں۔"

"کبھی تم مجھے طعنے تو نہیں دو گے؟"

"نہیں دوں گا۔"

"دیکھو، سمجھ لو، عمر بھر کا ذمہ مت لو!"

"نستاسیا فلی پوونا، میں ابھی پہلے کہہ چکا ہوں۔" پرنس نے دھیمی آواز میں، دلسوزی سے کہا "اگر آپ منظور کر لیں تو اسے عزت سمجھوں گا، میں آپ کو نہیں بلکہ آپ مجھے نوازیں گی۔ آپ میرے ان الفاظ پر طنزیہ ہنسی تھیں اور ایک آپ ہی نہیں، چاروں طرف سے مجھے ہنسی مذاق سنائی دیا۔ ممکن ہے میرے طرز کلام میں یا خود مجھ میں کوئی مضحکہ خیز بات ہو، تاہم تاکید ضرور ہے کہ اپنے انداز سے، یعنی میں..... میں خوب سمجھتا ہوں کہ عزت کیا چیز ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جو کہا تھا، سچ ہی کہا تھا۔ فی الحال آپ خود کو تباہی کی راہ پر لے جانے کے لیے آمادہ تھیں، ایسے کہ واپسی کا امکان نہ رہے، وجہ یہ کہ آئندہ کبھی خود کو اپنی اس حرکت پر معاف نہ کر سکتیں۔ حالانکہ سوچیے تو آپ کا کوئی قصور نہیں۔ یہ ہو نہیں سکتا کہ آپ کی ساری زندگی تباہ ہو چکی۔ اس سے کیا ہوتا ہے کہ رگوژین آ پہنچا، گانیا فریب دینے والا تھا؟ آپ انہی باتوں پر اپنا دماغ کیوں کھپائے جا رہی ہیں؟ جو کچھ آپ نے کیا، کم لوگ ہیں جن میں اس کی اہلیت ہوتی ہے۔ میں یہ بات پھر دہراتا ہوں۔

Scanned with CamScanner

رہا یہ کہ آپ رگوژین کے ساتھ نکل جانے والی تھیں یہ بیماری کا دورہ پڑا تھا اور کچھ نہیں۔ فی الوقت بھی آپ کی وہی حالت ہے اور بہتر ہو کہ جائیں اور بستر پر آرام کریں۔ کل آپ دھوبن کا کام کرنے نکل پڑتیں لیکن رگوژین کے ساتھ نہ ٹھہرتیں۔ آپ ایک خوددار عورت ہیں، مگر اس قدر دکھی ہو چکی ہیں کہ اب خود کو ہی درحقیقت خطاوار شمار کرنے لگی ہیں۔ آپ کو بہت دیکھ ریکھ کی ضرورت ہے اور میں رکھوں گا پورا خیال آپ کا۔ آج ہی دن میں آپ کی تصویر میری نظر سے گزری اور معلوم ہوا کہ پہلے سے صورت آشنا ہے۔ دیکھتے ہی یوں محسوس ہوا گویا آپ نے مجھے پکارا..... میں..... نستاسیا صاحبہ، میں تو عمر بھر آپ کی عزت کروں گا۔'' پرنس آخری جملے پر پہنچ کر خاموش ہو گیا۔ ایک دم اسے گویا ہوش آ گیا۔ چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ سب غور کیا کہ کن لوگوں کی موجودگی میں یہ سب میری زبان سے نکلا ہے۔

پتیت سن صورتحال کی نزاکت دیکھتے ہوئے سر جھکائے فرش پر آنکھیں گاڑے رہا۔ توتسکی نے دل میں سوچا 'یوں تو یہ شخص ایڈیٹ ہے، مگر چکنی چپڑی باتوں میں بڑا ہوشیار۔ فطرتاً۔'' پرنس نے گانیا کی سلگتی نظر بھی دیکھی جو ایک کونے سے اسے دیکھ رہا تھا کہ بس چلے تو اسے بھسم کر دے۔

''یہ ہوا شریف آدمی!'' داریا الیکسئی وناداد دیتے وقت بالکل پگھل گئی تھی۔

''آدمی تعلیم یافتہ ہے لیکن بالکل تباہ!'' جنرل نے دبی آواز میں سرگوشی کی۔

توتسکی نے اپنی فلیٹ کیپ اٹھائی اور آہستہ سے سرک جانے کے ارادے سے اٹھا۔ جنرل اور توتسکی میں آنکھ کے اشارے ہوئے، مطلب یہ کہ ساتھ اٹھتے ہیں۔

''شکریہ، پرنس، آج تک مجھ سے کسی نے اس طرح بات نہ کی تھی۔'' نستاسیا کی زبان سے نکلا۔ ''سب لوگ میرا مول بھاؤ کرتے رہے مگر کبھی کسی معقول آدمی نے شادی کی پیش کش نہیں کی۔ آپ نے سنا افاناسی توتسکی صاحب؟ آپ کو کیسا محسوس ہوتا ہے یہ جو ابھی پرنس نے کہا؟ ہے نا ذرا گری ہوئی بات..... رگوژین، تمہیں جانے کی کیا جلدی پڑی ہے؟ ٹھہرو ذرا! مگر تم ٹلنے والی آسامی نہیں ہو، مجھے دکھائی دے رہا ہے۔ ممکن ہے میں تمہارے ہی ساتھ ہو لوں۔ تم کہاں لے جانے والے تھے مجھے؟ کیوں؟''

''میکاترین گوف کو۔'' لیبیدیف نے اپنے کونے سے جواب دیا۔ رگوژین صرف جھرجھری لے کر رہ گیا اور آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا۔ گویا اپنے اوپر یقین نہ آتا ہو۔ وہ بالکل چرا گیا تھا جیسے سر پر زبردست چوٹ پڑی ہو۔

''کیا ہوا، کیا ہو گیا تمہیں میری لاڈلی؟ سب کہہ رہے ہیں کہ دورہ پڑا ہے! کیا تمہاری مت ماری گئی؟'' سہمی ہوئی داریا نے واویلا مچائی۔

''اور تم سمجھیں کہ میں اسے کمسن کو برباد کروں گی؟'' نستاسیا قہقہہ مارتی ہوئی اپنے صوفے سے اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ ''یہ میرا نہیں، افاناسی توتسکی صاحب کا طریقہ ہے: کمسنوں کو تو وہی پسند کرتے ہیں! چلو چلتے ہیں رگوژین! اپنا پیکٹ تیار رکھو! کوئی حرج نہیں جو شادی کرنا چاہتے ہو، کرو، مگر روپیہ میرے حوالے۔ کیا خبر، میں خود تم سے شادی کروں، نہ کروں۔ تم نے سوچ لیا کہ جب خود ہی شادی کی بات چھیڑی ہے تو پھر روپیہ کیا دینا، تمہارے ہی قبضے میں رہے؟ بکواس! میں شرم حیا سے ہاتھ دھو چکی! میں تو توتسکی کی داشتہ رہ چکی ہوں..... پرنس، تمہیں اب جنرل صاحب کی صاحبزادی اگلایا

ہونی چاہیے، نستاسیا مناسب نہیں ورنہ یہی جو فردی شینکو ہیں، یہی انگلیاں اٹھائیں گے تم پر، تم تو نہیں ڈرتے، مگر مجھے اندیشہ رہے گا کہ اپنے ہاتھوں تمہیں ڈبویا اور بعد میں طعنے الہنے سننے پڑیں گے۔ وہ جو تم کہتے تھے رشتہ قبول کرنے میں تمہاری عزت افزائی ہے تو اس کی حقیقت تو تسکی پر خوب روشن ہے۔ گانیا میاں اگلایا تمہارے ہاتھ سے نکل گئی اب۔ خیر ہے کچھ؟ اگر تم اس سے مول تول نہ کرتے تو وہ ضرور تمہی سے شادی کر لیتی۔ آپ سب ایسے ہی ہیں یا تو آبرو باختہ عورت سے واسطہ رکھو یا شریف عزت دار سے..... دونوں میں سے ایک چنو! نہیں تو بس بھٹکتے ہی پھرو گے..... ہشت! جنرل صاحب کو ذرا دیکھنا، کیسے منہ کھولے ہوئے ہیں....."

"یہ ہڑبونگ ہے ہڑبونگ!" جنرل نے کاندھے اچکاتے ہوئے وہی لفظ دہرایا۔ نستاسیا کی طرح وہ بھی صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ سبھی لوگ پھر سے کھڑے ہو گئے۔ نستاسیا فلی پوونا پر گویا جنون سوار تھا۔

"کیا واقعی؟" پرنس نے دونوں ہاتھ ملتے ہوئے ملال ظاہر کیا۔

"تم نے کیا سمجھا تھا؟ میں اپنی فطرت سے غیرت مند ہوں، شرم حیا کھودی تو کیا کروں! ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے مجھے لحاظ سے کمال قرار دیا تھا۔ یہ خوب کمال ہے کہ صرف اپنے آپ کو شاباش دینے کی خاطر دس لاکھ کی حیثیت اور نواب بیگم کا مرتبہ دونوں کو پاؤں تلے روند کر چلی ہے۔ کیچڑ میں دھنسنے! بتاؤ، اب اس کے بعد میں کیا تمہاری بیوی بننے کے قابل ہوں؟ افاناسی تو تسکی صاحب، آپ جائیں، دس لاکھ تو میں سچ مچ کھڑکی سے باہر پھینک چکی ہوں! پھر آپ نے یہ کیسے سوچا کہ میں گانیا سے اور ہاں آپ کے پچھتر ہزار کی خاطر خوش خوش شادی رچالوں گی؟ یہ جو پچھتر ہزار ہیں آپ کے، انہیں آپ خود سنگوائیے افاناسی صاحب (آپ تو ایک لاکھ تک بھی نہ پہنچے، رگوژین آپ سے دو ہاتھ آگے نکلا!) رہا گانیا کا معاملہ، اس کی تسلی میں خود کر دوں گی، خیال سوجھ گیا ہے اور اب میں تفریح کرنے چلی، ہوں نا بازاری عورت! دس سال تو قید میں گزار دیے، اب بھی عیش نہ کروں؟ دیکھتے کیا ہو رگوژین؟ تیار ہو جاؤ، چلتے ہیں!"

"چلیں!" رگوژین ہونکا۔ خوشی کے مارے اس کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے۔ "ارے تم لوگ..... بہت شراب پڑی ہے..... عیش کیے جاؤ۔"

"شراب کم نہ پڑے، پیوں گی میں..... میوزک ہوگا وہاں؟"

"ہوگا، سب ہوگا! اے، قریب مت آؤ!" رگوژین یہ دیکھ کر کہ دار یا نستاسیا کے قریب آ رہی ہے، بدحواسی میں دھڑکا "یہ میری ہے! سب کی سب ملکہ ہے میری! بس ختم!"

خوشی کے مارے اس کا سانس پھول رہا تھا، وہ نستاسیا کے چاروں طرف گھومتا جاتا اور سب پر چیختا۔ "قریب مت آنا!" ساری ٹولی گھس پل کر ڈرائنگ روم میں نازل ہو گئی۔ کچھ تو پینے پلانے میں لگے، کچھ شور کرنے اور قہقہے لگانے میں، سب ترنگ میں تھے، بے لگام ہو چکے تھے۔ فردی شینکو نے انہی لوگوں میں رل مل جانے کی تدبیر شروع کر دی۔ جنرل اور تو تسکی دونوں نے پھر کوشش کی کہ نظر بچا کر نکل جائیں۔ گانیا بھی ٹوپی ہاتھ میں سنبھالے ہوئے تھا مگر دم بخود کھڑا رہا، اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ گویا وہ اس تماشے کو جو سامنے چل رہا تھا، آخر تک دیکھنے پر مجبور تھا۔

"قریب مت آنا!" رگوژین چیخا۔

Scanned with CamScanner

''دھڑو کتے کیوں ہوا تنا!'' نستاسیا نے اس پر قہقہہ مارتے ہوئے ٹوکا۔ ''ابھی میں اس گھر کی مالکن ہوں۔ میں سما جائے تو دھکے دے کر باہر کر دوں تمہیں! میں نے تم سے ابھی رقم نہیں لی ہے۔ وہ پڑا ہے، اٹھاؤ۔ میرے حوالے کرو پورا بنڈل! تو اس میں پورا ایک لاکھ ہے نا؟ توبہ، کیا گھٹیا پن ہے، کیا بات ہے دار یا جی؟ تم یہ تو نہیں چاہتی ہوگی کہ میں اسے تباہ کر دوں؟ (اس نے پرنس کی طرف اشارے سے جتایا) انہیں شادی وادی سے کیا کام، انہیں تو نرس درکار ہے۔ دوسرے جنرل صاحب، یہ پرنس کی دیکھ ریکھ کر لیں گے۔ ہش، ابھی سے اس کی خاطر میں لگے ہیں۔ ذرا دیکھنا پرنس، تمہاری ہونے والی دلہن نے دوسرے سے روپیہ لے لیا، کیونکہ ہے نا بگڑی ہوئی عورت اور تم اس سے شادی رچانے چلے تھے۔ ارے تم تو رو رہے ہو، روتے کیوں ہو، دل بہت دکھ گیا؟ ارے ہنسو، جیسے میں ہنس رہی ہوں۔'' نستاسیا کہتی چلی گئی حالانکہ اس کے گالوں پر آنسو کی دو موٹی موٹی بوندیں جھلملا رہی تھیں۔ ''وقت پر بھروسہ رکھو، سب آنی فانی ہے۔ ابھی غور کر لینا اچھا، بعد میں پچھتانے سے..... ارے، یہ تم سب کے سب ٹسوے کیوں بہا رہے ہو؟..... لو، کاتیا کو بھی رونا آ گیا، کیا ہوا کاتیا جی؟ میں نے تمہارے اور پاشا کے لیے بہت کافی چھوڑا ہے۔ انتظام کر کے جا رہی ہوں۔ بس، اب رخصت! تو ایک ایماندار اچھی لڑکی تجھ سے میں نے، بدچلن عورت نے خدمت لی..... جو ہوا ہے بہتر ہی ہوا پرنس، سچ، یہی بہتر تھا، نہیں تو تم بعد میں مجھے نظروں سے گرا دیتے، ہم ایک ساتھ خوش نہ رہتے! قسمیں مت کھاؤ، مجھے یقین نہیں آئے گا اور کتنی بڑی حماقت ہوتی یہ!..... نہیں، بہتر یہی ہے کہ ہم اچھے دلوں کے ساتھ ایک دوسرے سے رخصت ہوں، نہیں تو میں خود بھی خواب و خیال کی دنیا میں بسنے والی عورت ہوں، کچھ اچھا انجام نہ ہوتا۔ کیا تم وہی نہیں ہو جسے میں نے اپنے ارمانوں میں بسا رکھا تھا؟ تم نے بجا کہا، ایک زمانے سے تم میرے خیالوں میں آباد تھے، تب بھی جب میں گاؤں میں رہی ان صاحب کے پاس، پانچ سال، تن تنہا، اکیلی، سوچتی رہتی، سوچ میں کیا کیا خیال آتے! تصور کی دنیا سے ابھرتا بالکل ایسا آدمی، جیسے تم، نیک دل، شریف، ایماندار، بھلا مانس اور انتہائی گاؤدی، جیسے تم۔ خیالی دنیا میں وہ ابھرتا کہ اچانک ظاہر ہوگا اور کہے گا 'نستاسیا فلی پوونا، آپ بالکل بے قصور ہیں، میں آپ کی دل سے عزت کرتا ہوں۔ یہاں تک ہوتا کہ خیالی محل بناتے بناتے دماغ چل جاتا..... پھر کیا ہوتا کہ وہ تصورات والا نہیں، بلکہ یہ صاحب وارد ہوتے: سال میں مہینہ دو مہینہ ساتھ رہتے، تذلیل، ڈانٹ ڈپٹ، منہ پھلانا، بے شرمی کی حرکتیں..... اور پھر چھوڑ کر چل دیتے یہ معمول تھا۔ ہزار بار سوچا کہ تالاب میں ڈوب مروں مگر بے غیرت تھی، ہمت نہ پڑی۔ مگر اب..... رگوژین تیار ہو گئے تم؟''

''تیار ہوں! قریب مت آنا!''

''بالکل تیار!'' کئی آوازوں نے ایک ساتھ ہنکارا بھرا۔

''تروئکا گاڑیاں تیار کھڑی ہیں، گھنٹی ونٹی سب!''

نستاسیا نے نقدی کا بنڈل دونوں ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

''پیارے گانیا، وہ خیال جو مجھے سوجھا: میں تمہیں کچھ صلہ دینا چاہتی ہوں، آخر سب کچھ کیوں جائے تمہارے ہاتھ سے؟ رگوژین، بتاؤ، یہ شخص تین روبل کی خاطر شہر کے دوسرے کنارے واسیلیفسکی تک رینگتا جائے گا؟''

''ضرور جائے گا!''

Scanned with CamScanner

"تو گانیا، پھر سنو! میں آخری بار تمہاری روح میں جھانک لینا چاہتی ہوں۔ تم نے پورے تین مہینے مجھے ستایا ہے۔ اب میری باری ہے۔ یہ پیکٹ دیکھتے ہو؟ اس میں ایک لاکھ ہیں۔ اسے میں ابھی، سب کے سامنے، سب کو گواہ کر کے آتشدان میں پھینکتی ہوں۔ جونہی انگاروں کے شعلے اسے اپنی لپیٹ میں لیں، آتشدان میں رینگ جاؤ، مگر دستانے بغیر، ننگے ہاتھوں، آستین چڑھا کر اندر اور وہاں سے یہ پیکٹ نکال لو! نکال لیا تو تمہارا، پورے کا پورا ایک لاکھ تمہارا، کچھ نہیں جلنے والا، ذرا انگلی کے پور جل جائیں گے تو کیا ہوا، ایک لاکھ کی رقم بھی تو ہے، سوچ لو! ہاتھ مارنے میں کچھ زیادہ وقت تو لگے گا نہیں اور میں تمہاری روح کا جلوہ شوق سے دیکھوں گی کہ تم میرے روپے کی خاطر آگ میں کیسے رینگتے ہو۔ سب گواہ رہیں کہ پیکٹ نکال لائے تو تمہارا ہی ہوگا۔ اگر آگ میں نہیں پڑتے تو یہ جل کر راکھ ہو جائے گا۔ کسی اور کو ہاتھ نہیں لگانے دوں گی! ہٹو، سب ہٹ جاؤ! میرا روپیہ ہے! رگوژین سے ایک رات کی قیمت لی ہے میں نے۔" "کیوں رگوژین؟ ہے نا میرا روپیہ؟"

"تمہارا، میرے دل کی چین، میری ملکہ، تمہارا ہی ہے۔"

"اچھا، تو سب ہٹ جاؤ۔ جو میرے جی میں سمائی ہے وہ کروں گی۔ کوئی روکے نہیں۔ فردی شینکو ذرا انگارے کریدنا۔"

"نستاسیا جی، ہاتھ نہیں اٹھ رہے۔" سٹپٹائے ہوئے فردی شینکو نے جواب دیا۔

"ہت تیری!" نستاسیا نے زور سے کہا۔ آتشدان کا چمٹا تھاما، دو سلگتی لکڑیوں کو جھٹکا، پھر سے لگایا اور جیسے ہی شعلہ اٹھا، اس نے نقدی کا پیکٹ اس میں جھونک دیا۔

ہر طرف چیخ پکار ہو گئی۔ بہتوں نے تو اپنے اوپر صلیب کا نشان تک بنایا۔

"پاگل ہو گئی ہے، دماغ چل گیا۔" چاروں طرف سے لوگ چیخے۔

"کیوں؟..... کیسا رہے؟ اس کے ہاتھ پاؤں نہ باندھ دیں؟" جنرل نے پتیت سن سے سرگوشی کی۔ "یا پھر وہاں بھیج دیں..... دیکھیے نا، دماغ الٹ گیا، پاگل..... بالکل ہی پاگل....."

"نہیں نہیں، ممکن ہے، یہ پاگل پن نہ ہو۔" پتیت سن نے بھی چپکے سے کہا۔ وہ کافور کی طرح سفید پڑ گیا تھا، کانپ رہا تھا اور نوٹوں کے سلگتے ہوئے بنڈل پر سے نظریں نہیں ہٹائی جا رہی تھیں۔

"پاگل عورت، قطعی پاگل ہے۔" جنرل نے توتسکی سے باصرار کہا۔

"میں آپ سے کہتا تھا نا کہ بڑی البیلی عورت ہے۔" افاناسی توتسکی بڑبڑایا۔ اس کا رنگ بھی کسی قدر فق ہو گیا تھا۔

"بھلا، دیکھیے تو..... بہر حال ایک لاکھ کی رقم!"

"خدایا، خدایا!" صدائیں ہر طرف سے بلند تھیں۔ دھکا پیل کرتے سبھی آتشدان کے گرد سمٹ آئے، سب اس منظر کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھے، سب ہائے وائے کر رہے تھے..... بعضے تو کرسیوں پر چڑھ گئے کہ اوروں کے سر پر سے پیر جلتا دیکھیں۔ داریا الیکسئی وناجھٹ سے دوسرے کمرے میں لپک کر گئی اور دہشت کے عالم میں کاتیا اور پاشا سے کچھ

Scanned with CamScanner

گھر پھر کرنے لگی۔ جرمن حسینہ رفو چکر ہوگئی۔

''ارے میا، رانی دیوی! تیری قدرت میں کیا نہیں!'' لیبیڈیف نے گھٹنوں کے بل نستاسیا کے سامنے گڑگڑاتے ہوئے اور آتشدان کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے التجا کی۔ ''لاکھ ہیں، ایک لاکھ! میرے چشم دید، گن کر باندھے تھے۔ میری میا، رحم کر، مجھ پر ترس کھا، آتشدان تک، بس میں اپنا یہ سفید چونڈا آگ میں جھونک دوں گا!..... میری عورت بیمار ہے، ٹانگیں جاتی رہیں۔ بچے ہیں پورے تیرہ، تیرہ سب یتیم، باپ بھی مر گئے۔ پچھلے ہفتے زمین میں دبایا، فاقوں نے مار ڈالا انہیں۔ نستاسیا صاحبہ!'' لیبیڈیف یونہی واویلا مچاتا آتشدان میں گھسنے چلا تھا۔

''ہٹ جاؤ!'' نستاسیا نے ڈانٹ پلائی اور اسے وہاں سے دھکیل دیا۔ ''سب لوگ دور رہو! گانیا، دیکھتے کیا ہو؟ جھینپو مت! گھس پڑو آگ میں! تمہارے عیش ہوں گے!''

مگر گانیا اس دن اور اس شام بہت کچھ جھیل چکا تھا اور اب آخری انہونی آزمائش میں پڑنے کی سکت نہ رہی تھی۔ سامنے چھیڑ ہوگئی، لوگ آدھوں آدھ داہنے بائیں سرک گئے اور وہ نستاسیا سے تین قدم پر بالکل آمنے سامنے کھڑا رہ گیا۔ وہ بالکل ہی آتشدان کے پاس ڈٹی ہوئی تھی اور شعلہ بار نظروں سے اسے برابر تکے جا رہی تھی۔ گانیا فراک کوٹ پہنے، ہاتھ میں ٹوپی پکڑے، دستانے چڑھائے، نستاسیا کے عین بالمقابل خاموش اور لاجواب، سامنے ہاتھ باندھے کھڑا ہوا آگ کے شعلوں کو بے خیالی سے دیکھ رہا تھا۔ ہوائیاں اڑتے ہوئے چہرے پر دیوانگی کی مسکراہٹ ماری ماری پھر رہی تھی۔ واقعی اس کی نظریں آتشدان سے جل کر راکھ ہوتے پیکٹ سے نہیں ہٹتی تھیں..... مگر ایسا معلوم ہوا گویا کوئی نئی بات اس کے دل و دماغ پر اتری ہے۔ گویا اس نے قسم کھا رکھی ہے کہ ہر ستم سہہ جائے گا، وہ ٹس سے مس نہ ہوا، چند لمحے گزرے ہوں گے کہ سب نے سمجھ لیا، دو روپے کے لیے آگ میں ہاتھ نہیں ڈالنے والا، وہ اپنی جگہ سے ہلنا نہیں چاہتا۔

''ارے، دیکھو، سب جلے جا رہے ہیں، بعد میں تمہیں لوگ شرمائیں گے!'' نستاسیا نے اسے للکارا۔ ''پھانسی لگا لوگے، مذاق نہیں!''

آگ اول اول تو دو ادھ سلگے کندوں کے درمیان بھڑک رہی تھی، جب اس پر نوٹوں کا بھاری بنڈل پھینک گیا اور شعلہ باتو آگ بجھ گئی لیکن نیچے کے کندے کی ایک نوک انگارا بنی ہوئی اب بھی ننھا سا نیلا شعلہ دیئے جا رہی تھی۔ آخر میں آگ کی پتلی سی لمبی زبان نکلی اور کاغذ کو چاٹنے لگی۔ کاغذ چکھتا، ٹھاکہ شعلہ لپکا اور اوپر اوپر سے کناروں پر دوڑ گیا۔ ذرا کی ذرا میں پورا پیکٹ بھڑک اٹھا اور تیز تیز شعلے بلند ہوگئے۔ سب کے منہ سے بے اختیار آہ نکلی۔

''ارے میری میا!'' لیبیڈیف اب بھی گڑگڑائے جا رہا تھا۔ آتشدان کی طرف ایک بار جھپٹا مگر رگوژین نے اسے کھینچا اور ایک طرف پھینک دیا۔

خود رگوژین کا یہ حال کہ اس کا سارا وجود ایک منجمد نگاہ بن کر رہ گیا تھا۔ نستاسیا پر سے نظریں ہٹتی نہیں تھیں، جھوم رہا تھا اور قدم بہ قدم آتش فشاں پر تھے۔

''یہ ہے شاہینہ!'' وہ منٹ منٹ بھر میں یہی لفظ دہراتا، گھوم گھوم کر دیکھتا، جس پر بھی نظر پڑ جائے۔ ''یہ ہوئی ہماری سی شان!'' وہ عالم سرخوشی میں پکار کر کہتا ''بھلا کون ہے تم خبیثوں میں، جو یہ تماشا کر سکے؟ کیوں؟''

Scanned with CamScanner

پرنس غمزدہ اور بے زبان یہ سب دیکھ رہا تھا۔

''ہزار کی رقم تو دانتوں میں پکڑ کر کھینچ لیتا میں!'' فردی شینکو نے گویا اپنا منشا ظاہر کیا۔

''دانتوں سے تو میں بھی نکال لاتا!'' سب کی پشت پر سے گھونسے والے مسٹر نے قطعی مایوسی کے جنون میں دعویٰ کیا۔ ''لعنت ہو خدا کی، لعنت! جل گیا، سارے جل جائیں گے!'' لپکتے شعلوں کو دیکھ کر اس کی زبان سے نکلا۔

''جل رہے ہیں، جل کر راکھ ہو رہے ہیں!'' سب نے بیک آواز کہا اور سبھی لوگ آتشدان کی طرف بے تحاشا جھپٹے۔

''گانیا، نحوست، آخری بار کہتی ہوں!''

''گھس پڑو!'' فردی شینکو شدید بوکھلاہٹ میں گانیا پر جھپٹ کر اور اس کی آستین کھینچ کر چیخا۔ ''دیکھتے کیا ہو، گھس پڑو، شعبدہ باز، رقم جل رہی ہے! ہت تیرے کی منحوس!''

گانیا نے زور سے فردی شینکو کو جھٹک دیا اور خود دروازے کی طرف بڑھا۔ مگر ابھی دو قدم نہ چلا تھا کہ چکرا کے فرش پر دھم سے گرا۔

''بے ہوش ہو گیا!'' ہر طرف شور مچ گیا۔

''ہائے رے میری میا، جل گئے سب!'' لیبیدیف نے ماتم کیا۔

''مفت میں آگ لگ گئی!'' ہر طرف شور ماتم تھا۔

''کاتیا، پاشا، انہیں پانی۔ پھٹکوی!'' نستاسیا نے آواز لگائی۔ جلدی سے آتشدان کی چمٹی تھام کر نوٹوں کا بنڈل آگ میں سے نکال لیا۔

باہر کا جو کاغذ تھا، وہ قریب قریب سبھی جل کر راکھ ہو چکا تھا لیکن ایک نظر میں معلوم ہو گیا کہ آگ نے اندر کاغذ چھوئے تک نہیں تھے۔ نوٹوں پر اخباری کاغذ کی تین تین تہیں چڑھی تھیں، نوٹ سلامت بچ گئے۔ سب نے کھل کر اطمینان کا سانس لیا۔

''ہزار دو ہزار کے نوٹ برباد ہوئے، باقی کا کچھ نہیں بگڑا۔'' لیبیدیف نے پگھل کر بالآخر کہہ دیا۔

''یہ تمام رقم اس کی ہے، سارا بنڈل اس کا۔ سنتے ہیں آپ صاحبان!'' نستاسیا نے وہ پیکٹ گانیا کے پہلو میں رکھ کر بآواز بلند سب کو سنایا۔ ''روپے پر گرا نہیں، خود کو تھامے رہا۔ مطلب یہ کہ روپے کی ہوس تو ہے، مگر اپنی عزت آبرو کا پاس اس سے زیادہ ہے۔ کوئی بات نہیں، عقل آ جائے گی! نہیں تو ایسا آدمی ہے کہ کسی کے ٹکڑے کر دے..... لو، اسے ہوش آنے لگا۔ جنرل صاحب، ایوان پتروویچ، داریا بوا، کاتیا، پاشا، رگوژین تم سب نے سن لیا نا؟ یہ رقم اس کی ہے، گانیا کی۔ میں یہ اسے نجی طور پر اسی کو دیے جا رہی ہوں۔ یہ اس کا صلہ ہے..... کیوں اور کس بات کا اس سے کسی کو مطلب نہیں۔ بتا دینا اسے۔ یہیں اس کے پاس پیکٹ پڑا رہنے دو..... رگوژین، چلو، قدم بڑھاؤ! رخصت! پرنس، پہلی بار کوئی انسان ملا تھا! خیر، اب الوداع! افاناسی تو تسکی صاحب، Mersi[22]!''

آگے آگے رگوژین اور نستاسیا اور ان کے پیچھے رگوژین کی ساری ٹولی، دھوم مچاتی، شور پکار کرتی، سارے کمروں میں گونجتی، دھکا پیل کرتی روانہ ہوئی۔ ہال میں پہنچے تو گھر کی چھوکریوں نے نستاسیا کو فرکوٹ پہنایا، باورچن مارفا باورچی خانے سے دوڑتی ہوئی آئی۔ نستاسیا نے ایک ایک کر کے سب کو رخصتی پیار کیا۔

Scanned with CamScanner

''تو کیا سچ مچ آپ بی بی، ہمیں بالکل چھوڑ کر چل دیں؟ یہاں سے کہاں جائیں گی؟ وہ بھی ایسے دن؟ یہ سالگرہ کے دن؟'' سسکیاں بھرتی ہوئی لڑکیوں نے اس کے ہاتھ چومتے وقت پوچھا۔

''سڑک پر جاؤں گی، وہیں ہے میری جگہ۔ سن لیا تم نے کاتیا؟ نہیں تو اوروں کے کپڑے دھو کر بسر کروں گی۔ افاناسی صاحب کے ساتھ بہت ہو لیا۔ انہیں میرا آداب کہنا اور برائی سے یاد مت کرنا مجھے!''

پرنس بے تحاشا باہر کے دروازے کی طرف دوڑا جہاں وہ سب لوگ تروئکا گاڑیوں میں بیٹھ رہے تھے۔ گاڑیاں چار تھیں اور گھوڑوں کے گلے میں گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ جنرل نے لپک کر اسے زینے میں ہی جا لیا۔

''پرنس، میری مانو، ہوش میں آؤ۔'' جنرل نے پرنس کا بازو تھام کر سمجھایا۔ ''جانے دو۔ دیکھتے ہو، کیا عورت ہے یہ! باپ کی طرح تمہیں سمجھاتا ہوں، مان جاؤ۔''

پرنس نے نظر بھر کے جنرل کو دیکھا لیکن ایک لفظ بھی زبان سے نکالے بغیر بازو چھڑایا اور دوڑا ہوا نیچے اتر گیا۔

باہر کے گیٹ پر، جہاں سے چاروں تروئکا گاڑیاں ابھی نکل چکی تھیں، جنرل کو نظر آیا کہ پرنس نے پہلے ہی کوچوان کو روکا اور پکار کر کہا کہ اگلی تروئکا گاڑیوں کے پیچھے لے چلو، یکاترین گوف۔ پھر جنرل کا نفیس مشکی بڑھا اور جنرل کو سوار کرا کے دلکی چال سے گھر کی طرف لے چلا۔ وہ نئی امیدیں، نئے نقشے ذہن میں لیے اور ہاں موتیوں کی مالا سنبھالے ہوئے گھر جا رہے تھے۔ مالا اٹھانا بہرحال وہ نہیں بھولے۔ معاملات کی جمع تفریق میں دو ایک بار نستاسیا کی دلفریب تصویر ان کی آنکھوں میں پھر گئی اور انہوں نے آہ سرد بھری:

''افسوس، صد افسوس! غارت ہو گئی، یہ عورت! دیوانی تھی بالکل!..... خیر، سہی۔ پرنس کو اب نستاسیا فلی پونا تو نہیں چاہیے!''

نستاسیا فلی پونا کے دو اور مہمان جنہوں نے تھوڑی دور ٹہلتے ہوئے جانا طے کیا تھا آپس میں اسی قبیل کی اخلاق آموز اور وقت نصیحت کی باتیں کرتے جا رہے تھے۔

''آپ کو معلوم ہے تو تسکی صاحب، یہ وہی ہوا جیسا کہ جاپانیوں میں ہوتا سنا ہے۔'' ایوان پتیت سن نے اپنے ہمراہی کو بتایا۔ ''کہتے ہیں کہ جس شخص کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو، وہ زیادتی کرنے والے کے پاس جاتا ہے اور کہتا ہے 'تم نے میری توہین کی تو اب میں آیا ہوں، تمہاری آنکھوں کے سامنے اپنا پیٹ چاک کروں گا۔' یہ کہہ کر واقعی وہ مدعی علیہ کے سامنے اپنا پیٹ چاک کر ڈالتا ہے اور یوں کوئی غیر معمولی تسکین ضرور مل جاتی ہوگی گویا اس نے اپنا انتقام لے لیا۔ دنیا میں بھی کیا کیا کریکٹر پڑے ہوئے ہیں افاناسی صاحب!''

''تو آپ کا مطلب ہے کہ یہاں بھی اسی قبیل کا واقعہ ہوا؟'' افاناسی تو تسکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''ہونہہ! آپ نے بڑی ذہین اور لاجواب مشابہت نکالی۔ بہرحال، آپ نے اپنی آنکھوں دیکھ لیا، عزیز من، ایوان پتروویچ کہ جو کچھ میرے بس میں تھا، میں نے سب کیا، کوئی کسر نہیں چھوڑی، جو بات امکان سے باہر ہو، اس میں بھلا میرا کیا اختیار، آپ اس سے تو اتفاق کریں گے نا؟ تاہم اس سے بھی اتفاق کرنا ہوگا کہ اس عورت میں بعض بڑے کمال کی صلاحیتیں موجود ہیں..... جگمگاتی خصوصیات ہیں۔ میں تو تبھی اس کے منہ پر پکار کر کہنا چاہتا تھا، اگر اس ہڑبونگ میں طبیعت

Scanned with CamScanner

گوارا کرتی تو کہہ دیتا کہ جتنے الزام اس نے میرے سر دھرے ہیں، ان کا بہترین جواب اور جواز وہ بذات خود موجود ہے۔ آپ ہی کہیے، کون ہے جو کسی نہ کسی وقت اس عورت کا اسیر نہ ہو جائے، یہاں تک کہ اسے بھلے برے کی تمیز نہ رہے؟..... اور یہ کہ، بس! اب اسی موٹی عقل کے گنوار پگوژین کو دیکھیے، ایک لاکھ اس کی خاطر لا کر ڈال دیا! مان لیا کہ یہ سب، جو بھی یہاں واقع ہوا، صرف رفتنی گزشتنی تھا، رومانٹک تھا، خلاف تہذیب تھا، مگر تھا کس قدر رنگیلا، کتنا انوکھا..... یہاں تو آپ خود اتفاق کریں گے۔ افوہ! خدایا، اس طرح کا کریکٹر اور ایسا حسن، کیا کچھ ہونا ممکن تھا! مگر باوجود تمام کوششوں کے، تعلیم و تربیت پر بھی کچھ کم تو..... خیر، سب ڈوب گیا۔ بن ترشا ہیرا ہے..... یہ بات میں پہلے بھی کئی بار کہہ چکا ہوں....." یہ کہہ کر اناناسی تو تسکی نے بہت گہرا سانس لیا۔

حواشی:

(1) کرامزین، نکولائی (1766ء۔1826ء) عظیم روسی مصنف اور تاریخ داں۔ (ایڈیٹر)
(2) ماری، مجھے تم سے محبت ہے۔
(3) ہماری پیاری ماری، سلام۔
(4) ماری، ہم تمہیں چاہتے ہیں۔
(5) لیون چل دیئے، چل دیئے ہمیشہ کے لیے۔
(6) پیاری بابیت۔
(7) تحیہ قبل از وقت۔
(8) میرے شوہر غلطی پر ہیں۔
(9) غلط، در غلط۔
(10) اگرچہ صداقت نہیں اس میں۔
(11) Athos, Porthos, Aramis..... دوما کے ناول "Three Musketeers" کے تین کردار جو رزم و بزم میں ساتھ رہتے ہیں۔ (ایڈیٹر)
(12) ہے کوئی ان سنی بات۔
(13) لرمنتوف میخائیل (1814ء۔1841ء) عظیم روسی شاعر (ایڈیٹر)
(14) ہنسی اس کی جو سب کے آخر میں ہنسے۔
(15) پیراگوف، نکولائی (1810ء۔1881ء)..... روس کا نامور فوجی سرجن (ایڈیٹر)
(16) نیلاتن، اگستے (1807ء۔1873ء)..... تمام یورپ میں شہرت یافتہ فرانسیسی سرجن جو نپولین سوم کا معالج تھا (ایڈیٹر)
(17) وقت گزاری کا مشغلہ۔
(18) کریلوف، ایوان (1769ء۔1844ء)..... روسی زبان کا مشہور حکایت نویس (ایڈیٹر)
(19) کثرت کے سبب انتخاب دشوار۔
(20) سچا، کھرا۔
(21) "ترونکا"..... تین گھوڑوں کی خاص روسی گاڑی۔ (ایڈیٹر)
(22) شکریہ۔

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

حصہ دوم

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

(1)

نستاسیا فلی پودنا کے مکان پر اس شام کی واردات کے دو دن بعد (جس پر ہم نے اپنی کہانی کا حصہ اول تمام کیا) پرنس میشکن نے غیب سے ملنے، والی اپنی میراث حاصل کرنے کی خاطر پیتر سبورگ سے ماسکو پہنچنے کی جلدی کی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ روانگی میں اتنی جلدی مچانے کے اور بھی اسباب ہو سکتے ہیں، مگر اس بارے میں یا یہ کہ ماسکو میں پرنس کی کیا مصروفیات رہیں یا پیتر سبورگ سے مسلسل غیر حاضری کے متعلق ہماری معلومات بہت ناقص ہیں۔ پورے چھ مہینے وہ اس شہر سے غائب رہا، یہاں تک کہ وہ لوگ جنہیں اس کے مستقبل کی خیر خبر رکھنے کی کوئی نہ کوئی وجہ تھی، اس تمام مدت میں پرنس کی بابت نہ جاننے کے برابر ہی جان سکے۔ کبھی کبھار اتفاقاً بعض لوگوں تک افواہیں ضرور گشت کرتی ہوئی آ جاتی تھیں مگر وہ بھی بیشتر عجیب و غریب اور ہمیشہ ہی ایک دوسری سے متضاد افواہیں ہوا کرتی تھیں۔ پرنس کا حال جاننے کا شوق سب سے زیادہ جنرل۔یپان چین کے گھرانے کو ہی ہونا تھا کہ جانے کی جلدی میں وہ ان سے رخصت ہونے بھی نہیں گیا۔ البتہ جنرل ایک تو اسی دن اور پھر بعد میں دو تین دفعہ پرنس سے ملا۔ دونوں میں کسی مسئلے پر سنجیدہ تبادلۂ خیال بھی ہوا لیکن جنرل نے اپنی اس ملاقات کا ذکر گھر میں نہیں کیا۔ گھر والوں کو بالکل علم نہیں ہوا۔ ویسے بھی شروع شروع میں یعنی کوئی مہینہ بھر تک اس گھرانے میں پرنس کا تذکرہ زبان پر لانا پسند نہیں کیا گیا۔ صرف ایک بار بالکل شروع کے دنوں میں ایسا ہوا تھا کہ بیگم جنرل کے منہ سے نکل گیا کہ "پرنس کے بارے میں ان سے ہولناک غلطی ہو گئی۔" دو تین دن گزر گئے تو نام لیے بغیر گول مول طریقے سے کہنے لگیں کہ "ان کی زندگی کی خاص صفت یہ رہی ہے کہ لوگوں کی شناخت میں برابر خطا کر جاتی ہیں۔" آخر کوئی دس دن کے وقفے سے، انہوں نے کسی بہانے لڑکیوں پر غصہ اتارتے ہوئے اشارہ جتا دیا "بہت غلطیاں ہو چکیں، اب نہیں ہوں گی۔" یہاں یہ ذکر بے محل نہ ہوگا کہ اس گھرانے میں کافی دنوں سے فضا مکدر ہو رہی تھی۔ کوئی بار خاطر، کشیدگی اور ان کہی فتنہ انگیز بات تھی۔ سب کے منہ پھولے ہوتے تھے۔ جنرل شب و روز اپنے کاموں میں الجھے رہتے، شاید ہی پہلے کبھی اتنے مصروف، اتنے کار پرداز دیکھے گئے ہوں، خصوصاً سرکاری کام کے سلسلے میں۔ گھر والوں کو اتفاق سے ہی ان کے دیدار نصیب ہوتے تھے۔ جہاں تک صاحبزادیوں کا تعلق ہے تو وہ ظاہر ہے کہ زبان سے تو کچھ کہنے والی تھیں نہیں۔ خلوت میں البتہ ممکن ہے آپس میں بات کی ہو۔ سو وہ بھی برائے نام۔ بڑی غیرت مند لڑکیاں تھیں۔ اتنی خود پسند کہ آپس میں بھی ایک دوسری سے حجاب رکھتی تھیں۔ تاہم بات پانے کے لیے لفظ خرچ کرنے کی ضرورت نہ تھی، صرف ایک نگاہ کافی ہوتی تھی۔ یوں بھی بعض اوقات ان میں بہت کہنے سننے کی نوبت نہیں آتی تھی۔

اگر کسی باہر کے آدمی کو اس صورتحال کے مشاہدے کا موقع ملتا تو وہ صرف اس نتیجے پر پہنچتا کہ جو کچھ بیان ہوا ہے، بیان میں تفصیلات کی کمی سہی، پھر بھی اس سے یہ طے ہے کہ پرنس نے جنرل کے گھر والوں پر کوئی خاص اثر ضرور

Scanned with CamScanner

چھوڑا۔ اگرچہ وہ اس گھر میں ایک ہی بار آیا تھا اور وہ بھی رواروی میں۔ ممکن ہے یہ نقش عام قسم کے تجسس کا نتیجہ ہو محض اس لیے پیدا ہوا کہ پرنس بعض انوکھے واقعات سے گزرا ہے۔ حقیقت جو کچھ بھی ہو، پرنس کی شخصیت کا تاثر بہرحال برقرار تھا۔

شہر میں جو افواہیں پھیلی تھیں وہ رفتہ رفتہ لاعلمی کے تاریک پردے میں چھپتی چلی گئیں۔ لوگوں میں واقعی کسی کو کھوپڑی کے پرنس کا چرچا تھا (نام کوئی صحیح صحیح بتاتا نہیں تھا) جسے بیٹھے بٹھائے زبردست میراث ہاتھ آ گئی اور جس نے ایک مشہور فرانسیسی ناچنے تھرکنے والی سے شادی کر لی جو پیرس کے شاطودی فلورز (Chateau de fleurs) سے روس آئی ہوئی تھی۔ کچھ اور لوگ بتاتے تھے کہ نہیں، میراث تو کسی جنرل کو ملی ہے لیکن فرانس سے آئی ہوئی ایک مشہور بازاری دلاری سے شادی رچائی کسی روسی بیوپاری نے، جو بے انتہا دولت مند تھا اور عین شادی کے موقع پر نشے میں چور، اس بیوپاری نے محض واہ واہ کی خاطر (شیخی بگھارنے کے لیے) سات لاکھ کی تازہ ترین سرکاری لاٹری کے نوٹ شمع پر رکھ کر پھونک ڈالے۔ جتنے منہ اتنی باتیں مگر سب ٹھنڈی پڑ گئیں۔ وجہ یہ کہ کئی خاص حالات نے انہیں دبا دیا۔ مثلاً یہ کہ رگوژین کی سارا کی ساری پلٹن جس میں کئی ایک ایسے تھے جن کی زبانی کچھ نہ کچھ اطلاع مل سکتی تھی، یکاترین گوف عیش باغ میں بدمستی کا طوفان برپا کرنے کے ہفتہ بھر بعد اپنے سرغنہ کی سرکردگی میں ماسکو چل دی..... اور اس طوفانی شام نستاسیا بھی وہیں موجود تھی۔ گنتی کے چند لوگ جنہیں خبر کا شوق تھا، اِدھر اُدھر کی افواہوں سے انہیں پتہ چلا کہ یکاترین گوف والے ہنگامے کے دوسرے دن نستاسیا بھاگ گئی تھی، غائب ہو گئی تھی، پھر راوی کے بیان کے مطابق سراغ ملا کہ ماسکو چلی گئی ہے۔ چنانچہ رگوژین کی ماسکو روانگی سے اس افواہ کو اور تقویت مل گئی۔

غالباً گاوریلا اردالیونچ عرف گانیا صاحب کی شخصیت پر بھی افواہوں کا زور ہوا کیونکہ وہ بھی اپنے حلقے میں کافی نام و نمود رکھتا تھا مگر اس کے ساتھ ایک ایسی صورتحال پیش آئی کہ فوراً افواہیں دب گئیں اور بعد میں شر پھیلانے والوں کے منہ بند ہو گئے۔ گانیا سخت بیمار پڑا اور نہ صرف یہ کہ کہیں سوسائٹی میں نظر آنے کا امکان نہ رہا بلکہ اپنی ڈیوٹی پر بھی نہیں جا سکا۔ مہینہ بھر بعد بیماری سے افاقہ ہوا، طبیعت بحال ہو گئی لیکن اس نے جوائنٹ اسٹاک کمپنی میں ملازمت سے انکار کر دیا اور وہاں دوسرا آدمی لے لیا گیا۔ جنرل یپان چین کے گھر تو پھر اس نے کبھی صورت ہی نہیں دکھائی۔ یہاں تک کہ نیا اہلکار اس کام کو دیکھنے لگا۔ گاوریلا صاحب کے دشمنوں نے عقل لڑائی ہو گی کہ اس پر جو کچھ بیت گئی، وہ ابھی تک اس کے جھٹکے سے نکلا نہیں اور گھر سے باہر نکلتے شرماتا ہے، مگر حقیقت میں ابھی تک بیماری کے اثر سے نہیں نکلا تھا: بعض اوقات مراق کی حالت میں ہوتا، فکروں میں ڈوب جاتا اور بات بات پر بگڑ بیٹھتا۔ اس کی بہن واورا نے انہی سردیوں میں پیٹرسن سے شادی کر لی۔ جان پہچان کے لوگوں نے اس شادی کا سبب بھی یہی سوچا کہ گانیا اب ملازمت پر واپس نہیں جانا چاہتا اور صرف اتنا ہی نہیں کہ خاندان کا بار اٹھانے کے قابل نہیں رہا بلکہ اب خود حاجت مند ہو کر رہ گیا ہے اور اس کے لیے امداد کی اور دیکھ بھال کی ضرورت پڑنے لگی ہے۔

یہاں ضمناً یہ اطلاع ضروری ہے کہ جنرل یپان چین کے گھر میں کبھی گانیا کا نام کسی کی زبان پر نہیں آیا۔ گویا اس نام کا آدمی انہی کے یہاں نہیں بلکہ دنیا میں کہیں تھا ہی نہیں۔ اس اثناء میں ان کے یہاں سبھی کو خبر ہو چکی تھی (خبر بڑی

Scanned with CamScanner

تیزی سے پہنچی) کہ اس رات کیا خاص واقعہ پیش آیا۔ یہ کہ اس منحوس رات کو، نستاسیا کے مکان کی گھناؤنی واردات کے بعد گانیا جب اپنے گھر واپس آیا تو بستر پر نہیں گیا بلکہ سرسامی بے قراری کے ساتھ پرنس کی واپسی کا انتظار کرتا رہا۔ پرنس تو یکاترین گوف گیا ہوا تھا، صبح پانچ بجے کے بعد واپس ہوا۔ گانیا فوراً اس کے کمرے میں داخل ہوا اور سامنے میز پر ادھ جلے نوٹوں کا وہ بنڈل پٹک دیا جو نستاسیا اس کے عالم بے ہوشی میں تحفے کے طور پر رکھ گئی تھی۔ گانیا نے پرنس سے شدید اصرار کیا کہ سب سے مقدم اس تحفے کو نستاسیا کے پاس واپس پہنچانا ہے اور وہ کسی طرح پہنچا آئے۔ جس وقت گانیا نے پرنس کے کمرے میں قدم رکھا ہے تو وہ غصے میں بپھرا ہوا اور مایوس تھا مگر دونوں کے درمیان نجانے کیا سوال جواب ہوئے کہ اس کے بعد گانیا دو گھنٹے وہیں ڈٹا رہا اور پھوٹ پھوٹ کر روتا رہا۔ پھر پرنس اور وہ دونوں ایک دوسرے سے دوستانہ مراسم کے ساتھ جدا ہو گئے۔

یہ اطلاع جو یپان چین گھرانے کو پہنچی، جیسا کہ بعد میں تصدیق ہوا، لفظ بلفظ درست تھی۔ تھی واقعی تعجب کی بات کہ اس قسم کی روداد اتنی تیزی سے پہنچ کیسے گئی اور پھیل بھی گئی۔ مثلاً نستاسیا فلی پوونا کے مکان پر جو واقعات پیش آئے وہ یپان چین والوں کو نہ صرف یہ کہ دوسرے ہی دن معلوم ہو گئے بلکہ تقریباً صحیح تفصیلات کے ساتھ پہنچے۔ رہی گانیا اور اس کے گھر کی روداد تو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو واریا کی زبانی معلوم ہوئی ہوگی جس کا آنا جانا تینوں لڑکیوں کے پاس ایک دم بڑھ گیا تھا بلکہ بہت کم وقت کی میل ملاقات میں بہت گاڑھی چھننے لگی تھی جس پر ان کی ماں لیزاویتا بیگم کو سخت حیرت ہوتی تھی۔ یوں واریا نے یپان چین گھرانے والوں سے اتنے قریبی تعلقات قائم کرنا چاہے۔ کسی وجہ سے بھی ضروری سمجھا ہو لیکن اپنے بھائی کے بارے میں ان سے بات کرنے کی غالباً روادار نہیں تھی۔ وہ بھی اپنی وضع کی ایک ہی خوددار عورت تھی چاہے اس نے وہیں میل جول بڑھایا جہاں سے اس کے بھائی کو دھتکار دیا گیا تھا۔ جنرل کی لڑکیوں سے ان کی جان پہچان پہلے کی تھی لیکن بس دور کی صاحب سلامت۔ اب بھی وہ آتی تو ڈرائنگ روم میں بیٹھنے سے کتراتی، پیچھے کے زینے سے آتی اور لپکتی جھپکتی اوپر چلی آتی۔ لڑکیوں کی ماں لیزاویتا اگرچہ واریا کی والدہ نینا کا بڑا احترام کرتی تھیں مگر کیا مجال جو واریا کو منہ لگایا ہو، نہ پہلے نہ اب۔ وہ کچھا کھڑی رہتی تھیں۔ واریا سے اپنی بیٹیوں کے میل جول پر انہیں تعجب ہوتا، ناگواری ہوتی اور یہ خیال گزرتا کہ بیٹیوں کے دماغ میں خناس بھرا ہے جو "ہر بات میری مرضی کے خلاف کرنے کی ترکیبیں ہی سوچتی رہتی ہیں۔" واریا بہرحال شادی سے پہلے بھی اس گھر میں آیا کرتی تھی، شادی کے بعد بھی آتی جاتی رہی۔

پرنس کو گئے ابھی ایک مہینہ ہوا ہوگا کہ بیگم جنرل کو بوڑھی نوابزادی بیلوکونسکایا کی طرف سے ایک خط موصول ہوا۔ یہ محترمہ کوئی دو ہفتہ پہلے ماسکو میں شادی شدہ اپنی بڑی بیٹی کے یہاں گئی تھیں۔ خط کا آنا تھا کہ بیگم جنرل کے طور طریق میں فرق آ گیا۔ اگرچہ انہوں نے نہ بیٹیوں کو اس کے بارے میں کچھ بتایا، نہ شوہر کو۔ تاہم کئی علامتیں ایسی نمودار ہوئیں جن سے کنبے پر روشن ہو گیا کہ اس خط نے بیگم صاحب کو چونکا دیا بلکہ جھنجھوڑ دیا ہے۔ اپنی بیٹیوں سے بات کرنے میں کوئی عجیب خصوصیت برتنے لگیں اور خلاف معمول سوالوں پر زبان کھولنے لگیں۔ غالباً کوئی بات کہہ ڈالنے کو بے تاب تھیں مگر ٹال گئیں۔ جس روز وہ خط ملا ہے، بیگم جنرل بیٹیوں کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آئیں، اگلایا اور ادے لائیدا کو تو انہوں نے چوم بھی لیا۔ کسی بات پر انہیں لڑکیوں کے سامنے پشیمانی سی تھی مگر کس بات پر تھی پتہ نہیں چل سکا۔ یہاں تک کہ ایوان

Scanned with CamScanner

یہاں جن، جن سے وہ کوئی ایک مہینے سے بگڑی بیٹھی تھیں، راتوں رات قابل احترام ہستی بن گئے۔ یہ ضرور ہے کہ دوسرے دن اپنی کل کی جذباتیت پر انہیں افسوس ہوا اور ابھی شام کے کھانے کا وقت نہ ہوا تھا کہ سب سے جھگڑا مول لے لیا لیکن رات ہوتے پھر من گئیں، مطلع صاف ہو گیا۔ قصہ مختصر یہ کہ پورے ہفتے بیگم صاحبہ کافی خوشگوار موڈ میں رہیں، حالانکہ یہ بات ایک زمانے سے معمول کے خلاف تھی۔

پھر کوئی ہفتے عشرے کے اندر مادام بیلوکونسکایا کا ایک اور خط آ پہنچا اور اب کی بار بیگم صاحبہ نے طے کر لیا کہ بات اپنے تک نہیں رہنے دیں گی۔ انہوں نے شان سے اعلان کیا کہ بڑی بی بیلوکونسکایا کے خط میں (نوابزادی صاحبہ کو ان کے پس پشت بلاناغہ اسی لفظ بڑی بی سے یاد کیا کرتی تھیں) کافی اطمینان بخش خبریں لکھی ہیں اس کے بارے میں، کیا نام ان کا" وہ جو عجیب سے تھے نا، پرنس!" ان کی بابت۔ بڑی بی نے ماسکو میں ان کا اتہ پتہ نکال لیا، اچھی اطلاعات ملی ہیں، کوئی بہت اچھی بات علم میں آئی ہے۔ پرنس آخر خود ہی ان کے ہاں آئے اور ان کے دل پر بہت اچھا، غیر معمولی اثر کیا ہے۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑی بی نے ان پرنس سے کہہ رکھا ہوگا کہ روزانہ ایک سے دو بجے کے درمیان ہو جایا کریں، چنانچہ وہ ہر روز بلاناغہ ان کے پاس پہنچتے ہیں اور ابھی تک وہ اکتائی نہیں۔" بات ختم کرتے کرتے بیگم صاحبہ نے یہ اور بڑھا دیا کہ بڑی بی کے توسط سے دو تین اعلیٰ خاندانوں میں بھی پرنس کی رسائی ہو گئی ہے۔" اچھا ہی ہوا اب ایک جگہ چپک کر بیٹھے نہیں رہیں گے اور بدھوؤں کی طرح لوگوں سے شرمایا نہیں کریں گے۔" لڑکیوں کو سنانے کے لیے یہ سب کہا گیا تھا، فوراً بھانپ گئیں کہ اماں جان اس خط کی بہت سی باتیں ہضم کر گئی ہیں۔ ممکن ہے لڑکیوں کو پہلے ہی پتہ چل گیا ہو واروارا کے ذریعے جو باخبر ہو سکتی تھی اور تھی بھی۔ جو کچھ پتیت سن کو پرنس کے اور ماسکو میں اس کے قیام کے متعلق معلوم ہوا تھا، وہی سب واروارا کو معلوم ہو گیا۔ پتیت سن کو بہرحال اوروں کے بہ نسبت کہیں زیادہ اطلاع تھی مگر آدمی وہ ایسا تھا کہ اپنے کام سے کام، کہنے سننے میں غیر معمولی محتاط۔ البتہ واریا کو بتا دیا کرتا تھا۔ یہ بھی ایک فوری وجہ تھی کہ بیگم جنرل نے واریا کو پسند نہیں کیا۔

بہرحال جو بھی ہو، برف پگھلی اور پرنس کے متعلق بآواز بات کرنے کی راہ کھلی۔ اس سے قطع نظر، یہ بات بھی کھل کر سامنے آ گئی کہ پرنس نے اس گھرانے میں اپنا کیا غیر معمولی نقش بٹھایا، کس قدر حد سے بڑھا ہوا اشتیاق جگایا ہوگا..... جو تا حال برقرار ہے۔ بیگم جنرل خود بھی حیران ہوئیں کہ ماسکو کی خبروں کا ان لڑکیوں پر کتنا اثر ہوتا ہے اور لڑکیوں کو اپنی ماں پر تعجب آتا تھا کہ بڑی شان سے یہ سنا چکنے کے بعد کہ" زندگی کی خاص صفت یہ رہی ہے کہ لوگوں کی شناخت میں برابر خطا کر جاتی ہیں۔" اب وہ ماسکو میں مقیم" بے پناہ" بڑی بی سے پرنس کے حق میں برابر خاص توجہ کی امیدوار تھیں، اس کی خاطر خدا اور مسیح کے واسطے بھی دینے پڑتے تھے کیونکہ بڑی بی بعض خاص موقعوں پر خفا بھی رہ چکی تھیں۔

خیر، تو جیسے ہی برف پگھلی اور نئی ہوا چلی، جنرل نے بھی اپنا خیال ظاہر کرنے میں دیر نہیں کی۔ پتہ چلا کہ جنرل صاحب کی نظر التفات اوروں سے بھی زیادہ تھی۔ انہوں نے" معاملے کے صرف کاروباری پہلو" کے بارے میں بتایا۔ معلوم یہ ہوا کہ جنرل نے پرنس کے فائدے کی خاطر ماسکو میں ہی دو نہایت قابل اعتماد اور بااثر صاحبان کو لگا دیا ہے کہ وہ پرنس پر اور خاص کر اس کے وکیل سلازکن پر نظر رکھیں میراث کے بارے میں، یعنی میراث کی حقیقت کی بابت جو کچھ سنے

Scanned with CamScanner

میں آیا تھا، اس کی تصدیق ہوگئی مگر یہ بھی کہ بالآخر میراث اتنی بڑی نہیں نکلنے والی جیسا کہ شروع میں خیال تھا۔ جائیداد آدھی تو جھنجھٹ میں پھنسی ہے۔ قرضے نکلے، کچھ قرض خواہ اور دعویدار نکل آئے اور پرنس کو حالانکہ قانونی مشورے دیئے گئے، سمجھایا گیا۔ پھر بھی اس نے عملی ہوشیاری سے کام نہیں لیا۔ جنرل نے کہا "خدا اور دے۔" اب جبکہ "مہر سکوت" ٹوٹ چکی تھی، جنرل نے "پورے خلوص دل سے" بخوشی اظہار کر دیا کہ اگرچہ "یہ صاحبزادے عقل سے ذرا وہ ہیں" پھر بھی فلاں بات کے لائق ہیں۔ ادھر یہ ہوا کہ پرنس بے وقوفی کرتا چلا گیا: مثلاً مرحوم بیوپاری کے قرض خواہ آئے، ایسی دستاویزیں لائے جن پر اختلاف ہو سکتا تھا یا جعلی کاغذ یا بعضوں کو پرنس کے بارے میں سن گن ملی اور وہ یونہی کاغذ پتر لیے بغیر آپہنچے..... پھر کیا ہوا؟ پرنس نے قریب قریب سبھی کو دے دلا کر خوش کر دیا، حالانکہ دوستوں نے بہتیرا سمجھایا تھا کہ یہ ٹٹ پونجیے اور قرض خواہ ناحق کے دعوے لیے پھرتے ہیں۔ پرنس نے سب کے منہ اس لیے بھرے کہ اصلیت ظاہر ہوئی تھی کہ ان میں سے بعضوں کو واقعی نقصان پہنچ چکا ہے۔

بیگم جنرل نے سنا تو بتایا کہ بیلوکونسکایا نے بھی اپنے خط میں اسی طرح کی باتیں لکھی ہیں۔ "یہ حماقت سے سخت بیماری ہے۔ احمقوں کا کوئی علاج نہیں۔" وہ گرم ہو کر بولیں، لیکن ان کے تیوروں سے ظاہر تھا کہ وہ اپنے اس "احمق" کے فعل سے دل ہی دل میں خوش ہیں۔ ساری باتوں کے آخر میں جنرل نے نوٹ کیا کہ ان کی رفیقۂ حیات پرنس کے معاملات میں اس قدر منہمک ہیں گویا وہ ان کا حقیقی فرزند ہو اور یہ کہ اگلایا بیٹی پر ان کی شفقت بے حد بڑھ گئی ہے۔ یہ دیکھ کر جنرل ایوان فیودروویچ نے کچھ عرصے کے لیے کاروباری روکھا پن اختیار کر لیا۔

تاہم یہ خوشگوار فضا بہت دنوں برقرار نہ رہ سکی۔ صرف دو ہی ہفتے گزرے ہوں گے کہ پھر یکایک تبدیلی آ گئی۔ بیگم صاحبہ کی ناک بھوں چڑھ گئی اور جنرل نے بار بار بے بسی سے شانے اچکائے اور پھر "خاموشی کی برف تلے" ٹھنڈے پڑ گئے۔ واقعہ یہ تھا کہ ابھی دو ہفتے پہلے جنرل کو سردست ایک اطلاع پہنچی، مختصر ہونے کے سبب اگرچہ بات صاف نہیں ہوتی تھی، تاہم اطلاع تھی اعتماد کے قابل اور یقینی، یہ کہ نستاسیا فلپوونا جو ماسکو میں لاپتہ ہو گئی تھی، رگوژین نے بعد میں وہیں اس کا سراغ نکال لیا، پھر دوسری بار چل دی اور پھر اس نے کھوج لیا..... آخر تنگ آ کر اس نے رگوژین سے شادی کا حتمی وعدہ کر لیا۔ اس بات کو ابھی دو ہی ہفتے ہوئے تھے کہ عالی جناب جنرل صاحب کو بیٹھے بٹھائے پرچہ لگا کہ نستاسیا تیسری بار شادی کی رسم ادا ہوتے ہوتے، عین وقت رفو چکر ہو گئی اور اس بار کہیں دور کے علاقے میں نکل گئی ہے۔ اسی اثناء میں پرنس میشکن بھی اپنے سارے معاملات وکیل سلازکن پر چھوڑ چھاڑ کر ماسکو سے غائب ہے" وہ اس کے ساتھ فرار ہوا یا اس کے تعاقب میں، کچھ کہا نہیں جا سکتا مگر دال میں کالا ضرور ہے۔" جنرل نے نتیجہ اخذ کیا۔ بیگم صاحبہ کو بھی ان کے ذریعے سے ناگوار خبریں ملیں۔ انجام کار ماسکو سے پرنس کو نکلے ہوئے دو مہینے گزر گئے تو اس کے تعلق سے جتنی افواہیں پیترسبورگ میں زندہ تھیں، سبھی نے دم توڑ دیا۔ یہاں چین کے گھرانے میں پھر "خاموشی کی برف" پگھلنے کی نوبت نہیں آئی۔ گانیا کی بہن وارورا "بہرحال ان لڑکیوں سے ملنے اب بھی آتی رہتی تھی۔

ان تمام افواہوں اور خبروں کا باب بند کرنے کے لیے ہم یہاں اتنا اور کہہ دیں کہ موسم بہار آتے آتے یہاں گھرانے میں اتنا کچھ اتھل پتھل ہو گیا کہ پرنس کو بھول بھال جانا آسان تھا اور پرنس نے بھی نہ تو اپنی کوئی خیر خبر بھیجی، نہ

Scanned with CamScanner

غالباً بھیجی جاسکی۔ تمام سردیاں فیصلے تک پہنچنے میں گزریں اور آخر کار یہ پایا کہ امسال گرمیاں باہر ملک کے سوا
جائیں یعنی ماں بیٹیاں سفر پر روانہ ہوں۔ جنرل کے لیے بھلا کہاں ممکن تھا کہ "خانگی خوشی تفریح" پر اپنا وقت
پھریں۔ سفر کا فیصلہ بھی ان لڑکیوں کی آئے دن کی ضد اور زبردستی سے ہی کیا گیا۔ جن کے دماغ میں یہ بات جم گئی تھی
ملک سے باہر جانے کی قدغن صرف اس لیے لگی ہے کہ والدین کو دن رات ان کے شادی بیاہ کی فکر ہے اور لڑکے جوڑے
جا رہے ہیں۔ ممکن ہے والدین نے بھی اپنے دل میں سوچ لیا ہو کہ دولہا تو سرحد پار بھی مل سکتے ہیں اور گرمی کے صرف
تین مہینے باہر گزار لینے سے کچھ نہیں بگڑتا، البتہ یہ ممکن ہے کہ "کچھ بات بن جائے۔" یہ بھی بتا دیا جائے کہ ظاہر
تو تسکی اور جنرل کی بڑی لڑکی کے رشتے کی جو بات تھی وہ ٹوٹ گئی۔ ادھر سے رسمی پیغام آیا ہی نہیں۔ آپ سے آپ ایسا
م ا، نہ فریقین میں اس پر کہا سنی ہوئی، نہ خاندانوں میں کوئی تناتنی کی نوبت آئی۔ جب سے پرنس روانہ ہوا دونوں ڈرے
چپ ہو کر بیٹھ رہے۔ مجملہ اور اسباب کے یہ واقعہ بھی پان چین خاندان کی فضا مکدر ہو جانے کا ایک سبب تھا۔ اگر پرنس
جنرل نے تبھی کہہ ڈالا کہ مجھے تو اتنی خوشی ہے کہ "دونوں ہاتھوں سے اپنے اوپر مصیبت کا نشان بتلاؤں۔" اور شکر ادا کریں۔
جنرل اگرچہ ان دنوں بجھے ہوئے تھے اور خود کو ہی قصوروار شمار کرتے تھے، تاہم کافی عرصے تک بھولے رہے۔ انہیں
کراغانا ہی تو تسکی کا افسوس ہوتا تھا۔ "اتنی بڑی جائیداد، ایسا سلیقہ مند آدمی" زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ جنرل کو خبر ملی کہ تو تسکی
تو باہر سے آئی ہوئی اعلیٰ سوسائٹی کی ایک فرانسیسی مارکوئیس خاتون میں مبتلا ہو گئے جو شادی شدہ اور اٹلی پارٹی کی طرف دار ہے۔
شادی ہوگی اور وہ پیرس لے جائے جائیں گے اور وہاں سے کہیں اور ——— پان چین کے مقام پر۔ جنرل نے نتیجہ نکالا کہ
"فرانسیسی خاتون انہیں لے ڈوبے گی۔"

پان چین خاندان گرمیوں میں ملک سے باہر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اسی عرصے میں حالات نے ایسا
اختیار کیا کہ نئے نئے سے معاملات میں ترمیم کرنی پڑی اور سفر کو ملتوی کرنا قرار پایا ——— اسی میں جنرل اور بیگم دونوں کی
خوشی تھی۔ ہوا یہ کہ پیٹرسبورگ میں ماسکو سے ایک پرنس تی وارد ہوا۔ ایک مورآدمی، جس نے حسن صفات میں بڑا نام کیا تھا۔
وہ ان لوگوں میں سے تھا بلکہ یوں کہا جائے کہ تازہ ترین دور کے ان شریف، ایماندار اور تین عہد پیاروں میں سے جنہیں
خلوص اور شعور کے ساتھ یہ لگن رہتی ہے کہ ان سے فائدہ پہنچے، جو کام کے دھنی اور اس کیساب اور قابل قدر صفت کے مالک
ہوتے ہیں کہ ہمیشہ ہر جگہ اپنے لیے مصروفیت تلاش کر لیتے ہیں۔ خود و نمائش سے کترانے والا، شہرت جذبات سے بچنے
والا، محفلوں کی یار باشی اور نمائشی سے پرہیز کرنے والا یہ پرنس جو خود کو سب سے آگے رکھنے کا بھی روادار نہ تھا اپنے وقت
کے تازہ ترین واقعات کا اچھا خاصا گہرا شعور بھی رکھتا تھا۔ پہلے وہ سرکاری ملازمت میں تھا، پھر اسٹرگٹ پورڈ کی سرگرمیوں
میں شریک ہونے لگا۔ اس کے علاوہ روس کی کئی ایک علمی سوسائٹیوں کو بھی مفید مضامین بھیجا کرتا تھا۔ ایک نہایت اہم
ریلوے لائن ڈالنے کا جو خاکہ بنا ہوا تھا، جمع شدہ اطلاعات اور ریسرچ رپورٹوں کو سامنے رکھ کر ایک انجینئر ملاقاتی کی مدد
سے نوجوان پرنس نے اس خاکے میں ترمیم کی اور زیادہ معقول راستہ تجویز کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ عمر ہوگی کوئی پینتیس
سال۔ "اونچی سے اونچی سوسائٹی" کا آدمی تھا اور جنرل کے اندازے نے "خاصی معقول بھوں اور جھگڑے سے پاک"
جائیداد کا مالک بھی تھا۔ حسن اتفاق سے ایک نہایت سنجیدہ معاملے کے سلسلے میں اپنے افسر اعلیٰ کاؤنٹ صاحب کے یہاں

جنرل کی اس پرنس سے جان پہچان ہوگئی۔ پرنس کو بھی خاص شوق تھا روس کے ''کاروباری لوگوں'' سے میل ملاقات کا، چنانچہ تعارف نے آمدورفت کو راہ دی اور پرنس کا جنرل کے خاندان سے بھی ریل میل ہوگیا۔ تینوں میں سے منجھلی بہن ادے لائیدا نے پرنس پر خاصا جاندار نقش چھوڑا۔ سردیاں جاتے جاتے پرنس نے رشتہ دیا۔ ادے لائیدا کو تو وہ پہلے ہی پسند آچکا تھا، ماں بھی اسے پسند کرتی تھیں۔ جنرل بہت خوش ہوئے۔ ظاہر ہے کہ سفر کا ارادہ ملتوی کرنا پڑا اور طے پایا کہ بہار کے موسم میں شادی کردی جائے۔

ممکن تھا کہ گرمیوں کے وسط یا آخر کے دنوں میں مہینے دو مہینے کے لیے بیگم جنرل اپنی دو باقی ماندہ بیٹیوں کو لیے ہوئے یونہی بطور تفریح باہر گھوم پھر آتیں اور سفر کے بہانے سے ادے لائیدا کی جدائی کا غم بھی ڈھل جاتا لیکن پھر ایک نئی روک کھڑی ہوگئی۔ بسنت بہار کے آخر میں پرنس ش اپنے ساتھ دور کے ایک رشتہ دار کو جس سے اچھے خاصے قریبی مراسم تھے، یہان چین کے گھر لے کر آیا (ادے لائیدا کی شادی میں ذرا تاخیر تھی، اسے گرمیوں کے وسط تک کے لیے ملتوی کردیا گیا تھا۔) یہ نووارد ایوگینی پاولووچ ابھی نوجوان تھا، عمر کوئی اٹھائیس سال، شہنشاہ کے اسٹاف میں اے ڈی سی، دیکھنے کے قابل خوش رو جوان ''عالی خاندان'' بذلہ سنج، جگمگاتی شخصیت ''نئے زمانے کا''، ''غیر معمولی تعلیم یافتہ'' اور دولت بھی اتنی کہ کم سننے میں آتی ہے۔ موخرالذکر پہلو پر جنرل کافی محتاط رہتے تھے۔ انہوں نے اس نوجوان کے حق میں سند دے دی کہ ''واقعی دولت معلوم تو ہوتی ہے لیکن ابھی اور تصدیق کرنی ہوگی۔'' بڑی بی بیلوکونسکایا نے ماسکو سے اس اے ڈی سی کے بارے میں جس کا مستقبل روشن تھا اور بھی زوردار رائے لکھ بھیجی، جس سے اس کا درجہ اور بلند ہوگیا۔ البتہ اس کے نام کے ساتھ ایک داستان وابستہ تھی ذرا چبھنے والی: پہلے بھی کئی عورتوں سے واسطہ رہ چکا تھا اور کئی بدقسمت دلوں پر ''فتوحات'' کا بھی چرچا تھا۔ اس نے اگلایا کو دیکھا تو اس گھرانے میں زیادہ آنے جانے لگا۔ یہ صحیح ہے کہ فریقین میں کوئی زبان پر کچھ نہیں لایا، یہاں تک کہ اشارے کنائے میں بھی نہیں۔ تاہم والدین نے محسوس کرلیا کہ فی الحال ملک سے باہر سفر کا خیال ترک کیا جائے۔ ممکن ہے اگلایا کسی اور طرح سوچ رہی ہو۔

یہ واقعات کہانی کے منظر پر ہمارے ہیرو کے دوبارہ نمودار ہونے سے ذرا پہلے کے ہیں۔ تب تک، ظاہراً دیکھا جائے تو ہمارا بیچارا پرنس میشکن شہر پیترسبورگ میں بالکل فراموش کیا جاچکا تھا۔ اس بار وہ ملنے جلنے والوں میں یوں ظاہر ہوا گویا آسمان سے ٹپک پڑا۔ یہاں ضمناً ہم ایک واقعہ اور بتاتے چلیں اور اسی پر یہ تمہید تمام کردیں۔

جنرل ایولگین کا لڑکا کولیا پرنس کے چلے جانے کے بعد پھر سے زندگی کے معمول پر آگیا۔ یعنی اسکول جانا، اپنے دوست ایپولیت سے ملنا ملانا، باپ کی خدمت بجالانا اور گھر کے کاموں میں بڑی بہن واریا کا ہاتھ بٹانا۔ مطلب یہ کہ اسے دوبار بارکام سے دوڑایا کرتی تھی۔ اس مکان کے کرایہ دار تھوڑے دنوں میں غائب ہوگئے: نستاسیا کے گھر کی واردات کے تین دن بعد ہی فردی شینکو ایسا رفو چکر ہوا کہ پھر اس کا کہیں پتہ نہ چلا، ذکر مذکور بھی سننے میں نہیں آیا۔ لوگوں کا بیان تھا کہ کنکا پینے پلانے میں پڑا رہتا ہے، مگر یہ بھی چلتی ہوئی بات تھی۔ پرنس ماسکو چل دیا۔ کرایہ داروں کا قصہ تمام ہوا۔ کچھ دن بعد جب واریا کی شادی ہوگئی تو ہاں نینا الیکساندروونا اور گانیا اٹھ کر پیتیت سن کے ہاں منتقل ہوگئے..... ایسماعیلوفسکی بیرکوں والے علاقے میں۔ جنرل ایولگین کا حشر برا ہوا۔ تقریباً انہی دنوں وہ ایسے چکر میں آگئے جس کا پہلے سے گمان نہیں تھا۔

Scanned with CamScanner

انہیں نادہندہ کی حیثیت سے سزائے قید ہوگئی۔ ان کی جو آشنا تھی، مرحوم کپتان کی بیوہ، اسے مختلف اوقات میں جنرل سے کوئی دو ہزار روبل کی ہنڈیاں لکھ کر دے رکھی تھیں۔ ہنڈی وصول نہ ہونے کی صورت میں اس عورت نے عدالت سے رجوع کیا اور جنرل سزایاب ہوگئے۔ انہیں دور دور اس کا اندیشہ نہیں تھا اور وہ غریب بقول خود "انسانی فطرت کی شرافت پر اپنے حد سے بڑھے ہوئے ایمان کی بدولت قربانی کا بکرا" بن گئے۔ جب وہ قرض کی دستاویزوں اور ہنڈیوں پر دستخط کرنے کی تن آسانی کے عادی ہوئے تھے، تو انہیں یہ بات حدامکان سے باہر معلوم ہوتی تھی کہ کبھی یہ کاغذ رنگ لائیں گے۔ سمجھے تھے کہ بس، یہ تو یونہی ہے۔ پتہ چلا کہ بس یونہی نہیں تھا۔ "اس کے بعد بھی بھروسہ کرو لوگوں پر، اور برتو شریفانہ اعتماد!" وہ تاراسوف کے گھر میں اپنے نئے ملاقاتیوں کے ساتھ، شراب کی بوتل لیے، بڑا ملال سے کہا کرتے اور وہی قارص کے محاصرے اور مردہ فوجی کے پھر سے زندہ ہوجانے کے افسانے سنایا کرتے۔ زندگی ویسے بڑے مزے میں گزر رہی تھی۔ پتیت سن اور واریا کا کہنا تھا کہ بڑے میاں کی صحیح جگہ وہیں ہے۔ گانیا بھی اس خیال سے سراسر متفق تھا۔ لے دے کے ایک بیچاری نینا تھی جو شوہر کے حال زار پر چپکے چپکے آنسو بہایا کرتی (گھر والوں کو اس پر تعجب بھی ہوتا تھا) اور اگرچہ خود بیمار رہنے لگی تھی، پھر بھی جب بن پڑتا، قرضداروں کی جیل میں شوہر سے ملنے گھسٹتی ہوئی پہنچ جاتی۔

جب سے بقول کولیا "جنرل والا حادثہ" ہوا اور ویسے بھی بہن کی شادی کے بعد کولیا قریب قریب گھر والوں کے ہاتھ سے نکل گیا اور اس حد تک کہ اِدھر تو کچھ دنوں سے گھر میں بھی رات بسر کرنے صرف کبھی کبھی آ جایا کرتا تھا۔ کہتے تھے کہ اس نے بہت سارے نئے نئے ملاقاتی بنا لیے ہیں۔ اس کے علاوہ نادہند قرضداروں کی جیل میں بھی اس کا نام چمک گیا تھا۔ نینا الیکساندروونا کسی پہلو اس سے بے نیاز نہیں رہ سکتی تھی۔ گھر میں کوئی سوال جواب کرنے کی خاطر بھی اسے نہیں چھیڑتا تھا۔ واریا، جو پہلے کبھی چھوٹے بھائی کے ساتھ سختی سے پیش آیا کرتی تھی، اب اس سے منہ چھوانے کو بھی نہ پوچھتی تھی کہ کہاں مارا مارا پھرتا ہے۔ گھر والوں کو حیرت تھی تو گانیا کے رویے پر جو اپنے مراق کے باوجود کولیا سے کبھی ہنستا بولتا، بات کرتا اور پیش بھی آتا تو برابر کے دوستانہ برتاؤ کے ساتھ۔ یہ انہونی بات تھی کیونکہ ستائیس سال کا جوان گانیا اپنے پندرہ سال کے چھوٹے بھائی کے ساتھ پہلے تو ذرا بھی ہمدردانہ برادرانہ برتاؤ کا روادار نہ رہا تھا، کبھی اگر التفات کیا بھی تو بے رخی سے۔ خود ڈانٹ ڈپٹ کرتا اور گھر والوں سے بھی یہی چاہتا کہ وہ کولیا کے ساتھ سختی سے پیش آیا کریں، ہمیشہ "کان گرم کرنے" کی دھمکی دیا کرتا تھا۔ روز روز کی اس ڈانٹ پھٹکار نے کولیا کے "انسانی صبر کا پیمانہ چھلکا دیا۔" یہ خیال ہوتا تھا کہ آج کل بعض اوقات کولیا اپنے بڑے بھائی کے وقت ضرورت کام بھی آتا ہے۔ گانیا نے نستاسیا والی رقم واپس کردی، کولیا کو اس پر بے حد تعجب تو ہوا ہی تھا، پھر اسی بات پر بھائی کی بہت سی کمزوریوں سے درگزر پر آمادہ ہوگیا۔

پرنس کو سدھارے کوئی تین مہینے ہوئے ہوں گے کہ ایولگین والوں کے کان میں بھنک پڑی کہ کولیا کی رسائی جنرل۔یان چین کے یہاں ہوگئی ہے اور لڑکیاں اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آتی ہیں۔ واریا کو جلدی ہی اس کی خبر لگ گئی۔ کولیا نے واریا کو جان پہچان کا وسیلہ نہیں بنایا تھا بلکہ "بذات خود" ملا تھا۔ رفتہ رفتہ اسے وہاں پسند کیا جانے لگا۔ بیگم جنرل نے شروع میں تو ناک بھوں چڑھائی، مگر تھوڑے ہی دنوں میں وہ شفقت کرنے لگیں "وجہ یہ کہ کھلے دل کا ہے اور چاپلوسی نہیں کرتا۔" یہ بات کہ کولیا کو خوشامد درآمد نہیں آتی تھی، بالکل سچ تھی۔ وہ اس خاندان سے قطعی برابر کی سطح پر اور

Scanned with CamScanner

آزادانہ معاملہ رکھنا جانتا تھا۔ اگرچہ خاتون خانہ کو وہ کتابیں اور اخبار بھی پڑھ کر سنایا کرتا تھا..... ہمیشہ کسی نہ کسی طرح اوروں کے کام آنا اس کی سرشت میں داخل تھا۔ دوبارہ محترمہ سے بگڑ بیٹھا۔ کہنے لگا کہ وہ دوسروں کو دبا کر رکھتی ہیں اور اب آئندہ اس گھر میں قدم نہیں رکھے گا۔ پہلی دفعہ تو ''عورتوں کے مسئلے'' پر بحث چھڑ گئی تھی، دوسری مرتبہ موضوع زیر بحث یہ تھا کہ مینائیں پکڑنے کے لیے سال میں کون سا وقت بہتر ہے۔ اعتبار آنا مشکل ہے مگر ہوا یہی کہ بیگم جنرل نے روٹھ چھوٹ کے تیسرے دن رقعہ دے کر اردلی کو بھیجا اور کولیا کو منایا کہ وہ ہر حال میں ان سے ملنے آئے۔ کولیا نہ اینٹھا، نہ ٹھنکا، سیدھے سبھاؤ فوراً پہنچ گیا۔ تنہا اگلایا تھی جو مستقل طور پر اس سے کٹی کٹی رہی اور مخاطب بھی ہوتی تو نخوت کے ساتھ۔ ایک دن یہ ہونا بدا تھا کہ وہی کولیا کو حیرت سے تکتی رہ جائے۔ ایسٹر تیوہار (اپریل) کے دن تھے کہ ایک بار تنہائی کا موقع پا کر کولیا نے اگلایا کے ہاتھ میں ایک پرزہ تھما دیا، صرف ان دو لفظوں کے ساتھ کہ مجھے یہ خط خاص آپ تک پہنچانے کے لیے کہا گیا ہے۔ اگلایا نے اس اپنی کھال میں مست چھوکرے کو گھور کر دیکھا، مگر تب تک کولیا چل دیا تھا۔ اگلایا نے رقعے کی تہیں کھولیں اور پڑھا:

''ایک وقت تھا کہ آپ نے مجھے اپنے اعتبار سے نوازا۔ ممکن ہے کہ اب آپ مجھے بالکل بھول چکی ہوں۔ تو پھر یہ کیسے کہ میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں؟ معلوم نہیں مگر مجھ میں یہ تمنا بے قرار ہوئی ہے کہ اپنے بارے میں آپ کو یاد دلاؤں اور صرف آپ ہی کو۔ کتنی بار ایسا ہوا کہ آپ تینوں بہنوں سے مجھے سخت کام پڑا لیکن تینوں میں سے ایک پر، صرف آپ پر ہی نظر گئی۔ مجھے آپ کی ضرورت ہے، سخت ضرورت۔ اپنے متعلق مجھے نہ کچھ کہنا ہے آپ کو، نہ بتانا ہے۔ پہلے بھی اس بات کو جی نہیں چاہا۔ ایک ہی آرزو ہے، بے پناہ آرزو کہ آپ شاد آباد رہیں۔ شاد ہیں آپ؟ بس اتنا ہی کہنا تھا۔''

آپ کا بھائی
پرنس میشکن

چند سطر کا یہ بے ربط پرزہ پڑھنا تھا کہ اگلایا کا منہ لال ہو گیا اور وہ سوچ میں پڑ گئی۔ خیالات کی جس رو میں وہ بہہ رہی تھی، اسے بیان کرنا ہمارے لیے دشوار ہے۔ اس نے البتہ اتنا ضرور سوچا ''کسی کو دکھا دوں یہ خط؟'' مگر اس خیال سے حیا آئی۔ تان اس پر ٹوٹی کہ وہ پرزہ، تمسخر بھرے عجیب تبسم کے ساتھ اپنی میز کی دراز میں ڈال دیا۔ دوسرے دن پھر نکالا اور اس بار مضبوطی سے مجلد ایک موٹی سی کتاب میں دبا دیا (اپنے کاغذات ساتھ ہمیشہ یہی کرتی تھی تاکہ وقت ضرورت وہ فوراً مل جائیں۔) پورا ہفتہ گزر گیا تو دیکھنے کا خیال آیا کہ وہ کونسی کتاب تھی۔ کتاب تھی "Don Quixote de la Mancha" کتاب کا نام دیکھتے ہی وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئی، خدا جانے کیوں۔

یہ بھی نہیں معلوم کہ آیا اس نے بہنوں میں سے کسی کو یہ اپنی دستیاب شے دکھائی بھی یا نہیں۔

مگر جب خط پڑھا تو یکایک ذہن میں ایک بات ضرور آئی: کیا واقعی پرنس نے اس بک چڑھے اور آوارہ گرد چھوکرے کو اپنا نامہ بر چنا ہے اور وہ بھی خاص یہاں کے لیے ایک شریف اور اکلوتا وسیلہ سمجھ کر؟ اگلایا نے برا سا منہ بنایا ضرور

Scanned with CamScanner

لیکن کولیا کو جرح کیے بغیر نہیں چھوڑا۔ یہ لڑکا جو بات بات پر خفا ہوا کرتا تھا، اس بار جرح کرنے والی کی تلخی و ترشی بالکل ہی ٹال گیا۔ نہایت اختصار اور روکھے پن سے اس نے اگلایا کے سامنے اُگل دیا کہ پرنس جب پیتر سبورگ سے جانے والے تھے، تبھی احتیاطاً اپنا مستقل پتہ انہیں بتا دیا تھا اور اپنی خدمات بھی پیش کر دی تھیں، تاہم یہی پہلا اتفاق ہے کہ انہوں نے ایک ذمہ داری سونپی، یہی پہلی تحریر ہے جو پرنس کی طرف سے اسے پہنچی۔ ثبوت کے طور پر اس نے پرنس کا وہ خط بھی نکال کر دکھا دیا جو خود کولیا کے نام تھا۔ اگلایا نے جھجکے بغیر وہ خط پڑھ ڈالا۔ کولیا کے نام لکھا تھا:

''عزیز من، کولیا! مہربانی کر کے میرا یہ مہر بند رقعہ اگلایا ایوانوونا کو پہنچا دیجیے۔ صحت و سلامتی کا دعا گو۔

آپ سے پیار کرنے والا
پرنس میشکن''

''یوں ہو، تب بھی ایسے بالشت بھر کے چھوکرے کو راز دار بنانا ہے مضحکہ خیز بات!'' اگلایا نے وہ پرزہ کولیا کو واپس کرتے ہوئے کہا اور تحقیر کے ساتھ برابر سے گزر گئی۔

یہ بات کولیا کو گوارا نہیں ہوئی: خاص اسی موقع کے لیے اس نے یہ اہتمام کیا تھا کہ وجہ بتائے بغیر، گانیا سے اس کا نیا سبز گلوبند مانگ لیا تھا۔ کولیا کو اس برتاؤ سے سخت تکلیف پہنچی۔

(2)

جون مہینے کی اول تاریخیں تھیں اور پیتر سبورگ میں ایک ہفتہ ہو گیا تھا کہ موسم خلاف معمول نہایت خوشگوار تھا۔ یپان چین والوں کا شہر سے دور ایک بھرا پرا شاندار دا چہ [1] تھا پاولوفسک علاقے میں۔ لیزاویتا بیگم نے بیٹھے بٹھائے سب تہہ و بالا کر دیا، آفت مچا دی۔ آخر دو دن الٹی سیدھی تیاری کر کے گھر والے وہاں پہنچ گئے۔

شہر سے اس گھرانے کی روانگی کے دوسرے یا تیسرے دن پرنس لیونکولائی وچ میشکن صبح کی ٹرین سے ماسکو آ پہنچا۔ اسٹیشن پر کوئی اسے لینے نہیں گیا لیکن جب وہ ڈبے سے نکلا تو اسے یوں محسوس ہوا کہ پلیٹ فارم پر آنے والوں کے ہجوم میں کسی کی دو آنکھیں عجیب اور کڑی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ جب ذرا غور سے دیکھا تو وہاں کوئی خاص علامت نظر نہیں آئی۔ تو پھر صاف وہم ہوا ہوگا۔ جو بھی ہو، اس کا ناگوار اثر باقی رہ گیا۔ پرنس تو پہلے ہی سے بجھا بجھا، خیال میں محو اور کسی معاملے میں فکر مند نظر آ رہا تھا۔

کوچوان اسے ایک ہوٹل تک پہنچا گیا جو لیتے نایا سڑک سے زیادہ دور نہیں تھا۔ ہوٹل گھٹیا سا تھا۔ پرنس نے اس میں اوسط درجے کے دو کمرے لے لیے، نہ ان میں روشنی تھی، نہ اچھا فرنیچر۔ یہیں منہ ہاتھ دھو کر لباس تبدیل کیا۔ کچھ آرڈر کیے بغیر جلدی میں باہر چل دیا، گویا اسے وقت ضائع ہونے کا اندیشہ ہو یا یہ کہ جس سے ملنا ہے وہ کہیں گھر سے نہ نکل جائے۔

اگر کہیں ان لوگوں میں سے جو یہیں پیتر سبورگ میں چھ مہینے پیشتر پرنس کی پہلی آمد پر اس سے مل چکے تھے، کوئی بھی ایک نظر چہرے پر ڈال لیتا تو اسی نتیجے پر پہنچتا کہ تب اور اب میں بڑا فرق ہے۔ اب وہ دیکھنے میں پہلے سے کہیں بہتر

Scanned with CamScanner

نظر آتا ہے مگر اصلیت کچھ اور ہی تھی۔ صرف لباس میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا تھا: اب ماسکو کے نفیس درزی کے ہاتھ کا سلا ہوا کوٹ پہنے ہوئے تھا مگر اس میں بھی عیب رہ گیا تھا۔ کٹائی سلائی میں فیشن کا کچھ زیادہ ہی خیال (جیسا کہ وہ درزی جیتے ہیں جن میں کام کی لگن تو ہوتی ہے، ہنر نہیں ہوتا) اور فیشن کا یہ مصرف بھی اس شخص پر، جسے ان باتوں کا کوئی شوق تھا ہی نہیں۔ چنانچہ پرنس کو غور سے دیکھنے پر کوئی بھی جسے مذاق اڑانے کی لت ہو، ایسا عیب ضرور نکال لیتا جس پر ہنسا جا سکے مگر ہنسنے کا کیا ہے، کسی بات کو بھی مذاق کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔

پرنس نے گاڑی لی اور سیدھا پسکی علاقے کا رخ کیا۔ رژدیست وینسکی نام کی سڑکوں میں سے ایک پر چھوٹے سے لکڑی کے ایک مکان کا پتہ نکال لیا۔ پرنس کو تعجب ہوا کہ مکان یوں تو چھوٹا سا ہے، لیکن دیکھنے میں خوبصورت، صاف ستھرا، قاعدے قرینے کا، سامنے باغیچہ جس میں پھولوں کی بہار تھی۔ کھڑکیاں سڑک کی طرف کھلی ہوئی تھیں جن میں سے مسلسل تیز تیز کلام کی بلکہ چیخ کی سی آواز آ رہی تھی.... یعنی کوئی شخص یا تو بآواز بلند کچھ پڑھ رہا تھا یا پھر تقریر جاری تھی۔ واعظانہ تقریر کے اس تسلسل کو چند کھنکتے ہوئے قہقہے کبھی کبھی توڑ دیتے تھے۔ پرنس نے احاطے میں قدم رکھا، دو چار سیڑھی پر چڑھ کر لیبیدیف کو دریافت کیا۔

"ہاں، یہ رہے!" باورچی نے جو کہنیوں تک آستین الٹے ہوئے تھی، دروازہ کھول کر ڈرائنگ روم کی جانب انگوٹھے سے اشارہ کر دیا۔

صاف ستھرے، قرینے سے لگے ہوئے بلکہ ذرا پر تکلف کمرے میں جس پر گہرے نیلے رنگ کا کاغذ چپکا تھا، پیش پیش لیبیدیف کھڑا ہوا تھا۔ کمرے کے اندر گول میز اور صوفہ، کانسے کی دیواری گھڑی شیشے کے کیس میں اور چھوٹی تراش کا دیواری آئینہ، اوسط درجے کا نہایت قدیم جھاڑ فانوس، شیشے کے قلموں سے آراستہ اور کانسے کی زنجیر میں چھت سے لٹکا ہوا، یہ اہتمام تھا اس کمرے کا۔ پرنس داخل ہوا تو لیبیدیف کی ادھر پشت تھی۔ اس نے واسکٹ پہن رکھی تھی، گرمی کے موسم کے خیال سے اوپر کا ڈریس نہیں پہنا تھا۔ وہ کھڑا ہوا چھاتی پیٹ رہا تھا اور کسی موضوع پر خطابت کا زور دکھائے جا رہا تھا۔ سننے والوں میں کون کون تھے؟ کوئی پندرہ سال کا ایک لڑکا جس کے چہرے سے شگفتگی اور خاصی ذہانت ٹپکتی تھی اور ہاتھ میں کتاب تھی۔ ایک لڑکی، عمر تقریباً بیس سال، ماتمی لباس میں اور شیر خوار کو گود میں سنبھالے ہوئے، ایک اور بچی کوئی تیرہ سال کی، وہ بھی سوگوارانہ حلیے میں، بات بات پر ہنسنے اور بری طرح منہ پھاڑ کر ہنسنے والی اور آخر میں ایک انتہائی عجیب ہستی سامعین میں موجود تھی۔ کوئی بیس برس کا، سانولا، خوش شکل نوجوان جو صوفے پر دراز تھا۔ لمبے لمبے گھنے بال اور بڑی بڑی سیاہ آنکھیں، چہرے پر دونوں طرف چھوٹی چھوٹی قلمیں بڑھی ہوئی اور ذرا سی داڑھی۔ معلوم ہوا کہ یہی لیکچر سننے والا تھا جو لیبیدیف کے وعظ میں خلل ڈالتا اور اسے ٹوکتا جا رہا تھا۔ اسی بات پر غالباً باقی سامعین ہنس پڑتے تھے۔

"لوکیان تیموفے یچ، اجی او لوکیان صاحب، ذرا ادھر دیکھنا! ادھر کو نظر تو پھیرو!.... ایسی تیسی آپ کی!"

باورچن ہاتھ جھٹکتی، برا سا منہ بناتی ایسی ناراض چل دی کہ اس کا چہرہ لال ہو گیا۔

لیبیدیف نے نظر گھمائی اور پرنس کو دیکھتے ہی اس پر بجلی گری۔ پھر وہ اس کی طرف لپکا۔ فرمائشی تبسم چہرے پر لیے ہوئے لیکن قدم رکے، پھر، جیسے ٹھٹک کر رہ گیا اور منہ سے ٹوٹ کر یہ دو لفظ نکلے:

Scanned with CamScanner

''مے.....رے، آیئے، میرے س.....سرکار!''

پھر ایک دم، یوں گویا چہرہ ساتھ نہیں دے رہا، وہ مڑ گیا اور خواہ مخواہ پہلے تو اس لڑکی پر برس پڑا جو ماتمی لباس میں اور ننھے بچے کو سنبھالے ہوئے تھی، وہ اس ناگہانی آفت پر سٹپٹا کر رہ گئی، پھر اسے ایک طرف چھوڑ وہ دوسری تیرہ برس والی بچی کے سر ہو گیا جو دوسرے کمرے کی چوکھٹ پر لٹک رہی تھی اور اپنی بقیہ مسکراہٹ بھی خرچ کیے دے رہی تھی۔ وہ ہکی لیبیدیف کی ڈانٹ نہ سہہ سکی اور باورچی خانے کی طرف سٹک گئی۔ صاحب خانہ نے اس کے پیچھے دھم دھم کر کے پاؤں بھی پٹکے تاکہ اسے اور سہما دے لیکن جیسے ہی پرنس سے آنکھیں چار ہوئیں اور دیکھا کہ وہ کچھ بدحواسی سے یہ سب دیکھ رہا ہے تو لیبیدیف نے صفائی پیش کرنے کی کوشش کی:

''ادب سکھانے کے لیے.....جی.....ہی، ہی ہی!''

''یہ سب فضول کی بات.....'' پرنس کی زبان پر آیا۔

''ذرا ٹھہریے، ابھی آیا.....ابھی ہوا کی طرح!''

یہ کہتے ہی لیبیدیف کمرے سے غائب ہو گیا۔ پرنس نے اس لڑکی کو، لڑکے کو اور اسے تعجب سے دیکھا جو صوفے پر پھیلا پڑا تھا۔ سب ہنس دیے۔ پرنس بھی ساتھ میں مسکرا دیا۔

''کپڑا پہننے گئے ہیں۔'' لڑکے نے بتایا۔

''کتنا بار ہوتا ہے طبیعت پر۔'' پرنس نے تاثر ظاہر کیا۔ ''میں سمجھ رہا تھا کہ.....خیر، یہ بتایئے کہ وہ.....''

''کہ وہ پیے ہوئے ہیں، آپ نے سمجھا ہوگا؟'' صوفے والا بولا۔ ''نہیں، توبہ کیجیے۔ زیادہ سے زیادہ تین چار جام، بہت ہوئے تو پانچ چڑھائے ہوں گے.....مگر یہ سب ضابطے کی پابندی ہے!''

پرنس اسی صوفے والے کی طرف متوجہ ہوتا لیکن وہ لڑکی جس کے دیدہ زیب چہرے پر بے تکلفی برس رہی تھی، پھٹ سے بول پڑی:

''وہ صبح کو کبھی نہیں پیتے۔ اگر آپ کسی کام سے آئے ہیں تو بس یہی وقت ہے، ابھی کہہ سن لیجیے۔ شام کو جب وہ گھر آتے ہیں تو بہت چڑھائے ہوئے ہوتے ہیں اور آج کل تو رات کو رویا کرتے ہیں اور ہمیں زور زور سے کتاب پاک میں سے پڑھ کر سناتے ہیں۔ ہماری اماں پانچ ہفتے ہوئے دنیا سے سدھار گئیں۔''

صوفے پر نیم دراز نوجوان ہنس کر بولا ''وہ اس لیے بھاگ لیے کہ یقیناً آپ کو جواب دینا مشکل ہو رہا ہوگا۔ میں شرطیہ کہتا ہوں کہ ہو نہ ہو وہ آ کو بے وقوف بنانے کی فکر میں ہیں۔ اسی کی ترکیب سوچ رہے ہیں فی الوقت۔''

''صرف پانچ ہفتے ہوئے ہیں، پانچ ہفتے!'' لیبیدیف نے اندر سے فراک کوٹ میں واپس آتے ہی کہا۔ اس کی آنکھیں جھپک رہی تھیں۔ جیب سے رومال نکالا آنسو پونچھنے کی خاطر.....''ہا، بن ماں کے بچے!''

''یہ آپ کیا کیڑوں کھایا کپڑا پہن آئے؟'' لڑکی نے ٹوکا۔ ''دروازے کے پیچھے بالکل نیا کرتا لٹکا ہے۔ نظر نہیں آیا آپ کو؟''

''چپ ری خرمغز!'' لیبیدیف اس پر چیخا۔ ''افوہ رے تیرا مجال!'' معلوم ہوتا تھا وہ اسے پیروں میں روند

ڈالے گا مگر وہ اس بار صرف مسکراتی رہی۔

''آپ مجھے ڈراتے کیا ہیں، میں کیا کوئی تانیا ہوں کہ بھاگ جاؤں گی؟ گود کی بچی لیوبا کو جگا دیں گے، پھر وہ تڑپے گی۔ اتنا چیختے چلاتے کیوں ہیں آپ؟''

''نہیں، نہیں، نی.... توبہ، میری توبہ۔'' لیبیدیف سہم گیا۔ بیٹی کی گود میں جو بچی سو رہی تھی، وہ اس کی طرف جھپٹا اور خوفزدہ صورت سے اس پر کئی بار صلیب کا نشان بنایا۔ ''خدایا، اپنی امان میں رکھیو، تیرا سایہ رہے پروردگار! یہ میری شیر خوار بچی ہے، لیوبوف بیٹی۔'' پرنس سے مخاطب ہو کر اس نے کہا ''میری قانونی منکوحہ زوجہ مرحومہ ایلینا کے بطن سے جو اس بچی کی ولادت کے وقت وفات پا گئی اور یہ جو ٹھیٹھ گاسی بیٹھی ہے، میری بیٹی ویرا ہے ماتمی لباس میں.... اور یہ.... یہ تو.... یہ....''

''زبان کیوں اٹک گئی؟'' وہ خوش شکل نوجوان پکارا۔ ''کہیے جاؤ، گڑبڑاؤ نہیں۔''

''میرے سرکار!'' لیبیدیف کسی بات پر بھڑک اٹھا۔ ''آپ نے ژیمارین خاندان کے قتل کی روداد اخبارات میں ملاحظہ فرمائی ہے؟''

''ہاں، پڑھی تو۔'' پرنس نے کسی قدر تعجب سے کہا۔

''تو جناب خاندان ژیمارین کا اصلی قاتل ملاحظہ ہو، یہی شخص ہے۔''

''کیا مطلب آپ کا؟''

''مطلب یہ کہ تمثیلاً عرض کیا ہے یعنی مستقبل کے دوسرے خاندان ژیمارین کا ہونے والا دوسرا قاتل۔ اگر ایسا کوئی خاندان ہوا.... تو۔ یہ شخص اسی تیاری میں ہے آج کل۔''

سب کے سب ہنس پڑے۔ پرنس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ لیبیدیف، ممکن ہے واقعی ہیرا پھیری اور ٹال مٹول کر رہا ہو۔ وجہ صرف یہ کہ میرے سوالات بھانپ گیا اور چونکہ جواب نہیں بن پڑے گا، اس لیے وقت گزاری کیے جا رہا ہے۔

''طوفان اٹھائے ہوئے ہے، سازشیں کرتا ہے۔'' لیبیدیف ایسے چیخا جیسے معاملہ برداشت سے باہر ہو۔ ''بتائیے، میں ایسے چغل خور کو، ایسے.... یوں کہیے کہ بدچلن کو، ایسے خبیث کو اپنا سگا بھانجا کیسے سمجھوں؟ ایسے کو اپنی مرحومہ بہن ایسیا کا اکلوتا بیٹا کہنا کہاں تک درست ہے؟''

''بس کرو، شرابی کہیں کے۔ آپ مانیں گے پرنس صاحب کہ اس شخص کو وکالت اختیار کرنے کی سوجھی تھی۔ عدالتی مقدموں کی پیروی۔ لفاظی کی مشق شروع کر دی اور مشق بھی کس پر، گھر کے بچوں پر موٹے موٹے لفظ لڑھکانے لگے۔ ابھی پانچ دن پہلے عدالت دیوانی میں زبان کھولی.... اور مقدمہ بھی کس کا ہاتھ میں لیا؟ اس بوڑھی عورت کا نہیں جو ہاتھ جوڑتی رہی، منتیں کرتی رہی، جسے ایک پاجی مہاجن نے لوٹ لیا تھا، اس بے چاری کے پاس عمر بھر کی پونجی تھی کل پانچ سو روبل، سود خور مہاجن نے وہ سب ہضم کر لی.... اس کی طرف سے وکالت نہ کی بلکہ چلے اس مہاجن کی طرف سے، کوئی زیڈلر نام کا یہودی سود خور ہے، اس کی وکالت کرنے کیوں؟ کیونکہ انہوں نے پانچ سو میں سے پچاس روبل دینے کا وعدہ کیا تھا....''

Scanned with CamScanner

''پچاس روبل، اگر مقدمہ جیت لوں اور ہار جاؤں تو صرف پانچ۔'' لیبید یف نے بالکل ہی بدلی ہوئی آواز میں وضاحت کردی۔ اس دفعہ ایسی آواز نکالی گویا چیخ پکار سے اسے کوئی واسطہ ہی نہیں رہا۔

''تو منہ کی کھائی۔ اب آج کل وہ پرانے وقتوں کے طور طریقے نہیں رہے۔ ماموں نے جگ ہنسائی کرائی اپنی جگ۔ بہت خوش، وہاں عدالت میں کیا بولے، سنیے، انصاف پسند جج صاحبان، یہ بیچارا بوڑھا آدمی، ٹانگوں سے معذور ایماندارانہ محنت مشقت پر بسر کرتا ہے، اپنی روٹی کے آخری ٹکڑے سے بھی محروم کر دیا گیا۔ قانون عطا کرنے والے حکیمانہ الفاظ پر غور فرمایئے صاحبان:

'عدالت میں رحم کی حکمرانی ہو۔' اور آپ یقین کریں گے پرنس صاحب، روز صبح یہ صاحب لفظ بلفظ وہی تقریر جیسے وہاں کی تھی، ہمارے سامنے دہرا دیتے ہیں۔ آج پانچویں بار دہرائی ہے۔ آپ جب اندر آئے اس سے پہلے وہی چل رہی تھی۔ اتنی پسند ہے وہ اپنی کارگزاری۔ خود اپنے ہی ہونٹ چاٹے جا رہے ہیں۔ اب پھر کسی کی طرف سے مقدمہ لڑنے کی تیاری ہے۔ آپ غالباً پرنس میشکن ہوں گے۔ ہے نا؟ کولیا نے آپ کا ذکر کیا تھا، کہتا تھا کہ دنیا میں آپ سے زیادہ دانا آدمی آج تک اس نے نہیں دیکھا....''

''نہیں ہے، ہرگز نہیں۔ ان سے زیادہ آدمی ہے ہی نہیں دنیا جہان میں۔'' لیبید یف نے فوراً تصدیق کردی۔

''ان کا کہنا.... جھوٹ، صاف جھوٹ۔ وہ کہنے والا آپ سے پیار کرتا ہے اور یہ کہے تو خوشامد کرتا ہے۔ آپ پر خود روشن ہو جائے گا کہ آپ کی چاپلوسی کرنا، ذرہ برابر میری نہیں۔ دیکھیے، سمجھ کی کمی تو ہے نہیں آپ میں۔ میرا اور ماموں کا مقدمہ آپ ہی طے کر دیجیے۔ کیوں، کیا کہتے ہیں۔ پرنس سے کرالیں فیصلہ؟'' نوجوان نے لیبید یف سے سوال کیا۔ ''مجھے تو خوشی ہے کہ آپ حسن اتفاق سے آ پہنچے۔''

''کرالیں فیصلہ۔'' لیبید یف ڈٹ گیا اور آپ سے آپ اس کی نظر مجمع پر گھوم گئی جو پھر ایک ایک کر کے سٹ آیا تھا۔

''یہ سب آپ نے کیا لگا رکھا ہے؟'' پرنس نے تیوریوں پر بل ڈال کر پوچھا۔

اب واقعی سر میں درد ہونے لگا تھا اور وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ شخص مجھے بے وقوف بنا رہا ہے اور اصل معاملہ ٹالتا جا رہا ہے۔

''بات کا خلاصہ: میں ان کا بھانجا ہوں۔ یہ انہوں نے سچ کہا۔ اگرچہ سچ بولتے نہیں یہ۔ میں نے پڑھائی بیچ میں سے چھوڑ دی مگر پوری کروں گا، طے کر چکا ہوں اور یہ میرا کریکٹر ہے۔ درمیانی مدت کے لیے کہ گزر بسر ہوتی رہے۔ مجھے نوکری ملتی ہے ریلوے میں پچاس روبل مہینے کی۔ یہ بھی مانتا ہوں کہ ماموں پہلے دو تین بار میری مدد کر چکے ہیں۔ میرے پاس لے دے کے کل بیس روبل تھے اور میں یہ رقم ہار گیا۔ یقین کیجیے پرنس، واقعی میں ایسا نیچ اور کمینہ پاجی نکلا کہ بیس کے بیس ہار میں دے دیئے۔''

''ایک بدمعاش کو، ایسے بدمعاش کو جسے پیسہ نہیں دینا چاہیے تھا۔'' لیبید یف نے چیخ کر کہا۔

''ہاں، بدمعاش کو دے دیئے جسے دینے تھے۔'' نوجوان کہتا چلا گیا۔ ''رہا اس کا بدمعاش ہونا تو میں خود گواہی

Scanned with CamScanner

دیتا ہوں۔ صرف اس لیے نہیں کہ بدمعاش نے تمہیں چوٹ دی تھی۔ پرنس صاحب، وہ ایک فوجی افسر تھا، فوج میں سینئر لیفٹیننٹ اپنے عہدے سے ہٹایا ہوا اور پہلے رگوژین کی ٹولی میں رہ چکا ہے۔ آج کل باکسنگ سکھاتا ہے۔ جب سے ان لوگوں کو رگوژین نے نکال باہر کیا ہے، بھٹکتے پھرتے ہیں مگر سب سے بدتر بات جو ہوئی، وہ یہ کہ مجھے خبر تھی، یہ شخص کمینہ ہے، خبیث ہے، چوٹا ہے، پھر بھی میں اس کے ساتھ کھیلنے بیٹھ گیا اور آخری روبل تک کھیلتا گیا (ہم گیڑیاں کھیل رہے تھے) میں نے دل میں سوچا: ہار گیا تو لو کیا ماموں کے پاس جاؤں گا، ادب سے التجا کروں گا، انکار نہیں کریں گے وہ۔ یہ بھی نیچ پن ہوا، تھا ہی یہ میرا نیچ پن۔ جان بوجھ کر پاجی پن کرنا۔"

"ہاں، تو ہے ہی یہ پاجی پن، جان بوجھ کر۔" لیبیدیف نے دہرا دیا۔

"ذرا دم لو، ابھی سے بغلیں مت بجاؤ ماموں۔" خفا ہو کر بھانجے نے ٹوکا۔ "بہت خوش ہیں۔ اب دیکھیے پرنس، میں ان کے پاس آیا یہاں اور اپنے سارے قصور مان لیے، شرافت سے پیش آیا۔ اپنے آپ کو بخشا تو نہیں، ان کے سامنے خود کو جی بھر کے گالیاں دیں، کوسا، یہاں سب گواہ ہیں۔ اب ریلوے کی نوکری موجود ہے، نوکری پر جانا ہے۔ ہر حالت میں بیس روبل کی ضرورت ہے تاکہ کپڑے لتے درست کر لوں۔ ان پھٹے حالوں تو وہاں جانے سے رہا۔ ذرا یہ جوتے ملاحظہ کیجیے۔ اس طرح جانا ممکن نہیں اور مقررہ میعاد تک نہ پہنچا تو وہ نوکری دوسرے کو مل جائے گی۔ میں رہ جاؤں گا اور مارا مارا پھروں گا۔ دوسری جگہ کی تلاش میں بھٹکوں گا۔ اب میں ان سے منت سماجت کرتا ہوں کہ صرف پندرہ روبل قرض دے دیں اور وعدہ رہا کہ آج کے بعد پھر کبھی نہیں مانگوں گا اور یہ بھی عہد ہے کہ پہلے کے تین مہینوں میں ایک ایک پائی چکا دوں گا۔ میں قول کا پکا ہوں۔ خالی روٹی اور کواس [2] پر مجھے پورا مہینہ کاٹنا آتا ہے کیونکہ مجھ میں کریکٹر ہے۔ تین مہینے میں مجھے پچھتر روبل ملیں گے۔ پہلے بھی لے چکا ہوں، انہیں ملا کر کل پینتیس روبل ادا کرنے ہیں۔ مطلب یہ کہ قرض ادا کرنے کی سبیل موجود ہے میرے پاس۔ چلیے سود لے لیں، جس حساب سے چاہیں، سود لگا لیں، لعنت ہو۔ کیا مجھے یہ جاننے نہیں ہیں؟ پرنس، ذرا آپ ان سے پوچھیے تو، پہلے جب بھی انہوں نے امداد دی تو میں نے ادا کیا یا نہیں؟ اب کاہے کو انکار کرتے ہیں؟ اس بات کا غصہ ہے کہ میں نے اس سینئر لیفٹیننٹ کو رقم کیوں بھر دی اور تو کوئی سبب ہو نہیں سکتا۔ کیسے آدمی ہیں یہ کہ نہ اپنے کام آئے نہ دوسروں کے۔"

"اور وفان بھی نہیں ہوتا۔ ٹانگیں پسار دیں اور اب ٹلتا نہیں یہاں سے۔" لیبیدیف کڑکا۔

"میں نے بھی تو یہی کہا تم سے کہ دو گے نہیں تو ٹلوں گا نہیں۔ آپ کس بات پر مسکرا رہے ہیں پرنس؟ شاید آپ کو میری خطا نظر آتی ہے؟"

"میں ہنس تو نہیں رہا تھا۔ البتہ اتنا سمجھا ہوں کہ آپ ہی کسی قدر غلطی پر ہیں۔" پرنس نے بے دلی سے جواب دیا۔

"صاف کہیے نا منہ پر۔ کسی قدر نہیں بلکہ ساری غلطی ہے میری۔"

"ہاں، آپ چاہیں تو ساری غلطی سہی۔"

"یعنی میں چاہوں تو..... واہ، کیا مذاق ہے۔ آپ کا خیال ہے کہ مجھے خود نہیں معلوم کہ یہ حرکت کتنی ٹیڑھی ہے کہ

Scanned with CamScanner

روپیہ ان کا، مرضی ان کی اور میری جانب سے دھاندلی ہو رہی ہے۔ مگر جناب پرنس صاحب..... زندگی کیا ہے، آپ نہیں جانتے۔ ان لوگوں کو سبق نہ سکھایا تو سب لاحاصل۔ انہیں سبق سکھانا چاہیے۔ کم از کم میری نیت میں کھوٹ نہیں۔ ایمان سے کہتا ہوں، ان کا روپیہ ڈوبے گا نہیں، سود کے ساتھ اصل ادا کر دوں گا۔ ان کے دل کو بھی راحت پہنچ رہی ہے کہ میری ذلت دیکھ لی۔ اس کے سوا اور کیا چاہیے انہیں؟ بھلا یہ کس مرض کی دوا ہیں۔ اگر ان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا تو ذرا دریافت تو کیجیے، خود ان کے اطوار کیا ہیں۔ دوسروں کے ساتھ کیا کیا حرکتیں کر جاتے ہیں، کیسے لوگوں کو چکر دیتے ہیں اور یہ گھر انہوں نے کن ہتھکنڈوں سے لیا ہے۔ میں اپنی گردن کٹوا دوں گا اگر اب تک انہوں نے آپ کو چکر نہ دیا ہو اور آگے کی ترکیب نہ سوچ لی ہو کہ کیسے بے وقوف بنانا ہے آپ کو۔ آپ تو مسکرا رہے ہیں، یقین نہیں آتا؟''

''میرا اندازہ ہے کہ ان باتوں کی آپ کے معاملے سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔'' پرنس نے جتایا۔

''جی، آج مجھے یہاں پڑے ہوئے تیسرا دن ہے۔ تماشا کیا دیکھتا ہوں۔'' نوجوان نے پرنس کی بات ان کی کر کے زور سے کہا۔ ''ذرا تصور فرمائیے کہ یہ صاحب، اس فرشتہ سیرت لڑکی کو، اس بن ماں کی بچی کو، میری ماموں زاد بہن اور اپنی بیٹی کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھا کرتے ہیں۔ روز رات کو اٹھ کر اس کے یار آشنا کی ڈھنڈائی کی جاتی ہے۔ دبے پاؤں میری طرف بڑھتے ہیں، میرے صوفے کے نیچے جھانکتے ہیں۔ وہمی شکی پن کے کارن عقل ماری گئی، ہر ایک کونے کھدرے میں چور نظر آنے لگا ہے۔ رات رات بھر ادھر سے اُدھر کودتے اچھلتے پھرتے ہیں۔ کبھی کھڑکی سے جھانکیں گے کہ ٹھیک ہے یا نہیں تو دروازے ٹٹولیں گے، تو تنور خانے میں منہ ڈال کے دیکھیں گے۔ رات میں کوئی سات بار یہی تاک جھانک ہوا کرتی ہے۔ عدالت میں تو جعل سازوں کی وکالت اور رات میں تین تین بار دعائیں اور عبادت۔ یہیں پر، ہال میں آدھ آدھ گھنٹے تک رکوع سجود چلتا رہتا ہے۔ کس کس کے نام پر دعائیں نہیں مانگی جاتیں، کیا کیا وظیفے نہیں پڑھے جاتے شراب کے نشے میں۔ میں نے ایک رات خود اپنے کانوں سنا، نوابزادی، دیوباری (Comtesse Du Barry) کی مغفرت کے لیے دعائیں مانگ رہے تھے، کولیا نے بھی یہ سنا۔ ان کی تو بالکل ہی عقل جاتی رہی۔''

''دیکھتے ہیں آپ، سنتے ہیں؟ یہ مجھے کتنا شرمندہ کر رہا ہے۔'' لیبیدیف کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ واقعی اب وہ اپنے آپے سے باہر ہو کر چیخا۔ ''اسے خبر نہیں کہ چاہے میں شرابی ہوں، جونک ہوں، ڈکیت ہوں، برے فعل میں ہوں مگر اب تک زندہ اس لیے ہوں کہ جب یہ بن دراز بالشت بھر کا تھا، میں نے اسے پوتڑوں میں لپیٹا، ٹھیکرے میں نہلایا اور اپنی مفلس محتاج بیوہ بہن ایسیا کے گھر میں جو خود کوڑی کوڑی کو محتاج تھا، اس کی خاطر پوری پوری رات آنکھوں میں کاٹ دی۔ پلک نہیں جھپکائی۔ ماں بیٹے دونوں بیماروں کی تیمارداری کرتا رہا۔ نیچے دربان کے یہاں سے ایندھن چرا کر لایا، اس کے لیے لوریاں گائیں، خود میرے پیٹ میں آگ لگی رہتی تھی اور اسے بہلانے کو انگلیاں چٹخاتا تھا، آیا کا کام کرتا تھا اس کے لیے اور اب یہ مجھ پر ہنس رہا ہے۔ بھلا تجھے کیا مطلب اگر میں نے اتفاقاً ایک مرتبہ اس مرحومہ نوازبادی دیوباری (Du Barry) کی مغفرت کا سجدہ کر ہی لیا تو؟ پرنس، آج چوتھا دن ہے کہ میں نے زندگی میں پہلی بار اس خاتون کی سوانح حیات پڑھی انسائیکلوپیڈیا میں۔ تجھے معلوم ہے کون تھی وہ دیوباری؟ بتا، معلوم ہے یا نہیں؟''

''بس، تمہی ایک ہو جسے معلوم ہے۔'' مذاق اڑاتے ہوئے اس نوجوان نے یونہی بک دیا۔

Scanned with CamScanner

"یہ ایسی ایک کاؤنٹس تھی کہ گندی گلی میں جنم لیا اور ملکہ کی جگہ سے حکومت کر گئی اور جسے ایک عظیم الشان شاہ بانو نے اپنے ہاتھ سے خط میں لکھا (Ma Cousine) (میری بنت عم) کارڈنل Nuncio جیسے درجے کے بڑے پادری نے Levee du roi[3] کے وقت (تجھے کچھ پتہ ہے، لیوے دو روآ، کیا ہوتا ہے؟) اس کے ننگے پاؤں میں ریشمی موزے پہنانے کے لیے کر جھکائی تھی اور یہ عمل باعث عزت شمار کیا تھا..... کیا عالی مقام اور پاکیزہ ہستی تھی وہ۔ تجھے علم ہے اس کا؟ صورت سے ظاہر ہے کہ نہیں معلوم اور اس کی وفات کیسے ہوئی؟ معلوم ہو تو بول اب۔"

"بتاؤ، جان کو آ گئے۔"

"وفات ایسے ہوئی کہ اتنے زبردست وقار اور اقتدار سے رہنے کے بعد اس خاتون کو، بے گناہ کو، جلاد سمسن (Samson) نے مقتل میں گھسیٹا، پیرس کی دکان دارنیوں کے انتقام کی خاطر اور خود اسے خوف کے مارے یہ بھی ہوش نہ تھا کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔ دیکھا کہ جلاد اس کی گردن چمکتی دھار کے نیچے جھکا رہا ہے اور گھٹنا مار کے آگے دھکیل رہا ہے اور لوگ ہیں کہ ہنس رہے ہیں۔ تب اس کے گلے سے صدا آئی "Encore un moment, monsieur le bourreau, encore un moment کیا مطلب کہ "بس دم بھر ٹھہرو، موسیو بورو[4] لمحہ بھر دم لینے دو مجھے۔ یہ ایک ایسا لمحہ تھا جس کی خاطر گگن ہے، خداوند عالم اسے مغفرت عطا فرمائے کیونکہ اس ایک لمحے سے بڑھ کر انسانی روح کا کرب تصور میں نہیں آ سکتا۔ تجھے خبر ہے، شدید کرب کیا ہوتا ہے؟ اسی کو کہتے ہیں، یہی ہے شدید کرب۔ کاؤنٹس کی یہ ایک چیخ، اس ایک منٹ کی آہ، جب میں پڑھ رہا تھا تو دل گویا مسوس رہا تھا اور تجھے اس سے کیا، کیڑے کہ میں رات کو بستر پر لیٹ کر اس گنہگار کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں۔ اسے دعا سے یاد کرتا ہوں۔ کیا پتہ، خاص اسی لیے دعا کا خیال آیا ہو کہ جب سے دنیا قائم ہے، آج تک غالباً کسی کو کبھی یاد بھی نہ رہا ہو کہ اس کے لیے دعائے خیر کریں۔ کسی نے سوچا بھی نہ ہوگا اور کیا عجب ہے جو دوسرے جہان میں یہ جان کر اس کی روح کو راحت ہو کہ اپنے جیسا ایک اور گنہگار بندہ زمین پر ایسا ہے جس نے اس کے حق میں دعائے خیر کی، خواہ ایک ہی بار کی ہو۔ تو کیا دانت نکالتا ہے؟ تجھے یقین نہیں آتا، دھریے! معلوم کیا ہے تجھے؟ جو کہا، وہ بھی جھوٹ، اگر چپکے سے کان لگا کر سن بھی لیا تو کیا۔ میں نے کوئی ایک کاؤنٹس دیوباری کے لیے تھوڑی دعا کی تھی، مرے الفاظ یہ تھے: "اے مالک، بڑی گنہگار کاؤنٹس دیوباری کو اور اس جیسے اوروں کو اپنی رحمت سے بخش دے۔ یہ بالکل دوسری بات ہے کیونکہ بہت سی ایسی بڑی بڑی گنہگار ہوں گی وہ جن کا وقت پلٹ گیا، مصیبت پڑی جو وہاں عالم برزخ میں پڑی کراہ رہی ہیں اور فیصلے کے انتظار میں ہیں اور ہاں، تیرے لیے تجھ جیسوں کے لیے جیسا تو ہے، اس قماش کے لچوں لفنگوں، دل دکھانے والوں کے لیے بھی میں نے تبھی دعا کی تھی۔ اگر تو نے کان لگا کے چپکے چپکے سننا ہی سیکھا ہے تو..... سن لیا ہوگا کہ کیسے دعائیں کرتا ہوں....."

"بس کرو، بہت ہو لیا۔ جس کے لیے جی چاہے دعا کیے جاؤ میری بلا سے۔ بہت چیخ لیے۔" بھانجے نے عاجز آ کر ماموں کی بات کاٹی۔ "آپ کو خبر ہے پرنس، ایک ہی آدمی ہے جو بہت پڑھا لکھا ہے ہمارے یہاں؟" اس نے بے ڈھب مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "اب آج کل اسی طرح کی مختلف کتابیں اور یاد ماضی والی چیزیں پڑھا کرتے ہیں۔"

"آپ کے ماموں، بہر حال دیکھیے کہ سنگدل، آدمی تو ہیں نہیں۔" پرنس نے اوری دل سے کہہ دیا۔ اب اسے

Scanned with CamScanner

اس نوجوان سے سخت کوفت ہونے لگی تھی۔

''اور آپ ہیں کہ اوپر سے ان کی اور تعریف کیے دیتے ہیں۔ دیکھتے ہیں انہوں نے دل پر ہاتھ رکھ لیا، آنکھوں میں پانی بھر آیا، مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ سنگدل تو نہیں ہیں خیر لیکن جوڑ توڑ میں لگے رہتے ہیں۔ یہ ہے مصیبت۔ اوپر سے پینے کی لت۔ سارے پیچ ڈھیلے پڑ گئے۔ جیسا کہ برسوں تک پینے والوں کا حال ہوتا ہے۔ اس لیے کل پرزے چکر کھا رہے ہیں۔ مانتا ہوں کہ بچوں سے انہیں پیار ہے، مرحومہ ممانی کا بھی بڑا خیال ہے..... مجھ سے بھی محبت کرتے ہیں، دیکھ لیجیے گا وصیت میں میرے نام کچھ لکھ جائیں گے.....''

''ہرگز کچھ نہیں لکھوں گا۔'' لیبیدیف نے بے دردی سے پھنکارا۔

''سنیے لیبیدیف۔'' پرنس نے نوجوان کی طرف سے منہ پھیر کر دبنگ لہجے میں کہا ''میں اپنے تجربے کی بنا پر کہتا ہوں کہ آپ کاروباری آدمی ہیں..... مگر جب آپ کا جی چاہے۔ میرے پاس فی الحال وقت بہت کم ہے اور اگر آپ مسٹر..... معاف کیجیے۔ آپ کا پورا نام یاد نہیں آ رہا؟''

''تی مو..... تیموفئی۔''

''اور آگے؟''

''لوکیانووچ۔''

کمرے کے سب حاضرین پھر ہنس پڑے۔

''جھوٹ۔'' بھانجے نے وہیں پکارا ''نام بتانے میں بھی جھوٹ پرنس صاحب۔ ان کا نام یوں نہیں بلکہ یوں ہے: لوکیان تیموفے نچ! بتاؤ بھلا یہاں جھوٹ کیا ضرور تھا؟ تمہیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کیا لوکیان اور کیا تیموفئی اور پرنس کو اس سے کیا سروکار؟ صرف عادت سے مجبور ہیں کہ جھوٹ منہ سے نکلتا ہے، یقین کیجیے گا پرنس۔''

''کیا سچ؟'' پرنس نے جھٹ پوچھ لیا۔

''واقعی یہی ہے، لوکیا تیموفے نچ!'' لیبیدیف نے مان لیا اور وہ گڑبڑا گیا۔ نیازمندی سے نگاہ نیچی کر لی اور ہاتھ پھر دل پر رکھ لیا۔

''مگر ایسا کرتے کیوں ہیں آپ؟ اُف خدایا۔''

''اپنی تحقیر کرانے کو۔'' لیبیدیف نے زیرلب کہا اور زیادہ سرنگوں ہو گیا۔

''بھلا یہاں اپنی تحقیر کا کونسا موقع تھا۔ اچھا تو مجھے کولیا کی سخت تلاش ہے، یہ بتائیے، کہاں مل سکتا ہے اس وقت؟'' پرنس اتنا کہہ کر چلنے کو تیار ہو گیا۔

''میں بتاتا ہوں کولیا کہاں ملے گا۔'' وہی نوجوان پھر دخیل ہوا۔

''نہیں، نی، نی۔'' لیبیدیف بے اختیار پکارا اور ہاتھ پاؤں جھٹکنے لگا۔

''کولیا نے رات یہاں گزاری مگر صبح سویرے اپنے باپ جنرل کی تلاش میں نکل گیا جسے آپ نے وارث گرفتاری سے، خدا جانے کس لیے قرضہ بھر کر بچا لیا۔ جنرل نے کل ہی وعدہ کیا تھا کہ وہ رات گزارنے یہاں ضرور

فرمائیں گے مگر زحمت نہیں فرمائی۔ غالباً وہیں "وے سی" ہوٹل میں رہ گئے..... یہاں سے بہت دور نہیں ہے وہ جگہ۔ کولیافی الوقت یا تو وہاں ہوگا ورنہ پاولوفسک میں جنرل یپان چین والوں کے پاس۔ روپیہ جیب میں ہے، کل ہی ادھر جانے والا تھا۔ مطلب یہ کہ اب اگر ملے تو وہ ہوٹل "وے سی" میں یا پھر پاولوفسک میں۔"

"ہاں، پاولوفسک میں، وہیں پر..... اور اب ہم اِدھر، جی اسی طرف ذرا باغیچے کی طرف..... ایک ایک کافی ہو جائے۔"

لیبیدیف نے پرنس کا بازو تھاما اور ادھر لے چلا۔ دونوں اس کمرے سے باہر نکلے، چھوٹے سے احاطے میں ہو کر ایک جنگلے میں داخل ہوئے۔ یہاں واقعی چھوٹا سا مگر بڑا پیارا باغیچہ تھا، جس میں موافق موسم کی بدولت درختوں اور پودوں پر بہار تھی۔ لیبیدیف نے پرنس کو لکڑی کی ہری بنچ پر بٹھایا، بنچ کے سامنے زمین میں دھنسی ہوئی ہرے رنگ کی میز لگی تھی اور خود پرنس کے بالمقابل ڈٹ گیا۔ منٹ بھر گزرا ہوگا کہ کافی آ گئی۔ پرنس نے انکار نہیں کیا۔ لیبیدیف بڑے اشتیاق سے اور بے صبری سے مسلسل پرنس کی آنکھوں میں جھانکتا رہا۔

"مجھے تو گمان بھی نہیں تھا کہ آپ ایسے ٹھاٹھ سے رہتے ہوں گے۔" پرنس نے یہ کہا تو اس کی صورت سے ٹپکتا تھا کہ خیال کہیں اور ہے۔

"لاوارثی گھر ہے۔" لیبیدیف نے زبان کھولی آزردگی کے ساتھ مگر پھر خود ہی تھم گیا۔ پرنس بے خیالی میں اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اور اپنا سوال تب تک بھول چکا تھا۔ ایک آدھ منٹ اور گزرا۔ لیبیدیف انتظار میں پرنس کی صورت تک رہا تھا۔

"اچھا تو پھر....." پرنس گویا چونک کر پھر ہوش میں آیا "ہاں تو، آپ کو معلوم ہے لیبیدیف کہ ہمیں کیا مسئلہ درپیش ہے۔ میں آپ کے خط پر یہاں آیا ہوں۔ اب بتائیے۔"

لیبیدیف کسمسا رہا تھا۔ کچھ کہنا ضرور چاہتا تھا مگر آئیں بائیں شائیں کر کے رہ گیا۔ پرنس نے انتظار کیا اور پھیکی ہنسی اس کے لبوں پر آئی۔

"معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو خوب سمجھتا ہوں لوکیان تیموفے وچ۔ میں آپ کی توقع کے خلاف آ پہنچا۔ آپ نے سوچا ہوگا کہ پہلے ہی خط پر میں اپنا گوشہ چھوڑ کر نکل نہیں پڑوں گا۔ تو خط جو لکھا وہ بلانے کو نہیں بلکہ اپنے ضمیر کا بوجھ ہلکا کرنے کو لکھا اور میں ہوں کہ خط ملا اور آ پہنچا۔ خیر، بہت ہوا۔ اب آپ دھوکے میں مت رکھیے۔ ایک وقت میں دو دو مالکوں کی خدمت کر چکے۔ اب اس سے باز آئیے۔ رگوژین کو یہاں آئے ہوئے تین ہفتے ہو گئے ہیں۔ مجھے سب اطلاع ہے۔ یہ بتائیے اسے رگوژین کے ہاتھ فروخت کرنے کا موقع مل گیا آپ کو جیسے تب کیا تھا یا ابھی نہیں ملا؟ سچ سچ بتائیے۔"

"اس مردوں نے خود ہی معلوم کر لیا۔"

"گالی نہ دیجیے۔ اگر سلوک اس نے برا کیا آپ کے ساتھ.."

"مارا ہے، پیٹا ہے۔" لیبیدیف بری طرح غصے میں پکارا "اور اوپر سے کتا چھوڑ دیا مجھ پر ماسکو میں۔ سڑک پر میرے پیچھے لگا رہا وہ بھیڑیے کا تخم، بڑا ہی موذی تھا سور۔"

Scanned with CamScanner

"لیبید یف مجھے بچہ مت سمجھیے۔ سنجیدگی سے صاف صاف بتائیے۔ اب اس نے رگوژین کا ساتھ چھوڑ دیا یا نہیں ماسکو میں؟"

"سنجیدگی سے، قطعی سنجیدگی سے۔ پھر وہ عین شادی کی رسم ہونے میں نکل گئی۔ وہ منٹ منٹ انتظار میں اور یہ جو تھی تو یہاں پیترسبورگ میں، سیدھی میرے گھر۔ "مجھے بچالو، میری مدد کرو لوکیان..... اور دیکھنا، پرنس کو نہ بتانا....." سچ کہوں پرنس وہ اس سے اتنا نہیں ڈرتی جتنا آپ سے، کوئی خاص حکمت ہے اس میں۔"

لیبید یف نے یہ کہہ کر ہوشیاری سے ماتھے پر انگلی ٹھونکی۔

"اور آپ نے اس بار پھر انہیں جوڑ دیا؟"

"سرکار، پرنس عالی جاہ، بھلا میری کیا مجال تھی..... میں کیسے روک دیتا؟"

"بس بس۔ میں خود سب معلوم کرلوں گا۔ صرف اتنا بتا دیجیے کہ فی الوقت وہ کہاں ہے؟ اسی کے پاس؟"

"اجی نہیں..... فی، فی۔ اپنے ہی بس میں ہے۔ کہتی ہے میں آزاد ہوں اور آپ کو خبر ہے پرنس اپنی ضد پر اڑی ہوئی ہے۔ کہتی ہے ابھی تو میں اپنی مرضی کی آپ مختار ہوں۔ پیترسبورگ سائیڈ پر ہی میری سالی کے مکان میں رہ رہی ہے۔ جیسا کہ میں نے آپ کو لکھا تھا۔"

"اب بھی وہیں ہوگی؟"

"وہیں..... اگر پاولوفسک میں نہ ہوئی کیونکہ موسم اچھا ہے۔ ممکن ہے دار یا الیکسی ونا کے دا چہ پر چلی گئی ہو۔ کہتی ہے میری مرضی۔ میں بالکل آزاد ہوں۔ ابھی کل کی بات ہے صاحبزادے نکولائی (کولیا) سے وہ اپنی آزادی کی بڑھانک رہی تھی۔ ویسے ہے یہ بری علامت۔"

لیبید یف نے دانت نکال دیئے۔

"کولیا اکثر اس سے ملتا رہتا ہے؟"

"من موجی لڑکا ہے۔ پتہ نہیں کب کیا کر گزرے۔ بات اس سے بچتی نہیں۔"

"آپ کب سے نہیں گئے؟"

"میں تو روز جاتا ہوں..... روزانہ۔"

"مطلب یہ کہ کل گئے تھے؟"

"نہیں، آج چوتھا دن ہے کہ نہیں۔"

"افسوس کہ آپ کچھ پیئے ہوئے ہیں ورنہ آگے دریافت کرتا۔"

"نائیں..... فی، فی۔ بالکل ہوش میں ہوں۔"

پھر لیبید یف نے اپنی نظریں پرنس پر جمالیں۔

"اچھا ایک بات بتائیے، کس حال میں چھوڑا تھا اسے؟"

"تلاش میں۔"

Scanned with CamScanner

''کیا کہا، تلاش میں؟''

''ہاں، اسے جیسے کسی شے کی تلاش ہے۔ جیسے کچھ گم ہو گیا ہو۔ آئندہ شادی کا خیال اسے گھناؤنا لگتا ہے۔ شادی کی تجویز زبان پر لائیے تو برا مان جاتی ہے اور اس آدمی کو وہ سنگترے کے چھلکے سے زیادہ وقعت نہیں دیتی یعنی ویسے تو چھلکے سے زیادہ ہی کیونکہ اس کی دہشت سے مجبور ہو جاتی ہے لیکن نام لیجیے تو نام تک لینے کی روادار نہیں۔ وہ دونوں ملتے بھی ہیں تو صرف ضرورت بھر کو..... اور وہ اس بات کا بہت برا مانتا ہے۔ ایک دن رنگ لائے گی یہ بات..... نچلی نہیں بیٹھتی۔ مذاق اڑاتی ہے، زبان بدل دیتی ہے اور کسی کی نہیں سنتی.....''

''زبان بدلتی ہے، کسی کی نہیں سنتی، کیا مطلب؟''

''جی ہاں، اپنی بات کی پکی ہے اسے کیونکہ پچھلی بار ایک بات پر میرے بال کھسوٹنے والی تھی، بچ گیا میں۔ Apocalypse کے حساب سے میں نے اس کے قصور گنوائے تھے۔''

''کیا کہا؟'' پرنس نے پھر سے پوچھا، اسے خیال گزرا کہ شاید وہ لفظ ٹھیک سے نہیں سنا۔

''Apocalypse یعنی صحیفے سے فال نکالنا۔ عورت بڑے بے چین تخیل کی ہے۔ ہی، ہی اور اس پر بھی میری نظر گئی کہ بھاری موضوعات میں چاہے وہ غیر متعلق ہوں، وہ کافی درک رکھتی ہے۔ اسے پسند ہیں، کافی پسند ہیں بلکہ بات چھیڑو تو اسے اپنی عزت افزائی شمار کرتی ہے۔ جی ہاں، میں اس علم میں بہت پکا ہوں۔ آج پندرہ سال ہونے آئے اس مشق کو۔ وہ یہ تو مان گئی کہ ہم تیسرے برج فرس کے دور میں ہیں اور سوار جو ہے اس کے ہاتھ میں میزان ہے یعنی اس زمانے میں ہر چیز ترازو میں تلے گی، شرط نامے کے مطابق اور سب لوگ صرف اپنا حق طلب کریں گے۔ گیہوں کا ایک ناپ ایک دینار میں، جو کے تین ناپ ایک دینار میں..... اس کے علاوہ یہ کہ آزاد ذہن، سچا دل اور صحت مند جسم، یہی غیب کی نعمتیں برقرار رہیں گی مگر وہ صرف اپنے حق سے انہیں نہیں سنبھال سکیں گے۔ ان کے عقب میں فرس اصفری لگا ہوا ہے اور وہ جس کا نام ہے موت اور اس کے پیچھے دوزخ..... ملتے ہیں تو اس طرح کی گفتگو رہتی ہے۔ بہت اثر ہوتا رہا ہے.....''

''خود آپ کا یقین ہے اس پر؟'' پرنس نے عجیب نظر سے لیبیدیف کی صورت دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یقین بھی ہے، مطلب بھی بتا دیتا ہوں۔ ننگا بھوکا آدمی میری ہستی کیا۔ آدم زاد کے صحرا میں ایک ذرہ ناچیز۔ لیبیدیف کو بھلا کون پوچھتا ہے؟ ہر ایک کی زبان تیز ہے اس پر اور جسے دیکھو لات مار کے دھتا بتاتا ہے۔ یہ ایک علم تعبیر ایسا ہے جس میں عالی مقام رکھتا ہوں۔ وجہ کیا کہ ذہن! ایک عالی مقام شخص تھے، اپنی آرام کرسی میں لرز کر رہ گئے جب ذہن کا حال کھلا اب تیسرا سال ہے، ایسٹر کے ہفتے سے ذرا پہلے سرکار والا تبار، نیل الیکسئی وچ کو جب میں ان کے محکمے میں ملازم تھا خبر پہنچی۔ انہوں نے پیوتر زخارچ کے ذریعے ڈیوٹی افسر کو حکم بھیج کر مجھے بلوایا، خاص کمرے میں طلب فرما کر خلوت میں سوال کیا: ''کیا یہ درست ہے کہ تم Antichrist (دجال) کی پیشگوئی کے پروفیسر ہو؟'' میں نے بھی چھپایا نہیں۔ قبول دیا..... ''جی صاحب! پھیلا دیا کاغذ، حساب جمایا، خوف طاری نہیں ہونے دیا مگر خوب سوچ سمجھ کر جب میں نے تمثیلی اصطلاحات کو جوڑا تو اور زور دے دیا اور نمبر سامنے رکھ دیئے۔ مطلب بتا دیا۔ شروع میں ہنسے مگر جب نمبروں وغیرہ کا حساب دیکھا تو کانپنے لگے۔ کہا کہ کتاب بند کرو اور چل دو۔ ایسٹر میں جو سرکاری اعزاز ملتے ہیں، ان کی فہرست میں میرا نام

Scanned with CamScanner

ڈال دیا مگر ایسٹر کے اگلے ہفتے جاں بحق ہو گئے۔"

"کیا کہتے ہیں لیبیدیف؟"

"برحق کہتا ہوں۔ شام کا کھانا کھا کے گھوڑا گاڑی پر سوار ہوئے اور گاڑی سے گرے تو کنپٹی پر بکسے کی چوٹ لگی۔ بچے کی طرح، بالکل بچے کی طرح وہیں کے وہیں ختم۔ سروس بک میں تہتر برس عمر نکلی۔ چہرہ سرخ، بال سفید، عطر سے مہکتے تھے، ہنستے رہتے، بچے کی طرح خوش خوش مسکرایا کرتے تھے۔ بعد میں پیوتر زخارچ کو یاد آیا کہنے لگا "تم نے جو پیش گوئی کر دی تھی۔"

پرنس اٹھنے لگا۔ لیبیدیف کو تعجب ہوا بلکہ وہ الجھن میں پڑ گیا کہ مہمان اب چلا۔

"آپ بہت بے نیاز ہو گئے۔ صاب! ہی، ہی!" اس نے لجاجت سے جتانے کی جرأت کی۔

"معاف کرنا، میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔ سفر کی تکان سے سر بھی بھاری ہے شاید۔" پرنس نے بے زاری سے جواب دیا۔

"آپ کو تو شہر سے باہر کوئی بنگلہ ہو....." دبی آواز میں لیبیدیف نے تجویز کیا۔

پرنس کھڑا سوچنے لگا۔

"میں خود یہاں تین دن اور ہوں۔ پھر سب گھر بار لے کر داچہ کو روانہ ہوتا ہوں کہ گود کی بچی سلامت پہنچ جائے۔ اتنے ہم وہاں ہوں گے، یہاں گھر ورڑ ا ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔ میرا بھی پاولوفسک کی طرف ارادہ ہے۔"

"آپ بھی پاولوفسک کو؟" پرنس نے ایک دم سوال کیا۔

"جسے دیکھو یہاں، وہی پاولوفسک کی طرف چلا جا رہا ہے؟ کیا بات ہے؟ آپ نے بتایا کہ وہاں آپ کا اپنا داچہ ہے؟"

"نہیں، سب تو ادھر نہیں جا رہے۔ ایوان پتیت بن کو وہاں ایک سستا سا بنگلہ مل گیا تھا، وہ انہوں نے میری خاطر رہنے دیا۔ اچھی جگہ ہے اونچی سی، ہر طرف ہریالی، کم خرچ، نفیس اور پھر موسیقی کا مزا۔ اس لیے سب کا رخ اسی طرف ہے۔ میں تو اس کے صرف ایک بازو میں ہوں گا، باقی بنگلہ تو....."

"اٹھا دیا؟"

"نہیں، جی، وہ.....نہیں۔ بالکل تو نہیں اٹھایا۔"

"مجھی کو دے دیجیے۔" پرنس نے اچانک پیشکش کر دی۔

شاید لیبیدیف کا دماغ بھی اسی ترکیب میں تھا ابھی تین منٹ پہلے اسے یہ سوجھی تھی۔ ویسے تو کرایہ دار کی اسے کوئی محتاجی نہیں تھی۔ داچہ کرائے پر لینے کا امیدوار اس سے مل کر کہہ گیا تھا کہ غالباً وہی لے لے گا۔ لیبیدیف کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہاں لفظ "غالباً" کا مطلب ہے "یقیناً" لیکن اتنے میں یکا یک ایک اور خیال، اور لیبیدیف کے انداز سے، نہایت مفید مطلب خیال اسے سوجھ گیا کہ یہ داچہ پرنس کو کرائے پر اٹھا دیا جائے، اس بہانے کہ پہلے کا آدمی تمام تو کچھ کہہ نہیں گیا۔ پرنس وہاں رہتے ہیں تو لیبیدیف کے تصور میں "معاملات کا پورا چکر اور حالات کی ٹکر کچھ سے کچھ ہو

Scanned with CamScanner

جائے" کا امکان سامنے آ گیا۔ ادھر پرنس نے جونہی پیشکش کی، اسے قبول کرتے ہوئے لیبیدیف قریب قریب جھوم اٹھا۔ چنانچہ کرائے وغیرہ کے سوال پر اس نے ہاتھ نچا دیا یعنی یہ کوئی مسئلہ نہیں۔

"خیر، جیسا آپ کا منشا۔ میں معلومات کر لوں گا۔ آپ کو اس سودے میں گھاٹا نہیں ہونے والا۔"

پرنس اور لیبیدیف دونوں اس باغیچے سے ساتھ نکلے۔

"اور میں، شاید میں تو، اگر آپ چاہیں تو..... میں کوئی بڑے کام کی بات، عالی جناب پرنس صاحب، اسی خاص معاملے کے تعلق سے کارآمد اطلاع پہنچا سکتا ہوں۔" پرنس کے پہلو میں خوشی سے مچلتے ہوئے لیبیدیف بدبدایا۔

پرنس کے قدم وہیں کے وہیں جم گئے۔

"داریا الیکسئی ونا کا بھی پاولوفسک میں داچہ ہے۔"

"تو؟"

"اور ہماری پہچان کی ایک خاص ہستی اس کی ملنے والی ہے۔ پاولوفسک میں وہ بھی وہاں آمد و رفت کا ارادہ رکھتی ہے۔ کسی غرض سے۔"

"تو پھر؟"

"اگلایا ایوانوونا....."

"بس بکومت، لیبیدیف!" کسی ناگوار خاطر تاثر کے ساتھ پرنس نے اس کی بات کاٹ دی۔ گویا لیبیدیف کے لفظ نے اس کی دکھتی رگ پر انگلی رکھ دی ہو۔ "یہ سب، وہ بات نہیں، اسے چھوڑو۔ یہ کہیے کہ یہاں سے داچہ میں کب تک جانے والے ہیں؟ میں تو جتنی جلدی ہو اتنا ہی بہتر کیونکہ ہوٹل میں قیام ہے۔"

بات چیت کرتے وہ باغیچے سے باہر آ گئے۔ گھر میں جائے بغیر احاطے سے گزرے اور جنگلے کے دروازے پر پہنچ گئے۔

"ہاں تو اس سے بہتر کیا۔ آپ ہوٹل چھوڑ کر یہیں میرے پاس آ جائیے۔ آج ہی چلے آئیے اور پرسوں ہم سب اٹھ کر پاولوفسک ساتھ روانہ ہو جائیں گے۔"

"دیکھوں گا۔" پرنس نے سوچتے ہوئے جواب دیا اور پھاٹک سے باہر نکل گیا۔

لیبیدیف اسے جاتے دیکھتا رہا۔ پرنس کی یکا یک خود فراموشی سے وہ سخت حیرت میں تھا کہ جاتے وقت زبان سے "رخصت" کا لفظ تک کہنا بھول گیا، یہاں تک کہ سر کے اشارے سے بھی رخصت نہ لی اور چل دیا۔ لیبیدیف تو پرنس کے آداب اور پاس و لحاظ کا قائل تھا مگر یہ برتاؤ اس کے اطوار سے میل نہیں کھا رہا تھا۔

(3)

دن کے بارہ کا عمل تھا۔ پرنس کو خبر تھی کہ جنرل۔پان چین کے ہاں گیا تو اکیلے جنرل ہی وہاں ملیں گے جو اپنی ڈیوٹی پر ہیں اور ان کا ہونا بھی یقینی نہیں۔ خیال گیا کہ عجب نہیں جو جنرل اسے ساتھ لے لیں اور لیے ہوئے فوراً پاولوفسک چل دیں، مگر وہاں جانے سے پہلے کسی اور سے ملنے کو جی بہت چاہتا تھا۔ اگرچہ تاخیر کرنے میں جنرل کے نکل جانے کا اور

Scanned with CamScanner

پاولوفسک کی حاضری کل تک ٹل جانے کا اندیشہ تھا، تاہم طے کیا کہ جس مکان پر جانے کے لیے اتنا بے چین ہے، اس کی تلاش کیا جائے۔

بعض اعتبار سے پرنس کا وہاں جانا اس کے لیے خطرے سے خالی نہ تھا۔ دشواری نظر کے سامنے تھی، وہ الجھن میں پڑ گیا۔ گھر کا پتہ معلوم تھا کہ گروخوایا میں واقع ہے، جو سادووایا سے زیادہ فاصلے پر نہیں۔ اسی طرف کا رخ کیا۔ اس امید میں کہ وہاں پہنچتے پہنچتے قطعی فیصلہ کرنے کا وقت مل جائے گا۔

جب وہ گروخوایا اور سادووایا کے چوراہے کے نزدیک پہنچا تو اسے خود تعجب ہوا کہ دل کیسا دھڑ رہا ہے۔ خود کو اتنے زبردست اضطراب کا اندیشہ نہیں تھا۔ ذرا فاصلے پر ایک مکان تھا جو اپنی خاص ہیئت کی بنا پر دور سے ہی اس کی توجہ کھینچنے لگا۔ پرنس کو یہ وقت گزرنے کے بعد یاد آیا کہ تبھی ماتھا ٹھنکا تھا کہ ''ہو نہ ہو، یہی وہ مکان ہوگا۔'' قیاس کہاں تک درست ہے، اس کی تصدیق کرنے کے لیے، غیر معمولی تجسس لیے وہ اس مکان کی طرف بڑھا، دل کہتا تھا کہ اگر کہیں قیاس درست نکلا تو کسی سبب سے اسے کوفت ہوگی۔ بڑی سی عمارت تھی، بے رونق، تین منزل کی، بدوضع اور میلے سبز رنگ کی۔ اس وضع کی چند ایک عمارتیں جو پچھلی صدی کے آخر میں تعمیر ہوئی تھیں، پیترسبورگ کی خاص انہی سڑکوں پر آج بھی براجمان تھیں اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ (حالانکہ اس شہر میں تبدیلیوں کی رفتار تیز ہے۔) یہ عمارتیں نہایت پائیدار تعمیر ہوئی ہیں، چوڑے آثار مگر کھڑکیاں بہت کم۔ نیچے کی منزل میں جو کھڑکیاں ہوتی بھی ہیں تو نیچے کٹھرے لگی ہوئی۔ نیچے زیادہ تر روپیہ ایکسچینج کرنے والے تھلے پر بیٹھے رہتے ہیں۔ اسکوپیتس [5] جو نیچے بیٹھا روپے کا لین دین کرتا ہے، وہی اوپر کا مکان کرائے پر لے لیتا ہے۔ اندر باہر دونوں طرف سے روکھا اور سوکھا منظر، گویا کچھ چھپایا جا رہا ہے، خفیہ معاملہ ہے، مکان کا حلیہ اور ہیئت دیکھتے ہی یہ گمان کیوں گزرتا ہے، وجہ بتانا دشوار ہے۔ پوری لائن کے طرز تعمیر کی موزونیت بھی اپنے اندر ایک راز رکھتی ہے۔ ان مکانات میں چن چن کر بیوپاری لائن کے لوگ بستے ہیں۔ پرنس جب پھاٹک کے قریب پہنچا اور اس پر لگی ہوئی تختی دیکھی تو لکھا تھا: ''مکان موروثی اشراف رگوژین صاحب کا۔''

ہچکچاہٹ چھوڑ کر پرنس نے شیشے کا دروازہ کھولا، قدم اندر رکھا تو دروازہ زور سے چرچرا کر پیچھے بند ہو گیا۔ اوپر کی منزل پر پہنچنے کے لیے سامنے کے زینے پر چڑھنا شروع کیا۔ زینے میں تاریکی تھی۔ سنگین زینہ پھوہڑ پن سے بنا تھا اور دیواروں پر لال رنگ روغن چڑھا ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ رگوژین اپنی ماں اور بھائی کے ساتھ یہیں، اسی بے رونق مکان میں رہتا ہے اور پہلی منزل صرف انہی کے استعمال میں ہے۔ جس شخص نے باہر کا گیٹ کھولا تھا، وہ بن کہے سنے اسے راستہ دکھاتا چلا اور دیر تک چلتا رہا۔ سامنے کا ایک ہال تھا جس کی دیواروں پر نقلی سنگ مرمر چڑھا تھا، اس میں سے گزرے، اس ہال میں شیشم کی پٹیاں فرش کی جگہ بچھی تھیں، سن بیس کے زمانے کا فرنیچر تھا، بدوضع اور بھاری فرنیچر، پھر چھوٹے چھوٹے سے کٹرے تھے، پیچ در پیچ، خم در خم، جن میں سے دو یا تین سیڑھی چڑھنا اترنا پڑتا تھا..... ان سب سے گزرنے کے بعد ایک دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ دروازہ کھلا تو خود پرفیون سیمیونچ رگوژین نے کھولا تھا، پرنس کو دیکھتے ہی اس کا چہرہ فق ہو گیا اور وہیں کا وہیں گڑ گیا۔ یہاں تک کہ کچھ دیر تو وہ پتھر کی مورتی نظر آتا تھا۔ ٹکٹکی باندھ کر بے حس و حرکت دیدے پھاڑ کر وہ یوں پرنس کی صورت تک رہا تھا۔ اس کا منہ انتہا درجے کی ہونق مسکراہٹ میں ایسا اینٹھ گیا تھا کہ گویا پرنس کی آمد کوئی بڑی اچ

انہونی بات ہے، کوئی معجزہ جیسا ہے۔ پرنس کو بھی کچھ اسی قسم کی توقع تھی لیکن رگوژین کی بدحواسی دیکھ کر تو وہ خود بھی حیرت میں پڑ گیا۔

"پرفیون، شاید میں ناوقت آیا، تو میں چلا جاتا ہوں۔" پرنس کی زبان سے آخر پریشانی میں نکلا۔

"ویسے تو، ویسے تو، خیر!" پرفیون رگوژین نے حواس درست کرتے ہوئے کہا "مہربانی فرماؤ، تشریف لاؤ اندر۔"

ان دونوں کے درمیان آپ کا نہیں "تم" کا رشتہ تھا۔ ماسکو کے دوران قیام میں ان کی اکثر اور طول طویل ملاقاتیں رہیں اور ان ملاقاتوں میں ایسے بھی کئی لمحے آئے اور گئے جن کا نقش دل پر پائیدار رہ گیا۔ تاہم اس بار ملے ہوئے تین مہینے سے زیادہ ہو چکے تھے۔

رگوژین کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ اور اندیشے کی ہلکی سی لرزش کا اثر اب تک باقی تھا۔ اگرچہ اس نے مہمان کو اندر بلا لیا تھا، پھر بھی غیر معمولی پریشانی دور نہیں ہوئی تھی۔ اتنے میں وہ پرنس کو آرام کرسی تک لے جا کر میز کے سامنے بٹھا رہا تھا، پرنس اتفاقاً اس کی جانب مڑا اور میزبان کی انتہائی عجیب اور کڑی نظروں کی زد میں پہنچ کر اٹکا اور اٹک کر رہ گیا۔ کوئی شے تھی جو گویا اس کے آر پار ہوئی جاتی تھی، ساتھ میں ہی کچھ ایسی بات تھی جو اسے ماضی قریب کی، تلخ اور اداس کیفیت یاد دلا رہی تھی۔ وہ کرسی پر نہیں بیٹھا اور بے حس و حرکت ذرا دیر رگوژین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھتا رہا۔ شروع کے لمحوں میں رگوژین کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ چمکنے لگیں۔ آخر رگوژین مسکرا دیا۔ اگرچہ کسی قدر الجھن میں گرفتار اور گم سم تھا۔

"یہ کیا کھڑے کھڑے میرا منہ تک رہے ہو؟ بیٹھ جاؤ۔" وہ بدبدایا۔

پرنس بیٹھ گیا۔

"پرفیون، مجھے سیدھے صاف ایک بات بتاؤ۔" پرنس نے سوال کیا۔ "تمہیں خبر تھی کیا کہ میں آج پیترسبورگ پہنچ جاؤں گا یا خبر نہیں تھی؟"

"یہ تو خیال آیا تھا مجھے کہ تم آؤ گے ضرور، دیکھا، میں نے غلطی نہیں کی۔" اس نے زہرخند کے ساتھ جواب دیا۔ "مگر یہ کہ تم آج پہنچو گے، یہ بھلا کیسے معلوم ہوتا؟"

سوال اور جواب، دونوں میں جو غضب کا تیکھا پن اور عجب طرح کا چڑچڑا پن تھا، اس سے پرنس اور بھی چراغ پا ہو گیا۔

"اگر تمہیں اطلاع بھی ہوتی کہ آج پہنچ جاؤں گا، تب بھی اتنی برہمی کا سبب کیا؟" پرنس نے دبی ہوئی آواز میں ذرا پریشانی کے ساتھ پوچھ لیا۔

"ایسی بات پوچھتے ہی کیوں ہو؟"

"آج جب میں گاڑی سے اترا تو مجھے پلیٹ فارم پر بعینہٖ ایسی دو آنکھیں نظر پڑیں جیسی آنکھوں سے تم نے ابھی ابھی پیچھے کی طرف سے مجھے دیکھا تھا۔"

Scanned with CamScanner

''چھوڑو، کس کی آنکھیں ہوں گی بھلا وہ؟'' رگوژین نے شک وشبہ کے ساتھ بے اختیار کہا۔ پرنس کو یوں محسوس ہوا گویا اس کے شانے تھرتھرائے۔

''معلوم نہیں، کس کی ہوں گی۔ ہجوم تھا لوگوں کا، ممکن ہے کچھ بھی نہ ہو، صرف وہم گزرا ہو۔ اب مجھے وہم ہونے لگا ہے۔ بھائی میرے، پرفیون، ویسی ہی حالت پھر ہوئی جا رہی ہے جیسی اب سے پانچ برس پہلے تھی جب مجھ پر دورے بھی پڑا کرتے تھے۔''

''ہاں، ممکن ہے آنکھ نہ ہو، تمہارا وہم ہو۔ مجھے کیا معلوم.....'' پرفیون بڑبڑایا۔

چکنی چپڑی مسکراہٹ اس کے چہرے پر فی الوقت بے محل نظر آتی تھی۔ اس تبسم میں گویا کوئی شے ٹوٹ کر بکھر رہی ہے اور پرفیون کے بس کی بات نہیں کہ اسے چپکا لے یا جوڑ دے۔

''تو پھر کیا ارادہ ہے؟ پردیس سدھارنے کا؟ پھر چل دیں گے کیا؟'' اس نے پوچھا اور ایک دم اضافہ کیا۔ ''یاد ہے ہم کیسے ایک ہی ڈبے میں چلے آ رہے تھے خزاں کے دنوں میں، پسکوف سے سوار ہوئے تھے۔ میں ادھر آ رہا تھا اور تم وہ..... اپنا برساتی لبادہ..... وہ گھٹنے تک کے موزے..... وہ!''

رگوژین کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔ اس بار کی ہنسی میں بغض گھلا ہوا تھا اور وہ دل ہی دل میں خوش تھا کہ چلو، کسی صورت تو یہ بغض دل سے نکلا۔

''تمہاری یہاں پر مستقل رہائش ہے کیا؟'' پرنس نے کیبن پر نظر دوڑا کر پوچھا۔

''ہاں اپنے ہی گھر میں ہوں اور کہاں جاؤں گا؟''

''ایک زمانے سے ہم لوگ ملے نہیں۔ تمہارے بارے میں ایسی ایسی باتیں سننے میں آئیں جیسے تم نہیں کوئی اور ہو۔''

''کہنے والوں کی زبان کون پکڑے!'' رگوژین نے سوکھے منہ جواب دیا۔

''بہرحال تم نے وہ اپنی ساری ٹولی نکال باہر کی۔ خود آبائی مکان میں رہتے ہو۔ شرارت بھی چھوڑ دی، اچھا ہی کیا۔ مکان یہ تمہارا ہے یا تم لوگوں کا مشترکہ؟''

''ماں کا مکان ہے۔ ادھر سے کوریڈور لگا ہوا ہے۔''

''اور تمہارے بھائی کہاں رہتے ہیں؟''

''میرے بھائی سیمیون سیمیونچ اس کے ایک بازو میں رہتے ہیں۔''

''ان کے بال بچے ہیں؟''

''بیوی مر چکی مگر تمہیں ان باتوں سے کیا غرض؟''

پرنس نے اسے دیکھا مگر جواب نہ دیا۔ وہ اپنے خیالوں میں غرق ہو گیا، شاید سوال سنا ہی نہیں۔ رگوژین نے اپنے سوال پر اصرار بھی نہیں کیا، صرف انتظار میں رہا۔ دونوں طرف خاموشی تھی۔

''ابھی جب میں آ رہا تھا تو سو قدم سے تمہارا گھر پہچان گیا۔'' پرنس نے کہا۔

Scanned with CamScanner

"کیوں؟ کیسے؟"

"ٹھیک سے نہیں معلوم۔ تمہارے مکان میں تمہارے خاندان کا اور تم سب رگوژین والوں کی زندگی کا رنگ ڈھنگ جھلکتا ہے۔ اب پوچھو، میں نے یہ نتیجہ کیسے نکالا تو میں اس کی تشریح نہیں کر سکتا۔ دیوانے کی بڑ ہے اور کیا! اندیشہ ہے یہ مجھے تنگ کیے جا رہی ہے برابر۔ پہلے میں نے سوچا بھی نہ تھا کہ تم ایسے گھر میں رہتے ہو گے، لیکن جونہی مکان پر نظر ی، فوراً خیال آ گیا، بس جی، اس کا گھر عین مین ایسا ہونا چاہیے!"

"شی!" رگوژین بے طور ہنس پڑا، پرنس کی بات کا مزا اس کے پلے نہیں پڑا۔ "دادا نے اپنے زمانے میں بنوایا یہ مکان۔ اس میں پہلے اسکوپتس فرقے کے لوگ رہا کرتے تھے۔ خلودیا کوف نام کے، اب بھی کمرے کرائے پر لیے ئے ہیں۔" رگوژین نے اضافہ کیا۔

"اداسی ہی اداسی ہے۔ خود اپنے کو دیکھ لو۔" پرنس نے نظر چاروں طرف گھما کر اظہار خیال کیا۔

یہ ایک بڑا کشادہ کمرہ تھا۔ اونچی دیواریں، گھٹا ہوا سا، طرح طرح کے فرنیچر سے ٹھنسا ہوا، جس میں زیادہ تر بڑی ی کاروباری میزیں تھیں، لکھنے پڑھنے کی میزیں، الماریاں جن میں حساب کتاب کی پوتھیاں اور کسی قسم کے کاغذ بھرے ے۔ چوڑا صوفہ سرخ لال چمڑے سے منڈھا ہوا، جو رگوژین کے بستر کے کام آتا ہوگا۔ پرنس نے اس میز پر جہاں رگوژین ے اسے بٹھایا تھا، دو تین کتابیں رکھی دیکھیں۔ ان میں سے ایک سلویوف (6) کی "تاریخ" تھی..... کھلی ہوئی اور اس پر ن بھی لگے تھے۔ دیواروں پر بجھے ہوئے سنہری فریموں میں کئی ایک روغنی تصویریں ٹنگی تھیں۔ تصویروں کے رنگ اڑ چکے ، اتنا میل چڑھ گیا تھا کہ اب ان کی شناخت بھی دیوار تھی۔ ایک قدم آدم پورٹریٹ نے پرنس کی توجہ اپنی طرف کھینچی: اس کوئی پچاس برس کا ایک شخص، جرمن تراش کے لمبے فراک کوٹ میں کھڑا تھا، گردن کے پاس دو تمغے لگائے۔ اس کی ری، چکی داڑھی سفید ہو چلی تھی، چہرہ پیلا پن اور جھریاں لیے ہوئے اور آنکھوں میں شکی مزاج، گھناپن اور افسردگی۔

"یہی تمہارے والد ہیں کیا؟" پرنس نے پوچھا۔

"ہاں، یہی ہیں۔" رگوژین نے تمسخر آمیز تبسم کے ساتھ ناگواری سے کہا، بالکل اسی طرح کہ اب فوراً اس کے مرحوم کے سلسلے میں کوئی نہ کوئی گستاخ پھبتی آنے والی ہے اور اس کا سامنا کرنا ہے۔

"یہ قدیم عقیدے کے ماننے والے تھے نا؟"

"نہیں، چرچ میں تو جایا کرتے تھے، البتہ یہ کہتے ضرور سنا کہ قدیم عقیدہ زیادہ صحیح ہے۔ اسکوپتس خیال والوں کی بہت احترام بجالاتے تھے۔ یہ خاص انہی کا دفتری کمرہ تھا مگر یہ تم نے قدیم عقیدے والی بات کیوں چھیڑی؟"

"شادی تم یہیں رچاؤ گے؟"

"یہیں، اسی جگہ۔" رگوژین نے جواب دیا مگر اس ناگہانی سوال پر جھرجھری آ گئی۔

"عنقریب؟"

"کیا تمہیں تو خبر ہے، کوئی میرے اکیلے کے ہاتھ کی بات ہے یہ؟"

"یہ میں سمجھ گیا، نہ تو تمہارا دشمن ہوں، نہ تمہاری راہ کا کانٹا بننے کی نیت ہے۔ یہ میں ٹھیک اسی طرح دہرا رہا ہوں

جیسے ایک بار پہلے بھی ایسے ہی موقع پر صاف کہہ چکا ہوں۔ جب ماسکو میں تمہاری شادی کا وقت تھا، تم جانتے ہو، میں نے کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی۔ پہلی بار وہ خود ہی میرے پاس شادی کا منڈپ چھوڑ چھاڑ بھاگی ہوئی آئی تھی کہ اسے تم سے "بچا لوں"۔ میں ٹھیک اسی کے الفاظ تمہارے سامنے دہرا رہا ہوں۔ پھر میرے پاس بھی نہیں ٹھہری۔ بھاگ لی۔ تم نے اسے ڈھونڈھ نکالا اور لے چلے شادی کی رسم ادا کرانے سنا ہے کہ پھر تمہارے ہاتھوں سے نکل گئی اور بھاگ کر یہیں آئی ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ لیبیڈیف کے ذریعے مجھے یہی اطلاع پہنچی، تبھی آیا ہوں اور یہ کہ تم دونوں میں پھر سے میل ہو گیا، میں نے کل ہی پہلی بار ٹرین میں سنا ایک شخص کی زبانی، جو کبھی تمہارا خاص ملنے والا تھا، چاہو تو نام بھی بتا دوں زلیوژیف۔ میں یہاں خاص نیت سے آیا ہوں۔ چاہتا تھا کہ اسے کہہ سن کر ملک سے باہر چلنے پر راضی کر لوں تندرستی بحال کرنے کی خاطر۔ جسمانی اور روحانی طور پر اس کی حالت بہت خراب ہے، خاص کر ذہنی حالت۔ میرا خیال ہے کہ اسے تیمارداری کی سخت ضرورت ہے۔ میرا ارادہ یہ نہیں تھا کہ خود اسے باہر لیکے ملک لے کر جاؤں بلکہ یہیں بیٹھے بیٹھے سب انتظام کر دینا چاہتا ہوں۔ خلوص دل کے ساتھ سچ کہہ رہا ہوں۔ اگر یہ بالکل سچ ہے کہ تم دونوں میں پھر سے میل ملاپ ہو گیا تو میں اسے اپنی صورت بھی نہیں دکھاؤں گا اور تمہارے پاس بھی آئندہ کبھی نہیں آؤں گا۔ تم خود جانتے ہو کہ میں تمہیں فریب نہیں دے رہا ہوں کیونکہ آج تک تمہارے ساتھ صاف کھلا معاملہ رہا ہے۔ اس سلسلے میں اپنے خیالات بھی تم سے کبھی پردے میں نہیں رکھے اور ہمیشہ کھلے عام کہا کہ وہ اگر تمہارے ساتھ گئی تو بہر حال تباہ ہو جائے گی۔ تم بھی تباہی سے نہیں بچنے والے..... ممکن ہے تمہارا حال اس عورت سے بھی بدتر ہو۔ اگر تم دونوں میں پھر سے جدائی ہو گئی ہے تو میرا دل ٹھنڈا ہوا لیکن غرض یہ نہیں کہ کچوکے دوں، تمہارے درمیان پھوٹ ڈالوں۔ خاطر جمع رکھو اور میری نیت میں کھوٹ مت تلاش کرو اور تم کو تو خود معلوم ہے، بتاؤ: کیا میں کبھی تمہارا صحیح معنی میں رقیب رہا ہوں اور تو اور اس وقت جب وہ بھاگ کر میری پناہ میں آئی تھی تب؟ اب تمہارے منہ پر ہنسی آ رہی ہے۔ میں جانتا ہوں اس ہنسی کا سبب۔ وہ آ گئی تب بھی ہم دونوں الگ الگ رہے بلکہ شہر بھی مختلف تھے۔ تمہیں یقیناً ان باتوں کا علم ہے۔ میں پہلے بھی یہ بات صاف کر چکا ہوں تم پر کہ میں اس سے "عشق والی محبت نہیں، ہمدردی یا ترس والی محبت کرتا ہوں۔" میرا خیال ہے کہ ان لفظوں میں اصلیت دوٹوک آ جاتی ہے۔ تب تم نے کہا تھا کہ میرے یہ الفاظ تمہارے ذہن نشین ہو گئے، کیا سچ کہا تھا؟ واقعی سمجھ گئے تم؟ مگر یہ کیا، آنکھوں میں نفرت کیسی؟ صرف اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے دل کو تسکین پہنچاؤں کیونکہ تم بھی مجھے عزیز ہو۔ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں پرفیون۔ بس اب چلا، آئندہ کبھی ادھر آنا نہیں ہوگا رخصت!"

پرنس چلنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اور ذرا بیٹھو میرے پاس۔" پرفیون رگوژین نے اپنی جگہ سے اٹھے بغیر، داہنی ہتھیلی پر سر ٹیک کر آہستہ سے کہا "بہت دنوں بعد ملے ہیں۔"

پرنس بیٹھ رہا۔ دونوں پھر چپ ہو گئے۔

"جیسے ہی تم میرے سامنے سے ہٹتے ہو، میں تم سے خار کھانے لگتا ہوں لیونکولائی وچ صاحب۔ ان تین مہینے، جب تم آنکھ سے اوجھل تھے، قسم خدا کی، ہر منٹ تم سے کینہ بھڑکتا رہتا تھا۔ جی چاہتا تھا کسی طرح تمہیں پکڑ کے زہر دے

دوں سمجھے! اور اب جو تم کوئی پاؤ گھنٹے سے میرے پاس بیٹھے ہونا، تو دل سے ساری عداوت نکل گئی اور تم پہلے کی طرح پھر مجھے پیارے ہو گئے۔ ذرا بیٹھے رہو میرے پاس.....''

''جب میں تمہارے پاس ہوتا ہوں تو میری بات کا یقین کرتے ہو اور جہاں میں گیا کہ تمہارا وہ یقین بھی گیا اور فوراً پھر سے شک و شبہ میں مبتلا۔ اپنے باپ پر گئے تم!'' پرنس نے دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ اور اپنی جذبات کیفیت کی پردہ داری کرتے ہوئے جواب دیا۔

''جس وقت میں تمہارے پاس ہوتا ہوں، تمہاری آواز کا یقین رہتا ہے۔ اتنا میں سمجھتا ہوں کہ ہم دونوں میں کوئی موازنہ نہیں ہو سکتا۔ میری تمہاری کیا برابری؟''

''بھلا اس کے کہنے کی ضرورت ہے؟ پھر جھنجھلاہٹ سوار ہوئی تم پر!'' پرنس نے تعجب سے کہا۔

''ہاں، اس معاملے میں، بھائی، ہماری مرضی تھوڑی پوچھی جاتی ہے۔'' رگوژین نے جواب دیا۔ ''بغیر ہمارے ہی ہمیں ایسا ڈھال دیا۔ دیکھو نا، محبت بھی ہم کرتے ہیں تو جدا جدا طور سے۔ ہر بات میں فرق۔'' وہ دھیمی آواز میں اور ذرا رک کر کہتا گیا۔ ''تم جو ہو تو خدا ترسی میں اس سے محبت کرتے ہو، مجھ میں تو ایسا کوئی ترس ورس ہے نہیں اس کے لیے اور اسے مجھ سے اتنی نفرت ہے کہ کسی سے نہ ہوگی۔ اور میرا یہ حال کہ روز رات کو خواب میں اسے دیکھتا ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ دوسرے کے ساتھ میرا مذاق اڑا رہی ہے۔ یہ ہے حالت بھائی میرے۔ شادی رچانے میرے ساتھ چلی اور خیال کی پوچھو تو وہاں کہیں میرا گزر نہیں۔ بس ایسے ہی جیسے ایک نہیں، دوسرا جوتا پہن لیا۔ سچ مانو گے، پانچ دن ہو گئے، میں اس سے ملنے تک نہیں گیا کیونکہ پاس جانے کی ہمت نہیں پڑ رہی۔ جاؤں اور وہ پوچھے ''کیسے تکلیف کی؟'' میری آنکھ نیچی کر چکی ہے کئی بار.....''

''آنکھ نیچی کر چکی، کیا مطلب تمہارا؟''

''جیسے تمہیں خبر نہیں! یہی لو، مجھے چھوڑ کر تمہارے ساتھ فرار ہو گئی بقول تمہارے عین شادی کی رسم کے وقت۔''

''مگر تمہیں یہ تو یقین نہیں کہ.....''

''اچھا تو کیا وہاں ماسکو میں اس فوجی افسر زیم تیوژنیکوف کے سامنے اس نے میری آنکھ نیچی نہیں کی؟ خوب فخر ہے کہ کی..... اور وہ بھی کب؟ جب خود ہی شادی کی تاریخ مقرر کرا چکی تھی۔''

''ہو نہیں سکتا۔'' پرنس پکارا۔

''پکی بات ہے۔ میں جانتا ہوں۔'' رگوژین نے اپنی رائے پر اصرار کیا۔ ''کیا وہ ایسی ہے نہیں، کیوں جی؟ بھائی میرے، بس اب جانے ہی دو۔ وہ ایسی نہیں، ویسی نہیں، کہنا محض بکواس۔ تمہارے ساتھ ایسی نہ ہوگی، خود ہی ممکن ہے اس کی حرکت کے خیال سے کانپ اٹھے مگر میرے ساتھ وہ ایسی ہی ہے۔ بات یہی ہے۔ مجھے تو اس نے بالکل ہی گیا گزرا سمجھ کر شمار کیا ہے۔ وہ جو فوجی افسر تھا نا کیلر، جو ہمیشہ گھونسہ بازی کیا کرتا ہے، اس کے ساتھ بھی، مجھے خبر ہے کہ، وہ صرف مجھے جلانے اور میری ذلت کرانے کے لیے گئی تھی۔ تمہیں ابھی معلوم نہیں کہ ماسکو میں اس نے کیا کیا گل کھلائے، محض مجھے بیوقوف بنانے کے لیے۔ اور روپیہ، اس پر روپیہ کتنا بہا چکا ہوں.....''

Scanned with CamScanner

''تو پھر ایسے میں تم شادی کیسے کرنے چلے ہو..... آگے کیا ہوگا تمہارا؟'' پرنس نے بوکھلا کر پوچھا۔

رگوژین نے پرنس کو تنی ہوئی اور خوفناک آنکھوں سے گھورا۔ جواب کچھ نہ دیا۔

منٹ بھر دم لے کر وہ بولا ''آج پانچواں دن ہے کہ ملنے نہیں گیا۔ ڈر ہے کہ کہیں نکال نہ دے۔ کہتی ہے ابھی آپ اپنی مالک ہوں۔ چاہوں تو تمہیں بالکل بے دخل کر کے خود ملک سے باہر چلی جاؤں۔'' (یہ بات خود اس کے منہ سے سن چکا ہوں کہ باہر جانے پر آمادہ ہے..... یہ لفظ گویا اس نے ضمناً کہہ دیئے مگر کہتے وقت پرنس کو خاص نظروں سے دیکھتا گیا) اور بعض وقت خواہ مخواہ کی دھمکی دیتی ہے، نجانے کیوں، میرا اس نے صرف مذاق بنا رکھا ہے۔ دوسرے لوگوں سے وہ سچ مچ منہ چڑھا لیتی ہے، خفا ہو جاتی ہے، چپ سادھ لیتی ہے۔ بس اسی سے میں گھبراتا ہوں۔ اس روز مجھے خیال آیا اب جو ملنے آؤں گا تو خالی ہاتھ نہیں آؤں گا۔ یوں کیا تو اس نے اور مذاق اڑایا اور پھر اس کا پارہ چڑھ گیا۔ میری ماں کی ایک ایسی مثال تھی کہ چاہے کتنے ہی عیش و آسائش میں اس کی زندگی گزری ہو مگر ایسی مثال شاید اس نے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھی ہوگی، وہ اٹھا کر اپنی نوکرانی کاتیا کو بخش دی۔ شادی کی تاریخ کب کی رکھی جائے، میں تو اشارتاً بھی نہیں پوچھ سکتا۔ یہ کیسے دولہا میاں، جو پاس جاتے ہوئے ڈریں؟ ابھی تو صبر کیے بیٹھا ہوں، صبر نہیں ہو پائے گا تو چپکے سے، دبے پاؤں اس کے گھر کے پاس والی سڑک پر ٹہلتا نظر آؤں گا یا چوری چھپے موڑ کے پیچھے ہو آؤں گا۔ ایک دن تو میں اس کے پھاٹک کے پاس پو پھٹنے تک ڈیوٹی دیتا رہا۔ اس رات مجھے طرح طرح کے وہم آ رہے تھے اور اسے دیکھیے، کھڑکی میں سے میری خبر دیکھ لی۔ کہتی ہے ''کیوں جی، تم میرا کیا بگاڑ لو گے اگر اپنے سے دغا کرتے مجھے دیکھ ہی لو گے تو؟'' مجھ سے برداشت نہ ہوا۔ کہہ دیا کہ ''تمہیں خبر ہے کیا بگاڑ لوں گا۔''

''کیا خبر ہے اسے؟''

''میں کیا جانوں!'' رگوژین کلس کر ہنس دیا۔ ''ماسکو میں ان دنوں میں اسے کسی کے ساتھ پکڑ نہیں سکا۔ اگر کافی دنوں تاک میں لگا رہا۔ تب میں نے ایک بار اسے تھاما اور کہا ''سنو تم نے مجھ سے شادی کا وعدہ کیا تھا، ایک شریف آبرومند گھرانے میں تم جا رہی ہو اور تمہیں پتہ ہے، اصلیت کیا ہے تمہاری؟'' میں نے کہا ''تم ایسی ہو اور ایسی ہو۔''

''واقعی منہ پر کہہ دیا؟''

''اور کیا!''

''پھر؟''

''کہتی کیا ہے ''میں تو اب تمہیں اپنے خدمتگار کی جگہ بھی لینا نہیں چاہتی۔ بیوی بن کے رہنے کا تو ذکر کیا.....'' تو میں بولا ''سن رکھو، میں بھی اس گھر سے نہیں ٹلنے والا، قصہ پاک!'' وہ بولی ''اچھا تو میں ابھی مسٹر بیکر کو بلواتی ہوں، ان سے کہوں تمہاری گردن میں ہاتھ ڈال کر پھاٹک سے باہر کریں گے۔'' میں طیش میں جھپٹا اس پر۔ مار مار کے بدن پر نیل ڈال دیئے۔''

''نہیں، نہیں، ناممکن!'' پرنس چیخا۔

''کہہ تو رہا ہوں کہ یہی ہوا۔'' رگوژین نے آہستہ سے کہا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ''اس کے بعد کوئی

ڈیڑھ دن رات آنکھ نہیں لگی، نہ کھایا، نہ پیا۔ اسی کے کمرے میں پڑا رہا۔ گھٹنوں کے بل جھک کر گڑگڑاتا رہا۔ ''مر جاؤں گا، مگر یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔ جب تک تم مجھے معاف نہیں کر دو گی۔ اگر اس گھر سے نکالا تو پانی میں ڈوب کے جان دے دوں گا۔ تمہارے بغیر میں جی کے کیا کروں گا؟ اس دن دیکھتے، وہ بالکل ہی پاگل ہو گئی تھی۔ کبھی زار زار روئی، کبھی چاقو سے مجھے ٹکڑے کرنے چلی، کبھی گالیوں کوسنوں کی بوچھاڑ کر دی مجھ پر۔ زلیوژلیف، کیلر، زیم تیوژنیکوف، ان سب کو بلا بھیجا۔ مجھ پر انگلی اٹھا اٹھا کے شرمندہ کیا۔ ان سے بولی، چلیے صاحبان، آج ہم سب تھیٹر چلتے ہیں۔ یہ آدمی نہیں ٹلتا، نہ ٹلے، یہیں اکیلا بیٹھا رہے۔ میں خواہ مخواہ اس کی خاطر کیوں بندھی رہوں۔ میں نہ ہوں تو، پرفیون صاحب آپ کو یہاں چائے پیش کی جائے گی۔ آج آپ سارے دن کے بھوکے ہوں۔'' تھیٹر سے واپس آئی تو اکیلی۔ کہنے لگی ''وہ لوگ بزدل اور کمینے نکلے۔ تم سے ڈرتے ہیں اور مجھے بھی ڈراتے ہیں۔ کہتے ہیں، وہ یوں نہیں جانے والا، تمہارے ٹکڑے کر ڈالے گا۔ اچھا دیکھتی ہوں، اپنے کمرے میں سونے جاتی ہوں۔ اندر سے چٹخنی نہیں چڑھاؤں گی دروازے پر۔ میری جوتی ڈرے تم سے۔ تمہیں بھی پتہ تو چلے ذرا، خود دیکھو اپنی آنکھوں سے۔ چائے پی لی تم نے؟''..... میں نے کہا ''پیوں گا بھی نہیں.....'' اچھا، دعوت تو ضرور دے دی گئی ہے مگر تمہیں زیب نہیں دیتی یہ بات۔ خیر تو جو منہ سے کہہ چکی تھی وہی کیا۔ اندر سے کمرے کو چٹخنی نہیں چڑھائی۔ صبح کو باہر نکلی، بولی ''کہیں تمہاری عقل تو نہیں ماری گئی؟ ایسے ہی بھوک سے مر جاؤ گے کیا؟'' میں بس وہی کہ ''معاف کر دو۔''..... ''مجھے معاف واف نہیں کرنا، نہ تم سے شادی بیاہ۔ کہہ دیا ایک بار۔ ارے کہیں رات بھر یہیں چوکھٹ پر تو نہیں بیٹھے رہے؟ سوئے بھی نہیں؟''..... ''نہیں سویا۔'' میں کہوں اور وہ کہ ''واہ کیا عقل پائی ہے۔ چائے پینی ہے، کھانا کھاؤ گے یا وہ بھی نہیں؟'''' کہہ تو چکا..... نہیں۔ پہلے معاف کرو۔'' اور وہ کہے ''کاش تمہیں خبر ہوتی کہ یہ حرکت تم پر ایسی پھبتی ہے جیسے گائے پر گھوڑے کی زین۔ کہیں تم نے میرے دل میں دہشت بٹھانے کی تو نہیں ٹھانی؟ مجھے کیا لینا دینا، میری بلا سے، بھوکے بیٹھے ہو، بیٹھے رہو۔ آئے تھے بڑے ڈرانے مجھ کو۔'' ناراض ہوئی غصہ کیا مگر دیر تک نہیں، پھر طعنے تشنے شروع کر دیئے۔ مجھے اس پر تعجب بھی آیا کہ دیکھو دل میں کینہ ہی نہیں، کوئی ویسی بات نہیں۔ حالانکہ یہ عورت کینہ پرور ہے طبیعت سے۔ بغض دل میں دیر تک لیے رہتی ہے۔ تبھی میرے دماغ میں خیال آیا کہ جب وہ مجھے اپنے برابر کا سمجھتی ہی نہیں، کم ذات شمار کرتی ہے تو پھر مجھ سے کینہ یا عداوت دیر تک کیوں پالے! انہیں پالتی۔ سچ بات۔ کہنے لگی ''تمہیں معلوم ہے، پاپائے روم کیا ہوتا ہے؟'' میں نے کہا ''سنا تو ہے۔'' بولی ''پرفیون سیمیونچ، تم نے تاریخ کا مطالعہ نہیں کیا بالکل۔'' میں نے کہا ''ارے تاریخ کیا، میں نے کچھ بھی مطالعہ نہیں کیا۔'' کہنے لگی ''اچھا تو میں تمہیں پڑھنے کو دوں گی۔ ایک پاپائے روم تھا اور وہ کسی شہنشاہ سے ناراض ہو گیا۔ شہنشاہ وہیں پوپ کے محل کے سامنے تین دن رات بھوکا پیاسا، سر و پا برہنہ گھٹنے ٹیکے کھڑا رہا جب تک پوپ نے معاف نہیں کیا، وہ ٹلا نہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو، وہ شہنشاہ ان تین دن رات وہاں کھڑا دل ہی دل میں کیا سوچتا رہا، اس نے خود سے کیا عہد و پیمان کیے؟..... ٹھہر جاؤ، بولی ''میں ابھی پڑھ کر یہ احوال سناتی ہوں۔'' اچھل کے گئی، ایک کتاب لائی۔ ''نظم میں ہے۔'' کہتی ہے اور نظم پڑھ کے سنانے لگتی ہے کہ تین دن کیسے وہ شہنشاہ قسم کھاتا رہا کہ اس پاپائے روم سے انتقام نہ لوں تو میرا نام نہیں۔ کہو، تمہیں نہیں اچھی لگی یہ بات پرفیون؟ ایسے وہ کہنے لگی۔ میں بولا، جو تم نے پڑھ کے سنایا، سب برحق۔ میرا یہ کہنا اور جھٹ سے اس کا بولنا: آدھا..... خود کہتے ہو، سب برحق۔ مطلب یہ کہ تم بھی

Scanned with CamScanner

دل ہی دل میں عہد کرتے رہے کہ اچھا، ذرا یہ عورت میری بیاہتا ہو جائے تب اسے یہ سب یاد دلاؤں گا، مزا چکھا دوں گا۔ میں بولا، کیا پتہ، ممکن ہے ایسے ہی سوچتا ہوں..... پتہ نہیں کیس؟ میں نے کہا، مجھے کیا معلوم، میں فی الحال ان باتوں پر دماغ لڑانے سے رہا..... تو پھر تمہارا دماغ کاہے میں لگا ہوا ہے؟ میں نے جواب دیا۔ دماغ اس میں ہے کہ اب تم اپنی جگہ سے اٹھو گی، برابر سے گزر جاؤ گی اور میں تمہیں جاتے دیکھتا رہوں گا۔ تمہارا لباس سرسرائے گا اور میرا دل ڈوبے گا۔ تم کمرے سے باہر گئیں اور تمہارا ایک ایک لفظ یاد آیا، کس آواز میں کہا، وہ آواز اور کیا کیا کہا، وہ بات یاد میں پھرنے لگی۔ یہ جو رات گئی ہے، اس میں بھی میں نے اور کچھ نہیں سوچا، صرف کان لگائے سنتا رہا، سوتے میں تمہارے سانسوں کی آواز، دو بار تمہاری کروٹوں کی آہٹ..... ہاں ہاں، وہ بے اختیار ہنس کر بولی، تم نے اس پر بھلا کچھ نہ سوچا کہ مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔ اس کا خیال نہ آیا، اس کی یاد نے نہ ستایا؟ میں نے کہا، چلو یوں بھی ہوگا، مجھے نہیں معلوم..... تو اگر میں تمہاری زیادتی معاف نہ کروں؟ تم سے شادی نہ کروں تو؟ میں نے کہا، کہہ تو چکا ہوں کہ ڈوب کے مر جاؤں گا۔ تڑ سے بولی، ہاں، خود مرنے سے پہلے میرا خون کر جاؤ گے..... یہ کہہ کر سوچ میں پڑ گئی۔ پھر رنجیدہ ہو کر وہاں سے چل دی۔ گھنٹہ بھر ہوا ہوگا کہ وہ بہت بجھی ہوئی نکلی اور سیدھی میرے پاس آئی۔ بولی، میں تم سے شادی کروں گی۔ وجہ یہ نہیں کہ تم سے ڈرتی ہوں بلکہ جب موت کے منہ میں جانا ہی ٹھہرا تو ایسے سہی، کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بہتری کی سبیل ہے کہاں؟ اچھا بیٹھ جاؤ۔ ابھی تمہارے لیے کھانا آتا ہے۔ میں جو تم سے شادی کروں گی تو پکی وفادار بیوی بن کے دکھادوں گی۔ ادھر سے پورا اطمینان رکھنا، دل میں شک نہ لانا ہرگز۔ ذرا دیر چپ رہی، پھر کہتی ہے، کچھ بھی سہی، تم خدمتگار قسم کے آدمی نہیں ہو۔ پہلے میں سوچتی تھی کہ بالکل ویسے ہی ہو، غلام جیسے مگر نہیں، خود اس نے شادی کی تاریخ طے کی، بمشکل ایک ہفتہ ہوا ہوگا کہ مجھے چھوڑ چھاڑ لیبیدیف کے یہاں ادھر بھاگ آ گئی۔ جیسے ہی میں پہنچا، کہنے لگی، ٹھیک ہے، میں نے تم سے قطع تعلق تو نہیں کیا۔ بس اتنا ہے کہ تھوڑا اور وقت ٹھہرنا چاہتی ہوں۔ جب تک مجھ سے رکا جائے، وجہ یہ کہ ابھی میں آپ اپنی مرضی کی مالک و مختار ہوں۔ اگر چاہو تو ذرا اور ٹھہر جاؤ۔ سن لیا؟ یہ چل رہا ہے آج اپنے یہاں تو..... مگر تم بتاؤ، اس پوری روداد کے بعد تمہارا کیا خیال ہے پرنس صاحب؟"

"خود تم کیا سوچتے ہو؟" پرنس نے رگوژین کو ملال کے ساتھ دیکھتے ہوئے سوال پر سوال کر لیا۔

"بھلا، میں کچھ سوچ سمجھ سکتا ہوں؟" رگوژین نے اگل دیا۔ وہ آگے اور بھی کہنا چاہتا تھا مگر دل پر ملال اس قدر تھا کہ خاموش رہ گیا۔

پرنس اٹھا اور اس بار اس نے پھر چلنے کا ارادہ کیا۔

"میں بہر حال تمہارے راستے میں نہیں آؤں گا۔" آہستہ سے زبان پر آیا۔ جیسے کہا نہیں، صرف سوچا۔ کوئی اندرونی اور در پردہ الجھن تھی، اس کا جواب دے دیا۔

"جانتے ہو، میں تم سے کیا کہنے والا ہوں۔" یکا یک رگوژین میں جان پڑ گئی اور اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میری خاطر خود کیسے پیچھے ہٹ جاتے ہو؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس کی محبت دل سے جاتی رہی؟ پہلے تو تم پر غم الفت سوار رہتا تھا، میں چشم دید گواہ ہوں ورنہ کیا وجہ کہ تم وہاں سے دیوانہ وار چلے آ رہے ہو؟ کیا صرف ترس آ گیا تھا؟ (یہ کہتے وقت رگوژین کا چہرہ زہر خند کے ساتھ ترچھا ہو گیا تھا) ہی، ہی!"

Scanned with CamScanner

''کیا تمہیں خیال ہے کہ میں تم سے فریب کر رہا ہوں؟'' پرنس نے پوچھا۔

''نہیں، ویسے تو تمہارا اعتبار ہے مجھے لیکن معاملہ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ غالباً صحیح یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری ہمدردی یا رحم خود میری محبت سے زیادہ شدید ہے۔''

اس وقت رگوژین کے چہرے پر بغض وعداوت کی تیز لہر دوڑ گئی جو اظہار کے لیے بے تاب تھی۔

''تمہاری محبت بھی خوب ہے کہ عداوت میں اور اس میں تمیز کرنا ممکن نہیں۔'' پرنس نے مسکرا کر کہا ''مگر جب یہ اتر جائے گا تو زیادہ مصیبت کا سامنا ہوگا۔ میں برادر پرفیون، تمہیں آج جتائے دیتا ہوں.....''

''تو کیا میں اس کے ٹکڑے کر دوں گا؟''

پرنس کانپ اٹھا۔

''تب خاص اسی آج کی محبت کے کارن جتنے صدمے اب سہہ رہے ہو، ان کے سبب آئندہ اس کی صورت سے بے زار ہو جاؤ گے۔ مجھے تو یہ بات سخت حیران کیے ہوئے ہے کہ وہ پھر سے تمہارے ساتھ شادی پر آمادہ کیسے ہو گئی؟ کل جب میں نے سنا تھا تو یقین کرنا مشکل تھا اور دل پر گراں گزرا تھا۔ دو بار تو یہ ہو چکا ہے نا کہ تم سے دامن چھڑا کر، عین شادی کے موقع پر وہ فرار ہوئی..... مطلب یہ کہ برا وقت آنے سے پہلے ہی وہ کھسک گئی ہے..... تم میں اب ایسی کونسی خوب نکل آئی؟ تمہارا روپیہ تو وجہ بننے سے رہا۔ فضول بات اور روپیہ تو اس تم اندھا دھند بہا چکے۔ تو پھر؟ کیا اسے شوہر درکار ہے؟ تو تمہارے سوا بھی اسے شوہر کا قحط نہیں تھا۔ تمہیں چھوڑ کر، کسی بھی قسم کا آدمی بہتر رہتا کیونکہ تمہارا کیا، تم تو اسے قتل کر گزرو اور وہ عین ممکن ہے، اس بات کو اچھی طرح سمجھتی ہو۔ اب رہا یہ کہ تم اس سے اتنی شدید محبت کرتے ہو۔ ہاں یہ البتہ سبب ہو سکتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں جنہیں خاص اسے ہی پیار کی جستجو ہوتی ہے..... صرف ایسے ہی.....''

پرنس کہتے کہتے رکا اور سوچ میں پڑ گیا۔

''یہ کیا ہے کہ تم میرے والد کی تصویر دیکھ کر پھر تمسخر سے مسکرا دیئے؟'' رگوژین نے پوچھا جو پرنس کے چہرے کا رنگ، اس کا اتار چڑھاؤ، اڑتی ہوئی کیفیت، غیر معمولی انہماک سے دیکھے جا رہا تھا۔

''پوچھتے ہو کیوں مسکرا دیا؟ مجھے ایک خیال آ گیا تھا کہ اگر تم اس آفت میں گرفتار نہ ہوئے ہوتے، اگر یہ عشق و محبت کا ماجرا نہ ہوتا تو تم ہو بہو اپنے باپ پر گئے تھے۔ عنقریب انہی کے نقش قدم پر جاتے۔ اس مکان میں اکیلے چپ چاپ اپنی فرمانبردار، بے زبان بیوی کے ساتھ رہتے اور شاذ و نادر ہی کٹیلی زبان کھولتے، کسی دوسرے آدمی پر اعتبار نہیں اور کسی کا اعتبار پانے کی ضرورت نہیں۔ صرف روپے آنے پائی کے حساب میں لگے رہتے، خاموشی سے بے دلی سے۔ البتہ کبھی کبھار قدیم مذہبی کتابوں کی مدح سرائی کیا کرتے اور قدامت پسند عقیدوں سے لو لگایا کرتے، وہ بھی کب، عمر کے آخری دور میں.....''

''ہنس لو جی بھر کے۔ وہ یہاں حال ہی میں آئی تھی تو اس نے بھی یہ پورٹریٹ دیکھ کر لفظ بلفظ یہی بات کہی۔ کمال ہو گیا تم دونوں ہر بات میں غیب سے ایک سی

Scanned with CamScanner

''یعنی یوں کہو کہ وہ اس جگہ آ چکی ہے؟'' پرنس کو کرید لگ گئی۔

''ہاں، آ چکی ہے۔ دیر تک مرحوم کی اس تصویر کو تکتی رہتی۔ ان کے بارے میں پوچھتی کچھتی رہی۔ بعد میں مذاق اڑاتے ہوئے بولی، تم بالکل ہو بہو ایسے ہی ہوتے، پرفیون سیمیونچ، تم میں طوفانی جذبہ ہے، ایسی جنونی لہر آتی ہے کہ اس کے ساتھ تم بھی سائبیریا بہہ جاتے قید بامشقت کاٹتے، اگر کہیں تم میں عقل کی کمی ہوتی تو۔ وہ تو خیریت گزری کہ تم میں عقل بڑی ہے۔ (یہی کہا تھا اس نے، مانو یا نہ مانو اور ہاں پہلی دفعہ ہی میں نے اس کی زبانی ایسے لفظ سنے) تم اپنی ابد کی ساری شرارتوں سے ہاتھ دھو لیتے اور چونکہ تم آدمی ہو جاہل لٹھ، تو بیٹھ جاتے تھلے اور روپیہ جوڑتے، اپنے باپ کی طرح، اسی مکان میں، اپنے انہی اسکوپتس عقیدے والوں کے ساتھ، پھر آخر میں خود بھی اسی عقیدے کی راہ پر ہو لیتے، تم بھی انہی کی طرح اپنے روپے سے اتنا پیار کرتے کہ بیس لاکھ کا تو ذکر چھوڑو، ایک کروڑ جمع ہو جاتا اور اپنے روپے کی بوریوں پر بیٹھے بیٹھے بھوک سے جان دے دیتے کیونکہ تم میں جنون ہے، جس بات کا بھی جنون سوار ہو جائے، اسے انتہا کو پہنچا کر دم لو گے۔ ٹھیک یہی کہہ گئی وہ۔ تقریباً لفظ بلفظ نقل کیا ہے میں نے۔ پہلے کبھی میرے ساتھ اس طرح کی گفتگو کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ مجھ سے بات ہوتی ہے تو فضولیات پر یا پھر چٹکیوں میں اڑایا کرتی ہے مجھے۔ ہاں، اتنا کہہ چکی تو ہنسنے لگی اور پھر دیکھتا ہوں تو دل میلا کیے بیٹھی ہے۔ سارے گھر کا معائنہ کرنے نکلی اور نجانے کاہے سے بدک گئی۔ میں نے کہا، اس گھر میں ادل بدل ضرور کراؤں گا میں ورنہ پھر شادی کے موقع پر دوسرا مکان خرید لوں گا۔ کہتی کیا ہے، نہیں، جی نہیں، ادل بدل کی کیا ضرورت، ہم اسی میں رہ گئے لیں گے۔ جب میں تمہاری بیوی بن جاؤں تو تمہاری ماں کے پاس ہی رہنا چاہتی ہوں۔ میں اسے اماں جی کے پاس لے گیا۔ ان سے اتنی جھک کر ملی جیسے سگی بیٹی ہو۔ اماں کا حال ہے کہ بہت پہلے، دو سال ہونے آئے، عقل و ہوش قریب قریب کھو بیٹھی ہیں (بیمار رہتی ہیں) اور جب سے میرے باپ کا انتقال ہوا، وہ بالکل ہی ننھی بچی ہو کر رہ گئیں۔ بولتی چالتی بھی نہیں، ٹانگیں جواب دے گئیں، جو بھی سامنے نظر آ جائے، آداب کے لیے سر جھکا دیتی ہیں، بس۔ اگر انہیں کھانا نہ دو تو تین تین دن ایسے ہی بیٹھی رہیں گی، پتہ ہی نہ چلے گا۔ میں نے اماں کا داہنا ہاتھ تھاما، انگلیاں تہہ کیں اور کہا، اماں، ان کے سر پر ہاتھ پھیرو، مجھ سے شادی ہونے والی ہے ان کی۔ تو اس موقع پر اماں کا ہاتھ بھی اس نے خلوص دل سے چوما۔ کہا کہ تمہاری اماں نے زندگی میں یقیناً بڑے صدمے اٹھائے ہوں گے۔ یہ کتاب تھی، میرے ہاں، اس کی نظر پڑ گئی۔ یہ کیا؟ تم نے ''روسی تاریخ'' پڑھنی شروع کر دی؟ (حالانکہ خود ہی ماسکو میں ایک مرتبہ کہہ چکی تھی کہ تم بھی تھوڑا بہت علم حاصل کر لیتے کسی چیز کا اور کچھ نہیں تو سلویوف کی ''روسی تاریخ'' ہی پڑھ ڈالتے، تم تو بالکل ہی کورے ہو۔) ہاں تو کتاب دیکھ کر بولی، اچھا کیا، ایسا ہی ہونا چاہیے، اب اسے پڑھ ڈالو۔ میں ترتیب وار فہرست بنا کے دوں گی تمہیں کہ اول اول کونسی کتابیں پڑھنی ضروری ہیں۔ بناؤں کہ نہیں؟ اس سے پہلے کبھی کسی وقت بھی اس نے یوں باتیں نہیں کی تھیں۔ یہاں تک کہ خود مجھے تعجب میں ڈال دیا۔ پہلی بار میں نے جیتے جاگتے آدمی کی طرح سانس لیا۔''

''مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی پرفیون۔'' پرنس نے خلوص دل سے کہا۔ ''بہت ہی خوش ہوں۔ کون جانے تمہارا سنجوگ ہی خدا کی مرضی ہو۔''

''یہ تو کبھی ہونے والا نہیں۔'' رگوژین تڑخ کر پکارا۔

Scanned with CamScanner

''سنو پرفیون، اگر تم اس سے اتنا ہی پیار کرتے ہو تو یہ کیسے ہو سکتا کہ تم اس کی نظروں میں چڑھنا نہ چاہو اور اگر تم اس سے اپنی عزت کے خواستگار ہو تو اس کی امید بھی ضرور ہوگی۔ ابھی ذرا دیر پہلے میں کہہ چکا ہوں کہ ایک معمہ ہے میرے سامنے جو حل نہیں ہوتا۔ وہ تم سے شادی پر رضامند کیوں ہے؟ اگرچہ میرے پاس اس کا دوٹوک جواب نہیں، تاہم اس میں بھی شک نہیں کہ اس کا کوئی سبب، معقول اور کافی سبب ہونا چاہیے۔ اسے تمہاری محبت کا تو پورا یقین ہے مگر اس کے سوا تمہاری بعض اور صفات کی قدر بھی ضرور کرتی ہوگی۔ اس کے برخلاف ہو نہیں سکتا۔ یہ جو تم نے ابھی سنایا اس سے اور بھی میرے اندازے کی تصدیق ہوگئی۔ تم ہی کہہ رہے تھے کہ اب تک جس بری طرح پیش آیا کرتی تھی، جیسے اکھڑی باتیں کیا کرتی تھی، اب کی بار اس سے بالکل مختلف زبان میں گفتگو کی اور یوں تم سے بات کرنے کی راہ نکال لی۔ تم اصل میں شکی مزاج اور جلے تن ہو، جو بھی ذرا بری بات نظر میں آتی ہے، اسے بڑھا چڑھا کر دیکھتے ہو۔ وہ بہرحال اب تمہارے بارے میں اتنی برائے رائے نہیں رکھتی جتنا تم کہتے ہو ورنہ تم سے شادی کرنے کا اور کیا مطلب نکلتا ہے سوائے اس کے کہ جان بوجھ کر پانی میں ڈوبنے یا چھری تلے مرنے چلی ہے۔ بھلا کہیں یہ ممکن ہے؟ کون ہے جو اپنے ہاتھوں ایسی ہلاکت مول لے گا؟''

رگوژین تلخ مسکراہٹ کے ساتھ پرنس کی گرم گفتاری سنتا رہا مگر جو رائے اس نے قائم کر رکھی تھی، اس میں فرق نہیں آیا۔

''تم ایسی آنکھوں سے مجھے کیوں گھور رہے ہو پرفیون؟'' پرنس نے دلی ملال کا بے اختیار اظہار کر ہی دیا۔

''پانی میں ڈوبنے یا چھری تلے جان دینے۔'' آخر اس نے وہی بات دہرائی۔ ''چھی! اسی لیے تو وہ مجھ سے بیاہ کرنے چلی ہے کہ مجھ سے چھری کی امید رکھتی ہے! کیا واقعی، صاف کہنا پرنس، آج تک تمہارے پلے نہیں پڑا کہ سارے معاملے کی اصلیت کیا ہے؟''

''تمہاری بات ہی پلے نہیں پڑ رہی ہے۔''

''ہاں، کیا تعجب، سیدھے صاف سمجھ میں نہیں آ رہا ہو۔ ہی، ہی، تبھی تو تمہارے بارے میں کہتے ہیں کہ ذرا ہی..... کسر رہ گئی۔ وہ محبت کرتی ہے دوسرے شخص سے..... اب سمجھ لو صاف! ٹھیک ایسے جیسے میں اب اس سے پیار کرتا ہوں، ٹھیک ایسے ہی اب وہ دوسرے کو چاہتی ہے۔ تم جانتے ہو، وہ دوسرا ہے کون؟ وہ دوسرا ہو خود تم۔ کیا، اب تک تمہیں خبر نہیں تھی؟''

''میں ہوں وہ؟''

''ہاں، تم۔ وہ ٹھیک اسی وقت سے تمہاری محبت میں مبتلا ہوئی جب وہ نام رکھائی کی دعوت ہوئی تھی۔ صرف یہ الجھن ہے کہ تم سے شادی ممکن نہیں۔ وجہ یہ کہ اگر ایسا ہو تو اس میں تمہاری بدنامی ہوگی اور آئندہ کے لیے تمہاری زندگی تباہ ہو جائے گی۔ کہتی ہے میں تو جیسی ہوں سب پر روشن ہے۔ یہ ایک بار نہیں، آج تک کئی بار زور دے دے کر کہہ چکی ہے۔ خود میرے سامنے پرکہتی رہی ہے۔ تمہاری عزت پر آنچ آئے، تمہارا مستقبل برباد ہو جائے، اس سے ڈرتی ہے، یہ گوارا نہیں مگر میں، میرا کیا، کوئی حرج نہیں۔ مجھ سے شادی میں کیا بگڑتا ہے۔ دیکھو، کس شمار قطار میں مجھے رکھا ہے اس نے، ذرا ملاحظہ کرو۔''

Scanned with CamScanner

''تو پھر یہ کیسے کہ تمہارے پاس سے فرار ہو کر میرے پاس آئی اور..... میرے پاس سے.....''

''تمہارے یہاں سے میرے پاس! ہی، ہی، اس کا کیا ہے، بیٹھے بٹھائے جو بھی چل اٹھے۔ آج کل اس کے دماغ کو تو گرمی چڑھی ہوئی ہے۔ کبھی مجھ پر گرم ہو جاتی ہے۔ تم سے شادی کرنا تو پانی میں ڈوب مرنا ہے۔ خود جلدی مچاتی ہے، دن مقرر کراتی ہے اور جب وقت نزدیک آنے لگتا ہے، خود بدک جاتی ہے یا بالکل اور ہی دھن سوار ہوتی ہے اس پر، خدا جانے۔ تم نے تو دیکھ ہی لیا نا۔ اس کا رونا، ہنسنا، پھر سرسامی حالت میں تڑپنا، ہاں، اس سلسلے میں یہ کوئی معمہ نہیں کہ وہ تمہارے پاس سے بھی نکل بھاگی۔ اس وقت تمہیں چھوڑ گئی تھی تو وجہ صاف ہے کہ خود یہ جان کر پریشان ہو گئی کہ تم سے کتنی شدید محبت ہے۔ تمہارے یہاں ٹھہر کر اس شدت کی تاب نہ لا سکی۔ ابھی تم کہہ رہے تھے کہ تب میں نے اسے ماسکو میں ڈھونڈ نکالا، نہیں، غلط، وہ خود تمہارے پاس سے بھاگ کر آ گئی تھی۔ دن مقرر کر لو، بولی، میں تیار ہوں۔ شیمپئن نکالو، پئیں، ذرا چل کر بنجاروں کے گانے سنیں، چیخنے چلانے لگی۔ میں نہ ہوتا تو کبھی کی پانی میں خود کو پھینک دیتی۔ سچ کہتا ہوں۔ اگر اب تک نہیں ڈوبی ہے تو شاید اس لیے کہ مجھے وہ اس سے بھی زیادہ دہشت ناک سمجھتی ہے۔ میری بیوی بننا قبول ہے تو محض بغض یا کینے کے سبب۔ بیاہ کرے گی تو بالکل پکی بات ہے کہ اس نیت سے کہ عذاب مول لینا ہے۔''

''یہ کیا کہتے ہو، تمہیں کیا ہوا ہے۔'' پرنس بے تحاشا پکارا اور اسے چپ لگ گئی۔ دہشت سے رگوژین کی صورت دیکھنے لگا۔

''کیوں، رک کیوں گئے، آگے بتاؤں تم عین اس لمحے کس سوچ میں ہو؟'' وہ ٹھٹک کر بولتا گیا۔ ''تمہارے دماغ میں یہ ہے کہ ایسے میں وہ کیوں اس شخص سے دامن باندھے؟ بھلا اس کا موقع ہی کیوں آنے دیا جائے؟ یہی نا، تم اسی ادھیڑ بن میں ہو؟''

''میں اس غرض سے یہاں نہیں آیا ہوں پرفیون، تمہیں بتاؤ۔ میرے دماغ میں بالکل یہ خیال نہیں تھا۔''

''ممکن ہے اس غرض سے نہ آئے ہو، ممکن ہے یہ خیال دماغ میں نہ رہا ہو مگر اب صرف وہی ادھیڑ بن ہے، وہی غرض ہے فی الوقت۔ ہی، ہی، بس کرو، بہت ہوا۔ اتنا چکرانے کی کیا ضرورت ہے۔ بنومت۔ کیا واقعی اب تک تمہیں نہیں معلوم تھا؟ حیرت ہوتی ہے تم پر!''

''یہ سب رقابت ہے، جلن ہے، یہ مرض ہے۔ پرفیون، تم بات کا بتنگڑ بنا رہے ہو۔ تمہیں ہوا کیا ہے؟'' پرنس نے ادبدا کر انتہائی بے قراری سے کہا۔

''بس، جانے دو۔'' پرفیون رگوژین بڑبڑایا اور پرنس کے ہاتھ سے وہ چاقو جھپٹ لیا جو اس نے میز پر پڑی ہوئی کتاب کے پاس سے اٹھا لیا تھا اور لے کر پھر وہیں رکھ دیا۔

''جب میں پیترسبورگ کی طرف روانہ ہوا تبھی، گویا مجھے اس کا علم ہو گیا تھا، تبھی یہ دھڑکا لگا ہوا تھا.....'' پرنس کہتا گیا۔ ''ادھر آنے کو دل ہی نہیں ہو رہا تھا۔ چاہتا تھا یہاں کی ہر ایک بات بھول جاؤں..... دل سے نکال پھینکوں! خیر، اب چلتا ہوں..... مگر تمہیں ہوا کیا۔''

بات کرتے کرتے، بے خیالی میں پرنس نے میز سے وہی چاقو پھر اٹھا لیا اور پھر وہی ہوا کہ رگوژین نے اس کے

Scanned with CamScanner

ہاتھ سے جھٹک کر چاقو لیا اور وہیں اسی جگہ رکھ دیا۔ یہ ایک معمولی قسم کا چاقو تھا، بارہ سنگھے کے سینگ کا دستہ اور اس پر کوئی چھ انچ لمبا پھل، اوسط درجے کی چوڑائی۔ یہ مڑنے والا چاقو نہیں تھا۔

پرنس اس بات پر جز بز ہے کہ دوبارہ وہی چاقو اس کے ہاتھ سے جھٹک کر چھینا گیا، رگوژین نے یہ دیکھا تو جھنجھلا کر چاقو اٹھا، اسے کتاب میں ڈالا اور کتاب دوسری میز کی طرف اچھال دی۔

''تم، کتاب کے ورق، تم کیا اس سے کاٹتے ہو؟'' پرنس نے سوال کیا لیکن خود فراموشی کے عالم میں۔ اب تک وہ سنگین خیالات کے بوجھ میں دبا نظر آتا تھا۔

''ہاں، ورق تو.....''

''مگر یہ تو باغبانی کا چاقو ہے نا؟''

''ہاں ہے تو..... کیا باغبانی والے سے کاغذ کاٹنا منع ہے؟''

''نہیں تو..... مگر یہ بالکل نیا ہے۔''

''تو کیا ہوا، نیا ہے تو کیا؟ میں آج کل میں نیا چاقو بھی نہیں خرید سکتا کیا؟'' رگوژین نے اکھڑے ہوئے لہجے میں چیخ کر کہا۔ ایک ایک لفظ پر اس کا پارہ چڑھتا جا رہا تھا۔

پرنس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور وہ ٹکٹکی باندھے رگوژین کو دیکھتا رہ گیا۔

''ارے، ہم بھی کیا..... بیکار!'' وہ یکا یک ہنس دیا اور اپنے حواس درست کر کے بولا ''معاف کرنا، برادر میرا سر چکرا رہا ہے۔ جب ایسا ہو تو وہی، میرا پرانا مرض۔ میری بیماری کا..... تو پھر ہوش ٹھکانے نہیں رہتے۔ بے خیالی، مضحکہ خیز ہو جاتا ہوں۔ دور دور میرے ذہن میں یہ سوال نہیں تھے مگر کیا پوچھنا تھا، وہی بھول گیا۔ خیر..... اب رخصت!''

''ادھر نہیں۔'' رگوژین نے کہا۔

''ارے بھول گیا تھا۔''

''اس طرف، ادھر سے چلو۔ میں پہنچائے دیتا ہوں۔''

(4)

دونوں انہی کمروں سے ہو کر گزرے جن سے پرنس داخل ہوا تھا۔ رگوژین ذرا آگے آگے چل رہا تھا اور پرنس اس کے پیچھے۔ بڑے ہال میں داخل ہوئے۔ یہاں دیواروں پر کئی تصویریں لٹکی تھیں۔ پرانے وقتوں کے پورٹریٹ اور قدرتی مناظر مگر ان تصاویر سے کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ کیا ہے۔ دوسرے کمرے میں دروازے کے اوپر ایک تصویر ایسی تھی جو ہیئت کے لحاظ سے اچھی خاصی ندرت رکھتی تھی، لمبائی میں کوئی ڈھائی ہاتھ، مگر اونچائی میں زیادہ سے زیادہ دس انچ۔ اس تصویر میں حضرت مسیح کو صلیب سے تبھی اتارا ہوا دکھایا گیا تھا۔ پرنس نے یہ تصویر بڑی باریکی سے دیکھی، گویا اسے دیکھ کر کچھ یاد آ رہا ہو مگر وہ ٹھہرا نہیں، دروازے کی طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ طبیعت پر سخت گرانی تھی اور جلد از جلد اس مکان سے نکل جانے کی لگی تھی۔ چلتے چلتے رگوژین اس تصویر کے سامنے تھم گیا۔

''یہ جتنی تصویریں یہاں نظر آتی ہے، یہ سب روبل دو روبل میں نیلام کے مال سے خریدی گئی ہیں۔ والد

Scanned with CamScanner

صاحب مرحوم کو بہت شوق تھا۔ تصویروں کی پرکھ والے ایک شخص نے ان سب پر نظر ڈالی اور بولا، باقی تو سب کباڑ ہے، البتہ یہ ایک، یہ جو دروازے کے اوپر ٹنگی ہے..... یہ بھی دو کی خرید رہی ہوگی..... یہ کام کی چیز ہے۔ میرے والد کے کوئی پیچھے پڑا تھا کہ اس تصویر کے ساڑھے تین سو لے لیں اور ایوان سویلیف جو ایک سیٹھ اور تصویروں کا بڑا شوقین تھا، وہ چار سو تک بولی دے گیا۔ پچھلے ہفتے میرے بھائی سیمیون سیمیونچ کو اسی تصویر کے پانچ سو آفر ہوئے تھے، مگر میں نے اسے روک لیا ہے۔"

"ہاں، یہ مصور ہینس ہالبین (Hans Holbein) کی نقل ہے۔" پرنس نے کہا جس کی نظر تصویر پر ٹھہر چکی تھی۔ "اگرچہ میری علمیت زیادہ نہیں، پھر بھی اتنا کہوں گا کہ نقل بہت لاجواب ہے۔ میں نے یہ تصویر غیر ملک میں دیکھی تھی، یاد سے نہیں اتری آج تک..... کیوں تمہیں کیا ہو گیا؟"

رگوژین نے تصویر کا قصہ وہیں چھوڑا اور پھر آگے آگے ہو لیا۔ یکا یک گم سم ہو جانا اور عجب طرح چڑنے الجھنے لگنا، مزاج کی یہ کیفیت جو رگوژین میں خلاف توقع ظاہر ہوئی تھی، یہی سبب ہوگی اس کے ایک دم اکھڑ جانے کا۔ پھر بھی پرنس کو یہ اٹ پٹا معلوم ہوا کہ خود ہی اس نے ذکر چھیڑا اور خود ہی اس گفتگو کو درمیان سے یوں توڑا کہ بات کا جواب تک نہیں دیا۔

چند قدم بڑھنے کے بعد رگوژین نے جھٹ سے کہا "سنو، مسٹر لیونکولائی وچ، بہت دنوں سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ یہ بتاؤ، خدا کو مانتے ہو یا نہیں؟"

"سوال بھی تمہارا عجیب اور دیکھ بھی رہے ہو عجب نظروں سے۔" پرنس نے بلا ارادہ کہا۔

"میں اس تصویر کو شوق سے دیکھا کرتا ہوں۔" وہ ذرا خاموشی کے بعد بولا۔ ظاہر تھا کہ اپنا سوال بھول بھال گیا ہے۔

"خاص اسی تصویر کو؟" پرنس محض ایک ناگہانی خیال کے اثر میں ڈوب کر ایک دم پکارا۔ "اس تصویر کو! یہ تو ایسی ہے کہ بعض آدمی اپنا ایمان کھو بیٹھے۔"

"ہاں، ایمان کا خطرہ تو ضرور ہے۔" رگوژین نے خلاف امید فوراً تائید کر دی۔

تب تک وہ بالکل باہر کے دروازے تک پہنچ چکے تھے۔

"یہ کیسے؟" پرنس نے قدم روک لیے۔ "کیا کہتے ہو تم؟ میں نے تو از راہ مذاق کہہ دیا تھا اور تم سنجیدگی سے! اور تم نے وہ سوال کیوں کیا تھا مجھ سے کہ خدا کو مانتا ہوں یا نہیں؟"

"کوئی بات نہیں، ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ بہت پہلے پوچھنا چاہتا تھا۔ آج کل کے زمانے میں بہت لوگ ہیں جو خدا کو نہیں مانتے۔ ہاں، کیا یہ سچ ہے، مجھے ایک نشہ باز نے بتایا (تم تو ملک سے باہر رہ چکے ہو، جانتے ہو گے) کہ ہمارے ہاں روس میں ایسے لوگ جو خدا پر ایمان نہیں رکھتے، اتنے ہیں کہ باقی ساری زمین پر نہیں ہوں گے۔ کہنے لگا کہ ہمیں اس میں زیادہ آسانی ہے، وجہ یہ کہ ہم اوروں سے کہیں آگے نکل چکے ہیں....."

رگوژین ہنسا اور ہنسی زہریلی تھی۔ اپنا سوال پورا کر لینے کے بعد اس نے دروازہ کھولا، چٹخنی کا ہینڈل پرنس کے

Scanned with CamScanner

باہر نکلنے تک تھامے رہا۔ پرنس کو اس پر تعجب ضرور تھا مگر وہ باہر آ گیا۔ اس کے پیچھے وہ بھی نکلا اور زینے کے نیچے کشادہ جگہ قدم رکھ کر دروازہ اپنی پشت پر بند کر دیا۔ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ایسا منہ لیے ہوئے جیسے دونوں بھول گئے کہ کہاں آ نکلے ہیں اور اب آگے کیا کرنا ہے۔

''اچھا، اب اجازت۔'' پرنس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا۔

''ہاں، رخصت!'' رگوژین نے اپنی طرف بڑھا ہوا ہاتھ زور سے مگر محض عادتاً دباتے ہوئے مصافحہ کیا۔

پرنس ایک سیڑھی نیچے اترا اور پھر مڑا۔

''ہاں وہ ایمان والی بات.....'' پرنس نے ذرا مسکراتے ہوئے شروع کیا۔ (ظاہراً وہ رگوژین سے یوں جدا ہوتے ہچک رہا تھا۔) اس کے علاوہ یکا یک ذہن میں کسی اتفاقی خیال کے ابھر آنے سے بھی وہ تازہ دم ہو گیا۔ ''ہاں، تو ایمان والی بات پر پچھلے ہفتے دو دن کے اندر چار مختلف آدمیوں سے سابقہ پڑا۔ صبح کے وقت میں ایک نئی ریلوے لائن سے سفر کر رہا تھا۔ چار گھنٹے تک س۔ نام کے ایک صاحب سے اسی پر بات ہوتی رہی۔ وہیں ریل میں مل گئے تھے۔ پہلے بھی ان کا ذکر بہت سن چکا تھا، دہریے کی حیثیت سے سنا تھا۔ واقعی بڑا ہی قابل شخص تھا اور جی خوش ہو گیا کہ صحیح معنی میں ایک عالم آدمی سے گفتگو ہو گی۔ صرف عالم فاضل نہیں بلکہ اتنا مہذب اور با اخلاق کہ ایسے کم ہوتے ہیں۔ مجھ سے یوں باتیں کرتے رہے وہ صاحب گویا علم اور شعور میں بالکل اپنے برابر والے سے ہمکلام ہوں۔ خدا کو نہیں مانتے مگر حیرت تو اس پر ہوئی کہ انہوں نے موضوع سخن پر تمام وقت میں کچھ کہا ہی نہیں۔ یہ سوچ کر میں اور بھی ششدر رہ گیا کہ پہلے بھی جتنے منکرین خدا ملے، جتنی بھی اس رنگ کی کتابیں پڑھیں۔ سب سے یہی جھلکتا ہے کہ تقریر میں بھی، تحریر میں بھی وہ لوگ موضوع سے ہٹ جاتے ہیں، اس پر نہیں آتے حالانکہ یوں بظاہر وہی موضوع زیر بحث رہتا ہے۔ میں نے ان صاحب کو اپنے دل کی یہی بات بتا دی لیکن یا تو میں وضاحت نہیں کر سکا یا مجھے کہنا نہیں آیا..... ضرور یہی سبب ہو گا کہ وہ سن کر بھی کچھ نہیں سمجھے.....

رات میں نے ایک قصباتی ہوٹل میں گزاری۔ وہاں اس سے گزشتہ شب خون ہو گیا تھا تو جب میں وہاں پہنچا، ہر ایک کی زبان پر اسی کا ذکر تھا۔ کاشتکار پیشہ، پختہ عمر کے دو آدمی، جنہوں نے پی بھی نہیں رکھی تھی، دونوں اچھے ملنے والے، ایک زمانے کے تعلقات، دونوں نے ساتھ چائے پی اور ایک ہی کمرے میں رات گزارنے لیٹ گئے۔ ایک نے دوسرے کو دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ دو دن سے اس کے پاس چاندی کی گڑھی ہے اور پیلے دانوں کی چین پڑی ہے جو پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہ شخص کوئی چور نہیں، ایماندار تھا اور کاشتکاری رہن سہن سے غریب مفلس بھی نہیں تھا مگر اسے اپنے ہمسفر کی یہ گھڑی اتنی پسند آئی، اشتیاق اتنا بڑھا کہ اس سے برداشت نہ ہو سکا۔ چھری اٹھائی اور جیسے ہی اس نے کروٹ لی، یہ آدم پیچھے سے دبے پاؤں اس کے نزدیک گیا، نشانہ تاکا، آسمان کی طرف نظریں اٹھائیں، اپنے اوپر صلیب کا نشان بنایا اور دل ہی دل میں تلخی سے دعا مانگی، خدایا، حضرت مسیح کے صدقے میں معاف کر دینا۔ ایک ہی بھرپور ہاتھ میں اپنے ساتھی کا کام تمام کر دیا، بکرے کی طرح ذبح کر ڈالا اور مقتول کی گھڑی اتار لی۔''

رگوژین ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گیا۔ ایسا بے تحاشا ہنسے جا رہا تھا جیسے کوئی دورہ پڑ گیا ہو۔ ابھی جو افسردگی طاری تھی، اس کے فوراً بعد یہ قہقہے دیکھ کر بڑا ہی بے جوڑ پن محسوس ہوتا تھا۔

Scanned with CamScanner

''بس یہی مجھے پسند ہے۔ نہیں، یہ ہوئی سب سے بڑھیا بات۔'' وہ ہاتھ پاؤں پٹک کر پکارا، دم پھولا جا رہا تھا۔ ''ایک ہے جو خدا پر ایمان نہیں رکھتا، دوسرے کا ایمان اتنا پختہ ہے کہ دعا دم کر کے آدمی کو ذبح کرتا ہے..... نہیں جی، برادر پرنس، کمال کی بات ہوئی۔ ہا، ہا، ہا۔ یہ ہے ایسی آج تک نہیں سنی تھی۔''

اگرچہ رگوژین کے ہونٹوں پر ہنسی کی لہر اب بھی بے قابو ہوتی جا رہی تھی مگر جیسے ہی اس کے قہقہے کا تار ٹوٹا پرنس نے اپنے بیان کا سلسلہ پھر جوڑا۔ ''ہاں تو، دوسرے دن صبح میں شہر گھومنے نکلا۔ دیکھتا ہوں کہ کاٹھ کے فٹ پاتھ پر ایک مدہوش فوجی لڑھک رہا ہے، بالکل پھٹے حالوں۔ میرے نزدیک آیا، صاحب چاندی کی صلیب ہے، خرید لیجیے۔ صرف دو آنے میں دے دوں گا۔ سچی چاندی کی ہے۔ ہاتھ میں صلیب تھامے، یقیناً ابھی گلے میں سے نکالی ہوگی۔ نیلے، پکے اور میل کھائے فیتے میں بندھی تھی۔ دیکھتے ہی نظر آ گیا کہ چاندی کی نہیں، خالص ٹین کی ہے۔ بڑے سائز کی، ہشت پہل، پورے بازنطینی نقش والی صلیب تھی۔ میں نے جیب سے دو آنے نکالے۔ اس کے حوالے کیے اور صلیب وہیں اپنے گلے میں ڈال لی۔ فوجی کے چہرے سے ظاہر تھا کہ بدھو جنٹلمین کو غچہ دینے پر خوش ہے اور فوراً صلیب کے پیسے شراب میں اڑانے چل دیا۔ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ بھائی میرے، ان دنوں میں گہرے اثر میں تھا۔ ان تمام باتوں کے جو میرا دامن روس کی طرف کھینچ رہی تھیں۔ روس کے بارے میں پہلے سے تو کچھ علم تھا ہی نہیں کیونکہ پلا بڑھا علم سے بے بہرہ۔ پھر جب ملک سے باہر رہنا ہوا تو پانچ برس کے دوران روس کے بارے میں خیالی گھوڑے ہی دوڑاتا رہا۔ صلیب لے کر چلا اور سوچتا جاتا ہوں: نہیں، اس مسیح فروش کو برا یا بھلا کہنے میں جلدی نہیں کروں گا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان شراب کے مارے ہوئے کمزور دلوں میں کیا کچھ ہے۔ گھنٹہ بھر بعد جب میں ہوٹل واپس آ رہا تھا تو ایک عورت کا سامنا ہو گیا جو شیر خوار بچے کو گود میں لیے تھی۔ عورت ابھی نوعمر تھی، بچہ ہوگا کوئی چھ ہفتے کا۔ بچہ اسے دیکھ کر مسکرا دیا اور اس عورت کا کہنا تھا کہ دنیا میں آنکھ کھولنے کے بعد پہلی بار مسکرایا ہے۔ دیکھتا ہوں کہ اس نے ایسی عقیدت سے، ایسے الوہی جذبے سے خود پر صلیب کا نشان بنایا کہ بس، یہ کیا رے لڑکی؟ میں پوچھ بیٹھا (اس زمانے میں بے تکلف سوال کر لیا تھا۔) بولی، جیسے ماں کی خوشی ہوتی ہے نا جب وہ گود میں پہلی بار اپنے بچے کو ہمکتے مسکراتے دیکھتی ہے، ایسے ہی خدا کو ہر بار خوشی ہوتی ہوگی جب بھی وہ آسمان سے دیکھتا ہوگا کہ گنہگار بندہ سچے دل سے اس کے سامنے دعا کے لیے ہاتھ پھیلا رہا ہے۔ یہ مجھ سے اس سیدھی سادھی عورت نے کہا، تقریباً انہی لفظوں میں کہا، ایسی گہری، باریک، نازک اور مذہبی صداقت کو بیان کر دیا، اس خیال کو جس میں مسیحیت کا نچوڑ پورے کا پورا سما گیا، یعنی یہ تصور کہ خدا ہمارے حقیقی باپ کے مانند ہے اور خدا کا انسان سے خوش ہونا جیسے باپ کا اپنے سگے بیٹے سے قلبی راحت پانا، یہی اصل اصول ہے مسیح کے خیال کا۔ ایک معمولی سی عورت! تھی بہرحال ماں..... اور کیا خبر، ممکن ہے یہ عورت اسی صلیب فروش فوجی کی بیوی ہو۔ سنو، پرفیون، تم نے ابھی جو سوال کیا تھا، تو میرا جواب یہ ہے: مذہبی جذبے کا اصل جوہر نہ کسی بحث و دلیل کا محتاج ہے، نہ کسی عمل یا جرم کا پابند اور نہ کسی قسم کی دہریت سے اسے کوئی واسطہ۔ یہاں معاملہ ہی کچھ اور ہے اور ہمیشہ یہ کچھ اور ہی رہے گا۔ یہاں کوئی ایسی بات ہے جس کے بارے میں لامذہبیت ہمیشہ لغزش کرے گی اور اس کی بات ٹال جائے گی مگر اصل چیز وہ ہے کہ یہ روسی دل پر زیادہ صاف، زیادہ واضح اور فوراً نظر آ جاتا ہے۔ میں اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔ یہ میرے اولین اور سب سے پختہ اعتقادوں میں سے ایک ہے جو

میں نے اپنی سرزمین روس میں آ کر پایا۔ کچھ ہے کرنے کو پرفیون! ہماری سرزمین وطن پر، میری مانو، ہمیں کچھ کرنا ہے۔ یاد کرو، ہم دونوں ماسکو میں کیسے ملتے اور باتیں کیا کرتے تھے ایک زمانے میں..... میرا تو بالکل دل نہیں چاہتا تھا اب یہاں واپس آنے کو اور دور دور گمان نہیں تھا کہ تم سے ایسی ملاقات ہوگی۔ خیر، جو ہوا سو ہوا۔ چلتا ہوں، خدا حافظ۔ خدا تمہارا نگہبان ہو۔"

وہ مڑا اور زینے سے نیچے اترنے لگا۔

"لیونکولائی وچ!" پرفیون رگوژین نے اوپر سے آواز دی۔ تب تک پرنس نیچے کشادہ سی جگہ پر پہنچ چکا تھا۔ "وہ کراس، وہ جو فوجی سے خریدی تھی، ہے تمہارے پاس؟"

"ہاں، ہے تو۔"

پرنس جاتے جاتے پھر اٹکا۔

"ذرا دکھانا مجھے۔"

پھر نئی سوجھی۔ پرنس نے سوچا، چند سیڑھی اوپر چڑھا اور اپنی کراس گلے سے اتارے بغیر دکھانے کو سامنے کر دی۔

"مجھے دے ڈالو۔" رگوژین نے کہا۔

"کس لیے؟ کیا تمہیں.....؟"

پرنس اس صلیب کو اپنے سے جدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"میں اسے پہنا کروں گا اور اپنی تمہیں دے دیتا ہوں۔ تم پہننا۔"

"یعنی صلیبوں کی ادلا بدلی چاہتے ہو؟ یوں سہی، اگر ایسا ہو تو میں خوش۔ ہم تم بھائی بھائی ہو جائیں گے۔"

پرنس نے اپنی ٹین کی کراس اتاری، پرفیون نے اپنی سونے کی اور دونوں نے بدل لیں۔ پرفیون خاموش رہا۔ پرنس کو شاق گزرنے کے ساتھ اس پر تعجب تھا کہ وہ پہلے کی بے اعتباری، وہ تلخ اور کسی قدر تمسخر آمیز مسکراہٹ، اب تک اس کے منہ بولے بھائی کے چہرے سے گئی نہیں تھی، کم از کم چند لمحے تو وہ بہت ہی نمایاں نظر آئی۔ پھر رگوژین نے پرنس کا ہاتھ خاموشی سے اپنے ہاتھ میں لیا اور تھوڑی دیر یونہی کھڑا رہا، گویا کچھ ہے جس کا فیصلہ کرنے میں اٹک رہا ہے۔ آخر اسے تھامے ہوئے اپنے پیچھے لے چلا۔ "چلو، چلتے ہیں۔" ایسی آواز میں کہا جو صاف سنائی نہیں دی۔ آگے پیچھے دونوں پہلی منزل کی کشادہ جگہ سے گزرے اور ایک دروازے پر پہنچ کر گھنٹی بجائی جو اس دروازے کے عین مقابل تھا جس سے وہ نکلے تھے۔ دروازہ جلدی سے کھل گیا۔ ایک بہت بوڑھی عورت، خمیدہ کمر، سیاہ پوش، سر پر رومال باندھے، خاموشی سے رگوژین کے سامنے تعظیم بجالائی۔ آنے والے نے رواداری میں اس ضعیفہ سے کچھ دریافت کیا اور جواب کا انتظار کیے بغیر پرنس کو کمروں میں سے گزارتا ہوا آگے لے چلا۔ پھر وہی تاریک کمرے، کوئی غیر معمولی بے رونق صفائی، بے روح اور بے لطف طریقے سے دقیانوسی فرنیچر، اس پر صاف ستھرے سفید غلاف چڑھے ہوئے۔ اطلاع دیے بغیر رگوژین اسے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے کر داخل ہوا جو ڈرائنگ روم سے مشابہ تھا۔ گہرے رنگ روغن کی مہاگنی لکڑی کا دونوں طرف دو

Scanned with CamScanner

دروازوں والا پارٹیشن اسے تقسیم کر رہا تھا۔ غالباً دوسری طرف خوابگاہ ہوگی۔ ڈرائنگ روم کے ایک کونے میں آتشدان کے پاس کوئی مختصر سی بڑی بی آرام کرسی میں دھنسی بیٹھی تھیں۔ یوں تو بہت بوڑھی نظر نہیں آئیں بلکہ خاصی تندرست تھیں، چہرہ گول، بشاش، لیکن بال پورے سفید اور (پہلی ہی نظر میں بڑھاپے کی یہ علامت صاف معلوم ہو جاتی تھی کہ) قطعی سٹھیائی ہوئی تھیں۔ انہوں نے سیاہ اونی ڈریس پہن رکھا تھا، گردن پر بڑا سا سیاہ رومال لپٹا تھا اور سیاہ فیتے لگی چپٹی سفید ٹوپی سر پر تھی۔ پاؤں چھوٹے سے اسٹول پر ٹکے ہوئے تھے۔ ان کے پہلو میں ایک اور صاف ستھری بڑی بی موجود تھیں، عمر میں ان سے ذرا بڑی، وہ بھی ماتمی لباس میں تھیں۔ ان کے سر پر بھی ویسی ہی سفید ٹوپی۔ یہ پہلی والی کی ہم نشین ہوں گی۔ خاموشی سے موزے بُننے میں مصروف تھیں۔ دونوں ہی بوڑھیائیں یقیناً بالکل گم سم رہتی ہوں گی۔ پہلی والی بڑی بی نے رگوژین کو اور ساتھ میں پرنس کو دیکھا تو مسکرا دیا اور شفقت سے اپنی خوشنودی کا اظہار کرنے کے لیے بار بار سر جھکایا۔

''اماں۔'' رگوژین نے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر کہا ''یہ ہیں میرے عزیز دوست، پرنس لیونکولائی وچ میشکن۔ ہم نے آپس میں کرائس بدلے ہیں۔ ماسکو میں جب ہم تھے تو ایک وقت وہ میرے سگے بھائی کی طرح پیش آئے۔ میرے لیے بہت کیا ہے انہوں نے۔ انہیں دعا دو اماں، اپنے سگے بیٹے کی طرح۔ ٹھہرو، میں، ہاں ایسے، لاؤ میں تمہارا ہاتھ سنبھالوں.....''

رگوژین کے مدد پر آنے سے پہلے ہی بڑی بی نے داہنا ہاتھ اٹھایا، تین انگلیاں جوڑ کر تین بار عقیدت کے ساتھ پرنس پر صلیب کا نشان بنایا اور پھر ایک بار شفقت و عنایت سے اپنا سر جھکا کر خوشنودی کا اظہار کیا۔

''اچھا تو، اب چلیے لیونکولائی وچ۔'' پرفیون نے کہا ''میں صرف اسی کے لیے تمہیں اِدھر لایا تھا.....''

وہاں سے نکل کر جب دوبارہ زینے پر آ گئے تو پرفیون نے اضافہ کیا ''دیکھو، اب اماں تو کچھ سمجھتی نہیں کہ کیا کہا جا رہا ہے۔ میرے لفظ بھی کچھ نہ سمجھی ہوں گی مگر تم کو آشیرباد دے دی۔ مطلب یہ کہ خود اپنی مرضی سے کیا..... اچھا اب رخصت۔ میرا بھی وقت ہو گیا، تمہارا بھی۔''

یہ کہہ کر اس نے اپنی طرف کا دروازہ کھول لیا۔

''لاؤ، خیر، رخصت ہوتے وقت تمہیں گلے تو لگا ہی لوں۔ عجیب آدمی ہو تم بھی۔'' پرنس پکارا۔ رگوژین کو دوستانہ ملامت بھری نظروں سے دیکھتے اور اس کی طرف بازو پھیلاتے ہوئے مگر پرفیون نے ابھی ہاتھ پوری طرح اٹھائے بھی نہ تھے کہ پھر چھوڑ دیئے۔ وہ کچھ طے نہیں کر پایا۔ ذرا رخ پھیر لیا تاکہ پرنس سے نظر چار نہ ہو۔ وہ اسے گلے لگانے سے کترا رہا تھا۔

''ڈرو مت! میں نے تمہاری کرائس لی، سہی مگر گھڑی لینے کے لیے ذبح نہیں کروں گا۔'' وہ بے اختیار کہہ گزرا اور ایک دم عجب طرح قہقہہ مار کر ہنس پڑا لیکن اتنے میں اس کے چہرے کے نقوش بدلے: منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں، ہونٹ لرزنے لگے، آنکھوں سے چنگاریاں اڑیں۔ اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور پرنس کو زور سے آغوش میں بھر لیا، سانس پر قابو پاتے ہوئے بولا:

''اچھا، تم ہی لے جاؤ اسے، تقدیر میں یہی ہے تو! وہ تمہاری! میں نے راستہ چھوڑا۔ بس رگوژین کو بھولنا مت۔''

پرنس کو چھوڑ کر، اسے دیکھے، نظر ملائے بغیر وہ جھٹ سے اپنے کمرے میں داخل ہوا اور اندر جاتے ہی زور

سے دروازہ بھیڑ دیا۔

(5)

کافی دیر ہوگئی تھی۔ دن کے ڈھائی بجے ہوں گے۔ جنرل ایپان چین گھر پر نہیں ملے۔ پرنس نے اپنا ملاقاتی کارڈ وہاں چھوڑا اور ہوٹل "وے سی" جانا طے کیا کہ وہاں کولیا کو دریافت کیا جائے۔ اگر وہ بھی نہ ملا تو رقعہ چھوڑ کر چل دے گا۔ ہوٹل میں بتایا گیا کہ "صاحبزادے نکولائی (کولیا) بہت صبح نکل گئے اور جاتے وقت کہہ گئے ہیں کہ اگر کوئی بھی پوچھنے آئے تو بتا دینا کہ تین بجے کے قریب ہماری واپسی کا امکان ہے۔ بالفرض ساڑھے تین بجے تک واپسی نہ ہو سکی تو سمجھیں کہ ٹرین سے پاولوفسک روانہ ہو گئے جنرل ایپان چین کے داچہ پر اور شام کا کھانا وہیں نوش فرمائیں گے۔" پرنس وہیں انتظار میں بیٹھ گیا اور لنچ آرڈر کر دیا۔

ساڑھے تین بجے، چار بج گئے۔ کولیا کی واپسی نہیں ہوئی۔ پرنس اٹھا، باہر آیا اور آنکھ بند کر کے منہ اٹھائے چل دیا۔ پیٹرسبورگ میں شروع گرمیوں میں بعض اوقات دن بڑے پیارے ہوتے ہیں، دھوپ، اجالا اور سکون۔ اس روز بھی جیسے جان بوجھ کر ایسا ہی نایاب دن نکلا تھا۔ کچھ دیر پرنس یونہی ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرا۔ شہر اس کے لیے تقریباً اجنبی ہی تھا۔ کبھی چوراہوں پر رک جاتا، کسی بھی عمارت کے سامنے ٹھہر جاتا، چوک میں، پلوں پر رک رک کر دیکھنے لگتا۔ ایک بار ذرا سستانے کے لیے مٹھائی کی دکان میں چلا گیا۔ کبھی راہگیروں کی صورتیں بڑے غور سے دیکھنے لگتا، لیکن بیشتر اس کی توجہ نہ راہگیروں پر جاتی، نہ اس پر کہ کہاں جانا ہے۔ کوفت اور بے قراری کے اس عالم میں طبیعت کا شدید تقاضا تھا کہ سب سے الگ تھلگ اور تنہا رہے۔ جی چاہتا تھا کہ غم والم کا جو طوفان برپا ہے اس میں خود کو بے دست و پا چھوڑ دے۔ اس سے نکلنے کی کوئی سبیل نہ سوچے۔ جو سوال جان و دل میں ہنگامہ مچائے ہوئے ہیں، ان کا حل سوچنے سے بھی اسے گھن آتی تھی۔ "تو کیا اس میں میرا کچھ قصور ہے؟" وہ آپ ہی آپ بدبدایا اور خود اپنے الفاظ کو نہیں پہچان سکا۔

شام کے چھ کا عمل ہوگا، دیکھا تو تسارسکوئے سیلو والی ریل کے ایک پلیٹ فارم پر موجود تھا۔ تنہائی کا سناٹا اب اس کے لیے ناقابل برداشت ہو چلا تھا۔ ایک زوردار گرم لہر آئی اور اس نے پرنس کے دل کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ چشم زدن میں اداسی کے وہ بادل چھنٹ گئے جنہوں نے اس کی روح کو دبا رکھا تھا اور ہر طرف روشنی جگمگا اٹھی۔ پاولوفسک کا ٹکٹ خریدا اور بھاگم بھاگ گاڑی پکڑنے چلا لیکن کوئی پریشانی پیچھے لگ گئی..... اور وہ خیالی ہرگز نہیں تھی، جیسا کہ پرنس کو اول گمان ہوا بلکہ ٹھوس اور حقیقی الجھن تھی۔ گاڑی میں سوار ہونے ہی والا تھا کہ اچانک وہ تازہ خرید ٹکٹ فرش پر پھینک دیا اور نکل کر اسٹیشن سے باہر آ گیا۔ کسی سخت الجھن اور ادھیڑ بُن میں مبتلا تھا۔ تھوڑا وقت گزرا ہوگا کہ سڑک پر اسے ایک دم جیسے کچھ یاد آ گیا، جیسے یکا یک کسی بات کا تصور بندھ گیا جو بڑی عجیب ہے اور جو بہت دیر سے چبھے جا رہی تھی۔ اچانک وہ صاف سمجھ گیا کہ دیر سے ایک ایسے کام میں الجھا ہوا ہے جس پر اس خاص منٹ تک خاص توجہ نہیں دی۔ کئی گھنٹے سے یہ ہو رہا تھا "وے سی" ہوٹل میں اور ہوٹل جانے سے پہلے بھی آپ ہی آپ الجھتا اور کبھی کبھی اپنے اردگرد کسی شے کی تلاش کرنے لگتا۔ پھر ادھر سے دھیان ہٹ جاتا، گھنٹے آدھ گھنٹے کو بھول بھال جاتا اور پھر وہی بے چینی، وہی تلاش۔

لیکن ابھی اسے اپنے اندر اس مریضانہ اور قطعی لاعلمی کی حرکت کا شعور ہوا ہی تھا جو بہت دیر سے حواس پر طاری

Scanned with CamScanner

تھی کہ اتنے میں آنکھوں کے سامنے پچھلی کسی بات کی یاد جھلکی، ایسی جس سے اسے انتہائی دلچسپی تھی۔ یاد یہ آیا کہ ٹھیک اس منٹ جب یہ جانا کہ اپنے اردگرد کسی چیز کو ڈھونڈ رہا ہے، وہ ایک چھوٹی سی دکان کی کھڑکی کے پاس فٹ پاتھ پر کھڑا ہوا تھا اور بڑے تجسس سے دکان کی کھڑکی میں سجی ہوئی چیزوں کو دیکھ رہا تھا۔ چل اٹھی کہ اب اس معاملے کی تصدیق کرکے رہوں گا: دیکھنا ہے کہ کیا واقعی وہاں ابھی ابھی، شاید پانچ منٹ پہلے اس دکان کی کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا؟ کہیں یہ وہم تو نہیں ہوگیا، کہیں محض پریشان خیالی تو نہیں تھی یہ؟ آیا ایسی کوئی دکان اور ویسا سامان وجود بھی رکھتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ یوں بھی آج کے دن وہ خاص مریضانہ کیفیت محسوس کر رہا ہے، تقریباً وہی ہی جیسی اپنے پرانے مرض کے دورے پڑنے سے ذرا پہلے اس پر گزرا کرتی تھی۔ اسے خوب معلوم تھا کہ جب بھی دورہ پڑنے کا وقت قریب ہوتا ہے، وہ غیر معمولی خود فراموشی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اگر خاص توجہ سے، پورے انہماک سے نہ دیکھے تو چیزوں اور چہروں کی کوئی شناخت باقی نہیں رہتی مگر اب ایک خاص وجہ تھی جو وہ تصدیق کرنے کے لیے بے چین ہوگیا کہ آیا تب وہ دکان کے سامنے کھڑا ہوا تھا یا نہیں: دکان کی کھڑکی کے اندر جو چیزیں لگی ہوئی تھیں، انہی میں ایک چیز تھی جس کو توجہ سے دیکھا بلکہ قیمت بھی آنک لی کہ چاندی کے ساٹھ کاپک کی ہوگی، اپنی تمام بے خیالی اور اندرونی اضطراب کے باوجود اتنی بات اسے ضرور یاد رہ گئی۔ اب اگر وہ دکان موجود ہے اور دکان کے سامان میں وہ شے بھی واقعی لگی ہوئی ہے تو مطلب یہ کہ خاص اسی چیز کی خاطر وہ دکان کے سامنے ٹھہرا ہوگا۔ حاصل یہ کہ اس کے لیے وہ شے اپنے میں کوئی ایسا دلچسپی کا سامان رکھتی ہے جس نے توجہ اپنی طرف بٹالی اور وہ بھی ایسے وقت میں جب کہ ریلوے اسٹیشن سے نکلتے ہی اتنا بدحواس اور مبتلائے ہراس تھا۔ چلا اور دل میں چمک لیے، داہنی طرف دیکھتا ہوا چلتا رہا، بے صبری کے مارے دل دھڑک رہا تھا۔ یہ لیجیے، وہ دکان آخر مل گئی۔ دکان سے پانچ سو قدم کے فاصلے پر ہوگا کہ سوچا، واپس چلیں۔ مگر اب دکان سامنے تھی اور اس میں وہ ساٹھ کاپک والی چیز بھی تھی۔ ''یقیناً ساٹھ کی ہے، اس سے زیادہ کی ہرگز نہیں۔'' اس نے زور دے کر کہا اور ہنس دیا۔ مگر یہ ہنسی ہسٹریا کی سی تھی، دل پر ملال چھانے لگا۔ اب اسے خوب اچھی طرح یاد آ گیا کہ یہیں، اسی جگہ، کھڑکی کے سامنے کھڑے کھڑے میں ایک دم پلٹ پڑا تھا۔ ٹھیک ایسے ہی جیسے کچھ وقت پہلے میں نے پلٹ کر خود پر رگوژین کی نگاہ پکڑی تھی۔ جب اطمینان ہوگیا کہ غلطی نہیں کی (حالانکہ تصدیق ہونے تک بھی اسے پورا اطمینان تھا) تو فوراً دکان چھوڑ کر اپنی راہ چل دیا۔ ان سب باتوں پر جلدی ہی غور کرنا ہوگا۔ اب یہ پوری طرح روشن ہوگیا کہ اسٹیشن والی بات محض تخیل کی کارستانی نہیں تھی، اس کے ساتھ لازمی طور پر کچھ ایسا حقیقی واقعہ گزرا ہے جس کا تعلق ابھی ابھی کی دلی بے قراری سے ضرور ہے لیکن اندر کسی بات سے تنفر کا بے قابو احساس پھر حاوی آنے لگا۔ اب غور کرنے اور نشیب و فراز دیکھنے کو نہ جی چاہا، نہ اس نے سر کھپایا۔ وہ بالکل اور ہی کسی خیال میں ڈوب گیا۔

اور وہ خیال یہ تھا کہ مرگی کی حالت میں اسے دورہ پڑنے سے پیشتر (اگر دورہ یقیناً پڑنے والا ہو تو) ایک مرحلہ ایسا پیش آتا ہے جب غم کے ہجوم میں، مایوسی اور اداسی کے نرغے میں، دل ڈوبتے وقت، یکایک اس کا دماغ چند لمحوں کے لیے لو دے اٹھتا ہے اور زندگی کے تمام قوائے عمل یکبارگی غیر معمولی شدت سے بروئے کار آ جاتے ہیں۔ بجلی کی طرح کوند جانے والے ان لمحوں میں زندگی کی لہر اور خودی کا شعور عام حالتوں سے کوئی دس گنا ضرور ہو جاتا ہے۔ دل و دماغ پر عجب

Scanned with CamScanner

طرح کا نور برستا ہے۔ ساری بے تابیاں، شکوک وشبہات، تمام پریشانیاں دم کے دم میں ٹھکانے لگ جاتی ہیں اور بلند ترین روحانی سکون وقرار میں ڈھل جاتی ہیں جہاں نشاط وتمنا سارے حجابات چھوڑ کر ہم آہنگی سے بھرپور ہوتے ہیں، ہوش و خرد کے عروج اور علت غائی کے علم تک رسائی ہو جاتی ہے مگر یہ لمحے، برق کے یہ کوندے، یہ صرف پیش خیمہ ہوتے ہیں اس آخری سیکنڈ کا (اور وہ ایک سیکنڈ سے زیادہ ہوتا بھی نہیں) جس سے مرگی کا دورہ شروع ہو جاتا ہے۔ البتہ یہ ایک سیکنڈ کا وقفہ ناقابل برداشت ہوتا ہے۔ اس حالت سے نکلنے کے بعد، صحت ہونے پر اس لمحہ خاص کے متعلق سوچتے ہوئے اس نے اکثر اپنے آپ سے کہا: یہ جو برق کی تڑپ کا سا کرشمہ ہے، زندگی کی لہر اور خودی کے شعور کی بلند ترین کیفیت کا، مطلب یہ کہ "بلند سے بلند تر ہستی" کا احساس، یہ سب کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ ایک روگ ہے، خلاف عادت ہے یعنی معمول کی حالت میں فتور آ جانا اور اگر یوں ہے تو پھر بلند سے بلند تر ہستی ہونے کا سوال ہی نہیں بلکہ اس کے برخلاف اسے سب سے ارذل ہستی شمار ہونا چاہیے۔ پھر بھی اسی سوچ میں آخر وہ ایک انتہائی قول محال جیسے نتیجے پر پہنچا۔ "تو کیا حرج ہے؟ اگر یہ روگ بھی ہو تو کیا!" اس نے حل نکالا۔ "اس سے ہمیں کیا سروکار کہ یہ خلاف معمول تناؤ ہے۔ جب ہم صحت کے معمول پر پہنچ کر سنسنی کے اس لمحے کو پھر سے اپنی یاد میں تازہ کر کے اور سوچ کر دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہی تاہم آہنگی اور حسن کا بلند ترین مقام جو بھرپور ہونے کا، تناسب وتوازن کا احساس دیتا ہے اور زندگی کی سب سے اعلیٰ ترکیب یا ساخت کے ساتھ، حضور قلب سے عبادت کا ایسا امتزاج عطا کر جاتا ہے جو پہلے کبھی نہ سنا، نہ اس کا تصور ہوا۔" دھندلے لفظوں میں سمائی ہوئی یہ بات خود اس کے ذہن میں بالکل واضح تھی، اگرچہ بیان اب بھی نہایت کمزور تھا۔ اس میں کہ یہ واقعی "حسن و عبادت" ہے اور اس میں کہ یہ واقعی "زندگی کا بلند ترین امتزاج" ہے، نہ خود اسے کوئی شبہ تھا، نہ کسی شک وشبہ کو راہ دینے کا وہ روادار ہو سکتا تھا۔ یہ تو تھا نہیں کہ اس لمحے خواب وخیال کی بے تکی، فرضی تصویریں نظر آتی ہوں جیسے بھنگ، افیم یا شراب کے نشے میں سوجھتی ہیں اور عقل وہوش کو پست اور روح کو مسخ کر دیتی ہیں۔ مریضانہ حالت کے شکنجے سے نکل آنے کے بعد وہ معقولیت کے ساتھ اس کی جانچ کر سکتا تھا۔ یہ جو لمحے گزر جاتے تھے، انہیں چند لفظوں میں مختصر کر کے کہنا ہو تو یوں کہا جائے گا کہ صرف احساس خودی کی غیر معمولی شدت یعنی شعور ذات کا اور اسی کے ساتھ بلند ترین سطح کے براہ راست احساس نفس کا شدید ہو جانا۔ اگر اس سیکنڈ میں یعنی دورہ پڑنے سے پہلے عالم ہوش میں جو آخری لمحہ ملتا تھا، اس لمحے میں وہ دوٹوک اور صاف طور پر خود سے کہنے پاتا کہ "ہاں، اس لمحے کے عوض پوری زندگی دی جا سکتی ہے۔" تو بے شک یہ لمحہ تھا بھی اسی قابل..... پوری ایک زندگی کی قدر و قیمت کا ایک لمحہ۔ یہ جو نتیجہ اس نے نکالا اس کے جدلیاتی پہلو کا وہ سامنا نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ان "بلند ترین لمحات" کا کھلا انجام بھی نظر کے سامنے تھا۔ دماغ ٹھس، روح پر بوجھ، اداسی اور احمق پن۔ ظاہر ہے کہ وہ اس معاملے میں کسی سے سنجیدہ بحث ودلیل پر آمادہ نہ ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نتیجے میں یا یوں کہیے کہ اس لمحہ خاص کی قدر و قیمت آنکنے میں کچھ نہ کچھ غلطی ضرور تھی لیکن سنسنی یا احساس کی واقعیت پر وہ خود بھی کسی قدر پریشانی میں تھا۔ واقعیت کا کیا کیا جائے؟ سنسنی سی تو واقعی ہوتی تھی۔ اس لمحہ خاص میں خود وہ اپنے آپ سے کہہ لیا کرتا تھا کہ یہ ایک سیکنڈ ایسا اس لامحدود مسرت ونشاط کی بدولت جس سے وہ پوری طرح لطف اندوز ہے، ساری عمر کا بدل ہو تو سکتا ہے۔ جن دنوں ماسکو میں ارگوژین سے ملاقاتیں رہتی تھیں، ایک بار اس نے رگوژین ہی کو بتایا تھا کہ اس لمحے میرا ذہن ان حیرت انگیز

Scanned with CamScanner

الفاظ کا مفہوم پالیتا تھا کہ ''اس کے بعد نابود ہو جائے گا وقت کا وجود۔''(7) پھر ذرا مسکراتے ہوئے اضافہ کیا۔ ''غالباً یہی لمحہ تھا جس میں محمد (ﷺ) پورے عرش الٰہی کا چکر لگا کر آ گئے اور تب تک اوندھی صراحی کا پانی بھی پورا نہیں بہنے پایا تھا۔'' ہاں ماسکو میں رگوژین سے اس کی ملاقاتیں اکثر ہوا کرتی تھیں اور بات صرف اسی ایک موضوع تک محدود نہیں رہتی تھی۔ ''رگوژین نے اپنی ماں سے جو تھوڑی دیر پہلے کہا تھا کہ میں اس کے بھائی جیسا رہا تو یہ بات اس نے آج پہلی بار ہی کہی۔'' پرنس نے اپنے دل میں سوچا۔

پرنس نے موسم گرما کے شاہی باغ میں ایک پیڑ تلے بنچ پر بیٹھے بیٹھے اس پر غور کیا۔ شام کے سات بجے ہوں گے۔ باغ میں سناٹا تھا۔ ڈوبتے سورج پر لمحہ بھر کو میلی بدلی سی آ گئی۔ فضا میں حبس تھا، آثار ایسے تھے کہ بہت دور کہیں سے بکل پانی کا طوفان آیا چاہتا ہے۔ اس وقت خیالوں میں محویت کا یہ عالم اس کے لیے کچھ کم لطف انگیز نہیں تھا۔ یادیں اور ذہن دونوں ہر اس چیز سے چپک جاتے تھے جو نظر کے سامنے آ جائے۔ اس میں بھی لطف آیا۔ بہت چاہا کہ کوئی بات جو حال کی ہے اور ناگزیر بھی ہے، وہ دماغ سے نکل جائے مگر اپنے اردگرد جو پہلی ہی نظر ڈالی تو پھر اسی کسک کا سامنا تھا جس سے دامن چھڑانے کی اتنی بے قراری تھی۔ اسے وہی یاد آ گیا کہ تھوڑی دیر پہلے سرائے میں ویٹر سے باتیں ہو رہی تھیں۔ ایک ایسے عجیب و غریب قتل کے واقعے پر جس کا ہر طرف چرچا تھا۔ جیسے ہی یہ یاد آیا، ایک دم حالت دگرگوں ہو گئی۔

بے انتہا اور ناقابل بیان ایک خواہش نے، جو کسی بات کی اکساہٹ تھی، اس کی پوری قوت ارادی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ بنچ سے اٹھا اور باغ سے سیدھا پیترسبورگ سائیڈ میں چل دیا۔ دریائے نیوا کے کنارے سڑک پر ابھی اس نے کسی راہ چلتے سے پوچھا تھا کہ دریا کے اس پار پیترسبورگ سائیڈ کدھر کو ہے؟ راستہ تو بتا دیا مگر وہ اُدھر گیا نہیں۔ یوں بھی آج ادھر جانا نہیں تھا، اسے یہ بات خود بھی معلوم تھی۔ پتہ بہت پہلے سے تھا اس کے پاس۔ جب چاہتا، لیبیدیف کی اس عزیز کا مکان آسانی سے مل جاتا، مگر یقین سا تھا کہ وہ گھر پر نہیں ملے گی۔ ''قطعی بات ہے کہ پاولوفسک چلی گئی ہو گی ورنہ کولیا ہوٹل ''دے سی'' میں وعدے کے مطابق کوئی پیغام چھوڑ جاتا۔'' چنانچہ اب اگر وہ ادھر جاتا ہے تو اس غرض سے نہیں کہ اس کے دیدار ہو جائیں۔ اتنے میں طبیعت کو آزردہ کرنے والی ایک اذیت ناک کرید لگی۔ اسے ایک ناگہانی خیال سوجھ گیا.....

اس کا دل بہت بھر چکا تھا اس سے کہ چلے ہیں اور معلوم ہے کدھر جانا ہے۔ منٹ بھر بعد جب وہ راستہ ناپ رہا تھا تو راستے کی طرف بالکل دھیان ہی نہیں تھا۔ اس ''ناگہانی خیال'' پر اور زیادہ سر کھپانے سے بھی طبیعت کو سخت وحشت ہونے لگی اور معاملہ برداشت سے باہر ہو گیا۔ بہت زور دے کر، تکلیف کے ساتھ توجہ بٹانی پڑی اور جہاں بھی نظر پڑے وہیں غور سے دیکھنا شروع کیا، آسمان کو تکتا رہا، نیوا دریا سے اٹکا رہا۔ سامنے سے کوئی چھوٹا بچہ آ رہا تھا، اسی سے بات کرنے لگا۔ شاید مرگی کے دورے کی کیفیت زیادہ سے زیادہ زور پکڑتی جا رہی تھی۔ بجلی پانی کا طوفان بھی بڑھتا آ رہا تھا..... مگر رفتار سست تھی۔ رہ رہ کر بجلی کڑکتی اور بادلوں کی گرج سنائی دیتی۔ دم گھٹنے لگا.....

نجانے کیوں، اب لیبیدیف کا وہ بھانجا اس کی یاد میں اتر آیا جو آج ہی ملا تھا۔ یہ اس طرح کا یاد آنا تھا جیسے بعض اوقات کسی گانے کی دھن پیچھا نہیں چھوڑتی، چاہے آدمی کا اس سے ناک میں دم آ چکا ہو۔ عجیب بات یہ کہ لڑکے کا

Scanned with CamScanner

تصور بندھا اس قاتل کے روپ میں جس کا ذکر خود لیبید یف نے اپنے بھانجے کے تعارف میں کیا تھا۔ ہاں، تو اس قاتل کے بارے میں ابھی کچھ دن پہلے وہ پڑھ چکا تھا۔ جب سے وہ روس میں وارد ہوا، اب تک ایسے واقعات بہت پڑھنے اور سننے میں آئے تھے۔ اسے ان کی خبر رکھنے کا چسکہ لگ گیا تھا۔ آج ہی جب ویٹر سے باتیں ہو رہی تھیں تو اسی ژیمارین خاندان کے قتل کی واردات سے اس کی دلچسپی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ اسے یاد آیا کہ ویٹر نے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔ پھر اس ویٹر کی صورت آنکھوں میں پھر گئی: خاصا سمجھدار نوجوان، لیے دیے اور محتاط مگر ''خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اصل میں وہ کیسا شخص ہے۔ نئی جگہ، نئے چہروں پر قیافہ درست ہونا کافی مشکل ہے۔'' البتہ اتنا ضرور ہے کہ روسی آتما پر وہ شدت سے ایمان لانے لگا تھا۔ افوہ! ان چھ مہینوں میں یہاں کتنی عجوبہ اور نئی نئی باتیں بھگت لیں، ایسی جن کا کبھی سان گمان نہ تھا، جنہیں کبھی سنا نہ تھا، جن کی توقع نہ تھی! مگر غیر کی آتما، سو وہ ایک راز اور روسی آتما بھی راز..... بہت سوں کے لیے سربستہ راز..... یہی لو، رگوژین کو۔ اتنے دن سے میل ملاقات، نزدیکی تعلقات ''برادرانہ'' برتاؤ، پھر بھی کیا وہ رگوژین کو سمجھتا ہے؟ ان معاملات میں بھلا کیا کیا الٹ پھیر نہیں ہوتا، کیسی اوٹ پٹانگ باتیں اور بے ہودگیاں! اور یہ لیبید یف کا بھانجا بھی کیا گھٹیا، منہ پھٹ اور بس بھرا فتنہ ہے۔ مگر میں کون کہنے والا؟ (پرنس کے خیال کا تار بندھا رہا) کیا اس نے خون کیا ان کا؟ ان چوجانوں کا؟..... میرے ذہن میں سب گڈمڈ ہو رہا ہے، عجیب بات! میرا سر کچھ چکرا رہا ہے..... اچھا تو وہ لڑکی، لیبید یف کی بڑی بیٹی، کیسی قبول صورت، کیسی پیاری ہے! وہ جو بچے کو گود میں لیے کھڑی تھی نا! اس کی صورت پر کیسا بچپنا برس رہا تھا، کتنی معصومیت تھی اور ہنسی بھی بچوں کی سی! یہ کیوں کر ہوا کہ وہ چہرہ ذہن سے اتر گیا تھا اور اب جا کے یاد آیا ہے۔ لیبید یف نے دھپ دھپ زمین پر پاؤں کوٹ کر ان بچوں کو ڈرایا تھا مگر غالباً وہ انہیں سر آنکھوں پر بٹھاتا ہے بلکہ اور بھی سولہ آنے کھری بات یہ کہ لیبید یف اپنے اس بھانجے کو بھی جی جان سے چاہتا ہے۔

مگر وہ کون، ان پر فتوے صادر کرنے والا، وہ تو خود ابھی نو وارد ہے اور آتے ہی سزائیں بھی سنانی شروع کر دیں؟ خیر، تو لیبید یف ہی اس کے سامنے ایک مسئلہ پیش آ گیا۔ کیا اس قسم کے لیبید یف کی توقع تھی اسے؟ کیا وہ پہلے سے اس لیبید یف کو جانتا تھا؟ لیبید یف اور مادام دیوباری! افوہ، خدایا! اچھا، اگر رگوژین نے قتل کیا بھی، تو وہ ایسے بے ڈھنگے پن سے نہیں کرے گا۔ یہ اوٹ پٹانگ پن نہیں اس میں۔ ڈیزائن دے کر ہتھیار بنوایا گیا اور پھر اس ہتھیار سے چھ آدمی لٹا لیے..... قطعی جنونی حالت میں! کیا رگوژین کے پاس بھی آرڈر سے ہی بنوایا ہوا ہتھیار ہے؟ وہ جو تھا..... مگر..... کیا یہ طے بات ہے کہ رگوژین خون کرے گا ضرور؟ ایک دم پرنس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ''کیا یہ جرم نہیں ہے، نیچ پن نہیں ہے میرا کہ میں صاف صاف مردم بے زاری میں آ کر ایسے مفروضے قائم کر رہا ہوں؟'' وہ چیخ پڑا اور چہرے پر عرق ندامت ٹپکنے لگا۔ ہکا بکا رہ گیا تھا، پاؤں گویا زمین میں گڑ گئے تھے۔ اسے یکبارگی پاولوفسکی ریلوے اسٹیشن کا حالیہ واقعہ اور کولائیفسکی اسٹیشن پر جو ابھی بیتی تھی، وہ دونوں یاد آ گئے اور وہ سوال جو اس نے رگوژین کے منہ پر کر لیا تھا۔ ان آنکھوں کے بارے میں، رگوژین کی کراس، جو وہ خود لٹکائے ہوئے تھا اور وہ رگوژین کی والدہ کا دعا دینا، جن کے پاس خود رگوژین ہی اسے لے گیا تھا، پھر بے تحاشا تڑپ کر آخری بار گلے ملنا، رگوژین کا زینے پر آ کر اس کے حق میں دستبردار ہونا اور پھر اس کے بعد بھی اپنے آپ کو اس حالت میں پہنچا دیا کہ بار بار اپنے اردگرد کسی چیز کی تلاش کی جا رہی ہے..... اور وہ دوکان، وہ

Scanned with CamScanner

چیز..... یہ کیسی رذالت ہے! اوپر سے یہ کہ اب چلا ہے "خاص غرض" کے ساتھ، ایک خاص "ناگہانی خیال" لیے ہوئے۔ رنج اور پشیمانی نے اس کی روح کو اپنے شکنجے میں لے لیا۔ پرنس نے چاہا کہ فوراً الٹے پاؤں اپنے ہوٹل واپس ہو جائے بلکہ وہ پلٹ کر چل بھی دیا مگر منٹ بھر نہ گزرا ہوگا کہ پھر تھما، کچھ سوچا اور غور کرنے کے بعد واپس پھر اسی راستے پر ہو لیا۔

تو اب وہ پیتر سبورگ سائیڈ میں تھا۔ اس مکان کے نزدیک۔ اب وہ پہلے والی غرض سے تو ادھر جا نہیں رہا تھا، نہ اپنا وہ "خاص خیال" لیے ہوئے چلا تھا مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ہاں، مرض کا حملہ قریب ہے۔ حتماً ممکن ہے دورہ پڑے تو آج ہی پڑ جائے۔ یہ اسی دورے کی شروعات ہوگی کہ یاس کا اندھیرا تھا، اسی دورے کے آثار ہیں کہ "خیال" سوجھا تھا۔ اب غم کے بادل چھٹنے لگے، بھوت اتر گیا، شک نابود ہوا اور دل نشاط سے بھر چلا۔ کتنا زمانہ ہو گیا ہے کہ اس کے دیدار نہیں کیے۔ اب چل کے مل آنا چاہیے۔ اور..... ہاں تو..... اب رگوژین سے بھی ملاقات کو جی چاہنے لگا۔ وہ رگوژین کو بتا دے گا کہ میں تو اس سے مل بھی آیا۔ بھاگم بھاگ آنے کا اور سبب بھی کیا؟ ادھر آیا ہی اس لیے کہ بقول رگوژین، صرف اس سے ملنا مقصود تھا۔ ممکن ہے گھر پر ہی مل جائے، کیا ضرور ہے کہ پاولوفسک جا چکی ہو!

اب لازم ہے کہ ہر چیز صفائی سے سامنے رکھ دی جائے تاکہ سب ایک دوسرے کے دل کی بات ذہن نشین کر لیں، شاید مایوسی میں یا جوش میں آ کر دوسرے کے حق میں دستبردار ہونے کا باب آئندہ کے لیے بند ہو، جیسے آج رگوژین نے اس سے ہاتھ اٹھا لیا تھا۔ سب کچھ پوری طرح آزادانہ اور..... شریفانہ قرار پائے۔ کیا رگوژین اس کا اہل نہیں ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اس سے ویسی محبت نہیں کرتا، اس میں ہمدردی کا مادہ نہیں۔ "اس قسم کی کوئی دل سوزی نہیں۔" یہ بھی تو کہ بعد میں اس نے کہہ دیا تھا "تمہاری دل سوزی، ممکن ہے، میری محبت سے کہیں زیادہ ہی ہو۔" یعنی خود پر تہمت دھر لی۔ ہونہہ! رگوژین اور کتاب کے پیچھے؟ کیا یہ "ترس" کھانا نہیں، کیا یہ "دلسوزی" کی ابتدا نہیں؟ خود اس کتاب کی وہاں موجودگی کیا یہ ثابت نہیں کرتی کہ وہ اس سے اپنے تعلقات کو مانتا ہے؟ اور وہ جو اپنا ماجرا سنایا اس نے؟ گہرائی میں دیکھو تو یہ صرف جنون عشق کا کرشمہ نہیں۔ کیا اس کا وہ حسین چہرہ آدمی میں صرف جنونی خواہش جگاتا ہے؟ اور کیا اس چہرے میں بھی اب وہ جذبہ جگانے والی بات ہے؟ وہ چہرہ تو غم کو اکساتا ہے، پوری روح کو جکڑ لیتا ہے..... وہ چہرہ تو..... سوچتے سوچتے پرنس کے دل میں ایک دہکتی ہوئی، اذیت ناک یاد کا شعلہ لپک اٹھا۔

ہاں، اذیت ناک۔ اسے یاد آیا کہ دل پر کیا کچھ بیت گیا تھا جب اُس نے پہلی بار اس عورت میں جنون کے آثار دیکھے تھے۔ وہ جلی بجھ کر رہ گیا تھا اور جب وہ اسے چھوڑ کر رگوژین کے پاس چلی گئی تو ایسی حالت میں وہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ کیسے رہا؟ اس کا خود پیچھا کرنا چاہیے تھا، نہ یہ کہ اسے اپنے حال پر چھوڑا اور خیر خبر کے انتظار میں بیٹھا رہ گیا۔ مگر..... بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ رگوژین نے آج تک اس میں دیوانگی کی علامت نہیں دیکھی؟ ہونہہ! اصل میں رگوژین کو اور ہی وجہیں دکھائی دیتی ہیں، شدت جذبات کی وجہیں! اور اسے بھی کیا پاگل پن کی جلن ہے! اس نے ابھی جو قیاس کیا، اس قیاس کے پردے میں دراصل بتانا کیا چاہتا ہے؟ (پرنس یکایک سرخ ہو گیا اور جیسے اس کے دل میں کوئی سنسنی دوڑ گئی۔)

اب ان باتوں کو یاد کرنے سے کیا حاصل؟ دیوانگی ہے تو دونوں طرف سے ہے اور وہ، خود پرنس، اس عورت سے والہانہ عشق کرے، اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بے دردی سی ہوگی، انسانیت کے خلاف بات ہوگی۔ ہاں، ہاں

یہی انہیں، رگوژین خواہ مخواہ خود کو الزام دے رہا ہے۔ اس کا دل بہت بڑا ہے، جو غم اٹھا سکتا ہے اور دوسرے کے غم میں شریک ہو سکتا ہے۔ جب اس پر حقیقت روشن ہوگی، جب اسے پتہ چلے گا کہ یہ ستم زدہ، یہ نیم پاگل عورت کس درجہ قابل رحم ہستی ہے تو کیا وہ، اب تک جو بیتی ہے، جتنی اذیتیں اس کے ہاتھوں اٹھائی ہیں، وہ سب دل سے معاف نہیں کر دے گا؟ کیا وہ اس کا فرمانبردار خادم، بھائی، دوست اور صلاح کار نہیں بن جائے گا؟ انسانی ہمدردی کا جذبہ جاگ اٹھے گا اور رگوژین میں دانائی کو جگا دے گا۔ یہی انسانی ہمدردی ہے جو سب سے اہم اور شاید واحد قانون ہے بنی نوع انسان کی ہستی کا۔ افوہ! رگوژین کے سامنے خود اس سے کیسی بد دیانتی سرزد ہوئی، کیسا ناقابل معافی قصور ہو گیا! نہیں ''روسی آتما راز'' ہرگز نہیں، خود اسی کی روح پر پردے پڑے ہیں کہ ایسی ہولناک بات کا تصور کر لیا۔ ماسکو کے دوران قیام میں صرف چند جوشیلے، جذباتی اور دل سے نکلے ہوئے لفظوں کی بدولت رگوژین تو اسے آج اپنا بھائی کہے اور میں؟..... نہیں، یہ مرض کا اثر ہے، یہ ہذیان ہے! آگے چل کر سب ٹھیک ہو جائے گا!..... رگوژین نے کتنی افسردگی سے آج کہا تھا کہ اس کا ''ایمان ڈوب رہا ہے'' یہ شخص لازماً درد و غم کا مارا ہوا ہے۔ کہتا ہے کہ ''اس تصویر کو دیکھتے رہنا مجھے پسند ہے'' نہیں، غلط، پسند نہیں بلکہ ضرورت محسوس کرتا ہے اس کی۔ رگوژین صرف جذبات کے پیچھے دیوانہ آدمی نہیں بلکہ جنگجو ہے۔ وہ اپنے کھوئے ہوئے یقین و ایمان کو بزور بازو واپس لینا چاہتا ہے۔ اب وہ ضرورت مند ہے، اس کے لیے وہ مرا جاتا ہے..... ہاں، کسی نہ کسی چیز، کسی نہ کسی ہستی پر ایمان چاہیے! ذرا سوچو تو، وہ ہالبین (Holbein) کی پینٹنگ کیسی عجیب ہے..... لو، آ گئی وہ سڑک، بس، یہ ہوگا مکان، ہاں یہی ہے نمبر سولہ۔ نام لکھا ہے باہر ''حلقہ سیکرٹری فلی سووا کا مکان۔ یہیں!'' پرنس نے دروازے کی گھنٹی بجائی اور نستاسیا فلی پونا کو دریافت کیا۔

مکان مالکہ نے جواب دیا کہ نستاسیا تو صبح سے پاولوفسک گئی ہوئی ہیں دار یا الیکسئی ونا کے یہاں اور ''شاید یہ بھی خیال ہے کہ وہاں چند روز قیام کریں۔'' مسز فلی سووا نا ٹے قد کی، تیز آنکھوں اور تیکھے ناک نقشے والی عورت تھی، چالیس کے پیٹے میں ہوگی۔ ہوشیار، چالاک نظر سے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی تھی۔ اس نے نام پوچھا اور سوال میں ارادہ راز داری کی ہلکی سی بھنک بھی ڈال دی تو پرنس شروع میں تو بتاتے ہچکچایا، مگر پھر رخ بدلا اور نام بتا کر اصرار کیا کہ نستاسیا بی بی کو ضرور پہنچا دیا جائے۔ فلی سووا نے اجنبی کے اس اصرار کو ضرورت سے زیادہ توجہ کے ساتھ قبول کیا اور چہرے سے غیر معمولی رمز آشنائی ظاہر کی، جس کا صاف مطلب یہ جتانا تھا کہ ''آپ فکر نہ کریں، میں سب سمجھ گئی جی۔'' پرنس کے نام نے جیسا کہ نظر آ گیا، اس عورت پر انتہائی زوردار اثر ڈالا۔ پرنس نے بے خیالی سے اسے ایک نظر دیکھا، مڑا اور اپنے ہوٹل کی جانب روانہ ہو گیا مگر جو صورت لیے ہوئے وہ اس دروازے پر آیا تھا، جاتے وقت وہی صورت نہ رہ گئی تھی۔ پلک جھپکتے میں اس کی حالت بالکل غیر ہو چکی تھی۔ اب پھر چہرہ زرد، بدن ناتواں، دل پر بوجھ اور رگوں میں سخت ہیجان برپا تھا۔ گھٹنے کانپ رہے تھے اور ایک مبہم سی، آوارہ مسکراہٹ اس کے نیلے پڑے ہوئے ہونٹوں پر بھٹک رہی تھی۔ اس ''ناگہانی خیال'' کی ایک دم تصدیق ہو گئی اور وہ صحیح نکلا، اسے پھر اپنے بھوت پر ایمان لانا پڑا۔

مگر کیا تصدیق ہو گئی؟ کیا وہ صحیح نکلا؟ تو پھر یہ کپکپی کیسی؟ یہ ٹھنڈا پسینہ، یاس کا عالم اور روح کا سرد پڑ جانا کیوں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے ابھی پھر وہی آنکھیں نظر آ گئیں؟ مگر وہ تو شاہی باغ سے نکل کر چلا ہی تھا۔ اس مقصد سے کہ ان

آنکھوں کو دیکھے! یہی تو وہ "ناگہانی خیال" تھا جو اسے لے چلا تھا۔ اسے "انہی آنکھوں" کو دیکھنے کی دھن سوار تھی تاکہ قطعی طور پر یقین آ جائے کہ وہاں، اس مکان میں، پہنچنے پر ضرور انہی کا سامنا ہونے والا ہے۔ جب خود ہی اسے اتنا اشتیاق تھا اور اب اگر وہ آنکھیں سچ مچ یہیں نظر آ گئیں تو اس میں اتنا دہشت زدہ اور حیران ہونے کی کیا بات ہے؟ یہی نا کہ اس کی توقع نہیں تھی! ہاں، ہاں یہ وہی آنکھیں تھیں (اور ان کے وہی ہونے میں اب شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں تھی) جو آج صبح تکولائیفسکی ریلوے اسٹیشن پر گاڑی سے اترتے وقت ہجوم میں چمک کر رہ گئی تھیں۔ یہ تو وہی (قطعات وہی) ہیں جن کی تاب اس نے بعد میں رگوژین کے ہاں کسی پر بیٹھتے وقت پلٹ کر اپنے شانوں کے پیچھے پکڑی تھی۔ رگوژین کچھ دیر پہلے صاف کی کاٹ گیا تھا: اس نے ترچھی اور برف کر دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ سوال کیا تھا کہ "کس کی ہوں گی بھلا وہ آنکھیں؟" ابھی جب وہ اگلایا سے ملنے جانے کے لیے تسارسکوئے سیلو والی ریل کے ایک اسٹیشن پر گاڑی میں سوار ہو رہا تھا اور وہاں پھر انہی دو آنکھوں کی جھلک نظر آ گئی..... دن بھر میں تیسری بار نظر آئی تھی تو پرنس تڑپ کر رہ گیا اس آرزو میں کہ سیدھا رگوژین کے ہاں پہنچے اور اسے بتا دے کہ "کس کی ہوں گی بھلا وہ آنکھیں"، لیکن وہ اسٹیشن سے نکل بھاگا اور تب ہوش آیا جب وہ چھری کانٹے والے کی دکان پر پہنچا اور وہاں کھڑا ہوا ایک خاص چیز کو جس میں ہرن کے سینگ کا دستہ لگا تھا، دیکھ دیکھ کر اس کی ساٹھ کاپک قیمت آنک رہا تھا۔ ایک عجیب اور دہشت ناک بھوت آخر اس کے پیچھے پڑ ہی گیا اور اب اسے نہیں چھوڑنے والا۔ شاہی باغ میں، جب وہ کھٹے کے درخت تلے تنہا بیٹھا خیالوں میں غرق تھا، تبھی اس بھوت نے کان میں کھسر پھسر کی تھی کہ اگر رگوژین کو صبح سے برابر اب تک اس کا پیچھا کرنے کی، اس کے ہر قدم پر نظر رکھنے اتنی ہی ضرورت ہے تو جب اسے معلوم ہو گیا کہ پرنس پاولوفسک نہیں جانے والا (جو یقیناً رگوژین کے لیے بڑی مہلک خبر تھی) تو وہ ضرور بالضرور ادھر، پیتر سبورگ سائیڈ والے اس مکان کی طرف جائے گا اور وہاں پرنس کی تاک میں رہے گا کیونکہ پرنس نے صبح ہی قسم کھا کے کہا تھا کہ "اس عورت سے نہیں ملے گا" اور یہ کہ "وہ کوئی اس غرض سے پیتر سبورگ تھوڑی آیا ہے۔" اور یہ لیجیے، پرنس بے قابو ہو کر اسی مکان کی طرف کھنچا چلا جا رہا ہے اور اگر وہاں واقعی رگوژین کا سامنا ہو گیا تو پھر؟ اسے رگوژین میں صرف ایک بدقسمت شخص واقعی دکھائی دیا جس کی ذہنی فضا پر مایوسی کے بادل چھائے ہیں، مگر یہ حالت سمجھ میں آتی ہے۔ وہ بدقسمت دکھی آدمی اب خود کو چھپا بھی نہیں رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے تو وہ آڑ میں ہو بھی گیا تھا اور مکر گیا تھا، مگر اسٹیشن پر وہ کھڑا رہا، چھپا تک نہیں۔ بلکہ یہ کہنا درست ہوگا کہ رگوژین نہیں، خود پرنس اس سے چھپنے لگا اور اب اس مکان کے پاس وہ سڑک کے پار، کوئی پچاس قدم پر، سامنے کے فٹ پاتھ پر، سینے پر ہاتھ باندھے انتظار میں کھڑا تھا۔ وہی تھا، بالکل آنکھ کے سامنے اور شاید جان بوجھ کر ایسے کھڑا تھا کہ دکھائی دے۔ وہ مدعی کی طرح سے، جج کی طرح سے کھڑا تھا، ویسے نہیں کہ..... کیسے نہیں کہ؟

مگر یہ کیا کہ پرنس اس کے نزدیک بھی نہیں گیا، اس سے یوں منہ پھیر لیا جیسے کچھ دیکھا ہی نہیں، اگرچہ ان کی آنکھیں چار ہو چکی تھیں؟ (ہاں، ان کی آنکھیں چار ہوئی تھیں اور دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تھا۔) ابھی کچھ دیر نہیں ہوئی کہ وہ اس کا ہاتھ ہاتھ میں لے کر وہاں ساتھ میں جانے کی سوچ رہا تھا۔ وہ تو خود چاہتا تھا کہ کل رگوژین کے پاس جائے اور جا کر بتا دے کہ میں اس سے مل آیا۔ یہی ہوا نا کہ اس نے ادھر قدم بڑھاتے وقت، آدھے راستے پہنچ کر جب

Scanned with CamScanner

مسرت ونشاط نے اس کی روح کو مالا مال کر دیا، تو اپنے بھوت کو ایک طرف جھٹک دیا تھا؟ یا پھر یوں ہے کہ رگوژین میں واقعی کوئی ایسی خصلت ہوگی، یعنی اس شخص کے آج کے مکمل روپ میں، اس کے الفاظ، حرکات وسکنات، برتاؤ، نظروں کی کل جوڑ جمع میں، ایسی کوئی بات جو پرنس کے ہیبت ناک اندیشوں کو درست ثابت کرنے والی اور اس کے بھوت کی سرگوشی کو راہ دینے والی ضرور ہے؟ کوئی ویسی بات جو خود بخود دکھائی دیتی ہے لیکن اس کا تجزیہ کرنا، اسے بیان کرنا دشوار، اسے معقول اسباب کی بنا پر ثابت کرنا بھی ناممکن، لیکن اس کے باوجود، اس تمام دشوار اور ناممکن کے باوجود ایک نہایت بھرپور اور ناقابل انکار اثر ایسا چھوڑتی ہے جو ارادہ کیے بغیر اٹل اعتقاد میں تبدیل ہو جاتا ہے؟

اعتقاد؟ کاہے کا اعتقاد؟ (اسی اعتقاد نے "اسی رذیل پیش بینی" کے آسیب نے، اس کی "رذالت" نے تو پرنس کو اتنا عذاب میں رکھا، اور وہ خود کو ہی قصوروار بھی سمجھتا رہا!) "اب بتاؤ، جرأت ہے تو کہو، کس بات کا اعتقاد؟" وہ ملامت بھرے لہجے میں برابر آپ ہی آپ للکارتا رہا "اس تصور کو کوئی شکل دو، اپنے اس خیال کو صاف صاف، بے لاگ، بے باک اور دوٹوک لفظوں میں اتارنے کی ہمت تو کرو ذرا! ہا، میں نے آبرو گنوا دی!" وہ کلس کو مسلسل دہرائے جا رہا تھا اور چہرہ بڑھی میں لال ہو گیا تھا۔ "اب میں زندگی میں کبھی اس شخص سے کیسے آنکھیں چار کر سکوں گا! ہائے یہ کیسا دن تھا! خداوندا، یہ کیا قیامت ہے!"

پیترسبورگ سائیڈ سے اس طویل اور اذیت ناک راستے کے آخر تک ایک منٹ ایسا گزرا جب پرنس اس خواہش سے تڑپ اٹھا کہ ابھی سیدھے رگوژین کے ہاں چلا جائے، اس کی واپسی کا انتظار کیا جائے، شرمندگی اور آنسوؤں کے ساتھ اسے گلے لگایا جائے اور اس کے سامنے سب کچھ قبول دیا جائے..... بس، ایک بار، قصہ پاک مگر وہ اتنے میں اپنے ہوٹل کے پاس پہنچ چکا تھا..... اسے یہ ہوٹل، یہ کوریڈور، یہ پوری عمارت، خود اسے جو کمرہ ملا تھا، وہ سبھی کتنے برے لگے۔ پہلی نظر میں ہی اس نے انہیں ناپسند کر دیا تھا اور آج دن میں کئی بار ناگواری سے یہ یاد آ چکا تھا کہ گھوم پھر کر پھر وہیں جانا ہے..... "ہائیں، یہ کیا ہوا مجھے۔ بیمار عورت کی طرح آج برے شگون نظر آ رہے ہیں طرح طرح کے!" وہ عمارت کے گیٹ میں رکا اور چڑچڑے پن سے ٹھٹک کر سوچنے لگا۔ شرم کے پسینے چھوٹنے لگے اور وہ وہیں، پھاٹک کے پاس زمین میں گڑ گیا، قدم اٹھتے نہ تھے۔ منٹ بھر یہی حالت رہی۔ لوگوں پر یہ گزرتی ہے: یکایک ناقابل برداشت یادیں کسی خاص شرمندگی کی لہر کے ساتھ انسان کو گھیر لیتی ہیں اور وہ وہیں کا وہیں رہ جاتا ہے، دم بھر کو قدم ساتھ نہیں دیتے۔ "ہاں، میں ایسا آدمی ہوں کہ دل نہیں رکھتا، میں بزدل ہوں!" اس نے اداس ہو کر یہ لفظ دہرائے اور پھر آگے بڑھنے کو جھٹکے کے ساتھ قدم اٹھایا..... مگر نہیں، وہ پھر تھم گیا۔

اس پھاٹک میں ویسے بھی اندھیرا رہتا تھا، لیکن اس وقت بالکل ہی گھپ اندھیرا تھا۔ گرجتی ہوئی گھنگھور گھٹا شام کے اجالے کو نگل گئی تھی۔ عین اس وقت جب پرنس اس عمارت کے نزدیک پہنچا، ایک دم بادل ٹوٹ کر برسنے لگے۔ منٹ بھر تھمنے اٹکنے کے بعد جونہی اس نے آگے بڑھنے کو جھٹکے کے ساتھ قدم اٹھایا تو سڑک سے گیٹ میں داخل ہونے کی جگہ پر، جہاں پھاٹک لگا تھا، ٹھیک وہیں موجود تھا۔ یکایک نظر پڑی تو پھاٹک کے نیلگوں دھندلکے میں، ٹھیک زینے میں قدم رکھنے کی جگہ کوئی آدمی دکھائی دیا۔ وہ گویا کسی کے انتظار میں تھا، مگر تیزی سے، ایک جھلک میں نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس

Scanned with CamScanner

آدمی کو پرنس اچھی طرح دیکھ نہیں سکا۔ اس لیے قطعی شناخت ناممکن تھی۔ کون ہو سکتا ہے وہ؟ اور پھر جگہ ایسی ہے کہ بہت لوگ وہیں سے آتے جاتے ہیں۔ آخر ہوٹل ہے۔ کوریڈوروں میں لگاتار لوگوں کی آمد و رفت اور بھاگ دوڑ لگی رہتی ہے۔ پھر بھی پرنس کو یکا یک پورا، ٹھوس اور حتمی اعتقاد ہو گیا کہ ہو نہ ہو، میں اس آدمی کو پہچان گیا۔ یہ رگوژین کے سوا دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ آنکھ جھپکتے میں پرنس اس کے پیچھے زینے کی طرف لپکا۔ دل ٹھنڈا برف ہو گیا تھا۔ ''ابھی سب قصہ پاک ہوا جاتا ہے!'' عجیب یقین کے ساتھ اس نے جی ہی جی میں کہا۔

یہ زینہ، جس پر پھاٹک سے نکلتے ہی پرنس تیزی سے چڑھنے لگا، پہلی اور دوسری منزل کے کوریڈوروں تک لے جاتا تھا۔ انہی دو منزلوں پر ہوٹل کے کمرے تھے۔ پرانے وقتوں کی عمارتوں کی طرح اس عمارت کا یہ زینہ بھی تنگ و تاریک اور پتھر کا بنا ہوا اور پتھر کے بھاری ستون کے ساتھ گھومتا ہوا اوپر جاتا تھا۔ اوپر آنے میں جو موڑ کی پہلی جگہ بنی ہوئی تھی، وہاں اندر کو ایک گوشہ سا نکل آیا تھا جہاں ایک قدم چوڑائی اور آدھ قدم گہرائی خالی تھی۔ اتنی گنجائش تھی کہ ایک آدمی یہاں آ جائے۔ زینے میں اندھیرا ہونے کے باوجود، جب پرنس اوپر اس موڑ پر لپکا ہوا پہنچا تو فوراً اس نے پہچان لیا کہ یہاں اس گوشے میں کوئی شخص کسی نیت سے دبکا ہوا ہے۔ پرنس کا جی چاہا کہ برابر سے نکل جائے اور داہنی طرف نظر ہی نہ کرے۔ وہ ایک قدم بڑھا بھی، لیکن تاب نہ رہی، منہ ادھر پھیر ہی لیا۔

دو آنکھیں، عین مین وہی دو آنکھیں یکا یک اس کی نظروں کے سامنے آ گئیں۔ کونے میں دبکے ہوئے آدمی نے بھی اتنے میں ایک قدم باہر نکال لیا۔ ایک سیکنڈ کو دونوں ایک دوسرے کے روبرو سٹے کھڑے تھے۔ پرنس نے اس کے دونوں شانے ایک دم تھام لیے اور گھما کر زینے کی یعنی اجالے کی طرف منہ کر دیا۔ وہ اس کا چہرہ ذرا اور صاف دیکھنا چاہتا تھا۔

رگوژین کی آنکھیں چمکیں اور چہرے پر سے ایک جنونی مسکراہٹ پھسل گئی۔ اس کا داہنا بازو بلند ہوا، ہاتھ میں کوئی چمکتی ہوئی چیز تھی۔ پرنس نے اسے روکنے تھامنے کا خیال تک نہ کیا۔ اسے بعد میں صرف اتنا یاد آیا کہ شاید منہ سے چیخ نکلی تھی:

''پرفیون، یقین نہیں آتا!''

پھر نا گہاں غار کا سا خلا سامنے جھلکا: کسی اندرونی روشنی نے اس کی روح میں اجالا کر دیا۔ یہ لمحہ شاید آدھے سیکنڈ تک رہا مگر اس کی آمد خوب صاف صاف اور شعوری طور پر یاد تھی، جب اس کے سینے سے، آپ ہی آپ، بے اختیار، بے تحاشا ایک خوفناک چیخ نکلی، جسے روکنا ہرگز کسی کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔ چیخ کی اس پہلی آواز تک کا ہوش رہا، پھر ہوش نے ساتھ چھوڑ دیا اور ہر طرف گھپ اندھیرا چھا گیا۔

اس پر مرگی کا دورہ پڑ گیا جو بہت زمانے سے نہیں پڑا تھا۔ سب جانتے ہیں کہ ہاتھ پاؤں چھوٹنے کی حالت، یا اس بیماری کا حملہ یکا یک ہوتا ہے۔ اس لمحے چہرہ بری طرح اینٹھ جاتا ہے، خاص کر آنکھیں کج ج ہو جاتی ہیں۔ تشنج، اینٹھن اور تھرتھری پورے بدن اور چہرے کے نقوش پر غالب آ جاتی ہے۔ سینے سے ایک ایسی خوفناک چیخ پھٹ پڑتی ہے جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا، جس سے کسی شے کو مشابہت نہیں۔ اس کربناک کراہ میں دور دور انسانیت کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا۔

Scanned with CamScanner

دیکھنے والے کے لیے ناممکن ہے یا کم از کم انتہائی مشکل ہے یہ تصور کرنا، مان لینا کہ یہ اسی آدمی کی راہ تھی، یہی شخص چیخا تھا۔ ایسا کچھ خیال گزرتا ہے کہ اس مریض کے اندر کوئی اور ہی وجود تھا جو بے اختیار چیخ پڑا۔ بہت لوگوں نے اپنا اسی طرح کا تاثر بیان کیا ہے اور بہتوں کے لیے مریض کا گرتے وقت کا حلیہ انتہائی سخت اور ناقابل برداشت ہول دل میں بٹھا دیتا ہے، جس میں کچھ نہ کچھ صوفیانہ رنگ ہے۔ یوں ہوا ہوگا کہ ناگہانی دہشت کے اثر نے، جس کے ساتھ اس منٹ کے اور بھی تمام خوفناک اثرات شامل تھے، رگوژین کے ہاتھ پاؤں پھلا دیئے، وہ وہیں بے دم ہو گیا اور پرنس پر پڑنے والے چھرے کا وار ہوتے ہوتے رہ گیا۔ اتنا موقع نہیں تھا کہ وہ مرگی کا دورہ سمجھ جاتا، اتنے میں دیکھا کہ پرنس ٹیڑھا میڑھا ہو کر فرش پر چت گرا اور سیڑھیوں پر لڑھکتا ہوا، زینے کے پتھر سے گدی اور بھیجا کھٹ کھٹ ٹکراتا ہوا بے خبر بے ہوش نیچے جا پڑا تو رگوژین اندھا دھند نیچے بھاگا، بے ہوش جسم سے بچ بچا کر نکل گیا اور ہوٹل سے بدحواسی میں فرار ہو گیا۔

سخت اینٹھن، تڑپ اور تھرتھراہٹ کے مارے مریض کا جسم سیڑھیوں پر سے لڑھکتا ہوا، کوئی پندرہ سیڑھیاں تھیں، زینے کے بالکل نیچے آ پڑا۔ پڑا رہا، یہاں تک کہ پانچ منٹ کے اندر اندر لوگوں کی نظر پڑ گئی اور ایک ہجوم لگ گیا۔ سر کے پاس خون کے تھکے دیکھ کر لوگوں کو مغالطہ ہوا کہ یہ آدمی خود گرا ہے یا کسی سے ''گناہ سرزد ہوا۔'' ذرا دیر میں اندازہ ہو گیا کہ مرگی کا حملہ ہے اور ہوٹل کے ایک بیرے نے پہچان لیا کہ یہ صاحب، حال میں ہی یہاں آ کر ٹھہرے ہیں۔ حسن اتفاق سے ایک ایسی صورتحال پیش آ گئی جس نے اس ہلچل کا خاتمہ کر دیا۔

جنرل ایولگین کا لڑکا کولیا، جس نے ''وے سی'' ہوٹل پر دن کے چار بجے پہنچنے کا وعدہ کیا تھا، مگر وہ پاولوفسک چل دیا تھا، جنرل یپان چین والوں کے پاس کسی اتفاقی سبب سے وہاں ''شام کے کھانے پر'' نہیں ٹھہرا اور پیتر سبورگ واپس چلا آیا۔ آتے ہی اسے ہوٹل ''وے سی'' پہنچنے کی جلدی پڑی۔ سات بجے کے قریب پہنچا۔ رقعہ ملا تو معلوم ہوا پرنس شہر میں آ گیا ہے اور جو پتہ اس رقعے میں دیا گیا تھا، اس پتے پر دوڑا ہوا گیا۔ یہاں اس ہوٹل پہنچ کر خبر ملی کہ مہمان ابھی باہر ہے۔ وہ نیچے اترا، کینٹین میں جا بیٹھا کہ چائے پینے اور موسیقی سننے میں انتظار کا وقت کٹ جائے گا۔ یہیں لوگوں کی بات چیت سے کان میں بھنک پڑی کہ کسی شخص پر دورہ پڑا اور وہ گر گیا ہے۔ کولیا کا ماتھا ٹھنکا، وہ جھٹ سے اس جگہ پہنچا۔ دیکھا تو پرنس کو پہچان گیا۔ فوراً ضروری تدبیریں اختیار کی گئیں۔ پرنس کو اس کے کمرے میں لا کر لٹایا۔ اگرچہ اسے ہوش آ گیا تھا، پھر بھی ہوش و حواس کے بحال ہونے میں کافی دیر لگی۔ سر زخمی تھا، معائنے کے لیے جو ڈاکٹر بلایا گیا تھا، اس نے مرہم پٹی کر دی اور کہہ گیا کہ سر کی چوٹ سے مریض خطرے میں نہیں ہے ذرا بھی۔ جب گھنٹہ بھر بعد پرنس کے ہوش درست ہوئے اور وہ اردگرد کو اچھی طرح پہچاننے، سمجھنے لگا تو کولیا نے اسے گھوڑا گاڑی پر سوار کیا اور ہوٹل سے اٹھا کر لیبیدیف کے گھر لے آیا۔ لیبیدیف نے مریض کو بڑے تپاک سے ہاتھوں ہاتھ لیا، بڑی تعظیم دی۔ پرنس کی خاطر ہی اس نے شہر سے باہر داچہ چل دینے میں جلدی کی۔ تیسرے دن سب کے سب پاولوفسک والے بنگلے میں پہنچ گئے۔

(6)

لیبیدیف کا داچہ تھا تو چھوٹا، مگر آرام دہ اور خوبصورت تھا۔ جو حصہ کرائے پر دینے کے لیے مقرر تھا، وہ خاص طور سے سنوارا گیا تھا۔ سڑک سے اندر کمروں میں جانے کے لیے کافی کشادہ برآمدہ پڑتا تھا اور برآمدے میں جنگلی نارنگی، لیمو

Scanned with CamScanner

اور یا کمین کے کئی ایک پودے کاٹھ کے بڑے بڑے سبز گملوں میں سجے تھے اور بقول لیبید یف ان سے متنفر المزاج ہو گیا تھا۔ کئی پودے تو داچہ کے ساتھ ملے تھے، برآمدے پر ان کی بہار نے صاحب خانہ کا دل ایسا موہ لیا کہ اس نے موقع ہاتھ آتے ہی ان کے میل کے اور بھی کئی گملوں میں لگے پودے نیلام سے خرید کر یہاں بڑھا دیئے۔ جب یہ سارے گملے داچہ پہ پہنچے اور قاعدے قرینے سے لگا دیئے گئے تو اس روز لیبید یف بار بار برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر سڑک پر دوڑتا اور وہاں سے اپنی اس دولت کو، شوق سے، اِترا اِترا کر دیکھتا اور ہر بار دل ہی دل میں کرائے کی وہ رقم بڑھاتا جاتا جو آنے والے اپنے کرایہ دار سے طلب کرنی تھی۔ نحیف و زار، غمزدہ اور جسمانی طور پر خستہ و شکستہ پرنس کو یہ داچہ بہت پسند آیا۔ ویسے یہ ہے کہ جس روز پاولوفسک پہنچے، یعنی دورہ پڑنے کے تیسرے دن، ظاہراً پرنس کی صحت تقریباً بحال ہو چکی تھی، لیکن اندر کی حالت ابھی پوری طرح اطمینان بخش نہیں تھی۔ ان تین دنوں میں جسے بھی وہ اپنے آس پاس دیکھتا، دیکھ کر خوش ہوتا۔ کولیا ۔، خوش تھا کہ وہ تین دن رات اسے چھوڑ کر کہیں گیا ہی نہیں، لیبید یف کے پورے خاندان کو نزدیک پا کر خوشی ہوتی (۔ ائے اس ایک بھانجے کے، جو غائب ہو چکا تھا) اور خود لیبید یف سے خوش تھا۔ اور تو اور، خود جنرل ایولگین، جو شہر ہی میں اسے دیکھنے آئے تھے، ملنے آئے تو ان سے بھی جی کھول کر ملا۔ جس دن پیترسبورگ سے یہاں پہنچے، شام کے قریب پہنچے تھے۔ اسی روز برآمدے پر بہت سارے لوگ ملنے آ گئے۔ سب سے پہلے تو گانیا ہی آیا، جسے پرنس بمشکل پہچان سکا کیونکہ وہ اس درمیان میں کافی بدل گیا تھا۔ پہلے سے بہت دبلا ہو گیا تھا۔ پھر واریا اور پتیت سن آ پہنچے۔ یہ لوگ یہیں داچہ لیے ہوئے تھے۔ جنرل صاحب ایولگین تو لیبید یف کے مکان پر ہی سارے وقت ڈٹے رہتے تھے، بلکہ شاید اسی کے ساتھ لگے ہوئے پاولوفسک آئے ہوں گے۔ لیبید یف کی کوشش تھی کہ بڑے میاں اسی سے چپکے رہیں، پرنس کی طرف کا رخ نہ کریں۔ لیبید یف ان سے بے تکلفانہ پیش آتا تھا جس سے ظاہر تھا کہ دونوں کافی پرانے ملنے والے ہیں۔ پرنس نے یہ بھی توٹ کیا کہ ان تین دنوں تک ان دونوں میں کافی دیر تک لمبی لمبی باتیں ہوا کرتی تھیں، بحث و تکرار بھی رہتی، آوازیں اونچی ہو جاتیں بلکہ علمی مباحث چھڑ جاتے جن سے بظاہر لیبید یف کو دلی خوشی ہوا کرتی تھی۔ قیاس کہتا تھا کہ شاید جنرل سے اس کی کوئی ضرورت اٹکی ہوئی ہے۔ وہی احتیاطیں جو لیبید یف نے پرنس کے سلسلے میں جنرل کے ساتھ ملحوظ رکھی تھیں، وہی، یہاں داچہ میں آتے ہی اپنے خاندان کے ساتھ بھی برتنے لگا۔ اس بہانے سے کہ کوئی پرنس کے سکون میں خلل نہ ڈالے، وہ کسی کو بھی پرنس کے نزدیک نہیں پھٹکنے دیتا تھا، ذرا بھی گمان ہو جاتا کہ کوئی برآمدے کی طرف پرنس کی طرف چلا، لیبید یف ڈرا دھمکا کر، پاؤں پٹک پٹک کر، دھکا دے کر، بھگا کر اپنی بچیوں میں سے کسی کو بھی، یہاں تک کہ گود کی بچی سمیت ویرا کو بھی ادھر آنے سے باز رکھا تھا۔ حالانکہ خود پرنس نے سمجھایا کہ کسی کو اس کے پاس آنے سے روکو مت۔

پرنس نے جب دوٹوک اعتراض کر ہی دیا تو اس نے صفائی پیش کی کہ اول تو اگر ان پر کوئی روک ٹوک نہ ہو تو پھر ان کی نظر میں عزت نہ رہ جائے گی، دوسرے یہ کہ اس طرح آمد و رفت بدتہذیبی ہے اور کچھ نہیں۔

"مگر کیوں؟" پرنس نے بحث کی "آپ اپنی اس ہر وقت کی نگرانی اور احتیاط سے یوں تو میرا ناک میں دم کر دیں گے۔ میں آپ سے کئی بار کہہ چکا کہ اکیلے پن سے مجھے اکتاہٹ ہوتی ہے اور آپ خود جو یہ ہاتھ ہلاتے رہتے ہیں، بچوں کے بل چپکے سے آ کر دیکھ جاتے ہیں، یہ اور بھی تکلیف دہ بن جاتا ہے۔"

Scanned with CamScanner

پرنس کا اشارہ اس طرف تھا کہ اگرچہ لیبید یف گھر والوں میں سے کسی کو یہ کہہ کر کہ بیمار کو سکون کی ضرورت ہے، پرنس کے پاس نہیں آنے دیتا تھا، مگر خود ان تین دنوں میں برابر منٹ منٹ پر ادھر کا چکر لگا لیتا تھا۔ ہر بار وہ پہلے آہستہ سے دروازہ کھولتا، پھر گردن اندر ڈالتا، کمرے میں نظر گھماتا، جیسے اطمینان کر رہا ہو کہ یہاں موجود ہیں نا؟ پرنس کہیں بھاگ تو نہیں لیے؟ پھر آہستہ آہستہ، آہٹ کیے بغیر، پنجوں کے بل وہ پرنس کی آرام کرسی کے پاس پہنچ جاتا، یہاں تک کہ بعض اوقات بلا ارادہ، اس مہمان کو اپنی اچانک آمد سے ڈرا دیتا۔ لگاتار خبر لیتا رہتا تھا کہ اسے کچھ چاہیے تو نہیں اور جب پرنس خود کہہ دیتا کہ اسے تنگ نہ کیا جائے تو وہ بڑی سعادت مندی سے، کچھ کہے سنے بغیر ایک دم الٹے پاؤں واپس ہونے لگتا۔ دروازے تک آہٹ کے بغیر پنجوں کے بل چلتا اور جب تک چلتا، ہاتھ جھٹک کر اشارے سے یہ جتاتا رہتا کہ میں تو بس یونہی چلا آیا تھا، کچھ بھی کہنا نہیں تھا اور یہ لو، چل دیا، اب نہیں آؤں گا۔ تاہم دس یا زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ گزرتے ہوں کہ وہ پھر وہیں موجود۔ کولیا پر چونکہ آمد و رفت کی کوئی بندش نہیں تھی، اسی سبب سے لیبید یف کو سخت رنجش پیدا ہو گئی تھی، بلکہ اسے وہ اپنی ذات پر حملہ سمجھ کر برہم رہتا تھا۔ کولیا کو پتہ چل گیا کہ لیبید یف آدھ آدھ گھنٹے دروازے پر کان لگائے کھڑا رہتا ہے، سنتا ہے کہ پرنس سے کیا باتیں چل رہی ہیں۔ قدرتی بات تھی کہ کولیا نے پرنس کو باخبر کر دیا۔

"آپ نے تو مجھ پر ایسا قبضہ جما لیا ہے کہ تالے میں رکھتے ہیں۔" پرنس نے شکایتاً کہا۔ "کم از کم واچہ میں تو، میں چاہتا ہوں کہ ایسا نہ ہو اور آپ یقین کیجیے، جس سے چاہوں گا، ملوں گا، اور جہاں چاہوں گا، جاؤں گا۔"

"ہرگز رتی بھر شبہ کی گنجائش نہیں۔" ہاتھ جھلا کر لیبید یف بولا۔

پرنس نے اسے سر سے پاؤں تک نظر بھر کے دیکھا۔

"کیوں جی، لیبید یف صاحب، آپ اپنا وہ دیواری بکس لائے ہیں جو آپ کے مکان میں پلنگ کے اوپر سرہانے لٹک رہا تھا؟"

"جی نہیں، وہ تو نہیں لایا۔"

"تو کیا وہیں چھوڑ دیا آپ نے؟"

"اسے لانا ممکن نہیں، لانے کے لیے دیوار کو توڑ کر نکالنا پڑتا۔ بہت مضبوط، مضبوط....."

"ہاں، ممکن ہے، یہاں موجود ہو ویسا ہی؟"

"اس سے بہتر، اس سے بھی بہتر، صاحب! تبھی تو میں نے یہ واچہ خریدا۔"

"کون تھا وہ، جسے آپ نے ابھی میرے پاس آنے سے روکا؟ گھنٹہ بھر پہلے۔"

"کوئی نہیں، وہی تھے جنرل صاحب۔ واقعی میں نے انہیں آنے نہیں دیا۔ ان کا آپ کے پاس آنا کچھ ٹھیک نہیں۔ میں تو پرنس صاحب، ان جنرل کی دل سے عزت کرتا ہوں۔ وہ جو ہیں تو..... وہ بڑے آدمی ہیں۔ آپ نہیں مانیں گے نا؟ خود جان لیں گے۔ مگر آپ جانیں، پھر بھی، سرکار میرے، عالی جاہ، بہتری اسی میں ہے کہ آپ انہیں دور ہی دور رکھیں۔"

"مگر کیوں؟ میں پوچھ سکتا ہوں کیا؟ اور مسٹر لیبید یف، یہ آپ پنجوں پر کیوں کھڑے ہیں فی الحال؟ اور آپ

Scanned with CamScanner

ہمیشہ ایسے دبے پاؤں میرے پاس آتے ہیں گویا کان میں کوئی راز کی بات کہنی ہو؟"

"نیچ پن ہے، نیچ ہوں، جانتا ہوں۔" یہ جواب دیتے ہوئے لیبید یف نے جوش میں اپنا سینہ کوٹ لیا۔ "اور کیا جنرل آپ کے لیے کچھ زیادہ ہی مہمان نواز ثابت نہیں ہوں گے؟"

"زیادہ ہی مہمان نواز ہوں گے؟"

"جی ہاں، مہمان نواز۔ وہ بات کیا ہے کہ اول تو وہ میرے یہاں ڈیرا ڈالنے کی فکر میں ہیں۔ خیر، کوئی حرج نہیں۔ مگر دھنی آدمی ہیں۔ فوراً رشتہ داری نکال بیٹھے۔ میں اور وہ کئی بار رشتہ داروں کا حساب کر چکے ہیں۔ نکلا یہ کہ کربندی رشتہ ہے..... بیوی کی طرف سے۔ ابھی کل بتا رہے تھے کہ آپ سے بھی عزیز داری ہے۔ ماں کی طرف سے دور کے بھانجے لگتے ہیں آپ۔ اب اگر آپ سے بھانجے کا رشتہ نکلا ہے تو پھر ہماری آپ کی بھی عزیز داری ہوگئی، سرکار عالی جاہ! چلیے یہ بھی کچھ نہیں۔ معمولی سی کمزوری آدمی کی لیکن اب وہ یہ بھی منواتے ہیں کہ ساری عمر، جب سے وہ فوج میں سب لیفٹیننٹ ہوئے تھے، تب سے پچھلے سال کی گیارہویں جون تک، کوئی دن ایسا نہیں گیا جب ان کے دسترخوان پر دو سو سے کم آدمی نے کھانا کھایا ہو۔ اسی پر بس نہیں۔ اب وہ یہاں تک کہنے لگے کہ لوگ آتے تو اٹھتے ہی نہیں تھے۔ یعنی دن کا کھانا، شام کا کھانا اور پھر چائے۔ دن بھر میں پندرہ گھنٹے چائے کا دور لگا رہتا تھا، تیس سال سے برابر بلاناغہ یہ مہمانداری جاری رہی، اتنا بھی وقت نہیں ملتا تھا کہ میز پوش بدل دیا جائے۔ ایک اٹھتا ہے، جاتا ہے، دوسرا آ جاتا ہے۔ سرکاری تعطیل کے اور شاہی تقریب کے دنوں میں تو تین تین سو آدمی ان کے دسترخوان پر بیٹھے ہیں۔ جس دن روس کا ہزار سالہ جشن منایا گیا، اس روز مہمانوں کی تعداد سات سو تک گئی۔ ایک طرح کا خبط ہے یہ بھی، اس طرح کی باتیں، برے آثار ہیں یہ۔ اب دیکھیے، ایسے مہمان نواز لوگوں سے اپنے ہاں ملنا بھی بھیانک ہے نا؟ میں نے غور کیا..... آپ پر، ہم پر اس قسم کا آدمی کہیں زیادہ مہمان نواز تو نہیں ہو جائے گا؟"

"مگر جناب، معلوم ہوتا ہے، آپ کے ان کے تو کافی اچھے تعلقات ہیں؟"

"برادرانہ ہیں، مگر میں اسے مذاق سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ وہ رشتہ داری جتاتے ہیں، جتایا کریں۔ مجھے کیا، میرے لیے اور عزت کی بات۔ یہ دو سو مہمان اور ہزار سالہ جشن والی داستان کے باوجود میں ان میں ایک نہایت قابل قدر آدمی دیکھتا ہوں۔ سچے دل سے عرض کیا ہے۔ ابھی، پرنس صاحب، آپ کی زبان پر لفظ آیا تھا راز کی بات کا یعنی میں آپ کے پاس یوں دبے پاؤں آتا ہوں جیسے راز کی بات کان میں ڈالنی ہو۔ تو جناب، واقعی ہے ایک راز کی بات: اس خاص ہستی کی طرف سے مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ وہ آپ سے نہایت رازدارانہ ملاقات چاہتی ہے۔"

"تو رازدارانہ کیوں؟ نہیں۔ میں خود ہی ملنے چلا جاؤں گا، چاہے تو آج ہی۔"

"نہیں، بالکل نہیں، ہرگز نہیں۔" لیبید یف نے ہاتھ جھلائے۔ "وہ اس سے نہیں ڈرتی جس کی طرف آپ کا خیال جائے گا۔ اور سنیے، وہ مردود روز یہاں کا چکر لگاتا ہے، آپ کی صحت کی خبر رکھنے کے لیے۔ کیا آپ کو معلوم ہے؟"

"آپ اسے اکثر و بیشتر مردود کہتے ہیں۔ اس بات سے میں کھٹکنے لگا ہوں۔"

"کسی شک، شبہ کی ضرورت نہیں جناب، کھٹکیے مت۔" لیبید یف نے جلدی سے بات بولی۔ "میں تو یہ وضاحت

Scanned with CamScanner

کرنا چاہتا تھا کہ وہ خاص ہستی اس شخص سے نہیں ڈرتی، بالکل کسی دوسرے سے، کوئی اور ہی ہے وہ، جس کا خوف ہے۔"

"وہ کون ہو سکتا ہے، بتایئے جھٹ سے۔" پرنس نے بے صبری سے جواب طلب کیا اور لیبیدیف کی رازدارانہ لہجہ کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

"بس یہی تو راز ہے۔"

لیبیدیف نے یہ کہہ کر دانت نکال دیئے۔

"کس کا راز؟"

"آپ کا راز۔ آپ نے خود ہی تو منع کیا تھا کہ آپ کے سامنے ذکر زبان پر نہ لایا جائے سرکار عالی جاہ!" لیبیدیف بدبدایا اور اس بات کا مزا لے کر کہ مخاطب کو کچوکے دینے والی کرید لگ گئی ہے، اس نے نکتے کی بات بتا دی۔

"اگلایا ایوانوونا سے ڈرتی ہے وہ ہستی!"

پرنس کی تیوری پر بل پڑ گئے اور وہ منٹ بھر بالکل دم بخود رہا۔

"قسم خدا کی لیبیدیف، میں آپ کے داچہ میں رہنے سے باز آیا۔" وہ ایک دم بولا" گاوریلا صاحب (گانیا) اور پتیت سن صاحبان کہاں ہیں؟ آپ کے ہاں؟ انہیں بھی اپنی طرف کھینچ لیا؟"

"آتے ہیں، ابھی آتے ہیں صاب! بلکہ جنرل بھی ان کے پیچھے پیچھے۔ سارے دروازے کھول ڈالتا ہوں اور بیٹیوں کو بھی، سب کو، سب کو، ابھی ابھی، یہیں بلائے لیتا ہوں۔" گھبرا کر لیبیدیف نے آہستہ سے ایک سانس میں کہہ ڈالا۔ وہ ہاتھ جھلا رہا تھا اور ایک سے دوسرے دروازے تک جھول رہا تھا۔

ٹھیک اسی منٹ کولیا برآمدے پر نمودار ہوا۔ وہ سڑک سے آیا اور آتے ہی اعلان کر دیا کہ پیچھے پیچھے مہمان بھی آ رہے ہیں، جنرل۔ پان چین کی بیگم لیزاویتا اپنی تینوں بیٹیوں سمیت۔

"بولیے، پتیت سن میاں بیوی اور گانیا صاحب کو ادھر آنے دوں یا روک لوں؟ فرمایئے جنرل کو آنے دوں یا روک لوں؟" لیبیدیف نے دھیمے سُروں میں کہا، وہ اس اطلاع سے حیرت زدہ رہ گیا تھا۔

"کیوں روک لوں؟ سب کو آنے دیجیے، جس کا جی چاہے، آئے۔ یقین مانیے لیبیدیف، آپ شروع سے ہی میرے معاملات سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں۔ اس غلط فہمی کا تار ہی ٹوٹنے میں نہیں آتا۔ کوئی ذرہ برابر وجہ نہیں ہے میرے پاس کسی سے چھپنے یا خود کو پردے میں رکھنے کی۔" یہ کہہ کر پرنس مسکرا دیا۔

پرنس کو ہنستے دیکھ کر لیبیدیف نے بھی فرمائشی مسکراہٹ اپنا فرض جانا۔ اگرچہ اندر زبردست ہلچل برپا تھی، تاہم لیبیدیف کی صورت سے ظاہر تھا کہ وہ بھی بہت مطمئن ہے۔

کولیا نے جو اطلاع دی تھی وہ حق بجانب نکلی۔ کولیا پیچھے آنے والے خاندان سے صرف چند قدم آگے بڑھ آیا تھا تاکہ ان کی آمد کی خبر کر دے۔ چنانچہ مہمان داخل ہوئے تو دونوں سمتوں سے داخل ہوئے۔ برآمدے کی طرف سے پان چین کی بیگم اور بیٹیاں، کمروں کی جانب سے پتیت سن میاں بیوی، گانیا اور جنرل ایولگین۔

پان چین کے گھر والوں کو ابھی کولیا کی زبانی معلوم ہوا کہ پرنس بیمار ہیں اور پاولوفسک آئے ہوئے ہیں۔ تب

Scanned with CamScanner

تک میڈیم سخت غلط فہمی کا شکار تھیں۔ آج تیسرا دن ہے کہ جنرل یپان چین نے گھر والوں کو اطلاع بھیجی تھی کہ پرنس آئے تھے، کارڈ چھوڑ گئے ہیں۔ کارڈ چھوڑ کر جانے سے بیگم صاحبہ کو پورا یقین ہو گیا کہ اب اس کے بعد پرنس بہر صورت ہم لوگوں سے ملنے کی خاطر پاولوفسک ضرور پہنچیں گے۔ خواہ مخواہ لڑکیوں نے ان کو باور کرا دیا کہ جس شخص نے چھ مہینے تک اپنی خیریت کا خط تک نہ لکھا ہو، اسے اب یہاں آنے کی کیا جلدی ہوگی اور پھر ہم سے ملاقات کے سوا، پیتر سبورگ میں اسے اپنے کاموں کے الجھاوے کیا کم ہوں گے، معلوم تو ہے۔ بیگم جنرل اپنی لڑکیوں کی اس خیال آرائی سے سچ مچ ناراض ہو گئیں، وہ تو شرط لگانے کو تیار تھیں کہ پرنس بہت ہوا تو دوسرے دن وہاں پہنچ جائیں گے۔ ''اگرچہ یہ بھی تاخیر ہے۔'' دوسرا دن ہوا تو وہ صبح راہ دیکھتی رہیں، دن کے کھانے پر انتظار کیا، شام تک منتظر رہیں مگر جب رات بھی ہو گئی تو پھر انہیں غم آ گیا، گھر بھر سے ناراض ہو گئیں، بات بات پر جھگڑنے لگیں، البتہ جھگڑے کے بیچ کہیں پرنس کا نام تک نہ آنے دیا۔ تیسرے دن بھی پرنس کے بارے میں ایک لفظ زبان سے نہ نکلا۔ دن کے کھانے پر اگلایا کی زبان پر اتفاقاً، بلا ارادہ اتنی بات آ گئی کہ ممی اس لیے روٹھی ہوئی ہیں کہ پرنس نہیں آئے، اس پر جنرل نے کہیں اتنا کہہ دیا کہ ''اس میں پرنس کی کوئی خطا نہیں ہے۔'' بس یہ سننا اور لیزاویتا بیگم میز پر سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ آخر شام ہوتے کولیا، ساری خبریں اور پرنس کی جتنی کچھ واردات معلوم تھیں، سب کی رپورٹ لیے آ پہنچا۔ لیزاویتا بیگم نے بڑی شان سے سنا، مگر کولیا کو خوب تنبیہ کر دی ''ارے، وہ سارے سارے دن یہاں چکر کاٹتے پھرتے ہیں، ان سے تو پناہ ملنا مشکل، کم از کم اپنی اطلاع تو بھجوا دیتے۔ اگر خود زحمت فرمانے کا ارادہ نہیں تھا تو۔'' کولیا اس لفظ ''پناہ ملنا مشکل'' پر بگڑنے ہی والا تھا، مگر کچھ سوچ کر آئندہ کے لیے ٹال گیا۔ وہ تو کہیے کہ لفظ ہی بڑا سخت کہہ دیا تھا ''ان سے تو پناہ ملنا مشکل'' ورنہ سچ یہ ہے کہ پرنس کی بیماری کی خبر سن کر بیگم صاحبہ جیسی بے قرار ہو گئیں، جتنی فکر میں پڑ گئیں، وہ حالت کولیا کو ایسی اچھی لگی کہ کچھ اور کہا ہوتا تو فوراً دل سے معاف کر دیتا۔ دیر تک وہ اصرار کرتی رہیں کہ پیتر سبورگ کو آدمی دوڑانا فوراً ضروری ہے، اس میں دیر نہ ہو، وہ جائے اور وہاں سے فلاں ڈاکٹر کو، جو ہائی کلاس نمبر ایک ڈاکٹر ہیں، اٹھا کر پہلی ٹرین سے لیے چلا آئے۔ مگر لڑکیوں نے سمجھا بجھا کر روکا۔ البتہ جونہی بیگم صاحبہ نے بیمار کی عیادت کے لیے اسی منٹ چلنے کا ارادہ کیا تو لڑکیاں بھی کمربستہ ہو گئیں۔ وہ اماں جان سے پیچھے نہیں رہنا چاہتی تھیں۔

''وہ تو زندگی اور موت کے بیچ میں ہیں۔'' بیگم صاحبہ نے آپا دھاپی میں تیار ہوتے ہوئے کہا ''اور ہم یہاں تکلفات میں پڑے ہیں۔ آخر وہ ہمارے خاندان کے دوست ہیں یا نہیں ہیں؟''

''مگر پانی کی تھاہ پوچھے بغیر ناک ٹھونسنا کیا ضرور ہے؟'' کہیں اگلایا کے منہ سے نکل گیا۔

''تو مت جاؤ تم۔ اچھا ہی ہوگا تمہارا نہ جانا۔ یہاں وہ آنے والے ہیں ایوگینی پاولووچ، ان کے لیے کون رہے گا یہاں؟''

یہ سننا تھا کہ اگلایا جو پہلے سے ہی جانے کا ارادہ کیے بیٹھی تھی، فوراً ماں بہنوں کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ پرنس ش۔ منجھلی بہن ادے لائیدا کے پاس آیا ہوا تھا۔ اس نے کہا تو وہ ان خواتین کو وہاں لے چلنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ جب اس خاندان سے شروع کی ملاقات تھی، تبھی یہاں پرنس کا ذکر خیر سن چکا تھا اور اسے بے حد اشتیاق تھا پرنس سے ملنے کا۔ پتہ یہ

چلا کہ اس کی پرنس میشکن سے پہلے کی جان پہچان تھی۔ ایک چھوٹے سے شہر میں کوئی تین مہینے پہلے ان دونوں کا چودہ پندرہ دن کا ساتھ رہ چکا تھا۔

یہاں چین کے مکان سے لیبیدیف کا داچہ تین سو قدم سے زیادہ نہیں تھا۔ پرنس کے یہاں قدم رکھتے ہی پہلی ناگواری جو لیزاویتا پروکوفیونا کو ہوئی وہ یہ کہ مہمانوں کی پوری پلٹن اسے گھیرے ہوئے تھی۔ اور یہ کہنے کی بات نہیں کہ اس پلٹن میں دو تین صورتیں ایسی بھی تھیں جن سے بیگم صاحبہ کو قطعی نفرت ہو چکی تھی۔ دوسرے یہ کہ وہ تو اس فکر میں آئی تھی کہ بیمار بستر مرگ پر پڑا ہے، اور یہاں دیکھا کہ اچھا خاصا تندرست، ہشاش بشاش نوجوان نفیس لباس زیب تن کیے، ہنس بول رہا ہے، بلکہ ان کے استقبال کو چند قدم آگے بھی بڑھا۔ یہ دیکھا تو وہ ٹھٹک کر رہ گئیں، جس سے کولیا کو بے انتہا خوشی ہوئی۔ وجہ یہ کہ ابھی جب بیگم صاحبہ اپنے داچہ سے سرکی بھی نہیں تھیں، کولیا انہیں اچھی طرح سمجھا سکتا تھا کہ نہ کوئی موت اور زندگی کی کشمکش میں ہے، نہ مرا جا رہا ہے، لیکن اس نے صاف صاف اصلیت بتائی ہی نہیں۔ شرارت یہ سوجھی تھی کہ جب وہ کولیا کا بیان ذہن میں رکھ کر دوڑی ہوئی آئیں گی اور یہاں پرنس کو، اپنے مخلص عزیز کو ہٹا کٹا پائیں گی تو بہت کلسیں گی..... ان کے اس کلسنے کا مذاق رہے گا۔ کولیا نے ایک زیادتی اور کی کہ اپنی شرارت کی پہیلی خود ہی سنا ڈالی، جس سے لیزاویتا بیگم کے زخم پر نمک چھڑک دیا۔ ان خاتون سے دوستی کا رشتہ رکھنے کے باوجود وہ ان کو مستقل تنگ کیا کرتا تھا، بعض اوقات تو شرارت خباثت تک پہنچ جاتی تھی۔

"ٹھہرو، جلدی مت کرو مہربان، ابھی سے تالیاں بجانے کی ضرورت نہیں ہے!" لیزاویتا بیگم نے اس آرام کرسی میں دھنستے ہوئے کہا جو پرنس نے خاص انہی کو پیش کی تھی۔

لیبیدیف، پتیت سن، جنرل ایولگین نے جلدی جلدی صاحبزادیوں کے لیے کرسیاں بڑھا دیں۔ اگلایا کو جنرل نے کرسی دی۔ لیبیدیف نے پرنس ش۔ کے لیے بھی کرسی بڑھائی..... بلکہ کرسی دیتے وقت کمر اتنی جھکائی کہ غیر معمولی تعظیم کا اظہار کر کے چھوڑا۔ واریا نے معمول کے مطابق ان لڑکیوں سے ہنسی خوشی زیر لب سلام دعا کر لی۔

"سچ کہوں، میں تو سمجھی تھی، تم بستر میں پڑے ہو گے۔ ہول کے مارے سمجھ لیا کہ حالت زیادہ خراب ہو گی۔ جھوٹ بولنے کی مجھے ضرورت کیا، بتا ہی دوں تمہیں جو ہشاش بشاش دیکھا تو میرا دل بری طرح بیٹھ گیا۔ مگر تم سے کہتی ہوں کہ بس ایک منٹ ہی یہ رہا، جب تک میں نے اچھی طرح سوچ نہیں لیا۔ جب میں سوچ لوں تو پھر عقل کی کہتی ہوں، عقل سے کام لیتی ہوں۔ اور میں جانوں تم بھی ایسے ہی ہو۔ اصلیت یہ ہے کہ میرے سگے بیٹے کو بیماری سے صحت ہوتی، اگر ہوتا کوئی بیٹا ہمارے، تب بھی مجھے اتنی خوشی نہیں ہونے والی تھی جتنی تمہاری صحت و سلامتی سے ہوئی ہے۔ اب اگر تمہیں میرے کہنے کا یقین نہ آئے تو مجھے نہیں، تمہیں شرم آنی چاہیے۔ اور یہ جو بدذات لڑکا ہے، یہ اس سے بھی زیادہ شرارتیں کرتا ہے میرے ساتھ۔ معلوم ہوتا ہے، تم نے اسے سر پر ستی میں لے رکھا ہے۔ تو میں ابھی سے باخبر کر دوں کہ کسی اچھے سے دن یہ ہو گا، یقین کرنا کہ میں ان برخوردار سے سلام دعا کی عنایات کی بھی طلبگار اور جان پہچان کی بھی روادار نہیں رہوں گی۔"

"کیوں، مجھ سے کیا قصور ہو گیا؟" کولیا پکارا "چاہے میں آپ کو کتنا ہی یقین دلاتا کہ پرنس تندرست ہو گئے، آپ کب ماننے والی تھیں، کیونکہ انہیں موت کے دروازے پر دستک دیتے دیکھنے میں جو لطف آتا آپ کو وہ ایسے کہاں!"

Scanned with CamScanner

''کیا ابھی کچھ عرصے قیام رہے گا؟'' لیزاویتا بیگم پرنس سے مخاطب ہوئیں۔

''پوری گرمیاں گزارنے کا ارادہ ہے، ممکن ہے اور بھی ٹھہروں۔''

''تم اکیلا دم ہو؟ شادی تو ہوئی نہیں نا؟''

''جی نہیں، شادی تو نہیں ہوئی۔'' پرنس کو بھولپن کی اس چھیڑ پر ذرا ہنسی آ گئی۔

''اس میں ہنسنے کی کیا بات، ایسا تو ہوتا ہے۔ میں پوچھ رہی تھی داچہ کے خیال سے، سیدھے ہمارے ہاں کیوں نہیں چلے آئے؟ اپنے بنگلے میں تو پورا ایک باز دخالی پڑا ہے۔ ویسے جو تمہاری مرضی۔ یہ جگہ تم نے اس شخص سے کرائے پر لی ہے؟ اس آدمی سے؟'' انہوں نے لیبید یف کی طرف اشارہ کر کے نیچی آواز میں پوچھا۔ ''مگر یہ شخص اتنا لجاتا کیوں رہتا ہے؟''

ٹھیک اسی منٹ ویرا، حسب معمول ننھی بچی کو گود میں اٹھائے، کمرے سے باہر برآمدے میں نکل آئی۔ لیبید یف جو مہمانوں کی نشستوں کے درمیان اٹکتا پھر رہا تھا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہاں اس کا کام کیا ہے، پھر بھی کسی طرح ٹلنے کو تیار نہیں تھا۔ لڑکی کو آتے دیکھ کر اس پر پل پڑا، ہاتھ جھلا کر اسے برآمدے سے بھگانے گیا اور خیال نہیں رہا تو پاؤں بھی دھپ دھپ پٹکنے لگا۔

''پاگل معلوم ہوتا ہے یہ تو؟'' اس حرکت پر بیگم جنرل بولیں۔

''جی نہیں..... وہ ذرا.....''

''پیئے ہوئے ہے شاید؟ تمہاری صحبت اچھی نہیں یہاں۔'' حاضرین کو نظر میں بھرتے ہوئے انہوں نے گفت سے بات کاٹ دی۔ ''ارے واہ، کیا اچھی پیاری لڑکی تھی! کون تھی یہ؟''

''یہ ویرا لوکیانوونا ہے، انہی لیبید یف کی بیٹی۔''

''واہ، بہت ہی پیاری تھی۔ میں اس سے پہچان کرنا چاہتی ہوں۔''

ادھر بیگم جنرل کی زبان سے بیٹی کی تعریف کان میں پڑی، ادھر لیبید یف خود جا کر اس بچی کو کھینچ لایا پیش کرنے کے لیے۔

''بن ماں کی، بن ماں کی۔'' وہ نزدیک آتے ہوئے پگھلا جا رہا تھا۔ ''اور یہ جو گود کی بچی ہے، اس کے ہاتھوں پر تو اس کی بھی ماں مر گئی۔ یہ بہن ہے اس بڑی والی کی، لیوبوف نام۔ میری شرعی منکوحہ زوجہ یلینا سے ہے یہ اولاد! اسی بچی کی ولادت میں، چھ ہفتے ہوئے ماں خدا کو پیاری ہو گئی۔ اس مالک کی مشیت! ہاں، اور اب مرحومہ ماں کی جگہ، یہ بہن، اگرچہ صرف بہن ہے، اس کے سوا کچھ نہیں، اس کے سوا، اس کے سوا.....''

''اور تم بھی، بزرگوار، الٹی کھوپڑی کے سوا کچھ نہیں۔ معاف کرنا۔ بس بہت ہوا، خود سمجھ جاؤ، یہ میرا خیال ہے۔'' لیزاویتا بیگم نے نہایت برہم ہو کر تڑ سے کہہ دیا۔

''بالکل بجا ارشاد ہوا۔'' لیبید یف نے نہایت ادب سے سر جھکا کر تصدیق بھی کر دی۔

''سنیے، مسٹر لیبید یف، یہ جو آپ کے بارے میں سنا ہے، صحیح ہے کیا کہ آپ Apocalypse (صحیفے) کا

Scanned with CamScanner

مطلب نکالنا جانتے ہیں؟" اگلایا نے سوا کیا۔

"بالکل بجا ارشاد ہوا۔ پندرہواں سال ہے۔"

"میں آپ کے بارے میں سن چکی ہوں، غالباً اخبارات میں بھی آپ کا ذکر آیا تھا؟"

"جی نہیں، وہ دوسرے شخص تھے اسی لائن کے۔ مر گئے وہ۔ میں رہ گیا ان کی جگہ۔" لیمبد لیف پھولا نہیں سما رہا تھا منہ سے نکل گیا۔

"تو ذرا مہربانی کیجیے۔ کبھی قریب کے کسی دن میرے لیے بھی کچھ مطلب نکال کے بتائیے۔ ہمسائے ہیں ہم۔ اس علم سے میں بالکل بے بہرہ ہوں۔"

"مگر میں آپ کو ہوشیار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ صاحبزادی اگلایا کہ یہ صاحب جو دکھاتے ہیں وہ محض شعبدہ بازی ہے، یقین کیجیے!" جنرل ایولگین نے جلدی سے دخل دیا۔ کچھ کہنے کے انتظار میں ان کی جان کانٹوں پر تھی اور سخت بے تاب تھے کہ بات چھیڑنے کا موقع مل جائے، وہ اگلایا کے بالکل برابر سرک کر بیٹھے تھے۔ بولے "بے شک، داچہ کی زندگی کے اپنے طور طریقے ہوتے ہیں۔ اس کی اپنی تفریحات ہیں۔ اس قماش کے مدعی کو اپنے ہاں بلانا کہ وہ اس علم سے غیب کا حال بتا دے، یہ بھی ایک مشغلہ ہے جیسے اور دوسرے مشغلے۔ البتہ عقل پر زور پڑنے کے لحاظ سے ہوگا یہ زوردار۔ مگر میں..... آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ مجھے حیرانی سے تک رہی ہیں، چلیے میں اپنے تعارف کی عزت حاصل کروں، میں جنرل ایولگین..... آپ جب ننھی سی جان تھیں، آپ کو گودوں میں کھلا چکا ہوں۔"

"بہت خوب! آپ کی صاحبزادی واروارا اور بیگم نینا صاحبہ سے تو پہلے ہی جان پہچان تھی۔" اگلایا نے آہستہ سے کہا اور پورا زور لگا دیا کہ کہیں ہنسی نہ چھوٹ جائے۔

لیزاویتا بیگم کا منہ پھول گیا۔ ان کے سینے میں دیر سے کچھ ابل رہا تھا اور اب وہ پھٹ پڑنے کو بے قرار ہو گیا۔ جنرل ایولگین کو برداشت کرنا اب ان کے بس میں نہ رہا۔ ان سے نجانے کب کی معمولی ملاقات تھی۔

"تم بزرگوار، اپنی عادت کے مطابق بالکل جھوٹ کہتے ہو۔ تم نے کس دن اسے گودوں میں کھلایا ہوگا بھلا؟" انہوں نے غصے سے کہا۔

"نہیں، نہیں ممی، آپ بھول رہی ہیں۔ خدا کی قسم، یہ گود میں لیے پھرے ہیں، تو یر کی بات ہے۔" اگلایا بیچ میں زور دے کر بول پڑی۔ "تب ہم لوگ تو یر میں رہتے تھے۔ چھ سال کی تھی میں۔ یاد ہے خوب۔ انہوں نے مجھے تیر کمان بنا کر دیا اور تیر چلانا سکھایا تھا۔ میں نے تیر سے ایک کبوتر مارا تھا۔ یاد ہے، آپ نے ہم نے مل کر ایک کبوتر شکار کیا تھا؟"

"مجھے بھی یاد آ گیا، دفتی کا خود اور کاٹھ کی تلوار لا کر دی تھی مجھے۔" منجھلی ادے لائیدا پکاری۔

"لو، میں بھی بھولی نہیں ہوں۔" بڑی الیکساندرا نے تصدیق کر دی۔ "تم دونوں زخمی کبوتر پر لڑ پڑی تھیں اور تمہیں سزا ملی تھی، الگ الگ کونے میں کھڑا کر دیا تھا۔ ادے لائیدا تو خود اور تلوار لیے کھڑی تھی وہاں۔"

جنرل نے جو اگلایا سے کہہ دیا کہ اسے گودوں میں کھلایا ہے تو بس ویسے ہی کہہ دیا تھا، صرف اس نیت سے کہ بات چھڑے اور سبب اس کا صرف یہی کہ قریب قریب ہمیشہ جب بھی نوعمر لوگوں سے واسطہ پڑتا اور جنرل ان سے تعارف

Scanned with CamScanner

کا خواہشمند ہوتا تو ادبدا کر یہیں سے شروع کر دیتا تھا۔ مگر اس بار اتفاق وقت سے اس کی زبان سچ بول گئی، گویا عمداً حقیقت بیان کی اور یہ بھی گویا عمداً ہی تھا کہ یہ سچ وہ خود بھی کا بھول چکا تھا۔ اب جو اگلایا نے کبوتر کا شکار تیر سے سنا کر تصدیق کی تو جنرل کی یادداشت یکبارگی تازہ ہوگئی اور اسے بھی وہ سارا قصہ آخر تفصیل تک یاد آ گیا، جیسا کہ بڑی عمر کے لوگوں کو کبھی کبھار کی بھولی بسری باتیں اکثر یونہی یاد آ جاتی ہیں۔ بیان کرنا بہت مشکل ہے کہ اس یاد میں وہ کیا چیز تھی جو بیچارے جنرل پر جو عادتاً ذرا پیے ہوئے بھی تھا، ایسا جادو کر گئی۔ ذرا کی ذرا میں اس پر غیر معمولی اثر ہو گیا۔

''یاد ہے، مجھے سب یاد آ گیا۔'' جنرل بے اختیار پکارا۔ ''ان دنوں میں کمپنی کیپٹن تھا۔ آپ ایسی گڑیا سی، اتنی خوبصورت تھیں کہ بس..... نینا الیکساندروونا، گانیا..... آپ لوگوں کے ہاں..... میرا آنا جانا تھا اور جنرل صاحب ایوان فیودروویچ.....''

''اور اب دیکھو اپنا حال، کس نوبت کو پہنچ گئے!'' بیگم جنرل نے بات پکڑ لی۔ ''مطلب یہ کہ اپنی ساری شرافت گھول کر نہیں پی گئے..... اگر اس یاد نے تم پر اتنا اثر کر دیا، بیوی کو کیا کیا دکھ دیئے۔ بچوں کو تو کیا ہدایت دیتے، خود قرضداروں کی جیل میں پہنچ گئے۔ جاؤ، بزرگوار، یہاں سے ٹل جاؤ۔ دروازے کے پیچھے کونے میں جا کر آنسو بہاؤ۔ اپنی پہلے کی شان یاد کرو۔ شاید خدا تمہارے گناہ معاف کرے۔ جاؤ، بس، اٹھ جاؤ یہاں سے، میں کچھ سوچ کے کہہ رہی ہوں تم سے۔ انسان کی اصلاح کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ وہ اپنے پچھلے کیے پر پشیمان ہو، توبہ کرے۔''

لیکن جس بات کو یوں سنجیدگی سے کہا گیا ہو، اس کے بار بار کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ جو لوگ مستقل نشے میں رہتے ہیں، انہی کی طرح جنرل بھی بہت جذباتی تھا، اور جو اپنی حالت بگاڑ لیتے ہیں، ان شرابیوں کی طرح اچھے دنوں کی یاد اس پر بھی شاق گزر گئی۔ وہ اٹھا اور مریل قدموں سے دروازے کی طرف چلنے لگا۔ ایسے کہ خود بیگم جنرل کو بھی اس کے حال پر ترس آ گیا۔

''جنرل اردالیون صاحب۔'' بیگم جنرل نے اسے آواز دی۔ ''بزرگوار، ذرا منٹ بھر کو ٹھہرنا۔ ہم سب گنہگار ہیں۔ جس وقت یہ محسوس ہو کہ تمہارے ضمیر کی ملامت کم ہوگئی ہے تو ہماری طرف سے آنے کی تکلیف کرنا۔ بیٹھیں گے، باتیں کریں گے اگلے وقتوں کی۔ میں جانوں، تم سے پچاس گنی گنہگار ہوں گی، کیا خبر۔ اچھا، جاؤ، اب سدھارو۔ یہاں تمہارا کیا کام.....'' بیگم صاحبہ گھبرائیں کہ وہ کہیں لوٹ نہ پڑے۔

''ابھی نہ جاتے آپ ان کے پیچھے۔'' پرنس نے کولیا کو روکا جو باپ کے پیچھے پیچھے لپکا تھا۔ ''نہیں تو ایک منٹ بعد انہیں افسوس ہوگا اور یہ منٹ غارت ہو جائے گا۔''

''واقعی اس وقت انہیں مت چھوؤ۔ آدھ گھنٹے بعد چلے جانا۔'' بیگم لیزاویتا نے بھی تائید کر دی۔

''زندگی میں ایک بار بھی انسان سے سچ کہہ دو تو یہ ہوتا ہے، ان کے آنسو آ گئے۔'' لیبیدیف نے ہمت کر کے اظہار خیال کیا۔

''مگر تم بھی، بزرگوار، خاصے پاپی ہو نا؟ جو میں نے سن رکھا ہے۔ اگر وہ سچ ہے تو۔'' بیگم صاحبہ نے اسے وہیں دھونس دیا۔

Scanned with CamScanner

پرنس کے یہاں جو لوگ آئے ہوئے تھے، ان کی باہمی حیثیت رفتہ رفتہ کھل کر سامنے آ گئی۔ پرنس یقیناً اب اس حال میں تھا کہ بیگم جنرل اور ان کی بیٹیوں کی آمد میں جس درجہ خصوصیت برتی گئی تھی، اس کی قدر کر سکے اور اس نے قدر جان لی۔ خلوص دل سے انہیں بتایا کہ آج ہی، ان کی آمد سے ذرا پہلے خود ارادہ کیے ہوئے تھا کہ وہاں ان کے مکان پر حاضری دے گا، حالانکہ ابھی بیمار ہے اور وقت بھی غیر ہو گیا تھا۔ بیگم لیزاویتا نے پرنس کے مہمانوں پر ایک نظر گھمائی اور بولیں کہ کیا تکلف ہے، اب بھی اس ارادے کی تعمیل ہو سکتی ہے۔ پتیت سن بڑا سلیقہ مند اور موقع شناس آدمی فوراً کرسی سے اٹھا اور لیبیدیف والے حصے کی سمت بڑھا، منشا یہ ہوگا کہ اپنے ساتھ لیبیدیف کو بھی ادھر لے جائے۔ چنانچہ اس نے کہا کہ ابھی آتا ہے۔ اس اثناء میں داریا ان تینوں لڑکیوں سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ وہیں ٹھہر گئی۔ داریا اور اسکا بھائی گانیا دونوں خوش تھے کہ جنرل وہاں سے ٹل گئے۔ گانیا بھی پتیت سن کے پیچھے ہو لیا اور چل دیا۔ ان چند منٹوں میں، جب یپان چین خاندان کی موجودگی میں وہ پرنس کے برآمدے پر موجود تھا، خود کو بہت لیے دیے رہا، وقار کے ساتھ رہا اور بیگم جنرل کی کڑی نظر نے، جو دو بار سر سے پاؤں تک گئی، اسے ذرا بھی بوکھلایا نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ پہلے کے شناسا اب اسے دیکھتے تو سوچتے، یہ شخص کتنا بدل گیا ہے۔ اگلایا کو گانیا میں یہ تبدیلی بہت پسند آئی۔

''اچھا، تو یہ گاوریلا صاحب نکل کر گئے؟'' اس نے اچانک سوال کیا۔ یہ اس کا خاص انداز تھا کہ کبھی کبھی بلند آواز اور تیز لہجے میں، دوسروں کی گفتگو میں خلل ڈال کر وہ کچھ پوچھ بیٹھتی، کسی خاص شخص کو مخاطب کیے بغیر۔

''جی ہاں، وہی۔'' پرنس نے جواب دیا۔

''پہچاننا مشکل ہوا۔ کافی بدل گئے ہیں..... بہت بہتر تبدیلی آئی ہے۔''

''میں بہت خوش ہوں ان کے اس حال سے۔'' پرنس نے کہا۔

''بہت بیمار رہے۔'' گانیا کی بہن نے بتایا اور بتاتے وقت اس میں ہمدردانہ مسرت کا جذبہ تھا۔

''بہتری کی جانب تبدیلی کاہے سے آئی؟'' بیگم لیزاویتا نے کلس کر پوچھا اور وہ ذرا چونک گئی تھی۔ ''تمہیں یہ کہاں سے سوجھ گئی؟ کوئی بھی بہتری وہتری نہیں ہے۔ تم کو ایسی کیا خاص بات نظر آئی بہتری کی؟''

''میں تو جانوں، غریب سردار سے بہتر کوئی بھی نہیں۔'' ایک دم کولیا بول پڑا جو تمام وقت بیگم جنرل لیزاویتا کی کرسی سے لگا کھڑا تھا۔

''میں خود بھی یہی رائے رکھتا ہوں۔'' پرنس ش۔ یہ کہہ کر مسکرا دیا۔

''میرا بھی قطعی یہی خیال ہے۔'' ادے لائیدا نے شان سے کہا۔

''یہ کون غریب سردار؟'' بیگم جنرل سخت الجھن میں مبتلا تھیں اور زبان کھولنے والوں پر ایک نظر ڈال کر پریشان بھی ہوئیں مگر جب دیکھا کہ اگلایا کا منہ پھولا ہوا ہے تو خفا ہو کر بولیں ''کیا بکواس نکالی ہے۔ کون تھا یہ غریب سردار؟''

''کیا یہ پہلا موقع ہے کہ اس آپ کے چھوکرے نے، آپ کے چہیتے نے دوسروں کے لفظ بگاڑ کر کہے ہوں؟'' اگلایا نے ناک چڑھا کر اپنی ناگواری ظاہر کی۔

جب بھی اگلایا کا پارہ چڑھ جاتا (اور یہ اکثر ہوا کرتا تھا) تو قریب قریب ہر بار، تمام ظاہرہ سنجیدگی اور اینٹھ کے

Scanned with CamScanner

باوجود، بچپنا ٹپکتا تھا، اسکولی لڑکی کی سی بے صبری اور منہ زوری نظر آنے لگتی تھی، اس میں اتنا کہ بعض اوقات اس کی صورت دیکھ کر ہنسی ضبط کرنا بس کے باہر ہو جاتا تھا، اس حرکت پر اگلایا بری طرح بپھر جاتی، اس کی سمجھ میں نہ آتا کہ یہ ہنسی کس بات پر ہے اور ''آخر ان لوگوں کی مجال کیسے ہوئی ہنسنے کی۔'' اس وقت اگلایا کی دونوں بہنیں ہنس دیں، پرنس ش۔ کی ہنسی چھوٹ گئی، پرنس میشکن کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی..... مگر نجانے کیوں اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ کولیا قہقہے مارنے اور شکن بگھارنے لگا۔ اگلایا کو اب سچ مچ بہت غصہ آ گیا اور غصے میں اس کا حسن دوگنا دمک گیا۔ ایک تو یونہی ٹھنکنا، خفا ہو جانا اس پر خوب پھبتا تھا اور اوپر سے برہمی نے اس میں اور رنگ بھر دیا۔

''آپ کے الفاظ جو اس نے بگاڑے وہ بھی کچھ کم نہیں۔'' اگلایا بولی۔

''میں تو آپ ہی کے الفاظ، خاص آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے دہرا رہا ہوں۔'' کولیا نے جواب دے ڈالا۔ ''ایک مہینہ ہوا، آپ ''دون کوئگزوت'' (Don Quixote) ناول کے ورق الٹ رہی تھیں اور بے اختیار یہ لفظ آپ کی زبان سے نکلے کہ 'غریب سردار' سے بہتر کوئی نہیں۔ اب مجھے کیا معلوم، کس کے بارے میں کہا تھا آپ نے۔ اپنے خود ''دون کوئگزوت'' ناول کا ہیرو تھا یا ایوگینی پاولووچ صاحب تھے یا کوئی اور ہستی تھی نظر میں لیکن کسی نہ کسی کے بارے میں کہا ضرور آپ نے اور دیر تک یہ بات چلی تھی.....''

''میں دیکھتی ہوں کہ برخوردار، تم اپنی پہیلیاں بجھوانے میں بہت جامے سے باہر نکلے جا رہے ہو۔'' لیزاوتا بیگم نے اسے ذرا خفا ہو کر پھٹکارا۔

''تو کیا میں تنہا؟'' کولیا نے زبان نہیں روکی۔ ''سبھی نے اس وقت کہا تھا اور تب کیا، اب کہتے ہیں۔ دیکھیے، یہ پرنس ش۔ نے کیا کہا، ادے لائیدا ایوانووِنا اور باقی سب نے کیا آواز لگائی؟ یہی کہ وہ 'غریب سردار' کے حق میں ہیں۔ مطلب یہ کہ 'غریب سردار' تو اپنا وجود رکھتا ہے۔ ضرور کوئی ہستی ہے اور میں جانوں، اگر ادے لائیدا ایوانووِنا بیچ میں نہ آ ٹپکتیں تو اب تک ہم سبھی کے جان چکے ہوتے کہ یہ 'غریب سردار' کون ذات شریف ہیں۔''

''کیوں، میں کس قصور میں!'' ادے لائیدا نے ہنس کر پوچھا۔

''آپ کا قصور یہ کہ تصویر جو بنا کر نہیں دی۔ اگلایا بی بی نے تب آپ سے درخواست کی تھی کہ اس طرح کے 'غریب سردار' کا بھی ایک پورٹریٹ بنا دیجیے۔ تصویر کا موضوع بھی آپ کو سجھایا تھا جو خود انہی کا طبع زاد تھا۔ اب یاد آیا موضوع پورٹریٹ والا؟ آپ کی مرضی نہیں تھی.....''

''میں آخر کیسے تصویر بنا دیتی؟ کس کی؟ سبجیکٹ سے تو نکلتا ہے کہ 'غریب سردار' ایسا تھا:

بنا تھا چادر فولاد سے حجاب اس کا
کسی کے سامنے اٹھا نہیں نقاب اس کا

اب بتائیے، کیا چہرہ آتا ہے اس میں؟ کوئی تصویر بنائے تو کاہے کی، چادر فولاد کے حجاب کی؟ بے نام، بے چہرہ؟''

''کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ حجاب وغیرہ کی کیا گفتگو ہے!'' بیگم جنرل نے چڑ کر کہا اور دل ہی دل میں خوب سمجھتی جا رہی تھیں کہ اس لقب سے (جو غالباً بہت دنوں سے چل پڑا تھا) کون مراد ہے، کون ہے اصل میں ''غریب سردار''

جس بات نے بیگم صاحبہ کو خاص کر تنگ کیا، وہ یہ کہ پرنس میشکن، لیونکولائی وچ، بھی کچھ پریشان سا ہوا، اور آخر ایسا گڑبڑا گیا جیسے دس برس کا لڑکا۔ ''ہاں، اب یہ حماقت ختم ہونے میں آئے گی یا نہیں؟ مجھے سمجھا دیں گے یا نہیں کہ یہ 'غریب سردار' کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ یا کوئی ایسا راز ہے اس میں خطرناک کہ اسے چھیڑنا ہی نہیں؟''

سب کے سب ہنستے رہے۔

''سیدھی سیدھی بات! پرانے زمانے کی ایک روسی نظم چلی آ رہی ہے۔'' آخر پرنس ش نے دخل دیا اس خیال سے کہ بات ٹالے اور جلدی سے یہ موضوع سخن بدل دیا جائے۔ ''غریب سردار، کے متعلق اس نظم کا نہ اول ہے نہ آخر۔ کوئی مہینہ بھر ہوا ہم لوگ کھانے کے بعد ہنس بول رہے تھے اور جیسا کہ پہلے بھی ہوتا رہا ہے، ہمیں ادے لائیدا کی آئندہ مصوری کے لیے کسی موضوع کی تلاش تھی۔ آپ تو جانتی ہیں کہ خاندان بھر کے سامنے ایک زمانے سے یہ مسئلہ درپیش ہے کہ ادے لائیدا کو تصویر کا موضوع ڈھونڈ کر دیا جائے۔ ہوتے ہوتے 'غریب سردار' نشانے کی زد پر آ گیا..... کس کو پہلے سوجھا یاد نہیں رہا.....''

''اگلایا ایوانونا کو پہلے!'' کولیا پکارا۔

''ہاں، شاید، مگر مجھے یاد نہیں آتا۔'' پرنس ش۔ بیان کرتا گیا۔ ''ہم میں سے بعض نے تو اس موضوع کو چٹکیوں میں اڑا دیا، بعضوں نے کہا، اس سے اعلیٰ سبجیکٹ ہو نہیں سکتا۔ مگر اس 'غریب سردار' کی صورت بنے تو کیسے بنے! کم از کم چہرہ تو ہو اس کا! جان پہچان والوں کے، سب کے چہرے زیر بحث آئے، مگر کوئی اس کام کا نہیں نکلا۔ اور اس پر قصہ تمام ہوا۔ بس سمجھ میں نہیں آتا کہ میاں نکولائی (کولیا) کو اب کیوں یاد آ گیا، اور اس کا ذکر چھیڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ کل جس پر ہم ہنسے تھے، آج وہ پھیکا ہے۔''

''وجہ یہ کہ کوئی نئی حماقت اس کے پردے میں ہوگی، کوئی بس بھری اور تکلیف دہ بات!'' بیگم صاحبہ نے ڈپٹ دیا۔

''کیسی بھی کوئی حماقت نہیں، سوائے بڑی سے بڑی عزت کے۔'' اگلایا خلاف توقع سنجیدہ اور دبنگ آواز میں ایک دم بول پڑی۔ اب وہ برے موڈ سے نکل آئی تھی اور اپنی پچھلی برہمی کو زیر کر چکی تھی۔ اس کے علاوہ بعض علامتوں سے ایسا قیاس ہوتا تھا اس کی صورت دیکھ کر، کہ اس مذاق کے چلتے رہنے سے، آگے بڑھنے سے خود لطف اندوز ہو رہی ہے۔ حالت کا یہ انقلاب ٹھیک اس لمحے آیا جب پرنس میشکن کی گھبراہٹ بڑھتے بڑھتے اس نوبت کو پہنچی کہ سب کی نظر ادھر گئی اور بوکھلاہٹ کا یہ عالم اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔

''پہلے تو قہقہے لگائیں گے دیوانوں کی طرح اور پھر ایک دم بڑی سے بڑی عزت نکل پڑے گی کہیں سے! کہاں سے آ گئی عزت کی بات؟ بتاؤ میں بھی تو جانوں۔ بات بن بات یہ تمہیں بڑی سے بڑی عزت کہاں سے سوجھ گئی؟''

''یہاں سے کہ.....'' اگلایا اسی سنجیدہ اور دبنگ آواز میں اپنی ماں کے کٹیلے سوال کے جواب دینے لگی ''عزت کی بات یہ کہ اس نظم میں ایک ایسے شخص کی تصویر ابھرتی ہے جو آئیڈیل رکھنے کا اہل ہے۔ دوسرے یہ کہ جب ایک آئیڈیل اپنے سامنے رکھ لیا تو اس پر پورا یقین ہے، اس یقین کے ساتھ آنکھ بند کر کے اپنی پوری زندگی اس کے حوالے کر سکتا ہے۔

Scanned with CamScanner

ہمارے زمانے میں یہ بہت کمیاب صفت ہے۔ اس جگہ، اس نظم میں یہ نہیں بتایا گیا کہ 'غریب سردار' کا آدرش کیا تھا، کس بات میں تھا، مگر یہ صاف نظر آجاتا ہے کہ اس کی نظر میں ایک نورانی تصور تھا، 'پاکیزہ حسن' کا تصور، اور یہ سردار، عشق میں ڈوبا سردار اپنی گردن میں گلوبند کے بجائے [7] ایک مالا ڈالے رہتا تھا۔ البتہ اتنا ہے کہ نظم میں حلیہ بتاتے ہوئے اس کی ڈھال پر جو حروف A.N.B. کا نقش دکھایا گیا ہے وہ کوئی مبہم اشارہ ہے جو سمجھ میں نہیں آتا....."

"غلط.....وہاں لکھا ہے A.M.D."۔ کولیا نے اصلاح کردی۔

"نہیں، میں کہتی ہوں A.N.B.....اور یہی کہنا چاہتی ہوں۔" اگلایا نے تڑ سے جواب دیا۔ "بہرحال جو بھی ہو، اتنا تو صاف ہے کہ وہ 'غریب سردار' بالکل بے نیاز ہو گیا تھا ادھر سے کہ اس کی محبوبہ کون ہے، کیا کرتی ہے۔ اس کے لیے یہی کافی تھا کہ بس ایک کا انتخاب کرلیا، اس کے 'پاکیزہ حسن' پر پورا بھروسہ کیا۔ اسی کے قدموں میں سر جھکا دیا عمر بھر کے لیے۔ یہی تو قابل تعریف بات ہے کہ اگر وہ عورت بعد میں چور نکلے، تب بھی وہ 'غریب سردار' اپنے یقین واعتماد میں فرق نہیں آنے دے گا اور اس کے پاکیزہ حسن کی حمایت میں تلوار اٹھائے گا۔ شاعر کا منشا اس نظم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک غیر معمولی پیکر ایسا تراشے جس سے قرون وسطیٰ کے کسی پاک طینت، عالی فطرت سردار کی سرفروشانہ افلاطونی محبت کا زبردست تصور ابھر کر آجائے۔ بلاشبہ یہ ایک آئیڈیل ہے۔ 'غریب سردار' میں یہ جذبہ اپنی انتہا کو.....یعنی بیراگ تک پہنچ گیا۔ ماننا پڑے گا کہ اس جذبے کی صلاحیت بڑی ہے، اس قسم کے جذبات گہرے ہوتے ہیں اور ایک طرح سے نہایت قابل تعریف بھی۔ رہی دون کوئکزوت سے ان کی مشابہت.....تو اس کا ذکر نہیں۔ یوں ہونے کو، یہ 'غریب سردار' بھی ہے ویسا ہی لیکن سنجیدہ ہے، مزاحیہ نہیں۔ شروع میں تو میں ہنسا کرتی تھی، سمجھتی نہیں تھی مگر اب مجھے یہ 'غریب سردار' پسند ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کے کارناموں کی بڑی عزت ہے میرے دل میں۔"

ان لفظوں پر اگلایا نے بیان تمام کیا۔ اس کی صورت دیکھ کر کوئی نہیں بتا سکتا تھا کہ سنجیدگی سے کہہ رہی تھی یا محض مذاق میں۔

"ہشت، کوئی الٹی کھوپڑی ہوگا، اس کی حرکتیں بھی ویسی ہی ہیں۔" بیگم جنرل نے فیصلہ سنایا "اور تم نے، صاحبزادی پورا لیکچر دے ڈالا۔ میں تو جانوں، تمہارے منہ سے کچھ اچھا نہیں لگتا۔ کچھ بھی سہی، اتنی چھوٹ ملنی نہیں چاہیے تھی۔ کون سی شاعری ہے یہ؟ ذرا سنانا تو، اگر یاد ہے ٹھیک سے۔ مجھے ضرور معلوم ہونی چاہیے وہ نظم۔ عمر میں کبھی مجھے شاعری برداشت نہیں ہوئی.....غریبی اشارہ ہوگا اس میں۔ پرنس صاحب، خدا کے لیے ان باتوں کا برا نہ ماننا، مجھے تم کو برداشت سے ہی کام لینا رہ گیا ہے۔" بیگم جنرل نے پرنس میشکن کو مخاطب ہو کر کہا۔ خود بہت کوفت میں تھیں۔

پرنس میشکن کچھ کہنے کے لیے پر تول رہا تھا مگر ابھی تک ذہنی الجھن سے نکلا نہ تھا، کچھ نہ کہہ سکا۔ تنہا اگلایا تھی جو اپنے "لیکچر" میں اتنی چھوٹ پا کر بھی ذہنی فراغت کے ساتھ بیٹھی رہی بلکہ وہ اور بھی خوش معلوم ہوتی تھی۔ پھر یکایک اپنی جگہ سے اٹھی، اسی سنجیدگی اور وزن ووقار کے ساتھ اور چہرے پر یہ کیفیت لیے، گویا پہلے سے تیار اور منتظر تھی اسی اشارے کی، برآمدے کے درمیان پہنچ کر وہ پرنس کے بالمقابل کھڑی ہوگئی اور پرنس اسی آرام کرسی میں جما بیٹھا تھا۔ سب کے سب اسے حیرت سے تک رہے تھے۔ پرنس ش، دونوں بہنیں، ماں، سبھی اس نئی شرارت پر آمادگی کو ناک بھوں چڑھائے

Scanned with CamScanner

دیکھنے لگے، اب تو یہ شرارت حد سے گزری جارہی تھی۔ مگر صاف دکھائی دیتا تھا کہ یہ سارا تکلف اور اہتمام، جو نظم خوانی کے لیے کیا جارہا ہے، خود اس لڑکی کو مرغوب تھا۔ لیزاویتا بیگم صاحبہ اسے وہیں کے وہیں ڈانٹ کر بٹھانے والی تھیں، لیکن عین اس وقت، جب اگلایا اس مشہور نظم کو تحت اللفظ شروع کرنے والی تھی، دو نئے مہمان، سڑک سے برآمدے کی طرف زور زور سے باتیں کرتے وارد ہوئے۔ ان میں ایک تو خود جنرل ایوان پاپان چین تھے اور ان کے پیچھے کوئی نوجوان شخص۔ تھوڑی سی ہلچل ہوگئی۔

(7)

جو نوجوان جنرل کے ساتھ آیا تھا، اس کی عمر ہوگی اٹھائیس سال، دراز قامت، متناسب بدن، حسین اور ذہین صورت، بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے تیز ظرافت اور بذلہ سنجی جھلکتی ہوئی۔ اگلایا نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا تک نہیں، صرف نظم خوانی میں مصروف رہی۔ خاص انداز سے وہ صرف پرنس کو ہی دیکھتی رہی اور پوری نظم گویا اسی سے خطاب کرکے پڑھ ڈالی۔ پرنس پر یہ بات کھل گئی کہ اس لڑکی کی یہ تمام حرکتیں کسی مخصوص مطلب سے ہیں۔ تاہم نو واردوں کی آمد نے اس کے ہوش وحواس ذرا بحال کر دیئے۔ انہیں آتے دیکھا تو پرنس اپنی جگہ سے اٹھا، دور ہی سے جنرل کو سر جھکا کر سلام کیا۔ اشارے سے سمجھایا کہ نظم خوانی میں خلل نہ پڑے، دو قدم ہٹ کر اپنی آرام کرسی کے پیچھے آگیا۔ کرسی کی پشت پر بایاں ہاتھ ٹیک کر نظم سننے میں مصروف ہوگیا، یعنی آرام کرسی پر بیٹھ کر جو "مذاق کی سی" پوزیشن ہوجاتی تھی، اب وہ نہیں رہی بلکہ یوں کھڑے ہوکر سننے میں زیادہ سہولت ہوگئی۔ بیگم جنرل نے اپنے طور پر یہ کیا کہ نو واردوں کو دو بار ہاتھ کے اشارے سے حکم دیا کہ جہاں ہیں وہیں رک جائیں۔ پرنس کو اس مہمان سے جو جنرل کے ساتھ آیا تھا، کچھ زیادہ ہی دلچسپی تھی۔ وہ اندازے سے پہچان گیا کہ یہ وہی ہے ایوگینی پاولووچ رادومسکی، جس کے بارے میں اتنا کچھ سن چکا تھا اور کئی بار سوچ چکا تھا۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ شخص غیر فوجی لباس میں کیسے، جب کہ سنا تھا، وہ ایک فوجی افسر ہے۔ جب تک نظم چلی، اس نوجوان کے لبوں پر ظریفانہ مسکراہٹ تھرکتی رہی، گویا "غریب سردار" والے معاملے کی بھنک اس کے کان میں بھی پڑ چکی تھی۔

"ممکن ہے، اسی کی قیاس آرائی ہو۔" پرنس نے اپنی جگہ سوچا۔

لیکن اگلایا کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ جس تکلف اور طمطراق سے اگلایا نے نظم کا آغاز کیا تھا، وہ اب ایسی متانت اور وقار میں، شعری کارنامے کی روح میں اتر جانے والے ایسے انداز میں ڈھل گیا، اس نے ایک ایک لفظ کو اس خوبی سے ادا کیا، تحت اللفظ کی اعلیٰ سادگی سے لفظ ایسے ڈھلے ڈھلائے، آواز میں سمو دیئے کہ نظم خوانی تمام ہونے پر نہ صرف یہ کہ سب اسے دیکھتے رہ گئے بلکہ خود نظم میں جان پڑ گئی۔ اس کی روح کی ادائیگی نے ثابت کر دیا کہ جس طرح تن کر، رعب جماتی ہوئی، جس جوش میں وہ نظم پڑھنے برآمدے کے میدان میں نکل کر گئی تھی، وہ کچھ نہ کچھ حق بجانب تھا۔ شان جمانے کے اس انداز سے یہ ظاہر ہوگیا کہ وہ جس کلام کو پڑھنے چلی تھی، اس کے لیے دل میں بے پناہ، بلکہ یوں کہیے کہ معصومانہ محبت وعزت رکھتی ہے۔ اس کی آنکھیں دمکتی رہیں اور وجد ونشاط کی ایک خفیف سی، لطیف سی لہر دو ایک بار اس کے اداس چہرے پر سے ہوکر گزر گئی۔

Scanned with CamScanner

نظم یوں تھی:

سنا ہے، تھا کوئی بانکا رئیس، بے چارہ
زمانے بھر سے خفا، بے زبان، مت مارا
بجھا سا رہتا تھا، چہرے کا رنگ تھا پھیکا
مگر نمونہ ٹڈر پن کا، صاف گوئی کا
بس ایک دھن تھی، لگن تھی، جنون تھا، کیا تھا
نجانے کیسی تمنا تھی، کس کا سودا تھا
نہ حسن زن پہ نظر کی، کبھی، کہیں، اس نے
کسی کے در پہ جھکائی نہیں جبیں اس نے
وہ سوز جاں تھا کہ جس کا سراغ ہی نہ ملے
بتانا کیسا، لب گور تک بھی لب نہ ہلے
گلے میں رہتی گلو بند کی جگہ مالا
نرالی دھج میں نکلتا تھا بانکا متوالا
بنا تھا چادر فولاد سے حجاب اس کا
کسی کے سامنے اٹھا نہیں نقاب اس کا
ہر ایک حال میں اور عشق خوش خصال میں مست
کیا تھا عہد وفا، تھا اسی خیال میں مست
سپر کا نقش تھا وہ یا کوئی علامت تھی!
لہو سے جو اپنے لکھے تھے حرف A.M.D.[9]
اٹھائے دشت فلسطین میں علم پہنچا
ہر ایک معرکۂ جنگ میں قدم پہنچا
لگا کے نعرۂ شیرانہ کوہساروں میں
وہ سر بکف، تن تنہا بڑھا ہزاروں میں
فلک شگاف گرج، ہولناک، ہوش ربا
بس ایک نعرہ: Lumen coeli, sancta Rosal[10]
اسی گرج سے دہلتے تھے آسمان و زمیں
اسی دھاڑ سے دبتے تھے دشمنان دیں
یہ لفظ تیر بنے اور صفوں کے چار گئے

Scanned with CamScanner

مجاہدین مسلمان جنگ ہار گئے
پلٹ کے جنگ سے، اپنی گڑھی چلا آیا
نہ ہمسفر، کوئی ہمدم، نہ کوئی ہمسایہ
وہ بے زبان تھا، دیوانہ وار، افسردہ
اسی گڑھی میں ملا اس غریب کا مردہ

بعد میں جب پرنس کو اس دم کی بات یاد آئی تو دیر تک وہ ایک سوال پر تڑپتا رہا جس کا حل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ ایسے کھرے اور اعلیٰ درجے کے جذبے کو اتنا بر ہنہ اور بس بھرے مذاق میں جوڑ دینا کیسے ممکن ہوا؟ اس پر پھبتی کسی گئی، اس میں تو شبہ کی گنجائش تھی نہیں۔ وہ صاف صاف سمجھ گیا اور اس کی وجہیں بھی تھیں: جب اگلایا نظم پڑھ کر سنا رہی تھی تو اس نے جان بوجھ کر A.M.D. کے حروف کو بدل کر N.F.B. پڑھ دیا۔ نہ یہ پڑھنے والی کی بھول تھی، نہ سننے میں سہو ہوا، یہاں بھول چوک کا سوال ہی نہیں (بعد میں اس کی تصدیق بھی ہوگئی۔) جو بھی ہوا، اگلایا کی یہ شرارت، یعنی اتنا کٹیلا، بے رحم اور چبھتا ہوا مذاق پہلے سے خوب سوچی سمجھی حرکت تھی۔ ''غریب سردار'' کے چرچے مہینہ بھر پہلے سے تھے (اور اس پر سبھی ہنستے تھے) بعد میں اپنی یادداشت پر جتنا بھی زور دیا، پرنس کو یہی یاد رہا کہ اگلایا نے جب یہ حرف ادا کیے تو نہ صرف یہ کہ چہرے پر چھیڑ خانی یا مذاق کا ہلکا سا رنگ بھی نہ آنے دیا، نہ یہ کہ حرفوں کو خاص کر چبا چبا کر ایسے کہا کہ ان کے در پردہ معنی ابھر آتے، بلکہ اس کے برخلاف ایکسار سنجیدگی سے، معصومانہ اور بچکانہ سادگی سے رواں پڑھتی چلی گئی کہ سننے والے سمجھے ہوں گے، نظم میں یہی حروف آئے ہیں، اصل کتاب میں اسی طرح چھپا ہے۔ کوئی بھاری بوجھ پرنس کے دل و دماغ کو زخمی کیے دیتا تھا۔ بیگم جنرل، خیر سے نہ حروف کی تبدیلی والی بات سمجھیں، نہ وہ در پردہ اشارہ ان کے پلے پڑا۔ خود جنرل صاحب نے صرف اتنا جانا کہ ایک نظم تحت اللفظ میں ادا کی گئی ہے۔ باقی سامعین میں زیادہ تر مطلب تاڑ بھی گئے اور انہیں تعجب بھی ہوا کہ ایسی شرارت کی جرأت کیسے ہوئی، ایسی نیت کی ہمت کیسے پڑی، لیکن چپ رہے اور صورت سے کچھ ظاہر نہ ہونے دیا۔ البتہ ایوگینی پاولووچ نہ صرف یہ کہ بھانپ گیا بلکہ اس نے صورت سے بھی ظاہر کیا کہ مطلب سمجھ گیا ہے۔ (پرنس اس پر شرط لگانے کو تیار تھا) کافی تضحیک کے ساتھ وہ ہنس دیا۔

''واہ، کیا خوب!'' نظم ابھی تمام ہوئی تھی کہ بیگم جنرل نے لطف اندوز ہو کر دل سے داد دی۔ ''کس کا کلام ہے یہ؟''

''پوشکن کا..... ممی، آپ ہمیں شرمندہ مت کیا کیجیے۔'' ادے لائیدا پکاری۔ ''کچھ تو غیرت چاہیے!''

''تم جیسی بیٹیوں کا ساتھ ہو تو مت ماری ہی جائے گی۔'' تلخی سے ماں نے جواب دیا۔ ''شرم، ابھی جب ہم گھر پہنچیں گے، تم مجھے پوشکن کی یہ نظم نکال کر دینا۔''

''ہمارے ہاں تو غالباً پوشکن کا کلام ہی نہیں۔''

''پتہ نہیں، کسی دقیانوسی زمانے کی دو پھٹی پرانی جلدیں پڑی دکھائی دیتی ہیں، بس!'' بڑے بہن الیکساندرا نے اضافہ کیا۔

Scanned with CamScanner

''بس، دیر نہ ہو، ابھی پہلی ٹرین سے فیودر کو نہیں تو الیکسئی کو، بلکہ الیکسئی بہتر رہے گا، شہر بھیج کر دکان سے مکھن لو۔ اگلا یا یہاں آؤ میرے پاس، پیار کرو۔ تم نے بہت ہی عمدہ پڑھی نظم۔ لیکن اگر تم نے یہ نظم دل سے پڑھی ہے تو'' چپکے سے بولیں۔ ''تو تمہارے حال پر افسوس آتا ہے۔ اگر تم نے اس کا مذاق اڑنے کی نیت سے پڑھی تو تم نے اچھا نہیں کیا، میں تو شاباش نہ دوں گی۔ بہر حال بہتر تو یہی ہوتا کہ تم ہرے سے نظم پڑھ کر سناتی ہی نہیں۔ سمجھیں؟ خیر، اب جاؤ، چلو بعد میں بات ہوگی تم سے۔ یہاں بہت بیٹھے۔''

اس اثنا میں پرنس نے جنرل ایوان پیان چین سے سلام دعا کی اور جنرل نے اس نوجوان ایوگینی رادومسکی کا اس سے تعارف کرایا۔

''راستے میں سے کھینچ لایا۔ سیدھے اسٹیشن سے آ رہے ہیں، بتایا انہیں کہ میں ادھر جاتا ہوں، ہمارے والے بھی وہیں گئے ہیں.....'' جنرل نے بتایا۔

''جی ہاں، معلوم ہوا کہ آپ بھی یہیں آئے ہوئے ہیں۔'' ایوگینی نے وضاحت کی۔ ''ایک زمانے سے آرزو تھی کہ آپ سے نیاز حاصل کرنے کی سبیل نکالوں، یہی نہیں بلکہ دوستی کی عزت حاصل کروں..... تو یہ موقع کھونا نہیں چاہتا تھا۔ کیا بات، آپ کا مزاج ناساز ہے؟ ابھی سنا.....''

''نہیں اب تو بالکل تندرست ہوں اور آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ آپ کے بارے میں بہت سنا ہے، بلکہ پرنس ش۔ سے ذکر بھی کافی رہا۔'' پرنس لیونکولائی وچ میشکن نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے جواب دیا۔

باہمی رسمی آپ جناب ہوا، دونوں نے ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ذرا دیر دیکھا کیے۔ چشم زدن میں عالم گفتگو کی راہ کھل گئی۔ پرنس نے نوٹ کیا (اور وہ اب تیزی سے، بے صبری سے ہر بات نوٹ کرنے لگا تھا بلکہ وہ بھی جن کا تب تک وجود ہی نہ ہو) کہ رادومسکی کے غیر فوجی لباس نے سبھی کو چونکایا ہے اور غیر معمولی اچنبھے میں ڈال دیا ہے، یہاں تک کہ ذرا دیر کے لیے اب تک کے تمام نقش ذہن سے دھندلا گئے۔ قیاس کیا جا سکتا تھا کہ فوجی کے بجائے سویلین ڈریس کی یہ تبدیلی اپنے ساتھ کوئی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ بڑی اور منجھلی نے ایوگینی پاولووچ سے بوکھلاہٹ میں سوال پر سوال شروع کر دیئے۔ پرنس ش۔ نے جو اس نوجوان کا رشتہ دار بھی تھا، ذرا بے چین ہو کر پوچھا، جنرل پیان چین کی گفتگو میں گھبراہٹ کا رنگ آ گیا۔ تنہا اگلایا تھی جس نے ٹٹولنے والی مگر مطمئن نگاہ سے دم بھر کو دیکھا، جیسے وہ صرف مقابلہ کر کے دیکھ رہی ہو کہ اس جسم پر فوجی لباس زیادہ پھبتا ہے یا شہری۔ ایک منٹ بعد نگاہ پھیر لی اور پھر مڑ کر اس کی طرف نہیں دیکھا۔ بیگم جنرل لیزاویتا پروکوفیونا بھی کچھ پوچھنا گچھنا نہیں چاہتی تھیں۔ اگرچہ عین ممکن ہے کہ وہ پوچھنے کو کسمسا رہی ہوں۔ پرنس کو لگا کہ نوجوان ایوگینی ان کی نظر میں کوئی خاص وقعت نہیں رکھتا۔

''تعجب، حیرت!'' ہر ایک سوال کے جواب میں جنرل ایوان پیان چین یہی ایک بات کہہ دیتے تھے۔ ''جب میں نے ان کو پیترسبورگ میں دیکھا ذرا پہلے تو یقین کرنے کو جی نہیں چاہا اور اس کی اتنی جلدی کیا تھی، مسئلہ تو یہ ہے! خود ہی تو چیخ چیخ کر کہتے تھے کہ بھلا کرسیاں توڑنے کی کیا ضرورت ہے!''(11)

گفتگو چھڑنے سے یہ نکلا کہ ایوگینی پاولووچ نے بہت پہلے سے آمد کا ارادہ کر رکھا تھا کہ وہ اپنے فوجی عہدے سے

استعفیٰ دینے والا ہے، لیکن ہر بار وہ ایسے ہلکے طریقے سے کہہ جاتا تھا کہ یقین کرنا دشوار تھا۔ سنجیدہ باتوں کے بارے میں بھی اس کا بیان ہمیشہ ہنسی مذاق کا روپ دھار لیتا تھا تاکہ کوئی بھی ٹھیک نتیجے پر نہ پہنچ سکے، خصوصاً جب خود اس کا منشا بھی یہی ہو کہ لوگ نتیجے پر نہ پہنچ سکیں۔

"میں شاید عارضی مدت کے لیے، چند مہینے، زیادہ سے زیادہ ایک سال تک ملازمت سے الگ رہوں گا۔" رادومسکی یہ کہہ کر ہنس دیا۔

"مگر ایسی کوئی ضرورت بھی نہیں تھی، جہاں تک مجھے آپ کے معاملات کا علم ہے۔" جنرل ذرا اور تیز ہو گئے۔

"اپنی زمین جائیداد کا چکر لگانا ہے نا؟ آپ نے خود ہی تو مشورہ دیا تھا۔ پھر ملک سے باہر کا بھی ارادہ ہے....."

جلدی ہی موضوع سخن بدل گیا، تاہم ضرورت سے زیادہ بڑھی ہوئی اور لگاتار بے قراری جو سب کو لگ گئی تھی، وہ توجہ سے دیکھنے والے پرنس کی نظر میں اعتدال کی حد سے گزری ہوئی تھی اور غالباً اس کی تہہ میں کوئی خاص بات تھی۔

"تو مطلب یہ کہ 'غریب سردار' پھر منظر پر نمودار ہو گیا؟" ایوگینی نے اگلایا کے نزدیک آتے ہوئے پوچھا۔

پرنس یہ دیکھ کر سکتے میں آ گیا کہ اگلایا نے اس سوال کے جواب میں اسے یوں تجاہل سے اور دریافت طلب نظر سے دیکھا گویا جتانا چاہتی ہو کہ "غریب سردار" کے بارے میں، خبردار، کوئی بات نہ کی جائے، ان کے درمیان یہ گفتگو نہیں ہو سکتی اور یہ سوال وہ سمجھی ہی نہیں۔

"دیر ہو گئی، بہت وقت ہو گیا، اب آدمی کو پوشکن کے لیے شہر بھیجنا کیا معنی! اتنا وقت ہو گیا!" کولیا بیگم صاحبہ سے الجھا ہوا تھا اور پورا زور لگا کر کہے جا رہا تھا۔ "تین ہزار بار میں آپ سے کہہ چکا کہ اب وقت نہیں رہا۔"

"ہاں، واقعی، اب آدمی کو شہر بھیجنا بیکار ہے، دیر ہو چکی۔" ایوگینی پاولووچ اگلایا کو جلدی سے چھوڑ کر اس طرف مڑا اور جیب سے گھڑی نکال کر پھر تائید کی۔ "میں سمجھتا ہوں کہ اب تک تو پیترسبورگ میں دکانیں بھی بند ہو چکی ہوں گی۔ اٹھ نا چکے۔"

"اتنے دن گزار دیے، نہیں منگائی، اب کل صبح تک اور صبر کیا جائے۔" ادے لائیدا نے تلقین کی۔

"اور ہاں، اعلیٰ سوسائٹی کے لوگوں کا یوں بھی ادب سے بہت شوق رکھنا شایان شان نہیں ہوتا۔" کولیا نے بیچ میں ٹوکا دیا۔ "اس سے کہیں زیادہ شایان شان ہے زرد رنگ کی فٹن اور اس میں لال پہیے۔ پوچھ لیجیے ایوگینی پاولووچ سے۔"

"پھر تم کتاب میں سے بولے کولیا!" ادے لائیدا نے ٹوکا۔

"یہ جب کہے گا، کتاب میں سے نکال کر کہے گا۔" ایوگینی پاولووچ نے بات کی ڈور تھامی "تنقیدی تبصروں میں سے جملے کے جملے بول جاتا ہے۔ ان صاحبزادے کی گفتگو سے لطف اندوز ہونے کا اتفاق مجھے بہت دن سے ہے، لیکن اس بار کتابی جملے نہیں کہے ہیں۔ اس دفعہ انہوں نے میری زرد رنگ اور لال پہیوں والی گاڑی پر چھینٹا مارا ہے، مگر کچھ دن پہلے میں نے اسے بدل لیا، صاحبزادے آپ نے دیر کر دی!"

پرنس نے توجہ سے سنا کہ رادومسکی نے کیا کہا۔ اسے محسوس ہوا کہ یہ شخص خوبصورتی، ادب آداب اور خوش مزاجی برتنا جانتا ہے۔ خصوصاً یہ اچھا معلوم ہوا کہ کولیا جیسے لڑکے سے، جس نے اس کے چٹکی بھری تھی، ایوگینی نے برابر کے درجے

Scanned with CamScanner

پر اس دوستانہ انداز میں بات کی۔

''یہ کیا ہے؟'' بیگم جنرل نے لیبید یف کی بیٹی ویرا کو دیکھتے ہی پوچھا۔ وہ اس کے سامنے بڑے سائز کی کئی کتابیں ہاتھوں پر لیے کھڑی تھی۔ کتابیں نئی سی تھیں اور ان کی جلد بڑی شاندار بندھی ہوئی تھی۔

''پوشکن ہے۔'' ویرا نے بتایا ''ہمارا پوشکن۔ ابا نے مجھ سے کہا کہ میں یہ کتابیں آپ کو پہنچا دوں۔''

''یہ کیسے؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟'' لیزاویتا بیگم حیرت میں رہ گئیں۔

''تحفہ نہیں، یہ تحفہ نہیں، بھلا میں یہ ہمت کہاں کر سکتا ہوں!'' بیٹی کے شانے پر سے لیبید یف بھی اچھل کر بولا۔ ''میں تو لاگت پر دیتا ہوں، یہ خاص ہماری خاندانی، ہماری فیملی کی ملکیت ہے، ہمارا پوشکن، اینکوف والا ایڈیشن، اب آج کل دستیاب نہیں ہو سکتا۔ میں تو اس کی اصلی قیمت پر یعنی میں پیش کرتا ہوں عین سعادت سمجھ کر، قیمتاً فروخت کرنے کے لیے تاکہ سرکار عالی جاہ کی قابل احترام ادبی تشنگی کے فوری تقاضے کی تسکین میں.....''

''اگر فروخت کرتے ہو تو ٹھیک ہے، تمہارا شکر۔ گھاٹے میں نہیں رہو گے، فکر مت کرو۔ البتہ یہ جو تمہارا اجاڑ پچکا ہے، بزرگوار، یہ بند کرو۔ میں نے تمہارے بارے میں سن رکھا ہے، بہت پڑھے لکھے آدمی کہلائے ہو۔ کبھی بیٹھیں گے، بات کریں گے۔ خود پہنچا دو گے یہ کتابیں میرے یہاں؟''

''جی، نہایت ادب سے، نہایت سعادت مندی سے۔'' لیبید یف ضرورت سے زیادہ خوش ہو کر اور بھی اجاڑ پچکا اور بیٹی کے ہاتھ سے کتابیں جھٹک لیں۔

''اور ہاں سنو، گم نہ کر دینا۔ لے آنا۔ چاہے ادب سے، چاہے بے ادبی سے۔ کتابیں پہنچانے میں ایک شرط ہے البتہ۔'' بیگم صاحبہ نے لیبید یف کو نظریں گاڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ ''صرف ڈیوڑھی تک آنے کی اجازت ہے تمہیں اور آج بلانے کا وقت نہیں میرے پاس۔ ویرا کو اگر چہ بھیج سکو تو چاہے ابھی بھیج دو۔ مجھے تمہاری بیٹی بہت پیاری لگی۔''

''کیا ہو گیا۔ ابا تم، ان لوگوں کے بارے میں بتاتے کیوں نہیں ہو؟'' ویرا نے بے صبری سے باپ کو مخاطب کیا۔ ''دیکھیے نا، وہ لوگ خود ہی اندر گھس پڑیں گے۔ شور مچانا شروع کر دیا ہے۔ پرنس صاحب!'' وہ اب پرنس کو متوجہ کرنے لگی۔ پرنس چلنے کے لیے اپنا فلیٹ ہیٹ اٹھا چکا تھا۔ ''پرنس صاحب، کچھ لوگ آئے بیٹھے ہیں دیر سے، آپ سے ملنے چار آدمی ہیں۔ ہمارے ہاں بیٹھے برے لفظ منہ سے نکال رہے ہیں۔ ابا انہیں ادھر آنے سے روکتے ہیں۔''

''کس قسم کے لوگ ہیں؟'' پرنس نے پوچھا۔

''کام سے آئے ہیں۔ کہتے ہیں اس قماش کے ہیں کہ آنے نہیں دیا اب..... تو سڑک پر روک لیں گے۔ اچھا ہے لیونکولائی وچ کہ آپ بلا ہی لیجیے۔ پھر ان کی صورت مت دیکھیے گا۔ وہاں انہیں گاور یلا اردالیونچ اور پتیت سن صاحب سمجھا بجھا رہے ہیں، کسی کی نہیں سنتے۔''

''پاولی شیف کا بیٹا ہے، پاولی شیف کا بیٹا۔ نہیں، نہیں، آپ کا کام نہیں!'' لیبید یف عادتاً ہاتھ جھلانے لگا۔ ''اس قابل نہیں یہ لوگ کہ آپ سنیں ان کی اور حضور، عالی جاہ پرنس، آپ ان لوگوں کی خاطر خود کیوں مصیبت مول لیں..... نہیں، نامناسب نازیبا، اس قابل نہیں یہ لوگ!''

Scanned with CamScanner

"پاولی شیف کا بیٹا، اوف خدایا!" پرنس بے انتہا پریشانی میں پڑ کر پکارا۔ "میں جانتا ہوں، مگر میں نے تو یہ کام گاوریلا صاحب کو سونپ دیا ہے۔ ابھی وہ مجھے بتا گئے ہیں کہ....."

اتنے میں گاوریلا (گانیا) کمرے سے نکل کر برآمدے میں آ پہنچا۔ پیچھے پیچھے پتیت سن تھا۔ پاس کے کمرے سے شور سنائی دیا اور اس شور پر جنرل ایولگین کی ڈانٹ پکار..... جیسے وہ کئی آوازوں کو ڈانٹ کر خاموش کرنے کی کوشش میں ہوں۔ کولیا فوراً اس شور پکار کی طرف دوڑا۔

"یہ تو بڑی دلچسپ بات ہوئی!" ایوگینی پاولووچ نے ذرا سنا کر کہا۔

پرنس نے سن کر سوچا "مطلب یہ کہ اس شخص کو معاملے کی خبر ہے!"

"کون پاولی شیف کا بیٹا، کیسا بیٹا؟ کون ہو سکتا ہے یہ؟" جنرل ایوان پان چین گڑبڑائے ہوئے سوال کر رہے تھے۔ آنکھیں گھما گھما کر سب کے چہرے ٹٹول رہے تھے اور یہ محسوس کر کے تعجب میں تھے کہ یہ نیا قضیہ اکیلے انہی کے لیے انجانا ہے۔

بس حقیت یہ ہے کہ سب حاضرین چونک اٹھے تھے، سب انتظار میں تھے۔ پرنس خود بھی چکرایا ہوا تھا کہ اس قدر ذاتی معاملہ اور یہ ذرا کی ذرا میں یہاں تمام حاضرین کی دلچسپی کا سبب کیسے بن گیا۔

"بہت بہتر ہوگا اگر آپ ابھی بذات خود اس معاملے کو نمٹا دیں۔" اگلایا نے پرنس کے نزدیک آ کر خاص سنجیدگی سے کہا۔ "اور ہم سب کو اجازت ہو کہ آپ کے گواہ بن کر بیٹھے رہیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ آپ پر کالک لگے۔ آپ کو چاہیے کہ شان سے اپنی پوزیشن ثابت کر دیں۔ آپ کر دیں گے۔ مجھے بلا کی خوشی ہے آپ کی طرف سے۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ ایک بار دعویداری کا یہ پاپ کٹے۔" بیگم جنرل نے زور سے کہا۔ "اچھی طرح مزا چکھا دینا، معاف مت کرنا انہیں! اس قصے قضیے کو سنتے سنتے میرے کان پک گئے۔ بہت لہو جل چکا ہے تمہاری خاطر اب تک۔ ذرا ہم بھی تو صورت دیکھیں کون ہے! بلواؤ انہیں، ہم بھی بیٹھے ہیں۔ اگلایا نے اچھا سوچا پرنس، آپ نے کچھ سنا ہے اس بارے میں؟" بیگم صاحبہ پرنس ش۔ سے مخاطب ہوئیں۔

"جی ہاں، سنا تو تھا، آپ ہی کے ہاں مگر میں خاص طور پر ان نوجوانوں کو ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔" پرنس ش نے جواب دیا۔

"یہیں ہیں وہ منکرین (Nihilists) ہے نا؟"

"جی نہیں، یہ نہلسٹ والے نہیں ہیں۔" لیبید یف نے قدم آگے رکھ کر خبر دی۔ وہ خود اس ہنگامے سے لرز رہا تھا۔ "یہ دوسری خاص قسم کے لوگ ہیں۔ میرا بھانجا بتاتا تھا کہ یہ نہلسٹوں سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔ آپ میرے سرکار، غلطی فرما رہے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ آپ کی موجودگی سے وہ چکرا جائیں گے۔ یہ گھبرانے، چکرانے والے لوگ نہیں ہیں۔ نہلسٹوں میں تو پھر بھی پڑھے لکھے، بلکہ عالم لوگ نکل آتے ہیں مگر یہ جو ہیں، یہ ان سے بھی تیز ہیں۔ اپنے کام سے کام۔ اپنی غرض مقدم۔ اصل بات یہ کہ نہلزم کی ہی ایک طرح کی پیداوار ہیں یہ۔ سیدھی سامنے کی نہیں بلکہ جناب، سنی سنائی اور گڑی ہوئی۔ یہ اخباروں، رسالوں میں مضمون لکھ کر اپنی ہستی کا اعلان نہیں کرتے، بلکہ منہ پر، سیدھی کارروائی سے جتاتے

Scanned with CamScanner

ہیں۔ان کے یہاں یہ نہیں کہ پوشکن پر، یا کسی اور پر مضمون میں اسے بے معنی اور مہمل بتا رہے ہیں، یا مثلاً یہ بحث چھیڑ دی کہ روس کو کئی ٹکڑوں میں توڑ کر بانٹنا بے حد ضروری ہے۔ یہ تو اس لائن کے ہیں کہ سامنے سے حملہ۔ اگر انہوں نے کچھ کرنے کی ٹھان لی ہے تو پھر کسی رکاوٹ کو نہیں مانتے، کہیں پر بس نہیں، چاہے انہیں اپنی غرض پوری کرنے میں آٹھ آدمی کی گردن اتارنی پڑے۔ پرنس صاحب، میری مانیے، آپ ان سے مت ملیے ..... مت!"

مگر تب تک پرنس نو واردوں کے لیے دروازہ کھولنے جا چکا تھا۔

"لیبیڈیف، آپ انہیں بدنام کرتے ہیں۔" وہ مسکرا کر کہہ گیا۔ "آپ کے بھانجے نے آپ کو بہت جھنجھلا دیا ہے۔ آپ ان کی بات مت مانیے لیزاویتا صاحبہ۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں، وہ جو گورسکی اور دانیلوف، خونی لڑکوں والا معاملہ ہے، وہ محض اتفاقی تھا اور یہ جو ہیں ..... تو یہ بس، یہ کہ غلطی پر ہیں ..... میں یہاں فی الحال آپ کے ہوتے ان سے ملتا نہیں۔ مگر معاف کیجیے بیگم صاحبہ، اب یہ لوگ آ ہی گئے ہیں تو بلائے لیتا ہوں۔ صرف آپ کو دکھانے تک ..... اور پھر چلتا کر دوں گا۔ ہاں تو ..... آیئے صاحبان۔"

ایک اور ہی خلش تھی جو اندر سے اسے بے چین کیے دے رہی تھی۔ ایک خیال آیا۔ غیب سے یہ بات دل میں آئی کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی نے پہلے سے کہہ رکھا ہو اور خاص اسی وقت، اسی جگہ، اسی لمحے اور ان مہمانوں کی موجودگی میں ادھر ہشکار دیا ہو۔ ممکن ہے ایسا کرنے والے کو پرنس کی عزت نہیں بلکہ بے عزتی کرانا مقصود ہو۔ اپنی اس "آسیبی اور خبیثانہ بدگمانی" سے اسے سخت صدمہ پہنچا۔ اگر کسی کو پتہ چل جائے کہ اس کے دماغ میں کیسے کیسے وہم آ رہے ہیں تو وہ شرم سے ڈوب مرے۔ عین اس وقت جب نو واردوں نے قدم اندر رکھا، پرنس دل ہی دل میں خود کو اخلاقی لحاظ سے تمام حاضرین میں گرے سے گرا اور بدترین ارذل مخلوق شمار کرنے پر آمادہ تھا۔

پانچ آدمی اندر آئے۔ چار تو وہ نوجوان نو وارد اور پانچویں ان کے پیچھے جنرل ایولگین، غصے میں بھرے ہوئے، بے تاب اور لفاظی کی شان دکھانے کا دورہ ان پر پڑا ہوا۔ پرنس نے انہیں دیکھا تو مسکرا کر سوچا "یہ میری طرفداری کیے بغیر نہیں رہنے والے!" کولیا بھی ان سب کی لپیٹ میں اندر آ گیا: وہ ایپولیت سے جو انہی نو واردوں میں شامل تھا، گرم ہو رہا تھا۔ ایپولیت اس کی بات سنتا اور ہنسی میں ٹال دیتا۔

پرنس نے ان سب کو بٹھایا۔ اتنے کم عمر لڑکے۔ ننھے بلکہ نابالغ بچے کہ اس پوری صورتحال پر اور جس اہتمام سے انہیں بلا کر بٹھایا گیا، اس پر حیرت ہو سکتی تھی۔ مثلاً جنرل یپان چین، جنہیں اس "نئے معاملے" کی نہ خبر تھی، نہ کچھ سمجھ پائے، اس قدر کم عمر لڑکوں کو دیکھ کر گھن کھانے لگے اور اگران کی بیگم، جنہیں پرنس نے نہایت نجی معاملات سے گہری دلچسپی ہونا، ان کے لیے تعجب کی بات تھی، شوہر کو روک نہ دیتیں تو وہ غالباً کسی نہ کسی صورت میں میں اپنی ناگواری تبھی ظاہر کر دیتے۔ وہ بیٹھے رہے تو کچھ اس وجہ سے کہ دیکھیں، اب کیا ہوتا ہے اور کچھ ان کی نیک دلی نے بٹھائے رکھا اس امید میں کہ شاید مدد کی ضرورت پڑے، اور نہیں تو ان کا عہدہ منصب بھی کام آ سکتا ہے مگر جب جنرل ایولگین نے انہیں دور سے سر جھکا کر سلام کیا تو ان کا منہ پھر چڑھ گیا۔ برہمی کے مارے انہوں نے طے کر لیا کہ منہ پر تالا ڈالے رہیں گے۔

چاروں چھوکروں میں ایک تو وہی، کوئی تیس برس کا آدمی تھا "رگوژین کی پلٹن میں سے" نکلا ہوا "گھونسے باز"

جو بقول خود ہر ایک سائل کو سر راہ پندرہ روبل تھما دیا کرتا تھا" دیکھتے ہی اندازہ ہو گیا کہ باقیوں کی ہمت بندھانے کی خاطر، ایک بار مددگار کی حیثیت سے ساتھ آیا ہے اور ضرورت پڑے تو مدد کا ہاتھ بھی دکھائے۔ ان سب میں پیش پیش تھا وہ نوجوان جسے پاولی شیف کا بیٹا کہا گیا تھا، اگرچہ اس نے اپنا تعارف کرایا انتیپ بردوفسکی کے نام سے۔ یہ نوجوان پھٹے حالوں تھا، فراک کوٹ ایسا کہ آستینیں گھس گھسا کر، میل کھا کر شیشے کی طرح چکنی چمکدار ہو گئی تھیں، واسکٹ پر چکنائی جمی ہوئی اور بٹن گلے تک لگے ہوئے، اندر کے کپڑے بالکل غائب، میل کی تہیں جما ہوا سیاہ ریشمی مفلر جو گلے میں رسی کی طرح بل کھایا پڑا تھا، ہاتھ غلیظ، چہرہ مسوں سے لپا ہوا، بال سنہرے اور آنکھیں، اگر یوں کہا جا سکے تو معصومانہ سینہ زوری لیے ہوئے۔ قد ذرا نکلا ہوا، بدن دبلا پتلا، عمر کوئی بائیس کے آس پاس۔ اس کی صورت سے ذرا بھی کسی قسم کا طنزیا تاثر ظاہر نہیں ہوتا تھا بلکہ اس کے برخلاف اپنے حق کے جائز ہونے کا بھرپور اور اڑیل نشہ چڑھا ہوا۔ اسی کے ساتھ ساتھ عجوبہ پن کی حد تک بڑھا ہوا مسلسل خبط اس بات کا کہ اپنے آپ کو مستقل طور پر زمانے کا شاکی، زیادتیوں کا شکار رکھا اور محسوس کیا جائے۔ جوش میں، جلدی جلدی اور اٹک اٹک کر ایسے بات کرتا گویا لفظ پوری طرح منہ سے نہیں نکل رہے یا تو زبان میں گانٹھ پڑی ہوئی ہے یا پھر غیر ملکی ہے، اگرچہ تھا وہ اصل نسل سے پورا روسی۔

اس کے ساتھ لگا ہوا تھا اول تو وہی لیبید یف کا بھانجا۔ جس سے ہمارے پڑھنے والے واقف ہو چکے ہیں، دوسرے اپولیت۔ یہ اپولیت بہت ہی کم عمر نوجوان تھا، سترہ اٹھارہ کا سن ہوگا۔ چہرہ نہایت ذہین، مگر مستقل تلخی و برہمی کے آثار، بلکہ بیماری بھی ہولناک نشان چھوڑ گئی تھی۔ سوکھا مارا، ڈھانچ، رنگ زرد پھیکا، آنکھیں چمکتی ہوئی اور گالوں پر دو لال دھبے۔ برابر کھانسے جا رہا تھا۔ کوئی لفظ بولتا بلکہ سانس بھی لیتا تو گلا خرخر کرنے لگتا۔ صاف نظر آتا تھا کہ تپ دق کا مرض کافی آگے جا چکا ہے۔ بہت جیا تو شاید دو تین ہفتے جی سکے گا۔ اتنا ہلکان ہو چکا تھا کہ اوروں سے پہلے وہی کرسی میں ڈھے گیا۔ باقی ساتھ والوں نے داخل ہوتے وقت ذرا تکلف سے کام لیا، بلکہ کچھ گڑبڑائے بھی، البتہ نظروں سے اپنی اکڑ جتائی اور کسمسائے کہ کہیں ان کی شان میں فرق نہ آ جائے۔ جو عام شہرت تھی کہ یہ لوگ تمام آداب محفل کو، دنیاداری کی فضول پھکڑ کو ٹھکراتے ہیں، اونچ نیچ کے تعصبات کو بلکہ خاص اپنے مفاد کے سوا دنیا کی ہر شے کو ہیچ پوچ سمجھتے ہیں، اس شہرت سے فی الوقت ان کا انداز کسی طرح میل نہیں کھاتا تھا۔

"میں ہوں انتیپ بردوفسکی۔" جلدی جلدی ہکلاتے ہوئے "پاولی شیف کے بیٹے" نے اعلان کیا۔

"ولادیمیر دا ترینکو۔" لیبید یف کے بھانجے نے کھنکتی ہوئی صاف آواز میں ایسے اپنا نام پکارا گویا اسے "ڈاکٹر ینکو" ہونے پر بھی فخر ہے۔

"کیلر" ریٹائرڈ سینئر لیفٹیننٹ کے منہ سے نکلا۔

"اپولیت تیرنتیف!" آخر والے نے خلاف توقع، سیٹی سی بجا دی۔ سب کے سب ایک قطار میں پرنس کے سامنے کرسیوں پر جم گئے۔ اپنا اپنا نام پکارنے کے بعد سب نے منہ چڑھا لیا اور خود کو تازہ دم رکھنے کے لیے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اپنی اپنی ٹوپیاں جھلاتے رہے۔ سبھی کہنے کو آمادہ تھے لیکن زبان کسی نے نہ کھولی۔ کسی بات کے اندیشے سمائے چہروں پر چیلنج لیے بیٹھے تھے..... جس سے ٹپکتا تھا کہ "سنیے، برادر، غلط! ہمیں تم ہوا نہیں بنا سکتے!" ایسا محسوس ہوتا تھا

کہ کسی کی زبان سے پہلا ایک لفظ نکلنے کی دیر ہے، شروعات ہوتے ہی سب کے سب ایک دم پھٹ پڑیں گے اور ایک دوسرے کی بات کاٹ کر تڑاتڑ بولتے چلے جائیں گے۔

(8)

''صاحبان، مجھے آپ میں سے کسی کے آنے کی امید نہیں تھی۔'' پرنس نے کہنا شروع کیا ''کل تک تو میں خود بھی ہی رہا اور آپ کا معاملہ (انتیپ بردوفسکی سے مخاطب ہوکر) میں نے کوئی مہینہ بھر پہلے مسٹر گاوریلا ایوگلین کے سپرد کر دیا تھا۔ آپ کو تبھی بتا بھی چکا ہوں۔ تاہم اگر بالمشافہ کہنے سننے کی ضرورت ہو تو مجھے اس سے انکار نہیں۔ صرف اتنا ہے، آپ کو اتفاق کریں گے کہ وقت دیکھتے ہوئے، اگر بات ذرا دیر کی ہو تو، ہم دوسرے کمرے میں چلے چلتے ہیں..... یہاں میرے خاص ملنے والے اور یقین کیجیے.....''

''خاص ملنے والوں کا کیا..... جتنے بھی ہوں۔ مگر یہ کہنے کی اجازت ہو کہ.....'' پرنس کی بات کاٹ کے لیبیدیف کے بھانجے نے پہل کی۔ اس کے لب ولہجہ میں اچھی خاصی جھڑکی تھی مگر آواز اونچی نہیں۔ ''اجازت ہو کہ آپ کو ہم جتا دیں کہ آپ ہمارے ساتھ زیادہ معقولیت سے پیش آ سکتے تھے، یوں نہیں کہ دو گھنٹے ہمیں اپنی غلام گردش میں بٹھائے رکھا۔''

''اور ہاں..... میں بھی..... یہ کہاں کا نوابی پن ہے! اور یہ صاحب..... یعنی یہ کہ جنرل صاحب ہیں اس کی جناب، آپ کا غلام نہیں ہوں! اور میں..... میں.....'' انتیپ بردوفسکی نے حد سے زیادہ جوش میں آ کر بولنا چاہا۔ اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے، آواز میں غصے کی لرزش تھی، منہ سے جھاگ اڑ رہے تھے، جیسے یا تو پھٹ پڑا ہے یا پرزے اڑ رہے ہیں، مگر بولنے کی ایسی جلدی تھی کہ دس لفظ منہ سے نکالنے کے بعد کیا کہا، کچھ سمجھ میں نہ آیا۔

''یہ نوابی پن تھا!'' ایپولیت سیٹی کی سی پھٹی آواز میں چیخنایا۔

''اگر کہیں میرے ساتھ یہ سلوک ہوا ہوتا.....'' گھونسہ باز غرایا۔ ''یعنی خاص مجھ سے ہی، ایک عزت دار آدمی کی طرح، ایسا برتاؤ کیا جاتا تو میں بردوفسکی کی جگہ..... میں تو.....''

''صاحبان، مجھے تو ابھی اسی منٹ اطلاع ملی کہ آپ یہاں موجود ہیں۔ قسم لے لیجیے۔'' پرنس نے دہرایا۔

''ہم آپ کے لوگوں سے، مسٹر پرنس، ڈرتے نہیں ہیں۔ کوئی بھی صاحب ہوں۔ ہم تو اپنے حق پر ہیں۔'' لیبیدیف کے بھانجے نے پھر دون کی لی۔

''آپ سے ایک بات پوچھنی ہے، اجازت ہو، کیا حق ہے آپ کو، بردوفسکی کا معاملہ اپنے دوستوں کی عدالت میں رکھنے کا؟'' پھر ایپولیت نے اس بار بہت گرم ہو کر چیخ کی سی آواز نکالی۔ ''ممکن ہے ہمیں آپ کے لوگوں کا دیا ہوا فیصلہ نہیں چاہیے۔ ویسے ہی معلوم ہے کہ آپ کے اپنے لوگ کیا فیصلہ دیں گے!''

''اچھا، مسٹر بردوفسکی، اگر آپ یہاں، سب کی موجودگی میں بات نہیں کرنا چاہتے تو۔'' پرنس، جو اس قسم کی شروعات سے سٹپٹا گیا تھا، بالآخر زبان کھولنے کے قابل ہوا ''تو میں نے آپ سے کہا نا کہ دوسرے کمرے میں چلتے ہیں پھر ایک بار بتا دوں کہ آپ کی اطلاع مجھے اسی منٹ پہنچی ہے.....''

Scanned with CamScanner

"مگر، آپ کو کوئی حق نہیں تھا، کوئی حق نہیں، ہرگز کوئی حق نہیں تھا اور آپ کے دوست تو..... یہ جو ہیں....."
پردہ سکی پھر جھٹکے دے دے کر بولا۔ اپنے اردگرد وحشیانہ اور تشویش کی نظر سے دیکھتا جاتا تھا، جتنا زیادہ اس کی بے اعتباری اور وحشت بڑھتی، پارہ اتنا ہی چڑھتا تھا۔ "آپ کو کوئی حق نہیں!" اتنا کہہ کر ایک جھٹکے سے رک گیا۔ گویا تار ٹوٹ گیا۔ بغیر کہے اس نے اپنے کمزور بینائی والے، ابلتے ہوئے، حد سے زیادہ باہر نکلے، موٹے موٹے لال ڈوروں والے دیدے سوالیہ انداز میں پرنس پر گاڑ دیئے اور پورے دھڑ سے آگے کی طرف جھک گیا۔ اس بار پرنس ایسا حیرت زدہ ہوا کہ خاموش ہو کر خود بھی اس لڑکے کو تکنے لگا۔ اس کی بھی آنکھیں باہر نکل آئی تھیں اور زبان گنگ تھی۔

"مسٹر لیو میشکن۔" بیگم جنرل نے بکا یک پکارا۔ "ذرا یہ لو، پڑھو اسے، ابھی اسی وقت، سیدھا سیدھا تمہارے معاملے سے تعلق ہے اس کا۔"

انہوں نے جلدی سے ایک مزاحیہ ہفتہ وار اس کی طرف بڑھایا اور ایک خاص مضمون پر انگلی سے اشارہ کیا۔ جب یہ نووارد اندر آ رہے تھے، اسی وقت لیبید یف نے بیگم جنرل کے ایک جانب سے اچھل کر..... جن کی خوشنودی حاصل کرنے میں لگا ہوا تھا..... منہ سے ایک لفظ کہے بغیر اپنی پہلو کی جیب میں سے یہ اخبار نکالا، بیگم صاحبہ کی آنکھوں کے سامنے کیا اور نشان زدہ کالم دکھا دیا۔ بیگم لیزاویتا اتنی دیر میں جتنا کچھ پڑھ سکیں، اسی سے سکتے میں آ گئیں۔ ان پر وحشت طاری ہو گئی تھی۔

"کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ سنا کر نہ پڑھا جائے۔" پرنس نے الجھن میں پڑ کر ٹوٹی آواز میں کہا۔ "میں خود ہی پڑھ لوں گا..... بعد میں....."

"تم پڑھ کے سناؤ جی، ابھی پڑھ دو۔ آواز سے پڑھ کے، بآواز بلند سناؤ۔" بیگم لیزاویتا نے کولیا کو ہدایت کی۔ پرنس نے ابھی اخبار سنبھالا بھی نہ تھا کہ انہوں نے بے صبری میں اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔ "سناؤ تم، بآواز بلند، کہ ہر ایک سن سکے۔"

یہ لیزاویتا پروکوفیونا، بیگم جنرل تیز امزاج خاتون تھیں اور لہر میں آ جاتی تھیں، ایسی کہ ناگہانی، یکبارگی، دیر تک سوچے سمجھے بغیر وہ اندھا دھند کشتی کا لنگر اٹھاتیں اور موسم کی طرف سے آنکھ بند کر کے کھلے سمندر میں کشتی ڈال دیتیں۔ ان کے شوہر جنرل ایوان فیودروویچ فکر مند ہو کر پہلو بدلنے لگے۔ پہلے منٹ، اتنے میں کہ لوگ آپ سے آپ ٹھٹکے ہوئے تھے اور سمجھ نہ پائے کہ اب کیا ہوگا، کولیا نے اخبار کی تہہ کھولی اور اس جگہ سے جہاں اچھل کود والے لیبید یف نے نشان لگایا تھا، بآواز پڑھنا شروع کر دیا:

"پروتاریہ اور رئیس زادے، ایک واقعہ ہے یہ آج کے روز اور ہر روز کی لوٹ کا ترقی! اصلاح! انصاف!"

"عجیب و غریب واقعات رونما ہو رہے ہیں ہمارے نام نہاد مقدس روس میں، ہمارے اصلاحات والے زمانے میں اور نئے مالیاتی کاروبار کے دور میں، اس زمانے میں جو قومی احساس کا کہلاتا ہے اور کروڑوں روبل ہر سال ملک سے باہر نکل جاتا ہے۔ اس دور میں جب انڈسٹری پھیلائی جا رہی ہے اور محنت کے ہاتھ مفلوج کیے جا رہے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ ساری باتیں آپ سے پڑھی نہیں جائیں گی، صاحبان، پس، آمدم برسر مطلب۔ عجیب واقعہ پیش آیا ہے ایک ایسے

Scanned with CamScanner

شخص کے ساتھ جو ہمارے یہاں کی معطل جاگیرداری کے (De profundis!) ایک رئیس کی اولاد سے ہے۔ یہ ان میں سے ایک کی ہے جن کے دادا جوے کی میز پر سب کچھ ہار کر، دامن جھاڑ کر چل بسے اور جن کے باپوں کو ناچار فوج میں کیڈٹ اور سینئر لیفٹیننٹ کی نوکریاں کرنی پڑیں اور عموماً سرکاری خزانے کی رقم میں بے قصور غبن کے سلسلے میں مقدمہ چلا اور مقدمے کے دوران مر مرا گئے اور اب ان کی اولاد، ہمارے اس قصے کے ہیرو کی مانند یا تو ایڈیٹ پلتی بڑھتی ہے یا پھر فوجداری کے کیس میں ماخوذ ہوتی ہے، جہاں سے جیوری انہیں نصیحت اور سدھار کے نام پر رہا کر دیتی ہے اور آخر انجام یوں ہوتا ہے کہ ایسا کوئی واقعہ سرزد ہوتا ہے جس سے پبلک حیران رہ جاتی ہے اور ہمارے زمانے کو، جو ویسے ہی کچھ کم داغدار نہیں ہے، اور بھی بدنام کر دیتا ہے۔ ہمارا یہ جو رئیس زادہ ہے، کوئی چھ مہینے پہلے لمبے موزے، غیر ملکی فیشن کے چڑھائے ہوئے اور بوسیدہ فرسودہ اکہرا کوٹ پہنے ہوئے، کانپتا ہوا سردی کے موسم میں روس واپس ہوا سوئٹزرلینڈ سے، جہاں رہ کر ایڈیٹ ازم (کذا!) کا علاج کرا رہا تھا۔ ماننا پڑے گا کہ اس کی قسمت زوردار نکلی کہ اس کی دلچسپ بیماری کا تو کیا ذکر، جس کے علاج کی خاطر سوئٹزرلینڈ میں رہا (کسی نے کبھی حماقت کا بھی علاج ہوتے دیکھا ہے!) وہ اس روسی ضرب المثل کا جیتا جاگتا ثبوت بن سکتا ہے: عقل کے کھوٹے قسمت کے دھنی بھی ہوتے ہیں۔ اب آپ حضرات خود فیصلہ کیجیے: دودھ پیتا بچہ تھا کہ یتیم ہو گیا۔ سنا ہے کہ اس کا باپ فوج میں سینئر لیفٹیننٹ تھا، کمپنی کی ساری سرکاری رقم جوئے میں اڑا دی، غبن کا مقدمہ چل رہا تھا کہ مر گیا یا پھر شاید اس کا مقدمہ تھا کہ اپنے ایک ماتحت سپاہی کو اتنے کوڑے لگوائے کہ وہ جان سے جاتا رہا (کیا زمانہ تھا، یاد کیجیے حضرات!) اس یتیم بچے یعنی ہمارے اس رئیس زادے کو ایک بہت ہی دولت مند روسی جاگیردار نے اپنی سرپرستی میں لے لیا۔ جاگیردار مذکور..... جسے اب ہم پ۔ کہہ لیں، اگلے سنہرے وقتوں میں چار ہزار جانوں کا مالک تھا (چار ہزار زرخرید کسان، آپ سمجھے مطلب؟ میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا۔ معنی مطلب والی لغت کھول کے دیکھتا ہوں: تازہ افسانہ مگر یقین آنا مشکل۔) وہ جاگیردار، ظاہرا، ان روسی مفت خوروں اور کام چوروں میں سے ہوگا جو اپنی عیش عشرت کی زندگی غیر ملکوں میں گزارا کرتے تھے۔ گرمیوں میں پانی کے چشموں پر، سردیوں میں پیرس کے شاطوی فلیور، جہاں اپنے اچھے دنوں میں یہ لوگ بڑی رقمیں اڑا دیا کرتے تھے۔ صحیح اندازے سے یہاں تک کہا جا سکتا ہے کہ جب تک زرخرید رعایا والی جاگیرداری چلی، اس کی آمدنی کا ایک تہائی پیرس کے شاطوی فلیور کے مالکوں کی جیب میں جاتا رہا۔ (ہائے، ہائے، کیا قسمت تھی ان مالکان شاطوی کی!) جو بھی ہوا ہو مگر اس بے فکرے جاگیردار پ۔ نے بن ماں باپ کے رئیس زادے کو نوابی ٹھاٹھ سے پالا، مرد اور عورت ٹیوٹر رکھ کر تعلیم دلائی۔ (آیا ئیں تو یقیناً دلربا ہی ہوں گی) انہیں تو وہی پیرس سے لے کر آیا کرتا تھا مگر صاحبزادے، رئیس کی اولاد، بدھو کے بدھو ہی رہے۔ شاطوی فلیور کی اتالیق عورتیں اسے کچھ نہ سکھا سکیں، بیس برس کا ہونے آیا، تب تک پوتڑوں کا رئیس بولنا بھی نہ سیکھا، کوئی بھی زبان، یہاں تک کہ روسی زبان اس سے بولی نہیں جاتی تھی۔ خیر روسی نہ آنا کوئی خطا نہیں۔ درگزر کے قابل ہے۔ انجام کار اس روسی جاگیردارانہ دماغ میں یہ سودا سمایا کہ اس بدھو، ایڈیٹ کو سوئٹزرلینڈ میں عقل سکھائی جائے..... اس بات میں منطق تو ہے۔ مفت خور دھنی آدمی قدرتی طور پر یہ سوچ سکتا ہے کہ عقل بھی بازار میں بکتی ہے، پیسہ دو، خرید لو..... اور وہ بھی سوئٹزرلینڈ میں۔ وہاں کوئی مشہور ڈاکٹر پروفیسر تھا، پانچ سال اس کا علاج چلتا رہا۔ ہزار ہا روپیہ خرچ ہو گیا۔ ایڈیٹ کو عقل تو خیر کیا آتی، البتہ اتنا ہوا، لوگ

بتاتے ہیں کہ آدمی کی صورت نکل آئی تھوڑی بہت۔ اتنے میں مسٹر پ۔ کو آناً فاناً موت نے دبوچا۔ وصیت کوئی چھوڑی نہیں۔ معاملات میں، جیسا کہ ہوتا ہے، افراتفری۔ مردے کے مال پر دانت لگانے والے بہت، انہیں ذرہ برابر پرواہ نہیں اس رئیس ابن رئیس کی جو کسی کی عنایت کی بدولت پیدائشی ایڈیٹ ازم سے سوئٹزرلینڈ میں زیر علاج تھا۔ یوں تو یہ مریض بدھو تھا، مگر اس نے اپنے پروفیسر ڈاکٹر کو چلانے کی کوشش کی، دو سال، بتاتے ہیں کہ اس سے مفت علاج کراتا رہا، اپنے مربی اور محسن کی موت راز میں رکھی مگر وہ ڈاکٹر بھی ایک شعبدہ باز! روپیہ وصول نہ ہونے سے ڈرا اور اوپر سے اسے پچیس سالہ مفت خور مریض کی خوراک نے ڈرا دیا تو اس نے اپنے پرانے موزے نکالے، اگلے وقتوں کا پھٹا پرانا گرم کوٹ نکالا، اس مریض کو یہ تحفہ عطا کر کے سوئٹزرلینڈ سے تھرڈ کلاس میں بٹھا، بیک بینی و دو گوش روانہ کر دیا Nach Russland..... جا سیدھے روس کو۔ سوئٹزرلینڈ سے دفان۔ ایسا نظر آتا تھا کہ تقدیر نے ہمارے ہیرو سے منہ پھیر لیا۔ مگر تقدیر تو ایسی اندھی ہے کہ پورے پورے ضلعے بھوک سے مرا کریں اور وہ اپنی نعمتیں اس شریف زادے چھوکرے پر برسائے، جیسے کہ کریلوف[12] کی ''بادل'' والی حکایت ہے کہ سوکھی کھیتی سے گزر گئے اور سمندر پر جا کر برس گئے۔ جونہی یہ شخص سوئٹزرلینڈ سے پیترسبورگ پہنچتا ہے کہ ماسکو میں اس کی ماں کے (جو ظاہر ہے تاجروں کی اولاد تھیں) ایک رشتہ دار کی موت ہو جاتی ہے۔ بوڑھا لاولد بن بیاہ، چکنی داڑھی، قدامت پسند فرقے کا بیوپاری اور وہ اپنے پیچھے لاکھوں لاکھ نقد مبلغ گنی ہوئی رقم چھوڑ جاتا ہے جس پر کسی کا دعویٰ نہیں (ہمیں آپ کو مل جائے تو کیسا رہے!) ساری کی ساری دولت، رقم ہمارے اس رئیس زادے کے لیے، سب اس خاندانی نواب کو، جس کی بے عقلی کا سوئٹزرلینڈ میں علاج ہو رہا تھا، مگر اب سنگیت کے سُر بدلتے ہیں۔ موزے دار جوتوں والے اس نواب زادے کے آس پاس جو ایک شہرت یافتہ، کسی کی خوبصورت داشتہ کے چکر میں پڑا تھا، دوستوں اور خاص ملنے والوں کا ہجوم لگ گیا۔ رشتہ دار بھی نکل پڑے، سب کے سوا شریف خاندان کی نوعمر لڑکیوں کی یلغار ہوئی جنہیں تمنا تھی، اس ارمان میں مری جا رہی تھی کہ باضابطہ شادی کی مہر لگ جائے اور کیا چاہیے: عالی خاندان، لکھ پتی اور ایڈیٹ..... ساری صفات ایک ساتھ۔ ایسا شوہر کہ چراغ لے کے ڈھونڈھو تو نہ ملے اور فرمائش سے بنواؤ تو نہ بنے!.....''

''یہ..... میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔'' جنرل ایوان فیودروویچ انتہائی تنفر سے کڑکے۔

''بس کرو کولیا!'' پرنس نے التجائیہ آواز میں کہا۔ ہر طرف آہ واہ مچ گی۔

''پڑھنا ہے، بس، پڑھنا ہی ہے، چاہے کچھ ہو!'' بیگم لیزاویتا نے کاٹ دیا۔ وہ بھری بیٹھی تھیں۔ ''پرنس، اگر پڑھنے سے روکا گیا تو جھگڑا ہو جائے گا۔''

کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ کولیا جو خود بے چین تھا، گال غصے کے مارے تمتما رہے تھے، جھکولے کھاتی آواز میں آگے بڑھنے لگا۔

''اس اثناء میں، جب ہمارا راتوں رات لکھ پتی بننے والا یوں کہیے کہ اپنے سنگھاسن پر تھا، ایک بالکل ہی انہونی

Scanned with CamScanner

صورتحال پیش آ گئی۔ ایک پیاری سی صبح کو کوئی شخص اس سے ملنے حاضر ہوا۔ پرسکون اور تیکھا چہرہ، مہذب، معقول، گفتگو، دیدۂ زیب شریفانہ لباس اور ظاہر تھا کہ روشن خیال، ترقی پسند نظریات کا آدمی۔ مختصر لفظوں میں اس نے اپنی آمد کا سبب بیان کیا: یہ شخص مشہور وکیل ہے جسے ایک نوجوان موکل نے اپنا کام سپرد کیا ہے۔ وہ اسی کی وکالت کرنے آیا تھا۔ وہ نوجوان موکل کون؟ انہی مرحوم جاگیردار پ۔ کا فرزند، اگرچہ خاندانی نام مختلف رکھا ہے۔ اس عیاش طبع پ۔ نے اپنی نوجوانی میں رعایا کی ایک نوعمر، نیک ایماندار، غریب لڑکی کو پھنسا لیا تھا، جسے یوروپین تعلیم و تربیت بھی ملی تھی۔ (ماضی میں جاگیرداروں کو رعایا کی بہو بیٹی پر جو اختیارات حاصل تھے، وہ کام آئے) جب دیکھا کہ اپنے اس تعلق کا نتیجہ اٹل ہے اور سامنے آیا چاہتا ہے تو جھٹ پٹ اس لڑکی کا ایک ایسے شخص سے بیاہ رچا دیا جو تجارتی کاموں میں بھی تھا اور سرکاری ملازمت میں بھی۔ یہ نیک طینت شخص بہت دنوں سے اس لڑکی کی محبت میں مبتلا تھا۔ شروع میں تو جاگیردار نو بیاہتا جوڑے کی کچھ امداد کرتا رہا، تھوڑے دن بعد امداد کا یہ ہاتھ ہٹا دیا گیا کیونکہ شوہر کی شرافت اسے گوارا نہیں کرتی تھی۔ مدت گزر گئی اور مسٹر پ۔ رفتہ رفتہ اس لڑکی کو بھی بھول بھال گیا اور لڑکی کے پیٹ سے جو اس کا تخم تھا، وہ بھی ذہن سے اتر گیا۔ جیسا کہ کہا گیا، بعد میں اس پ۔ کا انتقال ایسی حالت میں ہوا کہ وصیت کرنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ آگے یہ ہوتا ہے کہ وہ لڑکا جو باضابطہ شادی کے بعد پیدا ہوا اور دوسرے خاندانی نام کے ساتھ پلا بڑھا، جسے اس کی ماں کے شریف طبع شوہر نے بیٹے کی طرح پالا پوسا، مگر وہ بھی اپنے وقت سے قضا کر گیا، اس کی موت کے بعد بالکل بے سہارا، محض اپنے ہاتھ پاؤں پر رہ گیا۔ اپنا بوجھ اور پھر ماں کا بوجھ، جو ٹانگوں سے معذور، بیمار، آزار، دور دراز کے مقام پر پڑی دن کاٹ رہی تھی۔ اس نوجوان نے پائے تخت میں جیسے تیسے اپنا ذریعہ معاش نکالا، سوداگر بچوں کو روزانہ گھر جا کر ٹیوشن دیئے، محنت کی کمائی پر بسر کی اور ہائی اسکول پاس کر لیا۔ بعد میں وہ اسی طرح ٹیوشن کر کر کے آگے کی تعلیم بھی لیکچروں میں حاضری دے کر پرائیویٹ سے جاری رکھنا چاہتا تھا مگر روسی بیوپاری کے ہاں ٹیوشن سے کیا ملتا ہے، دس پیسے فی سبق تو اس میں کیا اپنی گزر ہو، کیا اس ماں کو، بیمار، ٹانگوں سے معذور ماں کو سہارا دیا جائے؟ آخر وہ وہیں کسمپرسی کی حالت میں مر گئی۔ تب بھی اس نوجوان طالب علم کی پریشانی کچھ کم نہ ہوئی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت میں ہمارے اس رئیس زادے کا، بہ نظر انصاف، کیا فرض ہوتا ہے؟ آپ، پڑھنے والے حضرات، سوچیں گے کہ دل میں اس نے سوچا ہوگا: 'مجھے تو آج تک مرحوم پ۔ کی ساری مہربانیاں نصیب ہوتی رہیں، تعلیم تربیت پر، آیاؤں، استانیوں پر، بے عقلی کا علاج کرانے پر سوئٹزرلینڈ میں لاکھوں روپیہ کھپ گیا۔ اب میں لاکھوں میں کھیلتا ہوں اور ادھر وہ پ۔ کا شریف طبع، نیک سیرت بیٹا، جو اپنے من موجی، رنگیلے اور فرزند فراموش باپ کی حرکتوں کا کسی صورت سے بھی قصوروار نہیں، وہ ٹیوشن کرتے کرتے مرا جا رہا ہے۔ وہ سب کچھ جو مجھ پر خرچ ہوا، از روئے انصاف اسی بیٹے پر لگنا چاہیے تھا۔ وہ زبردست رقمیں جو مجھ پر بہائی گئی ہیں، اصل میں میری نہیں تھیں..... صرف اندھی قسمت کے ہاتھوں شیرینی بٹی ہے، ورنہ پ۔ کے بیٹے کو ملتیں۔ مجھ پر نہیں بلکہ اس لڑکے پر عنایات کی بارش ہونی چاہیے تھی، میں تو من موجی، بے فکرے، فراموش کار پ۔ کے ایک چونچلے اور ایک ترنگ سے فیض یاب ہو گیا۔ اگر مجھ میں شرافت کا خون ہوتا، موقع محل کا شعور ہوتا، انصاف پسندی ہوتی تو میں پ۔ کے فرزند کو بلاشبہ اپنی اس میراث کی دولت کا نصف ضرور دے دیتا۔ مگر چونکہ میں حساب کتاب پر نظر رکھنے والا آدمی ہوں سب سے مقدم اور پھر یہ

بھی خوب سمجھتا ہوں کہ قانون کی نظر میں یہ معاملہ کچھ دم نہیں رکھتا، تو اپنی کل رقم کا آدھا تو دوں گا نہیں۔ البتہ، میری طرف سے یہ بڑی رذالت اور بے غیرتی ہوگی (رئیس زادہ یہاں بھول گیا کہ عاقبت اندیشی کا تقاضا بھی نہیں) کہ میں وہ لاکھوں کی رقم، جو۔پ کی طرف سے میری بے عقلی پر کھپ گئی ہے، کم از کم وہ اس کے حقیقی بیٹے کو واپس نہ کردوں۔ یہ صرف انسانی ضمیر اور انصاف کا تقاضا ہے! سوچنے کی بات ہے کہ اگر پ۔ نے مجھے اپنے سائے میں نہ لیا ہوتا بلکہ میرے بجائے اپنے بیٹے کی فکر کی ہوتی تو میرا کیا حال ہوتا؟"

"نہیں، حضرات، ہمارے یہ رئیس زادے اس طرح نیک و بد نہیں سوچا کرتے۔ اس نوجوان کے وکیل نے بہتیرا سمجھایا، وکیل نے محض خیر خواہی کے جذبے سے اور اس نوجوان کی مرضی کے قریب خلاف زبردستی سی کر کے یہ جھنجھٹ اپنے سر لیا تھا، تو وکیل نے عزت و غیرت کا واسطہ دیا، شراف و انصاف بلکہ نشیب و فراز دکھا کر بھی قائل کرنا چاہا، مگر یہ سوئٹزرلینڈ کا تربیت یافتہ ٹس سے مس نہ ہوا۔ یہ بھی کیا، یہ سب بھی کچھ نہیں، مگر اس پر مزید ایسی حرکت کی جو واقعی ناقابل درگزر ہے اور چاہے کسی بھی عجیب مرض کا شکار ہو، اسے اس حرکت پر معاف نہیں کیا جا سکتا۔ اپنے ڈاکٹر پروفیسر کے موزے دار جوتوں سے تازہ تازہ رہائی پانے والے اس لکھ پتی کو اتنا نہ سجھائی دیا کہ شریف طبع نوجوان اس سے کوئی خیرات نہیں مانگ رہا، امداد کا طالب نہیں۔ وہ جو خود کو ٹیوشن پڑھا پڑھا کر ہلکان کیے لے رہا ہے، بلکہ اپنا حق، اپنا واجب الادا طلب کر رہا ہے۔ اگرچہ اسے کوئی قانونی حق نہیں اور وہ خود حق جتا بھی نہیں رہا۔ تو اس کی طرف سے دوست احباب کوشش کر رہے ہیں۔ بڑے پن کی شان سے اور اس نشے میں کہ لاکھوں کی رقم سے لوگوں کو دبایا جا سکتا ہے، ہمارے اس بہادر نے جیب سے پچاس روبل کا نوٹ نکالا اور اس شریف نوجوان کو حقیر خیرات کے طور پر بھیج دیا۔ حضرات، آپ کو یقین نہیں آ رہا ہے نا؟ آپ کو سخت کوفت ہوئی، ذلت کا احساس ہوا، نفرت کی کڑاکے دار چیخ آپ کے حلق سے نکلی، ہاں..... مگر اس رئیس زادے نے تو یہی، بالکل ایسا ہی کیا! یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ وہ روپیہ فوراً اسے لوٹا دیا گیا، یوں کہیے کہ اسی کے منہ پر مار دیا گیا۔ اب ہم پوچھتے ہیں، حل کیا ہے اس قضیے کا؟ معاملہ قانونی تو ہے نہیں، یہی رہ جاتا ہے کہ لوگوں کے علم میں لایا جائے۔ تو ہم یہ قضیہ پبلک کے سپرد کرتے ہیں۔ اس کی صداقت کا ذمہ ہمارا۔ سنا ہے کہ ہمارے ایک مزاح نگار نے اس موقع کے لیے لاجواب مزاحیہ نظم لکھ دی ہے، جو اس قابل ہے کہ جگہ دی جائے ہمارے رسم و رواج کے متعلق صرف صوبائی خاکوں میں نہیں بلکہ پائے تخت کے پرچے میں بھی۔ ملاحظہ ہو:

لیو[13] نے کوٹ میں شنیڈر[14] کے
کر دیئے پار پورے پانچ برس
کھیلتے کودتے گزارے دن
یا شرارت کا شوق یا آلس
تنگ جوتے پہن کے گیٹس کے
خیر سے گھر جو آئے، لاکھوں پائے
ہے عبادت کا لطف روسی میں

Scanned with CamScanner

اور مال یتیم بھی ہتھیائے۔"

جیسے ہی کولیا نے پڑھنا بند کیا، اخبار اس نے پرنس کو دیا اور کوئی لفظ کہے بغیر دوڑ کر کونے میں چلا گیا۔ ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ وہ شرم سے پانی پانی ہوا جا رہا تھا۔ بچپنے کی حساس طبیعت جو ابھی ایسی گندگی کی عادی نہیں ہوئی تھی، حد سے زیادہ اذیت میں مبتلا تھی۔ کولیا کو یوں لگا کہ کوئی غیر معمولی ہنگامہ خیز واقعہ ہو گیا جس نے ایک وار میں سب کچھ توڑ پھوڑ کر رکھ دیا..... کہیں وہ خود ہی تو اس کا سبب نہیں کیونکہ اسی نے آواز سے پڑھ کر سنایا ہے۔

اکیلا وہی نہیں، سبھی اس قسم کی سنسنی محسوس کر رہے تھے۔

لڑکیاں بہت کسمسائیں، بہت شرمائیں۔ بیگم جنرل غصے کے مارے اندر ہی اندر کھول رہی تھیں اور غالباً سخت پشیمان تھیں کہ اس مخمصے میں پڑنا ہی کیا ضرور تھا۔ اب وہ دم بخود تھیں۔ پرنس پر دیسی گزری جیسی اکثر اس قسم کے نازک موقعوں پر بڑے شرمیلے لوگوں پر گزرا کرتی ہے۔ حرکت دوسرے کی تھی لیکن جھینپ رہا تھا پرنس، اور اتنا شرمندہ ہوا، اپنے مہمانوں کے سبب ایسی غیرت آئی کہ چند لمحوں تک تو ان کے سامنے نظر اٹھاتے ڈرا۔ پتیت سن، واریا، گانیا، یہاں تک کہ لیبیدیف بھی سٹپٹائے ہوئے نظر آتے تھے۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ کہ ایپولیت اور "پاولی شیف کا بیٹا" یہ دونوں بھی کسی سبب سے حیرت زدہ تھے۔ لیبیدیف کا بھانجا بھی کچھ خوش نہیں ہوا تھا۔ اکیلا ایک گھونسہ باز تھا جو چین سے بیٹھا اپنی مونچھوں کو تاؤ دیئے جا رہا تھا، چہرے پر اکڑ لیے اور آنکھیں کسی قدر جھکائے ہوئے۔ شرم یا پریشانی کے مارے نہیں، بلکہ اس کے برعکس یہ تاثر دینے کو کہ شرافت سے نگاہ نیچی کر لی، کیونکہ فتح کا جھنڈا گاڑ دیا ہے۔ ہر پہلو سے یہی نظر آتا تھا کہ گھونسہ باز کو یہ مضمون بے انتہا پسند آیا۔

"شیطان جانے، یہ کیا بلا ہے!" جنرل ایوان پان چین بڑبڑائے۔ "پچاس غلام خدمتگار مل کر بیٹھے ہوں گے، تب سوچ سوچ کر یہ تصنیف کیا ہے۔"

"ذ.....را.....ای..... جازت ہو تو پوچھوں کہ جناب والا مہربان کو اس طرح کے ریمارک سے توہین کا حق کہاں تک پہنچتا ہے؟" جنرل کو ٹوکتے وقت ایپولیت کا سارا جسم غصے سے لرز رہا تھا۔

"یہ جو..... یہ جو، آپ نے جو کہا، وہ شریف، عزت دار آدمی کے لیے، جنرل صاحب، اگر آپ خود شریف عزت دار ہیں تو اتفاق کریں گے کہ یہ بات توہین آمیز ہے..... بالکل!" گھونسہ باز نے چبا چبا کر کہا۔ وہ بھی یکایک کسی سبب سے لرزنے لگا تھا، مونچھوں کو تاؤ دیتے وقت بھی اس کے شانے اور دھڑ چلبلا رہے تھے۔

"اول تو یہ کہ میں آپ کے لیے 'مہربان جناب والا' نہیں ہوں، دوسرے یہ کہ آپ کے سامنے صفائی پیش کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتا۔" جنرل صاحب نے غضبناک ہو کر تیزی سے پھٹکارا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کچھ کہے بغیر، چپ چاپ برآمدے سے باہر جانے کے لیے بڑھے۔ وہاں سب سے اوپر کی سیڑھی پر قدم رکھ کر تھم گئے۔ حاضرین کی طرف ان کی پشت تھی۔ اپنی بیگم لیزاویتا پر بری طرح جھنجھلائے ہوئے تھے کہ اب بھی وہ اپنی جگہ سے ہلنے کو تیار نہیں تھیں۔

"حضرات! صاحبان! مجھے بھی آخر اجازت ہو کچھ عرض کرنے کی، حضرات!" پرنس نے درد و اضطراب کے

Scanned with CamScanner

عالم میں بے اختیار آواز بلند کی۔ ''اتنا کرم کیجیے کہ ہم ایسے کہیں کہ ایک دوسرے کی بات سمجھ میں بھی آئے۔ اس مضمون کے خالق حضرات، مجھے کچھ کہنا نہیں۔ صرف یہ کہ سچ نہیں ہے، حضرات، جو مضمون میں لکھا گیا ہے، وہ بالکل درست نہیں۔ میں اس لیے کہتا ہوں کہ آپ کو خود ہی علم ہے بلکہ شرمناک! میرے لیے سخت حیرت کی بات ہوگی اگر یہ آپ میں سے کسی کی تصنیف ہو۔''

''مجھے تو اس مضمون کے بارے میں عین اس منٹ تک کچھ خبر ہی نہیں تھی۔'' ایپولیت نے صاف کہہ دیا ''میں اس کے حق میں نہیں ہوں۔''

''مجھے علم تو ضرور تھا کہ یہ مضمون لکھا گیا ہے لیکن اس کی اشاعت کے حق میں نہیں تھا میں۔ وجہ یہ کہ ابھی قبل از وقت ہے۔'' لیبیدیف کے بھانجے نے اضافہ کیا۔

''مجھے علم تھا، مگر مجھے حق پہنچتا ہے اس کا..... میں.....'' پاولی شیف کا بیٹا بدبدایا۔

''تو کیا آپ نے یہ سب تصنیف کیا ہے؟'' پرنس نے حیرت سے بردوفسکی کو ٹٹولتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ ہو ہی نہیں سکتا!''

''تاہم آپ کو اس قسم کے سوالوں کا حق نہیں دیا جا سکتا۔'' لیبیدیف کے بھانجے نے دخل دیا۔

''مجھے تو اس پر حیرت ہے کہ مسٹر بردوفسکی کے بس کا تھا..... مگر اب کہنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے یہ معاملہ پبلک تک پہنچا ہی دیا ہے تو پھر ابھی ذرا پہلے کیوں شکایت پیدا ہوئی جب میں اپنے لوگوں کے سامنے اس پر بات کرنے والا تھا؟''

''ہاں، یہ بات ہوئی!'' بیگم لیزاویتا جل کر بولیں۔

''پرنس صاحب، آپ یہ بھول گئے، آپ کو خیال نہیں رہا کہ.....'' کرسیوں کے درمیان سے اچھلتا پھلانگتا، بے صبر لیبیدیف، جسے جلا آ رہا تھا، دخیل ہوا ''جناب، آپ بھولے جا رہے ہیں کہ صرف آپ کی نیک دلی ہے، آپ کی طبیعت کی شرافت ہے کہ آپ نے انہیں ملنے کو یہاں آنے کا، جی ہاں اور ان کی بات سننے کا موقع دیا ورنہ انہیں کیا حق تھا اصرار کرنے کا، خاص کر جب آپ یہ معاملہ گاوریلا صاحب کے سپرد کر چکے ہیں تو۔ اور یہ بھی، جناب، آپ کی انتہا سے زیادہ نیکی ہے کہ آپ نے ایسا فیصلہ کیا اور اب جبکہ آپ، سرکار عالی جاہ، اپنے گنے چنے دوستوں کے درمیان ہیں، تو آپ اس محبت کو ہرگز قربان نہ کریں ان صاحبان کی خاطر۔ اب آپ ان صاحبوں کو فوراً ڈیوڑھی کے باہر چلتا کریں۔ میں مالک مکان کی حیثیت سے بڑی خوشی سے اس عمل میں آپ کا.....''

''بالکل حق بجانب!'' کمرے کے اندر کہیں سے جنرل ایولگین ایک دم گرجے۔

''بس کرو لیبیدیف، بس! بس بہت کہہ لیا، بس!'' پرنس کہتا ہی رہ گیا لیکن اس کے الفاظ ڈانٹ پھٹکار کے ہنگامے میں دب کر رہ گئے۔

''معاف کیجیے پرنس! نہیں، ایسے کام نہیں چلے گا اب۔'' لیبیدیف کے بھانجے نے تقریباً چیخ کر اپنی آواز اوروں پر حاوی کر دی۔ ''اب پورے معاملے کو صاف صاف اور پکے طریقے سے رکھنا ہوگا کیونکہ نظر آ رہا ہے، لوگ اسے

Scanned with CamScanner

سمجھ نہیں رہے ہیں۔ قانونی حیلے حوالے بیچ میں لائے جا رہے ہیں، ہم کو ان کی بنا پر نکال باہر کرنے کی دھمکی دی جا رہی ہے۔ کیوں پرنس صاحب، کہیں آپ نے ہم کو اس درجہ بے وقوف تو نہیں سمجھا کہ خود ہمیں معلوم نہ ہو کہ ہمارا یہ عمل کہاں تک قانون کی حدود سے باہر ہے اور اگر قانونی حیثیت سے معاملہ سلجھانے چلیں تو ہمیں آپ سے ایک ٹکا طلب کرنے کا قانونی حق نہیں پہنچتا۔ مگر ہم خوب جانتے ہیں کہ اگر قانون کے راستے ہمارا کوئی حق نہیں تو اس کے بدلے انسانی حق حاصل ہے، قدرتی حق، معقولیت کا حق اور ضمیر کی آواز کا دیا ہوا حق۔ اگر ہمارا یہ حق کسی سڑی ہوئی کتاب قانون میں نہیں لکھا ہے تو نہ سہی، لیکن شریف اور ایماندار آدمی یعنی وہ جو عمل و دلیل سے کام لیتا ہے، اس آدمی کا فرض ہے کہ ان نکتوں پر بھی شرافت اور دیانت سے کام لے جو قانون کی کتاب میں درج نہیں ہیں۔ خاص اسی غرض سے ہم لوگ یہاں آئے، نڈر ہو کر کہ کوئی ہمیں دروازے سے نیچے دھکا دے دے گا (جیسے کہ ابھی دھمکی دی آپ نے) صرف اس بات کے لیے کہ ہم درخواست نہیں بلکہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ ہم آئے اور وہ بھی ایسے ناوقت آئے (اگرچہ جب ہم آئے تو ناواقت نہیں تھا مگر آپ نے ہمیں غلام گردش میں روکے رکھا) اسی لیے میں کہتا ہوں کہ ہمیں کسی کا خوف نہیں تھا، وجہ وہی کہ ہمارا اندازہ تھا کہ آپ میں عقل و دلیل سے کام لینے والا آدمی، یعنی عزت آبرو اور ضمیر والا انسان موجود ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ ہم ادب سے سر جھکا کر نہیں آئے جیسے آپ کے آگے پیچھے پھرنے اور آپ کی خوشنودی چاہنے والے..... نہیں ہم سر اٹھائے ہوئے، آزاد انسان کی طرح، لہٰذا درخواست یا عرضی لیے ہوئے نہیں بلکہ آزادانہ اور فخریہ مطالبہ لے کر آئے ہیں (سنا آپ نے، عرضی نہیں، دعویٰ لے کر، اچھی طرح نقش کر لیجیے یہ!) ہم پورے وزن و وقار کے ساتھ دوٹوک سوال کرتے ہیں آپ سے، بردوفسکی کے معاملے میں آپ خود کو حق بجانب سمجھتے ہیں یا نہیں؟ پاولی شیف نے آپ پر احسانات کی بارش کی بلکہ ممکن ہے موت کے منہ سے بچا لیا، آپ خود کو ان کا احسان مند مانتے ہیں یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے یعنی مانتے ہیں (ظاہر بات ہے) تو کیا آپ کی نیت ہے یا نہیں، کیا آپ کا ضمیر بے داغ ہے اس میں کہ اپنی باری لاکھوں وصول کر چکنے کے بعد، پاولی شیف کے حاجت مند بیٹے کو صلہ معاوضہ دیں، چاہے اس نے بردوفسکی کا خاندانی نام اختیار کر لیا ہو؟ بولیے، ہاں یا نہیں؟ اگر ہاں تو دوسرے لفظوں میں اگر آپ کے پاس وہ شے ہے جسے آپ لوگ اپنی زبان میں عزت و شرافت اور دیانتداری کہتے ہیں، اور جسے ہم زیادہ صحیح لفظوں میں معقولیت کا نام دیتے ہیں تو آپ ہماری تسلی کر دیجیے، ہمیں اطمینان ہو جائے تو قصہ پاک۔ آپ ہماری جانب سے درخواست یا شکریے وغیرہ کے بغیر ہماری تسلی کیجیے کیونکہ آپ ہماری خاطر ایسا نہیں کر رہے ہیں بلکہ انصاف کی خاطر۔ اگر آپ ہماری تسلی نہیں کرنا چاہتے یعنی ہمارے مطالبے کی تعمیل منظور نہیں تو صاف جواب دیجیے 'نہیں'۔ سن کر ہم فوراً چل دیں گے اور معاملہ یہیں ختم ہو جائے گا۔ ہم آپ کے منہ پر صاف کہہ دیں گے اور آپ کے گواہوں کی موجودگی میں کہہ دیں کہ آپ کی عقل موٹی اور تربیت گھٹیا ہے۔ آپ خود کو آئندہ عزت دار، دیانتدار کہیں، نہ آپ کو یہ ہمت ہونی چاہیے، نہ حق پہنچتا ہے۔ آپ یہ حق بہت سستے داموں خریدنا چاہتے ہیں۔ بس میں کہہ چکا۔ سوال سامنے رکھ دیا۔ اب آپ میں جرأت ہو تو یہاں زینے سے دھکا دے کر نکلوا دیجیے، آپ یہ کر سکتے ہیں۔ آپ کے پاس طاقت ہے مگر یہ یاد رہے کہ بہرحال ہم مانگ کر رہے ہیں، درخواست نہیں کرتے۔ ہمیں مانگنا نہیں، لینا ہے۔"

لیبیدیف کا بھانجا بہت جوش میں آ کر یہاں خاموش ہو گیا۔

"ہمیں مانگنا نہیں، لینا ہے، لینا ہے، لینا ہے!" بردوفسکی چلایا اور کیکڑے کی طرح لال ہو گیا۔

لیبدیف کے بھانجے کی تقریر کے بعد حاضرین میں تھوڑی سی کھلبلی مچی بلکہ بات چیت کی مکھم آوازیں بھی سنائی دیں۔ اگرچہ سبھی لوگ نظر آ رہا تھا کہ بیچ میں پڑنے سے کترا رہے ہیں، سوائے ایک لیبدیف کے جو بری طرح بھڑکا ہوا تھا۔ (عجیب بات: یوں تو لیبدیف پرنس کا طرفدار تھا، لیکن اپنے بھانجے کی تقریر پر، معلوم ہوتا تھا کہ خاندانی فخر کے احساس سے اپنا جی ٹھنڈا کر رہا ہے یا کم از کم یہ ضرور ہوا کہ چہرہ دبشاش تھا جب اس نے پوری پبلک پر ایک نظر ڈالی۔)

"میری رائے میں تو" پرنس نے دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا۔ "میرا خیال تو یہ ہے کہ مسٹر ڈاکٹر یفگنی، جو کچھ آپ نے ابھی کہا، آدھے میں ضرور حق بجانب ہیں بلکہ میں مان لوں گا کہ آدھے سے کہیں زیادہ سچائی تھی اور میں آپ کے ایک ایک حرف سے اتفاق کر لیتا بشرطیکہ اپنے بیان میں چند باتیں چھوڑ نہ گئے ہوتے۔ کیا کیا چھوڑ گئے، نہ مجھ میں فی الحال بات ہے، نہ اس حالت میں ہوں کہ انہیں گنواؤں، تاہم یہ ضرور ہے کہ آپ کے بیان کے مکمل سچ ہونے میں کہیں کسر رہ گئی ہے۔ خیر، کوئی بات نہیں، حضرات! اصل مطلب کی طرف آتے ہیں، یہ بتائیے، آپ نے کس غرض سے یہ مضمون شائع کرایا ہے؟ کیونکہ یہاں تو ایک لفظ بھی نہیں جو بہتان نہ ہو، یوں آپ نے مضمون شائع کرا کے، میرے خیال میں تو، گری ہوئی حرکت کی۔"

"ذرا ٹھہریے!۔۔۔"

"جناب عالی مہربان!"

"یہ تو۔۔۔ یہ تو۔۔۔" ان جوشیلے مہمانوں کی طرف سے ایک ساتھ آوازیں سنائی دیں۔

"اس مضمون کے بارے میں۔۔۔۔" ایپولیت نے سیٹی کی سی آواز میں بات اٹھائی "جہاں تک مضمون کا تعلق ہے تو میں آپ سے کہہ چکا کہ میں اور میرے ساتھی اس کی تائید نہیں کرتے۔ یہ ان کا لکھا ہوا ہے۔" (نزدیک ہی بیٹھے ہوئے گھونسہ باز کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے کہا) "مانتا ہوں کہ مضمون خلاف تہذیب ہے۔ جاہلانہ عبارت اور ایسے چلتے ہوئے فقروں کا استعمال، جیسے ان صاحب کی طرح کے ریٹائرڈ فوجی لوگ لکھا کرتے ہیں۔ یہ بے وقوف بھی ہیں اور چلتا پرزہ بھی، میں خود ان کے منہ پر روزانہ کہا کرتا ہوں، مگر بہر حال اپنے بال انہوں نے آدھی ادھوری سچائی تو لکھی۔ پبلک کے علم میں لانا، یہ ہر ایک شخص کا قانونی حق ہے، مطلب یہ کہ بردوفسکی کو بھی یہ حق حاصل ہے۔ البتہ اپنی بے ہودگی کا جو ابدہ وہ خود ہے۔ اب رہا یہ کہ میں نے سب کی طرف سے بھی زیادہ پہلے جو احتجاج کیا تھا، آپ کے دوستوں کی موجودگی کے خلاف، تو مہربان من جناب والا، آپ کے سامنے واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا احتجاج یا اعتراض صرف اس سبب سے تھا کہ اپنا حق جتا دوں، ورنہ دراصل ہم خود خواہش مند ہیں کہ اس موقع پر گواہ موجود رہیں، بلکہ اندر آنے سے پہلے ہم چاروں میں اس پر اتفاق رائے تھا۔ آپ کے گواہ کوئی بھی ہوں، وہ آپ کے خاص ملنے والے ہی، ممکن نہیں کہ وہ بردوفسکی کا حق تسلیم کرنے سے انکار کر دیں (یہ تو سامنے کا اور علم حساب کا سوال ہے) لگے ہاتھوں اچھا ہوا کہ یہ لوگ آپ کے دوست ہیں، حق اور صداقت اور زیادہ مکمل کر کے سامنے آ جائے گی۔"

"ہاں، بالکل صحیح ہے، ہم نے گواہوں کے بارے میں اتفاق کیا تھا۔" لیبدیف کے بھانجے نے تائید کر دی۔

"تو پھر کیوں، کس لیے آتے ہی پہلے بول سے چیخ پکار شروع کر دی تھی۔ اگر آپ لوگ یہی سب چاہتے تو؟" پرنس نے حیرت سے پوچھا۔

"پرنس صاحب، مضمون کے بارے میں یہ ہے کہ" باکسر بیچ میں بول پڑا، اسے بلا کی بے کلی تھی اپنی بات کہنے کی اور زندگی کی لہر دوڑ گئی تھی (گمان گزرتا تھا کہ اس شخص پر صنف نازک کی موجودگی کا زوردار اثر ہوا ہے۔) "مضمون کی بات یہ کہ مجھے قبول کرنا ہے، میں ہی واقعی اس کا مصنف ہوں۔ اگرچہ میرے بیمار دوست نے، جسے میں اس کی خرابی صحت کے سبب معاف کرنے کا عادی ہو گیا ہوں، ابھی ابھی مضمون کے عیب نکالے۔ میں نے یہ مضمون تصنیف کیا اور اپنے ایک مخلص دوست کے رسالے میں چھپوا دیا، مراسلے کی صورت میں۔ شاعری البتہ میری نہیں، وہ سچ مچ ایک مشہور مزاح نگار کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔ بردوفسکی کو صرف پڑھ کر سنا دیا تھا، وہ بھی پورا نہیں، ہاتھ کے ہاتھ اس کی منظوری بھی لے لی تھی۔ رہا پبلسٹی کا معاملہ تو وہ سب کا حق ہے، شریفانہ اور مفید عام۔ پرنس، آپ اتنے ترقی پسند ضرور ہیں کہ رائے عامہ کے حق سے انکار نہیں کریں گے....."

"انکار کسی بات کا نہیں لیکن آپ اتفاق کریں گے کہ آپ کا مضمون....."

"تیز ہے، یہی کہنا چاہتا ہیں نا؟ تو بات یہ کہ، کہنا چاہیے، پبلک مفاد میں ہے۔ یہ تو آپ مانیں گے کہ آخر اپنے چھپنے والے معاملے کو یونہی تو نہیں جانے دینا۔ مجرم پر بری مار پڑتی ہے اس کی مگر پبلک مفاد سب سے مقدم ہوتا ہے۔ رہا یہ کہ اس میں کچھ غلط بیانی بھی آ گئی ہے یعنی بات بڑھا چڑھا کر کہہ دی تو آپ بھی مانیں گے کہ سب سے مقدم ہے بڑھ کر پہل کرنا، سب سے اول یہ کہ غرض کیا ہے، نیت کیا ہے۔ اہمیت اس کی ہے کہ مفید مطلب مثال قائم کی جائے، چھوٹی چھوٹی تفصیل کی جانچ پڑتال بعد میں ہوتی رہے گی۔ اب یہ کہ کس رنگ میں لکھا، زبان و بیان، یوں کہیے کہ مزاحیہ چاشنی دے کر..... تو آخر، سب ایسے ہی لکھتے ہیں، آپ خود مانیں گے۔ ہا، ہا!"

"بالکل کھوٹا راستہ ہے حضرات، یقین کیجیے!" پرنس نے پکار کر کہا۔ "آپ نے مضمون فرضی کر کے شائع کرایا کہ میں کسی قیمت پر بھی مسٹر بردوفسکی کی شکایت دور کرنے پر آمادہ نہ ہوں گا۔ مطلب یہ کہ اس ترکیب سے آپ مجھے ڈرا دیں گے اور کسی طرح کا انتقام لیں مگر یہ آپ کو معلوم کیسے ہوا؟ عین ممکن ہے میں بردوفسکی کی شکایت دور کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ میں سب کے سامنے صاف منہ پر بتا دوں کہ میں انہیں شکایت نہیں رہنے دوں گا....."

"یہ ہوئی بات عقل کی اور شریفانہ بات عقلمند اور شریف انسان کے منہ سے!" گھونسہ باز نے اعلان کر دیا۔

"توبہ ہے میری!" بیگم لیزاویتا سے نہ رہا گیا۔

"برداشت سے باہر!" جنرل نے زیر لب کہا۔

"حضرات، اجازت چاہتا ہوں، صرف معاملہ پیش کرنے کی اجازت ہو۔" پرنس نے التجا کی۔ "پانچ بجے ہوئے کہ ز۔ مقام پر مسٹر بردوفسکی، آپ کا وکیل مختار مسٹر چپاروف مجھ سے ملنے آیا تھا۔ مسٹر کیلر، آپ نے اپنے مضمون میں ان وکیل صاحب کو بہت بڑھا چڑھا کر لکھا ہے۔" پرنس نے ایک دم مسکرا کر باکسر کیلر کی طرف رخ کیا۔ "مگر یہ شخص مجھے بالکل پسند نہیں آیا۔ پہلی ہی دفعہ میں مجھ پر روشن ہو گیا کہ سارے معاملے کی تہہ میں یہی چپاروف ہے اور شاید اسی نے

مسٹر بردوفسکی آپ کو پٹی پڑھائی ہوگی، صاف صاف کہا جائے تو، آپ کی سادگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، یہ سکھا دیا کہ آپ شروعات کردیں۔"

"آپ کو یہ کہنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا..... میں..... میں ایسا بھولا نہیں ہوں۔ یہ تو....." بردوفسکی تڑپ کر ہکلایا۔

"آپ کو اس قسم کی قیاس آرائی کا ہرگز کوئی حق نہیں۔" لیبیدیف کا بھانجا ہدایت دینے پر آمادہ ہوگیا۔

"یہ انتہائی زیادتی ہے!" ایپولیت چیخا۔ "قیاس آرائی بالکل زیادتی ہے، غلط ہے اور اس کا ہمارے معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔"

"قصور ہوا، حضرات، قصور ہوا مجھ سے۔" پرنس نے خود کو قصوروار بتانے میں جلدی کی۔ "براہ کرم، معاف کیجیے۔ یہ اس وجہ سے کہ میں نے سوچا، کیوں نہ ہم ایک دوسرے سے کھل کر بات کرلیں مگر آپ کی مرضی، جیسا چاہیں۔ میں نے چباروف کو بتایا کہ چونکہ میں خود پیترسبورگ سے باہر ہوں، اس لیے فوراً اپنے ایک ملنے والے کو اس کام کی ذمہ داری سونپے دیتا ہوں اور آپ کو مسٹر بردوفسکی مطلع کردوں گا۔ میں سامنے کہہ دوں، حضرات کہ مجھے اس دال میں کالا نظر آتا ہے کیونکہ اس میں چباروف موجود ہیں..... افوہ! آپ برا مت مانیے صاحبان! خدارا، برا مت مانیے!" پرنس نے گھبراتے ہوئے التجا کی۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ ان لوگوں میں پھر کھلبلی مچی ہے۔ بردوفسکی بے قرار ہے اور اس کے دوست ٹوکنے والے ہیں۔ "اس کا ذاتی طور پر آپ سے کوئی واسطہ ہونا تو نہ چاہیے اگر کہوں کہ میں نے اس پورے قضیے کو جعلی ثابت کیا۔ تب تک نہ آپ سے ذاتی طور پر واقفیت تھی، نہ آپ کے نام معلوم تھے۔ صرف چباروف کو دیکھ کر میں نے یہ نتیجہ نکالا۔ میں ایک عام بات کہہ رہا ہوں کیونکہ..... کاش آپ کو خبر ہوتی کہ جس دن سے مجھے میراث ملی ہے، کیسے کیسے فریب دیے جاچکے ہیں مجھ کو!"

"پرنس، آپ بالکل ہی گاؤدی ہیں۔" لیبیدیف کے بھانجے نے پھبتی کسی۔

"ہاں، پرنس بھی اور لکھ پتی بھی!" ایپولیت کی آواز نکلی۔ "یہ جو آپ کی، شاید، نیکی ہے، سادہ دلی ہے، اس کے ہوتے ہوئے بھی آپ کسی صورت عام قانون کی زد سے بچ نہیں سکتے۔"

"ممکن ہے، عین ممکن ہے حضرات۔" پرنس نے جلدی سے کہا۔ "اگرچہ میں کچھ سمجھ نہیں رہا ہوں یہ کون سے عام قانون کی بات آپ نے کہی۔ پھر بھی یہی عرض ہے کہ خواہ مخواہ ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ قسم لے لیجیے جو ذرا بھی خواہش ہو آپ کو تکلیف پہنچانے کی۔ مگر یہ بات کیا ہوئی صاحبان، سچے دل سے ایک لفظ بھی منہ سے نکالنا مشکل ہوگیا، ادھر کہا، ادھر آپ کو ناگوار گزرا۔ خیر، سنیے، اول تو یہ کہ مجھے سخت حیرت ہوئی اس اطلاع پر کہ کوئی پاولی شیف کا بیٹا بھی موجود ہے..... اور وہ ایسی خستہ حال زندگی بسر کررہا ہے جیسی چباروف نے مجھے بتائی۔ پاولی شیف میرے محسن تھے، میرے والد مرحوم کے دوست تھے۔ (آپ نے مسٹر کیلر، کیوں آپ نے ایسی غلط سلط باتیں میرے والد کے متعلق لکھ ماریں؟ ان کے ساتھ نہ پلٹن کی رقم خورد برد کرنے کا واقعہ ہوا، نہ کسی ماتحت سپاہی کو مروا دینے کا۔ اس کا مجھے سو فیصدی یقین ہے۔ آپ کا ہاتھ کیسے اٹھا ان پر ایسا بہتان رکھنے کو؟) اور آپ نے جو پاولی شیف کی بابت لکھا، وہ قطعی ناقابل برداشت ہے۔ آپ نے

Scanned with CamScanner

اس انتہائی نیک طینت مرحوم کو اتنی دیدہ دلیری سے عیاش، رنگیلا اور من موجی لکھ مارا اور وہ بھی اتنا زور دے کر گویا آپ کچ سچ بتا رہے ہیں۔ آپ کو خبر ہونی چاہیے کہ وہ ایسی پاکیزہ شخصیت تھی کہ شاید ہی دنیا نے کبھی دیکھی ہو! وہ اپنے وقت کے بڑے چوٹی کے سائنس داں تھے، سائنس کی دنیا میں ممتاز ہستیوں سے ان کی خط و کتابت رہتی تھی اور علم و تحقیق کی خدمت میں بڑی دولت بہائی ہے۔ رہا ان کی ہمدردی، نیک دلی اور خدا ترسی کا ذکر اور یہ کہ میں قطعی ایڈیٹ تھا، عقل بالکل کام نہیں کرتی تھی (اگرچہ میں روسی زبان بولتا بھی تھا اور سمجھتا بھی تھا) خیر، یہ آپ نے درست لکھا مگر جو کچھ مجھے اب یاد رہا ہے، اس کی صحیح قدر و قیمت جاننے کی صلاحیت رکھتا ہوں....."

"اجازت ہو تو کہنے کی، کیا یہ سب باتیں غیر ضروری طور پر جذباتی نہیں ہیں؟" ایپولیت کی سیٹی بجی۔ "ہم کوئی دودھ پیتے بچے نہیں ہیں۔ آپ تو اصل معاملے کی بات کہنے والے تھے۔ نو بج چکے ہیں، یہ مت بھولیے۔"

"ہاں تو، اجازت ہو، اجازت دیجیے، حضرات!" پرنس نے فوراً تائید کی۔ "پہلی ہی بے اعتباری کے بعد میں نے سوچا کہ ممکن ہے، میرا اندازہ غلط نکلے، پاولی شیف کا واقعی کوئی بیٹا موجود ہو۔ مگر عقل کسی طرح مانتی نہ تھی کہ یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ بیٹا اتنی آسانی سے یعنی کہنا چاہتا ہوں کہ یوں سر بازار اپنی ولدیت کا راز دنیا کو بتائے اور بڑی بات یہ کہ اپنی ماں کو رسوا کرتا پھرے۔ تبھی چبا روف نے مجھے دھمکی دی تھی کہ وہ معاملے کو پبلک میں لائے گا....."

"کیا حماقت کی بات ہے!" لیبیدیف کا بھانجا چیخا۔

"آپ کو یہ کہنے کا کوئی حق نہیں، کوئی حق نہیں پہنچتا!" بردوفسکی نے بھی شور مچایا۔

"بیٹا اپنے باپ کی بدکاری کا ذمہ دار نہیں اور ماں قصوروار نہیں۔" ایپولیت نے گرم ہو کر ٹوکا۔

"تب تو اور بھی، میں جانوں، اس پر رحم کرنا چاہیے تھا....." پرنس نے دبی آواز میں کہا۔

"پرنس صاحب، آپ صرف گاؤدی نہیں، اس سے بھی آگے نکل چکے ہیں۔" لیبیدیف کا بھانجا تلخی سے ہنس دیا۔

"آپ کو اس کا کیا حق تھا کہ....." ایپولیت نے ایسی آواز میں کہا جو قدرتی نہیں تھی۔

"نہیں، کوئی حق نہیں!" جلدی سے پرنس نے بات کا سلسلہ تھاما۔ "آپ یہ بجا کہتے ہیں، مانتا ہوں۔ مگر ایسا خیال آنا میری اختیاری بات نہیں تھی۔ تبھی میں نے اپنے دل میں طے کر لیا تھا کہ معاملے کی جو بھی اصلیت نکلے، اس میں میرے ذاتی احساسات کا دخل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جب میں خود ہی اقرار کرتا ہوں کہ مسٹر بردوفسکی کے مطالبے کی یکسوئی میرا فرض ہے، مرحوم پاولی شیف سے جو قلبی نسبت ہے، اس کا تقاضا ہے کہ ایسا کیا جائے تو پھر چاہے شخصی طور پر حقیقت کچھ بھی ہو، یعنی مسٹر بردوفسکی کی عزت دل میں ہو یا نہ ہو، مجھے تو ان کی تسلی کرنی ہے۔ اسی لیے میں نے وہاں سے شروع کیا حضرات، کیونکہ بہر حال مجھے یہ کھٹک رہا تھا، غیر قدرت لگتا تھا کہ بیٹا اپنی ماں کے راز کا ڈھونڈورا کیسے پیٹتا پھرے گا۔ مختصر یہ کہ خاص اسی باعث دل میں بات بیٹھ گئی کہ چبا روف ضرور کوئی فتنہ پرور ہے، اسی نے مسٹر بردوفسکی کو جھوٹ فریب سے اس جعل سازی پر اکسایا ہے۔"

"مگر یہ برداشت سے باہر ہے!" نو واردوں کی طرف سے صدا بلند ہوئی۔ بعض تو اچک کر کھڑے ہونے

Scanned with CamScanner

"حضرات، اسی لیے میں اس نتیجے پر پہنچا کہ تقدیر کا ستایا ہوا مسٹر بردوفسکی یقیناً ایک سادہ دل آدمی ہے۔ بے یارومددگار، ایسا شخص جو آسانی سے دوسروں کے جال میں پڑ جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ تب تو اور بھی میرا فرض ہوا کہ اس کے کام آؤں بحیثیت ابن پاولی شیف۔ اول تو اس طرح کام آؤں کہ مسٹر چباروف کا توڑ کیا جائے، دوسرے یہ کہ دوست اور خیرخواہ کی طرح آڑے وقت پر صلاح مشورہ دوں، اور تیسرے یہ کہ اسے دینے کے لیے دس ہزار روبل مخصوص کر دیئے یعنی اتنی رقم جو میرے حساب سے مسٹر پاولی شیف نے مجھ پر خرچ کی ہوگی۔"

"کیا؟ صرف دس ہزار؟" ایپولیت چیخا۔

"پرنس صاحب، آپ حساب میں بہت کمزور ہیں یا پھر حساب کے بہت پکے ہوں گے۔ اگرچہ ظاہر کرتے ہیں خود کو بھولا بھالا۔" کیلیف کے بھانجے نے جملہ کسا۔

"میں دس ہزار پر رضامند نہیں ہوں۔" بردوفسکی نے کہا۔

"انتیپ، راضی ہو جاؤ!" باکسر کیلر نے سرگوشی میں سنائی دینے والی آواز میں سمجھایا۔ وہ ایپولیت کی کرسی کی پشت سے جھک کر بردوفسکی کے کان کے پاس کہہ رہا تھا "ابھی تو مان جاؤ، بعد میں اور دیکھیں گے۔"

"سنیے مسٹر میشکن!" ایپولیت چیخا۔ "اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ ہم نرے احمق نہیں ہیں، جیسا کہ یقیناً آپ کے مہمان صاحبان نے ہمارے بارے میں سوچا ہوگا۔ یہ مہمان اور یہ شریف زادیاں، جو یوں ناک چڑھائے ہم پر ہنس رہی ہیں اور خاص کر وہ اونچی سوسائٹی کے مسٹر (ایوگینی پاولووچ کی طرف اشارہ کرکے) جن سے تعارف کی عزت مجھے حاصل نہیں مگر جن کے بارے میں کچھ سن رکھا ہے، یہ سب جیسا ہمیں سمجھے ہوئے ہیں، ہم ویسے الٹی کھوپڑی کے نہیں ہیں۔"

"ٹھہریے، دم لیجیے، اجازت ہو حضرات۔ آپ نے پھر میری بات نہیں سمجھی۔" پرنس نے اضطراب کے عالم میں انہیں متوجہ کیا۔ "پہلی بات تو یہ کہ مسٹر کیلر، آپ نے اپنے مضمون میں میری مالی حیثیت کا بے انتہا غلط اندازہ پیش کیا ہے۔ مجھے لاکھوں لاکھ نہیں ملے ہیں۔ ممکن ہے آٹھواں یا دسواں حصہ ہو اس کا جو آپ نے مجھ سے منسوب کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ مجھ پر سوئٹزرلینڈ میں لاکھوں کی کوئی رقم خرچ نہیں ہوئی۔ پروفیسر شنیڈر کو میرے لیے چھ سو روبل سالانہ آیا کرتے تھے اور وہ بھی شروع کے تین سال آئے اور وہ جو پیرس کی خوبصورت آیاؤں استانیوں کی خاطر پاولی شیف مرحوم کا پیرس کے چکر لگانا لکھا ہے، وہ سراسر غلط۔ کبھی نہیں گئے۔ میرا اندازہ ہے کہ مجھ پر کل لے دے کے جو رقم خرچ ہوئی وہ دس ہزار روبل سے کہیں کم ہے مگر میں نے دس ہزار لگائے اور آپ خود اتفاق کریں گے کہ جب قرض ہی ادا کرنا ہے تو میں مسٹر بردوفسکی کو اس سے زیادہ کیسے ادا کروں، چاہے میں یوں ان سے کتنا ہی پیار کیوں نہ کرنے لگوں، مگر یہ زیب نہیں دیتا، اخلاق کا تقاضا ہے۔ وجہ وہی کہ میں تو اپنا قرض واجب الادا دے رہا ہوں، خیرات نہیں بانٹ رہا۔ معلوم نہیں، آپ یہ بات مجھ کیوں نہیں رہے ہیں حضرات! بعد میں میرا ارادہ تھا کہ اپنی دوستی سے مشکلات میں گرفتار مسٹر بردوفسکی کے حالات میں عملی شرکت کرکے ان کا دکھ کچھ کم کر دوں گا، تلافی کر دوں گا، جنہیں ظاہر ہے کہ دھوکا دیا گیا، ورنہ بھلا وہ خود، اگر دھوکے میں نہ رکھا گیا ہوتا تو اس نیچ پن پر کیسے راضی ہو جاتے۔ مثلاً آج مسٹر کیلر کے اس مضمون نے ان کی ماں کے بارے میں جو گند

اچھائی ہے، اس پر..... آپ لوگ تو پھر آپے سے باہر ہوئے جا رہے ہیں حضرات، یہ کیا! ہم لوگ ایک دوسرے کی بات بالکل نہیں سمجھیں گے۔ میں نے جو کہا تھا وہی ہوا نا آخر! اب میں اپنی آنکھوں دیکھ کر مان گیا کہ میرا قیاس درست تھا۔" تمتماتے ہوئے پرنس انہیں یقین دلاتا رہا۔ چاہتا تھا کہ ٹھنڈا کرے، یہ نہ دیکھا کہ انہیں اور بھی مشتعل کر رہا ہے۔

"کیا، کیسے؟ کیا مان گیا؟" وہ لوگ یوں بھڑک کر بولے کہ بس اب پھٹ پڑیں گے۔

"جی ہاں، ملاحظہ ہو، اول تو میں نے خود مسٹر برودوفسکی کو خوب دیکھ بھال لیا۔ دیکھ رہا ہوں کہ وہ کیسے آدمی ہیں..... بھولے آدمی ہیں جنہیں ہر شخص بنا لیتا ہے۔ بے سہارا ہیں، اس لیے بھی میرا فرض ہے کہ ان کا خیال رکھوں، دوسرے یہ کہ مسٹر گاوریلا جنہیں میں نے یہ معاملہ سپرد کیا تھا اور بہت دن ہو گئے تھے کوئی اطلاع حاصل کیے ہوئے کیونکہ میں سفر میں رہا اور پھر تین دن سے پیترسبورگ میں بیمار پڑا ہوں، وہ ابھی ابھی کوئی گھنٹہ بھر پہلے، آپ کی ملاقات سے ذرا پیشتر مجھے بتا گئے ہیں کہ چاروف کی ساری اسکیم انہوں نے کھود کر نکال لی، ثبوت مل گئے ہیں اور چاروف واقعی ویسے نکلے جیسا میرا قیاس کہتا تھا۔ حضرات، مجھے خود علم ہے کہ بہت سے لوگ مجھ کو ایڈیٹ شمار کرتے ہیں اور مسٹر چاروف نے یہ شہرت سن کر کہ روپیہ میرے ہاتھ سے آسان نکلتا ہے، سوچا کہ مجھے آسانی سے بے وقوف بنایا جا سکتا ہے۔ خصوصاً پاولی شیف مرحوم کے متعلق میرے احساسات کو نظر میں رکھتے ہوئے مگر اصل بات یہ ہے کہ حضرات..... ذرا سنیے، سنیے، جو میں کہتا ہوں..... تو اصل بات یہ ہے کہ اب پتہ چلا کہ مسٹر برودوفسکی دور دور پاولی شیف کے بیٹے نہیں ہیں۔ ابھی مسٹر گاوریلا مجھے بتا گئے ہیں اور یہ بھی کہا کہ قطعی ثبوت ہاتھ آ چکے ہیں۔ آپ کو اب کیسا لگے گا، اس تمام ہنگامے کے بعد جو آپ نے اٹھایا، یقین کرنا ممکن نہیں ہوگا! اور سنیے، ٹھوس ثبوت موجود ہیں مگر پھر بھی مجھے یقین نہیں، مجھے خود ہی یقین نہیں آتا، شبہ باقی رہتا ہے کیونکہ مسٹر گاوریلا ابھی تک تمام تفصیلات مجھے بتا نہیں پائے ہیں مگر اس میں البتہ ذرہ برابر شبہ نہیں رہ گیا کہ چاروف جعل ساز ہیں۔ انہوں نے حالات کے شکار مسٹر برودوفسکی کو اور آپ سب کو، حضرات! آپ بھی کو، جو اپنے دوست کی حمایت میں شرافت کے ساتھ مدد کرنے نکلے (کیونکہ برودوفسکی کو بہرحال سہارے کی ضرورت ہے، یہ میں سمجھ رہا ہوں) آپ سب کو ہوا بتائی اور فراڈ کے کیس میں پھنسا لیا۔ آپ جانیں، یہ معاملہ اصل بنیاد سے سازشی اور جعل سازی کا ہے!"

"جعل سازی کا کیسے! پاولی شیف کا بیٹا نہیں ہے کیا؟ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" ایک ایک حیرت زدہ ہو کر پکارنے لگا۔ سبھی برودوفسکی والے ہکا بکا رہ گئے۔

"قطعی فریب، جعل سازی! اب اگر مسٹر برودوفسکی نہ نکلے پاولی شیف کے بیٹے تو اس صورت میں ان کا دعویٰ سیدھے سیدھے جعل سازی کی مد میں آتا ہے۔ (البتہ انہیں خود اگر اصلیت کا علم ہو تو) نکتہ اصل یہی ہے کہ انہیں بھی دھوکے میں رکھا گیا، تبھی تو میرا اصرار ہے کہ مسٹر برودوفسکی کو الزام سے بری سمجھا جائے۔ اسی لیے میرا کہنا ہے کہ اپنے بھولپن کے سبب، یہ ہمدردی کے مستحق ہیں اور بے یار و مددگار نہیں رہ سکتے ورنہ وہ بھی جعل سازی میں پھنس جائیں گے۔ مجھے تو پورا یقین ہو گیا کہ بخود کچھ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ سوئٹزرلینڈ جانے سے پہلے میں خود اسی حالت کا شکار رہ چکا ہوں۔ میں بھی اسی طرح اٹکل بے جوڑ الفاظ توڑ توڑ کر بولا کرتا تھا۔ کہنا چاہتے ہیں، کہا نہیں جاتا..... میں اسے خوب سمجھتا ہوں۔

Scanned with CamScanner

مجھ پر یہ گزر چکی ہے اسی لیے میں ان کے دکھ میں شریک ہوسکتا ہوں اور مجھے یہ کہنے کا حق بھی ہے۔ آخر میں یہ کہ بہر حال اس قصے کے جعلی ثابت ہونے کے باوجود پاولی شیف کے بیٹے کا وجود نہ ہونے پر بھی میں اپنا فیصلہ نہیں بدلوں گا، میں تیار ہوں کہ پاولی شیف مرحوم کی یاد میں بھی دس ہزار کی رقم واپس کردوں۔ مسٹر بردوفسکی کے نمودار ہونے سے پہلے آخر تو یہ رقم اسکول کے لیے دینے ہی والا تھا اور اب کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اسکول کو دیا جائے یا مسٹر بردوفسکی کو کیونکہ اگرچہ یہ پاولی شیف کے بیٹے نہ سہی، تبھی بھی قریب قریب وہی ہیں۔ خود ان کے ساتھ بھی تو اتنا ظالمانہ فریب کیا گیا ہے، انہیں سچ مچ یقین آ گیا تھا کہ پاولی شیف کے فرزند ہیں۔ حضرات، اب اس قصے کو تمام کرتے ہیں۔ آپ گاوریلا صاحب کی بات پوری سنیے، ناراض ہونے کی، بے چینی کی ضرورت نہیں، چین سے بیٹھ جائیے۔ وہ ابھی سب صاف کردیں گے اور میں اقرار کرلوں کہ خود مجھے بھی تمام تفصیلات معلوم کرنے کی بے حد لگن ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ پسکوف بھی گئے تھے آپ کی والدہ کے پاس، مسٹر بردوفسکی، ان کی موت، جو آپ سے اس مضمون میں لکھوائی گئی، بالکل غلط ہے۔ وہ زندہ ہیں..... حضرات بیٹھ جائیے، بیٹھ جائیے۔"

پرنس بیٹھ گیا اور بردوفسکی پارٹی کو جو اپنی اپنی جگہ سے اچھل کر اٹھ گئی تھی، بٹھانے میں کامیاب ہوگیا۔ آخری دس بیس منٹ پرنس جوش و خروش سے، اونچی آواز میں، بے صبری کے مارے جلدی جلدی ایک سانس بولے چلا گیا تھا۔ جوش میں آ گیا تو سب کی آوازوں پر اپنی آواز حاوی کرنے اور چیخ کے جواب میں زیادہ چیخنے لگا۔ آخر بعد میں اسے اپنے بعض الفاظ پر جو بے اختیار منہ سے نکل گئے تھے اور بعض بیانات پر سخت تکلیف دہ پشیمانی ہوئی۔ اگر ان لوگوں نے جھنجھلا نہ دیا ہوتا، اگر اسے طیش نہ دلایا ہوتا تو وہ ہرگز اس پر آمادہ نہ ہوتا کہ ڈھکی چھپی رکھے بغیر برسرعام اس تیز رفتاری سے اپنے بعض قیاس، بعض بدگمانیاں اور اندازے یوں صاف صاف بے حجاب سب کو سنا کر کہہ ڈالے۔ مگر ابھی وہ اپنی نشست پر بیٹھا ہی تھا کہ ظالم پشیمانی اس کے دل میں ٹیسیں اٹھانے لگی۔ بردوفسکی کو تو "تکلیف پہنچائی" ہی کھلے عام یہ کہہ کر کہ وہ بھی اسی مرض کا شکار ہے جس مرض کا خود سوئٹزرلینڈ میں علاج کرانے گیا تھا، اس کے علاوہ یہ پیشکش کہ اسکول کے لیے جو دس ہزار کی رقم دینی تھی، وہ اب بردوفسکی کو دے دے گا، یہ بھی پرنس کے خیال میں بداخلاقی اور بداحتیاطی تھی، گویا خیرات دی جا رہی ہے، اس وجہ سے اور بھی بری بات کہ لوگوں کو سنا کر کہی گئی۔ "صبر کرنا چاہیے تھا، کل بھی موقع ملتا، تنہائی میں یہی پیشکش کردیتا، کیا جلدی تھی!" پرنس کو بیٹھتے ہی فوراً خیال آیا۔ "اور اب جو غلطی ہوچکی، وہ سدھر نہیں سکتی..... واقعی میں ہوں ایڈیٹ ہی، سچ مچ کا ایڈیٹ!" شرم اور پشیمانی کا جو دورہ پڑا، انتہائی افسوس کی اسی حالت میں وہ اپنے دل میں سوچتا اور پچھتاتا رہا۔

اتنے میں گاوریلا اردالیونچ، جو تب تک بڑا ضبط کیے کسی طرف خاموش بیٹھا تھا، پرنس کے بلانے پر سامنے آ گیا۔ اس کے پہلو میں کھڑا ہوگیا اور پرنس نے جو کام سپرد کیا تھا، اس پر ٹھنڈے دل سے اور وضاحت کے ساتھ رپورٹ پیش کرنے لگا۔ دم بھر میں سناٹا ہوگیا۔ سب نے گاوریلا صاحب کا بیان غیر معمولی توجہ اور تجسس سے سنا، خاص کر بردوفسکی والوں نے۔

(9)

"آپ غالباً انکار نہیں کریں گے۔" گاوریلا اردالیونچ نے سیدھے بردوفسکی سے خطاب کیا جو ہمہ تن گوش ہوکر

بیٹھ گیا، حیرت سے اس کے دیدے گھوم رہے تھے اور وہ سخت مخمصے میں گرفتار تھا۔ ''آپ نہ انکار کریں گے، نہ کرنا چاہیں گے، یعنی سنجیدگی کے ساتھ اس حقیقت سے منکر نہ ہوں گے کہ آپ ٹھیک دو سال بعد پیدا ہوئے باضابطہ قانونی شادی کے جو آپ کی والدۂ محترمہ کی آپ کے والد بزرگوار مسٹر بردوفسکی، ملازم سرکار حلقہ سیکرٹری کے ساتھ ہوئی تھی۔ آپ کی تاریخ پیدائش نہایت آسانی سے متعلقہ دفتر سے ثابت کی جاسکتی ہے، لہٰذا آپ کے لیے اور آپ کی والدہ کے لیے یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس امر واقعہ کو جو مسٹر کیلر کے مضمون میں بگاڑ کر لکھا گیا، اس کی صرف ایک وجہ ہوسکتی ہے کہ مسٹر کیلر کے تخیل کی ہی کارستانی ہے جو اس ترکیب سے آپ کے حق کی بدیہی سچائی میں زور ڈال کر آپ کے مفاد میں استعمال کرنا چاہتے تھے۔ مسٹر کیلر کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ مضمون احتیاطاً آپ کو پڑھ کر سنا دیا تھا، اگرچہ تمام و کمال نہیں اور بلاشبہ انہوں نے اس مقام تک پڑھ کر نہیں سنایا.....''

''ہاں، آخر تک نہیں پڑھا تھا واقعی۔'' باکسر کیلر بیچ میں بولا ''مگر جو فیکٹ لکھے ہیں وہ مجھے ایک ذمہ دار شخص نے دیئے تھے اور میں.....''

''معاف کیجیے مسٹر کیلر۔'' مسٹر گاوریلا نے اسے ٹوکا۔ ''مجھے کہہ لینے دیجیے۔ یقین مانیے کہ آپ کے مضمون کی باری بھی ضروری آئے گی تب آپ کو صفائی دینے کا موقع ہے اور اب بہتر یہی ہے کہ ترتیب سے چلیں۔ حسن اتفاق سے مجھے اپنی بہن واریا پیتیسن کی مدد سے ان کی ایک قریبی دوست ویرا زوبکووا سے جو ایک صاحب جائیداد بیوہ ہیں، ایک خط مرحوم نکولائی پاولی شیف کا مل گیا جو مرحوم نے آج سے چوبیس سال پہلے انہیں باہر کے ملک سے بھیجا تھا۔ ان خاتون سے رابطہ قائم کرنے پر انہی کی ہدایت کے مطابق میں نے ریٹائرڈ کرنل تیموفئی ویازوفکن سے رجوع کیا جو مسٹر پاولی شیف مذکور کے دور کے عزیز ہیں اور اپنے وقت میں نہایت قریبی دوست رہ چکے ہیں۔ ان سے مجھے دو خط مرحوم کے اور دستیاب ہوئے کہ وہ بھی غیر ملک سے بھیجے گئے تھے۔ ان تین خطوط کے، ان کی تاریخوں اور دیگر امور واقعی کے مطابق، ان کے مندرجات اس امر کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیتے ہیں۔ علم ریاضی کی سی درستی سے اور کسی قسم کی تردید، انکار بلکہ شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ نکولائی پاولی شیف کو اس بار ملک سے باہر گئے ہوئے (جہاں موصوف کا قیام تین سال رہا) ٹھیک ڈیڑھ سال ہو چکا تھا۔ تب آپ مسٹر بردوفسکی تولد ہوئے۔ آپ کی والدہ جیسا کہ آپ کے علم میں ہے، مدت العمر کبھی روس سے باہر نہیں گئیں..... فی الحال میں وہ خطوط پڑھ کر نہیں سناؤں گا۔ وقت کافی ہو چکا ہے۔ میں نے بہرحال امر واقعہ ضرور بیان کیا۔ البتہ اگر آپ مسٹر بردوفسکی، میرے ہاں وقت ملاقات مقرر کرنا منظور کریں، مثلاً کل صبح کے وقت اور اپنے گواہ بھی لیتے آئیں (جس تعداد میں بھی آپ کو پسند ہو) اور خط شناس ماہرین بھی رہیں تو مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کو میرے عرض کیے ہوئے فیکٹ میں جو بدیہی سچائی ہے، اس کا قائل ہونے میں کوئی امر مانع نہیں ہوگا۔ اگر یوں ہے تو پھر ظاہر ہے کہ تمام دعویٰ غلط اور قضیہ ختم۔''

پھر سب میں کھلبلی مچی اور سخت بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ خود بردوفسکی اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''اگر ایسا ہے تو مجھے فریب دیا گیا، دھوکے میں رکھا گیا..... چبارووف کے ہاتھوں نہیں بلکہ بہت پہلے، برسوں پہلے، مجھے نہ خط کے ماہرین کی ضرورت ہے، نہ ملاقات کی۔ مجھے یقین آ گیا۔ میں انکار کرتا ہوں..... دس ہزار نہیں

چاہیے..... میں چلا، رخصت!.....''

اس نے ٹوپی اٹھائی، کرسی سرکائی کہ نکل کر چل دے۔

''اگر آپ ٹھہر سکیں مسٹر بردوفسکی تو.....'' مسٹر گاوریلا نے اسے دھیمی، نرم اور شیریں آواز میں روکا۔ ''تو بس پانچ منٹ اور ٹھہر جایئے۔ اس سلسلے میں اور ٹھوس اور انتہائی اہم واقعات کھلے ہیں جو خاص کر آپ کے لیے کافی دلچسپی کا سبب ہوں گے۔ میری مانیے تو آپ کا ان سے بے خبر رہنا مناسب نہیں ہوگا بلکہ ممکن ہے خود آپ کو، اگر پورا معاملہ پوری طرح صاف کر دیا جائے تو خود آپ کو راحت ملے ان سے.....''

کچھ کہے سنے بغیر بردوفسکی پھر اپنی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا گویا سخت متفکر ہو۔ اسی کے بعد لیبیدیف کا بھانجا بھی بیٹھ گیا جو ساتھ دینے کی خاطر کرسی سے اٹھ گیا تھا۔ اگرچہ اس کی عقل اور ہمت میں اب بھی فتور نہیں آیا تھا، مگر وہ کسی زبردست ادھیڑ بن میں الجھا تھا۔ ایپولیت کا منہ پھول گیا، وہ سنجیدہ تھا اور اس معاملے میں بڑا سٹپٹایا ہوا۔ اسی وقت زور کی کھانسی آئی، کھانستے کھانستے اس کے رومال میں خون کے دھبے آنے لگے۔ باکسر دبک کر رہ گیا۔

''اوہ انتیپ!'' وہ گرم ہوا۔ ''میں نے تم سے تبھی کہا تھا، آج تیسرا دن ہے کہ کیا پتہ، ممکن ہے، تم پاولی شیف کے بیٹے ہو ہی نا!''

دبی دبی ہنسی سنائی دی۔ دو تین تو زیادہ زور سے ہنس دیے۔

''اب جو فیکٹ زبان پر آیا ہے اس منٹ، وہ کافی قیمتی ہے مسٹر کیلر۔'' گاوریلا نے کیلر کی بات پکڑ لی۔ ''بہرحال مجھے پورا اختیار حاصل ہے، ٹھوس اور بالکل صحیح حقائق کی بنا پر زور دے کر یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ مسٹر بردوفسکی کو، اگرچہ اپنی ولادت کا زمانہ کچھ زیادہ ہی اچھی طرح معلوم تھا، پھر بھی وہ اس سے بالکل بے خبر رہے کہ پاولی شیف ملک سے باہر گئے، جہاں انہوں نے عمر کا زیادہ حصہ گزارا، روس کبھی کبھی تھوڑے عرصے کے لیے آجایا کرتے تھے۔ اس سے قطع نظر، پاولی شیف کا اس زمانے میں باہر رہنا کوئی قابل ذکر بات نہ تھی کہ بیس سال سے اوپر کا عرصہ گزرنے کے بعد اسے یاد رکھا جاتا، خود ان کے قریبی جاننے والوں کو بھی یاد نہ رہا..... مسٹر بردوفسکی کا تو کیا ذکر، وہ تب تک دنیا میں آئے بھی نہ ہوں گے۔ اتنے عرصے بعد اب اگرچہ ان کی آمد و رفت کی تفصیل کی فراہمی ناممکن تو نہ تھی، تاہم مجھے اقرار ہے کہ جو شہادتیں حاصل ہوئی ہیں، وہ محض اتفاقاً ہاتھ آ گئیں، ورنہ عین ممکن تھا کہ دستیاب نہ ہوتیں۔ چنانچہ مسٹر بردوفسکی بلکہ مسٹر چیاروف کے لیے بھی ان کی شہادتوں اور کاغذات کا فراہم کرنا، اگر وہ خود بھی یہ فکر کرتے، تو تقریباً ناممکنات سے ہوتا مگر وہ اس کی فکر ہی کیوں کرتے.....''

''اجازت دیجیے مسٹر گاوریلا!'' ایپولیت نے جھنجھلا کر اچانک قطع کلام کیا۔ ''اس تمام چیڑ چیڑ کی ضرورت کیا! (اس لفظ کی معذرت کے ساتھ) اصل معاملہ صاف ہو چکا، جو بنیادی فیکٹ تھا وہ ہم نے مان لیا، پھر یہ ناگوار اور تکلیف دہ تارکشی کیوں کی جا رہی ہے؟ شاید آپ کو ارمان ہے کہ اس چالاک ہوشیار تلاش پرواہ وا کی جائے، ہمارے اور پرنس کے سامنے دکھا دیں کہ آپ کس کمال کے سراغ رساں ہیں۔ یہی نا؟ یا آپ کی نیت ہے بردوفسکی کی صفائی اور معذرت پیش کرنے کی، اس بہانے کہ وہ اس معاملے میں پھنسا تو لاعلمی کی وجہ سے پھنسا؟ مگر، جناب عالی، یہ آپ کی دھاندلی ہے۔

Scanned with CamScanner

اب نہ آپ کی توجیہہ درکار ہے، نہ بردوفسکی کی معذرت طلبی، یہ آپ کو معلوم ہو جانا چاہیے! اسے کتنی ذہنی تکلیف ہو رہی ہے۔ اب وہ کس مصیبت میں مبتلا ہے، اس کی پوزیشن کتنی نازک ہوگئی، اس کا آپ کو کچھ اندازہ ہے؟ آپ کو یہ سمجھنا چاہیے....."

"بس، بہت کہہ لیا مسٹر تیز طبیعت، بس!" گاوریلا صاحب آخر اسے روکنے میں کامیاب ہوئے۔ "دم لیجیے، خواہ مخواہ اتنا چراغ پا ہونے کی ضرورت نہیں۔ معلوم ہوتا ہے آپ بہت بیمار ہیں۔ مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ یوں ہے تو بس، آپ چاہیں تو یہیں ختم کرتا ہوں، یعنی مجبوراً صرف وہ واقعات خلاصہ کر کے آپ کے گوش گزار کیے دیتا ہوں جن کا پوری تفصیل سے علم ہونا میری پختہ رائے کے مطابق آپ کے مفید مطلب ہوتا۔" اس نے یہ جملہ اور بڑھا دیا، یہ دیکھ کر کہ سب کسمسا رہے ہیں، بے صبری سی بڑھ رہی ہے۔ "ان سب کی اطلاع کے لیے جو اس قضیے سے کوئی نسبت رکھتے ہیں، یہاں اتنا اور بڑھانا چاہتا تھا کہ اس کے اور ثبوت مہیا ہیں کہ مسٹر بردوفسکی، آپ کی والدہ کو پاولی شیف کی نظر عنایت اور توجہ خاص حاصل رہنے کا واحد سبب یہ تھا کہ وہ رعایا کی اس خانہ زاد لڑکی کی سگی بہن ہیں جس سے نکولائی پاولی شیف اپنی چڑھتی جوانی میں محبت کرتے تھے، یہاں تک کہ اگر اس کا ناگہانی، قبل از وقت انتقال نہ ہو گیا ہوتا تو وہ اس سے یقیناً شادی کر لیتے۔ میری دسترس میں اس امر کے ثبوت موجود ہیں کہ یہ گھریلو معاملہ اٹل سچائی ہے، مصدقہ ہے، بہت کم لوگوں کو اس کی اطلاع تھی اور وہ کبھی کا فراموش ہو چکا۔ بعد ازاں میں یہ بھی وضاحت کرتا چلوں کہ آپ کی والدہ ابھی دس سال کی بچی تھیں کہ پاولی شیف مرحوم نے انہیں اپنی سرپرستی میں لے لیا گویا کوئی عزیز داری ہو، آئندہ کے لیے انہوں نے اچھے خاصے دان جہیز کا بھی سامان کر دیا تھا اور اس کے باعث پاولی شیف کے عزیز اقارب کے درمیان کہ بڑی تعداد میں تھے، چہ میگوئیاں حد سے زیادہ پھیل گئیں۔ لوگ یہ سوچ کر چونکے کہ وہ اپنی پروردہ سے شادی کر لیں گے لیکن ان افواہوں کا سلسلہ تمام ہوا اس پر کہ یہ لڑکی ابھی انیس سال کی ہوئی تھی کہ اپنی مرضی اور انتخاب سے سرکاری اراضیات کے ایک اہلکار مسٹر بردوفسکی سے شادی کر لی (میں اسے حرف بحرف ثابت کر سکتا ہوں) پھر کئی اٹل اور کھری شہادتیں اس امر کو بھی پایہ ثبوت تک پہنچانے کے لیے فراہم ہو گئی ہیں کہ آپ کے والد مسٹر بردوفسکی قطعاً کاروباری آدمی نہیں تھے، دلہن کے ساتھ پندرہ ہزار کا جہیز ملا تو سرکاری ملازمت چھوڑ کر انہوں نے بزنس شروع کی اور بزنس میں مار کھا گئے۔ سرمایہ ہاتھ سے گیا، غم برداشت نہ ہو سکا، شراب کی لت لگ گئی، بیمار ہوئے اور انجام کار قبل از وقت انتقال کر گئے۔ یہ آپ کی والدہ سے شادی کا آٹھواں سال تھا۔ اس کے بعد، جیسا کہ آپ کی والدہ نے خود بیان دیا، وہ کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گئیں، ان کا بچنا محال تھا اگر پاولی شیف نے فراخ دلی سے مستقل امداد کا سہارا نہ دیا ہوتا، وہ مرحوم انہیں چھ سو روبل سالانہ بطور امداد بھیجا کرتے تھے۔ دیگر ایسی بے شمار شہادتیں ملتی ہیں کہ عہد طفلی میں وہ آپ سے بے انتہا محبت و شفقت کیا کرتے تھے۔ ان شہادتوں کی روشنی میں اور پھر آپ کی والدہ کی تصدیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ سے ان کی محبت خاص اس سبب سے تھی کہ بچپن میں آپ معذور بچہ نظر آتے تھے، جس کی زبان میں گانٹھ پڑی ہو، اعضا میں عیب ہو، حالت افسوسناک اور قابل رحم ہو (جیسا کہ مجھے حتمی ثبوت بتاتے ہیں، مسٹر پاولی شیف کو مدت العمر ہمیشہ دکھی اور مظلوم لوگوں سے، قدرت کی زیادتیوں کا شکار، خصوصاً بچوں سے غیر معمولی ہمدردی تھی، وہ ان پر دست شفقت رکھتے تھے، یہ فیکٹ ایسا ہے کہ میری رائے میں ہمارے اس قضیے

کے لیے نہایت اہمیت رکھتا ہے) اب میں داد چاہتا ہوں اس حقیقت کے باریک سے باریک رشتوں کو جوڑ کر معلومات حاصل کرنے کی کہ پاولی شیف نے آپ کے ساتھ جو نسبت خاص برتی (انہی کی کوشش تھی کہ آپ کو جمنازیم اسکول میں داخلہ ملا اور خاص نگرانی میں ٹیوشن دیئے گئے) اس نسبت نے آخر رفتہ رفتہ اس خیال کو جنم دیا، عزیزوں اور گھر والوں میں چرچا ہونے لگا کہ آپ اولی شیف کے ہی بیٹے ہیں اور آپ کے والد کو دھوکے میں رکھ کر بیوی ان کے گلے منڈھ دی گئی تھی مگر اس افواہ کا اہم پہلو یہ ہے کہ چرچا ہوتے ہوتے اسے جڑ پکڑنے اور عام اعتقاد بننے کا موقع ملا پاولی شیف کی زندگی کے آخری ایام میں، جب ہر ایک کو وصیت نامے کی طرف سے دھڑکا لگا ہوا تھا، جب شروع معاملات کی اصلیت لوگ فراموش کر چکے تھے اور شہادتیں نایاب ہو چکی تھیں۔ اس میں شک نہیں مسٹر بردوفسکی کہ یہ افواہ آپ تک بھی پہنچی اور آپ کے ذہن پر طاری ہو گئی۔ آپ کی والدہ، جن سے ذاتی نیاز حاصل کرنے کا شرف مجھے نصیب ہے، اگرچہ ان افواہوں سے بذات خود واقف تھیں، لیکن انہیں اب تک علم نہیں (میں نے بھی راز ہی رہنے دیا) کہ آپ، ان کے فرزند ان افواہوں کی لپیٹ میں آ چکے ہیں۔ آپ کی والدہ محترمہ کو، مسٹر بردوفسکی، میں نے پسکوف شہر میں بہت بیمار اور نادار پایا، ان کی یہ حالت پاولی شیف کی موت کے بعد ہوئی ہے۔ انہوں نے رو رو کر احوال سنایا اور آپ کا احسان مانا کہ آپ کے دم سے اور آپ کی امداد کے بل پر وہ دنیا میں سانس لے رہی ہیں۔ انہیں امید ہے کہ آپ آئندہ بہت ترقی کریں گے اور تڑپ تڑپ کر دعائیں دیتی ہیں کہ آپ کو کامیابی نصیب ہو....."

"یہ سب برداشت سے باہر ہے بالکل۔" لیبیدیف کے بھانجے نے چمک کر آواز بلند کہا "اس تمام داستان کی ضرورت کیا تھی؟"

"نہایت گری ہوئی، گھاؤنی حرکت!" ایپولیت زور سے حرکت میں آیا مگر بردوفسکی نے نہ کچھ دیکھا، نہ سنا، وہ سکتے میں آ گیا تھا۔

"کیا ضرورت تھی اور کیوں؟" مسٹر گاوریلا نے مصنوعی تعجب سے وہی سوال دہرایا اور نتیجے پیش کرنے کے لیے جان لیوا تیاری کر لی۔ "تو سنیے: اول تو یہ کہ مسٹر بردوفسکی پوری طرح قائل ہو جائیں کہ مسٹر پاولی شیف ان سے جو پیار کرتے تھے وہ اپنی فراخ دلی کی بدولت، نہ کہ وہ شفقت پدری تھی۔ یہ فیکٹ بردوفسکی کے علم میں اس لیے بھی آنا لازم ہے کہ ابھی ذرا دیر پہلے جب وہ مضمون پڑھ کر سنایا جا چکا تو انہوں نے مسٹر کیلر کی تائید اور تصدیق کی تھی۔ میں اس لیے کہتا ہوں کہ آپ کو ایک شریف آدمی شمار کرتا ہوں مسٹر بردوفسکی۔ دوسرے یہ نکلا کہ اس معاملے میں کوئی جعل سازی اور فریب دہی نہیں برتی گئی، یہاں تک کہ مسٹر چیاروف کی طرف سے بھی نہیں۔ خود میرے لیے یہ نکتہ بہت اہم ہے کیونکہ پرنس ابھی ابھی جوش میں آ کر ضمناً کہہ گئے کہ میری نگاہ بھی اس بدبخت قضیے میں جعل سازی اور فراڈ دیکھتی ہے۔ یہاں، اس کے برعکس ہر طرف سے یہی ایک بھرپور رائے بنتی ہے کہ چاہے چیاروف اصلیت میں بڑا جعل ساز ہو، لیکن اس معاملے میں ہوشیار، معاملہ فہم اور تیز وکیل کا فرض ادا کیا ہے۔ اسے امید تھی کہ وکیل کی حیثیت سے کافی بڑی رقم اینٹھ لے گا۔ اس نے جو نقشہ جمایا، وہ نازک اور استادانہ تو تھا ہی، اس کے علاوہ پکا بھی تھا۔ جس سہولت سے پرنس روپیہ نکال دیتے ہیں، اس سہولت کو پیش نظر رکھا اور اس بات کو بھی کہ پرنس میں مرحوم پاولی شیف سے عقیدت ہے، احسان مندی کا

جذبہ موجود ہے۔ تو اس نے آخر یوں بنیاد قائم کی (یہ نہایت اہم نکتہ ہے) کہ عزت آبرو اور ضمیر کے معاملے میں پرنس پرانے وقتوں کے سورماسرداروں کی سی آن رکھتے ہیں۔ اب جہاں تک بردوفسکی کی ذات کا تعلق ہے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اپنے یقین کی بدولت، چباروف اور حلقے کے دوسرے لوگوں کے کہنے میں یہاں تک آ گئے کہ اس معاملے کو ذاتی مفاد کا معاملہ سمجھ کر نہیں بلکہ حق وصداقت، ترقی اور انسانیت کی خدمت سمجھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ اب، ان حقائق کے بیان کے بعد سب پر روشن ہو چکا ہوگا کہ مسٹر بردوفسکی پاک صاف آدمی ہیں، آپ ان کے حلیے پر نہ جائیے اور پرنس اس پاک صاف آدمی کے لیے خوشی خوشی اور عنقریب دوستی اور عملی تعاون کی پیشکش کریں گے جس کا ذکر ان کی زبان پر آ چکا ہے، اسکول اور پاولی شیف کے سلسلے میں۔"

"بند کیجیے، گاوریلا صاحب، روک دیجیے۔" پرنس نے واقعی سہم کر اسے پکارا، مگر جو بات ہونے کی تھی، ہو چکی تھی۔

"میں کہہ چکا، تین، تین بار کہہ دیا کہ مجھے روپیہ نہیں چاہیے۔" بردوفسکی جھنجھلا کر چیخا۔ "نہیں لوں گا میں، کیوں لوں..... نہیں چاہیے، لعنت!....."

وہ برآمدے سے اٹھ کر بھاگنے ہی والا تھا۔ لیبیدیف کے بھانجے نے اس کا بازو تھام لیا اور چپکے سے کان میں کچھ کہا۔ بردوفسکی جلدی سے مڑا، جیب سے ڈاک کا ایک کھلا لفافہ نکالا بڑے سائز کا اور اسے پرنس کے پہلو کی تپائی پر پٹک دیا۔

"یہ لیجیے آپ کا روپیہ..... آپ کی یہ جرأت، یہ ہمت!..... یہ رہا وہ روپیہ!....."

"یہ وہ ہیں آپ کے ڈھائی سو روبل، جو بطور خیرات آپ نے چباروف کے ذریعے اسے بھیجے تھے۔" واکتر نیکو نے وضاحت کی۔

"مگر مضمون میں تو صرف پچاس لکھا تھا۔" کولیا پکارا۔

"قصور میرا ہے!" پرنس نے بردوفسکی کے نزدیک ہو کر کہا "میں آپ کے سامنے نہایت قصوروار ہوں مگر یقین کیجیے، میں نے خیرات کی مد میں نہیں بھیجے تھے۔ پھر بھی قصور میرا، اب تک جو کیا، وہ بھی میری خطا ہے۔ (پرنس سخت بوکھلایا ہوا تھا، صورت سے تھکاوٹ اور کمزوری ٹپک رہی تھی، منہ سے الفاظ بے ربط نکل رہے تھے۔) میں نے جعل سازی کا لفظ کہا ضرور..... مگر روئے سخن آپ کی طرف نہیں تھا، غلطی ہوئی۔ میں نے تو صرف یہ کہا کہ آپ بھی ایسے ہی تھے جیسے میں..... مطلب یہ کہ مریض۔ مگر آپ میری طرح تھوڑی ہیں، میں غلط..... آپ تو ٹیوشن پڑھاتے ہیں، ماں کا خرچ اٹھاتے ہیں۔ میں نے کہا تھا کہ آپ نے اپنی والدہ کو رسوا کیا، مگر آپ تو ان سے محبت کرتے ہیں۔ خود وہ کہتی ہیں تو..... مجھے کیا علم تھا!..... گاوریلا صاحب نے آج تک بتایا ہی نہیں..... تاہم قصور میرا ہے۔ یہ بھی جسارت تھی میری کہ آپ کو دس ہزار دینے کی بات کھول کر کہہ دی۔ ایسے نہیں کرنا تھا، اپنا قصور مانتا ہوں۔ اور اب..... ایسا کرنا مناسب نہیں کیونکہ آپ مجھ سے بیزار ہو گئے....."

"افوہ رے، کیا پاگل خانہ ہے یہ!" بیگم جنرل چیخ پڑیں۔

Scanned with CamScanner

"ہاں واقعی، ہے تو پاگلوں کا گھر!" اگلایا سے اور صبر نہ ہو سکا۔ وہ تڑپ کر بول پڑی لیکن اس کے الفاظ عام شور پکار میں ڈوب گئے۔ سبھی زور زور سے بولے جا رہے تھے، سبھی قائل معقول کرنے میں لگے تھے۔ کوئی بحث رہا تھا، کوئی ہنس رہا تھا، جنرل یپان چین نفرت و بیزاری کی بالکل آخری سیڑھی پر پہنچ چکے تھے اور ایسی صورت لیے جیسے ان کی شان میں سخت گستاخی ہوئی ہو، وہ اپنی بیوی کا انتظار کر رہے تھے۔ لیبید یف کے بھانجے نے دل میں جو آخری رہ گئی تھی، کہہ ڈالی:

"سچ، پرنس صاحب، آپ کو داد دینی پڑے گی۔ آپ کو خوب کام نکالنا آتا ہے اپنی..... مطلب یہ کہ اپنی بیماری سے (اگر ذرا مہذب سا لفظ استعمال کروں تو) ایسی ہوشیاری سے آپ نے اپنی دوستی اور نقدی کی پیشکش کہ اب کوئی شریف انسان تو انہیں کسی بھی حالت میں قبول کرنے سے رہا یا تو یہ معصومیت کی انتہا ہے یا پھر حد سے زیادہ چالاکی..... آپ ہی بتائیں!"

"ٹھہریئے صاحبان، اجازت ہو۔" گاوریلا نے اس اثناء میں وہ بند لفافہ کھول لیا جس میں روپیہ تھا۔ "یہ لیجیے، دو سو پچاس ہی نہیں، صرف سو روبل ہیں۔ میں نے، پرنس صاحب، اس لیے ایسا کیا کہ بعد میں کوئی غلط فہمی نہ ہو۔"

"کوئی بات نہیں، جانے دو، رہنے دو!" پرنس نے ہاتھ ہلا کر گاوریلا کو روکا۔

"نہیں، مت جانے دو!" فوراً لیبید یف کا بھانجا بیچ میں تڑ سے بولا۔ "پرنس، آپ کا یہ رہنے دو، جان دو۔ ہمارے لیے ذلت کی بات ہے۔ ہمیں چھپنا چھپانا نہیں، صاف منہ پر کہتے ہیں: ہاں، اس میں صرف سو روبل ہیں۔ ڈھائی سو نہیں ہیں۔ تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"فرق تو پڑتا ہے۔" معصومانہ تجاہل سے گاوریلا اور ایپولچن نے اس کا تڑکی جواب دیا۔

"آپ مجھے درمیان میں مت ٹوکیے، ہم اتنے احمق نہیں ہیں جتنا آپ نے سمجھ رکھا ہے مسٹر ایڈووکیٹ!" لیبید یف کا بھانجا آگ بگولہ ہو کر بولا۔ "ظاہر ہے کہ سو روبل ڈھائی سو نہیں ہوتے اور یہ بھی نہیں کہ ان میں فرق نہ ہو، مگر اصل چیز اصول ہے، اہم بات ہے پہل کرنا اور یہ کہ ڈیڑھ سو کی کمی ہے، یہ بالکل فروعی بات ہے۔ اہم یہ ہے کہ بردوفسکی، عالی جناب پرنس صاحب، آپ کی خیرات قبول نہیں کرتا۔ وہ اسے آپ کے منہ پر مارتا ہے، اس معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا..... کیا سوا اور کیا ڈھائی سو۔ بردوفسکی نے دس ہزار کو ٹھوکر ماردی، دیکھ لیا آپ نے، وہ یہ سو روبل بھی نہ لاتا اگر بے ایمان ہوتا! تو یہ ڈیڑھ سو وہ ہیں جو چیاروف کے پرنس تک سفر خرچ میں گئے۔ ہنسیے، مذاق اڑایئے کہ ہمیں دنیاوی ہوشیاری نہیں آتی، کام چلانے کا سلیقہ نہیں ہے۔ ویسے بھی آپ نے پورا زور لگا دیا ہمیں مذاق کا نشانہ بنوانے کے لیے، یہ سب مانا، مگر یہ کہنے کی جرأت مت کیجیے کہ ہم بے ایمان ہیں۔ یہ جو ڈیڑھ سو کا فرق ہے تو عالی جناب پرنس صاحب، یہ بھی ہم مل ملا کر بھر دیں گے۔ چاہے ہمیں ایک ایک روبل کر کے لوٹانی پڑے مگر یہ رقم بہر حال واپس کر دیں گے اصل مع سود۔ بردوفسکی غریب ہے، بردوفسکی کے پاس لاکھوں نہیں دھرے ہیں۔ چیاروف نے واپسی پر اپنے سفر خرچ کا بل پیش کر دیا۔ ہمیں یہ کیس جیتنے کی امید تھی..... بردوفسکی کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو اور کیا کر سکتا تھا؟"

"کیا مطلب؟" پرنس ش۔ سے نہ رہا گیا۔

"میں تو یہاں پاگل ہو جاؤں گی!" بیگم لیزاویتا پکاریں۔

Scanned with CamScanner

''اس پر مجھے یاد آیا۔'' ایوگینی پاولووچ جو بہت دیر سے خاموش تماشائی تھا، ہنس کر کہنے لگا ''اس پر مجھے حال ہی ایک مشہور مقدمہ یاد آ گیا جس میں وکیل صفائی نے اپنے موکل کی طرف سے، جس نے ایک ساتھ چھ آدمیوں کا (کسی غرض سے خون کر دیا تھا، موکل کی مفلسی کا عذر پیش کیا۔ اس نے اپنی بحث کچھ اس طرح سے تمام کی 'قدرتی بات ہے کہ مفلسی نے میرے موکل کے دماغ میں یہ بات ڈالی کہ ان چھ آدمیوں کو جان سے مار دے۔ اس کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو اس کے سوا اور کیا سوچ سکتا تھا؟' کوئی اس طرح کی دلیل تھی، بڑی پر لطف۔''

''بس، بہت ہوا۔'' یکا یک بیگم لیزاویتا کی آواز آئی۔ وہ غصے سے قریب قریب لرز رہی تھیں۔ ''اب یہ چہ میگوئی بند ہونی چاہیے۔''

بیگم صاحبہ بے حد جوش میں تھیں۔ انہوں نے ڈانٹ کے انداز میں اپنا سر ذرا پیچھے ڈھلکایا اور نخوت سے بھری، تیز اور بے چین للکار کے ساتھ اپنے دمکتی ہوئی آنکھوں سے پوری اس ٹولی کا یوں جائزہ لیا کہ اس میں دوست اور دشمن کی کوئی تمیز نہیں کی۔ یہ وہ نقطہ تھا جب دیر تک دبا کر رکھنے کے بعد آخر غصے کا پارہ پھٹ پڑنے کے قریب پہنچ جاتا ہے، جب انسانی جذبات کا اشتعال فوراً جنگ پر کمر بستہ ہو جاتا ہے، جب ایک ہی دھن سوار ہوتی ہے کہ کسی پر بھی ٹوٹ پڑو۔ جو لوگ بیگم لیزاویتا سے واقف تھے، انہوں نے یہ رنگ دیکھ کر سمجھ لیا کہ آج خیر نہیں۔ اس کے دوسرے دن جنرل ایپان چین نے پرنس ش۔ سے اس واقعے کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ''ان کے ساتھ ایسا ہوا تو کرتا ہے، مگر جس درجے کل تھا، ایسا بہت شاذ و نادر ہوتا ہے، کہیں تین سال میں ایک آدھ بار۔ اس سے زیادہ نہیں۔ ہرگز نہیں اس سے زیادہ!'' انہوں نے زور دے کر بتایا۔

''بس، جناب، ایوان فیودروویچ، مجھے مت چھیڑیے۔'' وہ شوہر پر گرم ہو گئیں۔ ''اب یہ کیا آپ بازو میں ہاتھ ڈال رہے ہیں؟ پہلے سے مجھے نہیں اٹھا سکتے تھے، آپ شوہر ہیں، گھر کے بڑے ہیں۔ آپ تو مجھ کو، مجھ الٹی کھوپڑی کو کان پکڑ کر اٹھاتے اور یہاں سے لے جاتے، میری کیا مجال تھی جو میں جانے میں آنا کانی کرتی۔ میری نہیں تو کم از کم لڑکیوں کی فکر ہوتی۔ اب کیا ضرورت! ہمیں آپ کے بغیر بھی راستہ مل جائے گا، آج کی شرم پورے سال ستائے گی..... ٹھہر جایئے، میں ذرا ان پرنس کا تو شکریہ ادا کر دوں..... پرنس صاحب، شکریہ اس خاطر مدارات کا! میں تو ان لڑکوں بالوں کی بات سننے کے لیے انکی تھی..... یہ تو گھٹیا پن رہا، نیچ پن! یہ ایسی ہڑبونگ، اتنی بے ہودگی تو آدمی کو خواب میں بھی نہ دکھائی دے! کہیں ایسے لڑکے بہت تو نہیں ہیں؟..... خاموش اگلایا، الیکساندرا، تم چپ رہو، تم سے کیا مطلب!..... ایوگینی پاولووچ، آپ میرے آس پاس مت گھومئے، میں اوب چکی ہوں آپ سے..... تو تم، میرے عزیز، میرے اچھے پرنس، تم ان لوگوں سے معذرت طلب کرتے ہو۔'' پرنس پر وہ بپھر گئیں۔ ''قصور، قصور میرا کہ آپ کو نقد رقم پیش کرنے کی ہمت کی..... اور تو ڈینگیا چھوکرا کہیں کا، تیری یہ مجال کہ ہم پر ہنستا ہے!'' وہ لیبیدیف کے بھانجے پر برس پڑیں۔ ''چلے یہ کہنے کہ ہم کوئی رقم وقم نہیں لینے والے۔ یہ مانگ ہے، درخواست نہیں ہے!' اور گویا اسے یہ خبر نہیں کہ ہمارا یہ جو ایڈیٹ ہے، یہ کل ہی ان لوگوں کو پھر دوستی کا ہاتھ بڑھا دے گا اور سرمایہ بھی اٹھا کے دے ڈالے گا! اچھا، اب چلتے ہو، چلتے ہو یا نہیں؟''

''جی، چلتا ہوں۔'' پرنس نے دھیمی، لجائی ہوئی آواز میں ہامی بھری۔

Scanned with CamScanner

''سن لیا، یہ ہے جس پر تم تکیہ کیے بیٹھے ہو۔'' وہ پھر داکتر نیکو کی طرف پلٹ پڑیں۔ ''روپیہ تو اب جیسے تمہاری جیب میں پڑا ہے۔ اسی لیے ٹھنک رہے ہو، اینٹھ رہے ہو، برخوردار، تم ہماری آنکھوں میں دھول جھونکنے چلے ہو۔ نا، پیارے، اور کہیں عقل کے کورے ڈھونڈو۔ میں نے تمہیں ناپ لیا، سارے کھیل کے آر پار جھانک لیا!''

''لیزاویتا محترمہ!'' پرنس پکارا۔

''چلیں یہاں سے اب۔ لیزاویتا بیگم صاحبہ، کچھ نہیں، بہت وقت ہو گیا اور پرنس کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔'' زیادہ سے زیادہ دھیمے پن سے اور مسکرا کر پرنس ش۔ نے تجویز کیا۔

لڑکیاں ایک طرف ہو کر کھڑی تھیں، سہمی دبکی، جنرل تو سچ مچ ڈرے ہوئے تھے۔ ہر ایک عموماً حیرت میں تھا۔ کوئی کوئی ذرا سرک کر کھڑے ہوئے چپکے چپکے ہنس رہا تھا۔ آپس میں کانا پھوسی ہو رہی تھی۔ لیبیدیف کے چہرے سے ظاہر تھا کہ خوشی سے جھوم رہا ہے۔

''اجی، سرکار، ہر طرف بے ہودگی، ہنگامہ، ہڑبونگ ہی ملیں گے۔'' لیبیدیف کے بھانجے نے کہا، جس پر ایک دم اوس پڑ گئی تھی۔

''مگر ایسے نہیں، برخوردار، جیسے تمہارے ہاں ہوا، ایسے نہیں کہیں بھی، ایسے نہیں ہوتا!'' لیزاویتا بیگم انتقاماً اس کے پیچھے پڑ گئیں۔ ''مت چھیڑو مجھے، خبردار!'' سمجھانے بجھانے والوں کو انہوں نے جھڑک دیا۔ ''ابھی جو آپ نے کہا تھا نا ایوگینی پاولووچ کہ عدالت میں وکیل صفائی نے دلیل دی کہ غریبی کے مارے ملزم نے چھ آدمیوں کی گردن اڑا دی، اس سے زیادہ قدرتی اور کیا ہوتا، تو مطلب یہ کہ قرب قیامت کی دلیل ہے، دنیا کا خاتمہ آ پہنچا۔ آج تک کان میں ایسی بات نہیں پڑی تھی۔ اب ساری بات صاف ہو گئی۔ یہ جس کی زبان میں گانٹھ پڑی ہے، کیا یہ نہیں مار ڈالے گا؟ (انہوں نے بردوفسکی کی طرف اشارہ کیا جو نہایت حواس باختہ انہیں تکے جا رہا تھا۔) شرط لگانے کو تیار ہوں۔ یہی آدمی کے ٹکڑے کر ڈالے! آپ کا روپیہ، دس ہزاریوں دینے سے تو نہیں لیتا، لیتے شرم آتی ہے، ضمیر کی اجازت نہیں، لیکن رات کو چپکے سے آ کر کاٹ ڈالے، الماری سے سارا روپیہ پار کر دے، تب شرم نہیں آئے گی۔ تب ضمیر مان لے گا! یہ بے ایمانی تھوڑی ہوئی۔ یہ تو وہ ہوا 'شرافت کا جنون' یہ تو وہ ہوا 'انکار' میری بلا جانے اور کیا ہوا یہ..... تھوا! سب الٹ پلٹ گئی، ٹانگیں اوپر سر نیچے۔ اچھی خاصی لڑکی گھر میں پلی بڑھی اور سڑک پر ایک دم اچھل کے گاڑی میں: 'اماں پیاری، میں نے تو فلاں کارپچ سے، یا فلاں ایوانچ سے بیاہ کر لیا، کئی دن ہوئے۔ میں چلی۔ تا۔ تا!' (15) یہ کوئی اچھے طور طریق ہیں تمہارے نزدیک؟ یہ عزت آبرو کی باتیں ہیں؟ قدرتی ہیں؟ بڑے آئے عورتوں کا سوال اٹھانے والے! یہ بالشت بھر کا چھوکرا (انہوں نے کولیا کی طرف انگلی اٹھائی) ابھی کل زبان چلا رہا تھا کہ 'عورتوں کے سوال' کے معنی یہی ہیں۔ ارے اگر ماں کیسی ہی بے وقوف ہو، تو کم از کم آدمیت میں رہ اس کے ساتھ!..... تم لوگ کیا سمجھ کے یوں گردن اکڑائے اندر آئے تھے؟ 'ہٹ جاؤ، ہم آ رہے ہیں۔' ہمیں سارے حق دے دو اور خبردار، زبان سے ایک لفظ نہ نکلے۔ ہمیں ہر طرح کی عزت دو، سر جھکا دو سامنے، کچھ بھی ہو نہ ہو سب کی سب اور ہم، تمہارے ساتھ ہم بدترین غلام کا سا برتاؤ کریں گے۔ انہیں حق چاہیے، سچائی کی تلاش ہے، اور خود ان کے کرتوت تو دیکھنا ذرا، مضمون میں کیا بے شرمی سے گندا چھالی ہے! 'ہم ڈیمانڈ کرتے ہیں۔ سوال نہیں کرتے۔ شکریے

Scanned with CamScanner

کا بول بھی ہماری زبان سے نہیں نکلنے والا، کیوں؟ کیونکہ آپ تو اپنے ضمیر کی تسکین کی خاطر ادا کریں گے! واہ، کیا اخلاق ہے! ارے اگر تم احسان نہیں مانتے تو پرنس بھی تمہارے منہ پر وہی جواب مار دے: پاولی شیف کا اس پر کوئی احسان نہیں، پاولی شیف نے تو اپنے ضمیر کی تسکین کے لیے امداد کی تھی۔ پرنس کو جو احسان مندی کا جذبہ ہے پاولی شیف کے لیے، اسی کے برتے پر تم مانگتے ہو نا؟ تمہاری گرہ سے تو نہیں لے لیا کچھ، تمہارا قرضہ تو واجب نہیں ہے اس پر؟ اس کی شرافت یا احسان مندی نہیں تو پھر اور کاہے سے آس لگا رکھی ہے تم نے؟ اور اسی جذبے کو ماننے سے تمہیں خود انکار ہے! پگلے کہیں کے! سماج کو تو کہیں گے کہ وحشی ہے، انسانیت سے عاری ہے کہ جو لڑکی اپنی عصمت کھو چکی ہو، اسے بری نظر سے دیکھتا ہے اور اگر تم سماج کو انسانیت سے عاری مانتے ہو، تو یہ بھی مانو گے کہ اس لڑکی کو سماج سے ذلت ملی اور اگر ایسا ہے تو اخبار میں چھاپ کر جو اسے تم بے آبرو کرتے ہو اسی سماج کی نظر میں اور اوپر سے اصرار ہے کہ اس میں ذلت کی کیا بات! اس سے اس کا دل نہیں دکھتا کیا؟ خبط الحواس! اپنا نام اچھالنے کے شوقین! نہ خدا پر ایمان، نہ مسیح پر اعتقاد! دین ایمان سے بے بہرہ، یہ شہرت پسندی، یہ غرور، ایسا کھا گیا ہے تمہیں کہ آخر میں ایک دوسرے کی بوٹیاں نوچ کر کھا جاؤ گے تم لوگ، دیکھ لینا کہے دیتی ہوں۔ یہ کچھ کم ہڑبونگ اور بے ہودگی ہے کیا؟ اوپر سے یہ بے شرم، بے غیرت، ان سے معذرت طلب کرنے کو بچھا جا رہا ہے! ارے، تم جیسے کیا اور بھی ہوتے ہیں؟ ہنستا کس بات پر ہے، کھی کھی؟ یہی ہے کہ میں نے اپنے منہ پر بھی کالک لگالی؟ ہاں، تمہارے سامنے لگائی ہے تو کالک، کیا کروں، کیا کرتی!.... اور تو میرے آگے دانت مت نکال لفنگے! (وہ ایپولیت پر برس پڑیں) سانس تک تو لینا مشکل اور دوسروں کو گمراہ کرنے چلا ہے۔ تو نے اس بیچارے لڑکے کو بگاڑ دیا (انہوں نے پھر کولیا کی طرف اشارہ کیا) تیری ہی بکواس رٹے جا رہا ہے، اسے بے دینی کی پٹی پڑھا دی۔ یہ تری عمر اور تو خدا کو نہیں مانتا، تیرے تو ہنٹر لگائے جائیں، سرکار نامدار! تم سب پراخ تھو!.. تو پرنس صاحب، جاؤ گے تم؟ کل تم جاؤ گے ان لوگوں کے پاس؟" بیگم لیزاویتا نے ہانپتے ہوئے پرنس سے دوبارہ سوال کیا۔

"جی ہاں، جاؤں گا۔"

"گئے تو تمہاری صورت نہیں دیکھوں گی میں!" باہر جانے کے لیے وہ تیزی سے مڑی تھیں مگر یہ کہہ کر پھر ٹھہریں اور پرنس کی طرف منہ کر کے پوچھا "اسی بے دین کے پاس جاؤ گے تم؟" انہوں نے ایپولیت کی طرف انگشت نمائی کی۔

"ارے، تو، چھوکرے ہنستا کیا ہے مجھ پر؟" ایپولیت پر وہ آپے سے باہر ہو کر برس پڑیں۔ اس کی کڑوی ہنسی ان سے برداشت نہیں ہو سکی اور اس کی طرف جھپٹیں۔

"ارے، ارے، لیزاویتا صاحبہ، ارے بیگم صاحبہ!" ایک ساتھ سب پکارنے لگے۔

"ممی! شرم کی بات!" اگلایا نے زور سے ماں کو ٹوکا۔

"پریشان نہ ہوں مس اگلایا آپ!" ایپولیت نے، جسے ممی نے زور سے جھپٹ کر پکڑ لیا تھا اور خدا جانے کیوں، اس کا بازو جکڑے ہوئے تھیں، بڑے سکون سے اگلایا کو مخاطب کیا۔ لیزاویتا بیگم ایپولیت کے سامنے کھڑی اسے شعلہ فشاں آنکھوں سے گھور رہی تھیں۔ "صاحبزادی، آپ پریشان نہ ہوں، آپ کی ممی کو نظر آ جائے گا کہ مرتے کو نہیں مارا کرتے... ابھی بتائے دیتا ہوں کہ ہنسی کس بات پر آئی تھی... اجازت ہو تو بتا دوں۔ بڑی خوشی ہوگی بتا کر..."

Scanned with CamScanner

یہ کہتے کہتے اس پر کھانسی کا دورہ پڑا اور منٹ بھر وہ کھانسی سے نجات نہ پا سکا۔

"دم تو نکلا جا رہا ہے، لیکچر جھاڑنے سے باز نہیں آتا۔" بیگم صاحبہ نے اس کا ہاتھ اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے کہا۔ جب اس نے ہونٹ صاف کرنے میں منہ سے لہو پونچھا تو وہ خوفزدہ نظروں سے دیکھتی رہ گئیں۔ "بولنے کی کیا مارے تجھے! بستر پر جا کر لیٹ جانا چاہیے، بس!"

"ایسا ہی ہوگا۔" آہستہ سے بھرائی ہوئی آواز میں، گویا سرگوشی کرتے ہوئے ایپولیت کی زبان سے نکلا۔ "گھر پہنچتے ہی میں خود بستر پر گرنے والا ہوں... بس، دو ہفتے کی بات ہے۔ مجھے خبر ہے کہ بچوں گا نہیں، مر جاؤں گا... پچھلے ہفتے ڈاکٹر بتا چکے ہیں... تو، اگر اجازت ہو، چلتے چلاتے دو بول کہہ جاؤں۔"

"تیرا دماغ تو نہیں چل گیا لڑکے؟ بکواس! دو بول، چار بول نہیں، تجھے اپنا علاج کرانا چاہیے۔ جا، چل دے اب اور جا کر لیٹ جا بستر پر!" بیگم لیزاویتا نے تشویش کے مارے زور سے کہا۔

"لیٹ جاؤں گا تو پھر مرنے تک لیٹا ہی رہوں گا۔" ایپولیت مسکرا دیا۔ "کل ہی میرا جی چاہ رہا تھا کہ جا کے لیٹ رہوں اور پھر مرتے دم تک بستر پر پڑا رہوں۔ پھر سوچا، نہیں، پرسوں تک ٹال جاؤں۔ ابھی ٹانگوں میں دم ہے... آج ان سب کے ساتھ یہاں بھی تو آنا تھا... بس، تھک بہت گیا ہوں اور کچھ نہیں..."

"تو پھر کھڑا کیوں ہے، بیٹھ جا۔ یہ رہی کرسی۔" بیگم لیزاویتا نے جلدی سے کہا اور خود اس کے لیے کرسی لگا دی۔

"شکریہ آپ کا۔" دھیمی آواز میں ایپولیت بولا "اور آپ میرے سامنے بیٹھ جائیے، تب کچھ بات ہو۔ بات ضرور ہوگی ہماری آپ سے.... یہ میری ضد ہے۔" وہ ان پر پھر مسکرا دیا۔ "ذرا غور فرمائیے۔ آج میں آخری بار کھلی ہوا میں ہوں، لوگوں کے درمیان ہوں، دو ہفتے بعد شاید منوں مٹی تلے پہنچ جاؤں۔ تو کہنے کا مطلب یہ کہ ایک طرح آخری رخصت ہے یہ لوگوں سے بھی اور دنیا کی بہار سے بھی۔ اگرچہ میں بہت جذباتی نہیں ہوں، پھر بھی، آپ تصور کیجیے کہ بہت خوش ہوں جو یہ سب کچھ یہاں پاولوفسک میں ہو گیا اور کچھ نہ سہی، یہاں درختوں کی شاخوں پر پتیاں تو نظر آتی ہیں۔"

"مگر اب ہماری باتیں کونسی ہونی ہیں؟" لیزاویتا بیگم برابر سہمی جا رہی تھیں۔ "تجھے تو زور کا بخار چڑھا ہوا ہے۔ ابھی ذرا دیر پہلے چیخ رہا تھا، گلا پھاڑ رہا تھا اور اب سانس گلے میں پھنس رہا ہے۔"

"ابھی آرام آیا جاتا ہے۔ آپ میری آخری خواہش کو کیوں ٹھکراتی ہیں؟... لیزاویتا بیگم صاحبہ، بہت دنوں سے میری آرزو تھی کہ آپ سے کسی دن واسطہ پڑے۔ خبر ہے آپ کو؟ میں نے آپ کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے... کولیا نے بتایا۔ وہی ایک رہ گیا ہے جو مجھے اکیلا نہیں چھوڑتا، آتا رہتا ہے۔ آپ تو نرالی طبیعت کی خاتون ہیں۔ ذرا سنکی ہیں البتہ۔ میں نے خود اپنی آنکھوں دیکھ لیا ابھی... معلوم ہے آپ کو؟ تھوڑی بہت آپ مجھے اچھی لگیں۔"

"لو، اور سنو، میں تو اس پر ہاتھ چھوڑنے والی تھی۔"

"ہاں، اور آپ کو مس اگلایا نے روک لیا، غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں؟ یہ آپ کی صاحبزادی اگلایا ہیں نا؟ اس قدر خوبصورت ہیں کہ پہلے کبھی دیکھا نہیں تھا، پھر بھی پہلی نظر میں پہچان گیا کہ یہی ہیں۔ زندگی میں آخری بار نہیں جی بھر کے ذرا دیکھ تو لوں، اس حسن کی مورتی کو۔" عجب بے ڈھنگے اور کج مج انداز میں ایپولیت مسکرا دیا "اور یہ رہے پرنس صاحب،

Scanned with CamScanner

اور آپ کے شوہر اور یہ پوری محفل۔ آپ کیوں ٹھکراتی ہیں میری آخری خواہش کو؟"

"کرسی!" بیگم نے آواز لگائی لیکن پھر خود ہی کرسی کھینچ کر ایپولیت کے سامنے بیٹھ گئیں۔ "کولیا، دیکھو" انہوں نے لڑکے کو حکم دیا "تم ان کے ساتھ جانا، گھر پہنچانا اور کل میں خود...."

"اگر آپ کی اجازت ہو بیگم صاحبہ تو میں پرنس سے ایک پیالی چائے کو کہوں... بہت تھک گیا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے لیزاویتا پروکوفیونا، شاید آپ پرنس کو اپنے ہاں چائے پر لے جانا چاہتی تھیں۔ مہربانی کیجیے، ٹھہر جائیے۔ تھوڑی دیر ساتھ رہیے۔ پرنس یقیناً ہمیں چائے پلوا دیں گے ہم سب کو۔ معاف کیجیے کہ خود ہی فرمائش کیے دے رہا ہوں... مگر کوئی بات نہیں۔ میں آپ کو جانتا ہوں، آپ دل کی اچھی ہیں، پرنس بھی ایسے ہیں... ہم بھی مسخرے پن کی حد تک اچھے دل کے لوگ ہیں..."

پرنس نے چائے بنوانے کی جلدی کی۔ لیبیدیف کمرے سے دوڑا ہوا سرپٹا گیا اور اس کے پیچھے ویرا۔

"اچھا تو کہو۔" بیگم جنرل نے جم کر کہا "کہو مگر آہستہ۔ اپنے اوپر بوجھ نہ لینا۔ تم پر میرا دل دکھتا ہے.... پرنس! دل نہیں چاہتا تمہارے ہاں چائے پینے کو۔ مگر خیر، یونہی سہی! ٹھہر جاتی ہوں اور کسی کے آگے صفائی پیش کرنی نہیں ہے۔ کسی سے کوئی معذرت نہیں۔ بکواس!.. ہاں، البتہ، پرنس، اگر میں نے تمہیں بُرا بھلا کہہ دیا ہو تو معاف کر دینا پرنس... وہ بھی تمہارا جی چاہے تو۔ بہرحال میں کسی کو روکے ہوئے نہیں ہوں۔" بیگم صاحبہ نے ایک دم تیوری پر بے انتہا بل ڈال کر اپنے شوہر کو اور بیٹیوں کو دیکھا جیسے اصل میں وہی حد درجہ قصوروار ہوں۔ "میرا کیا، میں تو اکیلی بھی گھر پہنچ سکتی ہوں.."

مگر انہیں اور کہنے سننے کا موقع نہیں دیا گیا۔ سب نے نزدیک پہنچ کر چار طرف سے خوشی خوشی گھیر لیا۔ پرنس نے ایک ایک سے درخواست کی کہ اٹھیے اور چل کر چائے پی لیجیے۔ وہ معذرت کرتا جا رہا تھا کہ اب تک کم از کم اتنی تواضع کا خیال کیوں نہ آیا۔ جنرل تک کا دل پسیج گیا۔ انہوں نے بھی تسلی کے چند لفظ کہے اور بیگم سے پوچھا کہ یہاں برآمدے میں تازگی محسوس ہوتی ہے نا؟ وہ تو اور آگے چلے تھے ایپولیت سے دریافت کرنے کہ وہ کب سے یونیورسٹی میں پڑھتا ہے مگر پھر ٹال گئے۔ ایوگینی پاولووچ اور پرنس ش۔ آپ سے آپ موڈ میں آ گئے، ہنسنے بولنے لگے۔ ادے لائیدا اور الیکساندرا کے مکھڑوں پر حیرت کے تسلسل میں سے اطمینان کی کرن پھوٹنے لگی۔ مختصر یہ کہ ہر ایک خوش نظر آ رہا تھا کہ بیگم جنرل لیزاویتا پروکوفیونا کے سر کا بھوت اتر گیا۔ تنہا اگلایا منہ پھلائے ہوئے، خاموش ذرا سرک کر بیٹھی تھی۔ اس صحبت کے اور لوگ بھی ٹھہر گئے تھے۔ کسی کا دل اٹھ جانے پر آمادہ نہ تھا۔ یہاں تک کہ جنرل ایولگین بھی نہیں ٹلنے والے تھے، مگر لیبیدیف نے برابر سے گزرتے میں نجانے کیا کان میں پھونک دیا، غالباً کوئی چبھنے والی بات، کہ وہ اٹھے اور ایک کونے میں ڈوب گئے۔ پرنس نے بڑھ کر بردوفسکی اور اس کے ساتھ والوں میں ایک ایک کو چائے کی دعوت دی مگر انہوں نے ذرا منہ لٹکا کر جواب دیا کہ ابھی ٹھہریں گے، ایپولیت کا انتظار کریں گے... اور پھر فوراً کھسک کر برآمدے کے سب سے آخری سرے پر چلے گئے، جہاں پھر ایک دوسرے سے لگ کر بیٹھ گئے۔ غالباً لیبیدیف کے گھر میں چائے دیر سے بنی رکھی تھی، اپنے لیے بنائی ہوگی، کیونکہ ادھر کھلوایا، ادھر حاضر۔ گھنٹہ رات کے گیارہ بجا رہا تھا۔

(10)

ایپولیت نے ویرا لیبیدیف کی دی ہوئی چائے سے ہونٹ تر کر لینے کے بعد پیالی تپائی پر رکھ دی اور بھنگی ہوئی

Scanned with CamScanner

نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا، الجھن یا کسی پریشانی میں مبتلا دکھائی دے رہا تھا۔

"بیگم صاحبہ، ذرا یہ پیالیاں ملاحظہ فرمائیے۔" اس نے عجب بے تابی میں کہنا شروع کیا۔ "چینی کی یہ پیالیاں، شاید نہایت نفیس چینی کے یہ برتن ہمیشہ لیبیڈ یف کے ہاں برتنوں کی الماری میں سجی رہتی ہیں، شیشے کے پیچھے بند، کبھی ان کے نکلنے کی نوبت نہیں آتی... ظاہر بات ہے کہ بیوی کے جہیز میں ملے ہوں گے... یہی طریقہ ہے... لیکن دیکھیے، نکالے اور ان میں ابھی چائے پلوادی تو جناب، یہ محض آپ کے طفیل... اتنا خوش ہے وہ آپ کی آمد سے..."

اور بھی کچھ کہنا چاہتا تھا، مگر مناسب الفاظ نہیں ملے۔

"ہڑبڑا گیا لڑکا۔ یہی اندیشہ تھا مجھے۔" ایوگینی پاولووچ نے پرنس کے کان میں پھونکا۔ "خطرے کا معاملہ ہے یہ ہے؟! یہ پکی علامت ہے اس بات کی کہ اب وہ کوئی ایسا زہر اگلے گا، کوئی ایسی بے تکی حرکت کر بیٹھے گا کہ خود بیگم صاحبہ اب نہ لا سکیں گی۔"

پرنس نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"آپ سنکی پن سے گھبراتے نہیں؟" ایوگینی پاولووچ نے پھر گفتگو بڑھائی۔ "میں تو نہیں گھبراتا بلکہ جی چاہتا ہے کہ ہو جائے۔ ہماری مہربان بیگم صاحبہ ذرا بھگتیں تو سہیں۔ آج ہی ہو جائے، ابھی دیکھے بغیر میں بھی نہیں جانا چاہتا۔ آپ کو شاید تیز بخار ہے..."

"بعد میں، فی الحال مت بولیے۔ ہاں، میری طبیعت اچھی نہیں۔" پرنس نے بے خیالی میں جلدی سے جواب دیا کیونکہ اس کے کان میں اپنے نام کی بھنک پڑی تھی۔ ایپولیت اسی کے بارے میں کچھ کہہ رہا تھا۔

"آپ کو یقین نہیں آتا؟ آئے گا بھی نہیں۔" ایپولیت نے خفقانی ہنسی کے ساتھ کہا "مگر پرنس کو ہاتھ کے ہاتھ یقین آ جائے گا اور انہیں ذرا بھی تعجب نہیں ہونے کا۔"

"سنا تم نے پرنس؟ سن لیا؟" بیگم لیزاویتا نے پرنس کی طرف رخ کر کے پوچھا۔

ہر طرف سے ہنسی کا ڈونگرا برسا۔ لیبیڈ یف ہڑبڑا کر آگے نکل آیا اور بیگم صاحبہ کے بالکل منہ پر پہنچ گیا۔

"اس لڑکے کا کہنا ہے کہ یہ جو ٹیڑھا بینگا آدمی ہے، تمہارا مالک مکان... اسی نے وہ مضمون درست کر کے دیا اس ہستی کو۔ وہ مضمون جو ابھی تمہاری بیکی کرانے کو پڑھا گیا ہے۔"

پرنس نے لیبیڈ یف کو حیرت سے دیکھا۔

"اب منہ میں گھنگنیاں کیوں ڈالے ہوئے ہے؟" لیزاویتا بیگم نے کلس کر پاؤں زمین پر پٹکے۔

"تو کیا ہوا!" پرنس نے لیبیڈ یف کا سر سے پاؤں تک جائزہ لیتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ "مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہ اس نے ہی درست کیا ہوگا۔"

"سچ؟" ایک جھٹکے کے ساتھ وہ لیبیڈ یف کی طرف گھوم گئیں۔

"بالکل برحق، سرکار عالی جاہ!" لیبیڈ یف نے دل پر ہاتھ رکھ کر بیان کی حقانیت پر بڑی یکسوئی کے ساتھ مہر تصدیق لگا دی۔

Scanned with CamScanner

''اور اوپر سے داد بھی چاہتا ہے!'' وہ اپنی کرسی سے اچھل پڑیں۔

''نیچ، رذیل!'' لیبید یف بڑبڑایا اور اپنا سینہ کوٹنے لگا، سر برابر نیچے جھکاتا گیا۔

''تو مجھے اس سے کیا کہ تو رذیل ہے، نیچ ہے، سمجھتا ہے کہ زبان سے رذالت کا اقرار کر لیا اور بس قصہ پاک۔ تمہیں، پرنس، غیرت نہیں آتی ایسے مردکوں سے واسطہ رکھتے ہوئے، پھر پوچھتی ہوں، شرم نہیں آتی؟ تمہیں تو میں معاف نہیں کرنے والی۔''

''پرنس مجھے معاف کر دیں گے۔'' لیبید یف نے پورے یقین اور التجا کے ساتھ زبان سے اتنا کہا۔

''صرف اپنی شرافت کے سبب۔'' بیچ میں کود کر باکسر کیلر نے کھنکھناتی آواز اچانک بلند کی اور بیگم لیزاویتا کو خطاب کر کے کہا ''سرکار، محض اپنی شرافت کے سبب میں چپ تھا کہ اپنے ہی ایک ملنے والے کو، جو مشکل میں گرفتار ہے، بے نقاب نہ کروں۔ مضمون درست کرانے کا معاملہ میں نے راز میں رکھا، حالانکہ یہ شخص ابھی ابھی زینے سے نیچے دھکیلنے کی دھمکی دے رہا تھا، آپ نے تو خود سن لیا۔ صرف سچائی کا بول بالا کرنے کے لیے بتائے دیتا ہوں کہ واقعی میں نے اس شخص کو مضمون دکھا لیا تھا، چھ روبل معاوضے پر عبارت درست کرنے کی بات نہیں کی تھی بلکہ واقعات کی تصدیق چاہی تھی ایک ذمہ دار معتبر آدمی جان کر کیونکہ واقعات اکثر میرے علم سے باہر کے تھے۔ لمبے موزے والے جوتے، سوئٹزرلینڈ کے پروفیسر کے ہاں بڑی خوراک، ڈھائی سو کے بجائے پچاس روبل، یہ ساری چٹ پٹی اسی شخص نے بڑھائی ہے اور اس کے چھ روبل لیے ہیں، مگر عبارت جوں کی توں رہنے دی۔''

''میں یہ بتا دوں۔'' لیبید یف کا پارہ چڑھ گیا۔ اس نے بے صبری سے باکسر کی بات کاٹی اور کسی قدر بھرائی ہوئی آواز میں، بڑھتے پھیلتے قہقہوں سے لوٹ پوٹ ہوتے ہوئے اتنا اور بتا دیا کہ ''میں نے تو اس مضمون کا صرف پہلا حصہ درست کیا تھا، درمیان میں پہنچ کر ایک خیال پر اختلاف ہو گیا۔ ہم جھگڑ پڑے تو باقی کا جو آدھا تھا، وہ میں نے چھوا ہی نہیں۔ تبھی تو رہ گئی ہیں اس میں زبان کی غلطیاں (ان پڑھ آدمی کا قلم لگتا ہے) تو جناب، میرے سر نہ تھوپا جائے یہ...''

''اچھا، تو یہ فکر لگی ہے اس شخص کو۔'' لیزاویتا پروکوفیونا پکاریں۔

''کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ کب یہ مضمون درست کیا گیا؟'' ایوگینی پاولووچ نے باکسر کیلر سے دریافت کیا۔

''کل صبح۔'' گھونسہ باز نے تڑ سے جواب دیا۔ ''ہم دونوں میں پکا وعدہ تھا کہ معاملہ راز میں رہے گا، فریقین کسی کو بتائیں گے نہیں۔''

''یعنی اس وقت، جب یہ شخص تمہارے سامنے بچھا جا رہا تھا، اپنی وفاداری کا یقین دلا رہا تھا، تب یہ کیا۔ چھی! مردک! مجھے نہیں چاہیے تمہارا پوشکن۔ تمہاری بیٹی کو میرے ہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

بیگم لیزاویتا وہاں سے ایک دم اٹھنے کو تیار ہوئیں لیکن جھنجھلاہٹ میں اپولیت پر برس پڑیں جو کھی کھی دانت نکالے جا رہا تھا۔

''کیا ہوا رہے تجھے چھوکرے! تو نے سوچا ہے مجھے ہنسی ہنسی میں اڑا دے گا یہیں!''

Scanned with CamScanner

"خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے۔" ایپولیت ترچھے منہ مسکرایا۔ "بیگم صاحبہ، مجھے تو آپ کا یہ انتہائی سنکی پن حیرت سے ڈال رہا ہے۔ سچ کہہ دوں، میں نے جان بوجھ کر یہ لیبیڈ یف والا قصہ چھیڑا۔ معلوم تھا کہ آپ پر اس کا کیا اثر ہونے والا ہے۔ بس، آپ کو ہی ملال آتا رہے پرنس، تو وہ معاف کرنے والے ہیں بلکہ غالباً معاف کر بھی چکے۔ معاف کر ہی دیا، دل میں لیبیڈ یف کی مجبوری کا کوئی عذر بھی تراش چکے۔ ہے نا پرنس یہی بات؟"

ایپولیت ہانپ رہا تھا۔ ایک ایک لفظ کے ساتھ اس میں عجب طرح کا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔

"تو؟" بیگم لیزاویتا نے طیش میں کہا۔ انہیں اس کے لہجے پر حیرت ہو رہی تھی "تو پھر؟"

"میں نے آپ کے بارے میں اس قسم کی بہت ساری باتیں سن رکھی ہیں۔ بڑی خوشی کے ساتھ... دل میں آپ کی بے حد عزت کرنا سیکھ گیا ہوں بیگم صاب!" ایپولیت کہتا گیا۔

وہ زبان سے ایک بات کہہ رہا تھا، مگر یوں گویا انہی لفظوں میں قطعی کوئی دوسری بات کہنی ہے۔ بظاہر گفتگو میں تمسخر کا رنگ جھلک رہا تھا، لیکن عین اسی وقت حد سے زیادہ جوش میں تھا، داہنے بائیں بے چین نظریں گھماتے جا رہا تھا، خیالات الجھے ہوئے تھے اور ان سے زیادہ وہ بیان کے ایک ایک لفظ میں الجھ رہا تھا۔ چنانچہ یہ طرز تکلم اس کے مدقوق چہرے اور دکھتی آنکھوں اور کسی قدر بدحواس نظروں کے ساتھ مل کر خود بخود انسان کی توجہ اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔

"میں تو حیرت زدہ رہ جاتا اس پر کہ دیکھیے، دنیاداری کی سمجھ تو ہے نہیں مجھ میں (اقرار کرتا ہوں) حیرت یہ کہ نہ صرف آپ یہاں ٹھہر گئیں ہم جیسوں کے اس جمگھٹے میں، آپ کے لیے تو یہ شایان شان ہے نہیں بلکہ اپنے علاوہ ان کو بھی روکے رکھا، مطلب یہ کہ ان لڑکیوں کو کہ وہ بھی اس جھنجھٹ کو دیکھیں سنیں، اگرچہ انہوں نے ایسی باتیں ناولوں میں پڑھ رکھی ہوں گی۔ مجھے تو پتہ نہیں، بات کا تار ٹوٹ ٹوٹ جاتا ہے۔ کیا کہنا تھا کہ... ہاں، آپ کے سوا بھلا کس کی ہمت تھی جو ایک چھوکرے کے کہنے سے (مانتا ہوں کہ چھوکرا ہی ہوا نا میں) جاتے جاتے رک جاتا، شام گزار لیتا اس کے ساتھ... ساری بحثا بحثی میں شریک ہو جاتا اور پھر... پھر یہ کہ دوسرے دن اس پر جھینپتا... (معاف کیجیے، کوئی ٹھیک سا لفظ نہیں ملا کہنے کو)، یہ ہے جس کی میں بے انتہا تعریف کروں گا، دل میں عزت کروں گا... اگرچہ آپ کے جو شوہر ہیں، سرکار عالی جاہ، ان کی صورت سے ٹپکتا ہے کہ انہیں یہ سب سخت ناگوار گزرا... ہی، ہی ہی!" وہ ذہنی خلجان میں مبتلا ہو کر بے اختیار ہنس دیا اور پھر فوراً اس بری طرح کھانسا کہ دو منٹ تک کھانسی نے رکنے کا نام نہ لیا۔

"سانس جواب دے گیا!" لیزاویتا پروکوفیونا نے بے رحمی اور جھٹکے سے کہا۔ وہ اسے بوجھل نظروں سے ٹٹول رہی تھیں۔ "برخوردار، اب بہت ہو لیا تمہارے ساتھ۔ ہم چلے۔"

"تو سرکار مہربان، میں بھی اپنی طرف سے جتاتا چلوں کہ" جنرل ایوان پاپان چین کی قوت برداشت نے جواب دے دیا تو وہ جھنجھلا کر آخر بول ہی پڑے "جتاتا چلوں کہ میری بیگم یہاں پرنس لیومیشکن صاحب کے یہاں آئی تھیں جو ہمارے مشترک دوست بھی ہیں اور ہمسائے بھی۔ کسی حالت میں آپ کی یہ مجال نہ ہونی چاہیے صاحبزادے کہ آپ بیگم لیزاویتا کے طور طریقے پر اپنی رائے دیں اور سنا سنا کر آنکھ کے سامنے رائے زنی کریں کہ میرے چہرے پر کیا لکھا ہے، کیا نہیں لکھا ہے۔ جی ہاں! اگر میری بیوی یہاں جاتے جاتے ٹھہر گئیں تو" ایک ایک لفظ پر ان کا پارہ چڑھتا جا رہا تھا

"تو جناب، وجہ اصل یہ کہ انہیں حیرت تھی اور وہ جو آج کل سب کو کرید لگی ہوئی ہے کہ عجیب قماش کے نوجوانوں کو ذرا دیکھیں تو، اسی کرید کے سبب وہ رک گئیں۔ میں خود بھی تھم گیا، جیسے بعض اوقات سڑک پر اٹک جاتا ہوں یہ دیکھنے کے لیے کہ اگر کوئی ایسی ویسی بات، مثلاً... مثلاً یہ کہ..."

"مثلاً کوئی عجوبہ شے!" ایوگینی پاولووچ نے لقمہ دیا۔

"بہت خوب، بالکل درست!" جنرل صاحب بہادر خوش ہو گئے کیونکہ انہیں مثلاً کے آگے کوئی مثال نہیں سوجھ رہی تھی۔ "جی ہاں، مثلاً کوئی عجوبہ شے! بہرحال جو بھی ہو، مجھے اس پر زیادہ تعجب ہے، زیادہ افسوس ہے کہ آپ اتنی بات نہ سمجھ سکے میاں نوجوان کہ بیگم صاحبہ صرف اس خیال سے آپ کی صحبت میں ٹھہر گئیں کہ آپ بیمار ہیں (اگر یہ سچ ہے کہ آپ زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہے ہیں) تو دوسرے لفظوں میں وہ انسانی ہمدردی کے خیال سے تھم گئیں، جناب والا، محض آپ کی التجا پر، اور اس سے ان کے دامن پر، ان کے نام اور آبرو پر کسی قسم کا کوئی داغ نہیں آ سکتا ہرگز..." جنرل اس جملے پر تمام کرتے وقت غصے سے سرخ ہو گئے تھے۔ "لیزاویت بیگم، آپ اگر چلنے پر آمادہ ہوں تو کرم فرما پرنس سے اجازت لی جائے۔"

"آپ نے جو سبق دیا اس کا شکریہ جنرل صاحب!" ایپولیت نے سنجیدگی سے خلاف توقع جواب دیا۔ وہ خیالوں میں گم ہو کر جنرل کی صورت تک رہا تھا۔

"چلیں ممی، اور کتنی دیر لگائیں گے!" اگلایا نے کرسی سے اٹھتے ہوئے بے صبری اور تلخی سے ماں کو ٹوکا۔

"بس، دو منٹ اور عزیز من، اگر آپ کی اجازت ہو تو..." بیگم صاحبہ نے شوہر کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا "مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس لڑکے کے دماغ کو گرمی چڑھ گئی ہے۔ اس کی آنکھیں بتا رہی ہیں۔ اس حالت میں چھوڑ کر چل دینا مناسب نہیں۔ پرنس، لیونکولائی وچ، کیسا رہے اگر وہ آج رات یہیں تمہارے ہاں گزار لے، آج اس حال میں پیترسبورگ تک کا سفر اسے مصیبت ہوگا۔ میرے اچھے پرنس، آپ اوب رہے ہیں نا؟" وہ آپ سے آپ پرنس ش۔ کی طرف مڑ کر پوچھنے لگیں۔ "ذرا ادھر تو آنا الیکساندرا، لاؤ تمہارے بال سنوار دوں میری بچی!"

انہوں نے الیکساندرا کے بال ٹھیک کیے جس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اسے پیار کیا کیونکہ اسی غرض سے پاس بلایا تھا۔

"میں سمجھتا تھا کہ آپ میں بہتری کی گنجائش ہے..." ایپولیت نے پھر محویت سے نکلتے ہوئے بولنا شروع کر دیا۔ "مجھے یہی کہنا تھا۔" اس نے اطمینان کا سانس لیا جیسے بھولی ہوئی بات یاد آ گئی ہو۔ "لیجیے، یہ بردوفسکی ہے، اپنی ماں کی حمایت میں واقعی خلوص دل سے... سچ ہے نا؟ مگر حاصل کیا؟ یہ کہ اس غریب کی اور بھی رسوائی کرا بیٹھا۔ پرنس کو لیجیے، وہ بردوفسکی کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ سچے دل سے اسے اپنی ہمدردی اور سرمایہ دونوں پیش کرتے ہیں۔ ممکن ہے آپ سب لوگوں میں وہی ایک شخص ہوں جو بردوفسکی سے بے زار نہیں ہوئے مگر ایک دوسرے کے روبرو ایسے کھڑے ہیں جیسے دشمن ہوں... ہا، ہا، ہا! آپ صاحبان کی نظر میں بردوفسکی اس لیے گر گیا کہ آپ کے خیال میں اس نے اپنی ماں کے ساتھ کچھ اچھا برتاؤ، شریفانہ عمل نہیں کیا، یہی بات؟ یہی نا؟ آپ سب کو بس ظاہر کے بناؤ سجاؤ، دکھاوے کی نفاست کی فکر پڑی رہتی

Scanned with CamScanner

ہے۔ اسی کے طرفدار ہیں آپ صاحبان، ہے نا؟ کیا غلط کہا؟ (بہت زمانے سے مجھے شبہ ہے کہ آپ کو انہی باتوں کی بیچ ہے!) مگر کیا آپ کو اندازہ ہے کہ جیسی محبت بردوفسکی اپنی ماں سے کرتا ہے ویسی آپ میں سے کسی نے اپنی ماں سے نہ کی ہوگی! پرنس صاحب، مجھے خبر ہے کہ آپ نے اس کی ماں کو روپیہ بھیجا، گانیا کے ہاتھ مالی امداد بھجوائی چپکے سے۔ مگر شرط لگا کر کہتا ہوں (ہی، ہی، ہی، قہقہے کا جنونی دورہ پڑا، ہی، ہی) شرط بدتا ہوں کہ بردوفسکی ہی آپ کو قصوروار ٹھہرائے گا کہ ہونے قرینے سے کام نہ لیا، آپ نے اس کی ماں کی عزت کو بٹہ لگایا۔ قسم خدا کی، یہی بات۔ ہی ہی، ہاہا!''

پھر سینے میں سانس پھنسا اور کھانسی آ گئی۔

''بس، جو کہنا تھا، کہہ چکا، کہہ لیا سب؟ یا ابھی اور باقی ہے؟ اب جا کر سو جا، تو بخار میں تپ رہا ہے۔'' لیزاویتا پروکوفیونا نے بے صبری سے اس کی بات کاٹی مگر ان کی بے چین نظریں اس پر سے ہٹ نہیں رہی تھیں۔ ''ہائے، پروردگار، وہ اب بھی بولنے پر آمادہ ہے۔''

''آپ، شاید ہنسی اڑا رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ برابر میرا مذاق اڑائے جا رہے ہیں۔ ہے نا؟'' بے قراری سے جھنجھلا کر وہ ایوگینی پاولووچ کی جانب متوجہ ہوا۔ واقعی وہ اس پر ہنس رہا تھا۔

''میں آپ سے صرف اتنا پوچھنا چاہتا تھا مسٹر... ایپولیت... معاف کیجیے، کس نام سے پکارا جائے، بھول گیا۔''

''مسٹر ترنچیف کہیے۔'' پرنس نے لقمہ دیا۔

''ہاں، ہاں ترنچیف! شکریہ پرنس، ابھی یہ نام لیا گیا تھا، میرے ذہن سے نکل گیا... میں آپ سے پوچھنا چاہتا تھا مسٹر ترنچیف کہ آپ کا اپنے بارے میں جو یہ گمان سنا ہے، کیا یہ سچ ہے کہ کھڑکی میں سے لوگوں کو صرف پندرہ منٹ خطاب کر لیں اور وہ آنکھ بند کر کے آپ کے پیچھے چل دیں گے؟ کیا یہ سچ سنا؟''

''عین ممکن ہے کہہ دیا ہو...'' دماغ پر زور دیتے ہوئے ایپولیت بولا۔ ''ضرور کہا ہوگا!'' پھر جھرجھری لے کر، اکڑ کر اس نے سوال کرنے والے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ ''تو پھر اس سے کیا؟''

''کچھ نہیں، میں صرف اپنی اطلاع کی تصدیق چاہتا تھا۔''

ایوگینی پاولووچ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا، مگر ایپولیت ترنچیف اسے اب بھی عالم انتظار کی بے تابی سے دیکھتا رہا۔

''ہاں تو بات ختم ہوئی یا نہیں؟'' بیگم جنرل ایوگینی پاولووچ سے مخاطب ہوئیں۔ ''جلدی سے یہ سلسلہ تمام کرو، اس کے سونے کا وقت ہوا۔ کیا ختم نہیں کر پائے؟'' (وہ سخت پریشانی میں مبتلا تھیں۔)

''میں یہاں اتنا اضافہ کرنے میں پس و پیش نہیں کروں گا کہ'' ایوگینی مسکراتے ہوئے کہتا گیا ''کہ میں نے یہاں جو کچھ آپ کے کامریڈوں کی زبانی سنا مسٹر ترنچیف اور جو آپ نے ابھی بیان کیا، بلاشبہ بڑی لیاقت کے ساتھ بیان کیا، اس تمام سے تو، میرے خیال میں ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے، یعنی حق کی فتح کا نظریہ، اول و آخر، سب سے مقدم، سب سے افضل حق بلکہ باقی تمام باتوں سے قطع نظر حق کا ادعا بلکہ اس چھان بین سے بھی قطع نظر کہ دراصل حق کیا ہے، کسے پہنچتا ہے۔ شاید میں نے سمجھنے میں غلطی کی ہو؟''

Scanned with CamScanner

''یقیناً غلطی کی آپ نے۔ میں تو سمجھا ہی نہیں کہ آپ کہنا کیا چاہتے ہیں... آگے کہیے!''

ایک گوشے میں کچھ کھسر پھسر ہوئی۔ لیبید یف کا بھانجا آدھی آواز میں بدبدایا۔

''آگے کیا... کچھ نہیں آگے!'' ایوگینی پاولووچ نے باپ پوری کرنی چاہی۔ ''میں صرف یہ جتانا چاہتا تھا کہ اس منطق کا انجام ہوگا صرف طاقت کا حق یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس۔ گھونسے اور ذاتی خواہش کا حق، جیسا کہ دنیا میں اکثر ہوتا آیا ہے۔ فلسفی پرودھوں (Proudhon) طاقت کے حق کا دعویدار تھا۔ امریکہ کی خانہ جنگی میں بہت سے روشن خیال لبرلوں نے بڑے مالدار مالکان زمین کے حق میں آواز اٹھائی اور دلیل یہ کہ سیاہ فام لوگ بہرحال کالے نیگرو ہیں، گوری نسل والوں سے کمتر درجے کے انسان۔ مطلب یہ کہ طاقت کا حق گوروں کی طرف ہے...''

''تو؟''

''تو یہ کہ آپ صاحبان طاقت کے حق میں منکر نہیں ہیں؟''

''آگے؟''

''تو آپ اسی اصول پر قائم ہیں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ طاقت کو حق مان لیا جائے تو شیروں اور گھڑیالوں کو برحق بلکہ دانیلوف اور گورسکی تک کو حق پر ماننا پڑے گا۔''

''معلوم نہیں۔ پھر بھی آگے!''

معلوم ہوتا تھا کہ ایوگینی کی گفتگو ایپولیت کو ٹھیک سے سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ اگر اس کے منہ سے ''تو'' اور ''آگے'' کے الفاظ نکل بھی رہے تھے تو خاص توجہ یا تجسس کے سبب ارادتاً نہیں بلکہ محض عادتاً۔ گفتگو میں اسے بے خیالی سے یہ لفظ کہنے کی پرانی عادت تھی۔

''آگے کچھ نہیں۔ بس!''

''خیر مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔'' خلاف توقع ایپولیت کی زبان سے اچانک یہ بول نکلے اور تقریباً دانستہ نادانستہ اس نے مسکرا کر ایوگینی پاولووچ کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ ایوگینی کو پہلے تو اس حرکت پر تعجب ہوا اور پھر نہایت سنجیدہ سامنہ بنا کر ایپولیت کے ہاتھ پر ہاتھ مارا، مطلب یہ کہ معذرت قبول کی۔

''میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔'' اس نے گول مول احترام کے لہجے میں کہا ''کہ میں آپ کی اس عنایت کا شکرگزار ہوں جو آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا کیونکہ بے شمار ایسے مواقع میری نظر سے گزرے ہیں کہ ہمارے لبرل حضرات، کیا مجال جو کسی دوسرے کو اپنے خیالات ظاہر کرنے کی مہلت دے دیں اور فوراً مخالف کا منہ توڑ جواب نہ دے ڈالیں، بدکلامی سے یا اس سے بھی بدتر جواب دیئے بغیر وہ نہیں رہ سکتے...''

''بالکل درست!'' جنرل ایوان فیودروووچ نے فوراً اظہار کیا۔ وہ اپنی پشت پر ہاتھ رکھے کر چہرے پر اکتاہٹ لیے ہوئے، برآمدے سے باہر نکلنے کے لیے قدم اٹھانے لگے اور پیچھے ہٹ کر بے لطفی سے جماہیاں لینے لگا۔

''اچھا، بس بہت ہو چکا برخوردار!'' فوراً بیگم جنرل نے ایوگینی پاولووچ کو ٹوکا۔ ''تم لوگوں نے میرا ناطقہ بند کر دیا۔''

Scanned with CamScanner

"چلنے کا وقت ہو گیا۔" فکرمندی سے اور کسی قدر اندیشے سے ایپولیت نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ ہڑبڑا کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ "میں نے آپ صاحبان کو روکے رکھا۔ آپ کو سب کچھ بتا دینا چاہتا تھا۔ سوچا تھا... کہہ دوں سب کچھ... آخری موقع ہے... یہ بھی وہم و خیال کی بات تھی اور کیا!"

صاف نظر آ رہا تھا کہ رہ رہ کر وہ چونک اٹھتا ہے، تقریباً سرسامی حالت سے ذرا ذرا دیر کو، چند لمحوں کو ہوش میں آ جاتا ہے اور جب ان جھٹکوں کے درمیان عالم ہوش کا وقفہ ہو تو جو کچھ یاد آ جائے، وہ کہہ گزرتا ہے، بیشتر بے ربط ٹکڑوں میں وہ باتیں زبان پر آ جاتی ہیں جو شاید بیماری کی حالت میں، بستر پر، تن تنہا کئی کئی گھنٹے بے خواب پڑے پڑے کبھی سوچی تھیں، حافظے میں سینت کر رکھی تھیں۔

"اچھا، اب رخصت!" وہ ایک دم جھٹکے سے بولا۔ "آپ نے سمجھا ہوگا کہ اچھا، رخصت کہنا میرے لیے آسان ہے؟ ہا ہا!" وہ خود اپنے اس بے تکے سوال پر پھیکی سی ہنس دیا، جیسے کھسیا گیا ہو اس بات پر کہ جو کہنا تھا وہ کہا نہیں جا رہا ہے، اور اونچی آواز میں جھنجھلا کر پکارا "سرکار عالی جاہ، آپ کو دعوت دینے کا شرف حاصل کرتا ہوں کہ اگر بار خاطر نہ ہو تو آپ میرے جنازے پر تشریف لانے کی زحمت فرمائیں اور... آپ سب خواتین و حضرات جنرل صاحب کے ساتھ ساتھ!..."

وہ پھر ہنس دیا۔ مگر یہ ایک دیوانے کی ہنسی تھی۔ لیزاویتا پروکوفیونا گھبرا کر اس کی طرف بڑھیں اور انہوں نے لڑکے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ وہ انہیں ٹکٹکی باندھے دیکھے گیا اسی ہنسی کے ساتھ لیکن اب ہنسی میں حرکت نہیں تھی، مردنی چھائی ہوئی تھی۔ وہ اس کے چہرے پر جم گئی تھی۔

"آپ کو معلوم ہے، میں یہاں کیوں آیا؟ میں اس لیے آیا کہ درختوں کا نظارہ کروں۔ یہ دیکھیے..." (اس نے باغ کے درختوں کی طرف اشارہ کیا) "ہے نا مذاق کی بات؟ کیوں؟ اس میں بھلا مذاق کی کونسی بات ہے؟" اس نے بچگانہ سادگی کے ساتھ لیزاویتا پروکوفیونا سے سوال کیا اور خود آپ سے آپ سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر کوئی لمحہ بھر بعد سر اٹھایا اور مجمع میں نظر گھما گھما کر کسی کو تلاش کرنے لگا۔ پھر ایوگینی پاولووچ پر نظر ٹھہری جو داہنے ہاتھ بالکل نزدیک وہیں پہلے کی جگہ کھڑا ہوا تھا مگر ایپولیت اس کی موجودگی سے غافل ہو کر اسی کو چاروں طرف تلاش کر رہا تھا۔ "آپ گئے نہیں!" آخر ایوگینی اسے مل گیا۔ "آپ ابھی اس پر ہنس رہے تھے نا کہ کھڑکی میں سے پندرہ منٹ تقریر کرنا چاہتا تھا۔ معلوم ہے آپ کو، میں ابھی اٹھارہ برس کا نہیں ہوا ہوں۔ تکیے پر سر دھرے دھرے اتنا زمانہ گزار دیا میں نے، اس کھڑکی میں سے اتنا دیکھا، اتنا سوچا، سب کے، لوگوں کے بارے میں کہ... وہ جو کہتے ہیں نا... مردے کی عمر نہیں ہوا کرتی۔ خبر ہے آپ کو ابھی پچھلے ہفتے، جب رات کو میری نیند اچٹ گئی تھی، میں نے یہ سوچا۔ آپ کو معلوم ہے کس بات سے آپ کو سب سے زیادہ ڈر لگتا ہے؟ سب سے زیادہ آپ ڈرتے ہیں ہمارے خلوص سے، اگرچہ خود میں ذلیل سمجھتے ہیں۔ تبھی اس رات تکیے پر سر رکھے ہوئے میں نے سوچا تھا... آپ کو خیال گزرا بیگم صاحبہ لیزاویتا پروکوفیونا کہ تھوڑی دیر پہلے میں آپ پر ہنسنے والا تھا۔ ہرگز نہیں، آپ پر نہیں۔ میں تو آپ کی صرف تعریف کرنا چاہتا تھا... کولیا نے مجھے بتایا کہ پرنس آپ کو بالکل بچی کہتے ہیں... واہ وا، خوب! لڑکے، کہاں بہک گیا... کوئی اور بات کہنی تھی..."

اس نے ہاتھوں سے منہ ڈھانپ لیا اور سوچنے لگا۔

Scanned with CamScanner

"ہاں یاد آیا۔ ابھی جب آپ نے رخصت ہونا چاہا تو فوراً مجھے خیال آیا، یہ ہیں لوگ، انہیں آج دیکھ لو، پھر دیکھو گے۔ کبھی نہیں! درختوں کو بھی نہیں۔ بس اینٹوں کی ایک دیوار ہوگی، لال، میئر والی بلڈنگ کی... میری کھڑکی کے سامنے... جو کہنا ہے، سب کہہ لو۔ ہر بات... کوشش تو کرو کہنے کی۔ یہ رہی حسینہ... تم خود تو مردہ ہو، ایک مردے کی طرح تعارف کراؤ اپنا۔ کہہ دو اس سے مردے کو جائز ہے، جو چاہے کہہ دے... اسے کوئی بھوت نہیں چڑھے گا۔ ہا، ہا! ارے آپ لوگ ہنستے بھی نہیں؟" اس نے نظر گھما کر بے اعتباری سے سب کو دیکھا۔ "آپ لوگ جانتے ہیں، تکیے پر سر رکھے رکھے مجھے کیا کیا نہیں سوجھتی! مجھے یہ بھی خیال آیا کہ نیچر کس قدر مذاق اڑاتا ہے۔ ابھی آپ نے کہا کہ میں نیچری یا دہریہ ہوں، اور معلوم ہے آپ کو، یہ نیچر... آپ پھر ہنس پڑے، کیوں؟ بلا کے بے رحم لوگ ہیں آپ!" سب پر نظر ڈالتے ہوئے اور یکایک آزردہ ہو کر تحقیر کے ساتھ بولا۔ "میں نے کولیا کو نہیں بگاڑا۔" اس نے قطعی مختلف لہجے میں سنجیدگی اور یقین کے ساتھ اپنی بات یوں اچانک تمام کی گویا اتفاقاً یاد آ گئی ہو۔

"کوئی بھی تو، کوئی بھی نہیں ہنس رہا ہے تم پر، خاطر جمع رکھو۔" بیگم لیزاویتا نے دکھے ہوئے دل سے اطمینان دلایا۔ "کل نیا ڈاکٹر آئے گا۔ پہلے والے نے غلطی کی ہوگی۔ بیٹھ جاؤ، کھڑے نہ رہو۔ بکے جا رہے ہو... ہائے، اس لڑکے کا اب کیا کیا جائے!" بیگم صاحبہ فکر میں گھلی جا رہی تھیں، اسے انہوں نے آرام کرسی میں بٹھا دیا۔ ان کے گال پر آنسو کی بوند ٹمٹمائی۔

اپولیت سکتے میں رہ گیا۔ ہاتھ اٹھایا، ڈرتے ڈرتے بڑھایا، آنسو کی بوند کو چھوا اور بچوں کی طرح کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"میں آپ سے..." وہ مزے میں آ کر بولتا گیا۔ "آپ کو نہیں معلوم، میں آپ سے... آپ کے بارے میں وہ ایسے لطف لے لے کر سنایا کرتا ہے کولیا کہ کیا کہوں... مجھے اس کا ترنگ میں آ کر بولنا بہت پسند ہے... میں نے اسے ہرگز نہیں بگاڑا۔ وہی تو ایک دوست رہا ہے میرا... میں تو سبھی کو اپنانا چاہتا تھا، سب کو، مگر کوئی ہو دوست تبھی تو، کوئی ہے نہیں۔ کوئی نہیں جس کا آخر تک ساتھ رہے... میں عملی سرگرمی میں پڑنا چاہتا تھا، مجھے حق تھا... کیا کیا ارمان تھے کہ دل میں رہ گئے! اب کوئی ارمان نہیں ہے۔ اب تو میں کچھ بھی چاہتا نہیں چاہتا۔ اپنے آپ سے عہد کر لیا ہے کہ کوئی آرزو کروں گا ہی نہیں۔ میرے بغیر ہی، اب یہ لوگ میرے بغیر ہی حق و صداقت کی تلاش کرتے رہیں۔ واقعی نیچر بھی کیا مذاق اڑاتا ہے! آخر کیوں..." وہ کہتے کہتے جوش میں آ گیا۔ "آخر کیوں بہتر سے بہتر ہستیاں وجود میں لائی جاتی ہیں۔ اس لیے کہ بعد میں ان کا مذاق اڑایا جائے؟ قدرت کا ہی تو کرشمہ ہے کہ ایسا واحد انسان جسے پورے روئے زمین پر کمال کا نمونہ شمار کیا جائے، قدرت کا ہاتھ ہے نا اس میں کہ ایسی ہستی کو لوگوں کے سامنے لایا گیا اور اس کے منہ سے ایسی باتیں کہلوائی گئیں جن کے سبب خون کی ندیاں بہہ گئیں، اتنا خون بہا کہ اگر کہیں ایک دفعہ میں بہہ جاتا تو لوگ اس میں ڈوب جاتے یقیناً! اچھا ہے کہ میں مر رہا ہوں۔ ورنہ میرے منہ سے بھی کوئی ایسی ہولناک بکواس نکل جاتی جو قدرت نے مجھے مقدر کی تھی... میں نے کسی کو بھی راہ سے بے راہ نہیں کیا... میں تو سبھی لوگوں کی خوشی کی خاطر جینا چاہتا تھا، میں تو حق و صداقت کو بے پردہ کرنے اور پھیلانے کے لیے جینے کا آرزومند تھا... میں اپنی کھڑکی سے جھانک کر میئر والی بلڈنگ کی دیوار کو دیکھتا اور سوچا کرتا، بس"

Scanned with CamScanner

باز گھٹنہ زبان کھولوں، اور سب کے، سبھی لوگوں کو منوا دوں... مگر زندگی میں یہ ایک موقع ملا، سب لوگوں سے نہیں، آپ لوگوں سے سہی، نتیجہ کیا؟ کچھ بھی نہیں! نتیجہ یہ کہ آپ کی نظر میں خود کو گرا لیا! مطلب یہ کہ کوئی ضرورت نہیں! مطلب یہ کہ احمق، الٹی کھوپڑی، مطلب یہ کہ چلنے کا وقت ہوا! اپنی کوئی اچھی یاد بھی نہ چھوڑی اور چلے! نہ کوئی آواز، نہ نشانی، نہ عمل، نہ کوئی عقیدہ یا ایمان پھیلایا اور وقت ختم!... آپ اس احمق پر ہنسیے نہیں، بھول جائیے۔ سب کچھ دل سے محو کر دیجیے ... بڑی عنایت ہوگی کہ آپ سنگدلی نہ برتیں۔ آپ کو معلوم ہے اگر یہ تپ دق مجھے نہ کھا جاتی تو میں خود اپنی جان لے لیتا..."

شاید وہ اور بہت کچھ کہتا، مگر کہہ نہ پایا، آرام کرسی میں ڈھے گیا، ہاتھوں سے منہ ڈھانپ لیا اور رونے لگا، بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔

"بولو، اب اس کا کیا کریں؟" بیگم لیزاویتا بے اختیار پکاریں، اس کی طرف جھپٹیں، اس کا سر تھام کر زور سے اپنی چھاتی سے لگا لیا۔ روتے میں اس کا سارا بدن لرز رہا تھا۔ وہ اسے دلاسہ دینے لگیں۔ "بس، بس، اور نہیں! رووٴ نہیں۔ بہت ہو چکا۔ تم اچھے لڑکے ہو۔ خدا تمہیں معاف کرے گا۔ تمہاری گستاخیوں کو۔ بہت رو لیے۔ ہمت سے کام لو... نہیں تو بعد میں شرماؤ گے..."

"میرے وہ..." ایپولیت نے بدقت تمام اپنا سر اٹھاتے ہوئے کہا "میرے بھائی بہن ہیں... بچے ہیں، چھوٹے چھوٹے بیچارے، معصوم بچے... وہ عورت انہیں بگاڑ دے گی! آپ ایک پاکیزہ ہستی ہیں... آپ خود بچوں جیسی ہیں۔ آپ انہیں بچا لیجیے۔ اس سے چھین لیجیے! وہ عورت... شرم کی بات! ان کی مدد کیجیے! مدد کیجیے، خدا آپ کو ایک کا سو صلہ دے گا۔ خدا کا واسطہ، حضرت مسیح کا واسطہ!"

"آخر بتائیے نا جنرل صاحب، کیا کروں اب؟" بیگم نے نہایت بے بسی سے شوہر کی دہائی دی۔ "مجھ پر احسان کیجیے، یہ چپ کا روزہ توڑیے اور بتائیے کیا کروں! آپ اب بھی کچھ نہ بولے تو خوب جان لیجیے، میں خود یہیں ٹھہر جاؤں گی صبح تک کے لیے۔ آپ کی من مانی حکمرانی بہت سہہ چکی ہوں اب تک!"

لیزاویتا پروکوفیونا جوش و اصرار سے، غم و غصہ سے اپنے سوال کا فوری جواب طلب کر رہی تھیں۔ ایسے موقعوں پر زیادہ تر حاضرین، اگر بہت سے ہوں، تب بھی سوال کے جواب میں خاموشی اختیار کرتے ہیں، ہاتھ پر ہاتھ دھرے تجسس سے دیکھتے رہتے ہیں، اپنے سر کوئی بار نہیں لیتے اور وقت گزر جانے کے بہت بعد کہیں اپنے خیال ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں فی الحال حاضرین میں ایسے لوگ تھے جو رات بھر یہیں بیٹھ کر گزارنے پر آمادہ ہو جاتے اور ایک حرف زبان پر نہ لاتے، مثلاً گانیا اور کولیا کی بہن واروارا جس نے یہ پوری شام اوروں سے ذرا ہٹ کر ایک طرف خاموش بیٹھے بیٹھے گزار دی۔ تمام وقت وہ بڑے شوق سے اوروں کی باتیں سنتی رہی۔ ممکن ہے اس خاموشی اور اشتیاق کی اپنی کوئی وجہیں ہوں اس کے پاس۔

"میری رائے تو یہ ہے، میری عزیز" جنرل نے بالآخر زبان کھولی "کہ یہاں فی الحال ضرورت ہے، یوں کہیے کہ تیمارداری، ہمارے بیچ وتاب کھانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ کوئی قابل اعتماد، چوکس آدمی یہاں رات بھر بیٹھے۔ بہرحال پرنس سے مشورہ کرنا چاہیے... اسے آرام درکار ہے، آرام لینے دیجیے! کل پھر دیکھیں، کیا ہو سکتا ہے۔"

"اب رات کے بارہ بجے ہیں۔ ہم لوگ چلتے ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ جائے گا یا آپ کے پاس ٹھہرے گا؟"

Scanned with CamScanner

داکتر نیکو نے چڑ کر منہ بنا کر پرنس سے دریافت کیا۔

''آپ چاہیں تو آپ بھی یہیں ٹھہر جایئے، گنجائش نکل آئے گی۔'' پرنس نے جواب دیا۔

''سرکار عالی جاہ!'' مسٹر کیلر ایک دم جوش میں آ کر جنرل کی طرف لپکا۔ ''اگر رات بھر کی تیمارداری کے لیے اطمینان کا آدمی درکار ہو تو میں اپنے دوست کی خاطر یہ قربانی دینے کو تیار ہوں۔ ایسا پیارا آدمی ہے یہ! بہت زمانے سے میں اسے عظیم شخص شمار کرتا ہوں حضور والا۔ میں یقیناً تعلیم میں کچا رہ گیا، لیکن اگر وہ نکتہ چینی کرتا ہے تو منہ سے موتی جھڑتے ہیں سرکار عالی جاہ!...''

جنرل نے بگڑ کر منہ پھیر لیا۔

''مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر وہ یہیں ٹھہر جائے، کیونکہ اس کے لیے اب سفر دشوار ہے۔'' پرنس نے بیگم صاحبہ کے جلے کٹے سوالوں کا ایک جملے میں جواب دے دیا۔

''کیا ہوا؟ نیند میں ہو کیا؟ تم نہیں چاہتے تو میں اسے اپنے گھر لیے جاتی ہوں۔ افوہ، خدایا۔ تو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا دشوار ہو رہا ہے! ہاں، کافی بیمار ہو، کیا بات؟''

جب لیزاویتا پروکوفیونا نے یہاں آ کر پرنس کو بستر مرگ پر نہ پایا اور ظاہراً بھلا چنگا دیکھا تو وہ اس کی صحت کی قابل اطمینان صورتحال کو بڑھا چڑھا کر سمجھیں۔ مگر ایک تو پرنس کا تبھی بیماری سے اٹھنا، پھر وہ اذیت ناک یادیں، جو اس مرض کے ساتھ لگی ہوئی تھیں، ہاتھ پاؤں پھلا دینے والی اس شام کی تھکن، پاولی شیف کے بیٹے کا ماجرا اور اب یہ اپولیت والا واقعہ... ان سب نے پرنس کی بیمار حسیت کو اس قدر جھنجھوڑ ڈالا کہ واقعی اس پر سرسامی کیفیت طاری ہو چلی تھی۔ اس کے علاوہ آنکھوں میں اب ایک اور فکرمندی بھی جھلکنے لگی، فکرمندی کیا، پوری تشویش۔ وہ اپولیت کو ایسے خوف سے دیکھ رہا تھا گویا اس کی طرف سے کسی اور بات کا دھڑکا لگا ہوا ہو۔

اتنے میں اپولیت اٹھا، چہرے پر بلا کی زردی چھائی تھی، بیزاری کی حد تک اپنی بگڑی ہوئی شکل پر خوفناک شرم کے آثار طاری تھے۔ یہ ساری کیفیت خاص کر اس کی آنکھوں سے جھلک رہی تھی۔ جو نفرت اور خوف کی ملی جلی نظروں سے تمام حاضرین کو دیکھ رہی تھیں اور کانپتے ہوئے ہونٹوں پر بے خیالی کی، ترچھی اور تلخ مسکراہٹ جمی ہوئی تھی۔ اس نے فوراً آنکھیں جھپکائیں اور لڑکھڑاتا ہوا چلا، اب بھی ویسے ہی ہنسے جا رہا تھا۔ بردوفسکی اور داکتر نیکو کی طرف بڑھا جو برآمدے سے باہر اترنے کی جگہ کھڑے تھے۔ انہی کے ساتھ وہ بھی روانہ ہو گیا۔

''لو، ایسی کا اندیشہ تھا مجھے۔'' پرنس کی زبان سے بے اختیار نکلا۔ ''یہی ہونا باقی تھا۔''

سنتے ہی اپولیت ایک دم اس کی طرف پلٹا۔ اس پر طیش کے مارے جنون سوار تھا، چہرے کی ایک ایک نس پھڑک رہی تھی، پورا چہرہ بول رہا تھا۔

''تو آپ کو اسی کا اندیشہ تھا؟ یہی ہونا باقی تھا، آپ کے خیال میں؟ معلوم ہے یہاں اگر کوئی ہے ایسا جی کی صورت سے نفرت ہو تو'' بھرائی ہوئی چیخ جیسی آواز میں، منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے بولا'' (ویسے مجھے آپ سبھی سے، سب سے نفرت ہے!) تو بس، آپ ہیں وہ، آپ کی صورت سے، یسوعی پاک پاکیزہ روح، ایڈیٹ، لکھ پتی داتا، دنیا میں

سب سے زیادہ نفرت آپ سے کرتا ہوں! بہت دن پہلے میں آپ کو سمجھ گیا تھا، تبھی سے نفرت ہوگئی۔ جب آپ کے بارے میں سنا، جتنی نفرت ہو سکتی تھی دل میں، سب آپ پر انڈیل تھی... یہ سب آپ کا کیا دھرا ہے! یہ آپ ہی کے کرتوت ہیں کہ میں نوٹنے کی نوبت کو پہنچ گیا! مرتے ہوئے آدمی کو شرم و ذلت تک پہنچا دیا، آپ، صرف آپ، آپ ہی قصوروار ہیں میری اس تباہ حالی کے! اگر زندہ بچتا تو آپ کو جان سے مار ڈالتا! مجھے آپ کی مہربانی نہیں چاہیے، کسی کی عنایت درکار نہیں... کان کھول کے سن لیجیے، کسی سے کچھ نہیں چاہیے۔ میرے دماغ کو گرمی چڑھی ہوئی تھی، اس پر بغلیں مت بجانا!... آپ پر، آپ سب پر میں لعنت بھیجتا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس کا سانس جواب دے گیا۔

"اپنے آنسو بہانے کی شرم مارے ڈال رہی ہے اسے۔" لیبید یف نے لیزاویتا پروکوفیونا سے سرگوشی کی۔ "یہی ہونا باقی تھا! واہ رے پرنس، اس کی روح میں جھانک کر دیکھ لیا۔"

مگر بیگم لیزاویتا نے ایک نگاہ سے بھی اسے جواب کے قابل نہ سمجھا۔ وہ سیدھی تنی ہوئی، گردن اکڑائے ان "مردکوں" کو حقارت اور کرید کے ساتھ دیکھتی رہیں۔ ایپولیت نے کہنا بند کیا تو جنرل نے شانے جھٹک دیئے۔ بیگم صاحبہ نے شوہر کو سر سے پاؤں تک گرم نگاہ سے دیکھا گویا ان کی اس حرکت پر جواب طلب کر رہی ہیں اور فوراً پرنس کی طرف رخ کیا۔

"شکریہ آپ کا، پرنس، ہمارے گھرانے کے سچے دوست، شکریہ۔ اس خوشگوار شام کا شکریہ جو آپ کی بدولت ہمیں نصیب ہوئی۔ میں جانوں، اب آپ کا دل ٹھنڈا ہوا ہوگا کہ اپنی اس حماقت کی کھلواڑ میں ہمیں بھی الجھانے میں آپ کامیاب ہو گئے... بس، کافی ہے، ہمارے عزیز، شکریہ کہ اس بہانے ہمیں ایک موقع تو ملا آپ کو خوب دیکھ بھال لینے کا!..."

بیگم لیزاویتا باہر نکلنے کے لیے غصے سے اپنے کپڑے درست کرنے لگیں اور یہ بھی انتظار تھا کہ "وہ لوگ" کب نکل کر جاتے ہیں۔ "ان لوگوں" کے لیے اتنے میں گھوڑا گاڑی آ گئی جسے بلانے کے لیے داکترینکو نے لیبید یف کے لڑکے کو پندرہ منٹ پہلے بھیج دیا تھا۔ یہ لڑکا ہائی اسکول میں پڑھتا تھا۔ جنرل نے بھی چلتے چلاتے اپنی رفیقہ حیات کی تقلید میں دو بول کہہ ڈالے:

"واقعی، پرنس صاحب، مجھے تو اس کا گمان تک نہ تھا... ان تمام، ہمارے برادرانہ تعلقات کے بعد اور یہ، اور پھر آخر لیزاویتا بیگم..."

"افوہ، پاپا، آپ بھی غضب کرتے ہیں!" ادے لائیدا چیخ پڑی اور لپک کر پرنس کی طرف بڑھی اور اپنا ننھا سا ہاتھ بڑھا دیا۔

پرنس نے اپنے ہونق چہرے پر تبسم لا کر ادے لائیدا کو جواب دیا۔ عین اسی لمحے کان بجے، گویا پھرتی سے کسی نے سرگوشی میں اس کے کان میں چنگاری ڈال دی۔

"اگر آپ نے ان رذیلوں سے ابھی اسی وقت اپنا پیچھا نہ چھڑایا تو میں تمام عمر، جیتے جی آپ سے، صرف آپ سے نفرت کروں گی۔" یہ اگلایا تھی۔ طیش میں تھی اور اس سے پہلے کہ پرنس کی نظر پڑی اس نے رخ پھیر لیا۔ وہاں تو اب

Scanned with CamScanner

پیچھا چھڑانے، نہ چھڑانے کا سوال ہی نہیں رہ گیا تھا۔ اس اثناء میں بیمار ایپولیت کو جیسے تیسے گاڑی میں بٹھا دیا گیا تھا اور گاڑی روانہ ہو چکی تھی۔

''کیا بات ہے جنرل صاحب، کیا ابھی یہ سلسلہ اور چلے گا؟ کیا خیال ہے آپ کا؟ ان خبیث چھوکروں کو کیا اور برداشت کرنا پڑے گا؟''

''نہیں، میں تو، میری عزیز، میں بالکل تیار ہوں... پرنس...''

جنرل نے نکلتے وقت اگرچہ پرنس کی طرف رخصتی ہاتھ بڑھایا، لیکن ہاتھ ملا نہ سکے، بیوی کے پیچھے لپکے جو بھکتی فوں فاں کرتی برآمدے سے اتر گئیں۔ ادے لائیدانے، اس کے منگیتر نے اور الیکساندرا نے خلوص سے، خوش اخلاقی کے ساتھ پرنس سے رخصت لی۔ ایوگینی پاولووچ بھی اسی طرح مل کر رخصت ہوا۔ وہی ایک آدمی بڑے مزے میں تھا۔

''میں نے جو کہا تھا آخر وہی نکلا۔ اتنا افسوس ضرور ہے کہ آپ بیچارے اس مصیبت میں پڑے۔'' نہایت دلکش تبسم کے ساتھ اس نے زیر لب کہا۔

اگلا یار سمار رخصت ہوئے بغیر ہی چل دی۔

مگر اس شام کی واردات ابھی تمام نہیں ہوئی۔ لیزاویتا پروکوفیونا کو ابھی ایک اور خلاف توقع ملاقات درپیش تھی۔

ابھی انہوں نے زینے سے اتر کر (پارک کے پاس سے گزرنے والی) سڑک پر قدم رکھا بھی نہ تھا کہ اتنے میں دو سفید گھوڑوں کی چمچاتی فٹن پرنس کی قیام گاہ کے سامنے دندناتی ہوئی گزری، جس میں دو نہایت شاندار رئیس زادیاں سوار تھیں۔ کوئی دس قدم آگے بڑھ کر فٹن ایک دم رک گئی۔ دونوں سواریوں میں سے ایک نے جلدی سے مڑ کر دیکھا گویا جان پہچان کی کوئی ایسی شخصیت نظر آ گئی جس سے ملاقات ضروری تھی۔

''ایوگینی پاولووچ، ارے تم؟'' ایک کھنکتی ہوئی پیاری سی آواز نے پکارا جسے سن کر پرنس کے بدن میں لہر دوڑ گئی۔ پرنس کے علاوہ شاید کسی اور کو بھی جھرجھری آئی۔ ''ہائے، کیا خوشی ہو رہی ہے کہ آخر تمہیں ڈھونڈ نکالا۔ میں نے تو تمہاری تلاش میں دو دو آدمی شہر دوڑاتے ہیں۔ دن بھر تمہاری ڈھنڈائی ہوتی رہی!''

ایوگینی پاولووچ زینے کی اسی سیڑھی پر ایسے کھڑا رہ گیا جیسے اس پر بجلی گری ہو۔ لیزاویتا پروکوفیونا بھی وہیں کی وہیں رہ گئیں، مگر ایوگینی کی طرح بدحواسی یا ہیبت کے مارے نہیں بلکہ وہ اسی بے دھڑک اجنبی کو اسی جلالی شان سے، روکھے پن اور تحقیر سے تک رہی تھیں جیسے پانچ منٹ پہلے ان ''مردکوں'' کو دیکھ چکی تھی۔ فوراً انہوں نے منہ موڑا اور ایوگینی پاولووچ کو غور سے دیکھا۔

''تازہ خبر!'' اسی کھنکتی آواز نے کہا۔ ''کوپ فیر کے پرامیسری نوٹ کا ڈرول سے نکال دو۔ میں نے راضی کر لیا ہے، رگوژین نے تیس میں وہ خرید لیے۔ اب تین مہینے کی بے فکری ہو گئی تمہیں۔ رہا وہ بسکوپ اور چھوٹے موٹے واجبات کا، تو وہ بھی غالباً جان پہچان والوں کے ذریعے نمٹ جائیں گے۔ تو گویا، بے فکری ہو گئی۔ سارے معاملے خیریت سے ٹھکانے لگ گئے۔ خوش رہو۔ کل ملیں گے!''

Scanned with CamScanner

فٹن حرکت میں آئی اور دیکھتے دیکھتے ہوا ہوگئی۔

"اس کی عقل میں فتور ہے شاید۔" ایوگینی بالآخر بولا۔ غصے میں اس کا منہ لال ہوگیا تھا اور بڑبڑا کر وہ چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ "معلوم نہیں، یہ کون، اس نے کہا کیا؟ کیسے پرامیسری نوٹ! میں نے اسے پہچانا تک نہیں۔"

لیزاویتا پروکوفیونا اور کوئی دو سیکنڈ اس کی صورت تکتی رہیں۔ پھر ایک دم پورے گھماؤ سے وہ اپنے داچہ کی طرف چل پڑیں اور ان کے پیچھے پورا قافلہ۔ ٹھیک منٹ بھر بعد ایوگینی پاولووچ الٹے قدموں اسی برآمدے پر واپس آیا۔ وہ نہایت اضطراب کے عالم میں تھا۔

"پرنس، سچ بتایئے۔ اس کا کیا مطلب ہوا؟ آپ کچھ سمجھے؟"

"میں کچھ نہیں جانتا۔" پرنس نے جواب دیا۔ وہ خود مریضانہ تناؤ میں مبتلا ہو چکا تھا۔

"نہیں؟"

"نہیں!"

"میری بھی کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔" ایوگینی مسکرا دیا۔ "خدا کی قسم، نہ میں نے کسی پرامیسری نوٹ پر دستخط کیے، نہ کچھ مطلب واسطہ۔ یقین کیجیے!... مگر یہ آپ کو کیا ہو رہا ہے، بے ہوشی کا حملہ ہے کیا؟"

"نہیں، نہیں، کچھ نہیں۔ میری بات مانیے۔ کچھ نہیں!..."

(II)

کہیں تیسرے دن جنرل ایپان چین ولوں کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اگرچہ پرنس حسب معمول خود کو ہی بڑی حد تک مورد الزام قرار دیتا رہا اور خلوص دل سے اپنے کیے کی سزا کا منتظر تھا، پھر بھی شروع سے اس کا دل کہے جا رہا تھا کہ لیزاویتا پروکوفیونا ہرگز اس سے خفا نہیں ہو سکتی ہیں، اگر خفگی ظاہر ہوئی تو وہ بیشتر اپنے اوپر ہی تھی لیکن جب اس عداوت نے اتنا طول پکڑ لیا تو تیسرے دن دل ڈوبنے لگا۔ افسردگی کے اور بھی کئی سبب تھے مگر ایک سب سے مقدم تھا۔ تین دن تک برابر شک و شبہ کی کھردرچ بڑھتی اور گہری ہوتی گئی تھی۔ (ادھر کچھ عرصے سے پرنس خود کو قصوروار سمجھتا کہ اس کا ذہن دو انتہاؤں کے درمیان ڈولتا رہتا ہے: ایک تو اس کی غیر معمولی اور بے جا ہر ایک پر اعتبار کر لینے کی عادت اور اسی کے ساتھ بجھے ہوئے دل سے بلکہ بچپن کی حد تک اوروں پر شبہ کرتے رہنا۔) مختصر یہ کہ تیسرے دن کے تمام ہوتے ہوتے پرنس کے دماغ میں اس بے ہنگم عورت کے تصور نے جو اپنی فٹن پر سے ایوگینی کو کچھ کہہ کر گزر گئی تھی ہولناک معمے کی صورت اختیار کر لی۔ معاملے اور پہلوؤں سے قطع نظر خود اس معمے کی اصلیت پرنس کے ذہن پر ایک افسوسناک سوال کے طور پر کچوکے دے رہی تھی: آیا اس سنگ "آسیب" کی ذمہ داری خود اس پر آتی ہے یا پھر یوں ہے کہ صرف.... مگر وہ آگے نہ سوچ کا کہ اور کون ہو سکتا ہے۔ جہاں تک حروف ن، ف، ب کا تعلق ہے تو اس کی نظر میں وہ صرف ایک معصومانہ شرارت تھی، محض بچکانہ چٹکی لینے کے سوا اس میں کچھ نہیں دھرا تھا اور اس پر دماغ کھپانا خواہ مخواہ کلسنے کے علاوہ ایک لحاظ سے گری ہوئی بات بھی تھی۔

البتہ یہ ہوا کہ اس کی اوٹ پٹانگ "شام" کے دوسرے دن جس کی گڑبڑ کا وہ خود ہی "اصل سبب" تھا، صبح کے وقت پرنس ش۔ اپنی منگیتر ادے لائیڈا کے ساتھ پرنس سے ملنے آ گیا اور پرنس کو ان کے خیر مقدم کی راحت نصیب ہوئی۔

Scanned with CamScanner

وہ دونوں بقول خود "خاص اس لیے آئے تھے کہ پرنس کی خیریت دریافت کرتے چلیں۔" ٹہلنے نکلے تو ادے لائیدا کو پارک میں ایک عظیم الشان پرانا درخت نظر آ گیا جس کی لمبی لمبی، الیٹھیں پڑی ہوئی شاخیں سبز پتیاں نکال رہی تھیں اور جس کا تنا کھوکھلا اور شگاف دار تھا۔ اس نے طے کر لیا تھا کہ چاہے کچھ ہو، اس درخت کی تصویر ضرور بنائی جائے گی۔ یہ دونوں آدھ گھنٹے ٹھہرے اور اس درخت کے سوا ادے لائیدا نے اور کوئی بات کی ہی نہیں۔ پرنس ش۔ اچھے دوستانہ اخلاق سے پیش آیا۔ باتوں میں ذکر نکلا تو پچھلے دنوں کی باتیں پوچھنے لگا، پہلی ملاقات کے قصے چلے.... اور ایسے چلے کہ گزشتہ رات کی بات زبان پر تقریباً آئی ہی نہیں۔ آخر ادے لائیدا سے نہ رہا گیا اور اس نے ہنس کر قبول دیا کہ وہ لوگ چپکے سے کھسک آئے ہیں۔ وہ تو صرف اتنا ہی اقرار کر کے رہ گئے۔ لیکن اس چپکے سے کھسکنے میں بات کا یہ پہلو نکلتا تھا کہ اس کے والدین یعنی خاص کر لیزاویتا پروکوفیونا نے ابھی تک غصہ تھوکا نہیں، لیکن نہ تو ان کا نام زبان پر آیا نہ اگلایا کا، نہ جنرل صاحب کے متعلق ادے لائیدا اور پرنس ش۔ نے اس ملاقات میں کوئی لفظ کہا۔ جب وہ پھر سیر کے لیے اٹھنے لگے تو دونوں مہمانوں میں سے کسی نے پرنس کو ساتھ چلنے تک کی دعوت نہ دی۔ منہ چھوانے کو بھی اپنے یہاں کا بلاوا نہ دیا۔ اس سلسلے میں ادے لائیدا کی زبان پر اتفاق سے ایک ایسا جملہ آ گیا جو اس کے کردار میں معنی خیز تھا: اس نے اپنے ایک واٹر کلر تصویر کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ تمنا ظاہر کی کہ پرنس کو خصوصیت سے دکھانا چاہتی ہے۔ "کیا انتظام کیا جائے کہ جلدی سے وہ تصویر دکھا دوں؟ ٹھہریئے، یوں کرتے ہیں کہ یا تو میں آج ہی اگر کولیا آ نکلا تو اس کے ہاتھ بھجوا دوں گی یا پھر کل، جب ہم اور پرنس ٹہلنے نکلیں گے تو میں خود لیتی آؤں گی۔" آخر اتنا کہہ کر اس نے اپنا جی ٹھنڈا کر لیا کہ ایک مخمصے سے نکل آئی اور اس ہوشیاری سے جو کسی کو ناگوار بھی نہ گزرے، بات جتا کر مشکل کا حل نکال لیا۔

آخر میں چلتے چلاتے پرنس ش۔ کو گویا اچانک کوئی بات یاد آ گئی:

"ہاں، وہ دیکھیے!" اس نے پوچھا "آپ کو کچھ خبر ہے، شاید معلوم ہو، کون تھی وہ ہستی، وہ جس نے کل رات اپنی گھوڑا گاڑی میں سے ایوگینی پاولووچ کو پکارا تھا؟"

"وہ نستاسیا فلی پوونا تھی۔" پرنس نے کہا۔ "آپ نے کیا نہیں پہچانا کہ یہ وہی تھی؟ اس کے ساتھ کون تھی، یہ نہیں معلوم۔"

"جانتا ہوں، سن چکا ہوں۔" پرنس ش۔ نے تائید کی۔ "مگر یوں آواز دینے کا کیا مطلب؟ ایسا معمہ ہے، میرے لیے بھی ایک پہیلی اور دوسروں کے لیے بھی۔"

پرنس ش۔ یہ کہتے وقت بے انتہا حیرت زدہ نظر آ رہا تھا۔

"وہ ایوگینی صاحب کے کسی ہنڈی یا پرامیسری نوٹوں کے بارے میں کہہ رہی تھی۔" پرنس نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ "یعنی وہ نوٹ جو اس عورت کے کہنے سے کسی ساہوکار سے رگوژین کے ہاتھ لگے ہیں اور رگوژین وصولیاتی کی جلدی نہیں مچائے گا۔"

"میرے عزیز پرنس صاحب، میں نے بھی سنا، یہ تو سنا۔ مگر ایسا ہو نہیں سکتا۔ مسٹر ایوگینی کے ہاتھ کے پرامیسری نوٹ بھلا کیسے ہو سکتے ہیں! ایسے صاحب حیثیت آدمی کے.... البتہ یہ صحیح ہے کہ جھونک میں آ کر وہ پہلے کہیں لین دین کے

Scanned with CamScanner

معاملے میں پھنس چکے ہیں۔ خود میں نے ہی انہیں چھڑایا تھا.... مگر ایسے صاحب حیثیت آدمی سے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی ساہوکار کو پرامیسری نوٹ لکھ دیں اور اس الجھن میں پڑتے پھریں۔ نہیں۔ اور پھر نستاسیا جیسی خاتون سے ان کے مراسم تو 'اور' 'تم' تک پہنچیں، اصل بات تو سوچنے کی یہ ہے! وہ قسم کھا کے کہتے تھے کہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ ان کے کہنے پر مجھے پورا یقین ہے مگر جناب پرنس، آپ سے صرف اتنا دریافت کرنا تھا کہ اس کی کچھ سن گن ملی ہو آپ کو تو؟ مطلب یہ کہ اتفاق وقت سے آپ کے کان میں بھنک پڑی ہو اس طرح کی؟"

"جی نہیں، مجھے کچھ نہیں معلوم۔ یقین کیجیے کہ اس معاملے سے میرا کوئی سروکار نہیں رہا۔"

"افوہ، آپ بھی، پرنس، کیا آدمی ہیں! آج تو پہچانے نہیں جا رہے۔ بھلا میں نے کب کہا کہ آپ اس طرح کے معاملے میں شامل ہیں؟ ہاں، سچ، آپ آج موڈ میں نہیں ہیں۔"

اس نے پرنس میشکن کو گلے لگایا، پیار کیا۔

"یہ آپ نے 'اس طرح کا' معاملہ کیوں کہا؟ مجھے تو 'اس طرح کا' کوئی معاملہ نظر نہیں آتا۔"

"بے شک اس ہستی کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایوگینی صاحب کو کسی ترکیب سے، ایک نہ ایک معاملے میں اٹکا دے اور دیکھنے والوں کی نظر میں ایسی صفات ان سے منسوب کر دے جن سے وہ بالکل پاک ہیں، جن میں وہ پڑ ہی نہیں سکتے۔" پرنس ش۔ نے روکھے منہ جواب دیا۔

پرنس لیونکولائی وچ الجھن میں مبتلا تھے، تاہم پرنس کو سوالیہ نظروں سے ایک ٹک دیکھتے رہے۔ پرنس نے زبان سے کچھ نہ کہا۔

"تو کیا معاملہ صرف ہنڈی تک نہیں ہے؟ کل جو لفظ اس کی زبان سے نکلے، وہ صرف پرامیسری نوٹ کے بارے میں تھے تھا؟" پرنس میشکن نے آخر ذرا بے صبری سے دبی زبان میں کہا۔

"میں تو پھر کہہ رہا ہوں، آپ خود غور فرمایئے، بھلا ایوگینی صاحب اور.... اس عورت کے درمیان اور پھر رگوژین سے کیا سروکار؟ پھر کہتا ہوں کہ بڑے صاحب جائیداد آدمی ہیں۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔ اس کے علاوہ انہیں چچا کی میراث میں بھی بہت کچھ ملے گا۔ بس نستاسیا فلی پوونا تو...."

پرنس ش۔ ایک دم رک گیا، غالباً اس لیے کہ وہ پرنس سے نستاسیا کے بارے میں کہنا سننا نہیں چاہتا تھا۔

"بہرحال، قیاس کہتا ہے نا کہ وہ ایوگینی صاحب سے واقف ہے؟" اچانک پرنس لیونکولائی وچ نے ایک لمحہ خاموش رہنے کے بعد سوال کر لیا۔

"ہاں.... واقفیت رہی ہوگی۔ جھونک میں آ جاتے ہیں! لیکن اتنا ہے کہ اگر پہچان تھی تو بہت پہلے، کہیں دو تین سال پہلے تھی۔ خود تو تسکی سے بھی ان کی میل ملاقات رہی ہے۔ اب اس قسم کا کوئی پھیر پڑتا، یہ ہونے سے رہا اور وہ 'تو' یا 'تم' پر اتر آئے ہوں، یہ بھی ممکن نہیں۔ آپ کو تو خود معلوم ہے کہ نستاسیا یہاں تھی ہی نہیں۔ کہیں پتہ نہیں تھا، اب تک بہتوں کو خبر نہیں کہ وہ پھر یہاں وارد ہو گئی ہے۔ اس کی سواری ابھی بمشکل تین دن پہلے مجھے نظر آئی۔"

"کیا زبردست سواری اور سائیس رکھے ہیں!" ادے لائیدا بولی۔

Scanned with CamScanner

"ہاں، واقعی زبردست۔"

دونوں رخصت ہونے لگے تو نہایت دوستانہ، یوں کہا جائے کہ پرنس کے ساتھ نہایت برادرانہ تعلق خاطر کا احساس لیے ہوئے گئے۔

البتہ ہمارے ہیرو کے لیے ان دونوں کی یہ آمد کافی اہمیت اختیار کر گئی۔ فرض کریں کہ وہ خود بھی کل رات والے اس واقعے پر کھٹکا ہوا ضرور تھا (بلکہ پہلے سے بھی کچھ شبہ رہا ہوگا) مگر ان دونوں کی آمد تک یہ طے نہیں کر سکا تھا کہ شبہ میں اصلیت کس قدر ہے۔ اب یہ بالکل صاف ہو گیا کہ پرنس ش۔ کو رات والے واقعے کے سمجھنے میں غلط فہمی تو ہوئی لیکن وہ اصلیت کے آس پاس چکر کاٹ رہا ہے، اتنا ضرور جان گیا کہ دال میں کالا ہے (اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جانتا سب کچھ ہے .... پرنس نے سوچا۔) یہ بات بھی صاف ہو گئی کہ فی الحال اس کی طرف آمد کا (خصوصاً پرنس ش۔ کی آمد کا) منشا یہ تھا کہ ممکن ہے باتوں باتوں میں اصل نکتہ نکل آئے اور اگر ایسا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ مجھے اس ہیرا پھیرا میں شریک سمجھا جاتا ہے اور یہ سارا معاملہ اگر یوں ہے اور واقعی اتنا اہم ہے تو غالباً اس صورت کی نیت میں فتور ہوگا۔ ضرور اس نے جی میں کچھ ٹھان رکھی ہے۔ کیا ٹھانی ہے؟ آفت!" بھلا اب اسے من مانی کرنے سے کون روک سکتا ہے؟ ایک بار وہ کوئی بات جی میں ٹھان لے تو پھر کس کی مجال کہ اسے باز رکھے!" تجربے نے پرنس پر ثابت کر دیا تھا "دیوانی ہے، بالکل دیوانی!"

مگر اس دن دوپہر ہوتے ہوتے اتنے سارے معاملات کا ہجوم ہو گیا، ان کے سوا حالات کی گتھیاں ایسی پڑیں، ایک ہی وقت میں اتنی الجھنیں پیش آ گئیں جنہیں فوراً سلجھانا لازم تھا کہ پرنس کا دل بیٹھنے لگا۔ ویرا لیبیدیف، چھوٹی بہن لیوبوف کو گود میں اٹھائے چلی آئی تو ذرا جی بہل گیا۔ وہ آئی اور دیر تک نجانے کیا ہنس ہنس کر سناتی رہی۔ اس کے پیچھے پیچھے دوسری بہن منہ کھولے آئی اور بعد میں ہائی اسکول کا چھوکرا اس کا بھائی لپکا ہوا آیا۔ زور دے دے کر بتانے لگا کہ wormwood ستارہ[16] جس کا ذکر صحیفے (Apocalypse) میں آیا ہے، زمین پر پانی کی سوت پر گرا ہے اور غیبی پیش گوئی والد بزرگوار کے بیان کے مطابق یہ نکلتی ہے کہ یہ سارے یورپ میں بچھا ہوا ریلوں کا جال ہے۔ پرنس اس کے کہنے پر ایمان نہیں لایا کہ لیبیدیف نے یہ مطلب نکالا ہوگا تو بحث میں طے پایا کہ جیسے ہی موقع ملے گا خود اس کے باپ سے تصدیق کی جائے گی۔ اس کی بہن ویرا کی زبانی پرنس کو پتہ چلا کہ کیلر کل سے برابر اس کے گھر کے پھیرے لگا رہا ہے اور نجانے کب تک یہیں دھرنا دیے رہے گا کیونکہ اسے اپنی گوں کا آدمی مل گیا ہے، جنرل ایولگین سے اس کی گاڑھی چھننے لگی ہے۔ ضمناً زبان پر لا چکا ہے کہ انہی کے یہاں ٹھہرے گا صرف اس غرض سے کہ اپنی تعلیم کی کمی نئی صحبت سے پوری کرے۔ لیبیدیف کے بچے روز بروز پرنس میشکن کے دل میں جگہ کرتے جا رہے تھے۔ آج سارے دن کولیا کا اُدھر سے گزر نہیں ہوا۔ وہ ذرا سویرے پیتر سبورگ کی طرف نکل گیا تھا۔ (لیبیدیف بھی اپنے کسی چھوٹے موٹے کام سے باہر گیا ہوا تھا) لیکن پرنس کو گاوریلا اردالیونچ کا بے چینی سے انتظار تھا جسے آج ہی ملاقات کے لیے آنا تھا۔

تیسرے پہر کے چھ بج چکے تھے اور دن کا کھانا نمٹا ہی تھا کہ مسٹر گاوریلا آ پہنچے۔ پہلی ہی نظر میں پرنس کو خیال گزرا کہ شخص موصوف کو یقیناً اس گتھی کا ایک ایک تار صحیح طور سے معلوم ہے۔ وارورا جیسی بہن اور بہوئی جس کا ہاتھ بٹانے

Scanned with CamScanner

والے موجود ہوں، بھلا کیسے ممکن ہے کہ اسے سراغ نہ مل چکا ہو؟ لیکن گانیا اور پرنس کے درمیان راہ و رسم کی ایک خاص نوعیت تھی۔ مثلاً یہی کہ پرنس نے بردوفسکی والا معاملہ پورا اس کے سپرد کر رکھا تھا اور خصوصیت سے اس کا خواستگار تھا۔ تاہم اس اعتماد کے باوجود اور پہلے جو کچھ گزری اس کے ہوتے ہوئے بھی، ان دونوں کے درمیان مستقل طور پر بعض تکلفات موجود تھے جن کے متعلق گویا دونوں نے طے کر رکھا تھا کہ زبان نہیں کھولیں گے۔ پرنس کو بعض اوقات ایسا لگا کہ گانیا اپنی طرف سے شاید اس تکلف کو دور کرنا، بھرپور اور مخلصانہ بے تکلفی بنانا چاہتا ہے۔ ابھی اس وقت یہ ہوا کہ جیسے ہی گانیا نے اندر قدم رکھا، پرنس کو خیال گزرا کہ گانیا کو پورا یقین ہو گیا ہے کہ وہ لمحہ آ پہنچا جب دونوں کے درمیان تکلفات کی دیوار کڑے قد سے گرا دینی چاہیے۔ (گاوریلا صاحب کو جلدی بھی بہت تھی کیونکہ لیبیدیف کے ہاں اس کی بہن انتظار میں تھی۔ دونوں کو فوراً کہیں، کسی کام سے روانہ ہونا تھا۔)

لیکن اگر گانیا کو واقعی پرنس کی طرف سے بے تحاشا سوالوں کی بھرمار، بے اختیار اطلاعات، دوستانہ بے تکلفی کی توقع تھی تو اس نے سخت غلطی کی۔ سارے بیس منٹ تک جب تک وہ پرنس کے پاس ٹھہرا، صاحب خانہ اپنی فکروں میں گم بلکہ ایک حد تک خود فراموش رہا۔ گانیا کو جن سوالوں کی توقع تھی یا یوں کہیے کہ ان میں جو اصل سوال تھا، اسے زبان پر لانے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ یہ دیکھا تو گانیا نے بھی طے کیا کہ گفتگو میں صبر و احتیاط سے کام لے گا۔ وہ مسلسل بیس منٹ تک بولتا چلا گیا۔ مسکراتے ہوئے اس نے نہایت ہلکے پھلکے، دل لگی کے اور چلتے ہوئے موضوع چھیڑے لیکن اصل سوال سے صاف کترا گیا۔

گانیا نے ضمناً بیان کیا کہ نستاسیا فلی پودونا کو یہاں آئے آج صرف چار دن ہوئے ہیں اور ابھی سے ہر ایک کی توجہ کا مرکز بن گئی ہے۔ کوئی جگہ ہے متروسکایا روڈ، وہیں کہیں ٹھہری ہوئی ہے۔ اوسط مکانیت کا بے ڈھنگا سا مکان داریا الیکسیئی وناکا بتاتے ہیں، اسی میں قیام ہے مگر اس بستی میں نمبر اول گھوڑا گاڑی اسی کے پاس ہے۔ ارد گرد عمر رسیدہ اور نوجوان طلبگاروں کا ہجوم لگا رہتا ہے۔ گاڑی کے ساتھ ساتھ بعض اوقات سوار چلے ہیں۔ یہ عورت حسب سابق بڑی حد تک چڑچڑی ہے۔ ہر ایک کو منہ نہیں لگاتی۔ پھر بھی جب دیکھو اس کے پاس پوری ایک ٹیم اکٹھی ہو گئی ہے جو وقت پڑنے پر کام آ سکتی ہے۔ بستی کے بنگلوں میں رہنے والا ایک شخص جس کی باقاعدگی متقی ہو چکی تھی، نستاسیا کی خاطر اپنی منگیتر سے لڑ بیٹھا۔ ایک بوڑھے جنرل نے اسی کے باعث اپنے بیٹے کو قریب قریب عاق کر ڈالا۔ جب وہ ہواخواری کو گاڑی پر نکلتی ہے تو ساتھ میں ایک دلربا کمسن لڑکی کو بٹھا لیتی ہے جسے ابھی سولہواں سال لگا ہے اور داریا صاحبہ کی دور کی رشتہ دار بتائی جاتی ہے۔ گاتی بھی خوب ہے۔ چنانچہ شام ہوتے ہی ان کا چھوٹا سا مکان لوگوں کا دھیان بٹانے لگتا ہے۔ نستاسیا فلی پودنایوں تو انتہائی سلیقے سے چل رہی ہے۔ یہاں تک کہ لباس میں بھی چمک بھڑک کا نام نہیں، غیر معمولی خوش مذاقی کے ساتھ۔ اس کا پرچار بستی کی معزز خواتین میں "خوش ذوقی، حسن اور فٹن گاڑی" کی بدولت قابل رشک بن گیا ہے۔

"کل کا وہ سنکی پن یقیناً کسی خاص نیت سے تھا، اسے کسی شمار میں نہیں رکھنا چاہیے۔" گانیا کی زبان سے نکلا۔

"اس عورت کو خطاوار ٹھہرانے کے لیے سوچ سمجھ کر چلنا یا ٹھوس الزام سامنے لانا چاہیے اور اس میں اب دیر نہیں۔" گانیا نے جملہ تمام کیا اور انتظار میں رہا کہ اب پرنس ضرور سوال کرے گا۔ "کل کے سنکی پن والے واقعے کو کسی خاص نیت سے کیوں

منسوب کرتے ہیں آپ؟ اور کیوں اس میں اب دیر نہیں؟ مگر پرنس نے یہ بھی نہ پوچھا۔

ایوگینی پاولووچ کے سلسلے میں گانیا نے آپ سے آپ ایسا بستار پھیلایا، بغیر کسی سوال جواب کے ہی بتاتے چلے گیا کہ بہت عجیب معلوم ہونے لگا کیونکہ وہ بے محل، بے سبب اس کا ذکر زبان پر لے آیا۔ گانیا کا خیال تھا کہ ایوگینی پاولووچ سے نستاسیا کی جان پہچان تک نہیں۔ آج بھی یونہی سی صاحب سلامت ہے، وجہ صرف اس قدر کہ ابھی چار دن پہلے راستہ چلتے کسی نے تعارف کرا دیا تھا، شاید ہی اوروں کی ہمراہی میں اس کے دروازے پر ایوگینی نے قدم رکھا ہو۔ رہی وہی پرامیسری نوٹ والی بات تو ممکن ہے (گانیا کو بقول خود اس کی پکی خبر تھی) ایوگینی پاولووچ واقعی بڑی حیثیت کے آدمی ہیں "لیکن جاگیر کے معاملے میں البتہ کسی طرح کی بے ضابطگی پائی جاتی ہے۔" اتنی سی کرید لگا کر گانیا نے گفتگو کا رشتہ توڑ دیا۔ کل شام جو نستاسیا فلی پوونا کا واقعہ پیش آیا تھا اس پر زبان سے ایک لفظ نہیں نکالا سوائے رواروی کے اس اشارے کے جس کا ذکر آ چکا ہے۔ آخر یہ ہوا کہ گانیا کی بہن وار ورادم بھر کو اندر آئی اور بتا گئی (وہ بھی بغیر پوچھے) کہ ایوگینی پاولووچ یا تو آج ورنہ کل پیتر سبورگ پہنچنے والے ہیں، خود میرے شوہر ایوان پتیت سن بھی پیتر سبورگ میں ہیں، عجب نہیں کہ وہ بھی انہی صاحب کے سلسلے میں وہاں پائے جاتے ہوں اور واقعی ان کا معاملہ کچھ نہ کچھ رنگ لایا ہے۔ رخصت ہوتے وقت اتنا اور کہہ گئی کہ لیزاویتا بیگم صاحبہ آج آگ انگارہ ہو رہی ہیں مگر سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ صاحبزادی اگلا بارے کنبے سے لڑ بیٹھی ہیں، صرف ماں باپ سے نہیں بلکہ دونوں بہنوں سے بھی اور یہ کہ "ایسا ہونا کچھ اچھا نہیں۔" یہ آخری اطلاع جو بظاہر بلا ارادہ اور ضمناً منہ سے نکل گئی تھی۔ (اور پرنس کے لیے انتہائی معنی خیز بھی تھی) زبان پر لاتے ہی بھائی بہن، دونوں پرنس سے رخصت ہو گئے۔ پاولی شیف کے لڑکے کے قضیے میں بھی گانیا نے کچھ نہ بتایا، ممکن ہے جھوٹ موٹ کے تکلف میں چپ رہا یا شاید "پرنس کے جذبات کو ٹھیس نہ لگانے کے خیال سے" ٹال گیا، تاہم پورے معاملے کو بڑی لگن سے انجام تک پہنچانے پر دوبارہ پرنس نے شکریہ ادا کیا۔

پرنس میشکن نے چین کا سانس لیا کہ اب اسے تنہائی نصیب ہوئی۔ چبوترے سے اتر کر وہ سڑک پار کر کے پارک میں نکل آیا۔ جی چاہتا تھا کہ خوب سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا طے کرے مگر یہ "قدم" ویسا نہیں تھا جس پر خوب غور و فکر کیا جاتا ہے بلکہ اس قسم کا تھا جس میں آدمی کی سوچ کام نہیں کرتی بلکہ صرف فیصلہ کیا جاتا ہے: ایک دم غضب کی بے چینی ہوئی کہ یہاں سب کچھ ایسے کا ایسا چھوڑ چھاڑ وہیں چلا جائے جہاں سے آیا ہے، کہیں دور، بہت دور، جہاں کوئی نہ ہو اور کسی سے ملے بغیر، رخصت لیے بغیر، منہ اٹھائے چل دے۔ دل خبر دے رہا تھا کہ اگر اور ٹھہر گیا، صرف چند روز کے لیے رہ گیا تو دنیا کے معاملات میں ایسا پھنس جائے گا کہ پھر نکل نہ سکے گا اور آئندہ بھی اسی دنیا میں پھنس رہنے پر مجبور ہو گا مگر بس کوئی دس منٹ تک وہ اسی الجھن میں گرفتار رہا اور فوراً اس نتیجے پر پہنچا کہ اب نکل بھاگنا "ناممکن" ہے، فرار سخت بزدلی ہو گی، اسے ایسے مسائل درپیش ہیں کہ ان کے سلجھانے یا کم از کم سلجھانے کی انتہائی کوشش سے جی چرانے کا اسے کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اسی ادھیڑ بن میں کہ بمشکل پندرہ بیس منٹ ٹہلا ہو گا، وہ گھر واپس آ گیا۔ اس لمحے پرنس کی حالت بہت خستہ تھی۔

گھر پر لیبیڈیف موجود نہیں تھا۔ چنانچہ شام ہوتے کیلر کو اس کی طرف دھاوا بولنے کا موقع مل گیا۔ کیلر فی الحال بدہوش نہیں تھا، البتہ دل کی بھڑاس نکالنے اور اپنی خطائیں قبولنے کے موڈ میں ضرور تھا۔ آتے ہی اس نے صاف کہا کہ

Scanned with CamScanner

پرنس کو پوری آپ بیتی سنانے کی ٹھان چکا ہے اور خاص اسی غرض سے وہ پاولوفسک میں رکا بھی ہے۔ اب کیلر کو دھتکارنا قطعی ناممکن ہو چکا تھا۔ وہ آ پہنچا تو اب اس کے ٹلنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ سوچ کر تو یہ آیا تھا کہ کافی وقت میں تفصیل سنائے گا اور بڑی بے ربطی سے ایک ایک بات کہہ ڈالے گا، لیکن زبان کھولی تو ایک جست میں انجام تک جا پہنچا اور کہنے لگا کہ میں "اخلاقی اور شرافت کی ایک ایک علامت" سے اس قدر محروم ہو چکا ہوں (وجہ صرف یہ کہ قادر مطلق پر ایمان سے محروم تھا) کہ میں نے چوری تک کی ہے۔ "ذرا آپ تصور تو کیجیے!"

"سنیے مسٹر کیلر۔" پرنس نے اسے ٹوکنا چاہا "آپ کی جگہ میں ہوتا تو بغیر کسی خاص مجبوری یا احتیاج کے ہرگز یہ بات زبان پر نہ لاتا مگر میں جانوں، آپ بلاوجہ خود کو جان بوجھ کر قصوروار ٹھہرانے چلے ہیں۔"

"صرف آپ کے سامنے، آپ ہی سے اور وہ بھی محض اس خیال سے کہ مجھ میں سدھار کی کوئی صورت نکلے اور کسی سے نہیں کہہ سکتا۔ مر گیا تو اپنا راز کفن میں منہ چھپائے لے جاؤں گا۔ مگر پرن، کاش آپ کو خبر ہوتی، کاش آپ کو اتنا پتہ ہوتا کہ آج کی دنیا میں روپیہ حاصل کرنا کس قدر دشوار ہو گیا ہے۔ اب آپ ہی براہ کرم بتائیے، کہاں سے آئے روپیہ ہاتھ میں؟ ایک جواب تو یہ ملتا ہے: 'سونا لاؤ، ہیرے جواہر لاؤ اور ان پر روپیہ لے جاؤ' تو یہ وہ شے ہوئی جو میرے پاس ہے نہیں۔ ذرا آپ تصور تو کیجیے۔ آخر طبیعت جھک ہو گئی۔ دیکھتا رہا، کھڑا دیکھتا رہا۔ پوچھا: 'زمرد لا کر دوں، روپیہ دو گے؟' جی ہاں، وہ کہے، چلو زمرد پر بھی روپیہ دے دیں گے۔ کہا، بہت خوب، ٹوپی اٹھائی، سر پر جمائی، چل دیا۔ کم بختوں پر لعنت بھیجی۔ دھت تم پاجیوں کی۔ خدا قسم!"

"کیا آپ کے پاس زمرد موجود تھے؟"

"بھلا میرے پاس کہاں! آپ بھی، پرنس اتنے روشن دماغ اور ایسے بھولے آدمی، زندگی کو یوں کہنا چاہیے کہ بالکل گاؤدی کی طرح دیکھتے ہیں۔"

پرنس نے سنا تو اس پر ترس تو کیا آنا تھا، البتہ وہ کھسیانا ہو کر رہ گیا۔ دھندلا سا خیال دماغ میں ابھرا کہ "کیا واقعی اس شخص کو کسی اچھے اثر کے ذریعے کچھ نہ کچھ بنایا جا سکتا ہے؟ کیوں نہ بنایا جائے؟" رہا اپنا ذاتی اثر تو کسی وجہ سے یہ اثر یہاں اپنا کام نہیں کرنے والا۔ یہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے، بلکہ چیزوں کے بارے میں اس کا مخصوص انداز نظر ہے۔ رفتہ رفتہ دونوں میں باتیں چل نکلیں، یہاں تک کہ رخصت ہونے کو جی نہ چاہا۔ کیلر نے غیر معمولی مستعدی سے وہ سب کہہ ڈالا، ایسی حرکتوں کا اقبالی جرم کر لیا جن کے متعلق تصور تک ناممکن تھا کہ کوئی اپنی زبان سے بیان کر سکتا ہے۔ ہر ایک کہانی سناتے وقت وہ پہلے ہی زور دے دے کر یقین دلاتا کہ اپنے کیے پر پشیمان ہے اور سینہ "آنسوؤں سے بھرا ہوا" ہے مگر جب بیان کرنے پر آتا تو ایسے گویا اس حرکت پر سینہ ٹھونک کر فخریہ کہہ رہا ہے اور ساتھ ہی ایسے پر مذاق انداز میں کہ سننے والے کی ہنسی چھوٹ جائے۔ وہ اور پرنس دونوں دیوانوں کی طرح قہقہے مارنے لگتے۔

"اصل بات یہ کہ آپ میں ایک بچکانہ صفت ہے دوسرے پر بھروسہ کر لینے کی اور غیر معمولی بے لاگ پن ہے۔" پرنس نے آخر اس سے کہا۔ "یہی ایک ایسی خوبی ہے جس کے صلے میں آپ کے بہت سے گناہ دھل جاتے ہیں۔"

"جی ہاں، میں شریف، خاندانی نوابوں کی طرح شریف ہوں۔" کیلر نے لجاجت سے کہا۔ "لیکن آپ کو

معلوم ہے، پرنس صاحب کہ یہ سب خواب وخیال کی باتیں ہیں۔ ان کو عملی جامہ پہنانے، کر گزرنے کی ہمت کبھی ہوئی ہی نہیں۔ بھلا ایسا کیوں؟ وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔"

"دل چھوٹا مت کیجیے اور اب تو میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آپ نے مجھے اپنا پکا ہمراز بنا ڈالا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اب اگر چاہیں بھی تو جو کچھ کہہ چکے اس میں ذرہ برابر اضافہ نہیں کر سکتے۔ ہے نا؟"

"اضافہ نہیں کر سکتا؟" کیلر کسی قدر افسوس سے چیخ پڑا۔ "آپ بھی، پرنس صاحب، بس کیا کہوں، آپ آدمی کو کسی حد تک اپنی وہی سوئٹزر لینڈی نظر سے دیکھتے ہیں۔"

"تو کیا ابھی اور اضافے کی گنجائش ہے؟" پرنس نے دبی دبی حیرت کے ساتھ بے اختیار کہا۔ "ذرا بتائیے تو کیلر، آپ کو مجھ سے کاہے کی توقع تھی؟ معلوم تو ہو کہ آپ اپنا اعمال نامہ سنانے یہاں، میرے پاس آئے تو کیا سمجھ کر آئے؟"

"آپ سے؟ کاہے کی امید تھی؟ اول تو یہ کہ صرف آپ کی سادگی ہی کو دیکھنا خوشگوار، پھر آپ کی محبت اور گفتگو دلنواز۔ کم از کم یہ تو معلوم ہے کہ میرے سامنے نہایت نیک طینت شخص موجود ہے اور دوسری بات یہ کہ دوسری بات...."

وہ گڑبڑا گیا۔

"شاید آپ کو مجھ سے کچھ روپیہ قرض لینا تھا؟" پرنس نے بڑی سنجیدگی سے، سیدھے سیدھے کہہ دیا۔ اگرچہ دبی آواز میں کہنے کی احتیاط رکھی۔

کیلر چونک اٹھا۔ اس نے آناً فاناً پہلے کی سی حیرت کے ساتھ پرنس سے آنکھیں چار کیں اور میز پر زور سے گھونسا مارا۔

"یہی تو ہے جس سے آپ آدمی کو چاروں شانے چت گرا دیتے ہیں! جی ہاں، عنایت کیجیے گا پرنس صاحب، ایک تو آپ کی یہ سادہ دلی، اس قدر معصومیت، ایسی خوبیاں کہ دنیا کے زریں دور میں بھی کبھی سننے میں نہیں آئیں اور اوپر سے یہ کہ آدمی کے اندر اتر جاتے ہیں، تیر کی طرح نفسیاتی مشاہدہ آپ کا اتنا زبردست ہے مگر اجازت ہو تو عرض کروں کہ اس معاملے میں کچھ صفائی پیش کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ میں.... میں بالکل ہی شکنجے میں ہوں۔ ظاہر بات ہے کہ آخر میری نیت تو وہی تھی کہ روپیہ قرض مانگوں گا مگر آپ نے روپے کے بارے میں اس انداز سے پوچھا گویا اس میں کوئی قباحت ہی نہیں، گویا بس ایسے ہی ہونا چاہیے۔"

"جی ہاں۔ آپ سے اور ہونا بھی کیا ہے؟"

"آپ کو ناگوار تو نہیں گزرا؟"

"ناگواری کس بات کی؟"

"سنیے، حضرت، کل شام ڈھلے سے جو میں یہاں ٹھہرا ہوا ہوں تو اس کی وجہ اول تو یہ کہ مجھے فرانسیسی لاٹ پادری "بوردالو"[17] کا بڑا احترام ہے (لیبیدیف کے ہاں تین بجے تک کاگ اڑاتے رہے۔) دوسرا سبب، خاص سبب یہ تھا

میرے ٹھہر جانے کا (ہمہ قسم صلیبوں کی قسم، حرف بہ حرف سچ ایمان سے کہہ رہا ہوں) کہ دل چاہتا تھا، یوں کہیے کہ آپ کے سامنے دل کھول کر اپنا پورا اعمال نامہ سنا دوں اور اس راہ سے ذاتی اصلاح کی جانب قدم اٹھانے کی سبیل پاؤں۔ انہی خیالات میں تین بجے کے بعد آنسو بہاتے بہاتے میری آنکھ لگ گئی۔ اب آپ ایک نہایت شریف پاک باز انسان کے کہنے کا یقین کریں گے: ٹھیک اسی لمحے، جب میری آنکھ لگی، جب خلوص قلب کے ساتھ بہائے ہوئے اندر کے آنسوؤں اور یوں کہیے کہ باہر کے آنسوؤں میں لت پت تھا (کیونکہ مجھے خوب یاد ہے کہ تڑپ تڑپ کر رویا تھا اس وقت) مجھے ایک جنبی خیال آیا: "کیا حرج ہے جو آخر میں انہی سے سارا اعمال نامہ سنا چکنے کے بعد روپیہ قرض مانگ لوں؟ چنانچہ میں نے اپنے کرتوتوں کی تمہید گانٹھی، یوں کہیے کہ گویا "آنسوؤں میں بھگوئی فینے زیرف"[18] تیار کی تاکہ اس چھڑکاؤ سے اپنا راستہ نرم کروں اور آپ کا دل پسیج جائے تو آپ کوئی ڈیڑھ سو روبل کی رقم یک مشت ڈھیلی کر دیں۔ کیا کہتے ہیں آپ؟ نیچ پن نہیں ہے یہ؟"

"ہاں، یہ بات غالباً سچ تو نہیں بلکہ صرف ایک بات دوسری میں الجھ گئی ہے۔ دو خیال باہم گتھ گئے۔ ایسا اکثر ہوتا ہے میرے ساتھ، تو خیر، مستقل یہی صورت رہتی ہے۔ ویسے مجھ سے پوچھیے تو یہ کوئی اچھی بات نہیں اور آپ جانتے ہیں کیلر، اس میں مجھے اپنا ہی قصور زیادہ نظر آتا ہے۔ آپ نے ابھی گویا میرے اپنے خیال بتائے ہیں۔ بعض اوقات تو میں نے سوچا کہ سبھی لوگ ایسے ہوتے ہیں...." پرنس بڑی سنجیدگی سے، خلوص دل سے اور گہری دلچسپی کے ساتھ کہتا چلا گیا۔ "سبھی لوگ ایسے ہوں تو پھر خود کو کیوں الزام دوں! اپنے آپ کو بے قصور سمجھنا شروع کر دیا کیونکہ ان ڈبل یا دوہرے خیالات سے کشتی لڑنا بڑی بلا ہے۔ تجربہ کر کے دیکھ چکا ہوں۔ خدا ہی جانے کہ یہ دوہرے خیالات آتے کہاں سے ہیں، پیدا کیسے ہوتے ہیں۔ مگر آپ اسے نیچ پن کا نام دیتے ہیں۔ اب مجھے پھر ان سے خوف آنے لگے گا۔ جو بھی ہو، بہرحال میں آپ کے قول و فعل کا قاضی نہیں ہوں۔ البتہ اتنا ہے کہ میرے خیال کے مطابق ان پر نیچ پن کا لیبل لگانا مناسب نہیں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟ آپ نے چال سوچی کہ آنسوؤں کی نمی سے روپیہ نکلوائیں گے، لیکن آپ نے ابھی ابھی خود قسم کھا کر کہا تھا کہ اپنے اعمال کا اقبال کرنے میں دوسری غرض بھی شریفانہ غرض پوشیدہ تھی، صرف روپیہ اگلوانے کی نہیں۔ جہاں تک رقم کا سوال ہے تو وہ آپ کو درکار ہے رنگ رلیاں منانے کے لیے۔ یہی نا؟ اسی طرح سے دین ایمان کی باتیں کر چکنے کے بعد اور پھر مے اڑانے کی نیت، ظاہر ہے کہ طبیعت کا ہلکا پن ہے.... اور کیا؟ مگر آخر کوئی منٹ بھر میں ان رنگ رلیوں سے روکے کیسے؟ یہ بھی ممکن نظر نہیں آتا۔ پھر کیا کیا جائے؟ بہتر یہی ہوگا کہ معاملہ خاص آپ کے ضمیر پر چھوڑ دیا جائے۔ کیا سوچتے ہیں آپ؟"

پرنس انتہائی تجسس کے ساتھ کیلر کی صورت تکتا رہا۔ ظاہر تھا کہ خیالات کے ڈبل ہونے کا مسئلہ بہت دنوں سے اسے گھیرے ہوئے تھا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ اس پر بھی کوئی آپ کو 'ایڈیٹ' کیسے کہہ سکتا ہے!" کیلر پکار اٹھا۔

پرنس کے چہرے پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی۔

"سبھی واعظ بوردالو نے یوں انسان کی خطا سے درگزر نہ کیا ہوتا مگر ایک آپ ہیں کہ درگزر کیا اور بھلمنساہت

سے میرے معاملے کو دیکھا۔ اب اپنے آپ کو سزا دینے کی اور یہ ثابت کرنے کی خاطر کہ مجھ پر اثر ہوا ہے، میں ڈیڑھ سو کی رقم مانگنے سے منکر ہوں، صرف پچیس روبل دیجیے، بس، کافی ہے! ضرورت بھی اتنے ہی کی ہے، زیادہ تو نہیں دو ہفتے چل جائیں گے۔ دو ہفتے سے پہلے میں ہاتھ پھیلانے نہیں آؤں گا۔ جی چاہ رہا تھا کہ ذرا اگاشا بائی جی کی خاطر مدارات کروں، مگر نہیں۔ وہ اس قابل نہیں۔ عزیز من پرنس، خداوند عالم آپ کو برکت دے!''

آخر لیبید یف جو تبھی باہر سے واپس آیا تھا، اندر داخل ہوا اور کیلر کے ہاتھ میں پچیس کی رقم دیکھتے ہی ناک بھوں چڑھانے لگا لیکن روپیہ ٹٹولتے ہوئے کیلر نے وہاں سے کھسکنے میں جلدی کی اور فوراً چل پڑا۔ لیبید یف ہاتھ کے ہاتھ اس کی خبر لینے پر تل گیا۔

''خواہ مخواہ آپ گرم ہو رہے ہیں۔'' پرنس نے آخر لیبید یف کو ٹوکا۔ ''وہ واقعی دل سے پشیمان ہے اپنے اعمال پر۔''

''ایسی پشیمانی کس کام کی؟ کل ہو بہو یہی میرے ساتھ ہوا۔ 'نیچ نیچ' کہتا گیا اور خالی خولی لفظوں کے سوا تھا کیا؟''

''اچھا تو آپ بھی خالی خولی لفظ ادا کر رہے تھے، میں تو سوچتا تھا کہ....''

''میں، بس آپ کے، صرف آپ کے سامنے دل کی بات منہ سے نکالتا ہوں کیونکہ آپ تو آدمی کے باطن میں اتر جاتے ہیں۔ قول اور فعل، جھوٹ اور سچ، سب کے سب ایک ساتھ، پورے خلوص کے ساتھ مجھ میں الجھے ہوئے ہیں۔ سچ اور عمل دونوں ایک مقام پر، سچی پشیمانی کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ آپ مانیں، نہ مانیں، قسم کھا کے کہتا ہوں۔ رہا قول اور جھوٹ تو وہ دونوں بھی شر بھرے جہنمی (اور ہر وقت چبھتے ہوئے) خیالات کے سوا اور کچھ نہیں ہیں کہ یہاں بھی آدمی کسی نہ کسی طرح پھنس جائے، پشیمانی کے آنسوؤں سے بھی فائدہ اٹھایا جائے! قسم خدا کی، بالکل یہی بات! کسی دوسرے کو میں نہ بتا سکتا، یا تو وہ ہنسی اڑاتا یا مجھ پر تھوک دیتا۔ مگر آپ، پرنس صاحب، آپ تو بھلمنساہت سے بھلے برے کو جانچتے ہیں۔''

''یہ لیجیے، ابھی ابھی وہ یہی کہہ رہا تھا مجھ سے۔'' پرنس بے اختیار بولا۔ ''اور آپ دونوں ہی خود ستائی بھی کرتے ہیں۔ آپ تو بلکہ مجھے حیرت میں ڈالتے ہیں، فرق یہ کہ وہ آپ سے ذرا زیادہ صاف گو ہے اور آپ نے باقاعدہ ایک کاریگری کی شکل دے دی ہے اسے۔ خیر، جو ہوا سو ہوا، اب لیبید یف منہ مت بنائیے، دل پر ہاتھ مت رکھیے۔ کیا مجھ سے کچھ کہنا تھا؟ یوں بے سبب تو ادھر آنے سے رہے آپ....''

لیبید یف حسب معمول مٹکنے جھٹکنے لگا۔

''آج دن بھر مجھے آپ کا انتظار تھا کہ ایک بات پوچھوں۔ زندگی میں کم از کم ایک دفعہ تو اول تا آخر سچ بتا دیجیے: کل جو وہ گھوڑا گاڑی والا واقعہ پیش آیا اس میں آپ کا کچھ ہاتھ یا نہیں؟''

لیبید یف پھر مٹکا، کھی کھی کرنے لگا، ہتھیلیاں رگڑنے، ہاتھ مسلنے لگا، یہاں تک کہ اسے چھینک آ گئی.... پھر بھی طے نہ کر پایا کہ زبان کھولے یا نہیں۔

''مجھے نظر آتا ہے کہ آپ کا ہاتھ ضرور تھا۔''

Scanned with CamScanner

"برادراست تو نہیں.... ہاں، البتہ دور سے کچھ۔ سو فیصدی سچ کہتا ہوں۔ بس اتنا ہاتھ سمجھیے کہ ایک خاص ہستی کو بروقت اطلاع پہنچوائی کہ میرے یہاں اس طرح کی صحبت ہے اور فلاں فلاں صاحبان موجود ہیں۔"

"مجھے خبر ہے کہ آپ نے صاحبزادے کو فلاں جگہ بھیجا تھا۔ وہ ابھی مجھے بتا گیا ہے۔ یہ سب کیا جوڑ توڑ چل رہے ہیں؟" پرنس اس پر بھڑک اٹھا۔

"میرے نہیں ہیں جوڑ توڑ، میرے بالکل نہیں۔" لیبید یف نے ہائے واویلا مچائی "اور لوگ ہیں، اوروں کی، دوسروں کی سرگرم ہے یہ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سرگرم بھی نہیں، محض خیال آرائی ہے۔"

"مگر اصل معاملہ ہے کیا؟ مسیح کا واسطہ، صاف صاف کہہ ڈالیے۔ کیا واقعی آپ کی عقل میں نہیں آتا کہ اس کا تعلق براہ راست تعلق ہے؟ ایوگینی پاولووچ پر تہمت لگائی جا رہی ہے۔"

"پرنس صاحب، پاک پاکیزہ پرنس صاحب۔" لیبید یف پھر کسمسایا "آپ خود ہی تو موقع نہیں دیتے ساری حقیقت بتانے کا۔ میں تو چاہتا تھا کہ حقیقت بیان کر دوں، کئی بار سوچا، مگر آپ پٹھے پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دیتے...."

پرنس خاموش رہا اور سوچ میں پڑ گیا۔

"خیر، چلو، اب حقیقت کہہ ڈالیے۔" بمشکل اس کی زبان سے نکلا اور صاف نظر آتا تھا کہ سخت کشمکش کے بعد اتنا کہہ پایا ہے۔

"اگلایا ایوانووِنا...." لیبید یف شروع ہو گیا۔

"بس خاموش، خاموش!" پرنس تڑپ کر چیخا۔ طیش کے مارے یا شاید شرم سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ "یہ ہاگن، بالکل بکواس! یا تو سب آپ کی من گھڑت ہے یا ایسے ہی پاگلوں کی۔ دیکھیے، آئندہ، خبردار، جو اس قسم کی بات زبان سے نکالی۔"

رات ہو چکی تھی، گیارہ کا عمل ہوگا کہ کولیا آ پہنچا۔ خبروں کا پورا پٹارا لیے ہوئے آیا۔ خبریں اس کی دو طرف سے تھیں۔ ایک پیتر سبورگ سے متعلق، دوسری پاولوفسک سے۔ شروع اس نے پیتر سبورگ کی خاص خبروں سے کیا (زیادہ تر لیبید یف کے اور کل رات والے واقعے کے بارے میں سناتا رہا) پھر اسے درمیان سے چھوڑ کر کہ تفصیل بعد میں سنائی جائے گی، وہ پاولوفسک کا قصہ لے بیٹھا۔ پیتر سبورگ سے واپس آئے اسے تین گھنٹے ہو چکے تھے اور پرنس کی طرف آنے کے بجائے وہ جنرل یپان چین والوں کے ہاں سیدھا چلا گیا تھا۔ "وہاں تو ایک قیامت برپا تھی!" ظاہر ہے کہ گھوڑا گاڑی کے واقعے کی گونج، مگر اتنا ہی نہیں، کچھ اور بھی ہنگامہ ہوا ہوگا، نہ اسے خبر تھی، نہ پرنس کو معلوم تھا اس کے بارے میں۔ "ظاہر ہے کہ میں نے سن گن لینے کی کوئی کوشش نہیں کی اور کسی سے پوچھ گچھ کرنے کو بھی جی نہ چاہا۔ البتہ اتنا بتا دوں کہ میری وہاں آؤ بھگت خوب ہوئی، اتنی ہوئی کہ امید سے زیادہ۔ مگر پرنس صاحب آپ کے بارے میں ذکر تک نہیں آیا!" اصل بات یہ معلوم ہوئی کہ اگلایا ابھی ابھی اپنے گھر والوں سے گانیا کے پیچھے لڑ بیٹھی ہے۔ ہنگامے کی جڑ میں کیا تھا، پتہ نہیں چلا، صرف یہ خبر لگی کہ گانیا کے سبب چیخ ہوئی ہے۔ (خود آپ قیاس کر لیجیے) معمولی تناتنی نہیں بلکہ بہت سخت واقعہ۔ مطلب یہ کہ کوئی بڑا غل غپاڑہ ہوا ہے۔ جنرل صاحب دیر سے گھر آئے، ان کا موڈ بگڑا ہوا تھا، ایوگینی پاولووچ کو ساتھ لیے ہوئے آئے۔

اس کی تو حد سے بڑھ کر خاطر مدارات ہوئی۔ خود وہ بھی خلاف معمول مزے میں تھا اور بچھا جا رہا تھا۔ سب سے بڑی اور اصل بات یہ کہ بیگم صاحبہ لیزاویتا نے چیخ پکار کیے بغیر، خاموشی سے واروارا کو جو لڑکیوں میں بیٹھی تھی، اپنے پاس بلایا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے گھر سے نکال باہر کیا۔ یہ بھی نہایت تمیز داری اور سلیقے سے ''خود واریا کی زبانی میں نے سنا ہے۔'' مگر جب واریا بیگم کے پاس سے نکلی اور لڑکیوں سے رخصت ہونے لگی تو انہیں گمان تک نہیں گزرا کہ اسے گھر سے باہر کے لیے دھتکارا گیا ہے اور وہ آخری بار ان سے رخصت ہو رہی ہے۔

''مگر واریا تو میرے یہاں سات بجے ہو کر گئی ہے؟'' حیرت زدہ پرنس نے دریافت کیا۔

''ہاں، اسے وہاں سے یا تو آٹھ سے ذرا پہلے یا آٹھ بجے نکالا ملا۔ مجھے واریا کے حال پر، گانیا پر ترس آ رہا ہے.... ان کے یہاں لگاتار کوئی نہ کوئی جوڑ توڑ چلتا ہی رہتا ہے۔ اس کے بغیر بسر نہیں۔ کبھی میری سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ لوگ کس ادھیڑ بن میں رہتے ہیں۔ سمجھنا بھی نہیں چاہتا میں مگر میرے کہنے کا یقین کیجیے گا، پیارے میرے مہربان پرنس کہ گانیا کے پاس دل ہے۔ یہ شخص یقیناً کئی حیثیتوں سے ڈوب گیا، لیکن اور کئی معاملوں میں دیکھیے تو کچھ ایسی خوبیاں ہیں جو تلاش کرنے سے ہی ہاتھ آتی ہیں۔ میں خود کو ہرگز معاف نہیں کروں گا کہ پہلے ان خوبیوں پر نظر نہ گئی۔ نہ سمجھ سکا.... معلوم نہیں، واریا والے واقعے کے بعد اب یہ سلسلہ جاری رکھوں یا نہیں۔ سچ کہوں تو بالکل شروع سے ہی میں نے خود کو قطعی طور پر آزاد اور بے تعلق رکھا ہے مگر پھر بھی ذرا سوچنا پڑے گا۔''

''آپ خواہ مخواہ اپنے بھائی پر ترس کھا رہے ہیں۔'' پرنس نے رائے زنی کی۔ ''اگر یہ نوبت پہنچ چکی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ گاوریلا صاحب لیزاویتا بیگم کی نظر میں مخدوش ہو چکے ہیں اور اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ ان کی جو بعض امیدیں تھیں ان کی تصدیق ہو رہی ہے۔''

''کیسے؟ کیسی امیدیں؟'' کولیا حیرت زدہ ہو گیا۔ ''کہیں آپ یہ تو نہیں سوچ رہے کہ اگلایا.... مگر یہ ناممکن!''

پرنس اس پر خاموش رہا۔

''آپ غضب کے شکی مزاج آدمی ہیں پرنس۔'' کوئی دو منٹ بعد کولیا نے کہنا شروع کیا۔ ''مجھے دکھائی دیتا ہے کہ ادھر کچھ دنوں سے آپ انتہائی شکی مزاج ہوتے جا رہے ہیں۔ آپ کا ہر چیز پر سے یقین اٹھنا شروع ہو گیا ہے اور صرف فرض یا قیاس سے کام لینے لگے ہیں.... اچھا، یہ بتایئے لفظ 'شکی' میں نے صحیح استعمال کیا نا؟''

''میں جانوں، صحیح کیا۔ اگرچہ یہ ہے کہ غالباً میں خود بھی ٹھیک نہیں بتا سکتا۔''

''مگر میں اب لفظ 'شکی' کے استعمال سے انکار کرتا ہوں، ایک اور صورت سمجھ میں آ گئی۔'' کولیا ایک دم پکارا۔ ''آپ شکی نہیں بلکہ رقابت زدہ ہیں! ایک خاص مغرور لڑکی کے سلسلے میں آپ گانیا پر خار کھائے ہوئے ہیں!''

اتنا کہہ کر کولیا اس زور سے بے اختیار قہقہے مارنے لگا کہ شاید پہلے کبھی یوں ہنسنے کا موقع نہیں ملا ہوگا۔ پرنس کو [illegible] ہوتے دیکھا تو اسے اور بھی ہنسی چھوٹنے لگی۔ وہ اس خیال سے بڑا لطف اندوز ہو رہا تھا کہ پرنس کو اگلایا کے بارے [illegible] ہے مگر جیسے ہی نظر آیا کہ پرنس سچ مچ ناراض ہوا جا رہا ہے تو اس نے اپنی ہنسی فوراً ضبط کر لی۔ اس کے بعد [illegible] کئی گھنٹے، ڈیڑھ گھنٹہ باتیں کرتے رہے۔

Scanned with CamScanner

دوسرا دن پرنس نے کسی فوری ضرورت سے پیترسبورگ میں دوپہر بعد تک گزارا۔ پانچ بجے کے قریب پاولوفسک واپس آتے وقت ریلوے اسٹیشن پر ہی ایوان فیودروویچ سے مڈھ بھیڑ ہوگئی۔ انہوں نے لپک کر اس کا ہاتھ تھام لیا، سر سے پاؤں تک یوں گھبرا کر دیکھا جیسے ڈرے ہوئے ہوں اور پرنس کو کھینچ کر فرسٹ کلاس کے ڈبے میں لے گئے تاکہ ساتھ سفر کیا جائے۔ کوئی اہم بات کہنے کے لیے وہ بے تاب ہو رہے تھے۔

"اول بات تو یہ، میرے عزیز پرنس کہ مجھ سے ناراض نہ ہونا۔ اگر میری طرف سے کچھ کوتاہی ہوئی بھی تو اسے بھول جاؤ۔ کل میں خود تمہاری طرف آنے والا تھا مگر معلوم نہیں بیگم صاحبہ لیزاویتا کا کیا رخ ہو.... میرے گھر میں.... کیا کہوں.... قیامت برپا ہے۔ نجانے کونسی بلا گھس آئی ہے اور میں ہوں کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ رہا تمہارا معاملہ، تو بھئی میں جانوں، ہم سب سے کم خطاوار ہو تم۔ اگرچہ یہ بھی درست ہے کہ بہت کچھ تمہارے سبب سے ہوا ہے۔ پرنس صاحب، متحیر ہونا خاصی اچھی بات ہے، مگر زیادہ نہیں۔ ممکن ہے خود تم نے بھی اس کا پھل چکھ لیا ہو۔ ویسے دیکھو تو بیگم صاحبہ لیزاویتا کی نیک نفسی مجھے عزیز ہے اور ان کی عزت بھی ہے دل میں، مگر یہ...."

جنرل صاحب دیر تک اسی طرح کی اکھڑی اکھڑی باتیں کرتے رہے۔ بے ربطی پر تعجب ہوتا تھا۔ ظاہر بات تھی کہ وہ کسی ایسی بات پر جو قیاس سے بعید تھی، کھوئے ہوئے اور حد سے زیادہ بدحواس تھے۔

"مجھے ذرہ برابر شبہ نہیں کہ اس میں تم بالکل قصوروار نہیں ہو۔" اب وہ کھل کر بات کرنے پر آ گئے۔ "مگر ایسا کرو کہ تھوڑے عرصے کے لیے ہمارے یہاں آنا جانا موقوف کر دو جب تک کہ ہوا تبدیل نہ ہو جائے۔ یہ میری دوستانہ درخواست ہے۔ رہا ایوگینی پاولووچ کا معاملہ تو" جنرل نے بہت گرم ہو کر جھٹکے سے کہا "تو یہ قطعی مہمل الزام ہے۔ ایسا ویسا نہیں، فرضی الزام! سازش گڑھی گئی، تگڑم ہوئی۔ صرف اس نیت سے کہ ہم لوگوں میں پھوٹ پڑ جائے۔ دیکھا تم نے، کان میں کہتا ہوں، آج تک ہمارے اور ایوگینی صاحب کے درمیان ایک لفظ بھی کہا سنا نہیں گیا۔ سمجھے؟ ہمارے درمیان کوئی رشتہ، کوئی واسطہ نہیں۔ مگر ہاں، یہ ہے کہ دو بال ہمارے آپس میں ہونے والے ہیں، شاید عنقریب ہو جائیں۔ بس، انہی میں بگاڑ پیدا کرنے کی نیت نظر آتی ہے لیکن کس لیے، کیوں؟ عقل کام نہیں کرتی۔ وہ عورت عجیب ہے، عورت کیا، ایک فتنہ ہے، اسی سے ڈرتا ہوں، نیند تک نہیں آتی۔ کیا فٹن رکھی ہے، سفید گھوڑے، ساز و سامان، ایسی آن بان وہی جسے فرنچ میں Chic کہتے ہیں! کس نے یہ کر کے دیا اسے؟ خدا معاف کرے، برے برے خیال آئے۔ پرسوں تو ایوگینی صاحب کو ذمہ دار سمجھ بیٹھا تھا۔ مگر پتہ چلا کہ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر ہو نہیں سکتا تو پھر کاہے کو وہ ہم میں بگاڑ ڈالنا چاہتی ہے؟ یہی ہے معمہ۔ کیا وہ ایوگینی پاولووچ کو اپنے ہاتھ میں رکھنے کے لیے ایسا کر رہی ہے؟ تو پھر دوبارہ تم سے قسمیہ کہتا ہوں کہ اس عورت سے ایوگینی صاحب کی جان پہچان تک نہیں۔ وہ پرامیسری نوٹ والی بات قطعی من گھڑت ہے اور اس بے حیائی سے راستہ چلتے آوازہ کسنا! ہو نہ ہو، کھلی سازش۔ بات صاف، اس پر تھوک دینا چاہیے اور ایوگینی پاولووچ کی قدر و منزلت دوگنی ہونی چاہیے۔ میں نے اپنی لیزاویتا بیگم سے بھی یہی کہا۔ اب تمہیں بے تکلف، خاص دل کی بات بتاتا ہوں: اس عورت کو میری ذات سے کینہ ہے، وہ کینہ نکال رہی ہے۔ یاد ہے، پہلے جو بیتی۔ اگرچہ کبھی کسی معاملے میں اس کے سامنے میری آنکھ نیچی نہیں ہوئی۔ یاد بھی آ جائے تو خیال سے شرم آتی ہے۔ میں سمجھا تھا غائب ہوئی مگر اب پھر کہیں سے نکل پڑی ہے۔ یہ

Scanned with CamScanner

رگوژین کہاں چھپا بیٹھا ہے؟ مہربانی کر کے اتنا بتا دو۔ میں تو سمجھا تھا کہ وہ رگوژین کا ہاتھ تھام کر بیٹھ رہی ہوگی۔"

مختصر یہ کہ جنرل صاحب بری طرح حواس باختہ تھے۔ گھنٹے بھر کے سفر میں وہ ایک بات کہتے، سوال پر سوال کرتے، خود جواب نکالتے، پرنس کا ہاتھ بار بار دباتے۔ کم از کم اتنا ضرور یقین دلانا چاہتے تھے کہ کچھ بھی ہو، پرنس پر کسی قسم کا شبہ نہیں۔ یہ ایک بات پرنس کے اہم تھی۔ آخر ان کا بیان اس پر تمام ہوا کہ ایوگینی پاولووچ کے سگے چچا کا ذکر لے بیٹھے جو پیترسبورگ میں کسی چانسری کے افسر تھے۔ کہنے لگے کہ "ستر برس کے ہوں گے، اعلیٰ عہدے پر ہیں۔ کھانے پینے اور گلچھرے اڑانے کے شوقین، ویسے بہت چالاک بڈھے ہیں.... ہا۔ ہا۔ مجھے معلوم ہے کہ نستاسیا فلپی پونا کی بھنک ان کے کان میں پڑی۔ انہوں نے اس کے پاس پہنچنے کی کوشش بھی کی۔ ابھی ان کے یہاں ہو کر آ رہا ہوں۔ کسی سے نہیں ملتے۔ طبیعت خراب ہے مگر بڑے مالدار شخص ہیں۔ بہت رئیس۔ بڑی حیثیت۔ خدا ان کی عمر دراز کرے، مگر ان کا سارا مال مثال جائے گا کہاں، ایوگینی پاولووچ ہی کو وراثت پہنچے گی.... جی ہاں، بالکل.... پھر بھی مجھے اندیشہ ہے۔ وجہ نہیں معلوم، مگر خوف آتا ہے.... کیا خبر، ہوا میں کوئی خطرہ سنگھائی دیتا ہے.... جیسے کوئی چمگادڑ ہو، کوئی بلائے ناگہانی اڑی پھرتی ہے، ڈری لگتا ہے، خوف آتا ہے!...."

آخر تیسرے دن، جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں، جنرل۔پان چین کے گھر والوں اور پرنس لیوکولائی وچ میشکن کے درمیان باقاعدہ صلح صفائی ہو گئی۔

(12)

تیسرے پہر کے سات بجے تھے۔ پرنس پارک میں نکلنے کی تیاری کر رہا تھا کہ اتنے میں لیزاویتا پروکوفیونا تن تنہا اس کے برآمدے پر نمودار ہو گئیں۔

"سنو، اول تو یہ کہ سوچنا بھی مت کہ میں تمہارے پاس معذرت طلب کرنے آئی ہوں۔ بالکل بکواس۔ قصور سب تمہارا ہے!"

پرنس خاموش رہا۔

"بولو، قصوروار ہو یا نہیں؟"

"اتنا ہی جتنی آپ! سچ تو یہ ہے کہ نہ آپ کی کوئی خطا، نہ میری، ہم دونوں نے ارادتاً کوئی قصور نہیں کیا۔ آج تیسرا دن ہے کہ خود کو الزام دیے جا رہا ہوں مگر اب دیکھتا ہوں تو کچھ بھی قصور نہیں۔"

"ہاں تو، تم یوں سمجھتے ہو! خیر، چلو، یوں سہی۔ اب سنو، بیٹھ جاؤ کیونکہ میں کھڑے رہنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

دونوں بیٹھ گئے۔

"دوسری بات یہ کہ ان خبیث چھوکروں کے بارے میں ایک لفظ منہ سے مت نکالنا۔ میں یہاں بیٹھ کر تم سے صرف دس منٹ بات کروں گی۔ تم سے پوچھ گچھ کرنے آئی ہوں۔ (تم خدا جانے کیا سمجھے ہو گے!) اگر تم نے ان چھوکروں کا ذکر کیا تو فوراً اٹھ کر چل دوں گی اور پھر تم سے قطعی قطع تعلق!"

"بہت خوب!" پرنس نے جواب دیا۔

"ایک بات پوچھنی ہے کہ کیا دو ڈھائی مہینہ پہلے، ایسٹر کے دنوں کے نزدیک تم نے کوئی خط لکھا تھا، اگلایا کو خط بھجوایا تھا تم نے؟"

"جی، جی ہاں.... لکھا تو تھا۔"

"مقصد کیا تھا؟ خط میں کیا لکھا تھا؟ مجھے وہ خط دکھاؤ!"

بیگم صاحبہ کی آنکھیں دہک رہی تھیں۔ بے صبری سے بدن قریب قریب کانپ رہا تھا۔

"میرے پاس خط تو نہیں ہے۔" پرنس کو تعجب ہوا، وہ بچک گیا۔ "اگر خط ہوگا صحیح سلامت تو اگلایا صاحبہ کے پاس ہوگا۔"

"کنی مت کاٹو۔ جواب دو۔ کاہے کی بابت لکھا تھا؟"

"نہ کنی کاٹ رہا ہوں، نہ کسی سے ڈرتا ہوں۔ آخر میں کیوں نہ لکھتا، کیا وجہ مانع تھی؟ میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"ابھی، خاموش! بعد میں کہنا جو کہنا ہو۔ خط میں کیا تھا یہ بتاؤ! چہرہ سرخ کیوں ہو گیا؟"

پرنس سوچ میں پڑ گیا۔

"بیگم صاحبہ، آپ کے دل میں کیا خیالات سمائے ہیں، مجھے علم نہیں۔ صرف اتنا دیکھ رہا ہوں کہ وہ خط آپ کو ناگوار گزرا۔ آپ مانیں گی کہ چاہتا تو میں اس سوال کا جواب دینے سے انکار کر دیتا لیکن آپ کو یہ دکھانے کے لیے کہ مجھے خط کے معاملے میں نہ کوئی خدشہ ہے، نہ افسوس اور یہ کہ میں اس پر ایسا شرمندہ بھی نہیں ہوں کہ چہرہ سرخ ہو جائے گا (یہ کہتے وقت پرنس اور دوگنا سرخ ہو گیا) میں آپ کو عبارت سنائے دیتا ہوں کیونکہ شاید مجھے وہ زبانی یاد ہے۔"

یہ کہہ کر پرنس نے خط کی عبارت لفظ بلفظ زبانی سنا ڈالی۔

"کیا بکواس ہے! تمہارے خیال میں اس فضولیات کا مطلب کیا نکلتا ہے؟" بیگم لیزاویتا نے غیر معمولی توجہ سے خط کی عبارت سن کر تیزی سے پوچھا۔

"پوری طرح تو مجھے نہیں معلوم۔ صرف یہ علم ہے کہ میری نیت نیک تھی۔ زندگی میں اس وقت بھرپور اور انتہائی امید بھرے لمحے آ گئے تھے۔"

"کس قسم کی امیدیں؟"

"وضاحت تو دشوار ہے، البتہ وہ امیدیں نہیں جن کی طرف غالباً آپ کا خیال گیا ہے۔ امیدیں لیکن کیسی، مختصر یہ کہ آپ دیکھیے مستقبل کے، خوشی کے ارمان.... اس کے بارے میں کہ آئندہ کیا امکان ہے۔ میں آپ کے ہاں کوئی غیر نہیں، کوئی غیر نہیں۔ مجھے اپنے وطن آ کر بہت اچھا لگا۔ ایک روز صبح کو جب دھوپ پھیلی تھی، میں نے قلم اٹھایا اور اسے خط لکھنا شروع کر دیا۔ اسی کو کیوں لکھا، وجہ نہیں معلوم۔ بعض اوقات آدمی کا جی چاہتا ہے کہ دوست عزیز اپنے نزدیک ہو اور مجھے بھی دوست کی قربت کا ارمان ہوگا ہوگا...." ذرا دیر خاموش رہ کر پرنس نے جواباً کہا۔

"کیا عشق ہو گیا تھا؟"

Scanned with CamScanner

''نہیں تو۔ میں نے تو.... بہن سمجھ کر لکھا۔ نیچے میں نے بھائی لکھ کر دستخط کیے تھے۔''

''ہونہہ! جان بوجھ کر! میں خوب سمجھتی ہوں۔''

''آپ کے ان سوالوں کا جواب دینا میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے جناب!''

''جانتی ہوں، ضرور تکلیف دہ ہوگا۔ مگر مجھے اس سے کیا مطلب کہ تمہیں تکلیف ہوتی ہے۔ سنو، خدا کو حاضر ناظر جان کر کہو کہ جو کہو گے سچ کہو گے۔ ابھی سچ کہا ہے یا جھوٹ؟''

''جھوٹ نہیں کہا۔''

''سچ بتاؤ، تمہیں اگلایا سے محبت نہیں ہے کیا؟''

''معلوم ہوتا ہے کہ نہیں ہے۔''

''افوہ رے، پھر معلوم ہوتا ہے، لگا دیا۔ اس چھوکرے نے خط پہنچایا تھا؟''

''جی ہاں، میں نے میاں کولیا سے ہی درخواست کی تھی....''

''چھوکرا کہو، چھوکرا!'' بیگم صاحبہ پر اسی لفظ کی دھن سوار ہوگئی۔ ''میں کیا جانوں کون میاں کولیا! چھوکرا کہو۔''

''جی ہاں، وہ نکولائی ارداليونچ، عرف کولیا۔''

''بالشت بھر کا چھوکرا.... کہہ تو دیا تم سے!''

''جی نہیں، وہ چھوکرا نہیں ہے، وہ نکولائی عرف کولیا ہے۔'' آخر پرنس نے جم کر مگر ذرا نرم آواز میں جواب دیا۔

''اچھا، اچھا، میرے عزیز، یونہی سہی! تمہاری بات اوپر رہی۔''

منٹ بھر کو وہ خود کو ٹھنڈا کرنے اور دم لینے کے لیے رک گئیں۔

''اور یہ غریب سردار والا معاملہ کیا ہے؟''

''مجھے کچھ نہیں معلوم۔ میرا کوئی واسطہ نہیں اس سے۔ کوئی مذاق وذاق ہوگا!''

''نئی بات معلوم ہوئی۔ خیر۔ کیا اسے تم سے کوئی کسی قسم کا لگاؤ ہو سکتا ہے؟ خود ہی تو تمہیں 'عیبی' اور 'اڈیٹ' کہہ چکی ہے۔''

''بہتر ہوتا کہ آپ ایسے الفاظ نہ دہراتیں۔'' پرنس نے ملامت بھرے لہجے میں، دبی زبان سے ٹوکا۔

''ناراض نہ ہو۔ لڑکی ہے وہ بے لگام، دیوانی اور لاڈ پیار کی بگاڑی ہوئی۔ کسی سے پیار کرے گی تو اسے ستا ستا کر چڑائے گی ضرور اور منہ پر مذاق اڑائے گی۔ میں بھی اپنے وقتوں میں ایسی ہی تھی۔ ہاں، تم کہیں بغلیں مت بجانا پیارے، تمہاری نہیں ہے۔ میں یہ بات کبھی مانوں گی نہیں اور یہ کبھی ہونے والا نہیں۔ اس لیے جتائے دے رہی ہوں کہ ابھی سے احتیاط برتو۔ سنو، قسم کھا کے کہو کہ تمہاری اس عورت سے شادی نہیں ہو چکی۔''

''لیزاویتا بیگم صاحبہ، آپ کو یہ خیال ہی کیوں آیا؟'' پرنس حیرت سے اچھل پڑا۔

''ایسا وقت آیا تو تھا کہ تم شادی کرتے کرتے رہ گئے اس سے!''

''ہاں، شادی کرتے کرتے رہ گیے۔'' پرنس نے زیر لب کہا اور سر جھکا لیا۔

Scanned with CamScanner

"تو، اب تم اس کے عشق میں مبتلا ہو، یہی بات؟ اسی کی خاطر یہاں آئے ہو؟ اس جیسی عورت کے لیے؟"

"میں اس لیے نہیں آیا کہ شادی رچالوں۔" پرنس نے جواب دیا۔

"کوئی چیز تمہارے نزدیک مقدس ہے دنیا میں؟"

"ہے تو۔"

"اسی کی قسم کھا کے کہو کہ اس عورت سے شادی کرنے کی نیت سے نہیں آئے ہو۔"

"جس کی کہیے، قسم کھالوں!"

"یقین آ گیا۔ اب تم پیار کرو مجھے۔ آخر میرے دل میں ٹھنڈک پڑی مگر ایک بات خوب سمجھ لو: اگلایا کو تم سے بہت نہیں ہے۔ احتیاط برتو اور دیکھو، جب تک میری جان میں جان ہے، اس کی شادی تم سے نہیں ہو سکتی! سن لیا؟"

"جی، سن لیا۔"

پرنس یہاں تک سرخ ہو گیا کہ بیگم لیزاویتا سے نظر بھی نہیں ملا سکا۔

"جو کہا ہے اسے ذہن نشین کر لینا۔ میں تو یوں تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں جیسے غیبی فرشتے کی (ویسے تم اس قابل ہو نہیں!) راتوں کو میں نے آنسوؤں سے تکیے بھگوئے ہیں۔ تمہاری خاطر نہیں، پیارے، اس بھول میں بھی مت رہنا۔ مجھے اپنے اور دوسرے دکھ بہت ہیں۔ ہمیشہ وہی ایک سی کھٹک رہتی ہے۔ لیکن میں اس لیے ایسی بے صبری سے تمہارا انتظار کرتی رہی کہ اب تک مجھے یقین ہے کہ خدا نے تمہیں غیب سے بھیجا میرے پاس، ایک ہمدرد اور سگے بھائی کی طرح۔ میرا تو اس دنیا میں کوئی تھا ہی نہیں ان بڑی بی بیلوکونسکایا کے علاوہ اور وہ بھی کیا، یہاں سے چلی گئیں اور کچھ سٹھیا بھی گئیں۔ اب میں ایک سوال کرتی ہوں: ہاں یا ناں میں جواب دینا۔ کیا تمہیں خبر ہے کہ اس رات وہ فٹن میں سے کیوں پکار کر بولی تھی؟"

"ایمان سے کہتا ہوں، میرا اس میں کوئی ہاتھ نہیں اور نہ مجھے کچھ خبر!"

"بس کافی! یقین آ گیا۔ اب مجھے دوسری طرح کے خیالات آ رہے ہیں اس معاملے میں۔ کل صبح بھی میں سارا الزام ایوگینی پاولووچ کے سر تھوپ رہی تھی۔ پرسوں تمام دن اور کل صبح تک یہی خیال تھا کہ ایوگینی قصوروار ہے۔ اب میں ان لوگوں سے اختلاف نہیں کر سکتی۔ اب تو چشم دید حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ ایوگینی کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔ کوئی وجہ ضرور ہے، کوئی غرض پوشیدہ ہے، کوئی نیت ہے اس میں (اسی پر شبہ گزرتا ہے! اور ہے بڑی چھچھوری حرکت!) مگر ہاں صاف بتا دوں، اگلایا اس کی بھی نہیں ہو سکتی! اچھا آدمی ہے تو ہوا کرے۔ ہمیں کیا! پہلے تو میں ڈانوں ڈول تھی بھی اور اب فیصلہ کر چکی ہوں: 'پہلے مجھے قبر میں لٹا دو، زمین میں دفن کر دو، پھر اپنی بیٹی کا ہاتھ اسے پکڑا دینا۔' آج میں نے ایسے دوٹوک لفظوں میں ایوان فیودروویچ سے کہہ دیا۔ دیکھا، تمہیں بتا رہی ہوں، کتنا بھروسہ ہے تم پر!"

"جی ہاں، دیکھ رہا ہوں، سمجھتا ہوں۔"

لیزاویتا پروکوفیونا نے پرنس کو نظروں ہی نظروں میں تولا۔ ممکن ہے وہ یہ جاننے کو بے تاب ہوں کہ ایوگینی پاولووچ سے انکار کی یہ خبر اس پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے۔

"سور گاورلالیکین (گانیا) کے بارے میں تمہیں کچھ نہیں معلوم؟"

Scanned with CamScanner

''یعنی.... معلوم تو بہت کچھ ہے۔''

''کیا یہ اطلاع ہے کہ اگلایا سے اس کی رسم وراہ چل رہی ہے؟''

''جی، بالکل نہیں معلوم۔'' پرنس حیران رہ گیا بلکہ بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ ''آپ کیا فرماتی ہیں کہ گانیا اور اگلایا کے درمیان کوئی بات ہے؟ یہ ہو نہیں سکتا!''

''ابھی حال کی بات ہے۔ اس کی جو بہن ہے، وہ چپکے چپکے راستہ بناتی رہی۔ چوہیا کی طرح کام کر رہی تھی۔''

''یقین نہیں آ رہا مجھے۔'' کسی قدر سوچ میں پڑ کر اور بے چینی سے پرنس نے زور دے کر کہا۔ ''اگر ایسا ہوا ہوتا تو اب تک مجھے خبر مل گئی ہوتی۔''

''تم نے کیا سوچا تھا کہ وہ خود آ کر تمہارے سینے پر سر رکھ دے گا اور آنسو بہا بہا کر سب قبول دے گا؟ تم بھی کیا بدھو ہو! کیسے سادہ لوح آدمی! تبھی سب تمہیں بے وقوف بنا لیتے ہیں جیسے تم کوئی وہ ہو.... کوئی وہ.... تمہیں شرم نہیں آتی اس پر اعتبار کرتے؟ واقعی تمہیں نہیں دکھائی دیتا کہ اس نے کیسے لپیٹ لیا ہے تم کو؟''

''خوب جانتا ہوں کہ بعض اوقات وہ مجھے بے وقوف بناتا ہے۔'' پرنس نے آدھی آواز میں بے دلی سے بالآخر مان لیا ''اور اسے بھی علم ہے کہ میں یہ بات جانتا ہوں....'' اس نے اتنا کہہ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

''یہ جان کر بھی اسے اپنا راز دار بنائے ہوئے ہو! بس، یہی کسر رہ گئی تھی! تم سے اسی کی امید تھی۔ اس میں تہذیب کی کیا بات! اف، خدایا! ایسا بھی کوئی انسان ہوگا دوسرا! اخ تھو! کیا تمہیں خبر ہے کہ اسی گانیا کے بچے نے، اسی داریا کی بیٹی نے اگلایا کا نستاسیا سے تار ملا رکھا ہے؟''

''کس کا؟''

''اگلایا کا۔''

''یقین نہیں آتا! یہ تو قطعی ناممکن! بھلا کیا غرض ہوگی اس میں؟''

وہ کرسی سے اچھل پڑا۔

''یقین مجھے بھی نہیں آتا، اگرچہ اس کی علامتیں موجود ہیں۔ وہ جو لونڈیا ہے، بڑی سر پھری، منچلی اور دیوانی ہے۔ ایک نہیں، ہزار سال تک یہی کہے جاؤ گی کہ خبیث، بدذات، بدذات چھوکری ہے وہ! میرے ہاں تو سبھی ایسی نکل گئیں اور اور، وہ بھگی بلی الیکساندرا بھی ایسی ہی ہوگئی۔ مگر یہ جو ہے، تو یہ بالکل ہی ہاتھوں سے نکل گئی۔ اس کا بھی یقین نہیں آتا۔ وہ شاید یہ کہ یقین کرنے کو دل نہیں چاہتا۔'' یہ بات انہوں نے گویا اپنے آپ سے کہی ''تم ہمارے ہاں کیوں نہیں؟'' ایک چیخ سے بیگم صاحبہ پھر پرنس کی طرف مڑیں۔ ''آج تیسرا دن ہے، تم ادھر آئے کیوں نہیں؟'' دوبارہ وہ اس پر چیخ پڑیں۔ ''بولو!''

پرنس اپنی صفائی پیش کرنے ہی والا تھا کہ انہوں نے خود سلسلہ جاری رکھا۔

''سب نے تمہیں الٹی کھوپڑی کا سمجھ رکھا ہے، سب تمہیں فریب دیتے ہیں! تو کل تم شہر گئے تھے؟ شرط لگا لو کہ تیار ہوں کہ تم شہر گئے، گھٹنوں کے بل جھک کر تم نے التجا کی، گڑگڑائے کہ وہ رذیل دس ہزار قبول کر لے۔ ہے نا؟''

''قطعاً نہیں۔ میں نے یہ سوچا تک نہیں۔ اس کی صورت تک نہیں دیکھی۔ اور پھر یہ کہ وہ رذیل نہیں ہے۔''

Scanned with CamScanner

میرے نام اس کا رقعہ آیا ہے۔"

"ذرا دکھاؤ تو!"

پرنس نے کاغذات کے بستے میں سے ایک رقعہ نکالا اور بیگم صاحبہ کی طرف بڑھا دیا۔ اس میں لکھا تھا:

"جناب والا، مہربان من! دوسروں کی نظر میں اب مجھے آبرومند رہنے کا ذرہ برابر حق نہیں رہا۔ اور لوگ تو سمجھتے ہیں کہ میری حیثیت آبرو کے قابل ہی نہیں۔ مگر یہ ہے کہ سب نے گرا دیا۔ آپ نے نظر سے نہیں گرایا۔ مجھے حد سے زیادہ یقین آ گیا۔ جناب من کہ آپ غالباً ان سب سے بہتر ہیں۔ میں داکتر نیکو سے قطعی اتفاق نہیں کرتا اور اپنے اس یقین میں برابر اس کا ساتھ نہیں۔ آپ سے کبھی، کسی صورت میں بھی مجھے ایک کاپک بھی نہیں لینا۔ مگر آپ نے میری والدہ کی امداد کی، اس پر احسان مند ہونا واجب ہے۔ اگرچہ یہ بھی کمزوری کی علامت ہے۔ بہرحال جو بھی ہو، میں آپ کو اور طرح سے کہنے لگا اور یہ اطلاع دینا میرا فرض تھا۔ آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ آپ کے ہمارے درمیان آئندہ کوئی سلسلہ نہیں ہے گا۔ فقط۔ انتیپ بردوفسکی۔"

"پس نوشت: دو سو روبل کی رقم میں جو بقایا رہ گیا ہے، وہ وقت آنے پر لازماً ادا کر دیا جائے گا۔"

"کیا بے عقلی ہے!" لیزاویتا پروکوفیونا نے وہ رقعہ واپس پٹکتے ہوئے اظہار خیال کیا۔ "فضول پڑھا۔ اب تم دانت کیا نکال رہے ہو؟"

"دیکھیے، مان لیجیے کہ آپ کو بھی یہ پڑھنے میں لطف آیا!"

"کیسے! یہ خواہ مخواہ کی شیخی بازی کی بکواس پڑھ کر؟ کیا تمہیں نہیں دکھائی دیتا کہ مفت کی اکڑ میں اور شیخی بازی میں یہ لوگ عقل گنوا بیٹھے ہیں؟"

"جی ہاں۔ پھر بھی اس نے اپنی خطا مانی، داکتر نیکو سے قطع تعلق کیا۔ جتن بھی زیادہ خود پسندی اس میں ہوگی، اتنی ہی سخت ضرب پڑی ہوگی۔ آپ بھی بالکل بچی ہیں بیگم صاحبہ!"

"کیا بکتے ہو، کیا چانٹا کھانے کا ارادہ ہے میرے ہاتھ سے؟"

"جی، ایسا کوئی ارادہ نہیں! مگر بات یہ کہ آپ اس کا رقعہ پڑھ کر خوش ہوئی ہیں اور یہ ظاہر کرنے کو تیار نہیں۔ اپنے جذبات سے بھلا شرمانے کی کیا ضرورت! یہ تو آپ کی افتادِ طبع ہے!"

"اب آئندہ خبردار جو تمہارا قدم میرے یہاں آیا۔" لیزاویتا پروکوفیونا واقعی غصے سے لال پیلی ہونے لگیں اور ایڑھ کر بولیں "آج کے بعد سے تمہارا سایہ میرے مکان میں نہ دکھائی دے، بس، کہہ دیا!"

"اور تین دن نہیں گزرنے پائیں گے کہ آپ خود آئیں گی مجھے بلانے کے لیے۔ آپ کو حیا نہیں آتی اس پر؟ یہ آپ کے نہایت عمدہ جذبات ہیں، آپ کا ان سے شرمانا کیا معنی! مفت میں اپنی جان ہلکان کرتی ہیں!"

"مر جاؤں گی، نہیں بلاؤں گی! تمہارا نام تک یاد سے نکال دوں گی! جاؤ، نکال دیا!!"

یہ کہہ کر وہ اچھل کر پرنس سے دور ہو گئیں۔

''آپ بلائیں نہ بلائیں، مجھے تو یوں بھی آپ کے ہاں آنا منع ہے۔'' پرنس نے بآواز بلند ان خاتون کو جتایا۔

''کیا کہا؟ کس نے تمہیں منع کیا؟''

لمحہ بھر کو وہ پلٹ پڑیں جیسے کسی نے سوئی چبھو دی ہو۔ پرنس جواب دینے میں ہچکچایا۔ اسے محسوس ہوا کہ بلا ارادہ ضرورت سے زیادہ کہہ گیا۔

''کس نے تمہیں منع کیا آنے سے؟'' وہ طیش میں جواب طلب کرنے لگیں۔

''اگلایا ایوانووناتے منع کیا ہے....''

''کب؟....ب....بتاؤ فوراً۔''

''آج صبح ہی، ان کا رقعہ ملا تھا۔ لکھا ہے کہ آئندہ بھول کر بھی ادھر قدم نہ رکھوں!''

لیزاویتا پروکوفیونا سکتے میں آ گئیں مگر برابر دماغ لڑا رہی تھیں۔

''کیا بھیجا؟ کس کے ہاتھ بھیجا؟ اسی چھوکرے کے ہاتھ؟ زبانی؟'' وہ پھر جھٹکے دے دے کر پوچھنے لگیں۔

''مجھے تو ان کی تحریر ملی ہے!'' پرنس نے جواب دیا۔

''کہاں ہے؟ دکھاؤ! ابھی دو!''

پرنس منٹ بھر سوچتا رہ گیا۔ پھر واسکٹ کی جیب میں سے ایک مڑا تڑا کاغذ نکالا جس میں لکھا تھا:

''پرنس لیونکولائی وچ صاحب۔ جو کچھ بیتی ہے، اگر اس کے بعد بھی آپ ہمارے واچہ میں قدم رنجہ فرما کر میرے لیے حیرت کا سبب بنے تو آپ یقین کیجیے کہ اپنی آمد پر خوش ہونے والوں میں آپ مجھے نہیں پائیں گے!

فقط: اگلایا۔ پان چین۔''

لیزاویتا پروکوفیونا نے دم بھر کو دماغ پر زور دیا۔ پھر ایک دم پرنس پر جھپٹ پڑیں، اس کا بازو تھاما اور اپنے ساتھ گھسیٹنے لگیں۔

''ابھی اسی وقت چلو! ارادتاً چلو! اسی منٹ!'' ان پر انتہائی اضطراب اور بے صبری کا دورہ پڑا تھا اور وہ اسے کھینچے جا رہی تھیں۔

''مگر آپ تو مجھ پر زبردستی کر رہی ہیں!''

''کاہے کی زبردستی؟ بالکل ہی نادان بدھو ہو تم۔ میں تو جانوں، مردوے ہی نہیں ہو! اب میں دیکھوں گی، خود اپنی آنکھوں سب دیکھوں گی....''

''کم از کم مجھے بیٹ تو اٹھا لینے دیجیے!''

''لو، یہ رہا تمہارا بیٹ۔ چلیں اب! سلیقے کا لباس تک تمہیں پہننا نہیں آتا! یہ تو اس نے، وہ، اس واقعے

کے بعد... یہ تو بخار میں لکھا...'' لیزاویتا بیگم صاحبہ اس کا ہاتھ تھامے، ساتھ میں کھینچتی گھسیٹتی ہوئی بڑبڑانے لگیں۔ ''میں نے تو تھوڑی دیر پہلے تمہاری ہی طرفداری کی۔ زور سے سنا کر کہہ دیا کہ الٹی کھوپڑی کے ہو، جو آئے نہیں ہمارے ہاں! ورنہ وہ کیوں لکھتی ایسی بے وقوفی کا خط! ایسا بدتمیزی کا خط! ایک شریف، تمیزدار، عقلمند اور ذہین لڑکی کو ایسا خط لکھنا زیب نہیں دیتا... ہونہہ!'' وہ کہتی چلی گئیں ''اسے ناگوار گزرا ہوگا کہ صورت تک نہیں دکھائی! یہ نہ سوچا اس لڑکی نے کہ تم جیسے ایڈیٹ کو اس طرح نہیں لکھنا چاہیے، کیا خبر لفظی مطلب نکال بیٹھے.... اور وہی ہوا.... تم کیا کان لگائے سن رہے ہو؟'' وہ ٹھٹک کر بولیں۔ اندیشہ ہوا کہ کچھ زیادہ ہی منہ سے نکل گیا ہے۔ ''اسے تو تم جیسا مسخرہ چاہیے۔ اتنے دن ہو گئے، دیکھا نہیں، تو یوں نہیں اس طرح بلوایا ہے۔ میں خوش ہوں۔ بڑی خوشی ہے کہ اب وہ اچھی طرح تمہیں نچائے گی! تم اسی قابل ہو۔ اسے مجھی کا ناچ نچانا خوب آتا ہے۔ آتا ہے اسے!''

حواشی:

(1) داچہ..... شہر کی سرحدوں سے نکل کر نزدیک یا دور وہ کٹیا یا بنگلہ جہاں عموماً گرمیوں کا موسم گزارا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

(2) رئی کے خمیر سے نکالا ہوا شربت۔ (ایڈیٹر)

(3) صبح کی پوشاک زیب تن کراتے ہوئے۔

(4) جلاد۔

(5) روس کا ایک مذہبی فرقہ جو اٹھارہویں صدی میں چلا تھا۔ یہ لوگ خود کو طرح طرح کی جسمانی اذیت دے کر مسیح کے ظہور کی دعا کرتے تھے اور رائج عیسائیت کو حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کے خلاف قرار دیتے تھے۔ (ظ ا)

(6) سلویوف، سرگئی (1820ء۔1879ء)..... نامور روسی تاریخ داں۔ (ایڈیٹر)

(7) سمجھنے سے لیے ہوئے الفاظ (ایڈیٹر)

(8) غالباً اشارہ ہے اس ریشمی مفلر کی طرف، جو عاشق مزاج بائرن کی تقلید میں دل پھینک نوجوانوں کا فیشن بن گیا تھا۔ (ظ ا)

(9) A.M.D..... "Ave, Mater Dei" (زندہ باد، مادر خداوند)۔ (ایڈیٹر)

(10) نورآسمان، مقدس کتاب۔

(11) گریبائیدوف کے منظوم ڈرامے ''عقل کی پتا'' کے ایک کردار کا قول ہے: اچھا، سکندر ایک عظیم ہستی سہی، مگر اس کے لیے کرسیاں توڑنے کی کیا ضرورت۔ یہاں مطلب یہ کہ ''آ بیل مجھے مار'' کی کیا ضرورت! (ظ ا)

(12) کریلوف، ایوان (1769ء۔1844ء)..... عظیم روسی قصہ نویس۔ (ایڈیٹر)

(13) رئیس زادے کا چھوٹا نام۔

(14) سوئٹزرلینڈ والے پروفیسر کا نام۔

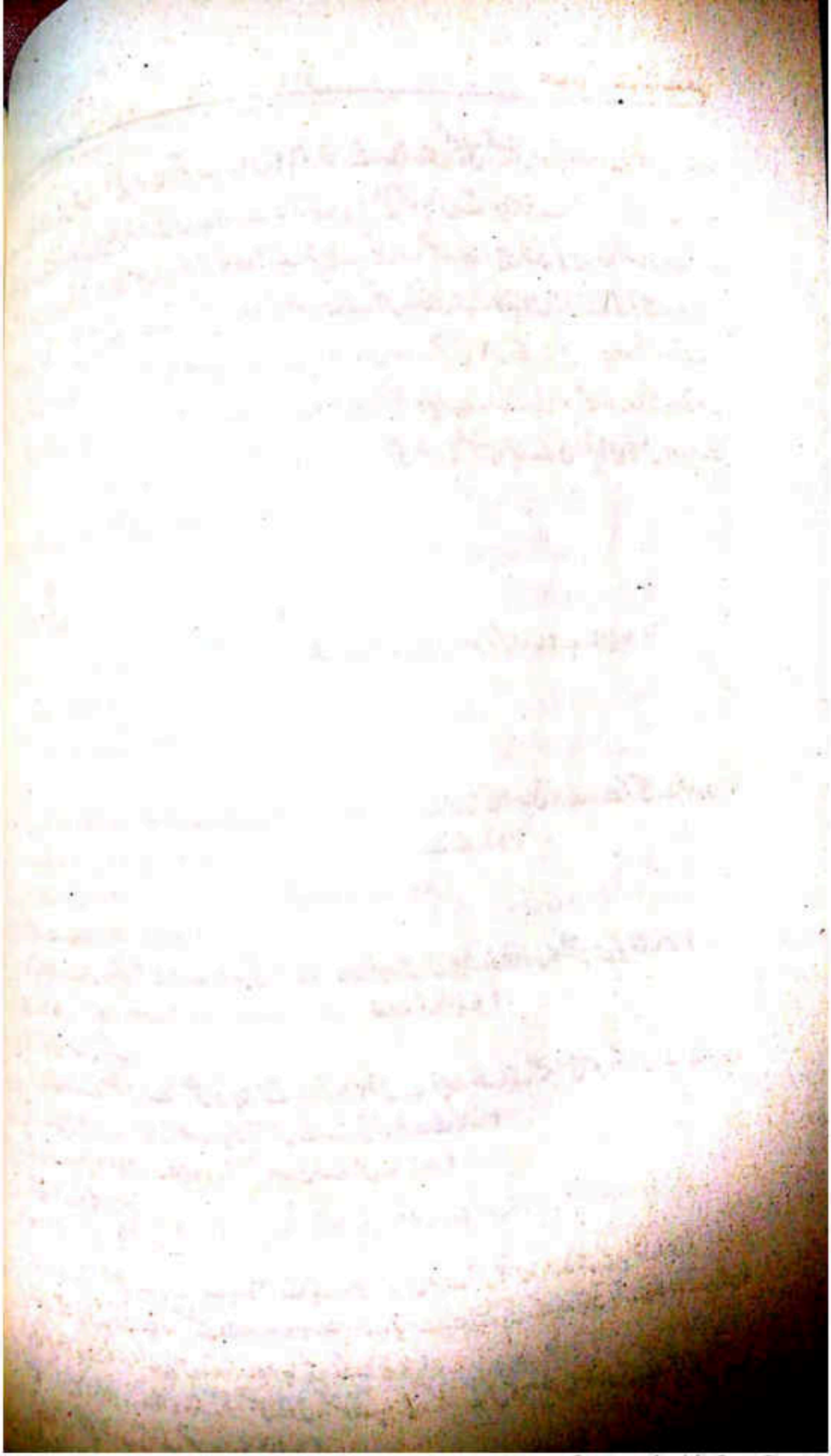
(15) اشارہ ہے چرنی شفسکی کے ناول ''اب کیا ہو؟'' کے ایک نسوانی کردار کی طرف جس کا اس زمانے میں چرچا تھا۔ (ظ ا)

(16) مقدس صحیفے کی پیش گوئی ہے کہ افسنتین (Wormwood) ستارہ قیامت سے پہلے پانی کے ایک تہائی پر گرے گا، روئے زمین کا پانی کڑوا ہو جائے گا اور لوگ پیاس کے مارے مر جائیں گے۔ (ایڈیٹر)

(17) بوردالو، لوئی (1632ء۔1704ء)..... فرانسیسی یسوعی، کیتھولک پادری۔ کیلر نے اس کا نام طنزیہ استعمال کیا ہے۔ (''بوردا'' اور ''بورد'' فرانسیسی شراب کی ایک قسم ہے۔)۔ (ایڈیٹر)

فرانسیسی کھانے کے نام کا طنزیہ استعمال۔ (ایڈیٹر)

Scanned with CamScanner



Scanned with CamScanner

حصہ سوئم

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

(I)

ہر وقت یہ شکایت سننے میں آتی ہے کہ ہمارے ملک میں عملی لوگ نہیں، کہ سیاست دانوں کی بھرمار ہے اور جرنیلوں کی افراط، ہر قسم کا انتظام سنبھالنے والے جتنے چاہو دستیاب ہیں۔ لیکن عملی صلاحیت کے لوگ نہیں ملتے۔ کم از کم یہ عام شکوہ ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چند ریلوے لائنوں پر لائق و کارگزار اسٹاف کی کمی بری طرح کھٹکتی ہے۔ علاوہ ازیں کسی جہاز ران کمپنی کے لیے مناسب اہلکار ملنا قطعی ناممکن۔ آپ سنتے ہیں کہ ادھر نئی تعمیر شدہ ریلوے ٹرینیں ٹکرا گئیں یا پل پر سے ریل کے ڈبے گر گئے۔ آپ پڑھتے ہیں کہ ادھر ایک ریلوے ٹرین برف کے فرش میں موسم سرما گزار رہی ہے، جو چند گھنٹوں کے سفر پر روانہ ہوئی تھی وہ پانچ دن تک برف میں پھنسی رہی۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایک مقام پر ہزاروں پوڈ[1] کا تجارتی مال مسلسل دو دو تین مہینے پڑا سڑتا رہا کیونکہ اسے چڑھانے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ اور دوسری جگہ (جس پر مشکل سے یقین آتا ہے) ایک افسر نے جو کسی قسم کا سپرنٹنڈنٹ تھا، ایک تاجر کے فشی کے جبڑے پر سرکاری مکہ جڑ دیا، جو مال کو روانہ کرنے کے لیے اسے ستائے جا رہا تھا۔ اپنی انتظامیہ سرگرمی پر افسر نے خود بتایا کہ اسے "جوش" آ گیا تھا۔ بظاہر سرکاری ملازمت میں اتنی جگہیں موجود ہیں کہ سوچ کر بھی وحشت ہوتی ہے۔ تقریباً ہر کوئی یا تو سرکاری ملازم رہ چکا ہے یا ہے یا ملازمت کا ارادہ رکھتا ہے۔ اتنا ساز و سامان ہوتے ہوئے بھی ایسا کیوں ہے کہ کسی جہاز ران کمپنی کے لیے معقول اسٹاف ملنا مشکل؟

بعض اوقات اس کا انتہائی سادہ اور پھیکا جواب دیا جاتا ہے، اتنا سادہ کہ اس پر یقین نہیں آتا۔ صحیح ہے، جو وہ کہتے ہیں، کہ ہمارے ہاں ہر کوئی سرکاری ملازمت میں رہ چکا ہے یا ہے۔ یہ ایسا سسٹم ہے جو پچھلے دو سو برس سے بہترین جرمن سانچے میں ڈھلا ہوا ہے اور چل رہا ہے، جو ہمارے اجداد سے ان کی اولاد کو سونپا گیا۔ تاہم افسر شاہی بڑے ہی غیر عملی لوگوں پر مشتمل ہے اور معاملہ تو ایسے نازک موڑ پر آ گیا ہے کہ لاپروائی اور عملی جانکاری کی کمی ابھی کچھ عرصہ پہلے تک خود سرکاری ملازمین کی نظر میں سب سے بڑی خوبی اور ترقی کا راز شمار کی جاتی تھی۔ لیکن ہم حکومت کے ملازمین کے متعلق کہتے ہوئے خواہ مخواہ موضوع سے ہٹ گئے ہیں، ہمیں تو عملی لوگوں کے متعلق بحث کرنی مقصود تھی۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ بوالہوسی اور اپج کی کمی ہمیشہ سے اور آج بھی ہمارے ملک میں ایک عملی انسان کی خاص اور بہترین علامت شمار کی جاتی ہے۔ لیکن اگر اس رائے کو الزام قرار دیا جائے، تو ہمارا اس میں کیا قصور! ہر زمانے میں اور دنیا بھر میں ہر مقام پر اپج کی یا اختراع کی کمی ہمیشہ ہی اعلیٰ درجہ کی صفت سمجھی جاتی ہے اور کام سے کام رکھنے والے کاروباری اور عملی آدمی کی بہترین سفارش۔ کم از کم نانوے فیصد لوگ (ایک محتاط اندازے کے مطابق) ہمیشہ اس پر یقین رکھتے رہے ہیں۔ صرف ایک فیصد ہوں گے جو [illegible] دوسری طرح سے دیکھتے تھے یا دیکھتے ہیں۔

موجدوں اور غیر معمولی جی نی یس لوگوں کو ان کے کیریئر کے ابتدائی دنوں میں (اور اکثر آخری دنوں میں بھی) سماج نے بے وقوف سے زیادہ نہیں سمجھا۔ ایک عام مشاہدہ جو ہر شخص پر اچھی طرح روشن ہے۔ اس طرح بیسیوں برس سے لوگ اگر اپنا سارا سرمایہ بینک ہنڈیوں میں لگانے کے عادی ہو گئے اور چار فیصد سود پر کروڑوں کی دولت جمع کر لی، پھر قاعدے کی بات ہے کہ جب بینک بند پڑ گیا اور سبھوں کو اپنی آمدنی کے ذرائع پر گزارا کرنا پڑا اور کروڑوں کے سرمائے کا بڑا حصہ اندھا دھند سٹے کی گرمی سے دھواں بن کر اڑ گیا یا چالبازوں کے ہتھے چڑھا۔۔۔ تو یہ ٹھیرا آداب اور شائستگی کا تقاضہ۔ یعنی یہ ہوئی شائستگی۔ چونکہ، عام خیال کے مطابق، شائستگی کے ساتھ بودا پن اور جدت پسندی کی خاصی کمی آج بھی ہمارے ملک میں کاروباری اور شریف آدمی کی مستقل خوبی سمجھی جاتی ہے تو اس ضمن میں کسی قسم کی ناگہاں تبدیلی قطعی غیر شریفانہ بلکہ نازیبا ہوگی۔ بھلا کون سی ماں جسے اپنے بچے سے دلی محبت و شفقت ہے اس بات پر دہشت محسوس نہ کرے گی کہ اس کا بیٹا یا بیٹی مقررہ روش سے ہٹ کر چلے۔ ''نہیں۔ جدت پسندی کے بغیر ہی خوش و خرم زندگی بہتر رہے گی'' یہی بات کوئی بھی ماں اپنے بچے کو گود میں اچھالتے ہوئے سوچے گی۔ ہماری آیائیں بچوں کو جھولا جھلاتے وقت قدیم زمانہ سے یہ لوری سناتی چلی آئی ہیں:

سونے میں کھیلے لال ہمارا
جنرل بنے گا راج دلارا

اس طرح ہمارے بچوں کی انائیں بھی سمجھتی تھیں کہ جنرل کا مرتبہ روی راحت و خوش نصیبی کی انتہا ہے۔ مطلب یہ کہ یہی سب سے مقبول عام قومی نصب العین تھا ایک آسودہ اور مکمل روحانی مسرت و نشاط کا۔ اور واقعی اوسط درجے میں اپنے امتحانات کرنے اور پینتیس سال ملازمت کرنے کے بعد کون ہے جو ایک جنرل کے عہدے پر نہ پہنچ سکے اور بینک میں اچھی خاصی رقم جمع نہ کر پائے؟ اس طرح سے روسی آدمی زیادہ زور مارے بغیر آخر میں ایک کاروباری اور عملی آدمی کا درجہ حاصل کر لیتا۔ بالفعل یہ، صرف ایک جدت پسند انسان یا دوسرے لفظوں میں ایک بے چین بیکل آدمی ہی ہمارے ملک میں جنرل بننے میں ناکام رہتا۔ شاید یہاں کچھ غلط فہمی کا امکان ہو۔ لیکن عام طور پر یہ درست ہے۔ اور ہمارا سماج ایک عملی آدمی کے بارے میں اپنا آئیڈیل وضع کرنے میں مکمل حق بجانب تھا۔

بہر حال ہم نے کافی غیر ضروری باتیں کر لیں۔ درحقیقت ہم جو کہنا چاہتے تھے وہ چند توضیحی الفاظ تھے جو اپنے جاننے پہچاننے یپان چین خاندان والوں کے متعلق کہتے تھے۔ یہ لوگ یا کم سے کم اس خاندان کے زیادہ صاحب فکر افراد ایک خاص خاندانی خصلت رکھنے کی وجہ سے پیہم تکلیفیں اٹھاتے اور وہ تقریباً ان سب میں موجود تھی، جو بالکل برعکس تھی ان خوبیوں کے جن کا ہم ذکر کر آئے ہیں۔ حقیقت کو پورے طور پر سمجھے بغیر (کیونکہ اسے سمجھنا ہی بہت مشکل ہے) انہیں یہ بات زیادہ کھٹکتی کہ ان کے خاندان میں سب کچھ ویسا نہیں ہوتا جیسا اوروں کے ہاں۔ سب کے ہاں ہمواری، ان کے ہاں کھردرا پن۔ دوسرے لوگ عام ڈگر پر چلتے یپان چین خاندان اسے برابر پھلانگتا رہا۔ دوسرے ہمیشہ رسم و ادب کرشائستگی سے رہتے مگر یہ لوگ ایسا نہیں کرتے تھے۔ لیزاویتا پروکوفیونا حد سے زیادہ ہی سہمی رہتی تھیں پھر بھی ان میں اعلیٰ سوسائٹی کی وہ خوش سلیقہ سعادت مندانہ روش ناپید تھی جس کی دلی آرزو تھی۔ لیکن شاید صرف لیزاویتا پروکوفیونا کو وہ بڑی تیز فہم تھیں اور

طرح بھرپور جبکہ جنرل کا اس تیز فہمی میں ان کا اپنا حصہ تھا (اگرچہ ذرا تکلف کا) لیکن نازک موقعوں پر وہ ''ھونکارہ'' بھرنے کے سوا کچھ نہ کہتے اور بالآخر اپنی ساری امیدیں لیزاویتا پروکوفیونا پر چھوڑ دیتے تھے۔ مطلب یہ کہ ساری ذمہ داری انہیں پر آپڑتی۔ وجہ یہ نہیں کہ یہ گھرانا جدت میں امتیازی حیثیت رکھتا تھا یا جدت کے شوق میں جان بوجھ کر مقررہ حدیں پھلانگ جاتا تھا جو تمیز و اخلاق سے گزری ہوئی بات ہو۔ نہیں ہرگز نہیں، ایسی کوئی بات نہیں، کسی مقصد کے پیش نظر ایسا نہیں کیا گیا۔ لیکن باتیں کچھ ایسی نکلتی گئیں کہ۔ پان چین خاندان کی اگرچہ بڑی قدر و منزلت تھی مگر وہ اتنا وضع دار نہ تھا جیسا کسی مقتدر گھرانے کو ہونا چاہیے۔ ابھی خود اپنے سر لینے کی عادت ہوگئی تھی اور ان واقعات پر ساری تہمت پر''، لیکن اس سے ان کی مصیبت اور بڑھتی گئی۔ وہ ہمیشہ خود کو ملامت کرتیں۔ ایک بیوقوف، مجہول، خبطی کہہ کر ان خیال مصیبتوں پر خود کو اذیت دیتیں، بہت معمولی مسئلوں کا حل ڈھونڈنے میں اکثر ناکام رہتیں۔ کسی بھی سانحے پر بڑی مبالغہ آرائی کرتیں اور مصیبت کو بہت بڑھا چڑھا کر دیکھتیں۔

ہم نے اپنی داستان کے شروع میں بتایا کہ۔ پان چین گھرانے کو عام طور پر سے عزت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ خود جنرل۔ پان چین کو جنہوں نے ادنا حیثیت سے ترقی کی تھی ہر جگہ دعوت دی جاتی اور عزت کی جاتی۔ اس عزت کا انہیں حق بھی تھا۔ اولاً وہ ایک صاحب جائیداد اور مشہور آدمی تھے، دوم وہ ایک بے حد شائستہ آدمی تھے۔ اگرچہ وہ معمولی سوجھ بوجھ کے آدمی تھے تاہم ذہن کا کسی قدر ٹھس ہونا یا موٹی عقل کا ہونا ایک بڑے آدمی میں نہیں تو کم از کم ایک ایسے آدمی میں جو پیسہ کمانے کی دُھن میں بری طرح مصروف ہو ایک لازمی صفت معلوم ہوتی ہے۔ بالآخر جنرل۔ پان چین بذات خود خوش اطوار و سادہ دل آدمی تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اپنا منہ کب بند رکھنا چاہیے۔ ویسے کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچا سکتا اور یہ سب صرف جنرل کے عہدے کی بنا پر نہیں بلکہ اس لیے کہ وہ ایک دیانتدار اور شریف شخص شمار ہوتے تھے۔ بڑی بات یہ کہ انہیں اوپر کی زبردست سرپرستی حاصل تھی۔ جہاں تک لیزاویتا پروکوفیونا کا تعلق ہے تو وہ جیسا کہ ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں عالی نسب خاتون تھیں، حالانکہ ہمارے ہاں حسب نسب نہیں بلکہ اثر و رسوخ کو اہمیت دی جاتی ہے۔ اور پھر اوپر کی ہستیاں بھی ان سے عزت اور محبت سے پیش آتیں تھیں، اس لیے یہ قدرتی امر تھا کہ ہر جگہ ان کا مان دان کیا جائے۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان کی گھریلو پریشانیوں کی کوئی بنیاد تو تھی نہیں، بڑی معمولی وجہ سے پیدا ہوتیں جسے وہ مضحکہ خیز حد تک بڑھا دیا کرتی تھیں۔ تاہم اگر آپ کی ناک یا ماتھے پر ایک مسا ہو تو آپ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ دنیا میں یہی ایک چیز ہے جسے دیکھنے کی دوسروں کو فرصت ہے اور اس کا مذاق اڑانے کی بھی۔ اور اس آپ کو ملامت کریں گے، بھلے آپ نے امریکہ ہی کیوں نہ دریافت کیا ہو۔ اس میں بھی شبہ نہیں کہ لیزاویتا پروکوفیونا کو سوسائٹی میں مسلمہ طور پر یوں تو ایک ''سنکی'' سمجھا جاتا لیکن ان کی تعظیم کی جاتی۔ پھر بھی وہ آخر میں اس تعظیم و تکریم سے بدگمان ہوگئیں اور یہی تھی مصیبت کی جڑ۔ اپنی بیٹیوں کی طرف دیکھ کر وہ اپنے آپ کو ان اندیشوں سے اذیت پہنچاتیں کہ وہ کسی طور سے ان کے خوش آئند مستقبل میں حائل ہو رہی تھیں اور یہ کہ ان کا کردار مضحکہ خیز، خلاف عادت اور ناقابل برداشت ہے جس کا سارا الزام بے [illegible] اپنی بیٹیوں اور شوہر کے سر تھوپ دیتیں۔ وہ ان سے سارے دن جھگڑا کیا کرتیں باوجودیکہ وہ ان سے بڑی وارفتگی [illegible] محبت کرتی تھیں۔

Scanned with CamScanner

وہ سب سے زیادہ دلگیر اس بات سے ہوا کرتیں کہ ان کی بیٹیاں بھی بالکل انہیں کی طرح "آشفتہ" سر ہوتی جا رہی ہیں۔ پھر ان جیسی لڑکیاں سوسائٹی میں نہ تو ہوتی ہیں، نہ ہونی چاہئیں۔ "وہ نہلسٹ بنتی جا رہی ہیں" وہ دل ہی دل میں کہتیں۔ پچھلے سال بھر سے خاص طور پر پچھلے کچھ دنوں سے ان کے ذہن میں ایک کانٹا کھٹک رہا تھا۔ "اول تو ان کی شادیاں کیوں نہیں ہو جاتیں؟" وہ خود سے پوچھا کرتیں۔ "صرف اپنی ماں کو دق کرنے کے لیے۔ زندگی میں یہی ان کا ایک مقصد ہے۔ یہ سب ان نئے نئے خیالات سے نکلا ہے۔ اور وہ عورتوں کے مسئلے کا منحوس موضوع۔ اگلایا ہی تو تھی جس کے سر پر سمائی، ابھی چھ مہینے پہلے، کہ وہ اپنے شاندار بال ترشوا کر چھوٹے کر لے۔ (یا خدا! اس کی اتنی عمر میں میرے بال کبھی ایسے نہ ہوئے!) وہ قینچی ہاتھ میں لیے تھی۔ میں گھٹنوں کے بل اس کی منت سماجت کرتی رہی کہ وہ یہ ارادہ ترک کر دے۔ ہاں اور کیا؟ اس نے محض جلانے کے لیے یہ سب کیا۔ بدباطن، ضدی اور لاڈ کی بگڑی لڑکی بلکہ خبیث، خبیث، خبیث! اور پھر وہ موٹی الیکساندرا کی بچی بھی اس کی نقل کرنے چلی اور اپنے گردن کے بال چھوٹے کرنے والی تھی۔ کسی شرارت یا ترنگ میں آ کر نہیں بلکہ اچھی نیت سے، باؤلی کہیں کی۔ اگلایا نے اسے باور کرایا کہ بال چھوٹے کر لینے سے اسے خوب اچھی نیند آئے گی اور سر کا درد بھی ختم ہو جائے گا۔ اور کیا گزشتہ پانچ برسوں میں شادی کے امیدواروں کا ایک غول نہیں آیا؟ ان میں کچھ واقعی بڑے اچھے نوجوان تھے بلکہ بہترین جوڑ۔ پھر وہ انتظار کس کا کر رہی ہیں؟ وہ شادیاں کیوں نہیں کر لیتیں؟ صرف اپنی ماں کا دل دکھانا۔ دوسری ہرگز کوئی وجہ نہیں ہو سکتی!"

آخرش سورج کی پہلی کرنوں نے اس کے ممتا بھرے دل کو بیدار کیا۔ کم سے کم ایک بیٹی ادے لائیدا تو تھی جو اپنا گھر بسانے جا رہی ہے۔ "ہاں، وہ کم از کم ہمارے ہاں سے چلی جائے گی" لیزاویتا پروکوفیونا کہا کرتی، جب بھی انہیں اپنے جذبات کے اظہار کا موقعہ ملتا (اگرچہ یہ بات وہ خود سے بڑے پیار سے کہتیں)۔ اور پھر وہ کتنا عمدہ جوڑ ہے جس کو سوسائٹی میں پسند کیا گیا۔ ایک دولت مند، شریف، اچھا، ممتاز شخص اور پھر طرہ یہ کہ محبت کی شادی۔ اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے؟ وہ ادے لائیدا کے لیے اتنی فکرمند نہ تھی جتنی دوسری لڑکیوں کے لیے۔ گو اس کا فنکارانہ شوق لیزاویتا پروکوفیونا کی مسلسل شکی طبیعت کے لیے سخت پریشانی کا باعث بنا رہتا تھا۔ "مگر پھر بھی مزاج بڑا شگفتہ ہے، کافی سوجھ بوجھ رکھتی ہے اس لیے وہ خود اپنی جگہ بنا لے گی" یوں وہ آخر میں خود کو تسلی دے لیا کرتی تھیں۔ انہیں سب سے زیادہ اگلایا کا مستقبل بے چین کیے ہوئے تھا۔ ہاں، ان کی سب سے بڑی بیٹی الیکساندرا کے متعلق وہ اب تک فیصلہ نہ کر سکی تھیں کہ اس کے لیے تشویش کریں یا نہیں۔ کبھی کبھی وہ اس کی آس بالکل چھوڑ دیا کرتیں: پچیس برس کی ہو گئی، اس کی قسمت میں شاید بن بیاہی بڑھیا ہونا لکھا ہے۔ "اور ہے کتنی حسین!" ماں اپنی بیٹی کی اس دشا پر رات میں آنسو بہایا کرتی اور خود الیکساندرا ایوانونا مزے کی نیند سوتی رہتی۔ "وہ آخر کس قسم کی لڑکی ہے ــــ نہلسٹ یا فقط ایک بیوقوف؟" لیزاویتا پروکوفیونا کو بالکل شبہ نہ تھا کہ وہ بیوقوف تو نہیں تھی۔ وہ الیکساندرا کی فہم و فراست کی بڑی قدر کیا کرتیں، اس سے مشورے کرنا بھی انہیں بہت پسند تھا۔ مگر یہ کہ وہ "بھیگی بلی ہے" اس میں بھی کوئی شبہ نہیں: "ہے ایسی ٹھنڈی طبیعت کی کہ کسی چیز کا اثر نہیں لیتی! لیکن 'بھیگی بلیاں' بھی تو آخر چغلی نہیں کھاتی ہیں! چھی چھی۔ ان لڑکیوں کے پیچھے تو میری مت گئی ہے!" الیکساندرا کے لیے لیزاویتا پروکوفیونا کے دل میں ناقابل بیان رحم تھا۔ اگلایا سے بھی زیادہ جس پر وہ واری واری جاتی تھیں۔ جب وہ اپنی مادرانہ شفقت و محبت میں ترش روئی

سے فخر کرتیں اور "بھیگی بلی" کا لفظ استعمال کرتیں تو الیکساندرا بڑی محظوظ ہوتی۔ کبھی کبھی لیزاویتا پروکوفیونا چھوٹی سی کسی بات پر بھی چراغ پا ہو جاتیں، آپے سے باہر ہو جاتیں۔ مثال کے طور پر الیکساندرا دیر دیر تک سویا کرتی، اسے عموماً بہت سارے خواب دکھائی دیتے خالی خولی، بے معنی اور معصومیت بھرے خواب جو ایک سات برس کا بچہ ہی دیکھ سکتا ہے۔ ان خوابوں کی معصومیت ماں کے چڑچڑے پن کی دوسری وجہ بن گئی تھی۔ ایک مرتبہ الیکساندرا نے خواب میں نو مرغیاں دیکھیں، اس پر ماں بیٹی میں بڑی جھڑپ ہوئی۔ پتہ نہیں کیوں؟ ہاں البتہ ایک مرتبہ اس کے خواب میں ذرا انوکھا پن تھا۔ اس نے ایک راہب کو دیکھا جو اکیلا ایک اندھیرے کمرے میں بیٹھا تھا جس میں داخل ہوتے ہوئے وہ دہشت زدہ ہوئی۔ دوسری دونوں بیٹیوں نے فوراً یہ خواب ماں کو بڑی شان سے اور قہقہوں کے بے تحاشا شور میں سنایا جو ان پر بگڑ بیٹھیں اور تینوں کو بے وقوفوں کی ٹولی کہا۔ "ھونہہ، وہ تو بلی، ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ بلکہ قطعی 'بھیگی بلی'۔ اس پر کسی چیز کا اثر نہیں۔ اندر ہی اندر گھل رہی ہے۔ کبھی کبھی نظر بھی آتی ہے، بے حد اداس۔ بھلا وہ اتنی رنجیدہ و افسردہ کیوں رہتی ہے؟" بعض اوقات جب وہ یہ سوال اپنے شوہر کے سامنے رکھتیں تو حسب معمول ہیجانی انداز میں اور دھمک کر، اس طرح کہ ہاتھ کے ہاتھ جواب چاہیے۔ ایوان فیودروویچ صرف ایں ایں کرتے، چین بجبیں ہو کر شانے جھٹکتے، پھر اپنے ہاتھ پھیلا کر یوں رائے دیتے:

"اے ضرورت ہے ایک شوہر کی!"

"خدا نہ کرے کہ تم جیسا شوہر ملے ایوان فیودروویچ! یا کہ تمہارے جیسی عقل رکھتا ہو" وہ ایک بم کی طرح پھٹ پڑتیں۔ "یا کہ تم جیسا گنوار ہو ایوان فیودروویچ..."

ایوان فیودروویچ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوتے۔ ان کی بیوی کا غصہ اس دھماکے کے بعد فرو ہو جاتا اور ہاں پھر اسی روز کی رات میں شوہر کے ساتھ ان کا رویہ پہلے کی طرح معقول، شائستہ اور خوش مزاجی کا ہوتا۔ ان کا گنواروں کا گنوار پیارا، مہربان و محبوب ایوان فیودروویچ، وہ ایوان فیودروویچ جن سے انہوں نے ساری عمر محبت کی، اس وقت بھی ان کے عشق میں مبتلا تھیں اور ایوان فیودروویچ بھی اس سے اچھی طرح باخبر تھے۔ اسی لیے وہ اپنی لیزاویتا پروکوفیونا کی بڑی عزت کرتے تھے۔

لیکن ان کی پریشانیوں کی اصل اور مستقل سبب اگلایا ہی تھی۔

"وہ بالکل ہی مجھ پر پڑی ہے، ہر زاویے میں میری ہمزاد" لیزاویتا پروکوفیونا خود سے کہتیں۔ "ایک ضدی، بدخو، نکمی چڑیل! نہلسٹ کہیں کی۔ وہمی، سودائی، بدباطن، خبیث، خبیث، خبیث! خدایا، دیکھنا آگے چل کر کیسی مصیبت اٹھائے گی!"

لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے کہا چڑھتے سورج کی کرنوں نے گویا اس لمحہ صورت حال کو ملائم اور درخشاں کر دیا تھا۔ لیزاویتا پروکوفیونا کی زندگی کا پورا ایک مہینہ اس کی تمام پریشانیوں اور اندیشوں سے مکمل فراغت کا گزرا۔ ادے لائیڈا کی [illegible] اس کی ذہانت بھی سوسائٹی میں موضوع گفتگو بن گئی۔ جہاں جاتی بڑے حسن سلوک سے پیش آتی، ہر ایک [illegible] بڑی مسرور ہو کر ملتی۔ ساتھ ہی اس میں تمکنت کی جھلک بھی تھی لیکن اس کی اعلیٰ خوبیوں

سے میل کھاتی تھی۔ ماں کے ساتھ وہ پورا مہینہ بڑی خوش مزاجی اور مہر و محبت سے پیش آئی۔ (''بے شک ایوگینی پاولووچ کے بارے میں بڑی احتیاط سے چھان بین کرنا چاہیے۔ میں اس کے بارے میں پوری جانکاری حاصل کروں گی۔ اگلایا کو جیسے اسے اوروں میں سے انتخاب کرنا نہیں آیا!'') بہرحال وہ ایکدم ایک نہایت عمدہ لڑکی میں تبدیل ہوگئی ہے۔ کتنی غیر معمولی حسین تھی وہ، اللہ کتنی خوبصورت۔ اس کے حسن میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا! اور اب...

ہاں اب جوں ہی یہ بدبخت پرنس، یہ شکستہ حال احمق تشریف لائے کہ ہر طرف پھر سے ہنگامہ مچ گیا۔ سارے کے سارے گھر میں افراتفری پھیل گئی۔

لیکن اصل میں ہوا کیا تھا؟

کسی دوسرے خاندان میں ایسا ہوتا تو فکرمند و پریشان ہونے کی کوئی بات نہ ہوتی لیکن لیزاویتا پروکوفیونا دوسروں سے اسی لیے مختلف تھیں کہ بے حد معمولی واقعات کے الجھاؤ اور افراتفری میں، اپنے ذاتی خدشوں کے سبب انہیں ہمیشہ کسی نہ کسی چیز سے اتنا ہول اٹھتا کہ بیمار پڑنے کی نوبت آجاتی اور ان کے اندر ایسا انجانا خوف بھر جاتا جو کٹیلا اور ناقابل بیان ہوتا اور جسے برداشت کرنا بہت مشکل۔ اور جب ان مضحکہ خیز و بے بنیاد پریشانیوں کے درمیان ناگہاں ایک ایسی بات سامنے آئے جو واقعی اہم ہو اور خطرے، شک اور وسوسے کا سبب بنے تب ان کا ردعمل کیا ہوا ہوگا۔

''انہیں یہ جرأت ہوئی کیسے؟ انہوں نے مجھے ایسا گندہ گمنام خط لکھنے کی جرأت کیسے کی اس کمینی کے متعلق اور اس کی اگلایا سے خط و کتابت کے بارے میں؟'' یہ خیال لیزاویتا پروکوفیونا کے ذہن پر اس وقت ہتھوڑے لگا رہا تھا جب وہ پرنس کو اپنے ساتھ کھینچتی لیے جا رہی تھیں اور اس وقت بھی جب اسے اپنے گھر لے جا کر اپنے سامنے گول میز پر بٹھایا تھا جس کے گرد سارا خاندان اکٹھا ہوگیا۔ ''انہوں نے ایسی بات سوچنے کی بھی جرأت کیسے کی؟ اگر مجھے اس میں ذرہ بھر سچائی بھی معلوم ہو جائے تو میں شرم سے ڈوب مروں گی۔ یا اگر میں یہ خط اگلایا کو دکھا دوں۔ یہ ان چین خاندان کو بدنام کرنے کی جرأت کیسے کی؟ اور یہ سب ایوان فیودروووچ کی وجہ سے ہوا۔ تمہاری وجہ سے ایوان فیودروووچ! ہم یلاگن جزیرے پر کیوں نہ چلے گئے۔ گرمیاں گزارنے؟ میں نے کہا تھا نا، ہمیں وہاں جانا چاہیے! ہوسکتا ہے یہ خط اس چڑیل واریا نے لکھا ہو یا شاید... لیکن ان سب باتوں کے ذمہ دار ایوان فیودروووچ ہی ہیں۔ تمام باتوں کے۔ اس کمینی نے ان کو بیوقوف بنانے کے لیے یہ ساری ترکیب کی ہوگی۔ ان کے پرانے تعلقات کی یاددہانی کے لیے، انہیں سب کی نظروں سے گرانے کے لیے۔ جیسے اس نے احمق بنا کر اس وقت مذاق اڑایا اور انہیں پھانسا تھا جب وہ اس کے لیے موتیوں کی مالا لے گئے۔ اور اب ہم سب اس معاملے میں پھنس گئے ہیں۔ تمہاری بیٹیاں بھی پھنس گئی ہیں، ایوان فیودروووچ۔ یہ نوجوان بیگمات جو اونچے حلقوں میں اٹھتی بیٹھتی ہیں۔ لڑکیاں جن کی شادی کی عمر ہو رہی ہے، وہاں موجود تھیں۔ وہاں کھڑی تھیں حقیقتاً۔ اور ساری باتیں سن لیں اور ان کمبخت لڑکوں والے معاملے میں بھی پھنس گئیں، تمہیں تو مزہ آئے گا کہ وہ وہاں سب سن رہی تھیں۔ میں ہرگز اس کمبخت پرنس کو معاف نہ کروں گی۔ ہرگز ہرگز نہیں! یہ اگلایا پر کیوں پچھلے تین دنوں سے ہیجانی دورے پڑ رہے ہیں؟ وہ اپنی بہنوں سے کیوں کھنچی کھنچی رہتی ہے؟ الیکساندرا کے ساتھ بھی جس کے ہاتھ تو وہ یوں چومتی تھی جیسے اپنی ماں کے اور اب اس کی طرف دیکھتی بھی نہیں؟ وہ پچھلے تین دنوں سے کیوں سب کو الجھن میں ڈالے ہوئے ہے؟ اس کا گاورلا ایوگلین

سے کیا تعلق؟ جس کی دو دن تو اس نے بڑی تعریف کی پھر بعد میں کیوں رو پڑی؟ اس گمنام خط میں کمبخت "غریب سردار" کا ذکر کیوں، جبکہ پرنس کا خط اپنی بہنوں تک کو نہیں دکھایا؟ پھر کیوں اور کس واسطے میں اس کے پاس پاگلوں کی طرح دوڑتی گئی اسے کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ گھر لائی؟ یا خدا۔ میری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں کہ یہ سب کیا! ایک نوجوان آدمی سے اپنی بیٹی کے راز پر بحث کی... وہ راز جن کا تعلق خاص اسی کی ذات سے ہوگا! بڑا شکر ہے کہ وہ ایک احمق آدمی ہیں۔ اور ــــ اور خاندان کے ایک دوست! بھلا اگلا یا اس غیر فطری محبوبے کی طرف مائل ہو سکتی ہے؟ میرے خدا۔ کیا بکواس کر رہی ہوں! جی جی! خبطیوں کا ایک کا ایک پٹارہ ہیں ہم لوگ۔ ہم سب کو نمائش کے شیشوں میں لگا کر رکھ دینا چاہیے۔ اور مجھے سب سے آگے اور دنیا کے محبوبے کی طرح تماش بین کو دکھانا چاہیے۔ فی داخلہ دس کاپک کے حساب سے۔ ایوان فیودروویچ میں اس پر تمہیں کبھی معاف نہ کروں گی۔ ہرگز نہیں! اور ایسا کیوں؟ وہ انہیں پھٹکارتی کیوں نہیں؟ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ پھٹکارے گی مگر ایسا نہیں کیا! وہ ادھر ان پر نظریں جمائے کھڑی ہے! منہ سے ایک لفظ نہیں پھوٹتا۔ وہاں سے ہٹتی بھی تو نہیں۔ وہیں جمی کھڑی ہے جبکہ اس نے ان پر حکم چلایا تھا کہ وہ دوبارہ قدم نہ رکھیں... اور وہ بیٹھے ہیں چہرے کا رنگ فق۔ اور وہ ڈبل منحوس بکواسی ایوگینی پاولووچ خود ہی بک بک کیے جا رہا ہے بے تکان کہ کسی کا ایک لفظ بولنا مشکل! اگر مجھے بات چیت کو ٹھیک ڈھنگ پر لے جانے کا موقع ملتا تو میں ساری بات اگلوا لیتی..."

اب ادھر دیکھئے پرنس کسی قدر زرد ہو کر گول میز کے گرد بیٹھا ہے۔ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بیک وقت دو طرح کے جذبات کی گرفت میں ہے ــــ انتہائی بے چینی بھی اور کبھی کبھی ایسا وجدان جو نا قابل بیان ہو۔ وہ اپنی نظریں اس کونے کی طرف اٹھاتے ہوئے ڈر رہا ہے جہاں دو سیاہ جانی پہچانی آنکھیں اسے انہماک سے دیکھ رہی ہیں۔ اس وقت کیسی بے اندازہ مسرت ان سب کے درمیان بیٹھنے سے ہو رہی تھی اور اتنی جلدی وہ اس مانوس آواز کو سن رہا ہوگا۔ اس کے اسے خط لکھنے کے بعد۔ "یا خدا! اب وہ کیا کہے گی!" اب تک پرنس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ اور ایوگینی پاولووچ کی بک بک کو سننے میں بھی سعی کرنا پڑ رہی تھی۔ وہ اس شام بڑا مطمئن تھا اور تپاک سے پیش آ رہا تھا۔ پرنس اسے سن تو رہا تھا لیکن کبھی کبھی ایک لفظ بھی اس کے پلے نہ پڑتا۔ ایوان فیودروویچ کے سوا سب حاضر تھے جو ابھی تک پیٹرسبورگ سے نہیں لوٹے تھے۔ پرنس ٹی۔ بھی وہاں موجود تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ چائے سے ذرا پہلے بینڈ سننے جانا چاہتے تھے۔ پرنس کے آنے سے قبل گفتگو شروع ہو چکی تھی۔ کولیا بھی جلدی کہیں سے آ نکلا۔ "مطلب یہ ہے، یہاں اس کی پہلے کی طرح آؤ بھگت ہوتی ہے" پرنس نے سوچا۔

یہ پان چین خاندان کا دیہاتی بنگلہ ایک ٹھاٹ دار جگہ تھی سوئیس شیلے [2] کی وضع کا، جس کے چاروں طرف خوبصورت پھولدار بیلیں لگی تھیں۔ وہ ایک دلکش ننھے چمن کے وسط میں بنا تھا۔ برآمدہ جہاں سب جمع تھے میٹکن کے برآمدے سے ملتا جلتا تھا بلکہ یہ زیادہ کشادہ اور خوشنما تھا۔

حاضرین میں سے اکثر بحث کے موضوع سے کوئی دلچسپی لیتے معلوم نہیں ہوتے تھے، جو شاید کج بحثی (کے سوا کچھ نہیں) آیا تھا۔ ہر کوئی اس موضوع کو بدلنے کا خواہش مند دکھائی پڑتا تھا۔ لیکن ایوگینی پاولووچ ایک ہی ضدی تھا، اس [illegible] کہ اس کی باتوں کا کیا اثر پڑتا ہے۔ پرنس کی آمد سے تو اس کی زبان کترنی سی چلنے لگی تھی۔ لیزاویتا

پروکوفیونا ناراض تھیں۔ اگرچہ وہ ہر بات کو جو کہی جارہی تھی سمجھ نہیں پارہی تھیں۔ اگلایا علیحدہ تقریباً ایک کونے میں چپ سادھے بیٹھی سن رہی تھی۔

''لیکن میں کہوں گا'' ایوگینی پاولووچ کسی قدر جوش سے احتجاجاً کہہ رہا تھا'' مجھے لبرل ازم پر کوئی اعتراض نہیں۔ وہ کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ کل کا ایک جزو ہے، جس کے بغیر وہ ٹوٹ کر گر جائے گا، بے جان ہو جائے گا۔ لبرل ازم کو قائم رہنے کا اتنا ہی حق ہے جتنا وضعدار قدامت پسندی کو۔ میں روسی قسم کی لبرل ازم پر حملہ کر رہا ہوں۔ اور میں اس لیے کہہ رہا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ جو روسی لبرل ہے، وہ روسی لبرل نہیں۔ بلکہ ایک غیر روسی لبرل ہے۔ لائیے ایک روسی لبرل کو اور میں آپ سب کے سامنے اس کا منہ چوم لوں گا!''

''ہاں، لیکن جب وہ آپ کو چومنے دے، تب نا!؟'' الیکساندرا ایوانوونا نے کہا جواب بپھر چکی تھی۔ اس کے گال پہلے سے زیادہ تمتما رہے تھے۔

''دیکھا'' لیزاویتا پروکوفیونا نے سوچا'' بس کھاتی پیتی اور پڑی سوتی رہتی ہے۔ کوئی اسے اٹھا نہیں سکتا۔ لیکن سال میں ایک آدھ بار جب وہ ایک دم حرکت میں آجائے تو سامنے والے کو ایک ہی وار میں ڈھیر کر دیتی ہے۔''

پرنس نے سمجھ لیا کہ الیکساندرا ایوانوونا نے ایوگینی پاولووچ کے اس سنجیدہ موضوع پر لاابالیانہ انداز گفتگو کو پسند نہ کیا۔ اس کے بناوٹی پرجوش لہجے میں مسخرا اوچھاپن ملا ہوا تھا۔

پرنس آپ کے آنے سے ذرا پہلے میں دعویٰ کر رہا تھا'' ایوگینی پاولووچ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا ''کہ اب تک ہمارے لبرل صاحبان سماج کے دو طبقوں سے آیا کرتے تھے ــــ سابق زمیندار طبقہ (جس کا اب انسداد ہو چکا) اور سمناریوں کا طبقہ۔ اور چونکہ یہ دونوں حکمراں طبقے اب دو واضح فرقوں میں تبدیل ہو چکے ہیں، قوم سے بالکل علیحدہ شکل میں پشت بہ پشت یہ علیحدگی بڑھتی جارہی ہے اس لیے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں، بالکل غیر قومی رہا ہے...''

''کیا؟ مطلب یہ کہ ہر چیز جو کی گئی ہے غیر روسی کہی جائے گی؟'' پرنس ش۔ نے اعتراض کیا۔

''غیر قومی! بھلے وہ روسی طرز میں ہی کیوں نہ ہو، وہ غیر قومی ہے۔ ہمارے لبرل روسی نہیں ہیں۔ نہ ہمارے قدامت پسند ہی۔ ان میں کوئی بھی نہیں۔ آپ پورا یقین رکھئے جو کچھ بھی زمینداروں اور سمناریوں نے کیا قوم اسے نہ تو آج مانے گی، نہ آگے چل کر!''

''بہت خوب! یہ پہیلیاں نہ بجھوائیے، اگر آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں۔ میں روسی زمیندار پر اس قسم کے حملے پسند نہیں کرتا۔ آپ خود ایک روسی زمیندار ہیں'' پرنس ش۔ نے جوش میں آکر اعتراض اٹھایا۔

''لیکن میں روسی زمیندار کا اس معنی میں ذکر نہیں کر رہا ہوں جو آپ کے ذہن میں ہے۔ وہ ایک باعزت حکمراں طبقہ ہے، اس کی وجہ صرف یہ سہی کہ میں بھی اس سے تعلق رکھتا ہوں۔ خصوصاً آج اس کا کیا موقع، جب وہ باقی ہی نہیں رہا...''

''لیکن کیا ہمارے ادب میں قومی نام کی کوئی چیز نہیں؟'' الیکساندرا نے دخل دیا۔

''میں ادبی فضیلت کا دعویٰ نہیں کرتا لیکن میرے خیال میں روسی ادب بھی لومونوسوف [3]، پوشکن اور گوگول [4]

کو چھوڑ کر بحیثیت مجموعی روسی نہیں رہا ہے۔"

"اولاً یہ بھی کافی سے زیادہ ہے۔ دوم ان میں سے ایک ادیب عوام میں سے تھا اور باقی دو زمیندار طبقہ سے آئے تھے" ادے لائیدانے ہنستے ہوئے کہا:

"بالکل ٹھیک۔ لیکن ابھی سے بغلیں نہ بجائیے۔ چونکہ یہ تین ہی روسی ادیب اب تک ہوئے ہیں جن میں ہر ایک کے پاس کہنے کے لیے ان کا اپنا کچھ تھا، انہوں نے کسی اور سے مانگے تانگے کا نہیں لیا، اسی لیے ان تینوں نے قومی کردار حاصل کیا۔ کوئی روسی جو خود اپنا لکھتا ہے یا کچھ کرتا ہے جو نہ تو الگ کیا جا سکے نہ مستعار لیا گیا ہو، لازمی طور پر قومی کردار حاصل کرتا ہے چاہے وہ کتنی ہی معمولی روسی کیوں نہ ہو بولتا ہو۔ میرے لیے یہ ایک مقولہ ہے۔ لیکن ہم ادب پر بات نہیں کر رہے ہیں، ہم سے سوشلسٹوں سے شروع سے کیا جہاں سے بحث چلی۔ ہاں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ روسی سوشلسٹ نام کی کوئی چیز نہیں۔ وہ کبھی نہیں رہے۔ کیونکہ ہمارے سارے سوشلسٹ بھی یا تو زمیندار طبقہ سے آئے ہیں یا سیناروں سے۔ ہمارے یہاں کے یا جو غیر ممالک میں ہیں سارے کٹر اور مشہور سوشلسٹ دونوں لبرل ہی تو ہیں۔ جو کیرے رکھنے والے زمینداروں سے ابھرے ہیں۔ آپ ہنس کیوں رہے ہیں؟ مجھے ان کی کتابیں، ان کے نظریے، ان کی خودنوشت دکھائیے اور ادبی نقاد نہ ہونے کے باوجود میں ایک بے حد معقول ادبی تنقیدی رسالہ لکھنے کا ذمہ لیتا ہوں، جس ناقابل تردید طور پر ثابت کروں گا کہ ان کی کتابوں، پمفلٹوں اور خودنوشتوں کا ہر صفحہ اول ایک سابق زمیندار کے قلم سے نکلا تھا۔ ان کا بغض وعناد، ان کا غصہ، ان کا مذاق سب میں زمیندار شرفا طبقے کی جھلک ہے (بلکہ قبل فاموسوف[5] زمانے کا)۔ ان کا سرور، ان کے آنسو حقیقی اور شاید پرخلوص بھی ہیں۔ لیکن وہ ایک ہی سرچشمے سے نکلتے ہیں — زمیندار طبقے سے، یا تو ان سے یا سیناروں سے... آپ پھر ہنس رہے ہیں؟ اور آپ بھی پرنس! آپ بھی مجھ سے اتفاق نہیں کرتے؟"

قہقہے بلند ہونے لگے اور پرنس بھی مسکرا رہا تھا۔

"میں یوں دوٹوک نہیں کہہ سکتا کہ آپ سے اتفاق کر سکتا ہوں یا نہیں" موخرالذکر نے کہا۔ اس کی ہنسی رک گئی۔ اور خود یوں چونک پڑا جیسے اسکول کا ایک لڑکا شرارت کرتے پکڑا جائے۔ "مگر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی باتیں سننے میں مجھے بے حد لطف آتا ہے..."

اس نے یہ ساری بات ایک سانس میں کہہ ڈالی۔ اس کے ماتھے پر ٹھنڈے پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔ یہ پہلے جملے تھے جو اس نے میز کے پاس بیٹھنے کے بعد کہے۔ اس نے اپنے اردگرد دیکھنے کی کوشش کی لیکن ہمت نہیں پڑی۔ الیگیئی پاولووچ اس کی کوشش کو بھانپ کر مسکرایا۔

"خواتین وحضرات! میں ایک حقیقت آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں" اس نے اسی انداز سے بیان جاری رکھا یعنی ظاہر میں تو وہی جوش و جذبہ لیکن پھر خود اپنے ہی الفاظ میں تمسخر کا پہلو۔ "ایک حقیقت جس کے مشاہدے بلکہ دریافت کا میں بلاشرکت غیرے دعویٰ کرنے کا حق رکھتا ہوں۔ بہرحال اس کے متعلق اب تک نہ کچھ کہا گیا ہے نہ لکھا گیا۔ حقیقت اس قسم کی روسی لبرل ازم کا جس کا میں ذکر کر رہا ہوں بذات خود نچوڑ ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ عام معنوں میں لبرل [illegible] حالات کے موجودہ نظام پر حملہ (وہ درست ہے یا غلط یہ دوسری بات ہے)، کچھ یوں ہی ہے نا؟ دیکھئے میری

حقیقت یہ ثابت کرتی ہے کہ روسی لبرل ازم موجودہ موجودہ نظام پر حملہ نہیں بلکہ بذات خود ہمارے کاموں پر، صرف نظم و ترتیب پر نہیں بلکہ خود ان باتوں پر۔ ایک حملہ جو روس کے نظام حالات پر نہیں بلکہ خود روس پر ہے۔ میرا لبرل اتنا آگے بڑھ گیا ہے کہ وہ خود روس کی نفی کرتا ہے۔ یعنی وہ خود اپنی ماں سے نفرت کرتا اور اسی پر وار کرتا ہے۔ کوئی بھی بد بخت و بہنگم روسی واقعہ اسے پھبتی کسنے کا ہی نہیں بلکہ لطف اٹھانے کا موقع دیتا ہے۔ اسے ہمارے قومی رسم و رواج سے، روسی تاریخ اور ہر اس چیز سے جس کا تعلق روس سے ہے، نفرت ہے۔ اگر اس کی تائید میں کچھ بولا جا سکتا ہے تو صرف اتنا کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کیا کر رہا ہے اور روس سے اپنی نفرت کو وہ بڑی ہی سود مند لبرل ازم سمجھتا ہے (آہ! ہمارے ملک میں آپ کی اکثر ایسے لبرل سے مڈبھیڑ ہوگی جس کی باتوں پر سب واہ واہ کرتے ہیں۔ لیکن جو بذات خود شاید سب سے بیہودہ، سب سے کند ذہن اور قدامت پرستوں میں سب سے خطرناک ہے۔ اور پھر بغیر ساری باتوں کو سمجھے ہوئے!)۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے تک ہمارے چند لبرل روس سے اس نفرت کو ملک سے سچی محبت سمجھتے رہے اور فخر کرتے تھے کہ وہ دوسروں سے بہتر جانتے ہیں کہ ایسی محبت کن چیزوں پر مشتمل ہونا چاہئے۔ فی الحال وہ زیادہ بیباک ہو گئے ہیں۔۔۔ ''ملک کی محبت'' جیسے فقرے سے شرمانے لگے ہیں جسے انہوں نے فضول اور تباہ کن بتا کر خارج کر دیا ہے۔ کون اس واقعے کو جھٹلا سکتا ہے؟ میں اس کی حمایت کرتا ہوں۔ بہر حال حق بات کھل کر، صاف گوئی سے جلد یا بدیر کہہ دینا چاہیے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ ایسی انہونی حقیقت ہے جو ازل سے کسی بھی قوم میں نہ کہیں واقع ہوئی نہ کسی نے دیکھی سنی۔ اس لیے میں مانے لیتا ہوں کہ یہ ہنگامی اور غالباً عارضی ہے۔ ایک لبرل جو اپنے وطن سے نفرت کرتا ہو مطلقاً کہیں پر موجود نہیں رکھتا۔ پھر ہمارے ملک میں اپنی موجودگی کا اس کے پاس کیا جواز ہے؟ اور کیا! بالکل وہی بات جسے میں نے پہلے کہا۔ ایک روسی لبرل اب تک روسی لبرل نہیں بن سکا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کے علاوہ کوئی اور تشریح ہو سکتی ہے۔''

''میرے خیال میں تم نے یہ سب کچھ مذاق میں کہا ہے!'' پرنس ش۔ نے سنجیدگی سے اعتراض کیا۔

''میں نے اب تک ہر چھاپ کا لبرل نہیں دیکھا اس لیے کوئی رائے نہیں دے سکتی'' الیکساندرا ایوانوونا نے کہا۔

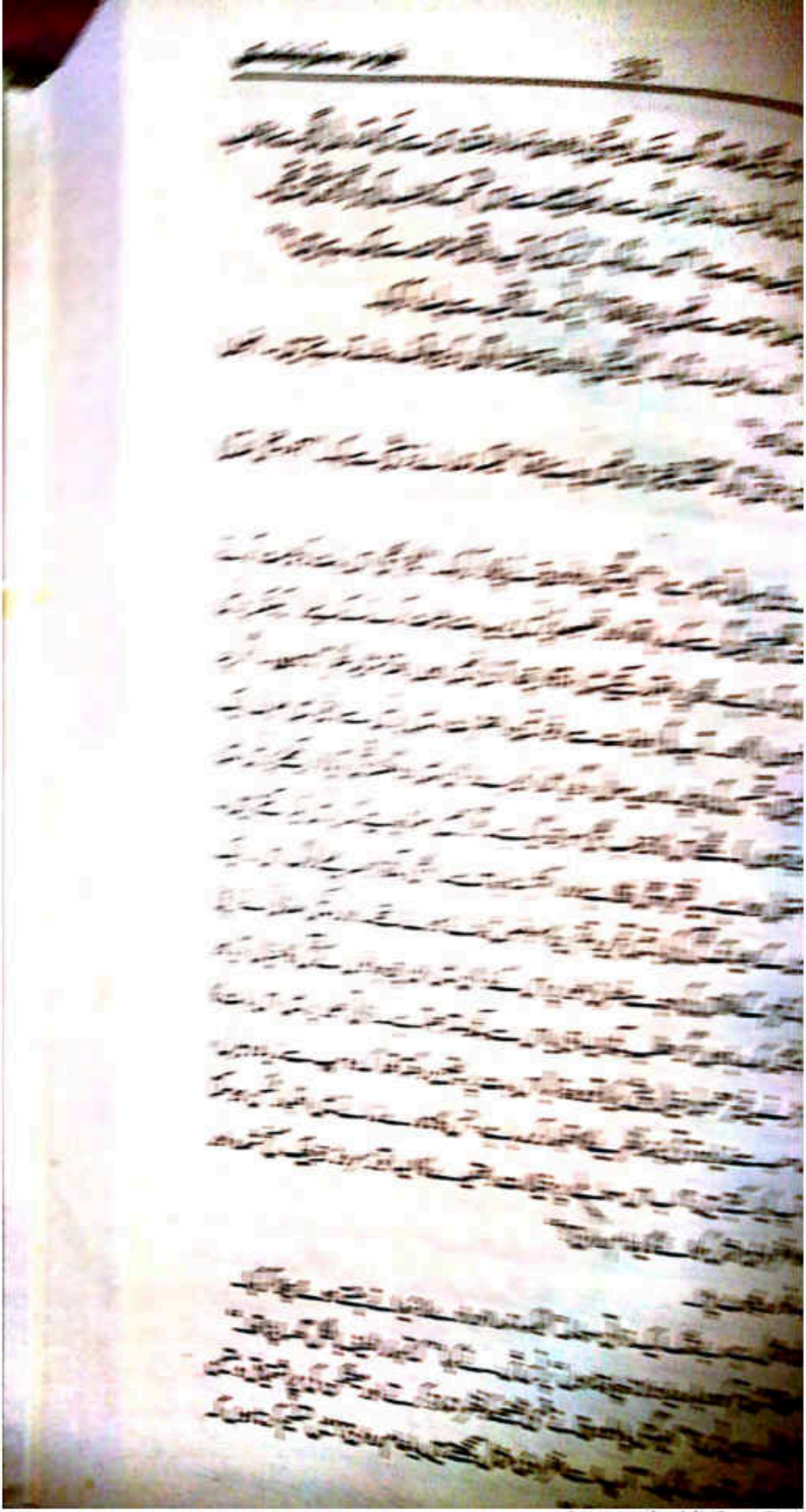
''مگر مجھے بڑا غصہ آیا آپ کا نظریہ سن کر۔ آپ ایک انفرادی مثال لے کر بیٹھ گئے اور اسے عام اصول بنا دیا۔ یہ افترا پردازی ہے!''

''ایک انفرادی مثال؟ ہاں! اب پتہ بات ہوئی'' ایوگینی پاولووچ نے کہا۔ ''پرنس بتایئے آپ کیا فرماتے ہیں یہ ایک انفرادی مثال ہے کیا؟''

''مجھے بھی اعتراف کرنا چاہیے کہ میں لبرلوں کے متعلق زیادہ واقفیت نہیں رکھتا آپ کی بات کسی حد تک درست ہے۔ وہ روسی لبرل ازم جس کا آپ نے ذکر کیا واقعی اس کا کسی قدر جھکاؤ خود روس سے نفرت پر ہے۔ محض یہاں کے حالات کے موجودہ نظام سے نہیں۔ بے شک اس میں جزوی صداقت ہے... اس کا اطلاق سب پر نہیں ہو سکتا...''

وہ اٹک گیا اور اپنی بات پوری نہ کہہ سکا۔ بے چینی کے باوجود اسے اس موضوع سے گہری دلچسپی ہو گئی تھی۔ یہ اس کی طبیعت کا خاصہ تھا کہ وہ گہرے انہماک سے ہمیشہ اپنی دلچسپی کی باتیں سنا کرتا اور زیر بحث سوالوں کے جواب دیتے وقت کبھی غیر معمولی بھولپن کا اظہار کرتا۔ اس کا چہرہ، اس کا انداز سب اس بھولپن کی گواہی دیتا اور ایک یقین جس میں

Scanned with CamScanner



Scanned with CamScanner

''نہیں یہ ایک انفرادی مثال نہیں ہے'' پرنس نے ایک دھیمی مگر جاندار آواز میں جواب دیا۔

''یا خدا۔ لیونکولائی وچ'' پرنس ش۔ کچھ چڑچڑے پن سے بولا ''دیکھ نہیں رہے ہیں، وہ آپ کو پھنسانے کی کوشش میں ہے؟ یہ سب مذاق ہے اور وہ آپ کو نشانہ بنا رہا ہے!''

''مجھے یوں لگا کہ ایوگینی پاولووچ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں'' پرنس نے سرخ ہو کر اپنی آنکھیں جھکاتے ہوئے کہا۔

''میرے پیارے پرنس'' پرنس ش۔ نے سلسلۂ کلام جاری رکھا ''ذرا یاد کیجیے تین مہینے قبل ہم دونوں کس بات پر گفتگو کر رہے تھے۔ ہم کہہ رہے تھے کہ ہماری نئی قائم کردہ عدالتوں میں بہت سے ممتاز اور خداداد صلاحیت کے وکیل صفائی تھے۔ ہمارے جیوریوں[6] نے کتنے ہی شاندار فیصلے دیئے۔ آپ کتنا خوش ہوئے تھے۔ اور اس وقت صرف آپ کو خوش دیکھ کر مجھے کتنی مسرت ہوئی تھی... ہم نے کہا تھا کہ ہمارے لیے یہ فخر کی بات ہے... ایوگینی پاولووچ نے بے شک جس بے ڈھنگی مدافعت اور عجیب استدلال کا ذکر کیا وہ ایک اتفاق تھا، ہزار میں ایک۔''

ذرا دیر سوچنے کے بعد پرنس نے جواب دیا جس کے انداز میں اعتماد تھا، گو آواز مدھم تھی اور کچھ دبی سی:

''میں صرف اتنا کہنا چاہتا تھا کہ خیال یا مفہوم کا ایک توڑ مروڑ (بقول ایوگینی پاولووچ) اکثر دکھائی دیتا ہے اور بدقسمتی سے یہ انفرادی مثال کے بجائے بہت عام ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر یہ توڑ مروڑ اتنا عام ہوتا تو شاید ایسے بھیانک جرائم نہ ہوتے جیسے یہ...''

''بھیانک جرائم! میں تو آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سے بھی زیادہ بھیانک جرائم ماضی میں کیے گئے ہیں اور ہمیشہ ہوتے رہے ہیں۔ صرف ہمارے ملک ہی میں نہیں بلکہ ہر جگہ ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں وہ ایک لمبے عرصے تک ہوتے رہیں گے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ پہلے لوگوں میں تشہیر کم ہوتی تھی جبکہ آجکل لوگوں نے ان کا چرچا شروع کر دیا ہے بلکہ آزادی سے ان کے متعلق لکھتے ہیں۔ اسی لیے ایسا لگتا ہے گویا ایسے مجرم ابھی ابھی ظاہر ہوئے ہیں۔ آپ تو غلطی کرتے ہیں ایک اناڑی کی طرح۔ پرنس میں آپ کو یقین دلاتا ہوں'' پرنس ش۔ نے تمسخرانہ مسکراہٹ سے کہا۔

''میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ماضی میں بھی بہت سے جرائم ہوئے ہیں جو اتنے ہی بھیانک تھے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے میں نے چند قید خانے دیکھے، وہاں بہت سے قیدیوں سے ملا۔ وہاں ان سے بھی زیادہ دہشت ناک مجرم ہیں جن کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ مجرم جنہوں نے بغیر پشیمانی کا ذرہ بھر احساس کیے درجن بھر قتل کیے۔ لیکن میں بتاتا ہوں کہ میں نے یہ بات دیکھی کہ وہاں کٹر سے کٹر اور حد درجہ شقی القلب قاتل بھی جانتا ہے کہ وہ مجرم ہے یعنی وہ اس کا شعور رکھتا ہے کہ اس نے بدی کی ہے۔ گو وہ کوئی پشیمانی مطلق محسوس نہیں کرتا۔ اور وہ سارے کے سارے ایسے ہی ہیں۔ پھر بھی ایوگینی پاولووچ نے جن کا ذکر کیا وہ اس بات کے لیے تیار ہی نہیں کہ انہیں مجرم سمجھا جائے اور یہ سوچتے ہی کہ انہوں نے جو کچھ کیا انہیں کرنے کا حق تھا۔ بلکہ انہوں نے درست کیا۔ یعنی کچھ اسی ڈھنگ سے سوچتے ہیں۔ میں نے جہاں تک سمجھا ہے اسی میں یہ افسوس ناک اختلاف ہے۔ ذرا غور تو کیجیے یہ سب نوجوان ہیں جو اس عمر میں بیکسی و مجبوری کی حالت میں بہت آسانی سے خیالات کی گمراہی کا شکار ہو سکتے ہیں۔''

Scanned with CamScanner

پرنس ش۔اب ہنس نہیں رہا تھا بلکہ بوکھلاہٹ سے پرنس کی باتیں سن رہا تھا۔ الیکساندرا ایوانوونا جو بہت دیر سے کچھ کہنا چاہتی تھی خاموش بیٹھی رہی جیسے کوئی زبردست خیال اسے روکے ہوئے تھا۔ ایوگینی پاولووچ پرنس کی طرف بڑی حیرت سے گھور رہا تھا اور اس بار بغیر تضحیک کی کسی جھلک کے۔

"آپ اس پر اتنے حیرت زدہ کیوں ہیں جناب عالی؟" لیزاویتا پروکوفیونا نے خلاف توقع کہا۔ "کیا آپ انہیں خود سے زیادہ احمق سمجھتے ہیں اور یہ کہ آپ کی طرح ان کو بحث و دلیل کرنا نہیں آتا؟"

"نا، نا۔ ایسی بات نہیں" ایوگینی پاولووچ نے کہا۔ "فقط یہ کہ ایسا کیوں ہوا پرنس (اس سوال پر مجھے معاف فرمائیں) کہ اگر آپ اتنی واضح طور سے معاملات کو دیکھ سکتے ہیں پھر ایسا کیوں ہوا (دوبارہ مجھے معاف فرمائیں) پچھلے دنوں... اس عجیب واقع پر... انہیں خیالات و اخلاقی عقائد کی گمراہی کو پہچاننے میں ناکام رہے جس میں ایک بردوفسکی نام کا شخص ملوث تھا۔ یہی نام تھا شاید؟ تقریباً بعینہ ویسی مثال تھی۔ میرا تاثر اس وقت یہ تھا کہ آپ کی نظر اس پر بالکل نہیں گئی۔"

"مجھے کہنے دیجیے جناب" لیزاویتا پروکوفیونا سے نہیں رہا گیا "ہم سب نے نوٹ کیا تھا اور اب یہاں، ان کے سامنے بیٹھے اپنی تعریف کر رہے ہیں اور انہیں آج ہی ان میں سے ایک کا خط ملا، وہ جوان کا سرغنہ تھا۔ وہ مہاسوں والا شخص۔ تمہیں یاد ہے؟ کیوں الیکساندرا! اس خط میں اس نے پرنس سے معافی مانگی ہے گو اپنے انداز سے اور کہتا ہے کہ اس نے اپنے دوست کا جو اس وقت اکسا رہا تھا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ یاد ہے تم کو؟ الیکساندرا؟ اسے اب پرنس پر زیادہ بھروسہ ہے۔ ہمیں اس طرح کا خط کسی نے کبھی نہیں لکھا گو ہمیں سکھانے کی ضرورت نہیں کہ پرنس کے سامنے کیسے اپنی ناک اونچی رکھیں!"

"اپولیت بھی ہمارے یہاں ٹھہرنے کے لیے چلا آیا ہے!" کولیا نے پکار کر کہا۔

"اچھا! کیا وہ پہنچ گیا؟" پرنس نے فکر سے پوچھا۔

"ہاں وہ ٹھیک اس وقت آیا جب آپ اور لیزاویتا پروکوفیونا چلے گئے تھے۔ میں اسے یہاں لے آیا ہوں۔"

"ہاں، میں شرط لگانے کو تیار ہوں" لیزاویتا پروکوفیونا بھڑکتے ہوئے چلائیں۔ وہ اس بات کو بالکل بھول گئیں کہ ابھی ابھی پرنس کی طرف داری کر رہی تھیں۔ "میں شرط لانے کو تیار ہوں کہ وہ کل اس فتنے کی اٹاری پر گئے تھے اور دوزانو ہو کر اس کی منت سماجت کی کہ وہ پاجی، خبیث ان کے پاس قیام کر کے ان کی عزت افزائی کرے۔ تم کل اس کے پاس گئے تھے، ہے نا؟ تم نے کل اعتراف کیا تھا۔ اب کہو کیا تھا کہ نہیں؟ اس کے سامنے دوزانو ہوئے تھے یا نہیں؟"

"نہیں انہوں نے ایسی کوئی بات نہیں کی!" کولیا چیخا۔ "اس کے برعکس اپولیت نے پرنس کا ہاتھ پکڑا اور دو مرتبہ اسے چوما۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اس طرح ان کی گفتگو ختم ہوئی۔ اس کے علاوہ پرنس نے اپولیت سے اتنا ضرور کہا تھا کہ وہ باہر کے بنگلے میں رہے گا تو سدھر جائے گا اور وہ فوراً راضی ہو گیا کہ جوں ہی اس کی طبیعت ذرا ٹھیک ہوئی وہ آ جائے گا۔"

"آپ کو یہ باتیں نہیں کہنی چاہئے کولیا..." پرنس اٹھتے ہوئے اور اپنے ہاتھ میں ٹوپی لیتے ہوئے بدبدایا۔

"پرنس تم کہاں چلے؟" لیزاویتا پروکوفیونا نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

Scanned with CamScanner

''پرنس! آپ پریشان نہ ہوں'' تپتا ہوا کولیا بولا۔ ''میں نہیں چاہتا کہ آپ وہاں جائیں اور اسے گھبرا دیں۔ وہ سفر سے آ کر سو رہا ہے۔ یہاں آنے پر خوش ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس سے آج نہ ملیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ کل تک انتظار کریں ورنہ وہ پھر پریشان ہو جائے گا۔ آج نہ ملیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ کل تک انتظار کریں ورنہ وہ پھر پریشان ہو جائے گا۔ آج صبح اس نے کہا کہ پچھلے چھ مہینے بعد آج خود کو اتنا بہتر اور تازہ دم محسوس کیا ہے۔ اس کی کھانسی بھی کم ہے۔''

پرنس نے دیکھا کہ اگلایا نے اچانک اپنی کونے کی جگہ چھوڑ دی اور میز کے قریب آ گئی۔ اسے اگلایا کی طرف دیکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ لیکن بڑا شدید احساس کیا کہ وہ اس وقت اسے گھور رہی تھی۔ شاید غصے سے سرخ ہو رہی تھی۔ بشرے سے معلوم ہوتا تھا کہ اس کی آنکھوں سے غالباً آگ برس رہی ہے۔

''میرا خیال ہے، کولیا صاحب کہ آپ کو اسے یہاں نہیں لانا چاہیے تھا کہ اگر آپ اس مدقوق لڑکے کا ذکر کر رہے ہیں جو اس شام پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا اور ہمیں اپنے جنازے میں شرکت کی دعوت دی تھی'' ایوگینی پاولووچ نے کہا۔ ''وہ برابر کے مکان کی دیوار کے بارے میں کس ذوق وشوق سے کہہ رہا تھا۔ یقین جانئے دیوار کی یاد اسے بری طرح ستائے گی۔''

''درست ہے۔ وہ تم سے لڑ بیٹھے گا، اور تمہارا ساتھ چھوڑ کر نکل جائے گا۔ یہ میرا دعویٰ ہے!'' لیزاویتا پروکوفیونا نے کہا۔ ایک شان کے ساتھ انہوں نے اپنے سینے پر دنے کا ڈبہ قریب کھینچ لیا، اس بات سے بالکل غافل کہ وہ سب چہل قدمی کی نیت سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

''مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہ اس دیوار کے متعلق کس طریقے سے شیخی بگھار رہا تھا'' ایوگینی پاولووچ نے سلسلۂ کلام جاری رکھا۔ ''اس دیوار کے بغیر وہ دھوم سے مرنے والا بھی نہیں حالانکہ اسے دھوم دھام والی موت کی آرزو ہے۔''

''تو اس سے کیا؟'' پرنس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''اگر آپ اسے معاف نہیں کرنا چاہتے تو اسے یوں ہی مرنا ہو گا... اس مرتبہ وہ یہاں درختوں کا منظر دیکھنے آیا ہے۔''

''اوہ اپنی طرف سے تو میں نے اسے بالکل معاف کر دیا، آپ اس سے یہ کہہ سکتے ہیں۔''

''اس کو اس طریقے سے نہیں سمجھنا چاہیے'' پرنس نے آہستہ آہستہ متامل آواز میں اٹکتے ہوئے کہا۔ اس کی نگاہیں فرش پر ایک جگہ ٹکی ہوئی تھیں۔ ''بہتر ہے کہ آپ اس کی معافی قبول کرنے پر راضی ہوں۔''

''مجھے اس سے کیا لینا؟ میں نے اس کے ساتھ کونسی زیادتی کی ہے؟''

''اگر آپ نہیں سمجھتے کہ... پھر... لیکن آپ یقیناً سمجھتے ہیں۔ چاہتا تھا کہ آپ سب کو دعائیں دے اور جواب میں آپ سب کی دعائیں لیتا جائے۔ بس اور کچھ نہیں...''

''میرے پیارے پرنس'' پرنس ش۔ نے کچھ تشویش سے کہنے میں جلدی کی اور حاضرین کی طرف اپنی نگاہوں سے دیکھا۔ ''ایک ارضی جنت حاصل کرنا بہت مشکل ہے گو اسے پانے کی آرزو آپ دل میں ضرور رکھتے ہیں۔ جنت ایک بڑا دشوار معاملہ ہے۔ پرنس جتنا آپ کے مہربان دل کو لگتا ہے اس سے کہیں زیادہ دشوار ہے یہ۔ بہتر ہوگا اس سلسلے کو یہیں ختم کر دیں ورنہ ہم بکھر الجھ جائیں گے۔ اور پھر...''

Scanned with CamScanner

"چلئے ہم بینڈ سنتے چلیں" لیزاویتا پروکوفیونا نے تیزی میں یک بیک اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔
سب ان کے پیچھے چل پڑے۔

(2)

پرنس دفعتاً ایوگینی پاولووچ کی طرف بڑھا۔
"ایوگینی پاولووچ" اس نے عجیب گرمجوشی سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "اطمینان رکھئے کہ ان ساری باتوں کے باوجود میں آپ کو ایک نہایت نفیس اور بے حد شریف انسان سمجھتا ہوں۔ یقین کیجیے میرے کہنے کا..."
ایوگینی پاولووچ حیرت میں واقعی ایک قدم پیچھے ہٹ گیا، وہ لمحہ بھر کے لیے زوردار قہقہہ لگانے کی ناقابل ضبط خواہش سے پنجہ آزمائی کر رہا تھا۔ ذرا کرنے پر اس نے دیکھا کہ پرنس اپنے آپ میں نہ تھے۔ بہرحال وہ عجیب ذہنی کشمکش میں دکھائی پڑتے تھے۔
"شرط لگاتا ہوں" وہ چلایا "کہ آپ اتنی ہی بات کہنا نہیں چاہتے تھے۔ اور شاید مجھ سے نہیں۔ لیکن کیا بات ہے؟ کیا آپ کی طبیعت ناساز ہے؟"
"ہوسکتا ہے، شاید بہت ممکن ہے۔ آپ نے بڑی ہوشیاری سے معلوم کرلیا کہ شاید آپ مطلق نہیں تھے جس کو میں مخاطب کرنا چاہتا تھا۔"
اس نے یہ بات ایک عجیب بلکہ مضحکہ انداز میں ہنستے ہوئے کہی۔ اور پھر ایک دم جیسے کسی جھونک میں پکار کر کہا:
"میرا تین دن قبل کا برتاؤ یاد نہ دلائیے! میں جانتا ہوں کہ یہ تینوں دن میں کیسی شرمندگی محسوس کرتا رہا ہوں... میں جانتا ہوں کہ قصوروار تھا..."
"لیکن... لیکن آپ نے کیا کیا جو آپ کے لیے تکلیف دہ ہو؟"
"میں دیکھ رہا ہوں، ایوگینی پاولووچ کہ آپ شاید میرے لیے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ شرمندہ ہیں۔ آپ شرما رہے ہیں اور یہ نیک دلی کی علامت ہے۔ میں فوراً چلا جاؤں گا، اس کا اطمینان رکھئے۔"
"وہ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ کیا ان پر اس طرح دورہ پڑا کرتا ہے؟" لیزاویتا پروکوفیونا نے گھبرا کر کولیا سے پوچھا۔
"فکر نہ کیجیے، لیزاویتا پروکوفیونا۔ کوئی دورہ نہیں آ رہا ہے۔ میں فوراً چلا جاؤں گا۔ میں جانتا ہوں مجھ پر قدرت کی مار پڑی ہے۔ میں چوبیس برس تک روگی رہا۔ اپنی پیدائش سے لے کر چوبیس برس تک اور جو کچھ ابھی کہہ رہا ہوں اسے یوں سمجھئے جیسے ایک بیماری آدمی کہہ رہا ہو۔ میں فوراً رخصت ہو جاؤں گا۔ آپ اطمینان رکھئے، فوراً۔ مجھے شرمانے کی کیا ضرورت۔ کیونکہ ایسی باتوں کے لیے شرمانا بھی عجیب ہوگا، ہے نا؟ لیکن سوسائٹی میں میرے لیے کوئی جگہ نہیں... یہ بات میں خود پسندی سے نہیں کہہ رہا ہوں... میں نے تینوں دن اس پر غور کیا ہے اور فیصلہ کیا کہ مجھے صاف صاف اور ایمانداری سے اپنے متعلق پہلی فرصت میں وضاحت کر دینا چاہیے۔ کچھ تصورات ہوتے ہیں، بلند تصورات جن کے متعلق مجھے کہنا نہیں ہے۔ کیونکہ مجھے یقین ہے آپ سب کو ہنسی آئے گی۔ پرنس ش۔ نے مجھے ابھی اس پر ٹوکا کہ میرے طور طریق بے ڈھنگے ہیں، اور مجھ میں اوچ نیچ کی سوجھ بوجھ نہیں۔ میرے الفاظ خیالات کو پہنچانے میں ناکام ہیں۔ بلکہ ان خیالات کے

لیے بھی ننگ ہیں۔اس لیے مجھے حق نہیں پہنچتا...علاوہ اس کے میں بے حد حساس ہوں۔میں...میں یقین رکھتا ہوں کہ اس گھر میں مجھے کوئی تکلیف دینا نہیں چاہے گا اور مجھے یہاں اتنا زیادہ پسند کیا جاتا ہے جس کا میں مستحق نہیں ہوں۔لیکن یہ بھی جانتا ہوں (اور بالکل یقین سے) کہ چوبیس سال کی بیماری اپنا اثر چھوڑے بغیر نہیں رہ سکتی۔ایک آدمی مجھ پر کبھی کبھی ہنسنے کے سوا اور کیا کر سکتا ہے...کیا ایسا نہیں ہے؟''

اس نے اردگرد یوں دیکھا جیسے وہ کسی جواب یا فیصلے کی توقع رکھتے تھے۔سب لوگ اس غیر متوقع، افسردہ کن اور بظاہر بے سبب جذبات کے طوفان پر الجھن میں کھڑے تھے لیکن اس طوفان سے ایک ایک عجیب قصہ نکل آیا۔

''یہ بات آپ یہاں کیوں کہہ رہے ہیں ان سب کو؟'' اگلایا معاً چلائی۔''آپ ان لوگوں سے کوئی کہہ رہے ہیں، ان سب سے؟''

وہ گویا ہیجانی اور انتہائی برہم تھی۔اس کی آنکھیں انگارہ ہو رہی تھیں۔پرنس اس کے روبرو کھڑا تھا، گنگ۔وہ یک بیک زرد پڑ گیا۔

''یہاں کوئی بھی ایسا نہیں جو آپ کے ان الفاظ کے لائق ہو!'' اگلایا برس پڑی۔''یہاں کوئی نہیں جو آپ کی چھنگلیا کے برابر ہو، نہ آپ کا سا ذہن، نہ دل! آپ کے اندر ان سب کو ملا کر بھی نسبتاً زیادہ دیانت و شرافت ہے۔ان سے کہیں اچھے ہیں، رحمدل اور ہوشمند! یہاں کچھ تو اس لائق بھی نہیں کہ جھک کر آپ کا رومال ہی اٹھا دیں جو آپ سے گر پڑا ہو...آپ انکسار کیوں کر رہے ہیں، خود کو کسی اور سے کمتر کیوں بنا رہے ہیں؟ آپ اپنے اندر کی ہر شے کو مسخ کیوں کر رہے ہیں، آپ اپنا سر اونچا کیوں نہیں رکھتے؟''

''میرے خدا۔یوں بھی ہو سکتا ہے، بھلا کسے گمان ہو گا؟'' لیزاویتا پروکوفیونا نے اپنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

''مرحبا، غریب سردار!'' کولیا نے خوشی سے نعرہ لگایا۔

''چپ رہو!..آپ کے گھر پر انہیں میری توہین کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟'' اگلایا اپنی ماں پر اسی ہیجانی کیفیت میں بھڑک اٹھی جو آس پاس والوں سے بے پروا ہو کر ہر رکاوٹ کو ٹھکرا دیتی ہے۔''آپ سب مجھے اتنی اذیت کیوں دے رہے ہیں، آپ میں سے ہر ایک؟ پرنس! آپ کی وجہ سے وہ مجھے ستا کیوں رہے ہیں ان تین دنوں سے؟ میں آپ سے شادی ہرگز نہیں کروں گی! چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے! اچھی طرح سمجھ لیجیے! یاد رکھئے! آپ جیسے مسخرے سے کون شادی کرنا چاہے گا؟ ذرا آئینے میں اپنی صورت تو ملاحظہ کیجیے۔جیسے آپ لگ رہے ادھر کھڑے ہوئے! کیوں، بھلا کیوں؟ یہ مجھے آپ سے شادی کرنے کی بات پر اتنا دق کیوں کرتے رہے ہیں۔آپ جانتے ہیں کیوں؟ آپ بھی ان سے ملے ہوئے ہیں!''

''کسی نے تمہیں نہیں ستایا!'' گھبرائی ہوئی ادے لائیدا بڑبڑائی۔

''کسی نے ایسی بات سوچی ہی نہیں۔نہ ہی اس بارے میں ایک لفظ کہا!'' الیکساندرا ایوانوونا چلائی۔

''اسے کون ستا رہا ہے؟ کب ایسا ہوا؟ ایسی بات کس نے اس سے کہی ہو گی؟ کہیں ہذیان کی حالت میں تو

Scanned with CamScanner

نہیں؟" لیزاویتا پروکوفیونا نے غصے سے کانپتے ہوئے سب کو خطاب کیا۔

"یہ سب لوگ ان تین دنوں سے یہی کہہ رہے ہیں۔ ہر ایک نے کہا ہے! میں ان سے شادی نہیں کروں گی، ہرگز ہرگز نہیں!"

جذبات کے طوفان کے بعد اگلایا کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار لگ گئی۔ رومال میں منہ چھپا کر ایک کرسی پر اس نے سر ٹیک دیا۔

"لیکن انہوں نے کبھی پوچھا بھی..."

"اگلایا صاحبہ، میں نے کبھی آپ سے شادی کی درخواست نہیں کی" پرنس نے اچانک کہا۔

"کیا؟" لیزاویتا پروکوفیونا نے یکبارگی حیرت و خفگی اور ہول سے چیخ کر پوچھا۔ "یہ سب کیا ہے؟"

انہیں اپنے کانوں پر بھروسہ نہیں رہا تھا۔

"میرا مطلب تھا... میں کہنا چاہتا تھا..." پرنس نے اٹکتی آواز میں کہا "میں صرف اگلایا ایوانوونا کو سمجھانا چاہتا تھا... اس بات کی صفائی کرنا چاہتا تھا... کہ میرا کوئی ارادہ نہیں تھا... شادی کے لیے ان کی رضا... ان سے التجا کرنے کا... کبھی بھی نہیں رہا... میں بالکل بے قصور ہوں! خدا کی قسم بالکل بے قصور۔ میں نے کبھی نہیں چاہا۔ نہ کبھی خیال آیا۔ میں کبھی چاہوں گا بھی نہیں۔ آپ خود جان لیں گی، اطمینان رکھئے! کوئی بدمعاش آپ کی نظر میں بدنام کر رہا ہے! کوئی پروا نہ کیجیے!"

ان الفاظ کے ساتھ وہ اگلایا کی طرف بڑھا، جس نے اپنے چہرے پر سے رومال ہٹایا، ایک چھچھلتی نظر پرنس کے سہمے ہوئے وجود پر ڈالی، اس کے الفاظ کا مطلب سمجھا اور قہقہوں کا ایک فوارہ ابل پڑا۔ اتنا ہشاش بشاش اور بے تحاشہ قہقہہ، اتنا عجیب و مضحک کہ ادے لائیدا ضبط نہ کر سکی خاص طور پر جب اس نے پرنس کی طرف دیکھا، وہ اپنی بہن کی طرف دوڑی، اسے اپنی بانہوں میں لے لیا اور اس پر بھی ہنسی کا دورہ پڑ گیا، ایک اسکولی لڑکی جیسا، اگلایا کی طرح ہشاش بشاش قہقہہ۔ پرنس نے ان کی طرف دیکھا تو وہ بھی یکایک مسکرانے لگا، خوشی اور طمانیت سے دوبار کہا "شکر خدا کا، شکر خدا کا!"

اس وقت الیکساندرا بھی کھل کر سب کی ہنسی میں شریک ہو گئی۔ ایسا لگا کہ ان بہنوں کے قہقہے کبھی تھمیں گے نہیں۔

"کیسی جنگلی لڑکیاں ہیں یہ تینوں!" لیزاویتا بیگم بڑبڑائی "پہلے تو ڈرا کر بدحواس کر دیتی ہیں اور پھر..."

لیکن پرنس ش۔ بھی اب ہنس رہا تھا۔ پھر ایوگینی پاولووچ بھی، پھر چلبلا کولیا بھی۔ پرنس بھی یہ سین دیکھ کر ہنستا رہا۔

"چلئے؟ ہم سب ہوا خوری کو چلیں!" ادے لائیدا پکاری "ہم سب چلیں گے اور پرنس کو تو چلنا ہی پڑے گا۔ آپ ہمیں کیسے چھوڑ کر چل دیں گے شریف آدمی؟ کیسے پیارے ہیں وہ اگلایا! کیوں ہے نا ماں؟ اور کیا۔ میں ان کو ایک بار پھر سے پا جاتی ہوں اور گلے لگانا۔ کیونکہ انہوں نے کس انداز سے ابھی ابھی اگلایا کو ساری باتیں سمجھائی ہیں۔ پیاری ممی! کیا میں انہیں چوم لوں؟ اگلایا مجھے اجازت دو کہ تمہارے پرنس کو چوموں!" شریر لڑکی چلائی۔ وہ واقعی لپکی اور پرنس کی پیشانی [illegible] اپنے ہاتھ میں لے کر اتنی زور سے دبائے کہ وہ تقریباً چلا اٹھی۔ بے پایاں مسرت کے ساتھ

اس کی طرف دیکھتے ہوئے پرنس نے اچانک جلدی سے اس کے ہاتھ اوپر اٹھا کر اپنے ہونٹوں سے لگائے اور تین مرتبہ چوما۔

''چلئے!'' اگلایا نے کہا۔ ''پرنس آپ میرے ہمراہ چلیں گے۔ کیوں ممی وہ منگیتر جس نے مجھے ٹھکرا دیا۔ آپ نے تو مجھے ہمیشہ کے لیے ٹھکرا دیا۔ ہے نا پرنس؟ نہیں نہیں یوں نہیں۔ کسی خاتون کی باہیں تھامنے کا یہ طریقہ نہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ کسی خاتون کے بازو میں بازو کس طرح ڈال کر چلتے ہیں؟ ہاں اب ٹھیک ہے! اب ہم دوسروں سے آگے آگے چلیں گے۔ کیا آپ دوسروں سے آگے آگے، تخلئے میں باتیں کرتے چلیں گے؟''

وہ بے تکان بولتی جا رہی تھی۔ اور بیچ بیچ میں قہقہے بکھیرتی۔

''شکر خدا کا! شکر خدا کا!'' لیزاویتا پروکوفیونا دھراتی رہیں۔ ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس بات کی تسکین محسوس کر رہی ہیں۔

''کتنے غیر معمولی حد تک عجیب لوگ ہیں!'' پرنس ش۔ نے ان لوگوں کی آشنائی سے اب تک شاید سو دیں بار سوچا۔ تاہم اسے یہ عجیب لوگ پسند آتے تھے۔ البتہ پرنس میشکن کے بارے میں اس کی پسند کچھ خاص نہیں تھی۔ پرنس ش۔ خیالات میں محو اور کسی قدر فکر مند تھا کہ سب ہوا خوری کے لیے روانہ ہو گئے۔

ایوگینی پاولووچ سب سے زیادہ شگفتہ نظر آ رہا تھا۔ عیش باغ کی طرف جاتے ہوئے اس نے الیکساندرا اور ادے لائیدا کو محظوظ کرنے کی پوری کوشش کی لیکن لڑکیاں اس کے لطیفوں پر اتنے زیادہ اشتیاق سے فرمائشی قہقہے لگاتی تھیں کہ اسے شبہ کی ایک پھانس چبھی کہ شاید وہ اس کی بات سنی ان سنی کیے دے رہی ہیں۔ اس خیال سے آخر اس نے کوئی خاص سبب ظاہر کیے بغیر اچانک بھرپور اور خلوص قلب سے قہقہہ داغ دیا (اسی قسم کا آدمی تھا وہ!)۔ دونوں بہنیں جو بہت ہی زندہ دل و خوش خرم دکھائی پڑتی تھیں اگلایا اور پرنس کی طرف بار بار سرسری نگاہیں ڈالتی جاتیں جو آگے آگے چل رہے تھے۔ ان کی چھوٹی بہن نے صریحاً ان کے سامنے ایک معمہ رکھ دیا تھا۔ ادھر پرنس ش۔ لیزاویتا پروکوفیونا کو متوجہ کرنے اور قطعی غیر متعلق معاملات پر گفتگو کرنے کی سخت کوشش کر رہا تھا، غالباً ان کے ذہن سے حالیہ واقعات ہٹانے کی غرض سے۔ بیگم جنرل کو اس نے بہت تنگ کر ڈالا تھا۔ ان کے خیالات بظاہر بالکل بے ترتیب تھے اور جوابات بھی بے ربط، کبھی کبھی تو وہ بھی نہ نکلتے۔ لیکن اس شام اگلایا ایوانووِنا کے معمے ختم نہیں ہو پائے۔ سب سے آخری تنہا پرنس کے لیے رکھا گیا۔ مشکل سے وہ لوگ بنگلے سے سو قدم گئے ہوں گے کہ اگلایا نے ایک تیز مگر دھیمی آواز میں اپنے خاموش ہمراہی سے کہا:

''آپ دائیں طرف دیکھ رہے ہیں؟''

پرنس نے دیکھا۔

''ذرا غور سے دیکھئے۔ آپ وہ پارک میں رکھے ادھر اس بنچ کو دیکھ رہے ہیں، ان تین بڑے درختوں کے قریب؟ وہ سبز بنچ!''

پرنس نے اثبات میں جواب دیا۔

''کیا وہ جگہ آپ کو پسند آئی؟ میں صبح سویرے کبھی کبھی وہاں جاتی ہوں، صبح سات بجے، جب سب پڑے

سوچتے ہیں اور تنہا بیٹھتی ہوں۔"

پرنس بدبدایا کہ ہاں، خوب جگہ ہے۔

"اور اب مجھے چھوڑ دیجیے۔ اب میں آپ کی باتوں نے سہارے نہیں چلنا چاہتی۔ یا بہتر ہو آپ میری باہیں تھام لیں۔ لیکن منہ سے ایک لفظ نہ نکالیں۔ میں اپنے ہی خیالات میں گم رہنا چاہتی ہوں۔"

یہ تاکید فضول تھی کیونکہ اس کے بغیر بھی پرنس راستے بھر غالباً ایک لفظ منہ سے نہ نکالتا۔ اگلایا کی زبان بچ کے بارے میں سن کر اس کا دل زور زور دھڑکنے لگا۔ لیکن کچھ سوچنے کے بعد اس مضحکہ خیز خیال کو شرمندگی کے ساتھ ذہن سے نکال دیا۔

یہ عام بات ہے، یا کم از کم جیسا کہ دور دور تک مشہور تھا کہ پاولوفسک کے عیش باغ میں اتوار کے علاوہ دنوں میں بھی جس قسم کے عوام دکھائی دیتے ہیں وہ اتوار یا کسی تہوار کی بہ نسبت "زیادہ منتخب و چیدہ" ہوتے ہیں، جب شہر سے آئے ہوئے "ہر قسم کے لوگوں" کی ریل پیل ہوتی ہے۔ عورتوں کے لباس سادہ مگر کافی ٹھاٹ دار ہوتے ہیں۔ بینڈ اسٹینڈ کے گرد جمع ہونا بھی ایک رواج ہے، جہاں بینڈ باجہ جو غالباً ہمارے ملک میں اس قسم کے بینڈوں میں بہترین ہے اپنا سنگیت پیش کرتا ہے اور تازہ ترین دھنیں بجاتا ہے۔ لوگوں کا رویہ مخصوص گھریلو ماحول یا دوستانہ بے تکلفی کے باوجود بڑا ہی شائستہ و مناسب رہا کرتا ہے۔ موسم گرما کے لیے آئے ہوئے لوگ اپنے ملنے والوں سے سلام دعا کرنے جاتے ہیں، بہت سے لوگ تو خاص اسی غرض سے ادھر آتے ہیں اور پورے خلوص کے ساتھ اس عمل سے راحت محسوس کرتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو صرف موسیقی کا لطف اٹھانے آتے ہیں۔ شور پکار، دنگے وغیرہ محض اتفاقی ہیں۔ گرچہ کبھی کبھی ہوتے رہتے ہیں۔ بلکہ اتوار کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی ہو جاتے ہیں۔ خیر، اس سے پاک ہونا بھی ممکن نہیں۔

اس قابل ذکر شام کو موسم بڑا فرحت بخش اور باغ میں خاصی بھیڑ تھی۔ بینڈ اسٹینڈ کے قریب کی ساری جگہیں پر تھیں۔ اس لیے ہماری ٹولی نے ذرا الگ باغ کے بائیں ہاتھ باہر والے دروازے کے قریب کرسیوں پر نشست جمائی۔ موسیقی اور ہجوم نے بیگم لیزاویتا کا دل کسی قدر خوش کیا اور لڑکیوں کی توجہ بٹ گئی جنہوں نے وہاں جان پہچان والوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے مسکرا کر آنکھوں اور سر کے اشارے سے سلام دعا کر لی۔ لوگوں کے لباس پر نظر ڈالی، کئی ایک عجیب وضع قطع پر تبصرہ اور تمسخر بھی کیا۔ ایوگینی پاولووچ بھی اپنے شناسائیوں سے بار بار جھک کر ملتا رہا۔ اگلایا اور پرنس اب تک ساتھ ساتھ تھے تو بعض لوگوں کی نظر ادھر اٹھتی تھی۔ جلد ہی کئی نوجوان ان کے شناسائی ان نوجوان لڑکیوں اور ان کی ماں سے ملے اور ان میں سے دو تین غپ شپ کے لیے وہیں ٹھہر گئے۔ یہ سب ایوگینی پاولووچ کے دوست تھے۔ ان میں ایک نوجوان افسر جو بڑا خوبرو، بہت زندہ دل اور باتونی تھا اگلایا سے گفتگو کرنے لگا جسے متوجہ کرنے کی اس نے بڑی کوشش کی تھی۔ اگلایا اس سے بڑی خوش اخلاقی سے پیش آئی۔ اور سارا وقت خوش دلی سے ہنستی رہی۔ ایوگینی پاولووچ نے پرنس سے نوجوان کا تعارف کرانے کی اجازت چاہی، پرنس مشکل سے سمجھ پایا کہ اس سے کیا کہا جا رہا تھا۔ لیکن تعارف ہو گیا اور دونوں نے سر جھکائے اور مصافحہ کیا۔ ایوگینی پاولووچ کے دوست نے کچھ پوچھا لیکن پرنس نے جواب نہ دیا۔ یا پھر منہ [illegible] جو اس کے سمجھ میں نہ آیا۔ اس لیے اس نے غور سے پرنس کی طرف دیکھا، پھر ایوگینی پاولووچ کی

طرف اچٹتی نظر ڈالی اور سمجھ گیا کہ موخرالذکر نے یہ تعارف پہلے سے کیوں کروایا۔ وہ پھیکی ہنسی ہنسا اور پھر اپنی توجہ اگلایا کی طرف پھیر دی۔ صرف ایوگینی پاولووچ نے دیکھا کہ اس موقع پر اگلایا ایکدم گلنار ہو گئی تھی۔

پرنس نے دھیان ہی نہ دیا کہ اور لوگ اگلایا سے باتیں کرنے اور رجھنے میں لگے ہیں، کبھی کبھی تو وہ اس بات سے بھی تقریباً غافل رہا کہ وہ اس کے برابر بیٹھا ہے۔ وہ کبھی چاہتا کہ کاش کہیں دور چلا جاتا، اس جگہ سے، جہاں وہ تھا غائب ہو جاتا۔ وہ کسی بے رونق ویران جگہ کو پسند کر لیتا جہاں وہ بالکل یکہ و تنہا اپنے خیالات میں مگن رہتا، کسی کو اس کا اتہ پتہ نہ ہوتا۔ یا کم از کم وہ اپنے گھر کے برآمدے میں ہی ہوتا۔ ان لوگوں کی بھیڑ سے الگ۔ لیبید یف بھی نہیں، نہ ہی بچے۔ وہ اپنے صوفے پر جا پڑتا، تکیوں میں اپنا چہرہ دھنسائے، اسی طرح دن بھر پڑا رہتا۔ پھر ساری رات اور دوسرے دن تک۔ دوسرے لمحوں میں اس کی محویت اسے پہاڑوں پر لے جاتی۔ خصوصاً ایک خاص مقام پر جسے وہ بڑے پیار سے یاد کرتا اور جہاں وہ شوق سے جایا کرتا جب وہ وہاں ٹھہرا تھا۔ نیچے اس نے دیہات کو دیکھا تھا۔ وہ آبشار جو بمشکل نظر آتا جب وہ ایک باریک جھرنا بن کر نیچے گرتا۔ وہ سفید بادل اور وہ پرانے قلعے کے کھنڈر۔ اس کی آرزو تھی کہ وہ وہاں پہنچ جائے، خود کو دوبارہ وہاں پائے۔ اور صرف ایک ہی بات کے متعلق سوچتا اور اپنی باقی زندگی کسی بھی چیز کے متعلق نہیں ــــ اور یہ ایک ہزار برس کے لیے کافی ہوتا! اگر اس کے گرد لوگ اسے فراموش بھی کر دیتے تو کیا فرق پڑتا۔ اور کتنا اچھا ہوتا کہ یہ لوگ اسے ملے ہی نہ ہوتے اور یہ سب کچھ نہ ہوتا، سوائے ایک خواب کے۔ بے شک کیا یہ بالکل ایک ہی بات نہ تھی؟ خواب اور حقیقت؟ کبھی کبھی وہ یکبارگی اگلایا کو گھورنے لگتا، اس کی آنکھیں اس کے چہرے پر ایک وقت میں پانچ منٹ تک گڑی رہتیں۔ مگر اس کی ٹکٹکی بڑی عجیب تھی۔ وہ اس کی طرف یوں دیکھتا جیسے وہ ایک ایسی چیز تھی جو ایک کوس دور واقع تھی، جیسے وہ گوشت پوست کی ہونے کے بجائے ایک تصویر تھی۔

''آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں پرنس؟'' اس نے دفعتاً سوال کیا، اپنے گرد لوگوں کی شگفتہ اور رنگین گفتگو کو توڑتے ہوئے۔ ''آپ مجھے ڈرا دیتے ہیں۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ میری طرف بڑھنا اور میرا چہرہ چھونا چاہتے ہیں تاکہ اپنی انگلیوں سے محسوس کر سکیں۔ یہ میری طرف اسی طرح دیکھ رہے ہیں ــــ ہے نا، ایوگینی پاولووچ؟''

پرنس نے یہ الفاظ نکلتے سنے، اسے حیرانی ہوئی کہ یہ کہے کیوں گئے۔ ایک لمحہ اس نے غور کیا، شاید اچھی طرح سمجھے بغیر کہ کیا کہا گیا لیکن کوئی جواب نہ دیا۔ پھر یہ دیکھ کر کہ اگلایا اور دوسرے سب ہنس رہے ہیں تو اس نے یک بیک اپنا منہ کھولا اور ان کی ہنسی میں شریک ہو گیا۔ قہقہے بلند ہونے لگے۔ وہ افسر جو طبعاً خوش دل تھا کھلکھلا کر ہنسنے لگا۔

''ایڈیٹ!'' اگلایا نے دفعتاً خفگی سے دل ہی دل میں کہا۔

''خدایا! کیا یہ ایسی ہے... کیا اس کا سر پھر گیا ہے؟'' لیزاویتا پروکوفیونا دانت پیستے ہوئے بڑبڑائیں۔

''اس کے مذاق کرنے کا طریقہ ہے۔ جیسے اس نے تب 'غریب سردار، کہہ کر کیا تھا'' الیکساندرا نے ان کے کان میں کہتے ہوئے سرگوشی کی۔ ''اور کچھ نہیں! وہ اپنے انداز میں انہیں سرزنش کر رہی ہے۔ ہاں اس مرتبہ وہ مذاق سے آگے نکل گیا ہے بند ہونا چاہیے می! تھوڑی دیر پہلے وہ مذاق کی ایکٹنگ کر رہی تھی اور ہمیں ڈرا رہی تھی...''

''یہ تو اچھی بات ہوئی کہ ایسے 'ایڈیٹ' کو نشانہ بنا رہی ہے'' ماں نے جواب میں کانا پھوسی کی۔ بیٹی کی رائے زنی

سے پھر بھی انہیں کچھ تسکین محسوس ہو رہی تھی۔

تاہم پرنس نے اس فقرے کو اتفاقاً سن لیا تھا اور وہ چونک پڑا۔ لیکن اس لیے نہیں کہ اسے احتیاط برتنے کا واقعے کو فوراً بھول گیا کیونکہ اس نے ہجوم میں کسی جگہ سے جہاں وہ بیٹھا تھا اس کے نزدیک ہی۔۔۔ وہ ٹھیک سے نہ بتا سکتا تھا۔۔۔ ایک تیزی سے سرکتے ہوئے چہرے کی جھلک دیکھی تھی۔ ایک زرد چہرہ اور کالے گھنگریالے بال۔ ایک بہت جانا پہچانا آشنا تبسم اور نظریں۔ ہو سکتا ہے اس کا تصور ہو۔ لیکن جس نے ایک زہر خند مسکراہٹ کا تاثر چھوڑا۔ وہ آنکھیں بھڑکدار سبز فلکائی پہنے بنا ٹھنا ایک نوجوان مرد جس کی جھلک اس نے دیکھی تھی۔ پرنس کو ٹھیک اندازہ نہ ہوا کہ وہ ہجوم میں غائب ہو گیا یا عیش باغ کی طرف کھسک گیا۔

لیکن ایک آدھ منٹ کے بعد اس نے پھرتی اور بے چینی سے اپنے اردگرد دیکھنا شروع کیا: وہ پہلا سایہ تھا جو ممکن ہے دوسرے کا پیش خیمہ ہو۔ ایسا ہونا تقریباً یقینی تھا۔ اس نے مڈبھیڑ کے اس امکان کو عیش باغ کی سمت روانہ ہوتے وقت کیسے نظر انداز کر دیا؟ یہ بھی سچ ہے کہ اسے اس بات کا پورا اندازہ نہ تھا کہ ہمیں کدھر جانا ہے۔۔۔ اس کی ایسی حالت تھی۔ اگر محویت کچھ کم ہوتی تو یا وہ گھنٹہ پہلے غور کیا ہوتا کہ اگلایا بھی بار بار اپنے اردگرد بڑی بے چینی سے اچٹتی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے اسے کسی چیز یا شخص کی تلاش ہو۔ جب اس کا تردد ظاہر ہو گیا تو اگلایا کی بے چینی و بے اطمینانی بھی بڑھی، اور پرنس نے پیچھے دیکھا تو اس بھی فوراً ویسا ہی کیا۔ جلد ہی ان کے اندیشوں کی وجہ ظاہر ہو گئی۔

بازو کے باہر جانے والے دروازے کے قریب سے جہاں پرنس اور سارا پان چین خاندان بیٹھا تھا یکا یک لوگوں کا ایک اچھا خاصا گروہ جن کی تعداد کم از کم ایک درجن ہو گی نمودار ہوا۔ آگے آگے تین عورتیں تھیں، جن میں دو بڑی انتہائی حسین تھیں اس لیے کوئی تعجب کی بات نہ تھی کہ کافی شیدائی ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ لیکن عورتوں اور ان کے شیدائیوں میں ایسا نرالا پن تھا کہ وہ بینڈ اسٹینڈ کے گرد لوگوں کے مجمع سے بے جوڑ لگ رہے تھے۔ انہیں جلد ہی ہجوم کے تقریباً سب لوگوں نے توجہ سے دیکھا۔ اکثر تو ایسے بن گئے کہ جیسے انہیں دیکھا ہی نہیں پھر بھی انہوں نے ان نوجوانوں میں سے چند کو ہنسنے پر مجبور کیا، جنہوں نے دبی زبان سے کچھ رائے زنی کی۔ انہیں نظر انداز کرنا مشکل تھا۔ وہ لوگ اپنی نمائش کرنے آئے تھے، زور زور سے باتیں کرتے اور ہنستے جا رہے تھے۔ غالباً ان میں سے بہت سے مدہوش تھے اگرچہ ان میں کچھ نفیس اور خوش وضع لباس میں بھی تھے۔ پھر کئی عجیب سنکی، عجیب لباس اور عجیب لال بھبھوکا چہرے۔ کئی ایک فوجی بھی تھے۔ کچھ اتنے کم عمر بھی نہ تھے اور کچھ سنجیدہ، خوش قطع، ڈھیلے ڈھالے کپڑوں میں بھی، کف کے بٹنوں اور انگوٹھیوں سے لیس، چمچماتی وگیں اور بالکل سیاہ رنگ کے گل مچھے، چہرے پر شرافت کے، مگر ساتھ ہی بیزاری کے آثار۔ تاہم سوسائٹی میں ایسے لوگوں سے یوں پرہیز کیا جاتا ہے جیسے پلیگ سے۔ وہ سوسائٹی جو پیٹرسبورگ کے نزدیک کی گرمائی صحت گاہوں میں رہتی ہے اس میں اکثر سخت محتاط اور بے حد معزز لوگ ہوتے ہیں۔ لیکن بے حد محتاط لوگ بھی اس خطرے سے محفوظ نہیں جب ایک چھجے کے نیچے سے گزرتے وقت کوئی اینٹ نکل کر ان پر گر پڑے۔ اس قسم کی اینٹ اب بینڈ اسٹینڈ کے گرد منتخب مجمع پر گرنے ہی والی تھی۔

پاولوفسک کے عیش باغ کے تختوں سے تین زینے نیچے بینڈ اسٹینڈ کے گرد کی نشستیں تھیں۔ یہ ٹولی جس کا ہم نے

ذکر کیا ان زینوں پر تھوڑی دیر کے لیے ٹھیری۔ لیکن عورتوں میں سے ایک نے آگے قدم بڑھایا، اس کے ساتھیوں میں صرف دو ہی جری نکلے جو اس کے نقش قدم پر چلے۔ ان میں سے ایک ادھیڑ عمر کا سیدھا سادہ آدمی، دیکھنے میں اچھا خاصا لیکن قطعی کنوارا لگ رہا تھا جسے دنیا میں کسی سے وابستگی نہیں ہوتی، یعنی ان میں سے ایک جو کسی کو نہیں جانتے مانتے نہ ہی انہیں کوئی جانتا مانتا ہے۔ دوسرا جو دیکھنے میں اوباش معلوم ہوتا تھا اور بے حد بدوضع و بداطوار۔ اس سنکی عورت کے پیچھے اور کوئی نہیں آیا جس نے سیڑھیاں اترتے وقت پیچھے دیکھا ہی نہیں یے اسے پرواہ نہ تھی کہ کوئی اس کے پیچھے آ بھی رہا ہے یا نہیں۔ وہ پہلے کی طرح زور زور سے ہنستی بولتی چلی آ رہی تھی، اس کے کپڑے قیمتی تھے اور خوش مذاقی کا نمونہ اگرچہ اس موقع کی مناسبت سے کچھ زیادہ ہی شاندار تھے۔ وہ بینڈ اسٹینڈ پار کر کے سڑک کی طرف بڑھی جہاں ایک پرائیویٹ گاڑی کسی کے انتظار میں کھڑی تھی۔

اسے دیکھے ہوئے پرنس کو تین مہینے کا عرصہ گزر چکا تھا۔ جب وہ پیترسبورگ آیا تھا تبھی وہ اس سے ملنے کا ارادہ کر رہا تھا لیکن وہ ہچکچاتا تھا، شاید کوئی پراسرار کھٹکا تھا۔ بہرحال وہ تصور نہ کر سکتا تھا کہ اس سے دوبارہ ملنے پر اس کا کیا تاثر ہو گا۔ اس نے ہچکچاتے ہوئے تصور کرنے کی کبھی کبھی کوشش ضرور کی تھی۔ لیکن ایک بات بالکل یقینی تھی کہ وہ اس ملاقات بڑی تکلیف دہ ہوگی۔ ان چھ مہینوں کے دوران کئی مرتبہ اس نے اس پہلی پہچانی کیفیت کو یاد کیا جو اس کے اندر اس عورت کے چہرے سے ابھری، جب اس نے صرف اس کی تصویر دیکھی تھی۔ اسے یاد آیا کہ اس میں بہت کچھ تھا جو تکلیف دہ تھا۔ بات میں ایک مہینہ بھر وہ جب اس سے روزانہ ملا کرتا اس کا اتنا خراب اثر پڑا کہ ان حالیہ واقعات کی کسی یاد سے پیچھا چھڑانے کے لیے اسے کبھی کبھی بڑی کشمکش کرنا پڑتی۔ اس عورت کے چہرے میں کوئی ایسی بات تھی جو اسے شدید ذہنی اذیت پہنچاتی تھی۔ رگوژین سے بات کرتے وقت پرنس نے اپنے احساس کی تشریح ایک بے پایاں رحم سے کی تھی اور یہ حقیقت تھی۔ تصویر میں بھی اس کا چہرہ دیکھ کر پرنس کا دل دردمندی کے حقیقی کرب سے بھر گیا تھا۔ اس مخلوق کے لیے دردمندی اور غم کا تاثر اس کے دل سے کبھی جدا نہ ہوا۔ اب بھی وہی حال تھا۔ بلکہ اب تو وہ اور پختہ اور راسخ ہو گیا تھا۔ وہ ہمیشہ رگوژین کے سامنے اپنے خیال کو ظاہر کرنے کے طریقے سے غیر مطمئن رہا۔ اور اب صرف اس کے یکا یک نمودار ہونے پر پرنس کو اندازہ ہوا، شاید ایک قسم کے فوری جذبے کے تحت، کہ رگوژین سے بات کرتے وقت اس کے الفاظ میں کاہے کی کمی تھی اور وہ تھی اس کے الفاظ میں دہشت کا اظہار، ہاں دہشت! اب اس وقت وہ اپنے ذاتی علم کی بنا پر اچھی طرح باخبر تھا اور پورا اعتماد کہ وہ عورت خبطی تھی۔ اگر کوئی شخص کے امکان کو دل میں جگہ دے سکے اور نا گہاں اسے زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھے، آہنی سلاخوں کے پیچھے، وارڈر کی لاٹھی کے نیچے، اس وقت اس کے دل پر جو گزرے گا اسی سے مشابہ اس لمحہ پرنس کی کیفیت تھی۔

''کیا بات ہے؟'' اگلایا نے تیزی سے سرگوشی کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا اور اس کے بازو کو بھولے پن سے کھینچا۔

پرنس نے اپنا سر اس کی طرف موڑا اور دیکھا، اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکا جو کسی سبب سے چمک رہی تھیں۔ کسی وجہ سے۔ اس نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن پھر اچانک گویا اسے اپنے ذہن سے خارج

کرتے ہوئے اپنی نظریں دائیں طرف پھیر کر اس اذیت رساں سائے کی طرف دیکھنے لگا۔ نستاسیا فلی پوونا اس وقت لوگوں کی کرسیوں کے قریب سے گزر رہی تھی۔ اس اثنا میں ایوگینی پاولووچ پرزور آواز میں جلدی جلدی الیکساندرا ایوانوونا سے کچھ کہہ رہا تھا جو اسے ازحد دلچسپ و پرلطف معلوم ہوئی۔ پرنس کو یاد آیا کہ اگلایا نے یکایک نیم سرگوشی میں چوٹ کی "کیسی ہے..."

اگلایا کا لفظ ناتمام اور مبہم رہا۔ اگرچہ کچھ نہ کہا لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ نستاسیا فلی پوونا جو اس طرح گزر رہی تھی جیسے اس نے خاص طور پر کسی کو نہ دیکھا ہو یک بیک ان کی جانب مڑی گویا اسی لمحے ایوگینی پاولووچ پر نظر پڑی ہو۔

"ہلو۔ یہ تو یہاں موجود ہے!" وہ پکاری اور وہیں ٹھہر گئی۔ "اس کا پتہ تو قاصدوں کی فوج بھی نہیں لگا سکتی اور یہ یہاں، جیسے ارادہ کر کے بیٹھا ہے۔ بھلا کس کو گمان ہوگا... ارے میں تو سمجھی تم وہاں ہو گے اپنے چچا کے پاس..." وہ بولتی گئی۔

ایوگینی پاولووچ سرخ ہو گیا، نستاسیا فلی پوونا کی طرف ایک قہر آلود نگاہ ڈالی اور جلدی سے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"کیا ہے تمہیں ابھی تک معلوم نہیں ہوا؟ ذرا دیکھنا، اس نے پہچانا تک نہیں! ارے اس نے اپنے آپ کو گولی مار لی! تمہارے چچا نے آج صبح ہی خود کو گولی مار لی! مجھے ذرا پہلے، دو بجے کسی نے بتایا۔ آدھے شہر کو خبر ہے۔ سرکاری خزانے کا ساڑھے تین لاکھ غائب ہے، کوئی کہتا ہے پانچ لاکھ۔ اور میں سوچتی تھی کہ وہ تمہارے لیے بہت بڑی دولت چھوڑ جائے گا۔ وہ سب مٹی میں مل گیا۔ سچ مچ بڑا اوباش اور بدچلن تھا بڈھا... اچھا، گڈ بائی۔ گڈ لک (good luck)! لیکن کیا تم شہر نہیں جاؤ گے؟ تمہیں جانا تو چاہیے۔ ہونا چالاک، کہ استعفی کے کاغذات ٹھیک وقت پر بھیج دیے! وہ بکواس! تمہیں پہلے سے علم تھا۔ شاید تمہیں کل ہی پتہ چل گیا ہوگا..."

اگرچہ گستاخی کے ساتھ یہ چھیڑ خانی، خان نہ پہچان اور ایسے بے تکلفی کا مظاہرہ اس میں کوئی شبہ نہیں ایک خاص مقصد کے تحت ہوا، تاہم ایوگینی پاولووچ نے پہلے سوچا تھا کہ اس اذیت دینے والی کو نظر انداز کر دے اور بالکل انجان بن جائے۔ نستاسیا فلی پوونا کے الفاظ بجلی بن کر گرے۔ چچا کی موت کی خبر سن کر وہ کاغذ کے تاؤ کی طرح پیلا پڑ گیا، خبر پہنچانے والی کی طرف بڑھا۔ بلکہ اسی لمحے لیزاویتا پروکوفیونا اپنی نشست سے ایکا ایک اٹھ کھڑی ہوئیں، اپنے گروپ کے تمام لوگوں کو اشارہ کیا اور ایسے بھاگیں جیسے دوڑ رہی ہوں۔ صرف پراس اس جگہ رہ گیا جیسے وہ تذبذب میں ہو۔ اکیلا ایوگینی پاولووچ وہاں کھڑا رہا، اس کے حواس درست نہیں تھے۔ یہاں چین خاندان ان سے بمشکل بیس قدم دور گیا ہوگا کہ یہاں ایک آفت برپا ہو گئی۔

فوج کا افسر، ایوگینی پاولووچ کا گہرا دوست، جو اگلایا سے گفتگو میں مصروف تھا انتہائی طیش میں آ گیا۔

"یہاں فقط ایک چابک کی ضرورت ہے۔ اس زبان دراز طوائف سے نپٹنے کا بس یہی ایک طریقہ ہے!" اس نے تقریباً بلند آواز سے کہا (وہ غالباً پہلے سے ایوگینی پاولووچ کا ہمراز تھا)۔

نستاسیا فلی پوونا جھٹ اس کی طرف مڑی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں، وہ ایک بالکل اجنبی نوجوان کی طرف لپکی جو اس سے دو قدم فاصلے پر کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں پتلی سی چھڑی تھی، اسے جھپٹ لیا اور اس خطاکار کے

چہرے پر پوری طاقت سے ہاتھ چھوڑ دیا۔ یہ سب ایک پل میں ہو گیا۔ فوجی افسر آپے سے باہر اسے مارنے کے لیے اچھل کر آگے بڑھا۔ نستاسیا فلی پووِنا کا کوئی ساتھی اس کے پاس نہ تھا۔ معزز دکھائی دینے والا ادھیڑ آدمی چھپت ہو گیا۔ اور لفے کی ترنگ میں جو آدمی تھا، کنارے کھڑا اونچی آواز میں ہنسنے لگا۔ لمحہ بھر میں اس جگہ پولیس آ گئی ہوتی لیکن اسی منٹ نستاسیا فلی پووِنا بری پھنستی اگر اسے انجانی کمک نہ مل جاتی۔ پرنس نے جو وہاں سے صرف دو قدم دور تھا اس افسر کے ہاتھ کسی نہ کسی طرح پیچھے سے پکڑ لیے۔ افسر نے خود کو پرنس کی گرفت سے چھڑانے کے لیے ایسا زور کا دھکا مارا کہ پرنس تین قدم پیچھے ایک کرسی پر جا گرا۔ اب نستاسیا فلی پووِنا کے دو طرفدار آگے آ چکے تھے۔ ان میں سے ایک اب افسر کے مقابل کھڑا تھا اور مکہ باز جس کے لکھے ہوئے مضمون سے قاری واقف ہے اور جو ایک مرتبہ رگوژین کے گروہ والے آدمی کی حیثیت سے روشناس ہو چکا ہے۔

''میرا نام کیلر ہے! میں ایک ریٹائرڈ سینیر لیفٹننٹ ہوں'' اس نے ڈھٹائی سے اپنا تعارف کرایا۔ ''کیپٹن آپ اگر صنف نازک کے بدلے میں دست بدست لڑائی کے خواہش مند ہوں تو میں حاضر ہوں مکے بازی کے انگریزی فن کے ساتھ۔ کیپٹن، ڈھکیلومت! آپ کی جان لیوا توہین پر مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ لیکن میں اجازت نہیں دے سکتا کہ آپ عورت ذات پر اپنے مکے کا استعمال کریں، وہ بھی کھلم کھلا، لوگوں کے سامنے۔ اگر آپ کوئی اور طریقہ پسند کرتے ہیں جو ایک عزت دار شریف آدمی کے شایان شان ہو، تو بے شک ــــ آپ سمجھ گئے ہوں گے کیپٹن...''

کیپٹن نے خود پر قابو پا لیا تھا، اب اس کی طرف مطلق توجہ نہ دی۔ عین اس وقت رگوژین ہجوم سے برآمد ہوا۔ نستاسیا فلی پووِنا کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور اسے ہٹا کر لے گیا۔ رگوژین خود بدحواس تھا۔ رنگ فق اور بدن میں تھرتھری۔ تاہم نستاسیا فلی پووِنا کو وہاں سے ہٹاتے وقت افسر کے منہ پر اس کا مذاق اڑاتے ہوئے ہنسا اور آہستہ سے ایک بازاری اکڑفوں سے کہا:

''اخ تھو! اچھا سبق ملا! منہ لال ہو رہا ہے۔ اخ تھو!''

کیپٹن جس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا اور اس بات سے بخوبی واقف کہ اسے کس قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑا ہے، پرنس کی طرف مڑا جو اپنی کرسی سے اٹھ چکا تھا اور اپنے گال پر رومال لگائے اس نے بڑے ادب سے کہا:

''پرنس میشکن، ہے نا؟ جن سے ملنے کا مجھے شرف ہوا ہے؟''

''وہ بالکل پگلی ہے! دیوانی! آپ یقین کیجیے!'' پرنس نے کپکپاتے لہجے میں کہا اور کسی وجہ سے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ اس کی طرف بڑھا دیے۔

''میں اس اطلاع پر ناز تو نہیں کر سکتا لیکن آپ کا نام ضرور جاننا چاہتا ہوں۔''

اس نے سر ہلایا اور چلا گیا۔ پولیس ٹھیک پانچ سیکنڈ کے بعد آئی جب اس واردات میں حصہ لینے والے آخری شریک بھی جا چکے۔ یہ سارا سانحہ دو منٹ سے زیادہ نہیں چلا۔ چند تماشائی اپنی کرسیوں سے اٹھ کر چل دیے۔ دوسروں نے [illegible] بعضوں نے اس تماشے سے خوب مزہ لیا، اور لوگ جو تھے انہوں نے بڑی دلچسپی ظاہر کی اور [illegible] ہو گئے۔ مختصر یہ معاملہ اس طرح ختم ہوا جیسا ان موقعوں پر ہوا کرتا ہے۔ بینڈ کے ساز پھر بجنے

گے۔ پرنس بھی پریشان چین کنبے کی طرف چل پڑا۔ اگر اسے اپنے بائیں طرف دیکھنے کا خیال آتا جب وہ اس کرسی پر ٹک گیا تھا جہاں وہ دھکیلا گیا تھا تو اس کی نظر اگلایا پر پڑتی جو وہاں سے بیس قدم دور ٹھیر کر سارا ہنگامہ دیکھ رہی تھی۔ اس کی ماں اور بہنیں آگے چلی گئیں تھیں اور وہاں سے اس کی خوش آمد کر رہی تھیں۔ پرنس ش۔ دوڑتے ہوئے اس کے پاس پہنچے اور بالآخر سے راضی کیا کہ وہ جلد نکل چلے۔ اس کی ماں نے بعد میں سوچا کہ وہ جب واپس آئی تو اتنی گھبرائی ہوئی تھی کہ شاید ہی اس نے انھیں بلاتے ہوئے سنا ہوگا۔ لیکن ٹھیک دو منٹ جب وہ پارک میں داخل ہو رہے تھے تو اگلایا نے حسب معمول اپنے اسی بے پرواٹھکے سے کہا:

"میں صرف یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ یہ سوانگ کس طرح ختم ہوتا ہے!"

(3)

باغ والے حادثے نے ماں بیٹیوں کے اندر دہشت بٹھادی۔ لیزاویتا پروکوفیونا بڑی گھبرائی ہوئی، بے چین اور پریشان سیدھے باغ سے دوڑتی ہوئی گھر پہنچی تھیں۔ ان کے پیچھے پیچھے ان کی لڑکیاں۔ اس واردات کو انہوں نے جس طرح دیکھا اس سے اتنا کافی آشکار ہوا کہ باوجود ابتری و دہشت کے ان کے ذہن میں چند واضح خیالات ابھر آئے۔ اس کے علاوہ یہ بات سمجھ میں آئی کہ معمول سے ہٹ کر کوئی بات ہوئی ہے اور شاید خوش قسمتی سے کوئی غیر معمولی راز افشا ہونے والا ہے۔ پرنس ش۔ کی پچھلی یقین دہانیوں اور صفائیوں کے باوجود ایوگینی پاولووچ "بے نقاب اور اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہو گیا تھا، اس کمینی سے اس کا رشتہ بھی سامنے آ گیا۔" بیگم لیزاویتا اور ان کی بڑی بیٹیوں نے یہی سوچا۔ اس نتیجے سے فائدہ یہ ہوا کہ معموں کا اس سے بھی بڑا ڈھیر لگ گیا۔ اگرچہ لڑکیاں اپنی ماں کے ہول اور ان کے اندھا دھند بھاگم بھاگ سے کسی قدر ناراض تھیں لیکن انہوں نے اس وقت جرأت نہیں کی کہ حواس باختہ حالت میں انہیں سوالات سے دق کریں۔ اس کے علاوہ یہ احساس بھی تھا کہ ان کی بہن اس معاملے کے متعلق ان کی ماں اور خود ان سے زیادہ جانتی ہوگی۔ پرنس ش۔ جو رات کی طرح تاریک دکھائی دے رہا تھا بڑا فکر مند تھا۔ بیگم صاحبہ نے گھر آتے ہوئے اس پر نہ توجہ کی نہ ہی ایک لفظ اس سے کہا۔ وہ بھی غالباً اس سے بے نیاز رہا۔ جب ادے لائیدا نے اس سے کچھ اگلوانا چاہا "کون سا چچا تھا اور پیتر سبورگ میں کیا ہوا تھا؟" اس نے ترشی سے ایک مبہم سا جواب دیا کسی سرٹیفکٹ کے کاغذات کے بارے میں اور یہ کہ سب محض بکواس ہے۔ "ہاں میں کیا شک ہے!" ادے لائیدا نے جواب دیا پھر کوئی سوال نہ کیا۔ اگلایا بالکل پرسکون رہی اور صرف اتنا کہا کہ وہ چلنے میں جلدی کر رہی ہیں۔ ایک بار پیچھے مڑ کر دیکھا کہ پرنس انہیں پکڑنے کے لیے تیزی سے چلا آ رہا ہے۔ وہ اس کی کوشش پر حقارت سے مسکرائی اور دوبارہ پلٹ کر نہیں دیکھا۔

بنگلے کے قریب پہنچ کر وہ جنرل سے دوچار ہوئے جو ابھی ابھی پیتر سبورگ سے لوٹے تھے اور ان کی طرف چلے آ رہے تھے۔ پہلا سوال جو انہوں نے چھیڑا وہ ایوگینی پاولووچ کے متعلق تھا۔ ان کی بیوی بغیر ان کی طرف دیکھے یا جواب سنے خصہ میں بھر گزر گئیں۔ لڑکیوں اور پرنس ش۔ کے چہروں نے ان پر فوراً واضح کر دیا کہ طوفانی بادل آ چکے ہیں۔ بلکہ خود اگلایا نے بھی اپنے بہنوئی سے بڑے اضطراب کا اظہار ہوتا تھا۔ انہوں نے فوراً پرنس ش۔ کا بازو تھام لیا، صدر دروازے کی پاس سے گزری کمسر پر کی اور اپنی پریشان صورت لیے برآمدے میں داخل ہوئے اور بیگم لیزاویتا کے کمرے میں

گئے جس سے یہ اندازہ ہوسکتا تھا کہ دونوں نے کوئی نہایت پریشان کن خبر سنی ہے۔ آہستہ آہستہ پوری جماعت بیگم صاحبہ کے اوپری منزل کے کمرے میں جمع ہوگئی۔ اور پرنس برآمدے میں تنہا رہ گیا۔ وہ ایک کونے میں بیٹھا گویا کسی چیز کا انتظار کر رہا تھا، بغیر سمجھے کہ وہ کیا چیز تھی۔ یہ بات اس کے ذہن میں آئی ہی نہیں تھی کہ وہ چلے جائے کیونکہ اس گھر میں افراتفری مچی تھی۔ وہ جیسے ساری کائنات کو بھول چکا تھا اور اس بات کے لیے بھی تیار تھا کہ دو برس تک جما بیٹھا رہے گا۔ اوپر سے ٹھیر ٹھیر کر پریشان کن آوازیں آرہی تھیں۔ وہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کتنے عرصے وہاں بیٹھا رہا، کافی دیر ہو چکی تھی۔ رات آگئی تھی جب اچانک اگلایا برآمدے میں آ پہنچی۔ وہ مطمئن مگر کسی قدر زرد دکھائی دے رہی تھی۔ جب اس نے پرنس کو دیکھا جسے یہاں ایک کونے میں بیٹھے دیکھنے کی اسے ''بظاہر امید نہیں تھی'' تو گویا حیرت سے مسکرائی۔

''آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟'' اس نے قریب آ کر پوچھا۔

پرنس اپنی الجھن میں کچھ بڑبڑایا، کرسی سے اچھل پڑا لیکن جب اگلایا فوراً اس کے برابر بیٹھ گئی تو اس نے بھی اپنی نشست سنبھالی۔ اگلایا نے ناگاہ غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا اور پھر نگاہیں کھڑکی کی طرف ہٹائیں جیسے وہ خالی خالی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ ''شاید وہ ہنس پڑنا چاہے گی'' پرنس نے سوچا ''لیکن نہیں، اس کا جی نہیں چاہتا۔ ورنہ ہنس پڑتی۔''

''شاید آپ چائے پینا پسند کریں گے؟'' کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔ ''میں کچھ رکھواتی ہوں۔''

''نا۔نا۔جی... مجھے نہیں معلوم۔''

''اچھا! یہ کیسے کہ آپ ایسی بات نہیں جانتے؟ اور ہاں سنئے۔ اگر کسی نے آپ کو ڈوئیل کے لیے چیلنج کیا تو آپ کیا کریں گے؟ میں آپ سے پہلے ہی پوچھنا چاہتی تھی۔''

''ہاں۔ لیکن کون؟ کوئی بھی شخص مجھے ڈوئیل کے لیے چیلنج نہیں کرنے والا۔''

لیکن فرض کیجیے کسی نے کیا۔ کیا آپ بہت خوفزدہ ہو جائیں گے؟''

''میرا خیال ہے۔ میرا خیال ہے میں ڈر جاؤں گا۔''

''واقعی! تو آپ بزدل ہیں؟''

''نا۔نا۔ شاید بزدل نہیں ہوں۔ بزدل وہ جو ڈر کر بھاگ جائے اور وہ جو ڈر جاتا ہے لیکن بھاگتا نہیں وہ بزدل کہاں ہوا؟'' پرنس نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور آپ بھاگیں گے نہیں؟''

''شاید میں نہیں بھاگوں گا'' اس نے کھل کر ہنستے ہوئے اگلایا کے سوال کا جواب دیا۔

''گو میں عورت ہوں لیکن میں ہرگز نہیں بھاگوں گی'' اس نے بھی کچھ خفگی سے رائے دی۔ ''لیکن آپ شاید مجھ پر ہنس رہے ہیں، آپ بن رہے ہیں جو آپ کی عادت ہے خود کو توجہ کا مرکز بنانے کے لیے۔ اچھا بتائیے ڈوئیل کی گولی بارہ قدم کے فاصلے سے چلائی جاتی ہے اور کبھی دس قدم سے ہے نا؟ تب تو اس کا یقینی انجام یا مارا جانا یا زخمی ہونا؟''

''میں سمجھتا ہوں ایسے ڈوئیلوں کی نوبت کم ہی آتی ہے۔''

Scanned with CamScanner

"کم کیسے؟ پوشکن [7] اسی میں مارا گیا!"

محض اتفاق کی بات ہو شاید۔"

"بالکل نہیں! وہ مرنے مارنے کا ڈوئیل تھا۔ اور پوشکن مارا گیا!"

"گولی اتنی نیچے سے گئی کہ دانستہ غالباً اوپر نشانہ لگا رہا تھا ان کے سینے یا سر پر۔ ایسی جگہ کا نشانہ نہیں لیا جاتا۔ اس لیے قیاس غالب ہے کہ مارا اتفاقی ہوگی۔ گولی خطا کر گئی۔ تجربہ کار لوگوں نے مجھے یہی بتایا ہے!"

"لیکن ایک سپاہی نے جس سے میں نے ایک دفعہ پوچھا تھا مجھے بتایا کہ گولی مارکا قاعدہ ہے کہ کسی پر بندوق چلانے کا حکم ہو تو جسم کے بیچوں بیچ شست باندھنا چاہیے۔ یہ اس کے الفاظ ہیں کہ جسم کے درمیانی حصے کا نشانہ لگایا جائے۔ مطلب کہ سر یا سینے کا نشانہ نہیں باندھتے بلکہ جسم کے وسطی حصے پر گولی چلاتے ہیں۔ پھر میں نے ایک فوجی افسر سے بھی پوچھا اور اس نے بتایا کہ ہاں، بالکل یہی۔ بالکل درست۔"

"درست ہے کیونکہ وہ لمبی مار سے بندوق چلانے کے لیے ہے۔"

"کیا آپ کو آتی ہے نشانہ بازی؟"

"میں نے کبھی گولی نہیں چلائی۔"

"کیا آپ کو پستول بھرنا بھی نہیں آتا؟"

"نہیں آتا، میرا مطلب ہے میں سمجھتا تو ہوں کہ کیسے بھرنا چاہیے لیکن خود کبھی بھرا نہیں!"

اس کا مطلب ہے آپ کو پستول بھرنا نہیں آتا کیونکہ اس کے لیے مشق کی ضرورت ہے۔ اچھا سنئے اور یاد رکھئے۔ (پہلے آپ کو اچھا سا پستول کا بارود خریدنا چاہیے جو گیلا یا نم نہ ہو کہتے ہیں کہ بالکل خشک ہونا چاہیے)، وہ باریک دانے دار ہونا چاہیے۔ آپ کو اسی قسم کا لینا چاہیے۔ وہ نہیں جو توپ میں استعمال ہوتا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ کس طرح لوگ خود اپنی گولیاں بنا لیتے ہیں۔ کیا آپ کے پاس پستول ہے؟"

"نہیں، اور مجھے ضرورت بھی نہیں اس کی!" پرنس کو ایک دم ہنسی آ گئی۔

"اوہ کیا بکواس ہے! آپ کو ایک عمدہ سا پستول خرید لینا چاہیے انگریزی یا فرانسیسی، کہتے ہیں وہ بہترین ہوتے ہیں۔ پھر ایک یا دو چمچی بھر بارود لے کر اس میں ڈالئے۔ بارود زیادہ ہو تو بہتر۔ پھر تھوڑے سے نمدے کی مدد سے اسے پورا ٹھونئے (کسی بنا پر نمدہ بہت ضروری ہے، ایسا کہتے ہیں)، آپ کسی گدے میں سے یا دروازے کی دراروں میں سے تھوڑا سا نمدہ آسانی نکال سکتے ہیں۔ پھر آپ اس میں گولی داخل کرتے ہیں۔ دھیان رکھئے۔ بارود پہلے اور گولی بعد میں۔ ورنہ وہ چلے گا نہیں۔ آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ میں چاہتی ہوں آپ روزانہ کئی بار نشانہ بازی کی مشق کیا کریں اور نشانہ پکا کر لیں۔ بولئے، کریں گے؟"

پرنس اس بات پر ہنس دیا۔ اگلایا نے چڑ کر اپنا پاؤں پٹکا۔ اس موضوع پر اس کی سنجیدگی سے پرنس کو کچھ اچنبھا سا خیال ہوا کہ اس کے متعلق تحقیق کرنا، اس سے کچھ پوچھنا چاہیے تھا، کوئی ایسی بات جو یقیناً پستول بھرنے کے طریقے سے زیادہ سنگین ہے۔ لیکن اب اس کے ذہن میں اس بات کے سوا اور کوئی جگہ نہ تھی کہ وہ سامنے بیٹھی تھی اور وہ اسے دیکھ رہا

تھا۔اس بات سے کیا سروکار کہ وہ اس لمحے کس بارے میں کہہ رہی تھی۔

آخر خود ایوان فیودرووچ نیچے اتر کر برآمدے میں آ گئے۔ وہ گھر سے باہر جا رہے تھے کے ساتھ، دل میں کچھ ٹھانے ہوئے۔

"ارے تم ہو؟ لیبیڈکن! لائی وچ! تم اب کدھر؟" انہوں نے پوچھا اور یہ بھی نہ دیکھا کہ لیبیڈکن ہٹنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ "میرے ساتھ آؤ۔ تم سے ایک بات ہو جائے۔"

"خدا حافظ" اگلایا نے اپنا ہاتھ پرنس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

اب برآمدے میں کافی اندھیرا چھا گیا تھا کہ پرنس اس کے خدوخال صاف طور سے نہ دیکھ سکے بعد جب وہ اور جنرل بنگلے سے نکل رہے تھے وہ یکبارگی سرخ ہو گیا اور دائیں ہاتھ کی مٹھی بھینچ لی۔

جنرل بھی اس سمت جانے والے تھے جدھر پرنس کو جانا تھا۔ اتنی رات ہونے پر بھی انہیں کسی سے کرنے کی جلدی پڑی تھی۔ اثنائے راہ میں وہ پرنس سے، عجلت میں، پریشانی اور بے ربطی سے گفتگو کرتے لیزاویتا پروکوفیونا کا نام زبان پر آتا۔ پرنس اگر توجہ سے سنتا تو قیاس کر سکتا تھا کہ ایوان فیودرووچ اس سے اگلوانا چاہتے ہیں۔ یا بہتر لفظوں میں یہ کہ اس سے کچھ پوچھنا چاہتے تھے مگر اپنے مدعا کا صاف اظہار بھی نہیں بدقسمتی سے پرنس ایسی بے خیال کے عالم میں تھے کہ پہلے تو اس نے کچھ سنا ہی نہیں کیونکہ جب جنرل اس کے سر پریشان کن سوال نے کر رک گئے تو اسے مجبوراً اعتراف کرنا پڑا کہ اس کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا تھا۔ جنرل نے اپنے جھٹک دیئے۔

"آپ سب کے سب عجیب لوگ ہو گئے، ہر لحاظ سے!" وہ پھر شروع ہو گئے "میں کہتا ہوں میں پروکوفیونا کے خیالات، ان کے اضطراب کو سمجھنے سے قطعی قاصر ہوں۔ وہ ایک ہیجان میں مبتلا ہیں، وہ رو دیتی ہیں۔ کبھی ہماری بڑی بے عزتی ہوئی۔ اس سے کتنی ندامت اٹھانا پڑی؟ کس سے؟ کیسے؟ کیوں اور کب؟ میں اقرار کرتا ہوں قصوروار ہوں (میں اسے تسلیم کرتا ہوں)، واقعی قصوروار لیکن وہ چھیڑ خانی... اس... اس... جھگڑالو عورت کی (جس کا رویہ معاملے میں ملامت کے قابل ہے) پولیس کی مدد سے روکنا چاہئے۔ جاتے جاتے میں اس سلسلے میں کسی سے ملوں گا مناسب کارروائی کی جائے۔ ہر چیز ہوشیاری اور شرافت بلکہ بھلمنساہت سے اور بلا ہنگامے کے، احتیاط سے رفع دفع کی جا سکتی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ مستقبل حادثات سے پر اور بہت سی باتیں تشریح طلب ہیں، اندر اندر کوئی سازش بھی ہوگی۔ لیکن اگر کوئی بات یہاں معلوم نہ ہو اور وہ لوگ ادھر بھی کچھ سمجھا نہ سکیں، اگر میں نے کچھ نہ سنا، نہ ہی آپ نے، نہ ہی تیسرے آدمی نے، نہ پانچویں یا چھٹے نے، پھر کس نے کیا سنا؟ میں تم سے پوچھتا ہوں یہ باتیں کیسے سمجھی جا سکتی ہیں؟ کیا ہے اس کے سوا کہ یہ معاملہ فرضی اور محض برائے نام کوئی چیز ہے، اس کا اصلی وجود تک نہیں جیسے مثلاً چاندنی... یا کوئی آسیب۔"

"وہ تو دیوانی ہے" پرنس بڑبڑایا۔ اس تازہ واقعہ کی ہر بات سوچ کر اسے تکلیف ہوئی۔

"میرا بھی یہی خیال ہے اگر تم اس کا ذکر کر رہے ہو۔ یہ خیال میرے ذہن میں بھی آیا اور سوچا کہ اس پر ایک

رات کی نیند حرام کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ لیکن اب میری سمجھ میں آیا اور جیسا دوسرے لوگ بھی اسے زیادہ صحیح سمجھتے ہیں، مانا کہ عورت دیوانی نہیں ہے۔ بدمزاج ہے، لیکن اس میں ہے بڑی چترائی۔ پاگل پن سے بہت دور۔ کپی تون الکسئی وچ کے ساتھ اس کا مکروہ رویہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے۔ یہ اس کی عیاری کا نمونہ تھا یعنی یسوعیوں کی طرح، کم از کم چالبازی تو ضرور تھی ایک خاص مقصد کے تحت۔"

"کس کپی تون الکسئی وچ کا آپ ذکر کر رہے ہیں؟"

"میرے خدا! ایوگولائی وچ! کیا تم سن نہیں رہے تھے۔ میں نے کپی تون الکسئی وچ سے ہی بات شروع کی تھی اور اس سے مجھے ایسا دھچکہ لگا کہ اب بھی سوچ کر سر سے پاؤں تک کانپ اٹھتا ہوں۔ اور اسی وجہ سے مجھے شہر سے آنے میں اتنی دیر بھی لگی۔ کپی تون الکسئی وچ رادوسکی، ایوگینی پاولووچ کے چچا۔"

"ایں!" پرنس چیخا۔

"صبح سویرے سات بجے خود کو گولی مار لی، ایک معزز ستر سالہ بوڑھے، ایک عیاش۔ لفظ بلفظ وہی جو اس نے کہا۔ سرکاری خزانے کی خاصی بڑی رقم غبن کی تھی۔"

"اسے کہاں سے..."

"کہاں سے جانا؟ حاحا! جونہی وہ اس طرف آئی پورا ہیڈ کوارٹر اس کے گرد بن گیا۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کیسے کیسے لوگ اس کے پاس آتے ہیں اور اس سے ملاقات کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ اسے کچھ باتیں ان ملنے والوں کی زبانی آسانی سے معلوم ہوئیں۔ سارے پیترسبورگ کو پہلے ہی اس کی خبر ہے۔ اور یہاں آدھا پاولوفسک یا شاید پورا پاولوفسک۔ اور پھر جیسا مجھے بتایا گیا کسی باریک چوٹ کی اس نے کمیشن کے استعفیٰ کے متعلق! میرا مطلب ہے کہ ایوگینی پاولووچ نے اپنے استعفیٰ کے کاغذات ٹھیک وقت پر بھیجے۔ کس بلا کی چوٹ! نہیں، اس میں پاگل پن کا شائبہ نہیں۔ میں تو، خیر، ماننے سے انکار کرتا ہوں کہ ایوگینی پاولووچ کو اس حادثے کا پہلے سے علم ہو چکا تھا۔ یعنی اس خاص دن اور ساتھ بجے صبح کے وقت وغیرہ کا۔ لیکن اسے پہلے سے اندیشہ البتہ رہا ہوگا۔ اور مجھے اور ہم سب کو، پرنس ش۔ کو بھی خیال تھا کہ بوڑھا اس کے نام میراث میں بڑی دولت چھوڑے گا! سخت افسوس ناک بات ہوئی! دیکھئے میں ایوگینی پاولووچ کو کسی بات کا الزام نہیں دے رہا۔ اور فوراً اس بات کی تردید کئے دیتا ہوں۔ پھر بھی یہ بات مشکوک ہے۔ پرنس ش۔ بھی بے انتہا ہکے بکے رہ گئے۔ یہ سب کچھ عجیب طور سے پھٹ پڑا۔"

"لیکن ایوگینی پاولووچ کے رویے پر شبہ کرنے کی کیا گنجائش ہے؟"

"مطلق نہیں! اس نے بے حد شریفانہ رویہ رکھا۔ میں کسی بات کی طرف بالکل اشارہ نہیں کرتا۔ میں تصور کرتا ہوں خود اس کی دولت جوں کی توں ہے۔ البتہ لیزاویتا پروکوفیونا کچھ سننے کو تیار نہیں... لیکن اصل بات یہ کہ یہ ساری خاندانی جھگڑا کریلو جھگڑے... بڑی مشکل ہے کہ کوئی موزوں لفظ ذہن میں نہیں آ رہا... ایوگولائی وچ تم حقیقی معنوں میں [illegible] دوست ہو اس لیے میں تم کو اعتماد میں لے کر کہتا ہوں، اب ذرا دیکھنا کو یقین نہیں آتا کہ ایوگینی پاولووچ [illegible] کی دولت کی تھی جسے گنتا ہے اس نے ٹھکرا دیا۔"

''نہیں نہیں ایسا نہ کہیے!'' پرنس نے پکار کر کہا۔

''کیا تم اس کے متعلق کچھ جانتے ہو؟ میرے عزیز دوست دیکھو!'' جنرل نے شدید حیرانی سے کہا، وہ وہیں کے وہیں کھڑے رہ گئے۔ ''شاید میں نے بھید کھول دیا بلا ارادہ اور بے احتیاطی سے، لیکن وہ... وہ صرف اس وجہ سے کہ تم کہا چاہئے ایک شریف مہذب انسان ہو۔ شاید تم کو اس کے متعلق کوئی خاص معلومات ہوں؟''

''میں اس کے متعلق، ایوگینی پاولووچ کے... کچھ نہیں جانتا، پرنس بدبدایا۔

''نہ میں جانتا ہوں میرے عزیز۔ مجھے تو وہ سب مردہ اور مدفون دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ یہ سمجھنے سے بھی انکار کرتے ہیں کہ ایک شخص کے ساتھ کتنی زیادتی ہوئی۔ اور میں اسے برداشت نہ کر سکوں گا۔ مجھے ابھی ایک وحشت ناک تماشا دیکھنا پڑا۔ اور سوچو میں یہ تم کو اپنے بیٹے کی طرح بتا رہا ہوں۔ اس پر طرہ یہ کہ اگلایا گویا اپنی ماں کا مذاق اڑا رہی تھی۔ یہ تو اس کی بہنیں تھیں جنہوں نے قیاس سے یہ بات بتائی اور خاصی معتبر بھی کہ وہ ایک مہینہ قبل ایوگینی پاولووچ کی شادی کی درخواست کو رد کر چکی ہے۔ لیکن مجھے تم سے کہنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے کہ وہ لڑکی کیسی خودسر، ضدی اور ہٹیلی مخلوق ہے! وہ ہر خوبی رکھتی ہے، دل و دماغ کی بڑی لاجواب خوبیاں — یہ سچ ہے۔ لیکن ساتھ ہی کتنا تلون، کتنی تحقیر! ایک لفظ میں وہ چڑیل ہے جس میں جھکی پن ہے اور اوپر سے واہیے۔ وہ اپنی ماں کی خودان کے منہ پر ہنسی اڑا رہی تھی۔ ساتھ ہی اپنی بہنوں اور پرنس ش۔ کی بھی۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مجھے بھی اپنا حصہ ملتا ہے۔ وہ ہمیشہ میرا مذاق اڑایا کرتی ہے۔ تاہم تم جانتے ہو میں اس سے محبت کرتا ہوں اس وقت بھی جب وہ میرا مذاق اڑاتی رہتی ہے اور میں سمجھتا ہوں اس لیے وہ چڑیل مجھ کو اوروں سے زیادہ چاہتی ہے، مجھے یقین ہے۔ اور میں شرط لگانے کو تیار ہوں کہ وہ تمہارا بھی کسی کسی بات پر مضحکہ اڑا چکی ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے بالائی منزل کے طوفان کے بعد میں نے اسے تم سے گفتگو کرتے دیکھا۔ وہ تمہارے پاس اس طرح بیٹھی تھی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔''

پرنس کے چہرے پر رنگ دوڑ گیا۔ اس نے اپنے دائیں ہاتھ کی مٹھی بھینچ لی لیکن کچھ نہ کہا۔

''میرے پیارے کرم فرما لیوٹولائی وچ!'' جنرل نے معاً گرمجوشی سے کہا۔ ''میں خود تم کو پسند کرتا ہوں اور لیزاویتا پروکوفیونا بھی (اگرچہ اس نے تم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا ہے اور تمہاری وجہ سے مجھ کو بھی۔ نہ جانے کیوں؟) ہم دونوں میں تمہارے لیے بے حد پُرخلوص محبت و عزت ہے۔ گرچہ ظاہر میں کچھ بھی ہو۔ لیکن تم مجھ سے اتفاق کرو گے میرے عزیز دوست اور تم کو اتفاق کرنا پڑے گا کہ اس سرد مہر ننھی دیدہ دلیر لڑکی کی پیچیدہ اور دق کرنے والی حرکتیں (کیونکہ وہ اپنی ماں کے سامنے انتہائی حقارت کے ساتھ ہمارے اور خاص طور پر میرے سوالات کا سامنا کر رہی تھی۔ خدا ستیاناس کرے، میرے سر میں سودا سمایا کہ گھر کے بزرگ کی حیثیت سے سختی برتوں، ہاں میری حماقت تھی وہ) اس بے مروت دیدہ دلیر لڑکی نے اچانک اعلان کیا ہمارا مذاق اڑاتے ہوئے کہ وہ 'خبطی' عورت (اس نے یہی لفظ کہا۔ اور مجھے حیرت ہے کہ وہ بھی اس لفظ کے استعمال میں تمہاری ہمزبان ہے: 'تم اب تک کیونکر اس بات کو سمجھنے میں ناکام رہے؟' وہ کہتی ہے) اس خبطی عورت کے سر میں سودا سمایا ہے کہ میری ہر قیمت پر پرنس لیوٹولائی وچ سے شادی کرا دے۔ اور اسی لیے وہ ایسی حرکتیں کر رہی ہے کہ ایوگینی پاولووچ کا ہمارے گھر سے پتہ کٹ جائے،... اس نے بس یہی کہا۔ کوئی تشریح نہیں کی۔ ٹھٹھا مار کر ہنسنے

گی۔ اور ابھی ہم ہکا بکا کھڑے تھے کہ وہ باہر نکل گئی اور دروازہ اپنے پیچھے کھٹ سے بند کر لیا۔ پھر مجھے تمہارے اور اس کے درمیان سے پہرو والی نوک جھونک بتائی گئی۔ اور... اور سنو میرے عزیز پرنس (تم بات بات پر روٹھنے والے آدمی نہیں ہو بلکہ بڑے سمجھدار۔ میں جانتا ہوں) لیکن برا نہ ماننا، اگر میں قسم کھا کر کہوں کہ وہ تمہارا مذاق اڑا رہی ہے۔ ایک بچکانہ حرکت ہے، تم کو اس پر خفا نہ ہونا چاہیے۔ کچھ ایسا ہی ہے۔ غلط مطلب نہ نکال لینا۔ تم کو بھی اپنے مذاق کا تختۂ مشق بنا لیا جیسے مجھے اور ہم سب کو بناتی ہے۔ اسے دوسرا کوئی کام تو ہے نہیں۔ اچھا خدا حافظ، تم ہمارے جذبات کو سمجھتے ہو؟ تمہارے بارے میں ہمارے پر خلوص جذبات؟ وہ اپنی مضبوطی سے قائم ہیں۔ کسی بھی حالت میں بدلیں گے نہیں... مگر... میں اب اس طرف جاؤں گا، اس لیے خدا حافظ۔ اتنی بے چین بوٹی میں کبھی نہیں تھا (ایسا ہی کہتے ہیں نا؟) جیسا اب ہوں.... یہ ہوئی ہماری باہر کے بنگلے کی زندگی!"

اس چوراہے پر تنہا کھڑے پرنس نے چاروں طرف دیکھا، تیزی سے راستہ پار کیا۔ قریب کے بنگلے کی روشن کھڑکیوں کے پاس آیا، کاغذ کے اس پرزے کو کھولا جسے ایوان فیودروویچ کی گفتگو سے ابتک اپنی دائیں مٹھی میں بھینچ رکھا تھا۔ کھڑکی کی مدھم روشنی میں اس نے ذیل کا پیغام پڑھا:

"میں کل صبح سات بجے پارک کے سبز بنچ پر رہوں گی اور آپ کا انتظار کروں گی۔ میں نے آپ کو وہ باتیں بتانے کا تہیہ کر لیا ہے جو نہایت اہم ہیں اور آپ سے براہِ راست تعلق رکھتی ہیں۔

"پس نوشت: مجھے امید ہے آپ یہ رقعہ کسی کو نہ دکھائیں گے۔ گو مجھے آپ کو اس طرح تاکید کرنے پر الجھن محسوس ہو رہی ہے، میرا فیصلہ ہے کہ آپ اسی لائق ہیں۔ آپ کی بے سروپا طبیعت پر شرم سے سرخ ہو کر آپ کو لکھا ہے۔

"پس نوشت: وہی سبز بنچ جو میں نے شام میں اشارے سے دکھائی تھی۔ توبہ — مجھے یہ بھی بڑھانا پڑا۔"

یہ رقعہ عجلت میں لکھا گیا تھا اور جیسے تیسے موڑا گیا تھا غالباً اگلایا کے برآمدے میں آنے سے ذرا پہلے۔ پرنس نے ایک ناقابلِ بیان گھبراہٹ سے جو خوف سے ملتی جلتی تھی، رقعہ کو دوبارہ مضبوطی سے ہاتھوں میں دبایا۔ اور کھڑکی سے یوں اچھل کر ہٹا جیسے ایک خوفزدہ چور۔ جیسے ہی وہ ہلا کہ ایک شخص سے ٹکرا گیا جو عین اس کی پشت پر کھڑا تھا۔

"میں آپ کا پیچھا کرتا رہا ہوں پرنس!" اس شریف آدمی نے کہا۔

"ارے آپ ہیں کیلر؟" پرنس تعجب سے پکارا۔

"میں آپ کی تلاش میں تھا۔ یہاں چین بنگلے کے باہر کھڑا انتظار کر رہا تھا۔ اندر نہ جا سکتا تھا۔ جب آپ جنرل کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے تو میں آپ کے پیچھے رہا۔ میں آپ کی خدمت کے لیے تیار ہوں پرنس۔ کیلر ہر مناسب حکم کے لیے تیار ہے، وہ ہر قربانی دے گا اور ضرورت پڑی تو آپ کے لیے جان بھی۔ دو

"لیکن — لیکن کس لیے؟"

"جانتے نہیں؟ ایک چیلنج دیا جائے گا یقیناً۔ وہ سبنیر لیفٹیننٹ مولوتسوف، میں اسے جانتا ہوں، مگر ذاتی طور پر نہیں... وہ کوئی توہین برداشت نہیں کرے گا۔ بے شک وہ رگوژین اور مجھ جیسے لوگوں کو کچرا سمجھتا ہے، وہی جانے۔ اب آپ ہی رہ جاتے ہیں جن سے وہ مواخذہ کرے۔ اس کا حساب چکانا پڑے گا۔ پرنس میں نے سنا وہ آپ کے متعلق پوچھ

کچھ کر رہا ہے۔ اس لیے اس کے دوستوں میں سے ایک یقیناً کل آپ کے پاس آئے گا۔ ہوسکتا ہے وہ آپ کا انتظار ہی کر رہا ہو۔ اگر آپ مجھے اپنا حامی چن کر مجھے نوازیں تو میں آپ کے لیے تخفیف پر معمولی سپاہی ہونا بھی گوارا کرلوں گا۔ پرنس۔ اسی لیے آپ کو ڈھونڈ رہا تھا۔"

"تو آپ بھی ڈوئیل کی بات کر رہے ہیں؟" پرنس نے کہا اور قہقہہ مار کر ہنسنے لگا جس سے کیلر کو بڑی حیرت ہوئی۔ وہ ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوگیا۔ کیلر جو پرنس کا جاں نثار ہونے کی پیشکش تک خود کو کانٹوں پر لیے پھر رہا تھا، اب پرنس کی اس بے اختیار ہنسی سے آزردہ ہوگیا۔

"لیکن آپ نے اس کے بازوؤں کو پکڑ لیا تھا، پرنس۔ یہ ایسی بات ہے کہ کوئی باعزت آدمی کھلم کھلا برداشت نہیں کرے گا۔"

"لیکن اس نے مجھے سینے پر دھکا دے دیا!" پرنس ہنستے ہوئے چلایا۔ "ہمیں اس پر لڑنے کی کیا ضرورت؟ میں اس سے معذرت کرلوں گا، بس۔ لیکن اگر ہمیں لڑنا ہی پڑا تو لڑیں گے بھی۔ اسے مارنے دو، میں چاہتا بھی ہوں کہ وہ گولی مار دے۔ ہا۔۔۔ ہا! اب میں جانتا ہوں پستول کس طرح بھرا جاتا ہے! آپ کو پستول بھرنا آتا ہے کیلر؟ پہلے تھوڑا سا بارود خریدتے ہیں، پستول کا بارود جو گیلا نہیں ہوتا۔ موٹے دانے کا نہیں جسے توپ میں استعمال کرتے ہیں۔ پھر پستول میں خوب بارود ٹھونستے ہیں، تھوڑا سا مدہ ایک دروازے سے نکال لیتے ہیں، اس کے بعد گولی بھری جاتی ہے۔ گولی کے بعد بارود نہیں ورنہ وہ نہیں چلے گا۔ سن رہے ہیں کیلر؟ کیونکہ وہ چلے گا نہیں! ہا ہا! کیا یہ نہایت عمدہ وجہ نہیں، کیلر میرے دوست؟ وہ کیلر! آپ جانتے ہیں میں آپ کو اسی وقت گلے لگا کر چومتا۔ ہا ہا! یہ کیونکر ہوا کہ آپ ایسے اچانک اس کے بالکل سامنے آکر کھڑے ہوگئے؟ آپ میرے ہاں شمپین پینے آیئے۔ جتنا جلد ہوسکے۔ ہم سب خوب مست ہوجائیں گے! جانتے ہیں میری شمپین کی ایک درجن بوتلیں لیبیدیف کے تہہ خانے میں رکھی ہیں، جو کسی طرح لیبیدیف کے ہاتھ لگ گئیں اور پرسوں ہی اس نے مجھے بیچی ہیں، جس دن میں نے اس کے گھر سکونت اختیار کی اس کے دوسرے دن۔ میں نے سارا اسٹاک خرید لیا۔ اپنے سب دوستوں کو مدعو کروں گا! کیا آج کی رات آپ سونے چل دیں گے؟"

"مجھے میں ہر رات کرتا ہوں پرنس!"

"تب تو چاہیے، آرام کی نیند سوئیے! ہا ہا!"

پرنس نے راستہ پار کیا اور پارک میں غائب ہوگیا کیلر کو چھوڑ کر جو ابھی تک مخمصے میں گرفتار تھا۔ پرنس کو اس نے اس عجیب موڈ میں نہ دیکھا تھا نہ ہی اس کا تصور کرسکتا تھا۔

"شاید انہیں بخار ہے کیونکہ وہ اعصابی مریض ہیں اور اس واقعے نے ان پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ لیکن وہ بزدلی تو ہرگز نہ دکھائیں گے، ایسے لوگ کبھی ایسا نہیں کرتے!" کیلر نے سوچا۔ "ہوں، شمپین! بہت پرکشش تجویز ہے۔ بارہ بوتلیں، پوری ایک درجن، کچھ برا نہیں، خاصا بھرپور اسلحہ خانہ۔ شرط لگاتا ہوں کہ لیبیدیف نے کسی سے رہن میں یہ بوتلیں دبائی ہیں ہونہہ! وہ نہایت شریف انسان ہیں، یہ پرنس! میں ایسے شخص کو بہت پسند کرتا ہوں، بے شک کرتا ہوں۔ اچھا اب وقت ضائع کرنے سے کوئی مطلب نہیں، اگر یہ شمپین کا ہی معاملہ ہے تو اب تو ہوگیا۔"

Scanned with CamScanner

بات حقیقت سے کچھ دور نہ تھی، بے شک پرنس کو تیز بخار چڑھا تھا۔

کچھ دیر تک وہ اندھیرے پارک میں بلا مقصد گھومتا رہا اور جب سدھ آئی تو خود کو ایک روش میں پایا۔ اسے یاد نہ تھا کہ اس روش کی پوری لمبائی کے اس نے کم از کم تیس چالیس پھیرے لگائے ہوں گے، ایک بنچ اور ایک پرانے پیڑ سے درخت کے درمیان جو ایک دوسرے سے سو قدم سے زیادہ دور نہ تھے۔ اگر وہ یہ یاد کرنا بھی چاہتا کہ پارک میں ٹہلتے ہوئے گھنٹہ بھر تک کیا سوچتا رہا تو یہ بھی اس کے لیے ناممکن ہوتا۔ پھر بھی اس نے کچھ سوچا اور یکایک کھلکھلا کر ہنس پڑا جبکہ ہنسنے کی فی الواقعہ کوئی وجہ نہ تھی۔ وہ اس خیال کو نہ روک سکا کہ کیلر ہی وہ تنہا شخص نہیں ہوگا جسے ڈوئیل کا خیال آیا ہو۔ اس لیے پستول بھرنے کا سبق بھی بالکل اتفاقی نہ رہا ہوگا۔ ''ہونھ'' وہ بلند آواز سے ہنکار کر معارک گیا کہ ہر اخیال سوجھا۔ ''میں جب برآمدے میں بیٹھا تھا وہ گھر سے نکلی اور مجھے واں پا کر نہایت حیرت زدہ ہوئی۔ پھر کس طرح اس نے پھر مجھے چائے پیش کی اور اس اثنا میں رقعہ سارا وقت اپنے ہاتھوں میں تھامے رہی۔ مطلب یہ کہ اسے معلوم تھا کہ میں واں موجود ہوں۔ تو پھر اس حیرت کا سبب؟ ہا۔۔۔ ہا!''

اس نے جلدی سے رقعہ اپنی جیب سے نکالا اور اسے چوما لیکن فوراً سوچنے کے لیے رکا۔

''کیسی عجیب بات ہے! کیسی انوکھی بات ہے!'' اس نے ایک منٹ بعد کسی قدر تاسف سے کہا۔ نہ جانے کیوں وہ اپنی خوشی کے لمحوں پر بھی ہمیشہ افسردہ خاطر ہو جایا کرتا۔ اس نے اپنے گرد و پیش غور سے دیکھا، حیران کہ وہ ادھر کہاں نکل آیا۔ بے حد تکان محسوس کرتے ہوئے وہ بنچ تک آیا اور بیٹھ گیا۔ ہر طرف گہرا سکوت اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ باغ کی بہتی ختم ہو چکی تھی اور پارک غالباً ویران تھا۔ ساڑھے گیارہ بجے کا وقت رہا ہوگا۔ وہ ایک پرسکون، گرم اور بے ابر رات تھی۔ اوائل جون کی مخصوص مثالی پیترسبورگ کی رات لیکن گھنے پارک کے درمیان کی سایہ دار روش بے حد تاریک تھی۔

اگر اس سے اس لحظہ کہا جاتا کہ وہ محبت میں، کسی کے بے پناہ عشق میں گرفتار ہو گیا تو وہ اس خیال کو حیرت سے رد کر دیتا بلکہ شاید غصے میں جھنجھلا دیتا۔ اور اگر کوئی یہ کہتا کہ اگلایا کا یہ پیام ایک عشقیہ خط تھا جو دیدار یار کے لیے لکھا گیا تھا تو وہ شرم سے پانی ہو گیا ہوتا۔ شاید وہ کہنے والے کو ڈوئیل کے لیے بھی چیلنج دے ڈالتا۔ وہ اس معاملے میں بے حد کھرا تھا۔ ایک لمحہ کے لیے بھی اس میں کوئی شک و شبہ تھا نہ ہی وہ دور کی سوچ کو گوارا کرتا کہ اس لڑکی کے اس سے محبت کرنے یا اس کے اس لڑکی سے محبت کرنے کے امکانات موجود ہیں۔ محبت کے امکان کا خیال، ''وہ بھی مجھ جیسے آدمی سے'' بڑا ہی وحشت انگیز تھا۔ اس کے تصور میں اگر کچھ تھا بھی تو وہ فقط اگلایا کا ایک خبط۔ ویسے اس نے اس خبط کو کوئی اہمیت نہیں دی جسے سرتاپا نظری سمجھتا تھا۔ وہ ایک بالکل مختلف خیال میں محو تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ مضطرب جنرل کے منہ سے جو بات نکلی کہ ایسا ہونا چاہیے۔ اس کے لیے اہم ترین بات یہ تھی کہ وہ کل صبح سویرے اگلایا سے ملنے والا ہے۔ اس کے برابر سبز بنچ پر بیٹھے گا۔ اسے اور کیا چاہیے۔ یہ سوال کہ وہ اس سے کیا کہنا چاہتی تھی اور وہ اہم مسئلہ جو اس کی ذات سے متعلق تھا جس کا ذکر اگلایا نے کیا تھا ایک دو بار اس کے ذہن میں آیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ ''اہم مسئلہ'' جس کے متعلق وہ بلوایا گیا تھا فی الحقیقت موجود تھا کہ اس پر غور کرنے اور سمجھنے کی قطعی خواہش اس نے محسوس نہ کی۔

راستے کے ریت اور کنکر پر قدموں کی چرمراہٹ سن کر اس نے اپنا سر اٹھایا۔ ایک شخص جس کے خدوخال تاریکی

میں دکھائی نہ دیتے تھے قریب آیا اور بنچ پر اس کے برابر بیٹھ گیا۔ پرنس جلدی سے اس کے قریب سرکا، اتنا نزدیک کہ اس سے تقریباً چھو گیا اور پہچانا کہ وہ رگوژین کا زرد چہرہ تھا۔

''میں جانتا تھا کہ تم ادھر ہی کہیں بھٹک رہے ہو گے۔ اسی لیے تمہیں ڈھونڈھنے میں مجھے زیادہ وقت نہیں لگا'' رگوژین اپنے بھنچے ہوئے دانتوں کے درمیان بڑبڑایا۔

ہوٹل کی غلام گردش میں مڈبھیڑ کے بعد یہ ان کی پہلی ملاقات تھی۔ رگوژین کے اچانک آ جانے پر متعجب پرنس کچھ عرصہ اپنے خیالات مجتمع نہ کر سکا، اس کا دل دوبارہ ایک کوفت سے دکھنے لگا۔ رگوژین بھی اس تاثر سے واقف تھا جو اس کے آنے سے پیدا ہوا۔ اگرچہ ابتدا خواہ مخواہ کی دراندازی اور بناوٹی بے تکلفی سے کی تھی پرنس نے فوراً سمجھ لیا کہ نہ تو اس میں بناوٹ تھی نہ ہی گھبراہٹ۔ اگر اس کی حرکات وسکنات یا گفتگو میں کوئی بے ڈھنگا پن تھا تو وہ سراسر اوپری تھا۔ اس آدمی کی روح میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

''تم نے کس طرح... مجھے یہاں ڈھونڈھ لیا؟'' پرنس نے صرف کچھ کہنے کی غرض سے پوچھا۔

''کیلر نے مجھے بتایا (میں تمہارے ہاں گیا تھا) کہ تم پارک میں گئے ہو۔ میں نے سوچا 'تو یہ بات ہے'۔۔۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا 'یہ بات ہے'۔'' پرنس نے چونک کر اس کے لفظ پکڑ لیے۔

رگوژین کھیس نکال کر رہ گیا اور کوئی صفائی نہ دے سکا۔

''مجھے تمہارا خط ملا، لیونکولائی وچ۔ تمہاری یہ کوشش فضول ہے... لہٰذا معاملے کو یوں ہی رہنے دیں۔ میں اس کے پاس سے آیا ہوں۔ وہ تم سے اسی دم ملنا چاہتی ہے۔ کچھ کہنا چاہتی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ آج رات اس سے جا کر ملو۔''

''میں کل آؤں گا۔ گھر جا رہا ہوں۔ کیا تم چل رہے ہو؟''

''میں کیوں آؤں؟ میں نے تم کو سب کچھ بتا دیا! خدا حافظ۔''

''کیا تم نہیں آؤ گے؟'' پرنس نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

''کیسے عجیب آدمی ہو تم لیونکولائی وچ۔ سچ مچ ہر ایک کو ششدر کر دیتے ہو۔''

رگوژین طنزیہ ہنسا۔

''کیوں؟ تمہیں مجھ سے ایسی کیا عداوت ہو گئی؟'' پرنس نے کچھ افسردگی اور جوش سے پوچھا۔ ''اب تم نے اچھی طرح جان لیا، تمہارے سارے شک وشبہے جھوٹے نکلے۔ ضمناً مجھے اس بات کا یقین تھا کہ تمہاری عداوت نہیں گئی۔ جانتے ہو کیوں؟ وہ اب بھی قائم ہے کیونکہ تم نے میرے خلاف ہاتھ اٹھایا۔ لیکن میں کہتا ہوں میں اسی پر فیون رگوژین کو جانتا ہوں جس سے میں نے اس دن صلیبوں کا تبادلہ کیا تھا، بھائی بندی کی قسم کھائی تھی۔ کل کے خط میں جس کا میں نے ذکر کیا تھا تا کہ تم اپنے دماغ سے وہ سارے وسوسے نکال دیتے اور دوبارہ مجھ سے ذکر نہ کرتے۔ تم مجھ سے بھاگتے کیوں ہو؟ مجھ سے ہاتھ ملانے میں جھجکتے کیوں ہو؟ میں تمہیں بتاؤں کہ جو کچھ اس وقت ہوا وہ ایک قسم کا اعصابی بخار تھا۔ میں اب خوب واقف ہوں اس دن تم پر کیا گزر رہی ہو گی جیسے کہ خود سے واقف ہوں۔ اس وقت تم نے جو تصور کیا اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا اور نہ کبھی رہا ہو گا۔ تو ہم دونوں کے درمیان عداوت کیوں رہے؟''

Scanned with CamScanner

"تم میں کیسی عداوت رہنے والی؟" رگوژین نے پرنس کے فوری پر جوش الفاظ کے جواب میں دوبارہ ہنستے ہوئے کہا۔ وہ واقعی پرنس سے الگ الگ، کئی قدم دور کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ اس کی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

"میرے لیے مناسب نہ ہوگا کہ فی الوقت تمہارے گھر چلوں، لیونکولائی وچ" اس نے آہستہ آہستہ مختصر اً بات ختم کی۔

"تم مجھ سے اس حد تک نفرت کرتے ہو؟"

"میں تم کو ناپسند کرتا ہوں، لیونکولائی وچ! پھر میں کیوں تمہارے گھر آؤں؟ تم بالکل ایک بچے کی طرح ہو: کھانے کو جی چاہا اور بس فوراً ملنا چاہیے۔ لیکن معاملے کی ذرا بھی سوجھ بوجھ تم میں نہیں۔ فقط وہی دھرار ہے ہو جو تم نے خط میں لکھا۔ لیکن کیا میں تمہارا اعتبار نہیں کرتا؟ میں تمہارے کہے ہوئے ہر لفظ پر یقین رکھتا ہوں اور جانتا ہوں تم نے مجھے کبھی دھوکہ نہیں دیا نور کبھی دو گے۔ پھر بھی میں تم کو ناپسند کرتا ہوں۔ تم لکھتے ہو کہ ہر بات دماغ سے نکال دی ہے اور صرف وہ رگوژین یاد ہے جس نے تم سے صلیبوں کا تبادلہ کیا تھا۔ وہ رگوژین نہیں جس نے تمہارے اوپر خنجر اٹھایا تھا۔ لیکن کیا تم میرے جذبات کو حقیقتاً جانتے ہو؟ (یہاں رگوژین پھر جھوٹی ہنسی ہنسا) شاید میں نے اپنے عمل پر ذرا بھی ندامت ظاہر نہیں کی تاہم تم نے اپنی برادرانہ معافی بھیج دی۔ شاید میں اس شام اس سے بالکل مختلف بات سوچ رہا تھا۔ لیکن اس کے متعلق..."

"تم سوچنا بھی بھول گئے!" پرنس نے اس کی طرف سے بات پوری کی۔ "اور کیا ہو سکتا ہے! میں تم سے شرط لگاتا ہوں کہ تم نے سیدھے پاولوفسک کے لیے ٹرین پکڑی اور یہاں موسیقی سننے آئے تاکہ اس طرح اس کا تعاقب کرو اور جہنم میں اس کی جاسوسی بھی۔ جیسا آج تم نے کیا۔ کیا تم سمجھتے ہو میں ذرا بھی متعجب ہوں؟ اگر تم اس حالت میں نہ ہوتے کہ صرف ایک ہی بات تمہاری سوچ میں چھائی رہتی تو شاید مجھ پر اپنا خنجر نہ اٹھاتے۔ اس دن صبح سے ہی جب میں نے تمہاری طرف دیکھا تھا میرے دل کو دھڑکا لگا تھا۔ کیا تم نے پوری طرح اندازہ کیا تم کس حال میں تھے؟ جب ہم صلیبوں کا تبادلہ کر رہے تھے اس وقت میرے ذہن میں شک و شبہ رہا ہوگا۔ اور ایسا کرتے وقت تم مجھے بوڑھی خاتون کے پاس کیوں لے گئے تھے؟ کیا تم نے سوچا تھا کہ تمہارا ہاتھ اس سے رک جائے گا؟ نہیں، تم نہیں سوچ سکتے ہو گے۔ لیکن تم نے ویسا ہی محسوس کیا جیسا میں نے۔ ہم دونوں نے اس لمحہ یہی محسوس کیا۔ اگر تم نے اس وقت میرے خلاف ہاتھ نہ اٹھایا ہوتا (جسے خدا نے پھیر دیا) میں تمہاری نظروں میں ایک کیا ہوتا؟ بہر حال میں نے تم پر شبہ کیا۔ اس لیے ہم دونوں میں دراصل گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ (اس لیے ہم دونوں میں دراصل گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔ (اس طرح ناک بھوں نہ چڑھاؤ، تمہیں مجھ پر ہنسنے کی بھی ضرورت نہیں۔) تم کہتے ہو تم نے ندامت ظاہر نہیں کی اور اگر تم چاہتے بھی تو غالباً ظاہر نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس کے علاوہ تم مجھ سے نفرت کرتے ہو۔ اگر میں تمہارے سامنے ایک فرشتے کی طرح معصوم و پاک بھی رہا تو تم مجھے کبھی گوارا نہیں کرو گے جب تک تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ تم سے نہیں مجھ سے محبت کرتی ہے، اس لیے یہ سب تمہاری رقابت سے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن تم جانتے ہو پچھلے ہفتے میں کس نتیجہ پر پہنچا۔ میں تمہیں بتاؤں گا، پرفیون، کیا تمہیں معلوم ہے کہ اب وہ شاید کسی اور کی بہ نسبت تم سے زیادہ محبت کرتی ہے۔ اتنا زیادہ کہ جتنا تمہیں ایذا دیتی ہے اتنا زیادہ تم سے محبت کرتی ہے۔ وہ ہرگز یہ بات تمہیں نہیں بتائے گی۔ لیکن تمہیں یہ سمجھنا چاہیے۔ آخر وہ تم سے شادی پر رضامند کیوں ہو گئی؟ وہ

خود تمہیں کسی دن بتائے گی۔ کچھ عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو درحقیقت چاہتی ہیں کہ ان سے اسی طرح محبت کی جائے جس طرح تم اس سے کرتی ہو اور وہ ان میں سے ایک ہے۔ تمہاری شخصیت، تمہاری محبت کو اس پر چھا جانا چاہیے! کیا تم جانتے ہو کہ ایک عورت مرد کو اپنی بے رحمی اور تمسخر سے شوریدہ سر بنانے کی اہلیت رکھتی ہے۔ اور اپنے ضمیر میں کوئی خلش محسوس نہیں کرتی کیونکہ ہر بار جب وہ تمہاری طرف دیکھتی ہے تو اپنے آپ سے کہتی ہے 'میں اس شخص کی جان عذاب میں ڈال دوں گی لیکن پھر بعد میں اپنی محبت سے اس کی تلافی کروں گی...''

یہ سن کر رگوژین زور زور سے قہقہہ لگانے لگا۔

''ارے پرنس کیا تم کسی ایسی عورت کے پنجے میں پھنس چکے ہو؟ میں نے اس قسم کی بات تمہارے متعلق سنی ہے۔ سچ؟''

''تم نے بھلا کیا سنا ہوگا؟'' پرنس نے یکبارگی چونک کر کہا اور انتہائی الجھن سے رک گیا۔

رگوژین ہنستا رہا۔ سنتے وقت اسے کچھ کرید بھی تھی اور مزا بھی آ رہا تھا۔ پرنس کی پرشوق اور پرجوش کیفیت سے اسے سخت حیرت بھی ہوئی اور آسودگی بھی ملی۔

''اس سلسلے میں میں نے نہ صرف سنا تھا بلکہ دیکھ بھی رہا ہوں۔ سچ ہے نا؟'' وہ کہتا گیا ''تم نے ابھی جس طرح سے بات چیت کی ایسی پہلے کہاں تھی؟ یہ تم کو زیب نہیں دیتا۔ اگر اس قسم کی بات تمہارے متعلق نہ سنی ہوتی تو میں یہاں اس پارک میں آدھی رات کو نہ آیا ہوتا۔''

''تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہے پرفیون سیمیونچ!''

''اس نے مجھے عرصہ ہوا اس کے متعلق بتایا تھا۔ اور خود میں نے اپنی آنکھوں سے تم کو اس لڑکی کے ساتھ بیٹھے ہوئے، بینڈ سنتے دیکھا۔ اس نے مجھے قسم کھا کر کہا، کل بھی کہا تھا اور آج بھی کہ تم اگلایا یپان چین سے عشق کرتے ہو۔ مجھے اس سے کیا؟ اور اس میں میرا کیا جاتا ہے! اور اگر تم اب اس سے محبت نہیں کرتے پھر بھی اس نے تم سے محبت کرنا نہیں چھوڑا۔ تم اچھی طرح جانتے ہو وہ تمہاری اس لڑکی سے شادی کروانے پر مصر ہے، اس نے یہ کرنے کی قسم کھالی ہے۔ ہوا 'اور میں اس وقت تک تم سے شادی نہیں کروں گی، وہ مجھ سے کہتی ہے، جب وہ گرجا کی طرف روانہ ہوں گے، تب ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔' میرے کو بالکل سمجھ میں نہیں آتا آخر یہ سب کیا ہے اور نہ میں سمجھ سکوں گا وہ یا تو تم سے بے انتہا محبت کرتی ہے یا... لیکن اگر وہ تم سے محبت کرتی ہے تو پھر کیوں چاہتی ہے کہ تم کسی اور سے شادی کر لو؟ 'میں انہیں خوش دیکھنا چاہتی ہوں، وہ کہتی ہے، اس لیے میرا قیاس کہتا ہے' مطلب یہ کہ وہ تم سے بہت محبت کرتی ہے۔''

''میں نے تمہیں بتایا اور لکھا بھی کہ اس کا دماغ... صحیح نہیں ہے'' پرنس نے کہا جو تکلیف سے رگوژین کی باتیں سن رہا تھا۔

''خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ تم یہاں غلطی پر ہو... آج جب میں اسے باغ سے گھر واپس لایا تو اس نے مجھے وہ دن بتایا، تین ہفتے کے اندر ہماری شادی ہو جائے گی۔ شاید اس سے پہلے بھی' اس نے کہا۔ اس نے اولیا کی شبیہ کو بوسہ دے کر کہا 'سب تمہارے ہاتھ میں ہے پرنس امی می۔''

Scanned with CamScanner

"یہ سب بکواس ہے! تم میرے متعلق جو کچھ کہہ رہے ہو وہ ہرگز ہرگز نہیں ہوگا! میں کل تم سے ملنے آؤں گا۔"

"تم اسے خبطی کیوں کہتے ہو؟" رگوژین نے پلٹ کر پوچھا "دوسروں کے لیے تو اس کا دماغ صحیح، صرف تمہارے لیے دماغ خراب؟ اور اگر وہ اسی ہوتی تو کیونکر اتنے سارے خط وہاں لکھا کرتی؟ اگر اس کا دماغ خراب ہوتا تو اس کے خطوں سے ہی وہ پہچان لیتے۔"

"تم کن خطوط کی بات کر رہے ہو؟" پرنس نے گھبرا کر پوچھا۔

"وہ اس لڑکی کو لکھا کرتی ہے اور وہ لڑکی انہیں پڑھتی ہے۔ کیا تمہیں نہیں خبر؟ خیر، سب جان جاؤ گے۔ وہ خود ہی تمہیں دکھا دے گی۔"

"مجھے اعتبار نہیں آتا!" پرنس نے تڑپ کر کہا۔

"ارے، تم نے اس راہ میں ابھی قدم بھی نہیں رکھا جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں۔ ابتدائے عشق ہے، آگے آگے دیکھنا۔ تم خاص اپنا جاسوسی کا محکمہ لگا لو گے۔ دن رات نگرانی کرو گے اور تم کو اس کے ایک ایک قدم سے واقفیت کی لگی رہے گی۔ اگر واقعی..."

"یہ گفتگو بند کرو۔ اور دوبارہ ہرگز اس پر زبان نہ کھولنا!" پرنس نے ڈانٹا۔ "سنو پرفیون۔ تمہارے آنے سے پہلے میں یہاں ٹہل رہا تھا اور اچانک کھلکھلا کر ہنس پڑا صرف اس وجہ سے کہ مجھے یاد آیا۔۔۔ کل میری سالگرہ کا دن ہے۔ آدھی رات ہونے والی ہے۔ میرے ساتھ چلو، ہم نیا دن نکلتے دیکھیں گے۔ میرے ہاں کچھ شراب ہے، ہم کچھ پئیں گے اور تم مجھے دل سے دعا دو گے جو میں اپنے آپ کو نہیں دے سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ سوائے تمہارے کوئی نہ دے اور میں تمہارے لیے ہر خوشی کی دعا کروں۔ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو میری صلیب مجھے واپس کر دو! آخر تم نے اسے دوسرے دن مجھے واپس نہیں بھیجا اور تم اسے اب بھی پہنے ہوئے ہو نا ہے نا؟"

"ہاں میں پہنے ہوں" رگوژین نے کہا۔

"اچھا آؤ۔ میں اپنی زندگی کا نیا سال تمہارے بغیر نہیں دیکھنا چاہتا کیونکہ ایک نئی زندگی کا آغاز ہوا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے پرفیون کہ میں نے آج نئی زندگی شروع کی ہے؟"

"میں یہ شروعات خود دیکھ رہا ہوں اور جانتا ہوں۔ اسے بھی بتاؤں گا۔ آج تم آپے میں نہیں ہو، لیو نکولائی ویچ!"

(4)

جب وہ رگوژین کے ساتھ بنگلے کے قریب پہنچا تو پرنس نے گھبرا کر دیکھا کہ ایک بڑی ہنگامہ خیز محفل اس کے روشن جگمگاتے برآمدے میں جمی ہوئی ہے، جہاں سے ہنسی دل لگی کی بلند آوازیں، قہقہے بلکہ چیخ پکار کی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ کوئی بھی شخص ایک نظر میں جان لیتا کہ وہ مجلس جب بھر کر موج اڑا رہی تھی۔ جب وہ برآمدے میں داخل ہوا تو دیکھا [illegible] اور وہ بھی شمپین اور کاہر تھا کافی دیر سے پی رہے ہیں۔ کیونکہ ان میں بہت سے رنگ رلیاں منانے [illegible] پرنس سارے مہمانوں کو جانتا تھا۔ لیکن عجیب بات یہ کہ وہ سب ایک ہی

وقت میں اکٹھا ہو گئے تھے جیسے انہیں مدعو کیا گیا ہو۔ جبکہ پرنس نے کسی کو اطلاع نہیں دی تھی اور محض اتفاق تھا کہ اسے بلانے کی سالگرہ آ گئی۔

''تم نے شاید کسی سے کہا ہوگا کہ میز پر شمپین رکھی جائے گی۔ اسی لیے یہ سب دگنی تعداد میں آ گئے ہیں'' گولیانے مدہم آواز میں کہا جب وہ پرنس کے پیچھے پیچھے برآمدے میں داخل ہوا۔ ''میں اس قسم کے لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ آپ کو صرف سیٹی بجانے کی دیر ہے اور یہ سب دم ہلاتے آ دھمکتے ہیں'' اس نے تقریباً جلن سے اضافہ کیا۔ اسے بلاشبہ اپنا تازہ تجربہ یاد آیا۔

پرنس مہمانوں کی ہنگامہ خیز تہنیت اور خیر مقدم سے دوچار ہوا جو اس کے گرد جمع ہو گئے۔ کچھ تو بہت شور و غوغا کر رہے تھے، کچھ بہت خاموش تھے۔ لیکن جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ پرنس کی سالگرہ تھی تو سب اسے مبارکباد دینے لگے۔ ان میں چند کی موجودگی پرنس کے لیے کچھ دلچسپی کا باعث تھی مثلاً بردوفسکی۔ لیکن جس بات نے اسے سب سے زیادہ حیران کیا وہ یہ کہ ایوگینی پاولووچ بھی وہاں آ گیا تھا۔ پرنس کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ اور اسے دیکھ کر وہ بھونچکا رہ گیا۔

اس دوران لال بھبھوکا لیبیدیف جو نشے میں دھت تھا اپنی صفائی دینے دوڑا آیا۔ اس کی طفلانہ باتوں سے یہ ظاہر ہوا کہ اس محفل کا پہلے سے کوئی منصوبہ نہ تھا اور وہ اتفاقاً جم گئی۔ سب سے پہلے شام ہوتے ایپولیت آیا تھا جو بخار محسوس کر رہا تھا۔ اور اس نے طے کیا کہ پرنس کے آنے تک وہ برآمدے کے صوفے پر لیٹ جائے۔ پھر لیبیدیف مکان کے اپنے حصے سے آیا تھا۔ پیچھے پیچھے اس کے گھربار کے دوسرے لوگ بھی آ گئے یعنی جنرل ایوگینن اور لیبیدیف کی بیٹیاں۔ بردوفسکی ایپولیت کو لے کر آیا تھا اور وہیں ٹھہر گیا۔ گانیا اور پتیت سن معلوم ہوتا تھا اتفاق سے وہاں پہنچے جو تھوڑی دیر پہلے وہاں سے گزر رہے تھے جس وقت باغ میں وہ واقعہ ہوا۔ پھر کیلر آیا تھا جس نے اعلان کیا کہ پرنس کی سالگرہ کی شام ہے۔ اس تقریب کے لیے اس نے شمپین کی فرمائش کی۔ ایوگینی پاولووچ صرف آدھ گھنٹہ یا اس سے کچھ قبل آیا ہو گا۔ گولیا نے بھی شدت میں اصرار کیا تھا کہ اس جشن کے لیے شمپین کی بوتلیں کھولی جائیں۔ لیبیدیف نے بڑی پھرتی سے میز پر شراب لگا دی۔

''میری اپنی شراب ہے۔ میری اپنی، دھیان رہے!'' وہ پرنس سے بڑبڑایا۔ ''یہ میں نے آپ کو اعزاز پیش کرنے اور مبارکباد دینے کے لیے اپنے ذمہ لیا ہے۔ میری بیٹی ریفرشمنٹ سے تواضع کر رہی ہے۔ لیکن پرنس ذرا سنیے تو سہی، ہم کس موضوع پر بحث کر رہے تھے۔ آپ کو یاد ہے ہملٹ کا سوال 'ہونا یا نہ ہونا؟' مسائل حاضرہ کا ایک مقبول عنوان! موجودہ حالات سے بے حد متعلق سوالات و جوابات!... اس اثنا میں مسٹر تیرتسیف بے خوابی کی معراج پر ہیں۔ اس نے صرف ایک دو گھونٹ شمپین لے لیے ہیں جو اسے نقصان نہیں کرے گی... ذرا قریب آیئے اور ہمارا فیصلہ کیجیے! ہم آپ کے منتخب دیگانہ ذہن سے روشنی حاصل کرنے کے مشتاق ہیں...''

پرنس نے لیبیدیف کی بیٹی ویرا کی آنکھوں میں نرمی اور مہربانی دیکھی جو ہجوم میں سے گزر کر اس تک پہنچنے میں عجلت کر رہی تھی۔ پرنس نے دوسروں کو ہٹاتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا اور وہ خوشی سے سرخ ہوتی ہوئی آئی اور اسے ''آج کے دن سے آئندہ تک پرمسرت زندگی'' کی مبارکباد دی اور پھر واپس باورچی خانے کی طرف دوڑ گئی تاکہ

Scanned with CamScanner

ہلہ بنا کر کرے۔ پرنس کی آمد سے پہلے جب بھی اسے اپنے کلام سے ایک لمحے کی فرصت ملتی وہ بڑے شوق سے برآمدے میں آتی تا کہ اس دلچسپ اور گرما گرم بحث کو کان لگا کر سنے جو اس پرسرور رنگین محفل میں چل رہی تھی اور غیر متعلق و پیچیدہ ہونے کے سبب اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ دوسرے کمرے میں اس کی کمسن بہن منہ کھولے ایک بڑے صندوق پر سو رہی تھی۔ لیکن لڑکا، لیبیدیف کا بیٹا، کولیا اور ایپولیت کے قریب اپنی جگہ بنا کر کھڑا تھا، اس کے پراشتیاق چہرے سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اس طرح دس گھنٹے اور وہیں کھڑا بہت مزہ لے لے کر سنتا رہے گا۔

"میں خاص طور پر آپ کا انتظار کرتا رہا ہوں اور آپ کو اتنا خوش دیکھ کر مجھے بڑی مسرت ہو رہی ہے" ایپولیت نے اس وقت کہا جب پرنس ویرا کے بعد اس سے ہاتھ ملانے لڑھا۔

"لیکن آپ کو کیا معلوم کہ میں بہت خوش ہوں؟"

"آپ کا چہرہ گواہی دے رہا ہے۔ جتنی جلدی ہو سکے تہنیتوں سے نپٹ کر آیئے اور ہمارے پاس بیٹھیے۔ میں خاص طور پر آپ کا انتظار کرتا رہا ہوں" وہ بولتا گیا۔ وہ انتظار کے لفظ پر بڑا زور دے رہا تھا۔ جب پرنس نے اس سے پوچھا کہ کیا اتنی رات گئے تک بیٹھنے پر اس کی طبیعت خراب نہ ہوگی، ایپولیت نے جواب دیا اسے اس بات کا یقین ہی نہیں آ رہا کہ تین دن پیشتر وہ مر جانا چاہتا تھا اور یہ کہ اس سے پہلے کبھی اس کی طبیعت اتنی اچھی نہ تھی۔

بردوفسکی اچھل پڑا اور بدبدایا کہ وہ یونہی وہاں ایپولیت کا ہم سفر بن کر چلا آیا اور اب خوش بھی ہے۔ اس نے یہ بھی جوڑ دیا کہ اس نے جو کچھ اپنے خط میں لکھا تھا وہ لغو اور واہیات ہے اور اب وہ فقط خوش ہے۔ وہ آگے نہ کہہ سکا، پرنس کا ہاتھ گرمجوشی سے دبایا اور بیٹھ گیا۔

سب کو آداب و تسلیمات کرنے کے بعد پرنس ایوگینی پاولووچ کے پاس گیا جس نے فوراً اس کا بازو تھام لیا۔

"میں صرف چند الفاظ آپ سے کہنا چاہتا ہوں" اس نے مدہم آواز میں سرگوشی کی۔ "ایک بے حد اہم مسئلے پر۔ آیئے تھوڑی دیر کے لیے ہم الگ ہٹ جائیں۔"

"صرف چند الفاظ" دوسری آواز نے پرنس کے دوسرے کان میں کانا پھوسی کی اور دوسرے ہاتھ نے اس کا دوسرا بازو پکڑ لیا۔ پرنس نے ایک نہایت آشفتہ حال شخص کو دیکھا، اسے بڑی حیرت ہوئی۔ اس کا سرخ آنکھیں جھپکاتا ہنستا چہرہ۔ پرنس نے فوراً پہچان لیا۔۔۔ فردی شینکو جو خدا جانے کہاں سے آ ٹپکا تھا۔

"آپ کو فردی شینکو یاد ہے؟" موخرالذکر نے پوچھا۔

"آپ کہاں سے لپک پڑے؟" پرنس پکار اٹھا۔

"وہ نادم ہے!" کیلر چلایا جوان کے پاس دوڑ کر پہنچا۔ "وہ کونے میں چھپا تھا کیونکہ وہ آپ کا سامنا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اپنے کیے پر نادم ہے اور اپنے جرم کا اقبال کرتا ہے۔"

"کس لیے؟ کیا کیا ہے اس نے؟"

"وہ میں تھا جو اسے ابھی ملا۔ اور یہاں لے آیا پرنس! وہ میرے دوستوں میں سب سے نایاب دوست ہے۔ [illegible] ہے۔"

''مجھے بڑی خوشی ہے صاحبان! براہ کرم دوسروں کے ساتھ اپنی نشست پر تشریف رکھیے۔ میں ابھی تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔'' پرنس نے ان سے پیچھا چھڑاتے ہوئے کہا اور عجلت کی تاکہ وہ ایوگینی پاولووچ کے ساتھ تنہا رہ سکے۔

''یہاں تو بڑی پرلطف محفل سجی ہے'' ایوگینی نے اظہار رائے کیا۔ ''آپ کے انتظار کے دوران آدھ گھنٹہ مجھے بڑا مزہ آیا۔ میرے عزیز لیونکولائی وچ میں نے کورمی شیف سے سارا معاملہ رفع دفع کر لیا ہے۔ اور اس بارے میں آپ کو اطمینان دلانے آیا ہوں۔ اب اس کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس نے بڑی سمجھداری سے کام لیا ہے۔ اور وہی اسے کرنا چاہئے تھا، کیونکہ میں سمجھتا ہوں اس کا اپنا قصور زیادہ تھا!''

''کون سے کورمی شیف سے؟''

''ارے وہی شخص جس کے بازو آپ نے پکڑ لیے تھے۔ وہ اتنا غضبناک تھا کہ وہ کل اپنا حامی (ڈوئیل کے لیے) بھیجنے والا تھا۔''

''واقعی؟ کیسی سادہ لوحی ہے!''

''بے شک ایسا ہی ہے۔ اور یہ سب ایک واہی تباہی پر ختم ہوتا۔ لیکن ہمارے ملک میں ایسے لوگ...''

''شاید آپ مجھ سے کسی اور معاملے میں بھی ملنے آئے ہیں، ایوگینی پاولووچ؟''

''بے شک میں آیا تو ہوں'' موخرالذکر نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''میرے عزیز پرنس کل بہت سویرے ہی میں پیترسبورگ روانہ ہو جاؤں گا، اس بدنصیب واقعے پر حاضر رہنے کے لیے (میرے چچا کی موت۔ آپ جانتے ہیں)۔ ذرا تصور کیجیے یہ بالکل حقیقت ہے اور عام خبر اور میں واحد مستثنیٰ اس سے اتنا سراسیمہ ہوا کہ ان لوگوں (یپان چین خاندان) سے ملنے بھی نہ جا سکا۔ میں کل بھی نہ جا سکوں گا کیونکہ میں پیترسبورگ میں رہوں گا۔ سمجھ رہے ہیں نا آپ؟ میں شاید تین چار دن تک باہر رہوں گا مختصراً یہ کہ میرے معاملات چوپٹ ہو گئے ہیں۔ باوجودیکہ یہ معاملہ انتہائی اہمیت نہیں رکھتا، میں نے طے کیا ہے کہ جانے سے پہلے آپ سے فوری طور پر چند باتوں پر بے حد صاف دلی سے تبادلۂ خیال کر لوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں محفل ختم ہونے تک یہاں ٹھہرا رہوں، علاوہ اس کے میں اور جگہ جا بھی نہیں سکتا۔ اتنا بے قرار ہوں کہ آج رات مجھے نیند بھی نہ آ سکے گی۔ اس کے علاوہ مجھے اندازہ ہے کہ خود کو اس طور سے آپ پر مسلط کر کے ایک طرح کی بدتمیزی اور قطعی نامناسب بات کر رہا ہوں۔ لیکن آپ کو صفائی سے بتا دوں کہ میں آپ کی دوستی طلب کرنے آیا ہوں۔ میرے عزیز پرنس آپ ایک لاثانی اور بے نظیر شخصیت ہیں یعنی وہ جو عام طور پر جھوٹ نہیں بولتے، شاید کبھی نہیں۔ میں ایک خاص معاملے میں ایک دوست، ایک صلاح کار چاہتا ہوں کیونکہ اب میرا ستارہ گردش میں آ گیا ہے...''

وہ پھر مسکرا دیا۔

''مشکل یہ ہے'' پرنس نے ایک لمحہ سوچنے کے بعد کہا ''آپ ان کے اٹھ جانے تک انتظار کرنا چاہتے ہیں لیکن خدا جانے وہ کب اٹھیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم پارک میں چلے چلیں۔ وہ ٹھہر سکتے ہیں، میں ان سے معذرت کر لوں گا۔''

''نہیں نہیں! میری اپنی وجوہات ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ انہیں شک ہو کہ ہم کسی خاص مقصد سے ایک فوری [illegible] یہاں کچھ لوگ ہیں جو ہمارے تعلقات سے گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ پرنس کیا آپ کو علم نہیں؟ وہ

جان لیں تو زیادہ بہتر ہوگا کہ ہم دونوں کے دوستانہ تعلقات ہیں، لیکن یہ نہیں کہ ہمارے درمیان کوئی خاص قسم کا معاملہ آ پڑا ہے۔ آپ میرا مطلب سمجھے؟ یہ لوگ دو ایک گھنٹے میں چلے جائیں گے اور پھر میں آپ کے بیس منٹ لوں گا یا زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹہ۔"

"میں ہر طرح سے تیار ہوں! مجھے بڑی خوشی ہوگی، کسی قسم کی صفائی دینے کی ضرورت نہیں۔ دوستانہ تعلقات سے متعلق آپ کے خوشگوار الفاظ کا ممنون ہوں۔ ہاں، آپ کو میری پراگندہ خیالی پر آج مجھے معاف کرنا پڑے گا۔ آپ جانیں اس وقت میں کسی بات پر پوری توجہ نہیں دے پاتا۔"

"ہاں میں دیکھ رہا ہوں" ایوگینی پاولووچ نے کچھ مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ اس شام گویا ہنسے جانے پر آمادہ نظر آتا تھا۔

"آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟" بے چین پرنس نے پوچھا۔

"کیا آپ کو شبہ نہیں گزرا" ایوگینی پاولووچ نے بدستور مسکراتے ہوئے اور اس کے دوٹوک سوال کا جواب نہ دیتے ہوئے کہا "آپ کو شبہ نہیں گزرا کہ میں آپ کو محض چکمہ دینے آیا ہوں اور ضمناً آپ سے کچھ خبر نکالنے؟"

"مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ یہاں مجھ سے کچھ اگلوانے آئے ہیں" پرنس نے کچھ توقف کے بعد مسکراتے ہوئے کہا "اور شاید مجھے ہلکا سا چکمہ بھی دینے کا ارادہ ہے۔ اس سے کیا ہوتا ہے۔ یقین کیجیے میرے لیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور ــــ اور مجھے پورا اعتماد ہے کہ آپ اس کے باوجود ایک اعلیٰ درجے کے انسان ہیں۔ اخیر یہ ہونے والا ہے کہ ہم میں دوستی بن جائے گی۔ مجھے آپ سے انسیت ہوگئی ہے۔ ایوگینی پاولووچ، میں آپ کو ایک نہایت ہی شائستہ انسان خیال کرتا ہوں۔"

"خیر ــــ میں فقط اتنا کہہ سکوں گا کہ آپ سے کسی بھی قسم کا معاملہ رکھنا میرے لیے مسرت کی بات ہے" ایوگینی پاولووچ نے ختم کرتے ہوئے کہا۔ "آیئے میں آپ کی صحت کا ایک جام پیوں۔ یہاں آ جانے پر انتہائی مسرت ہے مجھے۔ کیا" اس نے دفعتاً پوچھا "کیا یہ مسٹر اپولیت آپ کے ہاں قیام کرنے آئے ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ وہ یہیں پر رہے گا کیوں؟"

"یہ کیوں پوچھتے ہیں؟"

"کسی خاص وجہ سے نہیں۔ میں نے یہاں آدھ گھنٹہ اس کے ساتھ گزارا ہے۔"

جب وہ دونوں علیحدہ باتیں کر رہے تھے، اپولیت پرنس کا انتظار کرتا رہا۔ رہ رہ کر اپنی نگاہیں پرنس اور ایوگینی پاولووچ کی طرف اٹھاتا۔ جب وہ میز کے پاس آئے تو وہ بے قراری سے تپنے لگا۔ بے چین اور بے حد مشتعل اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے ابھرے۔ ایک مستقل اضطراب کے علاوہ اس کی چمکتی آنکھوں میں ایک طرح کی انجانی بے تابی تھی، نگاہ ایک شے سے دوسری شے پر، ایک چہرے سے دوسرے پر بے مقصد متحرک و گردش کرتی تھی۔ گو اس نے اس عام گفتگو میں سرگرمی سے حصہ لیا تھا اس کی گرما گرمی محض سرسامی حالت تھی۔ موضوع گفتگو سے غافل، اس کے دلائل بے

"سب غلط! پرنس، آدھ گھنٹہ پہلے ہم متفق ہوئے تھے کہ کسی مقرر کو نہ تو ٹوکنا چاہئے نہ اس پر ہنسنا۔ تاکہ وہ اپنے جذبات کا کھل کر اظہار کر سکے۔ اس کے بعد دھریوں کو پوری چھوٹ ہوگی کہ وہ جو اعتراضات کرنا چاہیں کریں۔ ہم نے جنرل کو میر مجلس منتخب کیا ہے۔ ورنہ کس طرح کارروائی چلا سکیں گے؟ کوئی بھی شخص ایک بلند پایہ بات کہتے ہوئے گڑبڑا دیا جائے گا، ایک نہایت عمیق خیال..."

"کہے جاؤ کہے جاؤ۔ کوئی تمہیں گڑبڑا نہیں رہا ہے!" کئی آوازیں اٹھیں۔

"کہو! لیکن موضوع کی پابندی کرو۔"

"وہ کون سا ستارہ ہے جسے wormwood کہتے ہیں؟" کسی نے پوچھا۔

"مجھے بالکل خیال بھی نہیں!" جنرل ایوگینن نے کہا اور پھر بڑے وقار سے اپنی سابقہ جگہ پر صدر کی حیثیت سے واپس بیٹھ گئے۔

"میں حیرت انگیز طور پر ان مباحثوں اور نزاعات کا دلدادہ ہوں پرنس! بے شک اگر مباحث عالمانہ اور سیاسی ہوں" کیلر کرسی پر چلبلاتے ہوئے اشتیاق کے ساتھ بڑبڑایا۔ "عالمانہ اور سیاسی" اس نے اضافہ کیا اور خلاف امید اچانک ایوگینی پاولووچ کو مخاطب کرتے ہوئے جو اس کے برابر بیٹھا تھا کہا: "آپ جانتے ہیں میں ان اخبارات کے پڑھنے کا سائق ہوں۔ جو برطانوی پارلیمنٹ کے مباحثوں کے بارے میں لکھتے ہیں۔ مطلب اس سے نہیں کہ وہ کیا بحث کرتے ہیں (میں کوئی سیاست داں نہیں ہوں، آپ جانتے ہیں) لیکن وہ انداز، وہ اسلوب جس سے وہ ایک دوسرے کو مخاطب کرتے ہیں اور ان سے سیاست دانوں کی طرح پیش آتے ہیں۔ 'ایوان کی دوسری جانب بیٹھے شریف النفس وائی کاؤنٹ'۔ 'اعلیٰ رتبہ ارل جو میری رائے سے متفق ہیں'۔ یا 'میرے معزز مخالف جن کی تجویز نے یورپ کو حیران کر دیا ہے'۔ یعنی اس قسم کے فقرے۔ ایک آزاد قوم کے یہ پارلیمانی مباحث کا نظام جو مجھ جیسے لوگوں کا دل کھینچتا ہے، میں اس کا گرویدہ ہوں پرنس۔ میں ہمیشہ دل سے ایک فنکار رہا ہوں، قسمیہ کہتا ہوں ایوگینی پاولووچ۔"

"اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے!" گانیا کچھ برانگیختہ ہو کر دوسرے گوشے سے کہہ رہا تھا۔ "آپ کا مطلب تو یہ ہوا کہ ریلوے نظام منحوس ہے، کہ وہ نوع بشر پر عذاب لاتا ہے اور یہ کہ وہ زہر ہے جو 'زندگی کے سرچشموں' کو آلودہ و نجس کرنے کے لیے پھینکا گیا ہے؟"

گانیا اس شام خاص موڈ میں تھا۔ وہ، جیسا کہ پرنس کو محسوس ہوا، بہت موج میں اور تقریباً خوش، دلی مسرت سے بغلیں بجا رہا تھا۔ فی الحال وہ لیبیدیف کو چڑانے کے لیے محض مذاق سے کہہ رہا تھا۔ لیکن اخیر میں وہ خود ایک ہیجانی کیفیت میں مبتلا ہو گیا۔

"یہ ریلوے کا نظام ایسا نہیں ہے۔ نہیں نہیں!" لیبیدیف نے جھلاہٹ کے ایک ہیجانی سیلاب کی طرح پھٹتے [illegible] اعتراض کیا جس میں سرمستانہ مسرت ملی تھی۔ "ریلوے نظام بجائے خود زندگی کے سرچشموں کو آلودہ نہیں کرے گا [illegible] آسیب زدہ ہے۔ پچھلی چند صدیوں کا عام رجحان شاید کلیتاً آسیب زدہ رہا ہے، اوپر سے چولا پہنے ہوئے

''کیا وہ یقین آسیب زدہ ہے یا صرف ایسا معلوم ہوتا ہے؟'' ایوگینی پاولووچ نے پوچھا۔ ''یہ فرق اہمیت رکھتا ہے۔''

''ایک منحوس آسیب ہے۔ بالکل یقینی ایسا ہی!'' لیبیدیف اپنی بات پر سختی سے اڑا رہا۔

''لیبیدیف! اتنے سخت نہ بنئے، صبح آپ نسبتاً زیادہ فیاض ہوتے ہیں'' پتیت سن نے مسکرا کر رائے دی۔

''اسی لیے میں شام کو زیادہ بے باک ہوتا ہوں! اس وقت میں زیادہ مخلص وصاف گو ہوتا ہوں!'' لیبیدیف نے کس قدر سرگرمی سے اس کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ ''زیادہ سیدھا سادہ، پر اعتماد، زیادہ دیانت دار اور آبرومند۔ میں ذرہ برا پروا نہیں کرتا کہ میں زیادہ ہوشیار نہیں ہوں۔ اے دھریو! میں تمہاری علانیہ مخالفت کرتا ہوں۔ تم دنیا کو کیسے بچاؤ گے؟ تم سائنس، صنعت، تنخواہوں وغیرہ وغیرہ کے لوگو تم اسے سیدھے راستے پر کیسے لاؤ گے؟ ساکھ سے؟ ساکھ کیا ہے؟ یہ تمہیں کھرلے جائے گی؟''

''آپ میں آگے جاننے کی کرید تو ہے ضرور!'' ایوگینی پاولووچ نے کہا۔

''دیکھئے میری رائے میں جو کوئی ایسے سوالات سے دلچسپی نہیں رکھتا محض ایک فیشن ایبل اوباش ہے!''

''ہاں، کم از کم وہ عالمگیر یک جہتی اور مفادات کے توازن کی طرف لے جائے گی'' پتیت سن نے رائے دی۔

''مگر بس وہیں تک! فرد کی خود غرضی اور مادی ضروریات کی تسکین کے سوا اور کسی بھی اخلاقی بنیاد کو نظر انداز کر کے؟ عالمگیر امن اور عالمگیر مسرت لازمی چیزوں میں سے؟ کیا میں آپ سے پوچھنے کی جسارت کروں کہ جناب کا مطلب یہی ہے؟''

''لیکن رہنے، کھانے پینے کی عالمگیر ضرورت و احتیاج، اس کے ساتھ پائیدار اور بالآخر سائنس کے مستحکم تصورات کہ یہ احتیاج بغیر عالمگیر ادارے اور مفادات کی یک جہتی کے پوری نہیں کی جا سکتی میرے خیال میں ایک کافی طاقتور تخیل ہے جو بنی نوع انسان کے لیے آئندہ صدیوں تک ایک بنیادی نقطہ اور زندگی کا سرچشمہ بن سکے'' گانیا نے جو خاصا گرم ہو گیا تھا، کہا۔

''کھانے اور پینے کی ضرورت یعنی بقائے نفس کی جبلت...''

''لیکن کیا بقائے نفس کی جبلت کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے؟ بہر کیف یہ جبلت انسان کا طبعی قانون ہے...''

''کس نے ایسا کہا؟'' ایوگینی پاولووچ اچانک پکار اٹھا۔ ''سچ ہے کہ یہ ایک قانون ہے۔ لیکن ایسا ہی طبعی جیسا تباہی کا قانون اور شاید خود کو تباہ کر لینے کا۔ کیا بقائے نفس ہی بنی نوع انسان کا طبعی قانون ہے؟''

''اوہو!'' ایپولیت جلدی سے ایوگینی پاولووچ کی طرف مڑتے ہوئے چلایا اور اس کی طرف ایک مضطرب اشتیاق سے دیکھا۔ لیکن اس نے جب اسے ہنستے دیکھا تو خود بھی ہنسنا شروع کیا۔ کولیا کو جو اس کے برابر کھڑا تھا ٹھوکا دیتے ہوئے دوبارہ اس سے وقت پوچھا بلکہ بے قراری میں اس کے ہاتھوں سے چاندی کی گھڑی جھپٹ لی تا کہ اس کی سوئیاں خود دیکھے۔ [illegible] خبر وہ صوفے پر دراز ہو گیا اور اپنے ہاتھوں کو سر کے نیچے رکھ لیا اور چھت کی طرف تکنا شروع کیا۔ آدھ [illegible] پڑا تھا۔ پیٹھا کرائے وہ لیبیدیف کی بک بک سننے لگا جو انتہائی گرم ہو رہا تھا۔

Scanned with CamScanner

"یہ تخیل مکر و فریب اور تضحیک سے پر ہے، ایک اشتعال انگیز تخیل ہے!" لیبید یف نے ایوگینی پاولووچ کے قول پر چھیڑتے ہوئے کہا۔ "جو اس لیے رکھا گیا کہ اپنے مدمقابل کو لڑنے کے لیے اکسایا جائے۔ لیکن خیال اچھا تلا بھی ہے! آپ جو سائنس کا مضحکہ اڑانے والے اور شہسوار ہیں (گو لیاقت سے محروم نہیں!) اس بات کو سمجھ بھی نہیں سکتے کہ آپ کا تخیل کتنا گہرا اچھا تلا ہے! ہاں جناب، خود کو تباہ کر لینے کا قانون اور بقائے نفس کا قانون دونوں بنی آدم میں برابر کے طاقتور ہیں! شیطان بنی آدمی پر حکومت کرتا ہے اور ہمارے فہم و ادراک سے پرے، ابدالآباد کرتا رہے گا۔ آپ ہنس رہے ہیں؟ کیا شیطان پر آپ کا اعتقاد نہیں؟ شیطان پر بے اعتقادی فرانسیسی تخیل ہے۔ ایک بے ہودہ تخیل۔ کیا آپ کو علم ہے، شیطان کیا ہوتا ہے؟ کیا آپ اس کا نام جانتے ہیں؟ تاہم اس کو جانے بغیر بھی آپ اس کی ظاہرا صورت کی تضحیک کر کے والتیئر کی تقلید کرتے ہیں، اس کے کھر، دم اور سینگ یہ آپ کی اپج ہے۔ دراصل بدی ایک طاقتور دہشتناک مہیب روح ہے۔ بغیر کھروں اور سینگوں کے جن کی ایجاد آپ نے کی ہے۔ تاہم فی الوقت وہ زیر بحث مسئلے سے علیحدہ ہے!"

"آپ کس طرح جانتے ہیں کہ فی الوقت وہ زیر بحث مسئلے سے علیحدہ ہے؟" ایپولیت دفعتاً چلایا اور ایسے ہنسا شروع کیا جیسے اس پر دورہ پڑا ہو۔

"ایک شاطرانہ اور معنی خیز تخیل!" لیبید یف نے پسند کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ بھی زیر بحث مسئلے سے علیحدہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا 'زندگی کے سرچشمے، گھٹ گئے اس روز افزوں...'"

"ریلوے نظام کی وجہ سے؟" کولیا پکارا۔

"نہیں میرے نوخیز اور منچلے دوست، ریلوے نظام کی وجہ سے اتنا نہیں، بلکہ سارے عام رجحان کی وجہ سے جس کی، یہ ریلوے نظام، فنکارانہ لفظوں میں کہیے تو محض ایک تصویر ہے۔ وہ کھڑکھڑاتا، چھک چھک کرتا تیزی سے دوڑتا ہے۔ کہتے ہیں یہ سب انسانی بہبود کے لیے۔ 'بنی نوع انسان بے حد شور پسند اور صنعت پرست ہوتا جا رہا ہے۔ اور روحانی سکون گھٹ رہا ہے۔ ایک گوشہ نشین مفکر شکایت کرتا ہے۔ 'ہو سکتا ہے۔ لیکن ریل گاڑیوں کی کھڑکھڑاہٹ جو بھوکے بنی آدم کے لیے روٹی لاتی ہیں شاید روحانی سکون سے بہتر ہے۔ دوسرے مفکر کی طرف سے جو ہر جگہ کا سفر کرتا ہے اور ایک غرور سے اکڑ کر ترکی بہ ترکی جواب دیتا ہے۔ لیکن مجھ کمینے لیبید یف کو ان چھکڑوں پر اعتقاد نہیں جو بنی آدم کے لیے روٹی لاتے ہیں! کیونکہ وہ ڈبے، کسی اخلاقی بنیاد کے بغیر بنی آدم کے ایک بڑے حصے کو بڑی سرد مہری سے اس روٹی کے لطف سے محروم کرتے ہیں جیسا کہ ماضی میں ہو چکا ہے..."

"ڈبے کیونکر سرد مہری سے کسی کو محروم کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں؟" کسی نے سوال کیا۔

"جس طرح ماضی میں ہو چکا ہے" لیبید یف نے سوال پر کان دھرے بغیر دھرایا۔ "مالتھوس کو لیجیے۔ نوع بشر کا ایک دوست۔ تاہم نوع بشر کا ایسا دوست جس کی اخلاقی بنیادوں کی چولیں ڈھیلی ہوں، وہ نوع بشر کا آدم خور ہوگا۔ اس کی خود پسندی کا کیا کہنا۔ اگر بنی نوع انسان کے ان بے شمار دوستوں میں کسی ایک کی خود پسندی کو آپ نے مجروح کیا تو وہ انتقاماً دنیا کے چاروں کونوں میں آگ لگانے کو فوراً تیار ہو جائے گا۔ اشارتاً بالکل اسی طرح ہم میں سے ہر ایک کرے گا۔ کہ اگر ہم سے کہیے میں طرد کر دیں، شاید میں ایندھن کی لکڑیاں لانے میں پہل کروں گا۔ لیکن پھر بھاگ جاؤں گا۔ مگر

پھر بھی یہ موضوع بحث سے ہٹا ہوا ہے!"

"تو موضوع بحث ہے کیا؟"

"دماغ چاٹ گیا!"

"وہ موضوع بحث قدیم زمانے کی ذیل کی ایک حکایت میں ہے، میں ضروری سمجھتا ہوں کہ قدیم زمانے کی ایک کہانی سنادوں۔ ہمارے زمانے میں اور ہمارے ملک میں جس سے میں امید کرتا ہوں آپ بھی اتنی ہی محبت کرتے ہیں جتنی میں، حضرات، یہاں تک کہ میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک گرانے کو تیار ہوں..."

"کہے جاؤ۔ آگے کیا؟"

"ہمارے ملک میں یورپ کی طرح عام اور دور دور تک پھیلے ہوئے ہولناک قحط انسانیت کے لیے ایک بلا ہیں۔ جیسا کہ حساب لگایا گیا ہے، جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، پاؤ صدی میں زیادہ سے زیادہ ایک بار، دوسرے الفاظ میں ہر پچیس سال میں ایک قحط۔ میں صحیح تعداد پر زور دے کر نہیں کہوں گا۔ لیکن وہ نسبتاً بہت ہو گئے ہیں۔"

"نسبتاً کس سے؟"

"بارہویں صدی سے اور ادھر ادھر متصل لگی دو صدیوں سے۔ پھر، جیسے کہ لوگ لکھتے ہیں اور لکھنے والے دعویٰ کرتے ہیں، عام اور دور تک پھیلے ہوئے قحط ہر دو سال میں بنی نوع انسان پر عذاب لاتے تھے۔ یا کم از کم تین سال میں ایک بار۔ اس طرح کہ ان حالات میں، چاہے پوشیدہ سہی، لیکن لوگ مردم خوری پر مجبور ہوئے۔ ان احدیوں میں سے ایک نے جب وہ بوڑھا ہو گیا خود اپنی مرضی سے بغیر کسی جبر کے یہ راز فاش کیا کہ احتیاج کی اپنی اس طویل زندگی میں اس نے ساٹھ راہبوں اور کئی غیر کلیسائی بچوں کو، جن کی تعداد چھ تھی جو گرجا کی جماعت کے اراکین کی تعداد کے مقابلے میں ہیچ تھی پوری رازداری سے مار کر اکیلا خود کھا لیا۔ ایک بالغ دنیادار پر، جیسا کہ بعد میں پتہ چلا اس نیت سے اس نے انگلی بھی نہیں اٹھائی۔"

"ایسا نہیں ہوا ہوگا!" میر مجلس جنرل صاحب نے ایک خشمگین لہجے میں ٹوکا۔ "حضرات میں اس کے ساتھ اکثر اسی قسم کے خیالات سے متعلق بحث کرتا رہا ہوں تاہم وہ ہمیشہ ایسے ہی ابہامات ولغویات نکالتا ہے جنہیں سن کر آپ کا جب متلانے لگے۔ ان میں اصلیت کا ذرا بھی شائبہ نہیں رہتا!"

"جنرل! قارص کے محاصرے کو یاد کیجیے۔ حضرات مجھے بتانے دیجیے کہ میری حکایت ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے۔ اپنی جانب سے میں صرف اتنا جتاؤں گا کہ یہ ایک نہ بدلنے والے قوانین کے تابع ہے۔ عملی طور پر کوئی اصلیت ہمیشہ تقریباً بعید از قیاس اور غلط معلوم ہوتی ہے۔ فی الواقع جتنی زیادہ اصلیت ہوگی اتنی ہی کبھی کبھی وہ صداقت سے دور معلوم ہوگی۔"

"لیکن کیا ممکن ہے کہ کوئی ساٹھ راہبوں کو کھالے؟" ہنستے ہوئے سامعین نے پوچھا۔

"ظاہر ہے اس نے سب کو ایک ساتھ نہیں کھایا ہوگا، بلکہ شاید پندرہ بیس سال کے درمیان۔ بالکل سمجھ میں آنے والی اور نظری..."

Scanned with CamScanner

"فطری بھی؟"

"ہاں فطری بھی!" لیبید یف نے کتابی نظریہ پرست کے ہٹیلے پن سے الٹ کر جواب دیا۔ "اور باتوں کے علاوہ ایک کینھولک راہب فطرتاً بودا، منکسر اور کھوجی طبیعت کا ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ بڑی آسانی سے کسی جنگل یا ویران جگہ پر پھلا کر لے جایا جا سکتا ہے۔ اور جس طرح کہا گیا، ویسا ہی حشر ہوا ہوگا۔ پھر بھی میں تردید نہیں کرتا کہ کھائے گئے لوگوں کی تعداد اعتدال کے نقطے سے بھی غیر معمولی تھی۔"

"صاحبان! شاید یہ ایک سچائی ہے" پرنس نے یکبارگی رائے زنی کی۔

وہ خاموشی سے بحث کرنے والوں کی بات سنے جا رہا تھا۔ اور مباحثے سے الگ مگر اکثر عام قہقہوں کے ریلے میں بھی جی کھول کر شریک ہوتا تھا۔ ظاہر ہے وہ بے انتہا خوش تھا۔ اتنا پرشور اور سرخوشی کا عالم تھا، پھر محفل میں جام کے دور بھی خوب چل رہے تھے۔ شاید اس نے ساری رات ایک لفظ بھی نہ کہا ہوتا مگر اچانک بولنے کا فیصلہ کیا۔ اور کچھ ایسی غیر معمولی سنجیدگی سے کہا کہ سب اسے فوری اشتیاق سے دیکھنے لگے۔

"میرا مطلب ہے صاحبان، کہ ان دنوں میں اکثر قحط پڑتے تھے۔ میں نے بھی ان کے متعلق سنا ہے۔ اگرچہ تاریخ کی مجھے ادنیٰ معلومات ہیں لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ ایسا ہی ہوا ہوگا۔ جب میں سوئیس پہاڑیوں پر رہنے گیا تو جاگیرداری قلعوں کے کھنڈر دیکھ کر حقیقتاً حیرت زدہ رہ گیا، جو پہاڑوں کی ڈھلانوں اور کھڑی ڈھلوان چٹانوں پر بنائے گئے تھے۔ اور عمودات کم از کم آدھا کوس نیچے (اس کے معنے یہ کہ پہاڑی راستے کے کئی کوس)۔ آپ سب جانتے ہیں کہ ایک قلعہ کیا ہوتا ہے۔ اینٹ پتھر کے معماری کام کا مجموعہ۔ اس کا مطلب ہے کمر توڑ محنت کی ناقابل یقین مقدار! بے شک یہ محنت ان سارے غریب لوگوں، جاگیرداروں کے اسامیوں، غلاموں نے بہم پہنچائی تھی جنہیں ہر قسم کے ٹیکس محصول بھی بھرنا پڑتے تھے۔ اور اہل کلیسا کی کفالت بھی کرنا پڑتی تھی۔ پھر وہ کس طرح اپنی روزانہ کی روٹی حاصل کر سکتے اور زمین کو جوتتے کب اور بوتے کب؟ بڑی کثیر تعداد میں تو تھے نہیں اور کافی تعداد میں بھوک سے یقیناً مرے بھی ہوں گے کیونکہ ان کے پاس کھانے کے لیے سچ مچ کچھ بھی نہ رہا ہوگا۔ میں کبھی کبھی خود سے سوال کرتا کہ وہ سب کے سب کیوں نہ مر گئے اور انہیں کیوں کچھ بھی نہ ہوا؟ انہوں نے کس طرح یہ سب کچھ برداشت کیا اور زندہ بچ گئے؟ لیبید یف درست و بجا کہتا ہے کہ آدم خوری کا وجود تھا اور شاید ایک بڑے پیمانے پر، میں صرف یہ نہیں سمجھتا کہ اسے راہبوں کو اس میں گھسیٹ لانے کی کیا ضرورت اور کیا منشا ہے؟"

"قیاس غالب ہے کہ بارہویں صدی میں صرف راہب ہی کھائے جانے کے قابل تھے کیونکہ وہی لوگ موٹے تازے بھی" گلوریلا اردالیونچ نے اظہار کیا۔

"ایک لاجواب اور کھرا خیال!" لیبید یف چلایا "کیونکہ اس کھانے والے نے عام آدمیوں کو چھوا بھی نہیں۔ ان سانڈ گرجا والوں میں ایک بھی عام آدمی نہیں تھا۔ یہ ایک ہیبت ناک خیال ہے، ایک تاریخی خیال اور ایک قطعی طور پر اعداد و شمار سے متعلق خیال۔ ایسے ہی حقائق سے تاریخ کو نئے سرے سے تشکیل دیتے ہیں۔ آگے ریاضی کے نپے تلے حساب کا سا لازمی نتیجہ نکلتا ہے کہ پادری بقیہ بنی نوع انسان کی بہ نسبت کم از کم ساتھ گنا زیادہ خوش نصیب، خوشحال اور

کھاتے پیتے لوگ تھے۔ دوسروں سے شاید ساٹھ گنا موٹے...''

''تم مبالغے سے کام لے رہے ہو، بڑھا چڑھا کر!'' اس کے سامعین قہقہوں کے درمیان پکارے۔

''میں اس کے تاریخی خیال ہونے سے تو اتفاق کرتا ہوں لیکن اس سے آپ کی مراد کیا ہے؟'' پرنس نے سلسلہ جاری رکھا۔ (اس نے اتنی سنجیدگی سے لیبید یف کو چھیڑے بغیر جو عام قہقہوں کا نشانہ تھا کہ عام لہجے کے پس منظر میں اس کا اپنا انداز نادانستہ ذرا زیادہ مضحکہ خیز بن گیا۔ وہ اس پر بھی ہنسنا شروع کر دیتے لیکن پرنس نے توجہ نہ کی۔)

''آپ نہیں دیکھتے کہ یہ آدمی خود حواس باختہ ہے؟'' ایوگینی پاولووچ نے اس کے شانے پر جھکتے ہوئے کہا۔

''کسی نے مجھے ابھی بتایا کہ وکیل بننے اور وکیلوں کی طرح باضابطہ حوالے دے کر تقریر کرنے کے خیال نے اس کا دماغ پھرا دیا ہے۔ وہ قانون کے امتحان میں بیٹھنا چاہتا ہے۔ میں ایک شاندار مسخرا تماشہ دیکھنے کا منتظر ہوں۔''

''میں اپنے موضوع کو ایک زبردست نتیجے پر پہنچانا چاہتا ہوں'' لیبید یف گرجا۔ ''لیکن ہمیں سب سے پہلے بدکار کی نفسیاتی اور قانونی حالت کو جانچنا چاہیے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اشیائے خوردنی کے عدم امکان کے باوجود اس بدکار یا کہنا چاہیے میرے موکل میں پشیمانی کے آثار ظاہر ہوئے۔ اور اہل کلیسا کے اراکین کو، اپنے عجیب ذریعۂ معاش کی روش کو، کئی موقعوں پر مسترد کر دیا۔ واقعات سے یہ بات صریحاً دیکھی جا سکتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے پانچ یا چھ بچے کھائے، نسبتاً ایک معمولی تعداد ہے، لیکن دوسرے اعتبار سے اہم۔ ظاہر ہوتا ہے کہ ضمیر کی خلش سے ایذا رسیدہ (کیونکہ میرا موکل ایک مذہبی اور صاحب تقویٰ شخص تھا جیسا کہ میں ثابت کروں گا) اور اپنے گناہ کو امکانی حد تک گھٹانے کے لیے خانقاہی یا راہبانہ کے بجائے دنیادار خوراک سے بدلنے کی اس نے چھ مرتبہ کوشش کی۔ یہ تجربے کے طور پر کیا، پھر اس میں کلام نہیں کہ یہ صرف ایک تجربہ تھا۔ اگر یہ تنہا طعام کے تنوع کا معاملہ ہوتا پھر چھ کا معمولی عدد کیوں، تیس کیوں نہیں؟ (آدھا ایک قسم کا اور آدھا دوسری قسم کا۔) لیکن اگر یہ بے حرمتی اور چرچ کی خلاف ورزی کے خوف سے ایک مایوس کن تجربہ تھا۔ تب چھ کا عدد آسانی سے سمجھ میں آ جاتا ہے۔ کیونکہ ضمیر کو تسکین دینے کی چھ کوششیں کافی سے زیادہ تھیں چونکہ ان کوششوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اولاً میری رائے میں بچہ بہت چھوٹا ہوتا ہے یعنی اتنا کافی نہیں ہوتا۔ اس طرح پادریوں کے مقابلے میں دنیا کے عام بچوں کی تین سے پانچ گنا تعداد کی ایک خاص عرصے میں ضرورت ہوگی۔ اس طور سے اگر گناہ ایک سرے پر گھٹا تو لازمی طور پر دوسرے سرے پر بڑھا، اگر صفت میں نہیں تو مقدار میں۔ اس انداز میں دلیل پیش کرتے ہوئے حضرات میں بارہویں صدی کے ایک مجرم کے دل میں اتر رہا ہوں۔ میں، جو انیسویں صدی کا انسان ہوں ایک مختلف طریقے سے استدلال کرتا۔ میں آپ کو بتانا چاہوں گا تاکہ آپ حضرات مجھ پر دانت نہ نکوسیں۔ اور جنرل، آپ کو تو یہ بات مطلق زیب نہیں دیتی۔ دوم میری ذاتی رائے ہے کہ ایک بچے میں کافی غذائیت نہیں ہوتی اور وہ شاید بہت میٹھا اور جلد سیر کر دینے والا ہوتا ہے جو بغیر بھوک مٹائے ضمیر کی خلش کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ اور پھر اخیر میں ناٹک کا انجام، حضرات، جو اس زمانے کے تمام مسائل میں ایک کامل رکھتا ہے اور ہمارے اپنے زمانے کا بھی! مجرم نے انجام کار خود کو اہل کلیسا کا کھلم کھلا مجرم ٹھیرایا [illegible] کے حوالے کیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے اس زمانے میں کتنی طرح کی جسمانی اذیت و تعذیب اس کی منتظر [illegible] کے شعلے یا کھرچتی ہوئی آگ؟ کس چیز نے اسے خود کو کھلم کھلا مجرم ٹھہرانے پر مجبور کیا؟ اپنے

راز کو ساتھ پر رک کر آخری سانس تک چھپائے کیوں نہ رکھا؟ راہبی چھوڑ کر سنیاس میں اپنے جرائم پر پشیمان کیوں نہ رہا اور آخر یہ کہ وہ خود ایک خانقاہ میں کیوں نہ بھرتی ہو گیا؟ یہیں اس کا جواب ملتا ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی ایسی چیز تھی جو الاؤ کے شعلے اور بھڑکتی ہوئی آگ سے مضبوط تر تھی، اس کی بیس سالہ عادت و خصلت سے قوی تر۔ مطلب یہ کہ یہ ایک تخیل تھا آفات سماوی، فصلوں کی نقصانات، جسمانی اذیتوں، طاعون، کوڑھ اور آلام و مصائب کے اس جہنم سے بھی مضبوط تر اور اس زیاں کے بغیر بنی نوع آدم قائم بھی نہیں رہ سکتا جس نے دلوں کو جوڑا، ان کی رہنمائی کی اور زندگی کے سرچشموں کو نہال کیا! اس قوت سے مشابہ کوئی چیز ہمارے بدکاریوں اور ریلوں کے زمانے میں مجھے بتائیے، بلکہ کہنا چاہئے تھا دخانی جہازوں اور ریلوں کے۔ لیکن میں کہتا ہوں ہمارے بدکاریوں اور ریلوں کے زمانے میں، کیونکہ میں بدمست ہوں مگر کھلے ذہن کا! مجھے کوئی نظریہ بتائیے جو آج بنی آدم کا شیرازہ باندھے رکھے اور اس زمانے کی قوت سے کم از کم آدھا تو ہو۔ اور اس پر بھی کیا آپ یہ کہنے کی جرأت کریں گے کہ زندگی کے سرچشمے نہ تو گھٹے ہیں نہ گدلے ہوئے، اس 'ستارے' کے نیچے، اس جال کے نیچے جس نے لوگوں کو اپنے پھندے میں پھنسا لیا ہے؟ اور مجھے اپنی خوشحالی، اپنی دولت، قحطوں کی کمیابی اور رسل و رسائل کی تیز رفتاری سے مرعوب نہ کیجیے! یہاں دولت زیادہ ہے مگر قوت کم ہے۔ کوئی متحد کرنے والا خیال نہیں۔ ہر چیز کھچڑی اور تھل تھل ہو گئی ہے۔ ہر چیز ستیاناس ہو رہی ہے اور اسی کے ساتھ سب لوگ بھی، ہم سب سارے کے سارے برباد ہو رہے ہیں! لیکن یہ سب بہت کچھ ہو چکا۔ سوال اب یہ نہیں رہا بلکہ یہ کہ کیا ہمیں شام کا کھانا لگانے کے لیے انتظام نہیں کرنا چاہئے، اے کرم فرمائے بندہ، پرنس، جو خاص آج کے مہمانوں کے لیے تیار کیا گیا ہے؟''

لیبیدیف نے، جو اپنے سامعین میں سے کچھ کو غم و غصے کے قریب لے آیا تھا (یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ تقریباً سارا وقت بوتلوں کے کاگ کھلتے رہے تھے)، فوراً سارے مخالفوں کو اپنی تقریر کے اس غیر متوقع انجام سے ہموار کر لیا یعنی شام کے کھانے کے ذکر سے۔ اس اختتام کو اس نے خود واقعات کا ایک شاطرانہ اور وکیلانہ موڑ کہا۔ سرخوش قہقہے دوبارہ بلند ہونے لگے۔ مہمان شگفتہ خاطر ہو گئے۔ سب میز پر سے اٹھ گئے اور اپنی ٹانگیں سیدھی کرنے برآمدے میں آ گئے۔ تنہا کیلر تھا جو لیبیدیف کی تقریر سے غیر مطمئن تھا اور بہت بپھرا ہوا تھا۔

''وہ تعلیم پر حملہ کرتا ہے۔ بارہویں صدی کے بے لگام وحشیانہ ظلم و تعدی کی تلقین کرتا ہے۔ مٹکتا ہے اور اپنے ضمیر پر ذرا بھی بار نہیں۔ وہ کس طرح یہ مکان حاصل کر سکا میں پوچھنا چاہوں گا؟'' اس نے ہر ایک کو روک کر بلند آواز میں کہا۔

''میں نے صحیفے کا ایک سچا ترجمان دیکھا تھا'' دوسرے کونے سے جنرل نے بعض سننے والوں کو بتایا، جن میں ممنائیت سن بھی تھا جس کا وہ بٹن پکڑے ہوئے تھا۔ ''وہ تھے آنجہانی گریگوری سیمیونووچ برمیستروف جو دلوں میں، یوں کہنا چاہئے، آگ لگا دیا کرتے تھے۔ پہلے وہ اپنی عینک لگاتے، پھر کالے چمڑے سے مجلد ایک موٹی قدیم کتاب کھولتے، ان کے حلقے میں ایک بھوری ڈاڑھی اور دو تمغوں کا اضافہ کر دیجیے جو انہیں خیر خیرات کے کاموں پر عطا کئے گئے تھے۔ وہ لمبے، سخت، کڑے اور درشت لہجے میں شروع کرتے۔ جنرل ان کے سامنے سر جھکاتے اور بیگمات غش کھا جاتیں۔ یہ شخص ہے جو شام کے کھانے پر خاتمہ کرتا ہے! مجھ سے باہر بات ہے!''

پتیت سن جو مسکراتے ہوئے جنرل کی باتیں سن رہا تھا اب جیسے جانے کے لیے اپنی ہیٹ تھامنے والا تھا لیکن باز ت نہ کر سکا یا اپنے اس ارادے کو بار بار بھول جاتا۔ گانیا نے دوسروں کے میز پر سے اٹھنے سے پہلے ہی یک بیک اپنے جام کو دور کھسکا دیا۔ اس کے چہرے پر افسردگی چھائی تھی۔ جب سب میز سے اٹھ گئے تو وہ رگوژین کے پاس جا کر برابر بیٹھ گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ ان دونوں میں بے حد دوستانہ تعلقات ہیں۔ رگوژین جس نے وہاں سے کھسکنے کی کئی دفعہ کوشش کی اب ساکت سر جھکائے یوں بیٹھا تھا گویا وہ جانے کا ارادہ بھول چکا تھا۔ اس نے ساری شام شراب کا ایک قطرہ بھی نہیں چکھا۔ اپنے خیالات میں غرق تھا۔ ٹھہر ٹھہر کر کبھی اپنی نگاہیں اوپر اٹھاتا، حاضرین میں ہر ایک کا جائزہ لیتا۔ اسے دیکھ کر گمان گزرتا کہ وہ کسی ایسی چیز کا انتظار کر رہا ہے جو اس کے لیے بڑی اہم تھی۔ اور تب تک وہیں ٹھہرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔

پرنس شراب کے صرف دو تین گلاس پی کر سرور میں آ گیا تھا۔ جیسے ہی وہ میز سے اٹھا اس کی نظریں ایوگینی پاولووچ کی نظروں سے ٹکرائیں۔ اسے یاد آیا کہ دونوں کچھ بات چیت کرنے والے تھے۔ ایک دوستانہ مسکراہٹ دی۔ ایوگینی پاولووچ نے سر جھکا کر جواب دیا، یکا یک ایپولیت کی طرف اشارہ کیا جس کی حرکات وسکنات پر وہ برابر نظر رکھے ہوئے تھا۔ موخرالذکر صوفے پر ہاتھ پاؤں پھیلائے سو رہا تھا۔

''پرنس مجھے بتائیے اس بدنصیب لڑکے نے خود کو آخر کیوں آپ پر لاد دیا ہے؟'' اس نے دفعتاً ایک کھلی ناگواری بلکہ جلن سے پوچھا کہ پرنس بالکل حیران رہ گیا۔ ''میں شرط لگاتا ہوں کہ اس کی نیت صاف نہیں۔''

''میں نے غور کیا ہے یا کم از کم یہ تاثر لیا ہے کہ آج وہ آپ کی گہری دلچسپی کا مرکز بنا ہوا ہے، ایوگینی پاولووچ۔ میں بجا کہہ رہا ہوں نا؟''

''اس میں یہ اضافہ بھی کر دیجیے کہ میرے موجودہ ذاتی معاملات میں اس کے بغیر بھی میرے پاس سر کھپانے کو بہت کچھ ہے۔ اس لیے مجھے خود تعجب ہے کہ میں ساری شام اس کے مکروہ چہرے سے اپنی آنکھیں اور خیالات ہٹا نہیں سکا۔''

''چہرہ تو کافی حسین ہے...''

''ہائیں! ذرا اس کی طرف دیکھیے تو، ذرا دیکھیے تو سہی!..'' ایوگینی پاولووچ نے پرنس کی آستین کھینچی۔

پرنس پھر ایوگینی پاولووچ کو حیرت سے دیکھتا رہ گیا۔

(5)

ایپولیت جو ناگاہ لیبیدیف کی طویل مدلل تقریر کے آخر میں اونگھ گیا تھا اب اچانک بیدار ہوا، جیسے کسی نے اس کی پسلی میں کہنی ماری ہو۔ وہ اچھل پڑا، کہنیوں کے سہارے اٹھ بیٹھا، اپنے اردگرد دیکھا اور پیلا پڑ گیا۔ اس کی نظریں جیسے ایک قسم کے خطرے کے ہول سے چوطرف گھومنے لگیں اور سب یاد آیا، حواس درست ہوئے تو دہشت کے آثار چہرے پر نمودار ہو گئے۔

''کیا وہ جا رہے ہیں؟ کیا سب تمام ہو گیا؟ ختم ہو گیا سب؟ کیا سورج نکل آیا؟'' اس نے بے چین ہو کر پرنس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے پوچھا۔ ''ابھی کیا بجا ہے؟ خدا کے لیے مجھے وقت بتاؤ! میں دیر تک سوتا رہا۔ میں کتنی دیر تک سویا ہوں

Scanned with CamScanner

ہ؟" وہ کہتا گیا، اس کی صورت پر حسرت برس رہی تھی، جیسے اس نے کوئی ایسی چیز کھوئی ہو جس پر اس کے مقدر کا انحصار تھا۔

"آپ سات سے آٹھ منٹ تک سوتے رہے" ایوگینی پاولووچ نے جواب دیا۔

ایپولیت نے اس کی طرف اشتیاق سے دیکھا اور کچھ لمحے سوچا۔

"اوہ۔۔۔ بس اتنا ہی؟ تب تو میں..."

اس نے اطمینان کی لمبی سانس لی گویا ایک بھاری بوجھ اتار پھینکا ہو۔ اس کی سمجھ میں آیا کہ کچھ بھی "ختم نہیں ہوا تھا" کہ سورج ابھی اوپر نہ آیا تھا اور یہ کہ مہمان صرف شام کے کھانے کے لیے اٹھے تھے اور فقط ایک ہی چیز کا اختتام ہوا تھا اور وہ بھی لیبیدیف کی بکواس۔ وہ مسکرایا۔ اس کے چہرے پر ایک مدقوق سرخی دوڑ گئی۔ تپ دق کے سرخ دھبے اس کے رخساروں پر ابھر آئے تھے۔

"جب میں سو رہا تھا تب آپ منٹ گن رہے تھے ایوگینی پاولووچ؟" اس نے طنزاً کہا۔ "آپ نے ساری شام مجھ پر سے آنکھیں نہیں ہٹائیں جیسا کہ میں نے دیکھا... اوہ رگوژین! میں نے ابھی ان کو خواب میں دیکھا" اس نے پرنس سے سرگوشی کی۔ یہ اس نے میز پر بیٹھے رگوژین کی طرف سر ہلاتے چین بہ جبیں ہو کر کہا۔ "اوہ۔۔۔ ہاں!" موضوع بدلتے ہوئے یکایک کہنے لگا۔ "مقرر کہاں ہے؟ لیبیدیف کہاں ہے؟ کیا اس نے اپنی تقریر ختم کر دی؟ وہ کس بارے میں کہہ رہا تھا؟ کیا یہ سچ ہے پرنس کہ آپ نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ حسن دنیا کو بچالے گا؟ حضرات!" اس نے مجلس کو مخاطب کیا۔ "پرنس دعویٰ کرتے ہیں کہ حسن دنیا کو بچالے گا! اور میں کہتا ہوں کہ ان کے ایسے شگفتہ خیالات کی وجہ یہ ہے کہ وہ عشق میں مبتلا ہیں! حضرات پرنس اب عشق میں مبتلا ہیں۔ میں نے اسی وقت سمجھ لیا جیسے ہی وہ اندر آئے۔ شرمایئے مت پرنس، ورنہ مجھے آپ پر رحم آئے گا۔ کس قسم کا حسن دنیا کو بچالے گا؟ کولیا نے مجھے اس کے متعلق بتایا۔ کیا آپ اچھے عیسائی ہیں؟ کولیا نے مجھے بتایا کہ آپ خود کو ایک عیسائی کہتے ہیں!"

پرنس نے اسے غور سے دیکھا لیکن جواب نہیں دیا۔

"آپ مجھے جواب نہیں دیتے؟ شاید آپ سوچتے ہیں کہ میں آپ کو بہت پسند کرتا ہوں؟" ایپولیت نے معاً بگڑ کر اور سوچ کر کہا۔

"نہیں میں ایسا نہیں سمجھتا۔ میں جانتا ہوں آپ مجھے ناپسند کرتے ہیں۔"

"کیا کل جو کچھ ہوا اس کے باوجود؟ کیا میں کل آپ کے لیے خلوص رکھتا تھا؟"

"کل بھی میں آپ کی ناپسندیدگی جانتا تھا۔"

"یعنی چونکہ میں آپ پر رشک کرتا ہوں۔ ہے نا رشک؟ آپ نے ہمیشہ ایسا ہی سوچا اور اب بھی۔ لیکن... لیکن میں آپ سے اس کے متعلق کیوں کہہ رہا ہوں؟ مجھے کچھ اور شمپین چاہئے۔ کچھ اور انڈیلئے کیلر۔"

"نہیں، آپ کو اب اور نہیں پینا چاہئے، ایپولیت۔ میں آپ کو پینے نہیں دوں گا" پرنس نے گلاس سرکا دیا۔

"واقعی آپ بجا کرتے ہیں" وہ فوراً راضی ہو گیا جیسے غور و فکر کر رہا ہو۔ "وہ پھر بھی کہہ سکتے ہیں... لیکن میں اس کی پروا نہیں کرتا کہ وہ کیا کہیں گے! کیوں ہے نا؟ کیوں ہے نا؟ بعد میں جو چاہیں، کہتے رہیں۔ ہے نا پرنس؟ اور ہم سب کب

پروا کرتے ہیں کہ آگے چل کر کیا ہوگا!.. ضمناً میں صرف نیم بیدار ہوں۔ میں نے ابھی ابھی کیسا بھیانک خواب دیکھا۔ مجھے بس ابھی یاد آیا... میں نہیں چاہتا کہ آپ ایسا کوئی خواب دیکھیں پرنس، اگرچہ میں آپ کو ناپسند کرتا ہوں، شاید واقعتاً ناپسند کرتا ہوں۔ ضمناً، اگر کوئی کسی کو ناپسند کرے تو بھی اس کا برا کیوں چاہے؟ لیکن میں سوالات ہی کیوں کیے جا رہا ہوں؟ لائیے ہاتھ مجھے دیجیے کہ میں گرم جوشی سے دباؤں، اس طرح... دیکھیے آپ نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ مطلب آپ سمجھتے ہیں کہ میں پورے خلوص سے آپ سے مصافحہ کروں گا؟.. ہاں میں اور نہیں پیئوں گا۔ ابھی کیا وقت ہوا ہے؟ اور کوئی مضائقہ نہیں، مجھے وقت کا علم ہے۔ وہ گھڑی آ پہنچی ہے! ٹھیک وقت پر! وہ کیا ہے، وہ اس کونے میں رات کا کھانا لگا رہے ہوں گے، اس لیے یہ میز خالی ہے؟ بہت خوب! حضرات میں... لیکن یہ تمام صاحبان سن بھی نہیں رہے ہیں... میں ایک مضمون پڑھ کر سنانا چاہتا ہوں پرنس۔ بے شک رات کا کھانا زیادہ پرکشش ہے مگر...''

اب اس نے ناگاہ اور بالکل خلاف توقع اپنی اوپر کی جیب سے ایک بڑا دفتری تقطیع کا لفافہ کھینچ نکالا جس پر ایک بڑی سرخ مہر لگی ہوئی تھی۔ لفافہ میز پر اپنے سامنے رکھا۔

اس خلاف امید حرکت نے اہل محفل پر بڑا گہرا اثر ڈالا جو اس بات کے لیے تیار نہ تھے، یا یوں کہیں کہ ''تیار'' تو تھے، لیکن اس کے لیے نہیں۔ ایوگینی پاولووچ تو اپنی کرسی سے اچھل پڑا۔ گانیا تیزی سے میز کے قریب کھسک آیا۔ رگوژین بھی، مگر ایک قسم کی تنک مزاج برہمی سے جیسے وہ جانتا تھا کہ آگے کیا ہوگا۔ لیبیدیف جو نزدیک ہی کھڑا تھا، آنکھوں میں تجسس لیے اور قریب آ گیا۔ قیاس دوڑاتے ہوئے کہ لفافے کے اندر کیا ہو سکتا ہے، لفافے کو گھورنے لگا۔

''یہ آپ کے پاس کیا ہے؟'' پرنس نے فکرمند ہو کر پوچھا۔

''جوں ہی سورج کی تھالی کی کور دکھائی دے گی میں آسودگی سے لیٹ جاؤں گا پرنس جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں، ایمان سے کہتا ہوں۔ آپ دیکھیں گے!'' ایپولیت چیخا۔ ''لیکن... لیکن کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں اس لفافے کو کھولنے سے قاصر ہوں؟'' اس نے ظاہراً مجلس کی طرف سرکشی سے دیکھ کر سب کو بلا امتیاز خطاب کرتے ہوئے اضافہ کیا۔ پرنس نے دیکھا کہ وہ سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا۔

''ہم میں سے کسی نے ایسی کوئی بات نہیں سوچی'' پرنس نے ان سب کی طرف سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''آپ یہ کیوں سوچتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو اس قسم کا خیال آیا ہوگا۔ اور کس قدر... کیسا عجیب خیال ہے کہ ہمیں کچھ پڑھ کر سنایا جائے۔ آپ کے پاس کیا ہے ایپولیت؟''

''کیا بات ہے؟ اس کو کیا ہوا ہے؟'' چند سوالات تھے جو ہر طرف سے آ رہے تھے۔

وہ سب ایپولیت کے گرد جمع ہو گئے۔ ان میں سے کچھ ابھی اپنا کھانا چبا ہی رہے تھے۔ سرخ مہر لگے لفافے نے انہیں ایک مقناطیس کی طرح کھینچ لیا تھا۔

''میں نے خود کل ہی لکھا ہے۔ جب میں نے آپ سے یہاں آنے اور رہنے کا وعدہ کیا تھا اس کے فوراً بعد ہی۔ پرنس، میں سارا دن لکھتا رہا پھر ساری رات اور آج صبح ہی اس کو تمام کیا۔ مجھے صبح کے پچھلے پہر میں ایک خواب دکھائی دیا...''

Scanned with CamScanner

''کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اسے کل پڑھا جائے؟'' پرنس نے دبے لہجے میں اس کی بات کاٹی۔

''کل 'پھر نابود ہو جائے گا وقت کا وجود!'' ایپولیت نے ایک ہیجان میں تحقیر آمیز ہنسی سے چیخ کر کہا۔ ''اس کی فکر نہ کیجیے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے میں چالیس منٹ سے زیادہ نہ لگیں گے۔ یا شاید ایک گھنٹہ۔ آپ دیکھ رہے ہیں سب لوگ کتنی دلچسپی رکھتے ہیں۔ سب جمع ہو گئے ہیں، ان کی آنکھیں مہر پر لگی ہوئی ہیں۔ اگر میں نے لفافے پر مہر نہ لگائی ہوتی تو اس کا قطعی اثر نہ ہوا ہوتا۔ ہا ہا! دیکھا پردۂ راز کی طاقت! حضرات لفافے کی مہر توڑوں یا نہیں؟'' اس نے ایک عجیب سے ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ''ایک راز! ایک بھید! آپ کو یاد ہے پرنس: وہ کون تھا جس نے اعلان کیا کہ 'پھر نابود ہو جائے گا وقت کا وجود'؟ صحیفے میں یہ الفاظ ایک عظیم اور زبردست فرشتے کی زبانی آئے ہیں۔''

بہتر ہوگا تم اسے نہ پڑھو!'' ایوگینی پاولووچ خلاف توقع ایسی بے قراری سے پکار اٹھا کہ حاضرین میں اکثر کو بہت عجیب لگا۔

''اسے پڑھنا نہیں!'' پرنس نے بھی اپنا ہاتھ لفافے پر رکھتے ہوئے اسے روکا۔

''پڑھنا وڑھنا کیا، ہمیں رات کا کھانا کھانا ہے'' کسی نے رائے زنی کی۔

''ایک مضمون؟ کسی رسالے کے لیے؟'' دوسرے نے پوچھا۔

''پڑھنے میں مزا نہ آئے شاید؟'' تیسرے نے اضافہ کیا۔

''یہ سب کس بارے میں ہے؟'' بقیہ نے پوچھا۔ مگر پرنس کے اندیشے نے جیسے ایپولیت کو بھی خوفزدہ کر دیا تھا۔

''تو پھر نہ پڑھا جائے؟'' اس نے پرنس سے سرگوشی کی۔ اس کے نیلے ہونٹوں پر درد سے اینٹھی ہوئی مسکراہٹ تھی۔ ''تو پھر نہ پڑھا جائے؟'' اس نے ساری مجلس پر ایک نظر ڈالتے ان کی آنکھوں اور چہروں کا جائزہ لیتے دھیمی آواز میں دہرایا۔ اس کی نگاہیں وہی نمائشی تکرار کرتی جیسے ان پر چھٹ گئی ہوں۔ ''کیا آپ خوفزدہ ہیں؟'' اس نے پرنس کی طرف دوبارہ مڑتے ہوئے پوچھا۔

''کس سے؟'' پرنس نے پوچھا، اس کا چہرہ بدلتا جا رہا تھا۔

''کیا کسی کے پاس بیس کاپک کا ایک سکہ ہے؟'' ایپولیت اپنی کرسی سے اچھل کر بولا جیسے ایک جوش و جذبے میں۔ ''کوئی بھی سکہ چلے گا۔''

''یہ لو!'' لیبیدیف نے پھرتی سے ایک سکہ نکالتے ہوئے کہا۔ اس کے ذہن میں یہ خیال کوندا کہ بیمار لڑکے کا دماغ چل گیا ہے۔

''ویرا بی بی!'' ایپولیت نے جلدی سے لڑکی سے مخاطب ہو کر کہا ''میز پر اچھال دو؟ چت یا پٹ؟ چہرہ آیا تو میں پڑھوں گا!''

ویرا نے سکے کی طرف نظر ڈالی، پھر ایپولیت اور اپنے والد کی طرف دیکھا، پھر اپنے سر کو بے ڈھنگے پن سے پیچھے ہٹا کر جیسے اس خیال سے کہ ادھر نہیں دیکھنا چاہیے سکہ اچھالا۔ چہرہ آیا۔

''اب میں پڑھوں گا!'' ایپولیت نے زیر لب کہا جیسے وہ پہلے سے لکھے مقدر تلے کچلا جا رہا ہو۔ اگر اس نے

سزائے موت کا حکم سنا ہوتا تو اس سے زیادہ زرد نہیں پڑ سکتا تھا۔ ''لیکن یہ سب کیا ہے؟'' آدھ منٹ کی خاموشی کے بعد اس نے ایک دم چونک کر کہا۔ ''کیا میں نے واقعی پانسہ پھینک دیا ہے؟'' ساری مجلس پر اس نے ایک بے چینی، بے تکلفی سے طاہرانہ نظر ڈالی۔ ''کیسا عجیب نفسیاتی روپ ہے!'' اس نے پرنس سے مخاطب ہو کر پکار کر کہا۔ ''یہ ایک اتھاہ روپ ہے پرنس!'' اس نے زیادہ سے زیادہ جذباتی ہوتے ہوئے تکرار کی اور پھر گویا سنبھلتے ہوئے بولا ''غور کیجیے پرنس اور یاد رکھیے گا۔ مجھے معلوم ہوا کہ آپ سزائے موت پر مواد اکٹھا کر رہے ہیں... مجھے یہ بتایا گیا ہے، ہا ہا! یا خدا کتنی مضحکہ خیز خرافات ہے یہ سب!'' ان الفاظ کے ساتھ وہ صوفے پر بیٹھ گیا اور اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام لیا، اس کی کہنیاں میز پر تھیں۔

''یہ تو شرمناک بھی ہے مگر جہنم میں جائے شرم!'' وہ یکا یک اپنا سر اٹھاتے ہوئے کہتا گیا۔ ''حضرات! حضرات میں لفافہ کھولتا ہوں'' اس نے ایک قسم کے اچانک فیصلہ کن انداز میں اعلان کیا۔ ''پھر بھی میں... مجھے اصرار نہیں کہ سنا ہی جائے!''

اضطراب کے مارے کانپتے ہاتھوں سے اس نے لفافے کی مہر توڑی، خط کے کاغذ کے کئی اوراق اس میں سے نکالے جن کی لکھاوٹ بڑی گنجان تھی۔ انہیں اپنے سامنے میز پر رکھ کر برابر کرنے لگا۔

''کیا ہے یہ؟ اس کا مطلب کیا؟ وہ کیا پڑھا جائے گا؟'' کسی کسی نے بیزاری سے کہا۔ باقی سب خاموش تھے۔ پھر بھی وہ سب بیٹھ گئے اور اسے اشتیاق بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔ شاید وہ بالکل یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ کوئی غیر معمولی بات ہوگی۔ ویرا مارے دہشت کے رونے پر آ گئی تھی اور باپ کی کرسی کی پشت پکڑے کھڑی تھی۔ کولیا بھی تقریباً اتنا ہی گھبرایا ہوا تھا۔ لیبیدیف جو بیٹھ چکا تھا ایکدم اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور شمع ایپولیت کے نزدیک سرکا دی تاکہ پڑھنے کے لیے زیادہ روشنی ملے۔

''یہ رہا حضرات... لیکن آپ جلد ہی جان جائیں گے کہ یہ ہے کیا'' ایپولیت نے کسی وجہ سے اضافہ کیا اور جھٹ پڑھنا شروع کر دیا ''ایک بیان صفائی''! کتبہ ہے 'سیلاب بلا میرے بعد'... چھی چھی توبہ!'' وہ چیخا جیسے جل گیا ہو ''کیا واقعی میں نے ایسا احمقانہ کتبہ استعمال کیا ہے؟ سنئے صاحبان، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ شاید آخر میں یہ سب بہت معمولی بات ثابت ہو! میں نے فقط اپنے چند خیالات اختصار سے لکھے ہیں... اگر آپ سمجھ رہے ہیں کہ اس میں... کوئی پراسرار ہے یا... کوئی ممنوع شے... ایک لفظ میں...''

''بہتر ہوگا آپ اسے بلا تمہید کے پڑھ ڈالتے'' گانیا نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''وہ ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے!'' کسی نے اضافہ کیا۔

''خواہ مخواہ کی بک بک ہو رہی ہے'' رگوژین بولا۔ اب تک اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔

ایپولیت نے جھٹ اس کی طرف دیکھا، جیسے ہی ان کی نظریں ملیں رگوژین نے ایک زہر خند سے دانت نکالے۔ اور آہستہ سے یہ عجیب الفاظ ادا کیے:

''اس چیز کو رکھنے کا یہ طریقہ نہیں ہے صاحبزادے۔ ایسے نہیں...''

اگرچہ رگوژین کا مطلب کسی نے نہیں سمجھا لیکن اس کے الفاظ کا بڑا عجیب اثر پڑا، سب ایک عام مشترک خیال سے متوجہ ہو گئے۔ ایپولیت پر اس کا بڑا حیرت انگیز اثر ہوا۔ وہ شدت سے ایسا تھرتھرایا کہ پرنس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے

Scanned with CamScanner

سہارا دینا چاہا۔ اگر اس کی آواز حلق میں نہ اٹکتی تو وہ غالباً چیخ اٹھتا۔ پورا ایک منٹ وہ ایک لفظ بھی ادا نہ کر سکا۔ لیکن اس کی آنکھیں رگوژین پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ سارا وقت لمبی لمبی سانس کھینچ رہا تھا۔ آخرکار ہانپتے ہوئے بہت زور لگا کر بولا:

"تو وہ آپ تھے ــــ ہے نا؟"

"میں نے کیا کیا؟ میں کہاں تھا؟" رگوژین نے حیران ہو کر پوچھا۔ لیکن ایپولیت بھڑک کر اور ایک طرح کے جنون کو ضبط کرتے ہوئے بلند اور تیز آواز میں چلایا:

"وہ آپ تھے، پچھلے ہفتے ایک رات میرے ہاں آئے تھے۔ ایک بجے کے بعد، جس دن صبح میں آپ سے ملنے آیا تھا۔ اسی رات آپ میرے ہاں آئے تھے۔ آپ! اقرار کر لیجیے!"

"پچھلے ہفتے رات میں! پاگل تو نہیں ہو گئے ہو صاحبزادے!"

وہ "صاحبزادہ" دوبارہ ایک منٹ کے قریب خاموش رہا، اس کی کلہ کی انگلی پیشانی پر تھی۔ بظاہر سوچ رہا تھا۔ مگر اس کی زرد، بے رونق اور خوف سے مسخ مسکراہٹ میں دفعتاً کوئی چالاک، بلکہ فاتحانہ انداز ابھر آیا۔

"وہ آپ تھے!" اس نے آخر میں دھرایا، تقریباً سرگوشی سے لیکن پورے یقین کے ساتھ۔ "وہ آپ تھے جو میرے کمرے میں آئے اور پورا ایک گھنٹہ یا کچھ اوپر کھڑکی کے پاس ایک کرسی پر بیٹھے رہے چپ چاپ۔ وہ بارہ بجے سے صبح کے دو بجے کے درمیان کا عمل رہا ہوگا۔ پھر آپ اٹھے اور ٹھیک دو بجے کے بعد چلے گئے... وہ آپ تھے، آپ! آپ نے مجھے کیوں خوفزدہ کرنا چاہا؟ آپ مجھے اذیت پہنچانے کیوں آئے تھے؟ سمجھ میں نہیں آتا۔ لیکن وہ آپ ہی تھے!"

یہ کہتے وقت اس کی نظروں میں بے پایاں نفرت بھری تھی گو وہ اب بھی دہشت سے برابر کانپ رہا تھا۔

"آپ ابھی سب باتوں سے آگاہ ہو جائیں گے صاحبان۔ میں... میں... لیکن سنئے تو..."

اس نے دوبارہ عجلت میں اپنے کاغذات سنبھالے جو اس افراتفری میں تتر بتر ہو گئے تھے۔ انہیں ترتیب سے لگایا لیکن ہاتھوں کی کپکپاہٹ کی وجہ سے درست کرنے میں کچھ وقت لگا۔

آخرکار پڑھنا شروع ہوا۔ پہلے پانچ منٹ کے درمیان اس غیر متوقع مضمون کا مصنف سانس تھامنے کے لیے ہانپ رہا تھا اور اس کا لہجہ بے ربط و ناہموار ہو گیا تھا۔ لیکن بعد میں آواز جم گئی اور وہ جو کچھ پڑھ رہا تھا اس میں معنی نکلنے لگے۔ کبھی کبھی شدید قسم کی کھانسی کے دورے سے یہ سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ آدھا مضمون پڑھا ہوگا کہ اس کی آواز بھرا گئی۔ جیسے جیسے وہ پڑھتا گیا اس میں بتدریج گرمی آتی گئی جو آخر میں اپنے منتہائے کمال کو پہنچ گئی۔ ویسا ہی تکلیف دہ تاثر اس نے اپنے سامعین پر چھوڑا۔

وہ "مضمون" من و عن یوں ہے۔

"ایک بیان صفائی"

"سیلاب بلا میرے بعد!"

"کل صبح پرنس مجھ سے ملنے آئے۔ ضمناً انہوں نے مجھے آمادہ کیا کہ میں ان کے مضافاتی بنگلے میں چلوں اور کچھ دن۔ میں جانتا تھا وہ یقیناً اس پر اصرار کریں گے اور یہ بھی یقین تھا کہ وہ کہیں گے کہ اگر میں مضافات میں رہا تو

'درختوں اور لوگوں کے درمیان مرنا آسان ہوگا، جیسا کہ انہوں نے کہا۔ لیکن اس بار انہوں نے 'مرنا' نہیں 'جینا' کہا جو میری موجودہ حالت میں ایک ہی بات ہے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ ان کا بار بار 'درختوں' کا حوالہ دینے کا کیا مطلب ہے اور وہ کیوں ان 'درختوں' کو مجھ [illegible] رہے ہیں۔ مجھے ان سے یہ معلوم کر کے بڑی حیرت ہوئی کہ میں نے خود اس شام کہا تھا کہ میں پاولوفسک اس لیے آیا تھا کہ آخری مرتبہ ان درختوں کو دیکھ لوں۔ جب میں نے انہیں اپنی رائے دی کہ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آیا میں ایک درخت کے نیچے مروں یا اپنی کھڑکی سے اینٹ کی ایک دیوار کو دیکھتے ہوئے اور بس دو ہفتے کے لیے یہ سب کرنے کی کیا ضرورت، انہوں نے مجھ سے فوراً اتفاق کیا۔ پھر بھی ان کی رائے میں ہریالی اور پاک صاف ہوا یقیناً مجھ میں جسمانی تبدیلی لائے گی، ساتھ ہی میرے اضطراب اور خوابوں میں بھی تبدیلیاں ہوں گی اور شاید مجھے کچھ راحت ملے۔ میں نے ہنستے ہوئے اپنی رائے دی کہ وہ ایک مادہ پرست کی طرح بات کر رہے ہیں۔ انہوں نے حسب معمول مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ وہ ہمیشہ سے مادہ پرست رہے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی بات ہے چونکہ وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ ان کا تبسم بڑا دلفریب ہے۔ میں نے اس مرتبہ انہیں غور سے اچھی طرح پرکھا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ میں انہیں پسند کرتا ہوں یا ناپسند۔ ایسے سوالات سے پریشان ہونے کے لیے میرے پاس وقت نہیں۔ یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ ان سے میری پانچ ماہ پرانی نفرت گزشتہ مہینے سے کافی حد تک گھٹ چکی ہے۔ شاید میں پاولوفسک خاص طور پر انہیں دیکھنے کے لیے آیا تھا کون جانتا ہے؟ لیکن... میں نے اپنا کمرہ ایسا کرتے وقت کیوں چھوڑا؟ ایک شخص کو جسے موت کی سزا سنائی جا چکی ہو اپنی کوٹھڑی نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اگر میں نے اخیر میں ارادہ نہ کیا ہوتا اور اپنے آخری لمحوں تک ٹھہرنے کا فیصلہ کیا ہوتا تب بے شک میں اپنا کمرہ کسی قیمت پر نہیں چھوڑتا۔ اور ان کے ہاں پاولوفسک جانے اور وہاں 'مرنے' کی دعوت قبول نہ کی ہوتی۔

"مجھے یہ سارا "بیان صفائی" کل سے پہلے تمام کرنے میں عجلت سے کام لینا چاہیے۔ مطلب یہ کہ مجھے اس کو اول تا آخر پڑھنے اور درست کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ میں اسے کل دوبارہ پڑھوں گا۔ جب میں اسے پرنس اور دو تین گواہوں کی موجودگی میں جو وہاں ملیں گے پڑھ کر سناؤں گا۔ چونکہ اس میں جھوٹ یا دروغ بیانی کا ایک لفظ نہ ہوگا بلکہ فقط راستی و سچائی، وہ آخری اور شاندار راستی، میں اس کے ماقبل یہ جاننے کا اشتیاق رکھتا ہوں کہ اس گھنٹے اور منٹ پر جب میں پڑھنا شروع کروں گا خود مجھ پر کس قسم کا تاثر پیدا ہوگا؟ مجھے 'آخری اور شاندار راستی' کے الفاظ نہیں لکھنا چاہیے، گو کہ اس کے بغیر بھی صرف دو ہفتے کی مدت میں جھوٹ بولنے کے کوئی مطلب نہیں کیونکہ صرف دو ہفتے کی زندگی کے کوئی معنی نہیں۔ اور یہ سب سے اچھا ثبوت ہے کہ میں سوائے سچائی کے اور کچھ نہ لکھوں گا۔ (نوٹ: مجھے یہ نہ بھولنا چاہیے شاید میں اس وقت مخبوط الحواس ہوں، اس لمحے یعنی ان منٹوں میں؟ مجھے یقینی طور پر بتایا گیا ہے کہ وہ جو دق کے آخری درجے میں ہوتے ہیں کبھی کبھی عارضی طور پر مخبوط الحواس ہو جاتے ہیں۔ مجھے کل اس بات کی تصدیق سننے والوں کے تاثر سے کرنا چاہیے۔ یہ سوال بہرحال قطعی طور سے طے کر لینا چاہیے ورنہ کسی چیز کی شروعات نہیں کر سکتا۔)

"ایسا لگتا ہے کہ میں نے ابھی کچھ بات بڑی احمقانہ لکھی ہے۔ لیکن جیسا کہ جان بوجھ کر خود سے قسم کھائی تھی کہ [illegible] سطر کی ایک سطر بھی نہ بدلوں گا، یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ میں ہر پانچویں سطر پر خود کو رد کر رہا ہوں۔ کل کی

ابلیت

پر حال تمہیں مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ میری فکر منطقی رو سے درست ہے، آیا میں اپنی غلطیوں کو پکڑ سکتا ہوں۔ مطلب یہ کہ ہر بات جس کے متعلق میں نے اس کمرے میں پچھلے چھ ماہ کے دوران سوچا ہے درست ہے یا محض بکواس!

"اگر مجھے دو ماہ پہلے اپنا کمرہ چھوڑنا پڑا ہوتا جیسا کہ اب کر رہا ہوں اور میسرز کی دیوار کو الوداع کہنا پڑتا تو مجھے یقیناً قلق ہوتا۔ مگر اب مجھے مطلق احساس نہیں ہے۔ تاہم میں اپنا کمرہ اور یہ دیوار دونوں کل ہمیشہ کے لیے چھوڑ دوں گا! مطلب یہ کہ میرے اس یقین نے کہ یہ دو ہفتے کی مدت رنج و افسوس کرنے یا اس کے متعلق احساس رکھنے کے مستحق نہیں، میرے سارے وجود کو گرفت میں لے لیا ہے اور اب وہ میرے جذبات و احساسات کو حکم دے سکتا ہے۔ لیکن کیا یہ سچائی ہے، کیا یہ سچ ہے کہ میری فطرت مکمل طور پر زیر ہو چکی؟ اگر مجھے اب جسمانی اذیت دی جائے تو میں یقیناً زور سے چیخوں گا اور یہ نہ کہوں گا کہ میرا چیخنا اور درد کا احساس رکھنا بے فائدہ ہے کیونکہ مجھے فقط دو ہفتے اور زندہ رہنا ہے۔

"لیکن کیا یہ سچ ہے کہ میرے پاس صرف دو ہفتے کی ہی زندگی رہ گئی اور زیادہ نہیں؟ میں نے اس وقت پاولوفسک میں جھوٹ کہا۔ ب۔ نے مجھ سے ہرگز کچھ نہیں کہا، نہ ہی مجھ سے کبھی ملا۔ لیکن قریباً ایک ہفتہ پیشتر طب کے ایک طالب علم کو مجھے دیکھنے کے لیے لایا گیا، کسلوروودوف نام کا۔ عقیدے کے اعتبار سے وہ ایک مادہ پرست ہے، ایک دھریہ، ایک نہلسٹ۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اسے بلوایا۔ میں کسی ایسے شخص سے ملنا چاہتا تھا جو بالآخر مجھے کھلی ہوئی بے نقاب سچائی دکھائے، بلا کسی لیپا پوتی کے، بلا نمک ٹوئیاں مارے۔ اور اس نے ایسا ہی کیا اور نہ صرف رضامندی سے اور بے تکلفی سے، بلکہ کمال خوش طبعی کے ساتھ (جو میری رائے میں فضول اور غیر ضروری تھا)۔ اس نے مجھے دو ٹوک بتا دیا کہ میں قریباً ایک ماہ اور زندہ رہوں گا، اگر موافق ماحول ملا تو شاید اس سے کچھ زیادہ۔ لیکن اس سے قبل بھی مر سکتا ہوں، اس کی رائے میں ناگہانی طور پر بھی، جیسے کہ کل ہی۔ ایسے واقعات ہوئے ہیں۔ صرف تین دن قبل ایک مدقوق نوجوان خاتون جو کولومنا میں رہا کرتی تھی جس کی حالت ٹھیک میری جیسی تھی، کچھ کھانا خریدنے بازار جانے والی تھی کہ اچانک اس کی طبیعت بگڑی۔ وہ صوفے پر لیٹ گئی، آہ سرد کھینچی اور مر گئی۔ کسلوروودوف نے کچھ اسی صاحبانہ بے رحمی اور بے اعتنائی سے یہ قصہ سنایا جیسے وہ مجھے کوئی اعزاز عطا کر رہا ہو۔ یعنی وہ یہ سب کچھ مجھے اپنے ہی جیسا، ہر چیز سے منکر قادر مطلق ہستی سمجھ کر بتا رہا تھا، جس کے لیے موت ایک بے وقعت بات تھی۔ بہرحال قطعی اور سیدھی سادی حقیقت: زیادہ سے زیادہ ایک مہینہ اور بس! میں کامل وثوق رکھتا ہوں کہ اس نے کوئی غلطی نہیں کی۔

"مجھے بڑا تعجب ہوا کہ پرنس یہ قیاس کیوں کر سکے کہ مجھے 'برے برے خواب' آتے ہیں۔ انہوں نے سچ مچ یہ کہا کہ پاولوفسک میں 'میرے خواب اور اضطراب' میں تبدیلی ہو گی لیکن انہوں نے خوابوں کے بارے میں کیوں کہا؟ یا تو وہ ڈاکٹر ہیں یا حقیقت میں غیر معمولی بصیرت رکھنے والے انتہائی ذہین انسان۔ (اگرچہ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ بالآخر وہ ایڈیٹ ہی۔) کچھ ایسا ہی ہوا۔ ان کے آنے سے ذرا پیشتر میں نے ایک چھوٹا سا نوکھا خواب دیکھا تھا (ضمناً اس قسم کا ایک، جیسے آج کل سینکڑوں دیکھ چکا ہوں)۔ میں اونگھ گیا تھا۔ میرا خیال ہے ان کی آمد سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل۔ سلسلہ خواب میں دیکھا کہ میں کسی کمرے میں ہوں (مگر میرا اپنا نہیں)۔ وہ میرے کمرے سے بھی بڑا، اونچی چھتوں والا اور روشن۔ اس میں ایک کپڑا رکھنے کی الماری، ایک کمود، ایک صوفہ اور میرا بستر تھا۔ خوب بڑا اور چوڑا،

سبز رنگ کے ریشمی لحاف سے ڈھکا ہوا۔ لیکن میں نے کمرے میں ایک ہیبت ناک جانور دیکھا، ایک طرح کا مخلوق جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہ سے ملتا جلتا مگر بچھو نہیں، اس سے بھی مکروہ، گھناؤنا اور بڑا ہیبت ناک غالباً اس لیے بھی لگ رہا تھا کہ اس قسم کی مخلوق کا کہیں وجود نہیں اور اس کا خاص میرے ہی پاس ارادتاً پایا جانا ایسی بات ہے کہ ضرور کوئی راز، کوئی اسرار ہوگا۔ میں نے اس مخلوق کو اچھی طرح دیکھا: وہ ایک بھورا خول دار رینگتا کیڑا تھا۔ کچھ سات انچ لمبا اور سر سے نیچے تقریباً دو انگل موٹا اور دم کی طرف ایک انچ کے چھٹے حصے سے بھی کم موٹا۔ سر سے دو انچ آگے اس کی سونڈ سے دو پیر نکلے ہوئے تھے، دونوں طرف ایک ایک اور بدن سے پچاسی درجے کے زاویے پر۔ ہر ایک پیر چار انچ لمبا تھا۔ اس طرح سے کہ اوپر سے دیکھنے پر وہ بالکل ایک ترشول سے مشابہ تھا۔ میں اس کے سر کی شناخت نہ کر سکا مگر اس پر دو مونچھیں دیکھ سکتا تھا۔ کافی چھوٹی، جیسے دو مضبوط سوئیاں، وہ بھی بھورے رنگ کی تھیں۔ اسی قسم کی دو مونچھیں اس کی دم کے کنارے اور ہر پیر کے کنارے تھیں۔ اس طرح کل آٹھ تھیں۔ وہ جانور کمرے میں تیز سے ادھر ادھر دوڑ رہا تھا پیروں اور دم کے بل پر۔ جب وہ دوڑتا تھا اس کی دم اور پنجے سانپ کی طرح کلبلاتے اور پھنپھناتے تھے۔ باوجود خود کے وہ غیر معمولی سرعت کے ساتھ دوڑتا تھا۔ اسے دیکھ کر بڑی کراہت آتی تھی۔ میں بہت ڈرا ہوا تھا کہ وہ ڈنک مارے گا۔ مجھے بتایا گیا کہ زہریلا ہے لیکن جو بات میرے لیے سب سے زیادہ عذاب جان تھی وہ یہ سوال کہ اسے میرے کمرے میں میرے خلاف کس نے اور کس نیت سے پہنچایا، اس میں کیا بھید ہے؟ وہ کپڑے کی الماری اور کمود کے نیچے چھپتا اور کونوں میں رینگتا تھا۔ میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور اپنے پاؤں اندر سمیٹ لئے۔ وہ پھر کمرے آر پار تیزی سے بھاگا اور میری کرسی کے قریب کہیں غائب ہو گیا۔ میں نے خوف سے ادھر ادھر دیکھا، ڈر تھا کہ کہیں وہ رینگ کر کرسی پر نہ چڑھ آئے۔ ناگہاں میں نے ایک تم کی چنچنی سرسراہٹ اپنے پیچھے سر کے بالکل برابر سنی۔ پیچھے مڑا اور دیکھا کہ وہ غلط جانور دیوار پر رینگ رہا تھا۔ اب میرے سر کے برابر پہنچ کر واقعی اپنی دم سے میرے بالوں کو چھو رہا تھا۔ اس کی دم گول گول اور آگے پیچھے بڑی حیرت انگیز سرعت کے ساتھ سرسرا رہی تھی۔ میں اچھل کر کھڑا ہو گیا، وہ جانور غائب ہو گیا۔ میں اپنے بستر پر لیٹنے سے بھی ڈر رہا تھا کہ کہیں وہ تکیے کے نیچے رینگ کر نہ چلا آئے۔ پھر ماں اور ان کی ایک شناسا کمرے میں داخل ہوئے۔ اور اس مخلوق کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگے لیکن وہ میری بہ نسبت زیادہ پرسکون تھے اور قطعی خوفزدہ نہ تھے۔ لیکن وہ کوئی بات سمجھ نہ سکے۔ وہ منحوس دفعتاً پھر رینگ کر باہر نکلا، اس بار وہ بہت آہستہ آہستہ رینگ رہا تھا، جیسے کسی خاص مقصد کے تحت اور بہت آہستگی سے بل کھاتا لہراتا تھا، جو اور بھی زیادہ مکروہ معلوم ہوتا تھا۔ پھر وہ کمرے کو پار کر کے دروازے کی طرف چکر کاٹ رہا تھا۔ اس لمحے ماں نے دروازہ کھولا اور ہماری کتی نورما کو آواز دی — ایک بڑی سیاہ جھبری نیوفاؤنڈ لینڈ کتی جو پانچ سال قبل مر چکی۔ کتی کمرے میں گھس آئی اور اس کیڑے کو سامنے دیکھتے ہی جم کر رہ گئی۔ وہ جانور بھی رک کر کھڑا ہو گیا، اس کی دم اور پنجے تھرتھراتے فرش کو پیٹ رہے تھے۔ اگر میں غلطی نہیں کر رہا جانور کسی پراسرار دہشت کا تجربہ نہیں رکھتے لیکن مجھے اس وقت ایسا لگا کہ نورما کی دہشت میں کوئی غیر معمولی بلکہ پراسرار بات تھی جیسے کہ کتی نے خود احساس کیا، بالکل میری طرح، کہ اس مخلوق کے ساتھ کچھ پراسرار اور مقدر کا لکھا وابستہ تھا۔ نورما دھیرے دھیرے پیچھے ہٹتی گئی، اس کا منہ بدستور حشرے کی طرف تھا جو بے حد چوکنا، محتاط اور چوکس اس کی طرف رینگ رہا تھا اس ارادے سے کہ وہ ناگہاں ایک جست لگائے گا اور اسے ڈنک مارے گا۔ نورما اتنی دہشت زدہ

کے باوجود بڑی خونخوار دکھائی پڑتی تھی، گرچہ وہ کانپ رہی تھی۔ یکا یک اس نے اپنے مہیب نوکیلے دانت آہستہ سے باہر نکالے، اپنا بڑا سا سرخ جبڑا کھولا۔ اپنے آپ کو بالکل تیار کیا اور ہمت کی، جھٹ اس کیڑے کو اپنے دانتوں میں پکڑ لیا۔ اس مخلوق نے بھاگنے کی کشمکش ضرور کی ہوگی کیونکہ نورمانے اسے دوبارہ ہوا میں اچک لیا اور اسے دو مرتبہ جھپٹنے کے بعد اپنے جبڑوں میں پکڑ لیا، جیسے وہ نگلنا چاہتی ہو۔ خول اس کے دباؤ سے چٹخ گیا۔ دم اور پنجے ابھی باہر ہی لٹکے بڑی ہولناک سرعت کے ساتھ تھرتھرا رہے تھے۔ یکبارگی نورمانے ایک قابل رحم عف عف کی، حشرے نے کسی طرح اس کی زبان میں ڈنک مار دیا تھا۔ عف عف بھونکتے اور چیختے چلاتے درد و تکلیف سے اس نے اپنا پورا جبڑا کھول دیا۔ اور میں نے اس کے منہ میں مڑے تڑے اور پارہ پارہ حشرے کو تڑپتے تلملاتے دیکھا۔ اس کے کچلے بدن سے جو کتی کی زبان پر تھا ایک سفیدی مائل لیسدار رطوبت رس کو باہر نکل رہی تھی۔ جیسے ایک کچلے ہوئے سیاہ کاکروچ سے۔ اسی لمحے میری آنکھ کھلی اور پرنس اندر آئے۔"

"حضرات!" ایپولیت نے اپنی پڑھائی روکتے ہوئے بلکہ ذرا جھینپتے ہوئے کہا "مجھے اس پر نظر ثانی کرنے کا موقع نہیں ملا۔ لگتا ہے کہ میں نے بہت کچھ فضول لکھ ڈالا ہے۔ یہ خواب..."

"بے شک یہی بات" گانیا نے جلدی سے اس کی بات پکڑ لی۔

"اس میں بہت ذاتی ہے، میں اتفاق کرتا ہوں یعنی میرے خود کے بارے میں..."

جب ایپولیت نے یہ کہا وہ زرد اور کسلمند دکھائی دیتا تھا۔ اس نے رومال سے ماتھے کا پسینہ پونچھا۔

"ہاں آپ اپنے آپ میں بہت زیادہ منہمک تھے" لیبیدیف نے منہ بناتے ہوئے زیرِ لب کہا۔

"صاحبان! میں پھر کہتا ہوں، میں اپنے آپ کو کسی پر نہیں لادتا۔ جو نہ سننا چاہے وہ جا سکتا ہے۔"

"وہ لوگوں کو نکال رہا ہے... دوسرے کے گھر سے" رگوژین ایک مشکل سے سنائی دینے والی آواز میں بڑبڑایا۔

"اور فرض کیجیے ہم سب ایک ساتھ اٹھ کر چلے جائیں؟" فردی شینکو نے بالکل خلاف امید رائے دی۔ اس نے اب تک کوئی بات بلند آواز سے کہنے کی جرأت نہ کی تھی۔

ایپولیت نے اچانک اپنی آنکھیں جھکا لیں اور مسودے کو تھام لیا، پھر جھٹ اوپر دیکھا، اس کی چمکتی آنکھیں فردی شینکو پر گڑی ہوئی تھیں اور گال لال بھبھوکا ہو رہے تھے۔

"آپ مجھے قطعی پسند نہیں کرتے!" اس نے کہا۔

اس رائے پر قہقہہ لگا، لیکن سننے والوں کی اکثریت کی طرف سے نہیں۔ ایپولیت بری طرح سرخ ہو گیا۔

"ایپولیت" پرنس نے کہا "اپنا مسودہ تہہ کر لیجیے، مجھے دیجیے اور خود میرے کمرے میں جا کر سو جائیے۔ کل ہم سونے سے پہلے خوب باتیں کریں گے۔ اور دوسرے دن بھی بشرطیکہ آپ ان صفات کو ہاتھ نہ لگائیں۔ کیا مرضی ہے؟"

"کیا یہ ممکن ہے؟" ایپولیت نے اس کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "صاحبان!" وہ ایک دفعہ پھر نہایت بے قراری سے بھڑک کر پکارا۔ "یہ ایک لغو قصہ ہے جسے میں ٹھیک سے پیش نہ کر سکا۔ میں دوبارہ پڑھائی درمیان سے

نہیں توڑوں گا۔ جو سننا چاہئیں وہ سنیں...''

اس نے گلاس سے غٹ غٹ پانی پیا اور اپنی کہنیوں کو جلدی سے میز پر ٹکایا تا کہ اس کا چہرہ دیکھنے والوں سے چھپا رہے۔ اور پھر پڑھنا شروع کیا۔ اس کی الجھن جلد دور ہو گئی۔

''یہ خیال کہ چند ہفتوں کی زندگی قابل زیست نہیں (وہ پڑھتا گیا) ایک مہینہ قبل میرے اندر جڑ پکڑ گیا، جب میرے پاس زندگی کے چار ہفتے رہ گئے تھے۔ لیکن اس خیال نے صرف تین دن قبل مجھے بے قابو کر دیا تھا جب میں پاولوفسک کی اس شام سے واپس لوٹا۔ یہ خیال میرے دماغ میں واقعی جاگزیں ہوا جب میں پرنس کے برآمدے میں تھا۔ اس وقت میں نے فیصلہ کیا کہ زندگی کو دوسرا اور آخری آزمائش کا موقع دوں گا۔ درختوں اور لوگوں کو دیکھنے کی لگن محسوس کی (میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں نے ایسا کہا تھا)، میں بہت مشتعل و برانگیختہ ہو گیا اور اپنے 'عزیز قریب' بردوفسکی کے حقوق کے لیے اٹھ کھڑا ہوا اور تصور کیا کہ دوسرے لوگ میرے لیے اپنی باہیں پھیلائیں گے، مجھے اپنی آغوش میں لینے کے لیے، مجھ سے کسی بات کی معافی مانگیں گے اور میں بھی ویسا ہی کروں گا۔ مختصراً میں ایک پرلے درجے کا بیوقوف نکلا۔ ان ساعتوں کے درمیان ایک آخری 'یقین کامل' مجھ میں بھڑک اٹھا۔ میں اپنے آپ سے حیرت سے پوچھتا ہوں کہ اس یقین کے بغیر گزشتہ پورے چھ مہینے کیوں کر جیتا رہا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ایک لاعلاج مدقوق ہوں۔ مجھے اپنی حالت کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہ تھی بلکہ ایک واضح ادراک۔ تاہم میں جتنی اچھی طرح سمجھ رہتا تھا اتنی ہی زندہ رہنے کی حرص بڑھتی جا رہی تھی۔ میں نے زندگی کو ایک تنکے کی طرح تھام لیا اور ہر قیمت پر زندہ رہنا چاہتا تھا۔ مانتا ہوں کہ میرے اندر بڑی تلخی تھی اس اندھی اور بہری قسمت کے خلاف جس نے حکم دیا کہ مجھے بلا کوئی سبب بتائے ایک مکھی کی طرح مسل دیا جائے۔ لیکن فقط اس آزردگی پر ہی میرا خاتمہ کیوں نہیں ہو جاتا؟ میں نے حقیقت میں کیوں جینا شروع کیا، اس علم کے ساتھ کہ اب کسی چیز کو شروع کرنے میں کافی دیر ہو چکی ہے؟ اب جب میرے لیے آزمانے کی کوئی چیز نہیں رہ گئی میں نے کیوں ایک نئی آزمائش کا فیصلہ کیا ہے؟ اس دوران میں کچھ پڑھنے سے بھی مجھے رغبت نہیں رہ گئی۔ ایک کتاب بھی نہیں اور پڑھنا بالکل ترک کر دیا: فقط چھ مہینے کے لیے کچھ پڑھنے یا سیکھنے کا کیا فائدہ؟ کئی مرتبہ اس خیال نے مجھے کتاب پھینک دینے پر مجبور کیا۔

''ہاں سامنے والی میئر کی دیوار کئی کہانیاں سنانا چاہتی ہے۔ میں نے اس پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اس غلیظ دیوار پر ایک بھی دھبہ ایسا نہ تھا جس کا میں نے بغور مشاہدہ نہ کیا ہو۔ وہ کم بخت دیوار! پھر بھی وہ مجھے پاولوفسک کے سارے درختوں سے زیادہ عزیز ہے۔ غالباً عزیز تر کہنا چاہئے تھا، اگر ان سب چیزوں سے میں قطعی بے نیاز نہ ہو چکا ہوتا۔

''مجھے یاد ہے کس شوق و دلچسپی سے میں نے اس وقت ان کی زندگی کا مطالعہ شروع کیا۔ پہلے کبھی ایسی دلچسپی محسوس نہیں کی تھی۔ جب میں اتنا بیمار ہو گیا کہ اپنے کمرے سے بھی نہ نکل سکوں تو کبھی کبھی بے قراری سے بلکہ گالی کو نئے سے کو لیا کا خیر مقدم کرتا۔ ادنیٰ سے ادنیٰ تفصیل کرید تا، ہر ایک افواہ سے اتنی گہری دلچسپی لیتا کہ کہ شاید افواہ باز بن کر رہ گیا۔ مثال کے طور پر میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ان لوگوں کے پاس اتنی ساری زندگی ہے، پھر بھی یہ امیر ہونا نہیں جانتے (یہ بات میں آج تک سمجھ نہ سکا)۔ میں ایک افلاس زدہ شخص کو جانتا تھا جو، مجھے پتہ چلا کہ بھوک سے مر گیا۔ اگر اس بدبخت کو دوبارہ زندہ کیا جا سکتا تو عجیب نہیں کہ میں خود ہی اسے مار ڈالتا۔ کبھی کبھی مسلسل کئی ہفتے افاقہ ہوتا تو باہر گھوم پھر سکتا تھا۔ لیکن

اخیر میں مرگوں نے مجھ میں ایسی تلخی گھول دی تھی کہ میں کئی کئی دنوں تک باہر نہ نکلتا، گرچہ دوسروں کی طرح میں بھی چل پھر سکتا تھا۔ میں ان گھبرائے ہوئے، ہمیشہ فکرمند وملول اور ستائے ہوئے لوگوں کے ہجوم کی دھکا پیل، جوفٹ پاتھ پر ادھر ادھر اچھلتے چلتے ہیں، دیکھنا برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ آخر کیوں، کس لیے یہ ان کی مستقل اداسی، ہمیشہ کی پریشانی، دنیاداری؟ منہ چڑھائے ہوئے ایک دوسرے سے حسد؟ (کیونکہ وہ بغض وعناد سے بھرے ہوئے ہیں، فقط کینہ، بغض وعناد۔) ان کے ہاتھ آدھے کا، زندگی کے لیے ان کی نااہلی کا ذمہ دار کون ہے؟ اگرچہ ان کے پاس جینے کو آگے کے ساٹھ برس پڑے ہیں؟ زار بیتن نے کیوں خود کو فاقوں سے مرنے دیا، حالانکہ ابھی اور ساٹھ سال جی سکتا تھا؟ جسے دیکھو وہی چیتھڑے لٹکائے، منت سے لٹے پڑے ہوئے ہاتھ دکھاتا ہے اور غصے میں چیختا ہے: 'ہم بیلوں کی طرح مشقت کرتے رہتے ہیں۔ ہم کتوں کی طرح مشقت، لیکن وہ امیر ہیں!' (ہمیشہ کی ایک ہی الاپ!) ان کے درمیان صبح سے رات گئے تک بھاگ دوڑ کرتا، مارا مارا پھرتا ایک 'شریف نسب' کا شکستہ حال بونا ہے، کوئی ایوان فوج سوریکوف نام کا، جو ہمارے گھر کے اوپر رہتا ہے۔۔۔ ہمیشہ پھٹے حالوں اور نامراد۔ وہ دوسروں کے حکم پر صبح سے رات گئے تک بھاگ دوڑ کرتا رہتا ہے۔ اس سے بات کیجیے اور وہ آپ سے کہے گا: 'میں غریب، ضرورت مند اور محتاج ہوں۔ میری بیوی مرگئی کیونکہ میرے پاس دوا کے پیسے نہیں تھے۔ میرا بچہ سردیوں میں ٹھنڈ کھا کر مرگیا، میری بڑی بیٹی ایک داشتہ بن گئی... وہ ہمیشہ شکوہ شکایت کرتا اور ٹسوے بہاتا رہتا ہے! آہ میں ایسے بے وقوفوں کے لیے ذرا سا بھی رحم نہ پہلے کبھی محسوس کیا نہ اب اس وقت۔ میں بڑے فخر سے کہتا ہوں! وہ خود روتھشیلڈ کیوں نہیں ہے؟ یہ کس کا قصور ہے کہ اس کے پاس روتھشیلڈ کی طرح کروڑوں کی رقم نہیں یا چہرہ شاہی اشرفیاں نہیں، سونے کا اتنا اونچا پہاڑ سا ڈھیر نہیں، جتنا ماسلے نیتسا[8] کارنیوال میں لگا تھا؟ اگر وہ زندہ ہے تو ہر چیز اس کی دسترس میں ہے! اگر اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تو قصور کس کا؟

''اب میرے لیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اب غم وغصے کی بھی مجھے مہلت نہیں۔ لیکن تب، تب تو اتنا غصہ آتا تھا کہ پھر دھراتا ہوں، کہ سچ مچ اپنا تکیہ چبا ڈالتا، طیش کے مارے اپنا کمبل پھاڑ ڈالتا تھا۔ اوہ اس وقت میرا کیسا ارمان تھا، کیسی تمنا تھی کہ مجھے، اٹھارہ سال کے لڑکے کو، جس کے پاس نہ پورے کپڑے، نہ اوڑھنے بچھونے کا سامان، ہاتھ پکڑ کے گھر سے ایکا ایکی باہر نکال دیا جائے، بے گھر، بے در، تن تنہا، بے روزگار، بے یار ومددگار، روٹی کے ٹکڑے کو محتاج، کسی بڑے شہر میں بغیر کسی صورت آشنا کے، در بدر کی ٹھوکریں کھاتا (یہ بہتر ہو!) لیکن تندرست، پھرتا اور پھر میں انہیں تماشہ دکھاتا...

''کیا دکھاتا؟

''اوہ، کیا تم واقعی سمجھے بیٹھے ہو کہ مجھے نہیں معلوم کہ یوں بھی اپنے اس ''بیان صفائی'' سے خود کو کیسے ذلیل ورسوا کر لیا ہے؟ کون ہے جو مجھے زندگی سے جاہل ایک بونا اور زندگی کے علم سے کورا نہیں سمجھے گا یہ بھول کر کہ میں اب اٹھارہ برس کا نہیں رہا اور یہ کہ ان چھ مہینوں میں جس طرح جیا ہوں اس کے معنی ہیں کسی کا بڑھاپے تک جینا! انہیں ہنسنے اور کہنے دیجیے کہ بہت کچھ کہانی ہے۔ بے شک میں ہر دم خود کو ایسے خیالی قصوں سے بہلاتا رہا ہوں۔ میں نے اپنی ساری ساری راتیں کہ جب سب سو رہے تھے، سب کچھ مجھے یاد ہیں۔

''لیکن کیا اب مجھے پھر ایک سرے سے وہی قصے سنانے ہوں گے۔ اب، جب کہ قصوں کہانیوں کا وقت میرے لیے گزر چکا ہے؟ اور میں کس کو بتاؤں؟ انہوں نے تب میرا دل بہلایا جب مجھ پر یہ بات ظاہر ہو چکی تھی کہ یہ فانی صرف و نحو پڑھنا بھی مجھے منع ہے، اور سوچ بھی لیا تھا کہ 'میں ترکیب نحوی تک پہنچنے سے پہلے مر جاؤں گا!' یہ سوچا اور کتاب میز کے نیچے پھینک دی۔ وہ اب بھی وہیں پڑی ہے۔ کیونکہ میں نے ملازمہ سے کہا کہ وہیں پڑی رہنے دے۔

''جن کے ہاتھ میرا یہ ''بیان'' لگے اور جن میں صبر و تحمل ہو کہ اسے شروع سے اخیر تک پڑھ سکیں، وہ چاہیں تو مجھے ایک پاگل سمجھیں یا ایک اسکولی لڑکا، یا غالباً ایسا کوئی جسے موت کی سزا سنا دی گئی ہو اور وہ قدرتی طور پر سوچتا ہے کہ دنیا کے باقی سب لوگ زندگی کی قدر و قیمت کرنے میں بڑی کم عقلی سے کام لیتے ہیں، اسے بے حد کاہلی و بے ایمانی سے برباد کرنے کے عادی ہو گئے ہیں اور اسی لیے اس کے نااہل ہیں! اس سے کوئی آدمی بچا نہیں! اس سے کیا مطلب؟ میں برملا کہتا ہوں کہ میرا قاری غلطی پر ہوگا اور یہ کہ میرے یقین کا میرے موت کی سزا سنا دئے جانے سے کوئی علاقہ نہیں۔ لیجیے ان سے محض یہ پوچھئے، ان سبھوں سے، ایک ایک سے کہ خوش و شادمانی سے ان کی کیا مراد ہے! یقین کیجیے کہ کولمبس نے جب امریکہ دریافت کر لیا تب شاد کام نہیں تھا بلکہ جب اسے دریافت کر رہا تھا، تب تھا۔ آپ یقین کیجیے کہ اس کی انتہائی مسرت و شادمانی کا لمحہ شاید نئی دنیا کی دریافت کے تین دن قبل آیا ہوگا جب اس کا باغی عملہ مایوس و نامراد ہو کر یورپ لوٹنے کے لیے اپنا جہاز گھمانے ہی والا تھا! نئی دنیا ہی ان کی منزل، ان کا مرحلہ نہ تھی، چاہے وہ سراسر ڈوب جاتی۔ کولمبس بھی جب وہ مرا تو شاید ہی اسے دیکھ پایا تھا۔ اسے ٹھیک ٹھیک خبر بھی نہ تھی کہ کیا دریافت کر لیا ہے۔ اصل مسئلہ ہے زندگی اور صرف زندگی۔۔۔ اس کی دریافت کی مسلسل، پیہم اور دائمی تلاش، نہ کہ فی الحقیقت خود دریافت! لیکن یہ سب کہنے سے کیا حاصل؟ گمان گزرتا ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ اتنی فرسودہ اور دقیانوسی بات ہے کہ غالباً مجھے ایک پچھلی جماعت کا طالب علم سمجھا جائے گا جو 'طلوع آفتاب' پر ایک مضمون لکھنے بیٹھا ہو۔ یا یہ کہ الفاظ کے قالب میں کچھ باتیں رکھنے کی ساری کاوش کے باوجود میں بیان ناکام رہا۔ تاہم اتنا اضافہ کروں گا کہ کوئی انسانی تخیل جو غیر معمولی اچھوتا پن یا جدت کی خصوصیت رکھتا ہے، یا کوئی بھی سنجیدہ، وزنی خیال جو کسی شخص کے ذہن میں ابھرے، اس میں ہمیشہ کوئی ایسی بات بھی ہوگی جسے دوسروں تک پوری طرح پہنچایا نہیں جا سکتا، چاہے آپ اس پر پوری پوری جلدیں لکھ ڈالیں یا پینتیس برس تک اس کی شرح تفسیر کرتے رہیں۔ کوئی نہ کوئی چیز ہمیشہ ایسی رہ جائے گی جو آپ کے کاسۂ سر سے نکلنے سے انکار کر دے گی اور ہمیشہ کے لیے وہیں ٹکی رہ جائے گی۔ آپ وہ کسی کو سونپے بغیر، اپنے ساتھ لیے مر جائیں گے اور وہی شاید آپ کے خیال کا اہم نکتہ ہو۔ لیکن اگر میں بھی ساری بات ذہن نشین کرانے میں نااہل رہا ہوں جو مجھے پچھلے چھ مہینوں سے اذیت پہنچاتی رہی ہے، تو لوگ کم از کم اتنا ضرور سمجھ جائیں گے کہ شاید اس پختہ یقین کی، جہاں میں اب پہنچا ہوں، بھاری قیمت چکائی ہے۔ یہی ہے جس کو میں نے اپنے چند وجوہات کی بنا پر، اس ''بیان صفائی'' میں پیش کر دینا لازم سمجھا۔

''بہر حال میرا بیان ابھی جاری رہے گا۔''

(6)

''میں جھوٹ بولنے کی خواہش نہیں رکھتا۔ زندگی کے حقائق نے اکثر میرے لیے ان چھ ماہ کے دوران بھی جال

پچائے ہیں اور کبھی کبھی مجھے اتنا الجھا لیا کہ میں اپنی موت کی سزا تک بھول گیا ہوں۔ یا شاید اس پر دھیان دینے کی پرواہ نہیں کی اور اپنے معاملات میں مصروف رہا۔ لہٰذا اپنے تب کے ماحول کے بارے میں یہ لکھا ہے۔ آٹھ ماہ قبل جب میں بہت بیمار پڑا تب میں نے اپنے سارے رشتے توڑ ڈالے اور اپنے پرانے دوستوں کو چھوڑ دیا۔ چونکہ مجھ میں ہمیشہ سے ایک کل کھرا پن رہا ہے میرے ساتھیوں نے مجھے آسانی سے فراموش کر دیا۔ وہ یوں بھی مجھے بھول ہی سکتے تھے۔ گھر پر میری بچی یعنی 'خاندان' میں بھی تنہائی پسند شخص کی تھی۔ کوئی پانچ مہینے قبل میں نے اپنے آپ کو ہمیشہ کے لیے مقفل کر لیا، اس طرح دوسرے کمروں سے بالکل الگ تھلگ ہو گیا۔ جب دیکھیے میری بات مانی جاتی، کسی کو میرے کمرے میں داخل ہونے کی ہمت نہیں تھی، سوائے خاص خاص بتائے ہوئے اوقات میں صاف صفائی کے لیے اور کھانا لانے کے لیے۔ میری ماں میری ہدایات کو ڈرتے کانپتے پورا کرتی، جب کبھی میں اسے اندر آنے کی اجازت دیتا اسے رونے گڑگڑانے کی بھی جرأت نہ ہوتی۔ وہ بچوں کو اکثر پیٹا کرتی تا کہ وہ شور نہ مچائیں اور مجھے پریشان نہ کریں پھر بھی میں ان کے شور وغل کی شکایت کرتا رہتا تھا۔ پھر بھلا انہیں مجھ سے کیا خاک محبت ہوتی! میں سمجھتا ہوں میں نے اپنے 'وفادار کولیا' کو جسے اس نام سے پکارتا ہوں، بہت زیادہ ہی ستایا ہوگا۔ وہ اب کچھ عرصہ سے مجھے ترکی بہ ترکی جواب دینے لگا ہے۔ بالکل فطری بات ہے۔ آدمی ایک دوسرے کو اذیت دینے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ میں نے یہ دیکھا کہ وہ میرے غصیلے پن کو برداشت کرتا ہے، جیسے اس نے طے کر لیا ہے کہ بیمار کی بات کا برا نہ مانا جائے۔ یہ بات فطری طور پر مجھے غصہ دلاتی تھی۔ میرا خیال ہے اس کے سر میں سمایا کہ پرنس کی نقل میں 'عیسائیت کا عجز وانکسار، اپنائے' جو کسی قدر مضحک ہوا کرتا ہے۔ وہ ایک نوجوان اور جوشیلا لڑکا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ دوسروں کی نقل کرتا ہے۔ میں کبھی کبھی یہ سوچتا تھا کہ اب اس کے لیے اپنا دماغ بھی استعمال کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ واقعی میں اس کا بہت گرویدہ ہوں۔ میں نے سوریکوف کو بھی کچھ کم اذیت نہیں دی جو ہمارے اوپر کے مکان میں رہتا تھا اور ہمیشہ صبح سے رات گئے تک اوروں کے کام سے دوڑتا پھرتا تھا۔ میں اکثر اس پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا کہ غریب رہنا خود اس کا قصور ہے۔ اسی لیے اخیر میں وہ اتنا ڈر گیا کہ میرے پاس آنا چھوڑ دیا۔ وہ ایک بے زبان آدمی تھا، بے حد مسکین و منکسر مزاج (نوٹ: وہ کہتے ہیں خاکساری ایک زبردست قوت ہے۔ میں پرنس سے اس کے متعلق پوچھوں گا۔ کیونکہ یہ خود انہی کا فقرہ ہے)۔ لیکن مارچ میں ایک دن میں اس کے 'ٹھنڈ سے مرے ہوئے بچے' کو (جیسا کہ خود اس نے بتایا) دیکھنے اوپر کی منزل پر گیا۔ اور اس کے مردے پر بے ساختہ مسکرا دیا کیونکہ میں نے دوبارہ سوریکوف کو سمجھانا شروع کیا کہ یہ خود اس کا قصور تھا۔ اس کا ہونٹ دفعتاً کانپنے لگا۔ ایک ہاتھ سے میرا شانہ پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے دروازہ دکھاتے ہوئے اس نے دھیمی آواز بلکہ تقریباً سرگوشی سے کہا 'جائیے جناب!' میں باہر نکل آیا۔ اور مجھے، کہنا چاہیے، مزہ آیا۔ اس وقت مجھے مزہ آیا۔ اور بالکل اس لمحے بھی جب وہ مجھے گھر سے نکال رہا تھا۔ لیکن بعد میں ایک طویل عرصے تک اس کے الفاظ جب کبھی میں نے یاد کیے میرے اندر ایک تکلیف دہ احساس ابھرا۔ اس کے لیے ایک قسم کا عجیب اور حقارت آمیز رحم جسے میں قطعی محسوس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس توہین کے موقع پر بھی (میں سمجھتا ہوں کہ اس کی توہین کی گو میرا ایسا ارادہ نہ تھا) اس دم بھی وہ آدمی اپنے حواس نہ کھو سکا! وہ غصہ نہیں تھا جس سے اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے، میں قسم کھا سکتا ہوں۔ اس نے میرا بازو پکڑ لیا اور خفا ہوئے بغیر، بڑے سلیقے سے صرف 'جائیے' ادا کیا۔ اس میں ایک وضعداری تھی بلکہ

حد سے زیادہ وضعداری جو اسے قطعی زیب نہیں دیتی تھی (اس قدر کہ خاصا مسخرا پن لگتا تھا) لیکن شرمندہ نہیں تھا۔ شاید اس لیے ایک فوری حقارت میرے لیے محسوس کی۔ اس کے بعد وہ دو تین مرتبہ مجھے زینے پر ملا۔ ہر بار احتراماً اپنی ٹوپی اتار کر سلام کرتا جو پہلے کبھی نہیں کرتا تھا۔ مگر پہلے کی طرح کبھی رکا نہیں، بلکہ زنانے کے ساتھ پریشانی کے عالم میں برابر سے گزر جاتا۔ اگر اس کے دل میں میرے لیے حقارت بھی تھی تو اس کے اپنے انداز میں، ایک 'مسکین سی حقارت'۔ وہ اب سے اپنی ٹوپی شاید اس لیے اتارتا ہوگا کہ میں اس کی قرض خواہ کا بیٹا تھا۔ وہ برابر میری ماں کا مقروض رہا کرتا اور کبھی قرض سے سبکدوش نہ ہو سکا۔ یہی وجہ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ میں نے چاہا کہ اس سے صلح صفائی کر لوں مگر میں جانتا تھا کہ وہ صرف دل ہی دل کے اندر مجھ سے معذرت کرنے لگے گا، اس لیے میں نے فیصلہ کیا کہ اسے یوں ہی چھوڑ دینا بہتر ہوگا۔

''اسی دوران یعنی وسط مارچ میں جب سوریکوف نے اپنے بچے کو 'ٹھنڈ سے مرنے دیا' میری طبیعت اچانک نجانے کیوں ہلکی ہونے لگی۔ یہ بہتری تقریباً پندرہ دن تک رہی۔ میں گھر سے باہر جانے لگا، یہ بہتری تقریباً پندرہ دن تک رہی۔ میں گھر سے باہر جانے لگا، عموماً جھٹپٹے کے وقت۔ میں مارچ کے جھٹپٹے کو پسند کرتا تھا، جب سردی اثر کرنے لگتی ہے اور سڑک کی گیس کی روشنیاں جل اٹھتی ہیں۔ کبھی کبھی میں سیر کرتا دور نکل جاتا۔ ایک شام میں شیستی لاوچنی اسٹریٹ سے گزر رہا تھا، اندھیرے میں 'شریفوں' میں کا ایک نوجوان برابر سے گزر گیا جسے میں ٹھیک طور پر نہ دیکھ پایا۔ وہ کوئی چیز ایک کاغذ کے پارسل میں لیے جا رہا تھا اور خستہ سا کوٹ پہنے ہوئے تھا جو اس کے قامت کے لحاظ سے بہت چھوٹا اور موسم کے اعتبار سے بہت ہلکا تھا۔ جب وہ مجھ سے قریباً دس قدم آگے روشنی کے کھمبے کے برابر ہوا، میں نے دیکھا کوئی چیز اس کی جیب سے گری۔ میں نے اسے اٹھانے میں جلدی کی اور بروقت ایسا کیا کیونکہ کوئی اور شخص بھی جو لمبا کفتان پہنے تھا اسی طرف لپکا، مگر وہ شے میرے ہاتھ میں دیکھ کر مجھ سے الجھا نہیں، میرے ہاتھوں پر ایک سرسری نظر ڈالی اور کھسک گیا۔ وہ چیز ایک بٹوا سا پرانی وضع کی چمڑی کا غذی بٹوہ تھا جو پورا ٹھسا ٹھس بھرا تھا۔ ایک نظر میں اندازہ ہو گیا کہ چاہے کچھ بھرا تھا۔ لیکن اس میں نوٹ نہیں ہیں۔ وہ راہگیر جس نے بٹوہ کھویا تھا مجھ سے چالیس قدم آگے جا چکا تھا اور جلد ہی ہجوم میں کھو گیا۔ میں اس کے پیچھے دوڑا، اسے آواز بھی دی، لیکن چونکہ میں صرف 'او او' کر کے پکار سکتا تھا اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا بھی نہیں۔ تاہم وہ بائیں ہاتھ کے ایک پھاٹک کی طرف لپکا۔ میں ادھر دوڑ پڑا لیکن اندھیرے میں کچھ شناخت نہ کر سکا۔ وہ گھر کافی لمبا چوڑا تھا، سٹہ بازوں کے تعمیر کردہ ان بڑے مکانات میں سے ایک جنہیں چھوٹے چھوٹے فلیٹوں میں تقسیم کر دیا گیا ہو، جن کی تعداد کبھی کبھی سو تک پہنچ جاتی ہے۔ جب میں ایک نہایت وسیع صحن خانے میں داخل ہوا میں نے بہت دور دائیں کونے میں کسی کو بھاگتے دیکھا، گو تاریکی میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا۔ کونے پر پہنچ کر میں نے ایک دروازہ دیکھا جو ایک تنگ، غلیظ اور اندھیرے سے زینے کی طرف جاتا تھا۔ قدموں کی تیز رفتار چاپ مجھے اوپر سے سنائی دی۔ اسی لیے میں زینے پر چڑھا اس امید پر کہ جب وہ اس کا دروازہ کھول رہا ہو میں اسے جا لوں۔ اور ایسا ہی ہوا۔ سیڑھیاں بہت تنگ تھیں اور بیشمار، چڑھتے چڑھتے میری سانس پھول گئی۔ ایک دروازہ چوتھے منزلے پر کھلا اور بند ہو گیا۔ مجھے اس وقت پتہ چلا جب میں تیسرا سپ نیچے تھا۔ کئی منٹ گزر گئے جب میں اس منزل پر پہنچا، اپنی سانس سیڑھیوں کے چبوترے پر بحال کی اور گھنٹی کو ٹٹولا۔ دروازہ ایک معمولی حیثیت کی عورت نے کھولا جو نگ سے باورچی خانے میں سماوار گرم کر رہی تھی۔ اس نے چپ چاپ،

ایک لفظ سمجھے بغیر، میرے سوالات سنے اور خاموشی سے برابر کے کمرے کا دروازہ کھولا۔ وہ بھی چھوٹا سا تھا، چھتیں بہت نیچی تھیں اور خراب سا ضروری فرنیچر لگا تھا۔ ایک پردے کے پیچھے نہایت لمبا چوڑا بستر جس پر کوئی 'تیرپیچ' لیٹا ہوا تھا (عورت نے اسی طرح اسے پکارا) جو لگتا تھا خوب پیے ہوئے ہے۔ میز پر ایک آہنی شمعدان میں روغنی شمع کی روشنی چرچرا رہی تھی، دادکا ایک ادھا بھی رکھا تھا تقریباً خالی۔ وہ شخص ناراضی سے کچھ بڑبڑایا اور برابر کے دروازے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا، عورت چلی گئی۔ میرے لیے سوائے دروازہ کھولنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ میں نے ایسا ہی کیا اور دوسرے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

"یہ کمرہ پہلے والے سے بھی چھوٹا تھا اور چلنے پھرنے تک کی گنجائش نہ تھی۔ ایک پلنگ، ایک آدمی کی سائز کا چھوٹا سا کونے میں بہت کافی جگہ گھیرے ہوئے تھا۔ اس کے علاوہ صرف تین سادہ کرسیوں کا فرنیچر، ہر ایک پر چیتھڑوں کا ایک انبار۔ سادہ سی باورچی خانے کی میز کے سامنے ایک خستہ حال صوفہ تھا جس پر کسی زمانے کا موم جامہ کپڑا چڑھا تھا۔ بستر اور میز کے درمیان سے بھنچ بھنچا کر گزرنا بھی تقریباً ناممکن تھا۔ پہلے کمرے کی طرح یہاں بھی میز پر ایک آہنی شمعدان میں چربی کی شمع جل رہی تھی۔ بستر پر ایک ننھا بچہ چلا رہا تھا، اس کے رونے سے اندازہ ہوتا کہ وہ غالباً تین ہفتے سے زیادہ کا نہ ہو گا، جسے ایک پیلے چہرے کی روگی عورت کپڑے کی پٹیاں لپیٹ رہی تھی، وہ خود بظاہر نوعمر اور نیم عریاں تھی۔ ایک نظر میں پتہ چلتا کہ زچگی سے بھی ابھی اٹھنے والی ہے۔ بچہ چپ نہیں ہوتا تھا، چلاتا ہی جا رہا تھا ماں کی لاغر چھاتیوں کی طلب میں۔ دوسرا بچہ صوفے پر سو رہا تھا، تین سال کی بچی جو دیکھنے میں کسی کاشام والا کوٹ اوڑھے تھی۔ میز کے پاس ایک شخص کھڑا تھا فرسودہ تارتار فراک کوٹ ڈاٹے (اس نے اپنا اوورکوٹ ابھی اتار کر بستر پر ڈالا ہو گا)، جو ایک نیلے کاغذ کا پارسل کھول رہا تھا جس میں دو پاؤنڈ کی سفید روٹی اور ایک جوڑ چھوٹے ساسیج تھے۔ میز پر ایک چائے دانی اور سیاہ روٹی کے چند ٹکڑے تھے۔ ایک کھلا ہوا چمڑے کا بیگ بستر کے نیچے سے باہر کو نکلا ہوا تھا۔ علاوہ اس کے چیتھڑوں کے دو بنڈل۔

"مختصراً وہ جگہ ردی حالت میں تھی۔ میرا پہلا تاثر یہ تھا کہ وہ دونوں ــــ وہ خاتون اور مرد ــــ امیرانہ ٹھاٹ کے لوگ رہے ہوں گے جو مفلسی پر اس درجے تک محتاج ہو گئے کہ خود بگاڑ یا بے ترتیبی اخیر میں اس سے نپٹنے کی ہر کوشش کو شکست دیتی، بلکہ لوگوں کو مجبور کرتی ہے کہ روز بروز بڑھتی ہوئی اس بے ترتیبی پر گویا انتقاماً ایک قسم کا تلخ اور کڑوا کسیلا لطف بھی حاصل کرنے لگتے ہیں۔

"جب میں داخل ہوا تو وہ شخص جو ظاہر ہے مجھ سے ذرا پہلے پہنچا اور پکوان کا پیکٹ کھولنے میں مصروف رہا تھا اپنی بیوی سے گرم ہو کر جلدی جلدی کچھ بول رہا تھا، وہ بچے کو کپڑوں میں لپیٹنے میں لگی تھی مگر اسے ٹسوے بہانے کا موقع مل گیا۔ وہ حسب معمول بری خبر لایا ہو گا۔ دیکھنے میں اس اٹھائیس سالہ شخص کا چہرہ سوکھا اور سانولا اور سیاہ گل مچھوں کے چوکھٹے میں تھا۔ تھوڑی صفاچٹ ہونے سے چہرہ سجا بنا دکھائی دیا بلکہ خوشنما بھی، لیکن وہ اداس اور تیکھی نگاہیں جن میں ایک بیمار خود پسندی کی جھلک تھی جو بہت آسانی سے بھڑک سکتی تھی۔ میں نے اندر قدم رکھا تو ایک عجیب تماشہ ہوا۔

"کچھ لوگ ہوتے ہیں جو اپنی زود رنجی سے غیر معمولی لطف حاصل کرتے ہیں۔ خاص طور پر جب ان کی بیمار روح تیزی سے کچوکا لگاتی ہے (جو چشم زدن میں واقع ہوتی ہے)۔ ایسے لمحوں میں یوں لگتا ہے کہ دل کو چوٹ نہ لگنے کی بہ

بیوی کی زچگی اور میں... میں...'

''وہ اپنی کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور منہ پھیر لیا۔ بیوی ایک کونے میں سسکیاں لے رہی تھی۔ میں نے دوبارہ چلانا شروع کیا۔ میں نے اپنی نوٹ بک نکالی اور اس میں کچھ اندراج کیا۔ جب میں نے لکھنا بند کیا وہ میرے سامنے ایک گھبرائی ہوئی متجسس نظروں سے دیکھتا کھڑا رہا۔

''میں نے آپ کا نام لکھ لیا ہے، میں نے کہا۔ 'اور دوسری باتیں بھی: آپ کی ملازمت کا مقام، گورنر کا نام، تاریخ، مہینے۔ میرا ایک دوست ہے، اسکول کا دوست بخموتوف نام کا، جس کے چچا پیوتر ماتویچ بخموتوف ایک اعلیٰ عہدے پر سرکاری افسر اور ڈائرکٹر...'

''پیوتر ماتویچ بخموتوف!' میرا ڈاکٹر تقریباً کانپتے ہوئے پکارا۔ 'ارے وہی تو ہیں جن پر سب کچھ منحصر ہے!'

''درحقیقت، اس شخص کے معاملے کا اگلا سلسلہ اور اس کا خوش انجام سب کچھ جسے واں تک لانے کا اتفاق مجھے ہوا کچھ اس طرح پورا ہوا جیسے منصوبے سے کیا گیا ہو، ایک ناول میں جس طرح ہوتا ہے۔ میں نے ان بیچاروں سے کہا کہ مجھ سے کوئی امید رکھنے کی کوشش نہ کریں، کیونکہ میں محض جمنازیم کا ایک غریب طالب علم ہوں (میں نے جان بوجھ کر اپنی ادنیٰ حالت پر زور دیا۔ میں نے اپنی پڑھائی مکمل کر لی تھی۔ اور اب جمنازیم کا طالب علم نہیں ہوں)۔ میرا اپنا نام بھی غیر اہم تھا۔ میں اس وقت صدر مقام کے واسیلیفسکی جزیرے والے علاقے کی طرف فوراً چل دوں گا تاکہ اپنے اسکول دوست بخموتوف سے ملوں، اور چونکہ میں یقین سے جانتا تھا کہ اس کا چچا ایک اعلیٰ رتبہ سرکاری افسر، مجرد و بے اولاد ہے، اپنے بھتیجے کو بے انتہا چاہتا ہے، پرستش کی حد تک اور ان کے شریف خاندان کے آخری نوعمر چشم و چراغ ہونے کے ناطے اس سے جنون کی حد تک محبت کرتا ہے — تب 'شاید میرا دوست اپنے چچا کے ذریعے آپ کے لیے کچھ کرے گا اور بے شک میرے لیے بھی...'

''کاش مجھے صرف ایک دفعہ شرف باریابی عطا ہو جائے کہ ہر بات ہز ایکسیلینسی کو سمجھا سکوں! کاش مجھے یہ سب زبانی گوش گزار کرنے کا موقع عنایت ہو!' وہ پکارا اٹھا، یوں کانپتے ہوئے جیسے اسے حرارت ہو۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے حقیقتاً 'عنایت' کہا۔ یہ دھراتے ہوئے کہ معاملے میں قطعی کچھ نہیں، نام کو نہیں اور سب کچھ آناً فاناً صاف ہو جائے گا میں نے اضافہ کیا کہ اگر میں آئندہ صبح حاضر نہ ہو سکا تو ہر چیز کا خاتمہ سمجھئے، آگے کوئی امید نہ رکھئے۔ تقریباً پھولے نہ سماتے ہوئے انہوں نے مجھے جھک کر رخصت کیا۔ میں ان کے چہروں کے تاثرات ہرگز نہ بھول سکوں گا۔ میں نے ایک گھوڑا گاڑی لی اور سیدھا واسیلیفسکی جزیرے کی طرف چل پڑا۔

''جمنازیم میں بخموتوف کے ساتھ میری مستقل عداوت رہی تھی۔ ہم سب اسے اشراف و خواص میں بھیجنے کے لائق میں تو اسے یہی کہا کرتا۔ وہ ہمیشہ خوش لباس رہتا اور ذاتی گھوڑا گاڑی میں اسکول آیا کرتا تھا۔ تاہم وہ دولت کا گھمنڈ ذرا بھی نہ تھا بلکہ ایک اچھا بے تکلف یار۔ اکثر زندہ دل بلکہ بڑا ظریف الطبع، اگرچہ وہ بہت ذہین نہ تھا، پھر بھی ہمیشہ کلاس میں اول رہا کرتا تھا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں کبھی کسی چیز میں اول نہیں رہا۔ وہ ہمارے اسکول کے سب لڑکوں میں مجھے چھوڑ کر بڑا ہر دلعزیز تھا۔ ان چند برسوں [illegible] لیکن [illegible] جب وہ آتا میں اکثر [illegible]

نسبت وہ چوٹ لگنے میں زیادہ فرحت محسوس کرتے ہیں۔ بے شک ایسے چڑچڑے اور تنگ مزاج لوگ بعد میں بے حد ندامت محسوس کرتے ہیں، بشرطے کہ وہ ذہین تو ہوں اور اس بات کو سمجھ جاتے ہیں کہ انہیں جتنا بگڑنا چاہئے تھا وہ اس سے دس گناہ زیادہ بپھر گئے تھے۔ کچھ دیر وہ شخص حیرت سے مجھے گھورتا رہا اور اس کی بیوی خوف و دہشت سے، جیسے کسی کا ان کے ہاں چلا آنا ایک نہایت عجیب بات تھی۔ پھر وہ یک بیک مجھ پر تقریباً دیوانگی سے جھپٹ پڑا۔ ابھی دو لفظ بھی میرے منہ سے نہ نکلے ہوں گے کہ ایک سفید پوش آدمی کو بے تکلفی سے اپنے مکان میں داخل ہونے اور اسے ایسے غلیظ و قابل نفرت ماحول میں جس پر خود شرمندہ تھا دیکھنے کی جسارت پر بڑا رنج ہوا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا جس پر وہ اپنی خستہ حالی کا سارا غم و غصہ اتار سکتا تو یقیناً اسے خوشی ہوتی۔ ایک لمحے کے لیے خیال گزرا کہ وہ مجھ پر حملہ کر دے گا۔ لیکن وہ زرد پڑ گیا جیسے کوئی عورت خفقانی کیفیت میں ہو، اپنی بیوی کو بری طرح دہشت زدہ کر دیا۔

اس طرح اندر آنے کی تمہیں جرأت کیسے ہوئی؟ نکلو باہر!' غصے سے کانپتے اور بمشکل اپنے الفاظ ادا کرتے ہوئے وہ چیخا۔ لیکن ناگاہ اس کی نظریں اپنے بٹوے پر پڑیں جو میرے ہاتھ میں تھا۔

'''میں جانوں آپ سے گرا ہے یہ' میں نے حد درجہ اطمینان اور روکھے پن سے کہا (یہی مناسب بھی تھا)۔

'' کچھ دیر وہ مختل اور بدحواس کھڑا رہا جیسے کوئی بات سمجھنے کے قابل نہ ہو۔ پھر اس نے اپنی بغلی جیب پر ہاتھ مارا۔ اس کے جبڑے تھرتھرا کر گر گئے۔

''یا خدا! آپ کو کہاں ملا؟''

''میں نے کم سے کم الفاظ میں، رکھائی سے جو میرے امکان میں تھا، وضاحت کی کہ کس طرح بٹوہ اٹھایا اور اس کے پیچھے دوڑا، اسے پکارا اور کس طرح قیاس سے اپنا راستہ تقریباً ٹٹولتے ہوئے اوپر تک اس کا پیچھا کیا۔

''' یا خدا!' وہ چیخا اور بیوی سے مخاطب ہوا' اس میں میرے سارے کاغذات ہیں۔ میرے آخری اوزار تک ـــ ہر چیز... اوہ میرے سرکار، کرم فرما، کیا آپ کو اندازہ ہے آپ نے مجھ پر کتنا احسان کیا ہے؟ ورنہ میں ختم ہو جاتا!'

''اس اثنا میں نے دروازے کی کڑی تھام رکھی تھی کہ اسے جواب دیے بغیر نکل جاؤں۔ میرا دم پھول گیا تھا۔ سخت بے چینی کی وجہ سے کھانسی کا دورہ پڑا، اپنے پیروں پر کھڑا رہنا دوبھر ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ شخص کمرے میں ادھر ادھر خالی کرسی کے لیے جھپٹ رہا تھا۔ اخیر میں چیتھڑے فرش پر پھینک کر ایک کرسی اٹھائی اور احتیاط سے مجھے اس پر بٹھا دیا۔ کھانسی کا دورہ کوئی تین منٹ اور چلا۔ جب ہوش میں آیا تو وہ میرے برابر ایک کرسی پر جسے اس نے اسی طرح خالی کیا ہو گا بیٹھا تھا اور مجھے بڑی توجہ و انہماک سے دیکھ رہا تھا۔

'''آپ معلوم ہوتا ہے... تکلیف میں ہیں...' جس طرح ڈاکٹر عموماً کسی بیماری کی مزاج پرسی کرتا ہے، ویسے ہی اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔ 'میں ایک طبی آدمی ہوں' (اس نے ڈاکٹر نہیں کہا)۔ ان الفاظ کے ساتھ اپنا ایک ہاتھ کرے کی طرف اشارہ کر کے ہلایا جیسے اپنی موجودہ حالت پر احتجاج کر رہا ہو۔ 'میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ...'

''ایک مدقوق، میں نے ہر ممکن بے اعتنائی سے کہا اور اٹھا۔

''وہ بھی کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''شاید آپ مبالغے سے کام لے رہے ہیں۔ اور مناسب علاج سے اگر کام...' وہ بڑی پراگندگی کے عالم میں تھا اور منتشر حواس کو اکٹھا کرنے کے قابل نہ تھا۔ بڑھاب بھی اس نے بائیں ہاتھ میں تھام رکھا تھا۔

''براہ کرم میری فکر نہ کریں' میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اور دروازے کے دستے کو پکڑتے کہا۔ 'ب۔ نے میری جانچ پچھلے ہفتے کی تھی (دوبارہ مجھے اس کا ذکر کرنا پڑا) اور میرا کام تمام ہونے والا ہے، معاف کیجیے۔'

''میں دروازہ کھولنے اور اس بوکھلائے ہوئے، شکر گزار و شرمسار ڈاکٹر سے رخصت لینے ہی والا تھا کہ کمبخت کہانی نے مجھے دوبارہ مغلوب کر لیا۔ اس وقت میرے ڈاکٹر نے اصرار کیا کہ دوبارہ بیٹھ جاؤں اور اپنے آپ کو سنبھالوں۔ اپنی بیوی سے مخاطب ہوا جس نے وہیں کھڑے کھڑے چند الفاظ میں میرا شکریہ ادا کیا۔ ایسا کرتے وقت وہ بہت بوکھلائی ہوئی تھی۔ اس کے پتلے زردی مائل رخساروں پر ہلکا سا رنگ آ گیا۔ میں ٹھیرا تو، لیکن ایک ایسے انداز سے کہ پتہ چلے کہ میں انہیں تکلیف دینے میں ناگوار سے ڈرتا ہوں (یہی مناسب تھا)۔ اخیر میں ڈاکٹر کا پچھتاوا، مجھے اندازہ ہوا، بے حد تکلیف دہ ہوتا گیا۔

''اگر...' اس نے کہنا شروع کیا لیکن پھر سلسلہ ٹوٹ گیا اور کسی قدر بے ربطی سے پھر شروع کیا۔ 'میں بے حد مشکور ہوں اور آپ کے ساتھ میرا برتاؤ... میں کتنی غلطی پر تھا... میں... آپ جانتے ہیں...' وہ کہتا گیا، کمرے کی حالت دوبارہ دکھاتے ہوئے' میں اس وقت ایسی حالت میں ہوں...'

''اوہ' میں نے کہا' یہ بالکل ظاہر اور عام واقعہ ہے۔ آپ نے اپنی ملازمت کھو دی ہوگی اور یہاں آئے کہ معاملات کو صاف کر سکیں اور دوسری ملازمت حاصل کریں۔'

''کیسے — آپ کو کیسے معلوم؟' اس نے حیرت سے پوچھا۔

''ایک شخص پہلی نظر میں بتا سکتا ہے' میں نے ایک غیر ارادی تمسخر سے کہا۔ 'بہت سے لوگ دیہاتوں سے امید لیے آتے ہیں۔ شہر میں دوڑ بھاگ کرتے ہیں۔ اور اسی وضع سے رہتے ہیں۔'

''اس نے یکا یک گرمجوشی سے بولنا شروع کیا۔ ہونٹ کانپ رہے تھے۔ جب اس نے اپنی رام کہانی سنائی مجھے اقرار کرنا چاہیے کہ اس نے مجھ میں دلچسپی پیدا کی اور میں قریباً ایک گھنٹے تک ٹھیرا رہا۔ وہ کہانی ایک بہت عام کہانی تھی۔ وہ کسی ضلع میں ایک معالج تھا۔ سرکاری عہدہ رکھتا تھا۔ مگر سازشوں کا شکار ہا، اس کی بیوی بھی لپیٹ میں آ گئی۔ وہ اپنی خودداری پر اڑا رہا۔ اور غصہ کرتے کرتے تنگ آ گیا۔ حکام ضلع کی بدلی ہو گئی جو اس کے دشمنوں کے موافق پڑی۔ ریشہ دوانیاں شروع ہوئیں اور اس کے خلاف شکایات کا انبار لگ گیا۔ ملازمت جاتی رہی۔ آخری سبیل کے طور پر پیٹرسبورگ آیا تا کہ نظر ثانی کی درخواست اور صفائی پیش کرے۔ شنوائی میں جیسا کہ عموماً ہوتا ہے، کافی انتظار کرنا پڑا اور جب اس کی منظوری ملی تو اپیل مسترد ہو گئی۔ پھر اسے امیدوں کا سبز باغ دکھایا گیا، اس کے بعد سخت اور کورا جواب۔ پھر اسے ہدایت دی گئی کہ ایک تحریری بیان صفائی پیش کرے، جو آخر قبول نہ ہوا۔ پھر دوبارہ کہا گیا کہ درخواست پیش کرے۔ اجمالاً اس بھاگ دوڑ میں چار ماہ نکل گئے اور سارا سرمایہ کھا پی کر برابر ہوا۔ بیوی کے آخری کپڑے تک رہن رکھ دیتے گئے۔ ایسے عالم میں کچھ پیدا ہو گیا۔ 'بالکل اسی روز' میری عرضداشت آخری بار مسترد ہو گئی۔ گھر میں روٹی کا ٹکڑا نہیں، کچھ بھی نہیں بچا۔ اس پر

بیوی کی زچگی اور میں... میں...'

''وہ اپنی کرسی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور منہ پھیر لیا۔ بیوی ایک کونے میں سسکیاں لے رہی تھی۔ بچے نے دوبارہ چلانا شروع کیا۔ میں نے اپنی نوٹ بک نکالی اور اس میں کچھ اندراج کیا۔ جب میں نے لکھنا بند کیا وہ میرے سامنے ایک گھبرائی ہوئی متجسس نظروں سے دیکھتا کھڑا رہا۔

'''میں نے آپ کا نام لکھ لیا ہے، میں نے کہا۔ 'اور دوسری باتیں بھی: آپ کی ملازمت کا مقام، گورنر کا نام، تاریخ، مہینے۔ میرا ایک دوست ہے، اسکول کا دوست بخموتوف نام کا، جس کے چچا پیوتر ماتویچ بخموتوف ایک اعلیٰ عہدہ پر سرکاری افسر اور ڈائرکٹر...'

'''پیوتر ماتویچ بخموتوف!' میرا ڈاکٹر تقریباً کانپتے ہوئے پکارا۔ 'ارے وہی تو ہیں جن پر سب کچھ منحصر ہے!'

''درحقیقت، اس شخص کے معاملے کا اگلا سلسلہ اور اس کا خوش انجام سب کچھ جسے واں تک لانے کا اتفاق مجھے ہوا کچھ اس طرح پورا ہوا جیسے منصوبے سے کیا گیا ہو، ایک ناول میں جس طرح ہوتا ہے۔ میں نے ان بیچاروں سے کہا کہ مجھ سے کوئی امید رکھنے کی کوشش نہ کریں، کیونکہ میں محض جمنازیم کا ایک غریب طالب علم ہوں (میں نے جان بوجھ کر اپنی ادنیٰ حالت پر زور دیا۔ میں نے اپنی پڑھائی مکمل کر لی تھی۔ اور اب جمنازیم کا طالب علم نہیں ہوں)۔ میرا اپنا نام بھی غیر اہم تھا۔ میں اس وقت صدر مقام کے واسیلیفسکی جزیرے والے علاقے کی طرف فوراً چل دوں گا تاکہ اپنے اسکول دوست بخموتوف سے ملوں، اور چونکہ میں یقین سے جانتا تھا کہ اس کا چچا ایک اعلیٰ رتبہ سرکاری افسر، مجرد و بے اولاد ہے، اپنے بھتیجے کو بے انتہا چاہتا ہے، پرستش کی حد تک اور ان کے شریف خاندان کے آخری نوعمر چشم و چراغ ہونے کے ناطے اس سے جنون کی حد تک محبت کرتا ہے۔ تب 'شاید میرا دوست اپنے چچا کے ذریعے آپ کے لیے کچھ کرے گا اور بے شک میرے لیے بھی...'

'''کاش مجھے صرف ایک دفعہ شرف باریابی عطا ہو جائے کہ ہر بات ہز ایکسلینسی کو سمجھا سکوں! کاش مجھے یہ سب زبانی گوش گزار کرنے کا موقع عنایت ہو!' وہ پکارا اٹھا، یوں کانپتے ہوئے جیسے اسے حرارت ہو۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے حقیقتاً 'عنایت' کہا۔ یہ دھراتے ہوئے کہ معاملے میں قطعی کچھ نہیں، نام کو نہیں اور سب کچھ آناً فاناً صاف ہو جائے گا میں نے اضافہ کیا کہ اگر میں آئندہ صبح حاضر نہ ہو سکا تو ہر چیز کا خاتمہ سمجھئے، آگے کوئی امید نہ رکھئے۔ تقریباً پھولے نہ سماتے ہوئے انہوں نے مجھے جھک کر رخصت کیا۔ میں ان کے چہروں کے تاثرات ہرگز نہ بھول سکوں گا۔ میں نے ایک گھوڑا گاڑی لی اور سیدھا واسیلیفسکی جزیرے کی طرف چل پڑا۔

''جمنازثم میں بخموتوف کے ساتھ میری مستقل عداوت رہی تھی۔ ہم سب اسے اشراف و خواص میں سمجھتے تھے، کم از کم میں تو اسے یہی کہا کرتا۔ وہ ہمیشہ خوش لباس رہتا اور ذاتی گھوڑا گاڑی میں اسکول آیا کرتا تھا۔ تاہم وہ دولت کا گھمنڈی ذرا بھی نہ تھا بلکہ ایک اچھا بے تکلف یار۔ اکثر زندہ دل بلکہ بڑا ظریف الطبع، اگرچہ وہ بہت ذہین نہ تھا، پھر بھی ہمیشہ کلاس میں اول رہا کرتا تھا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں کبھی کسی چیز میں اول نہیں رہا۔ وہ ہمارے اسکول کے سب لڑکوں میں مجھے چھوڑ کر بڑا ہر دلعزیز تھا۔ ان چند برسوں کے دوران وہ کئی بار میرے پاس آیا۔ لیکن ہر مرتبہ جب وہ آتا میں اکثر پن اور

تک مزاجی سے منہ پھیر لیتا۔ اب ایک سال ہونے کو آیا کہ میں نے اس کی صورت نہیں دیکھی۔ وہ یونیورسٹی میں تھا۔ جب میں اس کے گھر قریباً آٹھ بجے کے بعد داخل ہوا (یہ سب بڑے تکلفات و آداب کے ساتھ ہوا۔ میرا نام اندر پہنچایا گیا) وہ مجھے حیرت سے لیکن کچھ زیادہ مہربانی سے نہیں ملا۔ مگر ذرا میں بشاش ہو گیا۔ مجھے دیکھتے دیکھتے قہقہے لگانے لگا۔

''تیرنٹیف' کیا ہوا جو آپ کو یہاں میرے پاس آنے کا خیال آ گیا؟'، وہ اپنے حسب معمولی بے تکلفانہ انداز میں پکارا جو کبھی کبھی بے باکی کی قریب آ جاتا لیکن دل شکن ہرگز نہ ہوتا۔ اس کی یہ خصوصیت مجھے ہمیشہ سے پسند تھی اور اسی کے سبب نفرت بھی ہوتی تھی۔ 'لیکن آخر آپ کو یہ ہوا کیا ہے؟'، وہ مضطرب ہو کر چلایا' آپ کافی بیماری دکھائی دیتے ہیں!'

''کھانسی کے ایک دورے نے مجھے پھر جھنجھوڑ ڈالا۔ میں ایک کرسی پر گر پڑا اور سانس تھامنے لگا۔

''سب کچھ ٹھیک ہے۔ صرف دق ہے' میں نے کہا' آپ سے ایک درخواست کرنے آیا ہوں۔'

''وہ اچھنبے میں بیٹھ گیا۔ اور میں نے ڈاکٹر کی ساری کہانی سنائی اور وضاحت کی کہ نخموتوف اپنے چچا پر غیر معمولی اثر سے کام لے کر شاید اس شخص کی کچھ مدد کر دے۔

''میں کروں گا۔ یقیناً اور قطعی کروں گا۔ کل اپنے چچا سے نپٹ لوں گا۔ بلکہ مجھے تو بہت خوشی بھی ہو گی۔ اور پھر آپ نے سب کچھ بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ مگر ہاں تیرنٹیف آپ کو یہاں میرے پاس آنے کا خیال کیسے آیا؟'

''کیونکہ بہت کچھ آپ کے چچا پر منحصر ہے۔ اور پھر میں اور آپ ہمیشہ سے دشمن رہے ہیں، نخموتوف۔ چونکہ آپ ایک شریف وضعدار شخص ہیں، میں نے سوچا آپ دشمن کی بات نہیں ٹالیں گے، میں نے طنزاً اضافہ کیا۔

''جس طریقے سے نپولین نے برطانیہ کو خطاب کیا تھا!' وہ قہقہہ مارتے ہوئے بولا۔ 'میں ضرور یہ کام کر دوں گا، نپٹ لوں گا۔ ممکن ہوا تو ابھی اسی وقت جاؤں گا!' اس نے جلدی سے اضافہ کیا جب دیکھا کہ گمبھیر ہو کر اپنی جگہ سے اٹھ چکا ہوں۔

''امید کے مطابق وہ معاملہ خلاف توقع بے حد اطمینان بخش طریقے پر طے ہو گیا۔ ڈیڑھ مہینے کے اندر ہمارے ڈاکٹر کا ایک دوسرے ضلع میں کسی آسامی پر تقرر ہوا۔ اور اسے سفر خرچ بھی دیا گیا بلکہ رقم کا عطیہ بھی۔ میں گمان کرتا ہوں کہ نخموتوف جس نے اکثر ڈاکٹر کے ہاں آنا جانا شروع کیا (اس وجہ سے میں نے اپنی ملاقاتیں قصداً ترک کر دیں۔ بلکہ جب ڈاکٹر مجھ سے ملنے آیا کرتا تو میں اس سے بڑی سرد مہری سے ملتا)، نخموتوف نے جیسا میں نے گمان کیا ڈاکٹر کو راضی کیا کہ وہ قرض کی رقم قبول کر لے۔ ان چھ ہفتوں کے دوران میں نخموتوف سے دو مرتبہ ملا۔ اور پھر تیسری مرتبہ ایک الوداعی پارٹی میں ڈنر شمپین کے ساتھ جو ڈاکٹر کے لیے نخموتوف کے گھر پر ہوئی تھی۔ یہاں ڈاکٹر کی بیوی بچے کو سنبھالنے کے خاطر جلدی ڈنر چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ اوائل مئی کی ایک سہانی شام تھی جب سورج کی بڑی گیند خلیج میں اتر رہی تھی نخموتوف مجھے گھر تک چھوڑنے آیا۔ ہم نکولائی فسکی پل کے راستے چلے۔ دونوں بہت سرخوش تھے۔ نخموتوف نے اس معاملے کے کامیاب انجام پر دلی خوشی کا اظہار کیا۔ میرا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اس نیک کام کی تکمیل پر مسرت محسوس ہوئی۔ اور یقین دلایا کہ اس کا سہرا سر سے سرجاتا ہے۔ وہ کہتا گیا کہ وہ لوگ غلطی پر ہیں جو تلقین کرتے ہیں کہ انفرادی نیکی کا کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ مجھے بھی ایسی بات کہنے کا شوق ہوا۔

...کوئی بھی شخص جو انفرادی نکوکاری پر حملہ کرتا ہے، میں نے شروع کیا' آدمی کی فطرت پر حملہ کرتا ہے اور اس کی انفرادی عظمت سے نفرت کرتا ہے۔ تاہم سماجی نکوکاری کی تنظیم اور شخصی آزادی کا مسئلہ دو جداگانہ سوال ہیں جن کے درمیان کوئی بیر نہیں۔ انفرادی نیک کام ہمیشہ باقی رہے گا کیونکہ وہ ایک انسانی ضرورت کا اظہار کرتا ہے، ایک فرد کے دوسرے پر بلاواسطہ اثر ڈالنے کی ضرورت کا۔ ایک مرتبہ ماسکو میں ایک بوڑھا اعلیٰ سرکاری افسر رہا کرتا تھا' جنرل' کے درجے کا، وہ ایک جرمن خاندانی نام رکھتا تھا۔ زندگی بھر قید خانوں کا معائنہ کرنے کی مصیبت بھگتا رہا۔ قیدیوں کا ہر جتھا جو سائبیریا بھیجا جاتا پہلے سے جانتا تھا کہ دور دیوف پہاڑی پر بوڑھے' جنرل' کے سامنے حاضر دینی ہے جو اپنی ذمہ داری بے حد سنجیدگی اور خدا ترسی سے انجام دیتا ہے۔ وہ نکلتا، قیدیوں کی قطار سے گزرتا جو اسے گھیر لیتے، اور ہر ایک کے آگے رکتا، ان کی ضرورتوں کے متعلق پوچھتا۔ وہ کسی شخص کو کبھی پند و نصیحت نہیں کرتا تھا، انہیں وہ 'میرے دوست' کہہ کر مخاطب ہوتا۔ وہ ان میں پیسے بانٹا کرتا اور ہر قسم کی ضروریات بھیجا کرتا۔۔۔ موزے، کتان یا پٹیاں اور ایسی ہی چیزیں۔ اور کبھی روحانی نجات پر کتابیں لایا کرتا جو خواندہ لوگوں کو تحفتاً دے دیا کرتا۔ اسے کامل یقین تھا کہ انہیں سائبیریا کے سفر میں خود پڑھیں گے اور ان پڑھ لوگوں کو پڑھ کر سنائیں گے۔ وہ کسی خاص جرم سے متعلق شاید ہی کبھی سوالات کرتا ہو، البتہ جب کوئی قیدی اس معاملے میں کچھ کہنا چاہتا تو وہ ضرور کان دھرتا۔ وہ تمام قیدیوں سے یکساں سلوک کرتا۔ بغیر کسی امتیاز کے وہ ان سے اس طرح گفتگو کرتا جیسے وہ ان کا بھائی ہو، لیکن اخیر میں وہ اسے باپ کی جگہ سمجھنے لگے۔ اگر وہ کیسی مجرمہ کو دیکھ لیتا جو گود میں بچہ لیے ہوتی تو اس کے پاس جاتا، بچے کے سر پر ہاتھ پھیرتا، اسے ہنسانے کے لیے چٹکی بجاتا۔ وہ اپنا نیک کام برسوں تک کرتا رہا، آخری سانس تک۔ سارے روس میں اور سارے سائبیریا میں یعنی تمام مجرموں میں اس کا نام پھیل گیا۔ ایک شخص نے جو سائبیریا جا چکا تھا ایک مرتبہ مجھے بتایا کہ اس نے بڑے بڑے خوفناک مجرموں کو بھی دیکھا جو جنرل کو یاد کیا کرتے گرچہ اس کے ہاتھ سے کسی قیدی کو کبھی بیس کاپک سے زائد نہ ملے ہوں گے۔ یہ سچ ہے وہ اسے بلا کسی خاص سنجیدگی یا گرمجوشی کے یاد کرتے۔ بیس برس میں ایک بار ان 'بدنصیبوں' میں سے ایک نے، جو ایک در جن آدمیوں کو قتل کر چکا تھا یا آدھے درجن بچوں کو چھرا گھونپ چکا تھا، فقط اپنے خبط یا مزے کے لیے (ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں) پتہ نہیں وہ بوڑھا جنرل ابھی زندہ ہے یا نہیں،۔ ان الفاظ کے ساتھ ساتھ ایک بناوٹی ہنسی بھی ہوا کرتی اور بس۔ لیکن آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کیسے نیک اور بوڑھے جنرل نے اس کی روح میں ہمیشہ کے لیے بوئے ہوں گے، جسے وہ بیس سال بعد بھی فراموش نہ کر سکا تھا؟ آپ کیا کہہ سکتے ہیں، نکموتوف، ایک شخص کی دوسرے کے ساتھ ایسی رقابت دوسرے شخص کی تقدیر میں کیا اہمیت رکھتی ہے؟۔ دیکھیے، ہمارے پاس کیا ہے۔۔۔ ایک پوری زندگی ہے اور اس میں بے شمار پیچیدگیوں کی گتھی، جو ہماری نظروں سے لگی ہیں۔ ایک بہترین اور بے حد طباع شاطر آگے کی صرف چند چالیں سوچ سکتا ہے۔ ایک فرانسیسی کھلاڑی جو آگے کی دس چالیں سوچ سکتا تھا اسے محیر العقول لکھا گیا۔ تاہم ہمارے معاملے میں کتنی چالیں ہیں؟ اور کتنی ایسی ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے؟ کسی بھی شکل میں اپنے بیج بکھیرتے ہوئے، اپنی نکوکاری بانٹتے ہوئے، اپنے نیک کام پھیلاتے ہوئے آپ اپنی شخصیت کا کچھ حصہ اوروں کو دے دیتے ہیں اور دوسرے کی شخصیت کا کچھ حصہ جذب کر لیتے ہیں۔ آپ میں باہمی رفاقت ہوتی ہے۔ ایک ذرا سی زائد توجہ آپ کو علم کا اور بے حد غیر متوقع دریافتوں کا انعام دے جاتی ہے۔ یقیناً بالآخر آپ اپنے

کام کو ایک سائنس سمجھنے لگتے ہیں جو آپ کی ساری زندگی کو گھیر لے اور اسے لبالب بھر بھی دے۔ دوسری طرف آپ کے سارے خیالات، وہ سارے بیج جو آپ نے بکھیرے ہیں اور شاید قطعی فراموش کر دیئے ہیں، وہ پھوٹیں گے۔ ان کی نشوونما ہوگی، وہ پختہ ہوں گے۔ حاصل کرنے والا انہیں دوسروں کو منتقل کرے گا۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے انسانی مقدر کے مستقبل کے تعین میں کتنا حصہ لیا ہے؟ اگر علم اور ایسے کام کے لیے ساری زندگی ایسی سطح پر آپ کو اٹھاتی ہے جو آپ کو کوئی ایک زبردست جلیل القدر بیج اگانے اور دنیا کو کوئی عظیم خیال آئندہ نسلوں کے لیے چھوڑنے کے قابل بناتی ہو۔۔۔ پھر۔۔۔'' اس طریق پر میں کافی دیر تک بولتا گیا۔

''اور ستم ظریفی کہ آپ کو کچھ اور زندگی نہیں دی گئی، ان سب لوگوں میں آپ ہی!'' بخموتوف چلایا جیسے کسی کو ملعون کر رہا ہو۔

''ہم اس لمحے پل پر کھڑے ہوئے تھے۔ پل کی دیوار سے جھکے نیچے نیوا میں دیکھ رہے تھے۔

''جانتے ہیں اس وقت مجھے کیا خیال آیا؟ میں نے پل کی دیوار سے ذرا اور جھکتے ہوئے کہا۔

''دریا میں کودنے کا یقیناً نہیں؟'' بخموتوف تقریباً گھبرا کر چیخا۔ شاید اس نے میرے چہرے پر وہ خیال پڑھ لیا تھا۔

''نہیں، فی الحال نہیں۔ صرف یہ تخیل جو ذیل میں ہے: میرے پاس آگے دو یا تین مہینے کی زندگی رہ گئی ہے۔ شاید چار، لیکن جب مثال کے طور پر میرے پاس ایک دو مہینہ رہ جائے گا اور اگر مجھ میں ایک نیک کام انجام دینے کی زبردست تمنا جاگ اٹھے اور وہ بہت محنت طلب کام ہو۔۔۔ بھاگ دوڑ، پریشانی، زحمت جیسا کہ یہ ایک معاملہ ہمارے ڈاکٹر کا تھا، تو مجھے یہ جذبہ وقت کی کوتاہی کی وجہ سے چھوڑ دینا پڑے گا اور کسی اور 'نیک کام' کی تلاش کرنی ہوگی، کوئی چیز جو آسان اور میرے بس میں ہو (اگر میں نے ایک نیک کام انجام دینے کی ترغیب محسوس کی)۔ آپ اتفاق کریں گے یہ ایک مزیدار خیال ہے؟''

''بیچارے بخموتوف نے میرے لیے بڑی بے چینی محسوس کی۔ مجھے گھر تک چھوڑنے آیا اور کافی موقع شناس تھا کہ تسلی کے لیے کچھ نہ کہا۔ واقعی اس نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ جب اس نے مجھ سے رخصت لی، میرا ہاتھ گرمجوشی سے دبایا اور آئندہ ملنے کی اجازت مانگی تو میں نے جواب دیا کہ اگر وہ ایک 'غم گسار' کی حیثیت سے آئے گا (کیونکہ وہ مجھے دلاسے دینے کے لیے آئے گا بھلے وہ ایک لفظ بھی نہ کہے۔ میں نے اسے سمجھایا)، ہر ایک آمد پر وہ مجھے اور زیادہ موت کی یاد دلائے گا۔ اس نے اپنے کندھے جھٹکے لیکن مجھ سے اتفاق کیا۔ ہم بڑی شائستگی سے جدا ہوئے جس کی مجھے ہرگز امید نہ تھی۔

''لیکن اسی شام اور اسی رات میرے 'یقین کامل' کے پہلے بیج ڈالے گئے۔ میں نے اس نئے خیال کو شوق سے مضبوط پکڑا، اسے اتنے ہی شوق سے اس کا تجزیہ کیا، اسے ہر پہلو سے، سارے بیچ و خم کے ساتھ دیکھا (میں ساری رات نہ سو سکا)۔ جتنا ہی اس کی گہرائی میں گیا، جتنا اسے جذب کیا، اتنی ہی میری دہشت بڑھی۔ آخر میں خوف کا ایک ہولناک احساس مجھ پر چھا گیا اور کئی دن تک میرا پیچھا نہ چھوڑا۔ جب کبھی میں اس مستقل خوف کے بارے میں سوچتا دہشت کا ایک [illegible] اس ڈر سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اس 'یقین کامل' نے مجھ میں بہت اندر تک جڑ پکڑ لی ہے اور

میں اس کے منطقی ماحصل پر پہنچنے ہی والا تھا۔ تاہم یہ کہ مجھ میں ثابت قدمی کی کمی تھی۔ تین ہفتے بعد وہ ختم ہو گیا اور ثابت قدمی پیدا ہوئی، ایک عجیب وغریب صورتحال کے باعث۔

''میں نے اپنے اس ''بیان صفائی'' میں تمام اعداد اور تاریخیں دے دی ہیں۔ آگے تو میں اس سے بے تعلق ہونے ہی والا ہوں، لیکن اب (اور ہو سکتا ہے خاص اسی لمحے) میں چاہتا ہوں کہ وہ تمام لوگ جو میرے عمل پر فیصلہ صادر کریں گے صاف طور پر انجام کی وہ منطقی زنجیر دیکھیں جس نے میرے اندر 'یقینِ کامل' پیدا کیا۔ میں نے ابھی لکھا ہے کہ 'یقین کامل' کی تکمیل کرنے میں جو آخری ثابت قدمی کی کمی تھی وہ نمودار ہوئی، معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی منطقی سلسلۂ نتائج سے نہیں بلکہ عجیب وغریب جھٹکے اور ایک عجیب واقعے سے ہوئی، جو شاید حالات سے قطعی غیر متعلق تھا۔ کچھ دن قبل رگوژین خود اپنے کسی کام سے جس کے بارے میں میں یہاں نہیں کہنا چاہتا مجھ سے ملنے آیا۔ میں نے اس سے پہلے رگوژین کو کبھی نہیں دیکھا تھا، لیکن اس کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ میں نے اسے وہ ساری خبریں مہیا کر دیں جس کی اسے ضرورت تھی۔ چونکہ وہ فقط اسی خبر کے لیے آیا تھا، یہ معاملہ وہیں ختم ہو گیا ہوتا۔ لیکن مجھے اس سے بڑی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔ سارا دن عجیب خیالات مجھ پر چھائے رہے اس لیے میں نے طے کیا کہ دوسرے دن اس کے گھر جاؤں اور بازدید کروں۔ صاف نظر آیا کہ رگوژین مجھے دیکھ کر خوش نہ ہوا بلکہ قصداً اشارہ بھی کیا کہ ہمیں اپنی جان پہچان جاری رکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ تاہم میں نے وہاں ایک گھنٹہ بڑی دلچسپی سے گزارا اور کہہ سکتا ہوں کہ اس نے بھی۔ ہم دونوں میں نمایاں تضاد بھی دونوں پر اثر ڈالے بغیر نہ رہ سکا۔ خاص طور سے مجھ پر۔ میں آخری گھڑیاں گن رہا تھا اور وہ بھرپور اور چاق وچوبند زندگی گزار رہا تھا۔ حال میں مگن اور 'آخری انجام' حساب کتاب کے چکر سے، فکروں سے پاک، جن کا اس سے فلاں بات، فلاں بات... مطلب یہ کہ جو اس کے دماغ پر چھائی تھی، اس سے تعلق نہ ہو۔ رگوژین صاحب مجھے اس فقرے پر معاف کریں، برا فلسفہ سمجھ کر درگزر کریں، جو اپنے خیالات کے اظہار کا سلیقہ نہیں رکھتا۔ اس کی کج ادائی کے باوجود میں نے یہ جان لیا کہ وہ ایک سمجھ دار آدمی ہے۔ اور بہت کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل، گو باہر کی چیزوں سے اسے دلچسپی یوں ہی سی تھی۔ میں نے اسے اپنے 'یقین کامل' کے متعلق کوئی اشارہ نہیں دیا۔ لیکن نجانے کیوں احساس ہوا کہ میرے الفاظ سے تاڑ گیا ہے۔ وہ خاموش رہا۔ نہایت کم سخن آدمی ہے۔ جب میں رخصت ہو رہا تھا میں نے اسے آگاہ کیا کہ ہم دونوں کے درمیان اختلاف اور تضاد کے باوجود les extremites se touchent (یعنی انتہاؤں کی کڑی مل جاتی ہے، میں نے اسے روسی میں سمجھایا)، اس لیے وہ میرے 'یقین کامل' سے بہت دور نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس پر نہایت ناگواری اور ترشی سے اس نے یوں جواب دیا کہ خود اٹھ کھڑا ہوا اور خود نے میری ٹوپی میرے ہاتھ میں تھمائی، جیسے میں اپنی مرضی سے رخصت ہو رہا ہوں۔ اور سیدھے سیدھے مجھے اپنے منحوس گھر سے باہر تک چھوڑنے آیا، ایسی صورت بنا کہ گویا وہ مجھے خوش خلقی سے رخصت کر رہا تھا۔ اس کے گھر نے مجھے حیرت میں ڈال دیا، گھر کیا ہے، قبرستان ہے۔ لیکن وہ اسے اسی طرح پسند کرتا تھا۔ یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے۔ جس قسم کی بھرپور اور رنگیلی زندگی وہ گزار رہا تھا وہ خود اتنی کافی تھی کہ اس کی خاطر کسی بناؤ سنگار کی ضرورت نہ تھی۔

''رگوژین سے اس ملاقات نے مجھے تھکا مارا۔ علاوہ ازیں صبح سے طبیعت ناساز تھی۔ جب شام ہوئی میں بہت کمزور ہو گیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ کبھی کبھی مجھے حرارت ہو جاتی۔ اور کبھی کبھی سرسامی حالت۔ کولیا گیارہ بجے تک میرے

ہاں ہاں۔ مجھے ہر وہ بات یاد ہے جو اس نے کہی اور ہر چیز جس پر ہم نے بات چیت کی۔ لیکن جب بھی میری پلک جھپکتی میں ایوان فوچ سوریکوف کو کروڑوں کا سرمایہ سمیٹتے دیکھتا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا اس دولت کا کیا کرے۔ وہ اس پر دماغ پاشی کرتا۔ خوف سے کانپتا کہ کہیں یہ دولت چوری نہ ہو جائے۔ اخیر میں اس نے گویا فیصلہ کیا کہ اسے زمین میں گاڑ دے۔ بالآخر میں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ سونے کے اس ڈھیر کو بے فائدہ نہ گاڑے بلکہ اسے گلوا ڈالے اور سردی سے اکڑے ہوئے بچے کے لیے اس کا تابوت بنائے اور اس مقصد کے لیے بچے کی لاش قبر کھود کر نکالی جائے۔ سوریکوف نے لگتا تھا کہ میری اس مسخرے پن کی تجویز کو تشکر کے آنسوؤں سے قبول کیا اور فوراً میرے بتائے ہوئے منصوبے کے پورا کرنے میں جٹ گیا۔ میں نے نفرت سے زمین پر تھوک دیا۔ اور اس کو وہیں چھوڑ کر چل دیا۔ جب پوری طرح ہوش آیا تو کولیا نے مجھے یقین دلایا کہ میں قطعی سویا نہیں اور اس سے ہمہ وقت سوریکوف کے متعلق باتیں کرتا رہا ہوں۔ کبھی کبھی مجھ پر انتہائی اداسی اور بے قراری چھا جاتی، اتنی کہ کولیا بہت فکر مند ہو کر چلا گیا۔ جب میں اس کے جانے کے بعد دروازہ مقفل کرنے کے لیے اٹھا تو دفعتاً مجھے ایک تصویر کا خیال آیا جو رگوژین کے ہاں دیکھی تھی، اس کے کمروں میں سب سے زیادہ بے رونق کمرے کے ایک دروازے کے اوپر۔ جب ہم اس کے قریب سے گزر رہے تھے اس نے مجھے اشارے سے بتایا تھا۔ اور میرا خیال ہے میں اس کے سامنے تقریباً پانچ منٹ تک کھڑا رہا۔ فنی لحاظ سے اس میں کوئی خوبی نہیں تھی۔ لیکن اس نے مجھ میں عجب طرح کی بے چینی لگا دی۔

"مسیح کو صلیب سے اتارنے کے فوراً بعد کی شبیہ بنائی گئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں مصوروں کی عموماً عادت ہے کہ وہ مسیح کی شبیہ بناتے ہیں تو دونوں حالتوں کی بناتے ہیں۔۔۔ چلیپا پر یا اس سے اتارے جانے کے بعد کی۔ دونوں میں چہرے کے غیر معمولی حسن کی جھلک موجود ہوتی ہے۔ وہ اس حسن کو شدید ترین کرب کے وقت بھی برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ رگوژین والی شبیہ میں حسن کا کوئی شائبہ تک نہ تھا۔ وہ بلا مبالغہ ایسے آدمی کی لاش ہے جسے صلیب پر چڑھانے سے پہلے ہی لاانتہا کرب سہنا پڑا۔۔۔ زخموں، جسمانی اذیتوں، پہرے داروں اور لوگوں کے ہاتھ سے مارے پیٹے جانے کے بعد جب وہ صلیب کا بوجھ اٹھا کر چلا اور بوجھ کے مارے اس کے نیچے گر کر دب گیا۔ اور اخیر میں صلیب پر ننگ رہنے کی سخت جسمانی اذیت جو چھ گھنٹے تک رہی (کم از کم میرے حساب کے مطابق)۔ یہ سچ ہے کہ وہ ایک ایسے شخص کا چہرہ ہے جسے ابھی ابھی صلیب سے اتارا گیا ہو یعنی اس میں زندگی کی حرارت ابھی برقرار تھی۔ جسم ابھی اکڑنا شروع نہیں ہوا چنانچہ لڑکے کے چہرے پر اذیت اور کرب کے آثار نظر آتے ہیں۔ وہ ابھی تک اذیت محسوس کرتا ہوا نظر آتا ہے (یہ نکتہ مصور نے بڑی خوب سے اپنی گرفت میں لیا ہے)۔ تاہم چہرے میں بھی کسی طرح کی کسر نہیں چھوڑی۔ یہاں فقط فطری کیفیت موجود ہے۔ اس انسان کی لاش، جسے اتنی اذیتیں دی گئی ہوں، ایسی ہی ہونی بھی چاہئے۔ میں جانتا ہوں کہ پہلی صدیوں کے گرجا نے سکھایا کہ مسیح نے مصیبت جھیلی، علامتی طور پر نہیں بلکہ واقعی، مطلب یہ کہ ان کا جسم صلیب پر مکمل اور پوری طرح سے قانون فطرت کے تابع تھا۔ شبیہ میں چہرہ چوٹوں کی وجہ سے انتہائی حد تک مسخ اور زخموں سے چور، ڈراونے طریقے پر سوجا ہوا اور چوٹ سے نیلا، خراشوں سے بھرا ہوا دکھایا گیا ہے۔ آنکھیں کھلی اور پتلیاں پھری ہوئی۔ بڑی بڑی کھلی ہوئی آنکھوں کے ڈھیلے موت کی جامد حالت میں شیشے کی طرح چمک رہے ہیں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اس جسمانی اذیت رسیدہ

شخص کی نعش کو دیکھو تو ایک انوکھا اور عجیب سوال اٹھتا ہے۔ اگر ہو بہو اسی قسم کی نعش (اور وہ ہو بہو اسی قسم کی رہی ہوگی) ان کے سارے حواریوں نے دیکھی ہوگی، مستقبل کے سربرآوردہ اولیا نے، ان عورتوں نے جنہوں نے ان کی خدمت و تیمارداری کی اور جو چلیپا کے پاس کھڑی تھیں اور ان سبھوں نے جو ان پر اعتقاد رکھتے تھے، ان کی پرستش کرتے تھے۔ پھر وہ ایمان کیسے لائے، صلیب پر یہ لاش دیکھنے کے ساتھ یہ ایمان کہ وہ ایک روز اٹھ کھڑا ہوگا؟ اس موقع پر یہ خیال غیر ارادی طور پر اٹھتا ہے کہ اگر موت اتنی ہی ہیبت ناک اور فطرت کے قانون اتنے سنگدلانہ ہیں تب ان پر کیونکر قابو پایا جا سکتا ہے؟ اور انہیں کیونکر تسخیر کیا جا سکتا ہے جبکہ وہ خود ان پر فتح نہ پا سکا جس نے اپنی زندگی میں قدرت یا فطرت کو مطیع کیا تھا اور فطرت جس کے حکم کی پابند رہی تھی، جس نے پکار کر کہا: 'تالیتھا کومی،'(9) ــــ اور وہ لڑکی زندہ ہو کر اٹھ گئی۔ 'لزار باہر نکل جا،'(10) ــــ اور وہ مردہ آدمی باہر نکلا؟ جب کوئی اس تصویر کی طرف دیکھتا ہے ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ فطرت ایک بہت مہیب، سنگدل، گونگا اور وحشی درندہ ہے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ صحیح ہوگا اگرچہ بے تکا یا عجیب سا ہے، یہ کہنا کہ فطرت کوئی بڑی ہی زبردست اور جدید ترین بھاری بھرکم مشین ہے جس نے بے حسی سے، کچھ کہے سنے بغیر، بے معنی طور پر ایک زبردست عظیم اور قیمتی ہستی کو دبوچ کر پارہ پارہ کر کے نگل لیا ہے ــــ ایک ایسی ہستی جو تنہا ساری فطرت اور اس کے سارے قوانین کے ہم پلہ تھی، جو تمام روئے زمین کے برابر قدر و قیمت رکھتی تھی، تمام عالم ہستی شاید اسی لیے خلق ہوا تھا، صرف اس لیے کہ اس ہستی کے ظہور کی بشارت دے! یہ شبیہ گویا اس بے غیرت، اندھی اور بے حس ابدی طاقت کے خیال کو ظاہر کرتی اور غیر ارادی طور پر آگاہ کرتی ہے جس کا ہر چیز پر فرمان چلتا ہے اور سب اس کے حکم کے پابند ہیں۔ ان لوگوں نے جو مردہ آدمی کے قریب تھے) جن میں سے ایک بھی تصویر میں دکھائی نہیں دیتا) یقیناً بے حد دردناک کرب و تکلیف اس شام محسوس کی ہوگی، جس نے ایک ہی جھٹکے میں ان کے اعتماد و ایمان کو پاش پاش کر ڈالا اور اندر سے توڑ دیا۔ وہ لوگ سخت خوف و دہشت لیے ہوئے وہاں سے چلے ہوں گے، گرچہ ان میں سے ہر ایک اپنے اندر ایک زبردست خیال بھی لے گیا ہوگا جو کبھی کسی حالت میں اس کا ساتھ چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اگر اس آقا نے صلیب پر چڑھائے جانے کی شام کی اپنی یہ شبیہ دیکھی ہوتی تو کیا وہ یوں خود سے صلیب پر چڑھتا، کیا یوں جان دے دیتا؟ اس تصویر یا شبیہ کو دیکھنے پر یہ ایک سوال بے ساختہ ذہن میں آتا ہے۔

"کولیا کے چلے جانے کے بعد ڈیڑھ گھنٹے تک، وقفے وقفے سے میرے ذہن میں یہ سب شاید سچ مچ میرے ہذیان کے دوران، بعض اوقات شکلوں کی صورت میں تیرتا رہا۔ لیکن کیا وہ جس کی کوئی شکل نہیں ہے کوئی شکل اختیار کر کے نظر آ سکتا ہے؟ تاہم مجھے کبھی کبھی تو ایسا لگا کہ ایک عجیب اور ناممکن شکل میں اس لامحدود طاقت کو، اس بہری گونگی، اندھی ہستی کو دیکھتا ہوں۔ مجھے یاد ہے جیسے کوئی مجھے ہاتھ پکڑے لے جا رہا ہو، ہاتھ میں ایک شمع ہے۔ مجھے ایک مہیب اور مکروہ تارنتولا مکڑا دکھاتے ہوئے بتایا جا رہا ہے کہ یہی وہ تیرہ و تار اور بہری اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والی ہستی تھی۔ دکھایا اور میری ناسمجھی کا مذاق اڑایا۔ میرے کمرے میں ہمیشہ ایک شبیہ پر چراغ رات بھر جلتا رہتا ہے۔ کبھی کبھی، ٹمٹماتی لو ہوتی ہے۔ پھر بھی اس سے اتنی روشنی ضرور ہوتی ہے کہ چیزیں دھندلے طور پر دکھائی دے جائیں بلکہ اس میں پڑھا بھی جا سکتا ہے۔ میرا خیال ہے وہ وقت آدھی رات کے فوراً بعد کا رہا ہوگا۔ میں سویا نہیں، آنکھیں کھولے پڑا تھا۔ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا

اور رگوژین نے اندر قدم رکھا۔

"وہ داخل ہوا، دروازہ بھیڑا۔ میری طرف خاموشی سے دیکھا، چپ چاپ اس کرسی کی طرف گیا جو شبیہ کے چراغ کے ٹھیک نیچے رکھی تھی۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی اور اس کی جانب متوجہ ہوا۔ رگوژین چھوٹی میز پر ایک کہنی رکھ کر جھکا اور کچھ کہے بغیر مجھ پر نظریں لاڑ دیں۔ اس طور سے دو تین منٹ گزرے ہوں گے۔ مجھے یاد ہے کہ اس کی خاموشی ناگوار اور تکلیف دہ ہونے لگی۔ آخر یہ بولتا کیوں نہیں؟ اتنی رات گئے اس کا آنا مجھے کچھ عجیب سا لگا۔ لیکن مجھے یاد ہے کہ میں خاص کر اس پر حد درجہ حیرت زدہ نہیں ہوا تھا، بلکہ اس کے برخلاف۔ اگرچہ میں نے اس روز صبح اپنے خیال کا کھل کر اظہار نہیں کیا تھا، تاہم میں جانتا تھا کہ اس نے تاڑ لیا ہے۔ وہ خیال اس نوعیت کا تھا جس کی خاطر اتنی رات گئے بھی تبادلۂ خیال والی ملاقات کے لیے آیا جا سکتا تھا۔ میں نے قیاس کیا کہ وہ اسی مقصد سے آیا ہوگا۔ صبح کو ہم کسی قدر کدورت سے جدا ہوئے تھے اور مجھے یہ بھی یاد ہے کہ اس نے مجھے ایک یا دو مرتبہ بڑے تمسخر سے دیکھا تھا۔ وہی تمسخر اب اس کی آنکھوں میں پایا تو اس سے مجھے ٹھیس لگی۔ شروع میں میں نے ایک لمحہ بھی شک نہیں کیا کہ وہ واقعی رگوژین ہی تھا اور کوئی فریب نظر، کوئی سایہ، یا سرسامی اثر نہیں تھا۔ یہ خیال تک میرے دماغ میں بالکل نہیں آیا۔

"اس اثنا وہ وہیں بیٹھا رہا۔ اسی تمسخرانہ تبسم کے ساتھ مجھے دیکھتا رہا۔ اپنے بستر پر ناراضی سے کروٹ لیتے ہوئے میں تکیے پر کہنیوں کے سہارے اٹھ بیٹھا اور قصداً خود بھی خاموش رہنے کا تہیہ کیا، چاہے ہمیں سارا وقت اسی طرح گزارنا پڑے۔ کسی وجہ سے مجھے ضد ہو گئی کہ بات میں وہ پہل کرے۔ میں سمجھتا ہوں کوئی بیس منٹ اسی طرح نکل گئے۔ معاً ایک خیال میرے ذہن میں آیا: اور اگر وہ رگوژین نہ ہوا بلکہ فقط فریب نظر ــــ تو؟

"نہ اپنی بیماری کے دوران، نہ ہی اس سے پیشتر کبھی ایسا ہوا کہ میں نے ایک بھی سایہ دیکھا ہو۔ لیکن میں نے ہمیشہ محسوس کیا، اپنے لڑکپن کے دنوں میں بھی اور اب بھی یعنی ابھی کچھ عرصہ پہلے کہ اگر ایک مرتبہ بھی سائے پر نظر پڑ گئی تو وہیں پر مر جاؤں گا، اگرچہ میں بھوت پریت پر مطلق یقین نہیں رکھتا۔ لیکن جب یہ خیال میرے ذہن میں آیا کہ وہ رگوژین نہیں بلکہ صرف ایک سایہ ہے تو مجھے یاد ہے کہ میں ذرا بھی دہشت زدہ نہیں ہوا بلکہ اس پر مجھے غصہ آ گیا۔ اور بھی عجیب بات یہ کہ میں اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے کہ آیا وہ رگوژین تھا یا نہیں، مشتاق یا فکرمند بالکل نہ تھا جتنا ہونا چاہیے۔ مجھے یقین ہے میں اس وقت کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔ مثلاً یہ سوچ ذہن پر زیادہ طاری تھی کہ رگوژین آج دن میں تو گہرا واسکٹ اور چپل پہنے ہوئے تھا، یہ اب اس وقت فراک کوٹ، سفید واسکٹ اور سفید نکٹائی کیوں ڈاٹے ہوئے ہے؟ پھر مجھے دوسرا خیال آیا۔ اگر وہ ایک سایا ہے اور مجھے اس کا کوئی خوف نہیں تو کیوں نہ میں اٹھوں، اس کے پاس جاؤں اور خود معلوم کر لوں؟ ہو سکتا ہے میں ڈر گیا ہوں اور ہمت نہیں پڑی۔ لیکن ابھی سوچا ہی تھا کہ میں ڈر گیا ہوں کہ سردی کی لہر نے مجھے سر سے پیر تک لپیٹ لیا۔ میری ریڑھ کی ہڈیوں میں برف دوڑ گئی اور میرے گھٹنے لرزنے لگے۔ ٹھیک اسی لمحے، جیسے اس نے میرے خوف کو بھانپ لیا ہو، اس نے اپنا ہاتھ ٹھڈی کے نیچے سے نکالا، کمر سیدھی کی اور اپنا منہ یوں کھولا جیسے وہ اب ہنسنے پر آمادہ ہے۔ وہ میرے چہرے کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔ اس بات نے مجھے ایسا برافروختہ کیا کہ میں ایکا ایکی پوری طاقت سے اس پر ٹوٹ پڑتا۔ لیکن چونکہ میں نے قسم کھائی تھی کہ بولنے میں پہل نہ کروں گا، بستر پر ہی پڑا رہا۔ اور پھر یہ بھی کہ میں

تذبذب میں تھا کہ آیا وہ واقعی رگوژین ہے بھی یا نہیں؟

"مجھے ٹھیک سے یاد نہیں کہ یہ سلسلہ کتنی دیر تک چلتا رہا۔ نہ ہی ٹھیک سے یاد ہے کہ آیا میں وقتاً فوقتاً بے ہوشی کے عالم میں تو نہیں پہنچ جاتا تھا۔ بالآخر رگوژین اٹھ کھڑا ہوا، ڈھیلے پن اور غور سے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا جیسے اس وقت وہ داخل ہوا تھا، مگر ہنسی اڑائے بغیر۔ وہ خاموشی سے تقریباً پنجوں کے بل دروازے تک گیا، دروازہ کھولا، باہر نکلا اور دروازہ بھیڑ کر چلا گیا۔ میں بستر سے نہ اٹھا۔ یاد نہیں کہ اور کتنی دیر میں وہیں آنکھیں کھولے، ہمہ وقت سوچ میں غرق پڑا رہا۔ خدا جانے میں کیا سوچ رہا تھا۔ پتہ نہیں کب غفلت ہوگئی۔ دوسری صبح میں نو بجے کے بعد کسی وقت بیدار ہوا، جب دروازے پر کوئی دستک دے رہا تھا۔ گھر میں یہ انتظام ہے کہ اگر میں نو بجے کے بعد خود دروازہ نہیں کھولتا اور چائے لانے کے لیے نہیں کہتا، تو ہماری ملازمہ متریونا کا فرض ہے کہ دستک دے۔ میں نے جب اس کے لیے دروازہ اندر سے کھولا تو فوراً یہ خیال ذہن میں آیا کہ جب دروازہ مقفل تھا تو رگوژین کیونکر اندر آ سکتا تھا؟ پوچھ گچھ کے بعد یہ بات حتمی طور پر سمجھ میں آ گئی کہ رگوژین کا گھر کے اندر داخل ہونا ممکن نہ تھا، کیونکہ ہمارے سارے دروازے رات میں مقفل رہتے ہیں۔

"یہ نرالا واقعہ جسے میں نے اتنی تفصیل سے لکھا ہے، میرے ایک 'حتمی نتیجے' پر پہنچنے کا سبب بنا۔ مطلب یہ کہ منطق یا منطقی نتیجے کا حاصل نہیں جو آخری اور حتمی فیصلے کی طرف لے جائے بلکہ وہ ہے تنفر کا احساس۔ میں ایسی زندگی نہیں گزار سکتا جو عجیب اور تکلیف دہ شکلیں اختیار کر دیا۔ میں اپنے آپ کو ایسی تیرہ و تاریک طاقت کے حوالے نہیں کر سکتا جو ایک تارنتولا مکڑے کی شکل اختیار کر لیتی تھی۔ صرف اس وقت جھٹپٹے کے وقت جب مجھے محسوس ہوا کہ حتمی فیصلے کے آخری لمحے پر پہنچ گیا ہوں، تب جا کے دل ہلکا ہوا۔ لیکن وہ فقط پہلا لمحہ تھا۔ دوسرے لمحے میں پاولوفسک جانے کے لیے سوار ہوا۔ مگر اس کے بارے میں کافی وضاحت کی جا چکی ہے۔"

(7)

"میرے پاس ایک چھوٹا جیبی پستول ہے، جو میں نے بچپن میں حاصل کیا تھا اس مسخرے پن کی عمر میں جب ڈاکوؤں کے قصے اور ڈوئیل کی کہانیوں میں خوب مزا آتا اور سوچا کرتا تھا کہ ڈوئیل میں مخالف کی پستول کا سامنا کرتے وقت میں کس شان سے کھڑا ہوں گا۔ دراز میں، جہاں وہ رکھا تھا، اس کے ساتھ ایک جوڑ گولیاں اور بارود بھی تھا۔ اتنا بارود جو تین دفعہ بھرنے کے لیے کافی ہو۔ یہ پستول ہے بالکل نکما جو سیدھا نشانے پر نہیں مارتا اور اس کی مار زیادہ سے زیادہ پندرہ قدم تک ہوتی ہے۔ لیکن اگر اسے کنپٹی پر رکھ کر چلایا جائے تو بلاشبہ آدمی کا بھیجہ نکل پڑے۔

"میں نے طے کیا کہ پاولوفسک میں پو پھٹتے ہی اس پارک میں اپنا خاتمہ کر لوں گا تاکہ بنگلے پر کسی کو پریشانی میں نہ ڈالوں۔ میرا "بیان صفائی" پولیس پر ہر چیز واضح کر دے گا۔ نفسیات کے شوقین اور دوسرے لوگ جو نتائج اخذ کرنا چاہیں، اخذ کرتے پھریں۔ میں اپنے مسودے کی کوئی تشہیر و اشاعت کرنا نہیں چاہتا۔ میں پرنس سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ ایک نقل خود اپنے پاس رکھیں اور دوسری اگلایا ایوانووتا یہ پان چین کو دے دیں۔ یہ میری وصیت ہے۔ میرا ڈھانچہ میڈیکل اکادمی کے حوالے کر دیا جائے تاکہ سائنسی غرض سے کام آئے۔

"دوسرے میرے متعلق فیصلہ صادر کریں میں کسی کا یہ حق تسلیم نہیں کرتا۔ اور جانتا ہوں کہ اب کسی بھی عدالت

Scanned with CamScanner

ایڈیٹ

کی حدود سے باہر ہوں گا۔ تھوڑا عرصہ پہلے ایک مضحکہ خیز مفروضہ میرے ذہن میں آیا تھا: کیسا رہے اگر ناگاہ میرے سر میں یہ سمائے کہ جسے بھی چاہوں، اس کو یا اکٹھے دس آدمیوں کو قتل کر کے یا کسی ایسی انتہائی ہولناک حرکت کا مرتکب بنوں جو دنیا میں سب سے زیادہ ہولناک عمل سمجھا جائے۔ عدالت کیسی بے ڈھب صورتِ حال کے مخمصے میں پھنس جائے گی جبکہ میرے پاس زندگی کی صرف دو ہفتہ مدت رہ گئی ہو اور جسمانی اذیت یا دوسری جسمانی سزائیں لاحاصل ہو چکی ہوں۔ میں ان کے ہسپتال میں آرام سے مروں گا۔ ڈاکٹر کا تپاک، آسائش اور ہمدردی کا وہ سلوک میسر ہوگا جو اپنے گھر کے لوگ ایسی بات کیوں نہیں سوچا کرتے، چاہے مذاق میں ہی کیوں نہ ہو۔ شاید وہ سوچتے ہوں گے۔ ہمارے یہاں خوش باش بندوں کی کیا کمی ہے۔

"اگرچہ میں اپنے بارے میں اوروں کے فیصلے کا حق تسلیم نہیں کرتا، تاہم جانتا ہوں کہ وہ مجھ پر فیصلہ صادر کریں گے جب میں ایک بے آواز اور بے حس مدعا علیہ بن جاؤں گا۔ لیکن میں جواب میں یہ چند الفاظ جو آزادی سے، برضا و رغبت، بلا جبر و اکراہ اور اپنی صفائی کے لیے نہیں — یہ الفاظ اپنے پیچھے چھوڑے بغیر رخصت ہونا نہیں چاہتا۔ نہیں، نہیں، میرے پاس کوئی وجہ نہیں، نہ ہی کوئی ہے جس سے میں معافی طلب کروں۔ بلکہ صرف اس وجہ سے کہ یہ میری خواہش ہے۔"

"یہاں اول تو یہ ایک عجیب خیال اٹھتا ہے۔ کون اور کس ناطے سے اور کس مقصد سے میری دو یا تین ہفتے کی بیدار زندگی کے میرے حق پر معترض ہونے کے بارے میں سوچے گا؟ کونسی عدالت میری عدل گستری کرے گی؟ کون چاہے گا کہ میں نہ صرف اپنی موت کی سزا سنوں بلکہ اس مدت کو اپنی آخری ہچکی تک تمیز داری سے پورا بھی کروں؟ بھلا کس کو اس کی ضرورت ہے؟ کیا اخلاقی وجوہات کی بنا پر یہ ضروری ہے؟ میں یہ سمجھ سکتا ہوں کہ اس وقت اگر میں اپنی زندگی کو ختم کرنے کی کوشش کرتا جب میں صحت و توانائی کا پورا لطف اٹھا رہا ہوتا، جب وہ میرے عزیزوں کے لیے بھی سودمند ہوتی، وغیرہ وغیرہ اخلاقیات بھی مجھے سرزنش و ملامت کر سکتی تھی جیسا کہ رواج چلا آ رہا ہے کہ میں نے اپنی زندگی کو دوسروں سے مشورہ لیے بغیر ختم کیا یا اخلاقیات کا جو بھی دعویٰ ہو۔ لیکن اب؟ اب کیا جبکہ مجھے موت کی سزا سنائی جا چکی ہے؟ کس قسم کی اخلاقیات کو ضرورت ہے نہ صرف تمہاری زندگی کی بلکہ تمہارے نرخرے کی آخری خرخراہٹ کی جس کے ساتھ ہی تم اپنی زندگی کا آخری جوہر نچوڑ دیتے ہو، جب تم پرنس سے ان کے عیسائی دلائل و مباحث کے دلاسے کے الفاظ سن رہے ہو جو اس خوشگوار خیال تک ضرور پہنچیں گے کہ بالآخر یہی تمہارے لیے بہتر ہے کہ مر رہے ہو۔ (ان جیسے عیسائی ہمیشہ اس خیال پر پہنچتے ہیں، یہ ایسوں کو خبط ہوتا ہے۔) وہ اپنے ان مضحکہ خیز "پاولوفسک کے درختوں" کے ساتھ کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ میری زندگی کی آخری ساعتوں کو شیریں بنانا؟ وہ کیوں نہیں سمجھتے کہ جتنا ہی میں خود کو فراموش کرتا ہوں، جتنا ہی زندگی اور محبت کے آخری سراب سے خود کو زیادہ وابستہ کرتا ہوں جس کے ذریعے وہ میرے میئر کی دیوار کے نظارے اور اس پر ہر تخم جو اتنی صفائی اور سادہ دلی سے لکھی گئی ہے، اس میں حائل ہوتے ہیں، اتنا ہی مجھے شکستہ دل بنا رہے ہیں؟ یہ تمہارا سارا عالم فطرت میرے لیے کیا ہے، تمہارے پاولوفسک کے پارک، تمہارے طلوع و غروب آفتاب، تمہارا نیلا آسمان اور تمہارے شاد آباد چہرے، جب یہ دعوت و ضیافت جس کا کوئی انت نہیں، شروع یہیں سے ہوئی کہ تنہا مجھے فضول و ناکارہ شمار

کرلیا گیا؟ اس کے سارے حسن و جمال سے مجھے کیا سروکار؟ جب میں ہر منٹ اور ہر سیکنڈ پورے طور سے سمجھنے کے لیے مجبور ہوں یا مجبور کیا جاتا ہوں کہ ایک ننھی مکھی بھی جو اس وقت میرے قریب سورج کی ایک کرن میں بھنبھنا رہی ہے وہ بھی اس دعوت وضیافت میں، اس عیش وطرب کے طائفے میں شریک ہے، وہ اپنا مقام جانتی ہے، اس سے پیار کرتی ہے اور خوش ہے۔ جبکہ میں تنہا ایک اچھوت ہوں اور یہ ہے وہ بات جسے سمجھنے سے میری بزدلی نے ابتک روکا ہے۔ اوہ، میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ پرنس اور دوسرے لوگ مجھے اس نوبت کو پہنچانا چاہتے ہوں گے کہ اس 'گھٹیا اور شرارتی، تقریر بازی کے بجائے وہ نیکی کی تلقین کرنے والا، اور اخلاق وشرافت کا علمبردار کلام پڑھ کر، فرانسیسی شاعر میلوآ[11] کی نظم کا یہ بند ترنم سے پڑھ کر سناؤں:

O,puissent voir votre beaute sacree

Tant d`amis sourds a mes adiexl

Qu`ils ineurent pleins de jours, que leur mort soit pleuree,

Qu`un ami leur ferme les yeus [12]

"لیکن میرا یقین کرنا اے سادہ دل بندو، یقین کیجیے کہ اس دعائیہ بند میں جو فرانسیسی شاعری میں دنیا کے لیے ایک عالمانہ دعائے خیر کا درجہ رکھتا ہے، بہت کچھ ڈھکی چھپی ناگواری، شاعرانہ رمز میں چھپی بے لوچ کینہ وری اور خود پسند غصہ ہے کہ خود شاعر بھی گمراہ ہو گیا ہوگا، اس غصہ اور جلن کو محبت وشفقت کے آنسو سمجھا ہوگا۔ یہی تصور لیے دنیا سے سدھار گیا۔ خدا مغفرت کرے! آپ اچھی طرح سمجھ لیں کہ آدمی کے لیے اپنی بے بسی اور بے طاقتی کا پورا اندازہ کر کے اور اسے مان لینے میں شرم کی وہ آخری حد آجاتی ہے جس کے آگے کوئی حد نہیں۔ پھر انسان اسی شرم وذلت میں بے پناہ لطف اٹھانے کا احساس پالینے لگتا ہے... ہاں، البتہ یہ مانے لیتا ہوں کہ اس معنی میں عجز وانکسار ایک زبردست طاقت ہے۔ گو کہ اس معنی میں نہیں جس میں مذہب عجز وانکسار کو ایک طاقت بتاتا ہے۔

"مذہب! میں دائمی زندگی کے امکان کو مانتا ہوں اور شاید ہمیشہ سے مانتا تھا۔ چلیے ہم فرض کریں کہ انسانی شعور کو ایک اعلیٰ ترین قوت کی مرضی یا ارادے سے روشن کیا گیا ہے۔ اور یہ کہ اس نے دنیا پر نظر ڈالی اور کہا "ego sum" (میں ہوں)۔ آیئے ہم آگے یہ بھی فرض کریں کہ یہ اعلیٰ ترین قوت یکبارگی اس شعور کو فنا کرنے کا حکم دیتی ہے، کیونکہ کسی وجہ سے یہ ضروری ہے۔ اس کی کوئی وجہ نہ سہی، اس کے بغیر بھی یہ حکم فنا ضروری ہو سکتا ہے۔ میں نے یہ سب مان لیا۔ چلیے مگر وہی ازلی وابدی سوال اٹھا ہے — ان سب میں میری تسلیم ورضا (عجز وانکسار) کی آخر کیا ضرورت؟ یوں کیوں نہیں کہ میں فقط نگل لیا جاؤں اور مجھ سے یہ تقاضا نہ کیا جائے کہ اس کی حمد وثنا بھی کروں جس نے مجھے نگل لیا؟ کیا کوئی ذات اوپر ایسی ہے جسے واقعی میرا اگلے دو ہفتہ کی مدت تک انتظار کی خواہش نہ کرنا ناگوار گزرے گا؟ یہ بات ہے جسے میں نہیں مان سکتا۔ یہ قیاس کرنا اس سے کہیں زیادہ بظاہر معقول ہوتا کہ میری بیچ، بے حقیقت زندگی، ایک ذرہ کی زندگی کسی کائناتی آفاقی ہم آہنگی کی تکمیل کی خاطر درکار ہے، کسی جمع تفریق کے لیے، کسی نہ کسی تضاد کے لیے اس کی ضرورت ہے، وغیرہ وغیرہ۔ ٹھیک اسی طرح جیسے مخلوقات کی کثیر تعداد کی زندگیاں روزانہ قربان ہونی ضروری ہیں جن کی موت کے بغیر دنیا کا بقیہ حصہ

ہم نہیں رہ سکتا (اگرچہ یہاں یہ بات نظر میں رکھئے کہ یہ تصور بھی جائے خود کوئی بلند نظر نہیں)۔ خیر، یونہی سہی! میں اتفاق کیے لیتا ہوں کہ بصورت دیگر یعنی مسلسل ایک دوسرے کو نگلے بغیر دنیا کی تعمیر و ترتیب قطعی ناممکن ہوتی۔ یہ ماننے کے لیے بھی تیار ہوں کہ اس عمارت دنیا کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔ لیکن ایک بات ضرور یقین سے جانتا ہوں کہ اگر مجھے اس حقیقت کا شعور کہ میں ہوں' عطا کیا گیا ہے تو اس سے مجھے کیا فرق پڑتا ہے کہ دنیا کی تعمیر و ترتیب عیب دار یا ناقص ہے اور یہ کہ بصورت دیگر وہ چل نہیں سکتی۔ اس کے بعد کون ہے جو مجھ پر اپنا فیصلہ صادر کرے اور کس لئے؟ آپ کچھ بھی کہیں یہ سب ناممکن ہے اور ناانصافی ہے۔

"تاہم میری اپنی خواہش کے باوجود میں ہرگز یہ تصور قائم نہ کر سکا کہ حیات بعد الموت کا وجود نہیں اور کوئی پروردگار نہیں۔ قیاس غالب ہے کہ یہ سب چیزیں وجود رکھتی ہیں لیکن یہ حیات بعد الموت اور اس کے قوانین ہماری عقل سے باہر ہیں۔ اچھا یہ سب اگر اتنا دشوار ہے اور اس کا ادراک قطعی ناممکن تو کیا مجھے اس ناقابل ادراک کو سمجھنے کے ناقابل ہونے پر قصوروار ٹھہرایا جائے گا؟ سچ ہے۔۔۔ وہ سب کہتے ہیں اور پرنس بھی ان کے ہم آواز ہو کر کہیں گے کہ ہاں جس کی ضرورت ہے یہاں وہ ہے اطاعت و بندگی، بے حجت و تکرار تسلیم و رضا، صرف نیکی یا پارسائی کی خاطر۔ اور یہ کہ میرے عجز و انکسار کا حساب ہوگا اور عاقبت میں یقیناً اجر ملے گا۔ ہم پروردگار کو اپنے خیالات و تصورات سے منسوب کر کے اس کی تحقیر کرتے ہیں، اس بددلی کے سبب کہ ہم اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ مگر میں پھر دھراتا ہوں، اگر عقل سے اسے پہچاننا ممکن نہیں، فہم انسانی کو اس کی توفیق نہیں تو پھر انسان کا قصوروار ہونا یا جواب داری کرنا اور بھی دشوار ہے۔ اور جب یوں ہے تو میں پروردگار کے قانون اور اس کی مشیت کو نہ سمجھ سکا، یہ قصور تو نہ ہوا اس کی جانچ کیسی؟ نہیں، بہتر ہے ہم مذہب کو علیحدہ رہنے دیں۔

"بس، بہت ہو چکا۔ جب میں ان سطروں پر پہنچوں گا تو غالباً سورج نکل چکا ہوگا اور سورج آسمان میں ٹن ٹن گھنٹیاں بجاتا نکلے گا، اور تمام روئے زمین پر اتھاہ، ان گنت طاقت اپنے بازو پھیلا چکی ہوگی۔ ہوتا رہے، قوت و حیات کے سرچشمے کو ٹکٹکی لگائے دیکھتے ہوئے میں مر جاؤں گا، مجھ میں اس زندگی کی کوئی امنگ نہ ہوگی! اگر پیدا نہ ہونا میرے بس کی بات ہوتی تو غالباً ایسی مضحکہ خیز شرائط پر جامۂ ہستی قبول ہی نہ کرتا۔ لیکن مرنے کی قوت اب بھی مجھ میں ہے۔ اگرچہ میں وہی لوٹاؤں گا جو پہلے ہی شمار ہو چکا ہے۔ نہ کوئی بڑی قوت ہے، نہ کوئی بڑی بغاوت!

"ایک آخری وضاحت: میں اس لیے نہیں مر رہا ہوں کہ تین ہفتے زندہ رہنے کا بوجھ سہنے کے قابل نہیں ہوں۔ اوہ، مجھ میں اتنی طاقت آ گئی ہوتی اور اگر چاہتا، ایسی خواہش کرتا تو محض اس شعور کے بل پر کہ میرے ساتھ ناانصافی کی گئی، خود کو تسلی دے لی ہوتی۔ مگر میں کوئی فرانسیسی شاعر نہیں ہوں اور نہ ایسے بہانوں سے بہلنے والا ہوں۔ آخر میں ایک ترغیب رہ جاتی ہے۔ قدرت نے تین ہفتے کی سزا طے کر کے میرے عمل کا دائرہ اس قدر محدود کر دیا کہ شاید خودکشی ہی ایک واحد عمل بچا ہے جس میں آغاز اور انجام دونوں میری قوت ارادی کے اختیار میں ہیں۔ بہت خوب! شاید میں عمل کرنے کے آخری موقع کا فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ احتجاج بھی بعض وقت کوئی چھوٹی بات نہیں ہوتی..."

"بیان صفائی" ختم ہوا اور بالآخر اپولیت رک گیا...

بعض انتہائی صورتوں میں بدمزاج بے باکی اس آخری درجے تک پہنچ جاتی ہے جب اعصابی ہیجان زدہ انسان بہت برافروختہ اور بے قابو ہو کر ہر قسم کے خوف سے بالکل پاک اور ہر طرح کا ہنگامہ برپا کرنے کو نہ صرف آمادہ بلکہ اس سے خوش بھی ہوتا ہے۔ وہ دوسروں پر ٹوٹ پڑے گا۔ اپنے اندر ایک مبہم لیکن مصمم ارادہ چھپائے رکھتا ہے کہ منٹ بھر بعد کہیں بلند عمارت سے کود پڑے گا اور ان تمام الجھنوں اور پیچیدگیوں کا صفایا کر دے گا جو اس وقت نظر کے سامنے آ جائیں۔ عام طور پر یہ حالت جسمانی طاقت کے جواب دے جانے سے پہلے کی ایک علامت ہوتے ہے۔ نہایت غیر معمولی اور تقریباً غیر فطری اعصابی تناؤ جو اپولیت کو اس حد تک تھامے ہوئے تھا، اب آخری انتہا پر پہنچ گیا تھا۔ بجائے خود اٹھارہ سال کا یہ لڑکا جو بیماری سے ہلکان اور اس قدر کمزور، بے جان تھا جیسے درخت سے ٹوٹا لرزتا پتہ۔ لیکن جیسے ہی اس کی نظروں نے اپنے سامعین کا جائزہ لیا۔۔۔ پہلی دفعہ اس آخری گھنٹے کے دوران نظر اٹھائی۔۔۔ تو اس کی نگاہوں میں اور تبسم میں فوراً ایک بڑی متکبر، حقارت آمیز اور ناگوار نفرت ابھر کر ظاہر ہوئی، اپنے چیلنج میں اس نے جلد بازی برتی۔ ادھر اس کے سامعین بھی برہمی سے بھرے بیٹھے تھے۔ وہ شور کرتے ہوئے ابتری کے عالم میں میز سے اٹھنے لگے۔ تھکن، شراب اور ذہنی تناؤ نے اس پراگندگی کی بدتر کر دیا تھا۔ اگر یوں کہنا مناسب ہو تو گویا مجموعی تاثر میں گندگی گھول دی تھی۔

اپولیت اچانک اچھل پڑا جیسے کسی نے اسے کرسی سے نکال پھینکا۔

''سورج نکل آیا ہے!'' وہ پہلی کرن میں نہائی ہوئی درختوں کی پھننگوں کو دیکھ کر اور پرنس کو ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے چیخا جیسے کوئی معجزہ ہو گیا۔ ''وہ نکلا!''

''ارے! تو آپ کیا سمجھتے تھے وہ نہیں نکلے گا؟'' فردی شینکو نے رائے زنی کی۔

''اب ہمیں اس تپا دینے والی گرمی کا دوسرا دن گزارنا ہو گا'' گانیا کھلی بے کیفی سے جماہی اور انگڑائی لیتے بڑبڑایا۔ ٹوپی اس نے ہاتھ میں اٹھائی۔ ''ذرا خیال تو کرو، سوکھی گرمی کا پورا مہینہ!۔ پیت سن! ہم چل رہے ہیں یا نہیں؟''

اپولیت نے ایسے تعجب سے سنا گویا مخبوط الحواس ہونے والا ہے۔ دفعتاً وہ بے حد پیلا پڑ گیا اور اس کا سارا بدن کانپنے لگا۔

''آپ نے اپنی لاتعلقی دکھانے کی کوشش بڑے بے ڈھنگے پن سے کی۔ مجھے ذلیل کرنے کی ترکیب ہے یہ'' گانیا کو گھورتے ہوئے بولا ''آپ نابکار ہیں!''

''آپ حد سے بڑھے جا رہے ہیں۔ یہ کیا حرکت ہے پاجامے سے باہر!'' فردی شینکو گرجا۔ ''عجب سوکھے مریل سے پالا پڑا!''

''وہ محض گھامڑ ہے'' گانیا نے کہا۔

اپولیت نے اپنے آپ کو کچھ سنبھالا۔

''میں سمجھتا ہوں صاحبان!'' اس نے بدستور کانپتے اور ایک ایک لفظ پر رکتے ہوئے شروع کیا۔ ''میں آپ کے انتقام کا مستحق ہو سکتا ہوں۔ اور اس بے معنی گفتگو (اس نے سودے کی طرف اشارہ کیا) سے آپ کو تنگ کرنے کا افسوس ہے مجھے۔ یا شاید افسوس ہو کہ میں نے آپ کو قطعی تنگ نہیں کیا۔۔۔ (اس کی مسکراہٹ احمقانہ تھی) کیا میں نے آپ کو تنگ کیا

Scanned with CamScanner

ایوگینی صاحب؟" اس نے معاً ایوگینی پاولووچ کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "میں نے کیا ہے یا نہیں کیا ہے؟ مجھے بتایئے!"

"ذرا زیادہ کھینچ دیا، لیکن..."

"جو کہنا ہو کہہ ڈالئے! زندگی میں ایک بار تو جھوٹ نہ بولئے!" اپولیت نے کانپتے ہوئے حکم دیا۔

"اوہ میرے لیے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مہربانی کر کے میری جان چھوڑئے" ایوگینی پاولووچ نے کراہت سے ہنستے ہوئے کہا۔

"شب بخیر پرنس" پتیت سن نے پرنس کے پاس جا کر کہا۔

"لیکن آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ وہ خود کو گولی مارنے والا ہے! ذرا اس کی طرف تو دیکھئے!" ویرا چیخی۔ وہ اپولیت کی طرف گھبراہٹ میں جھپٹی بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "اس نے کہا ہے نا کہ سورج نکلتے ہی اپنے آپ کو گولی مار لے گا؟ آپ نے کیا سوچا؟"

"وہ خود کو گولی نہیں مارے گا!" کئی آوازیں جس میں گانیا کی بھی تھی تلخ مسرت سے بلند ہوئیں۔

"صاحبان، صاحبان!" کولیا چیخا۔ اس نے بھی اپولیت کے بازو تھام رکھے تھے۔ "ذرا اس کی طرف دیکھنا! پرنس، آپ کیا سوچ رہے ہیں پرنس؟"

اپولیت کو اب ویرا، کولیا، کیلر اور بردوفسکی نے گھیر لیا تھا۔ چاروں اس کے بازو پکڑے ہوئے تھے۔

"اس کو پورا حق ہے پورا حق!.." بردوفسکی بڑبڑایا جو معلوم ہوتا تھا بالکل بدحواس ہے۔

"مجھے پوچھنے کی اجازت دیجیے پرنس۔ آپ کی کیا ہدایات ہیں؟" لیبیدیف نے پرنس کے پاس آ کر پوچھا۔ وہ مدہوش تھا اور غصے سے بدتمیزی پر اتر آیا تھا۔

"ہدایات سے آپ کا کیا مطلب؟"

"معاف کیجیے جناب۔ میں اس گھر کا مالک ہوں گو میں آپ سے گستاخی کرنا نہیں چاہتا۔ آپ بھی یہاں مالک ہیں، میں تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ میرے ذاتی گھر میں..."

"وہ اپنے آپ کو نہیں مارے گا۔ لڑکا بیوقوف بنا رہا ہے!" جنرل ایولگین نے خلاف توقع خفگی لیکن اعتماد سے پکار کر کہا۔

"مانا کہ وہ ایسا نہیں کرے گا، جنرل صاحب، میرے معزز جنرل۔ لیکن پھر بھی... یہ دیکھتے ہوئے کہ میں مالک مکان ہوں..."

"سنئے، مسٹر تیرشچیف!" پتیت سن نے دفعتاً پرنس کا خدا حافظ کہنے کے ساتھ اپنا ایک ہاتھ اپولیت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "میں سمجھتا ہوں آپ نے اپنی نوٹ بک میں کچھ ایسا کہا ہے کہ اکادمی کو اپنا ڈھانچہ عطا کرنے کی خواہش کی ہے؟ کیا آپ کا مطلب ہے کہ جسم کا ڈھانچہ یعنی آپ کی ہڈیاں؟"

"جی ہاں... میری ہڈیاں..."

"اب سمجھا۔ میں نے پوچھا کیونکہ کسی سے غلطی ہو سکتی ہے۔ میں نے سنا کہ اس قسم کا واقعہ پہلے بھی ہو چکا ہے۔"

Scanned with CamScanner

''آپ اسے غصہ کیوں دلا رہے ہیں؟'' پرنس نے پکار کر کہا۔

''آپ لوگوں نے اسے رلا دیا ہے'' فردی شینکو نے اضافہ کیا۔

لیکن ایپولیت مطلق رو نہیں رہا تھا۔ اس نے اپنی جگہ سے ہٹنے کی کوشش کی، لیکن ان چاروں نے جو اس کو گھیرے ہوئے تھے بیک وقت اسے بازوؤں سے جکڑ لیا۔ قہقہہ بلند ہوا۔

''وہ یہیں تک لا رہا تھا تا کہ اسے بازوؤں سے پکڑ لیا جائے اور اسی لیے اس نے اپنی نوٹ بک پڑھ کر سنائی تھی'' رگوژین نے جملہ کسا۔ ''خدا حافظ پرنس۔ کب سے یہاں بیٹھے رہے۔ میرا تو جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے۔''

''اگر آپ واقعی اپنے آپ کو گولی مارنا چاہتے ہیں تیرنتیف'' ایوگینی پاولووچ نے ہنسی اڑاتے ہوئے کہا ''اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو اس خیال کو اتنی داد و تحسین کے بعد ترک کر دیتا، تا کہ ان کے ہوش اڑ جائیں۔''

''ان لوگوں کا جی چاہتا ہے کہ مجھے خود کو گولی مارتے دیکھیں!'' ایپولیت اس پر بھڑک اٹھا۔

وہ یوں کہہ رہا تھا جیسے کسی پر لپکنے والا ہو۔

''وہ تماشے سے محروم رہنے پر برہم ہیں'' ایوگینی پاولووچ نے کہا۔

''آپ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ نہیں دیکھ سکیں گے؟''

''میں آپ کو اکسا نہیں رہا ہوں، اس کے برعکس میں یہی سمجھتا ہوں یہ عین ممکن ہے کہ آپ خود کو گولی مار لیں۔ اصل بات یہ ہے کہ آپ اپنے غصے کو ضبط کریں...'' ایوگینی پاولووچ نے مربیانہ انداز میں چبا چبا کر کہا۔

''اب جا کر سمجھ میں آیا کہ میں سخت غلطی پر تھا جو یہ مسودہ پڑھ کر سنا دیا!'' ایپولیت نے یکبارگی ایوگینی پاولووچ کی طرف ایک اعتماد بھری صورت سے دیکھتے ہوئے کہا جیسے وہ کسی دوست سے مشورہ لے رہا ہو۔

''ہے ایک مضحکہ خیز صورت حال۔ لیکن... دراصل میں نہیں جانتا کہ آپ کو کیا مشورہ دوں'' ایوگینی پاولووچ نے مسکرا کر کہا۔

ایپولیت نے درشتی سے اس کی طرف دیکھا۔ نظریں وہیں جمی رہیں۔ خاموش رہا۔ گمان گزرتا کہ اس پر غشی کا دورہ پڑ گیا۔

''نہیں۔ یہ نہیں چلے گا۔ ذرا اس کا انداز تو دیکھو کس طرح جتاتا ہے'' لیبیدیف کی زبان سے نکلا ''آپ کی اجازت سے میں پارک میں اپنے آپ کو گولی مار لوں گا تا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو، اوہ واقعی تصور کرتا ہے کہ کسی کو تکلیف نہیں دے گا۔ بس، سیڑھی سے تین قدم اتر کر باغ میں جانے کی دیر ہے۔''

''حضرات...'' پرنس نے شروع کیا۔

''نا، نا... مجھے اجازت دیجیے میرے معزز ترین پرنس'' لیبیدیف نے کچوکا دیتے ہوئے کہا۔ ''چونکہ آپ خود تسلیم کریں گے کہ یہ کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے، چونکہ آپ کے کم از کم آدھے سے زیادہ مہمان ایک ہی رائے رکھتے ہیں اور انہیں یقین ہے کہ یہاں الفاظ ادا کرنے کے بعد وہ عزت آبرو کی خاطر خود کو گولی مار لے گا، میں اس مکان کے مالک کی حیثیت سے اور گواہوں کی موجودگی کے درمیان اعلان کرتا ہوں کہ میں فہمائش کرتا ہوں کہ آپ ہاتھ ہٹائیں!''

Scanned with CamScanner

"کیا کرنا چاہیے لیبید یف؟ میں آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں۔"

"آپ یوں کر سکتے ہیں: اول تو اس سے وہ پستول رکھوالیں جس کی ہمارے سامنے اتنی شیخی بگھاری ہے، اس کے لوازمات کے ساتھ۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو میں اسے اپنے گھر میں اس کی مریضانہ حالت کے پیش نظر ایک رات گزارنے کی اجازت دیتا ہوں۔ مگر ہاں، میری نگرانی میں۔ کل البتہ جدھر اس کا منہ اٹھے، ادھر ضرور نکل جائے۔ آپ مجھے معاف فرمائیں گے پرنس۔ اگر وہ اپنا ہتھیار حوالے نہیں کرتا، میں ابھی اسی وقت اس کا ہاتھ پکڑ لوں گا۔ ایک ہاتھ میں پکڑوں گا اور ایک جنرل، میں پولیس کو فوراً رپورٹ کروں گا۔ پھر یہ معاملہ پولیس کے ہاتھ میں چلا جائے گا۔ وہ جانے۔ اتفاقی کی حیثیت سے مسٹر فردی شینکو بلا لائیں گے۔"

شور مچ گیا۔ لیبید یف نے جو بہت مشتعل تھا صبر کا دامن چھوڑ دیا۔ فردی شینکو پولیس کی طرف جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ گانیا شدت سے کہتا رہا کہ کوئی خودکشی کرنے والا نہیں۔ ایوگینی پاولووچ خاموش رہا۔

"پرنس کیا آپ نے کسی گھنٹہ گھر سے چھلانگ لگائی ہے؟" ایپولیت نے معاً سرگوشی میں پوچھا۔

"ایں۔ نہیں تو" پرنس کا معصومانہ جواب تھا۔

"کیا آپ سمجھتے ہیں مجھے اس ساری نفرت کی توقع نہیں تھی؟" ایپولیت نے دوبارہ سرگوشی کی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور وہ پرنس کی طرف اس طرح دیکھ رہا تھا گویا اسے واقعی اس سے کسی جواب کی توقع ہو۔ "بس، بہت ہو چکا" وہ یکلخت ساری مجلس سے مخاطب ہو کر چلایا۔ "میں ملزم ہوں، سب سے بڑھ کر! لیبید یف یہ رہیں کنجیاں" (اس نے جیب سے گچھا نکالا اور اس میں سے لوہے کا چھلہ کھینچا جس میں تین یا چار کنجیاں لگی ہوئی تھیں) "یہ رہی! آخری سے پہلے والی۔ کولیا آپ کو بتا دے گا... اس نے آج صبح مجھے تھیلا باندھنے میں مدد کی تھی۔ کولیا انہیں وہاں لے جاؤ۔ وہ پرنس کے سونے کے کمرے میں ڈیسک کے نیچے ہے... میرا تھیلا... اس چابی کا استعمال کرنا۔ نیچے، صندوقچے میں... میرا پستول ہے۔ اور تھوڑا سا بارود۔ اس نے خود پیٹا باندھا ہے، مسٹر لیبید یف، اور وہ آپ کو بتا دے گا۔ مگر ایک شرط ہے کہ میرا پستول کل صبح مجھے اس وقت واپس کر دیں جب میں پیٹرسبورگ روانہ ہوں گا۔ سنا آپ نے؟ میں یہ سب پرنس کی خاطر کر رہا ہوں، آپ کی خاطر نہیں لیبید یف۔"

"یہ ٹھیک رہا!" لیبید یف نے کنجیاں کھینچتے اور برابر کے کمرے کی طرف بھاگتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر فاتحانہ خوشی تھی۔

کولیا کچھ کہنے کے ارادے سے رک گیا تھا۔ مگر لیبید یف اسے گھسیٹتا ساتھ لے گیا۔

ایپولیت ہنسی اڑاتے ہوئے مہمانوں کو تک رہا تھا۔ پرنس نے دیکھا کہ اس کے دانت بج رہے تھے جیسے اسے تیز بخار چڑھا ہو۔

"یہ سب کتنے نابکار ہیں!" ایپولیت نے پھر جنون میں پرنس سے سرگوشی کی۔ وہ جب بھی پرنس سے مخاطب ہوتا تھا کسی کی طرف غضب ناک جھک کر کان میں بات کرتا۔

"کچھ نہیں۔ آپ خیال رہے ہیں..."

"میں اب جانے والا ہوں۔ بس تھوڑی دیر میں... ابھی۔"

اس نے پرنس کو اچانک گلے لگا لیا۔

"شاید آپ سمجھتے ہوں گے کہ میں پاگل ہوں؟" اس نے اس کی طرف ٹکٹکی باندھے اور ایک عجیب طرح سے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"نہیں لیکن آپ..."

"ذرا ایک منٹ۔ کچھ نہ کہیے۔ ٹھہریے، فقط خاموش رہیے، میں آپ کی آنکھوں میں جھانکنا چاہتا ہوں۔ اسی طرح کھڑے رہیے۔ اور مجھے دیکھنے دیجیے۔ میں واقعی ایک انسان سے رخصت ہو رہا ہوں۔"

دس سیکنڈ تک وہ خاموش کھڑا رہا۔ اس کی نظریں پرنس پر جمی رہیں، چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی، کنپٹیاں پسینے کی بوندوں سے چمک رہی تھیں۔ اور کچھ عجیب طریقے سے پرنس کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا، گویا اسے ڈر تھا کہ وہ چھوٹ نہ جائے۔

"ایپولیت، ایپولیت! کیا ہوا آپ کو؟" پرنس پکارا۔

"بس ایک لمحہ... کافی ہوگا... میں لیٹ جاتا ہوں۔ میں سورج کی سمت کا صرف ایک گھونٹ پیوں گا۔ میں چاہتا ہوں، میں چاہتا ہوں، مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجیے!"

اس نے میز پر سے ایک جام جھپٹ لیا۔ پرنس سے الگ ہٹ گیا۔ اور ایک پل بعد برآمدے کے زینوں پر پہنچ گیا تھا۔ پرنس اس کے پیچھے دوڑنے ہی والا تھا لیکن کچھ ایسا ہوا گویا عمداً کہ عین اسی وقت ایوگیلی پاولووچ نے اسے خدا حافظ کہنے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ بمشکل ایک سیکنڈ گزرا ہوگا کہ اچانک برآمدے سے شور سنائی دیا۔ اس کے بعد ایک منٹ سخت افراتفری مچی۔

اور یہ سب یوں ہوا۔

برآمدے کے زینے پر پہنچ کر ایپولیت رکا۔ جام اس کے بائیں ہاتھ میں تھا اور داہنا ہاتھ اوورکوٹ کی بغلی جیب میں تھا۔ کیلر نے بعد میں حتمی طور پر کہا کہ پرنس سے باتیں کرتے وقت بھی وہ اپنا داہنا ہاتھ جیب میں ڈالے ہوئے تھا۔ پرنس کے شانے اور کالر کو بائیں ہاتھ سے تھامے ہوئے تھا اور داہنا ہاتھ جیب کے اندر رکھا تھا۔ اس پوزیشن پر کیلر نے کہا کہ اسے پہلی دفعہ شبہ ہوا۔ بہرحال جو بھی ہو، کیلر کے دل کو دھڑکا لگا ہوا تھا جس نے اسے ایپولیت کے پیچھے دوڑنے پر مجبور کیا۔ لیکن وہ رہ گیا۔ اس نے صرف ایپولیت کے داہنے ہاتھ میں کوئی چیز چمکتے دیکھی اور اسی سیکنڈ میں چھوٹا سا بیبی پستول اس کی کنپٹی پر لگا ہوا تھا۔ کیلر اس کا ہاتھ پکڑنے دوڑا، تبھی ایپولیت نے لبلبی دبائی۔ ایک تیز کٹ کٹ کھٹکے کی آواز ہوئی۔ لیکن گولی نہ چلی۔ جب کیلر نے ایپولیت کو جکڑا تو وہ اس کے بازوؤں پر گر گیا۔ ظاہراً بے سدھ۔ شاید وہ اپنے آپ کو فی الحقیقت مرا ہوا سمجھ رہا تھا۔ پستول اب کیلر کے قبضے میں تھا۔ ایپولیت کو سہارا دے کر ایک کرسی پر بٹھایا گیا اور تمام حاضرین اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اور زور زور سے بولنے اور سوالات کرنے لگے۔ سب نے لبلبی کی کٹ کٹ سنی تھی۔ خود ایپولیت ہوش و حواس تھا۔ شعور سے تقریباً کام کر رہا تھا اور خالی خالی نظروں سے اپنے اردگرد لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ کبھی اس وقت

پولیف اور کولیا دوڑتے آئے۔

"کیا رنجک چاٹ گئی؟" ایک عام سوال تھا۔

"شاید بھرا ہوا نہیں تھا!" دوسروں نے قیاس ظاہر کیا۔

"وہ بھرا ہوا تو ہے" کیلر نے پستول کا معائنہ کرتے ہوئے اعلان کیا "لیکن..."

"تو کیا اسے رنجک چاٹ گئی؟"

"اس کی ٹوپی غائب ہے!" کیلر نے کہا۔

اس کے بعد جو افسوس ناک واقعات ہوئے انہیں بتانا مشکل ہے۔ شروع کی عام گھبراہٹ اور پریشانی کی جگہ فی مذاق ہونے لگا۔ کچھ لوگ تو قہقہے مارنے لگے، انہیں گویا اس صورتِ حال سے ایک طرح کی مردار تفریح حاصل ہو رہی تھی۔ اپولیت سسکیاں بھر رہا تھا جیسے وہ تشنجی کیفیت میں ہو، وہ اپنے ہاتھ مروڑ رہا تھا۔ ایک ایک پر گرا جا رہا تھا۔ فرڈی شچنکو تک کے پاس پہنچا، اسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور قسم کھا کھا کے کہنے لگا کہ وہ بھول گیا تھا ــــ کارتوس میں ٹوپی داخل کرنا۔ "جان بوجھ کر نہیں محض اتفاق سے بھول گیا تھا۔ وہ ساری ٹوپیاں یہاں میری واسکٹ کی جیب میں پڑی ہیں۔ کوئی دس ہوں گی" (اس نے گھوم کر ہر ایک کو دکھائیں)۔ پہلے سے لگا کر نہیں رکھی تھی کہ کہیں پستول اتفاق سے اس کی جیب میں ہی نہ چل جائے۔ اسے بھروسہ تھا کہ وقت ضرورت ٹوپی چڑھانے کا موقع تو مل ہی جائے گا۔ اور عین وقت پر دماغ سے نکل گیا۔ وہ پرنس اور ایوگینی پاولووچ کی طرف لپکا اور پھر کیلر کی منت سماجت کی کہ وہ اس کا پستول واپس دے دے اور کہا کہ اس کی عزت کا معاملہ ہے، سب کو دکھا دے گا کہ "میری عزت، عزت ہے" اور یہ کہ اب "ہمیشہ کے لیے ذلیل و رسوا ہو گیا!.."

آخر کار اس نے ہوش و حواس کھو دیئے اور دھڑام سے گر پڑا۔ اسے پرنس کے مطالعے کے کمرے میں لے جایا گیا۔ لیبیدیف نے جو تب تک اپنی سدھ میں آ چکا تھا، فوراً ڈاکٹر کو بلانے بھیجا اور خود بیمار کے سرہانے مع اپنی بیٹی اور بیٹے، بردوفسکی اور جنرل کے ٹھہر گیا۔ جب بے ہوش اپولیت کو باہر لے جانے لگے، کیلر نے کمرے کے وسط میں پینترا سنبھالا اور ذیل کا اعلان کیا، تاکہ ساری محفل اسے سن لے۔ اور ایک ایک لفظ کو خوب زور دے دے کر پوری شدت کے ساتھ ادا کیا:

"حضرات! اگر آپ میں سے کسی نے بھی میری موجودگی میں یہ آواز نکالی کہ ٹوپی دانستہ طور پر نہیں لگائی گئی اور اس پر اڑا رہا کہ یہ بدنصیب نوجوان محض ایک مزاحیہ تماشا دکھا رہا تھا تو اس شخص کو مجھ سے نپٹنا پڑے گا۔"

کوئی جواب نہیں ملا۔ مہمان اخیر میں جلدی جلدی رخصت ہو رہے تھے۔ پتیت سن، گانیا اور رگوژین اکٹھا نکلے۔

پرنس ایوگینی پاولووچ کی اس تکون مزاجی پر حیران ہوا کہ بغیر اس سے ملے ہوئے، حالانکہ پہلے ارادہ ظاہر کر چکا تھا اور جلدی کی وجہ بتائے بغیر چل دیا۔

"آپ تو دوسروں کے جانے کے بعد مجھ سے بات کرنے والے تھے نا؟" اس نے پوچھا۔

"بے شک میں نے کہا تو تھا" ایوگینی پاولووچ نے معاً خود بیٹھتے اور پرنس کو اپنے برابر بٹھاتے ہوئے کہا۔

Scanned with CamScanner

"لیکن میں نے فی الحال اپنا ارادہ بدل دیا ہے۔ مانتا ہوں کہ میں کسی قدر پریشان ہوں اور آپ بھی ہیں۔ میرے خیالات اس وقت بالکل گڈمڈ ہیں۔ علاوہ اس کے میں جو مشورہ آپ سے لینا چاہتا تھا وہ میرے لیے بے حد اہم ہے اور آپ کے لیے بھی۔ اس لیے پرنس جیسا آپ جانتے ہیں، زندگی میں ایک بار میں بے حد دیانت داری سے یعنی کسی در پردہ خیال کے عمل کرنا چاہتا ہوں اور ہاں میں سمجھتا ہوں میں فی الحال، ابھی، اس وقت پورے صدق دل سے کوئی کام کی بات کرنے کی قطعی نا قابل ہوں۔ اور شاید آپ بھی، ہاں، اور کیا... آپ بھی... خیر... ہم اس معاملے کو بعد میں صاف کر لیں گے۔ اگر ہم تین دن اور انتظار کر لیں کیونکہ میں ان دنوں پیتر سبورگ میں رہوں گا تو اتنے میں ممکن ہے میرے اور آپ کے لیے بھی وہ معاملہ اور زیادہ صاف ہو جائے۔"

اتنا کہہ کر وہ دوبارہ اپنی کرسی سے اٹھ گیا۔ اس لیے یہ بات سمجھ میں نہ آئی کہ وہ بیٹھا ہی کیوں تھا۔ پرنس نے یہ تاثر لیا کہ ایوگینی پاولووچ ناراض اور چڑا ہوا تھا۔ یہ کہ اس کی نظروں میں کدورت آ گئی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے جو کیفیت تھی، وہ اب بالکل بدل چکی تھی۔

"ضمناً ایک بات۔ کیا اب آپ اس دکھیا کو دیکھنے جا رہے ہیں؟"

"ہاں... مجھے ڈر ہے کہ" پرنس کی زبان سے نکلا۔

"ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ غالباً آئندہ چھ ہفتے کے لگ بھگ زندہ رہے گا۔ اور یہاں شاید سدھر بھی جائے۔ آپ کے لیے بہتر یہی ہوگا کہ اسے کل یہاں سے چلتا کر دیں۔"

"میں نے واقعی اسے شہ دی ہوگی اس بات سے کہ کچھ بھی نہ کہا۔ شاید اس نے سوچا کہ مجھے بھی شک ہے کہ وہ اپنے آپ کو گولی مار لے گیا۔ کیا خیال ہے آپ کا ایوگینی پاولووچ؟"

"ذرا بھی نہیں۔ یہ آپ کی حد درجہ شرافت ہے کہ اس کے لیے آپ تشویش محسوس کرتے ہیں۔ میں نے ایسی باتیں سنی ہیں۔ لیکن اب تک واقعی مجھے کسی ایسے آدمی سے سابقہ نہ پڑا تھا جو اپنے آپ کو اس لیے گولی مارنے پر تلا ہو کہ لوگوں سے داد و تحسین حاصل کرے۔ یا اس تکدر کے سبب کہ اس کی تعریف نہیں کی گئی۔ بڑی بات یہ کہ مجھے کبھی یقین نہ آتا کہ کمزوری کا اتنا کھلا اعتراف بھی ممکن ہے! بہر حال آپ تو کل تک اس سے چھٹکارا حاصل کر ہی لیں۔"

"کیا خیال ہے، وہ اپنی جان لینے کی دوسری کوشش کرے گا؟"

"نہیں۔ وہ اب ایسا نہیں کرے گا۔ لیکن ہمارے دیسی قسم کے لیے نیئروں (13) سے خبردار رہیے! پھر جتا دوں کہ ان سنکی، بے قرار اور حریص اور سفلہ لوگوں کے لیے کوئی جرم کر ڈالنا نہایت معمولی حربہ ہوتا ہے۔"

"کیا وہ ایسے نیئر ہے؟"

"اصل تو ایک ہی ہے، روپ الگ الگ ہو سکتے ہیں۔ مجھے کوئی تعجب نہیں ہوگا اگر یہ شخص محض 'دل لگی' کے لیے ایک درجن افراد کو مار ڈالے بالکل اسی طرح جیسا اس نے اپنے 'بیان' میں بتایا ہے۔ اس کے یہ الفاظ رات میں میری نیند حرام کیے رہیں گے۔"

"شاید آپ ان باتوں کا اپنے دل پر بہت اثر لے رہے ہیں!"

"آپ ایک بہت عجیب آدمی ہیں پرنس۔ آپ کو واقعی یقین نہیں آتا کہ وہ ایک چھوڑ دس قتل کرنے کا اہل ہو گیا ہے؟"

"میں اس سوال کا جواب دینے سے ڈرتا ہوں۔ یہ سب کتنا عجیب ہے لیکن..."

"ٹھیک ہے، آپ کی مرضی۔ جیسی آپ کی مرضی!" ایوگینی پاولووچ نے آخر میں چڑ کر کہا۔ "علاوہ اس کے آپ کے پاس اتنی ہمت و جرأت ہے۔ صرف اس بات کا خیال رکھئے کہ ان دس میں آپ کا شمار نہ ہو۔"

"قیاس غالب ہے کہ وہ کسی کو قتل نہیں کر سکتا" پرنس نے ایوگینی پاولووچ کی طرف متفکر نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اور ایوگینی پاولووچ کی ہنسی میں کدورت تھی۔

"اچھا اب مجھے جانا چاہئے۔ خدا حافظ۔ کیا آپ نے اس "وضاحت" کی ایک نقل وصیت کے مطابق اگلایا ایوانووا کے حوالے کرنے پر غور کیا؟"

"میں نے کیا۔ اور بھی کچھ سوچ رہا ہوں۔"

"وہی، وہی، دس جانوں کے سلسلے میں" ایوگینی پاولووچ نے دوبارہ ہنستے ہوئے کہا اور رخصت ہو گیا۔

ایک گھنٹے بعد تین بج چکے تھے کہ پرنس پارک کی طرف چلا۔ اس نے گھر پر نیند حاصل کرنے کی بے سود کوشش کی تھی لیکن اس کا دل بڑے درد سے دھڑک رہا تھا۔ گھر پر ہر چیز کا بندوبست ہو چکا تھا، معاملات امکانی حد تک پرسکون ہو گئے تھے۔ بیار لڑکا بھی اونگھ گیا تھا اور ڈاکٹر نے دیکھ کر بتا دیا کہ کوئی خاص خطرہ نہیں ہے۔ لیبیدیف، کولیا اور برودفسکی نے بیمار کے کمرے میں اپنی اپنی جگہ سنبھالی تا کہ وہ باری باری اپیولیت کی خبر گیری کریں۔ پریشانی کی کوئی بات نہ ہو۔

لیکن ہر منٹ گزرنے کے ساتھ پرنس کی بے چینی بڑھتی جاتی تھی۔ وہ پارک میں گھومتا رہا۔ قطعی غائب دماغ۔ جب وہ اس مقام پر پہنچا جو بینڈ اسٹینڈ کے قریب تھا تو تعجب سے رک گیا اور دیکھا کہ خالی نشستوں کی قطار تھی اور موسیقی کا پتہ نہ تھا۔ جگہ کی ہیئت نے اس کو حیران کیا اور کسی وجہ سے یہ نظارہ اسے مکروہ لگا۔ اس لیے وہ واپس مڑ گیا۔ اسی راستے پر چلتا ہوا جس پر وہ ایک دن پہلے یپان چین خاندان کے ساتھ عیش باغ کی طرف گیا تھا، اس سبز بنچ تک پہنچا جسے ملاقات کی جگہ بتایا گیا تھا۔ وہ اس پر بیٹھ گیا اور دفعتاً بڑے زور سے ہنسا۔ پھر فوراً ایک بے حد برہمی کی کیفیت پیدا ہوئی۔ اس کے دل پر بوجھ باقی رہا اور اس نے محسوس کیا کہ کہیں چلے جانا چاہئے... لیکن نہیں جانتا تھا کہ کہاں۔ سر کے اوپر ایک درخت پر ایک چڑیا بھی چہچہا رہی تھی۔ آنکھیں ان پتیوں میں چڑیا کو ڈھونڈھنے لگیں۔ اچانک چڑیا اڑ گئی۔ اور اسی وقت یاد آیا کسی وجہ سے کہ لیبیدیف کے لفظوں میں "وہ ننھی مکھی" جو سورج کی کرن میں بھنبھنا رہی تھی، "وہ اپنا مقام جانتی ہے اور اس دعوت وضیافت کے کھانے میں شریک ہے۔ جبکہ تنہا میں ایک اچھوت ہوں"۔ اس خیال نے اسے تب بھی حیران کیا تھا، اسے اب یاد آیا۔ بہت پہلے کی فراموش کردہ ایک یاد ذہن میں کلبلائی اور ناگہاں اس کے سامنے کھل کر آ گئی۔

وہ یاد تھی سوئٹزرلینڈ کی۔ اس کے طبی علاج کے پہلے سال کی، بلکہ اس کے ابتدائی مہینوں کی۔ تب تک وہ بالکل نیا نیا تھا۔ نہ اچھی طرح کوئی بات کہہ سکتا تھا، نہ یہ سمجھ پاتا تھا کہ اس سے کیا کہا جا رہا ہے، کاہے کے لیے کہا جا رہا

ہے۔ایک روشن اور دھوپ بھری صبح کو وہ کسی پہاڑی قطعے میں نکل گیا۔کافی دیر تک ادھر ادھر گھومتا رہا اور ایک ناقابل برداشت خیال میں محو رہا جو کوئی شکل اختیار نہیں کر رہا تھا۔ چمکتا آسمان تھا، نیچے ایک جھیل۔ چاروں طرف افق۔ صاف شفاف اور لامحدود جو لامتناہی فاصلوں تک پھیلا ہوا تھا۔اس نے اس منظر کو دیر تک غور سے اور کرب کے ساتھ دیکھا۔ اب اسے یاد آیا کہ ان روشن، نیلگوں اور لامحدود وسعتوں پر اپنے ہاتھ پھیلائے تھے اور رو دیا تھا۔اسے یہ بات تکلیف دے رہی تھی کہ وہ ان سب کے لیے کلیتاً بیگانہ ہے۔ یہ بھلا کس قسم کی ضیافت تھی، کیسا امراء اور مہمان تیوہار جس کا کوئی اثر نہیں اور جس کے لیے وہ اتنے عرصے سے بچپن سے ہمیشہ سے کشش محسوس کرتا رہا۔لیکن جس کا وہ کسی طرح ساتھ نہیں دے سکتا۔ ہر روز وہی پر جلال شاندار طلوع آفتاب، ہر روز ہر صبح آبشار پر قوس قزحی پھوار اور ہر شام بہت دور برف پوش سب سے اونچی چوٹی ارغوانی رنگ سے دہکتی تھی جہاں آسمان کا کنارہ ہے۔ ہر ایک ''ننھی سی مکھی جو سورج کی کرن میں اس کے قریب بھنبھناتی تھی، وہ موسیقی کے اس طائفے میں شریک تھی، اپنا مقام جانتی تھی، اس سے محبت کرتی اور خوش وخرم تھی''۔گھاس کی ہر پتی اگتی تھی اور شاد تھی۔ ہر شے کا اپنا راستہ، ہر ایک اپنا راستہ جانتی تھی، گیت کے ساتھ آتی اور گیت کے ساتھ چلی جاتی۔تنہا وہی تھا جو نہ تو کچھ سمجھتا تھا، نہ جانتا پہچانتا تھا، نہ لوگوں کو، نہ آوازوں کو۔ ہر ایک کے لیے اجنبی اور سب کے لیے اچھوت۔تب وہ ایسے الفاظ ادا کرنے یا اپنے سوال کا اظہار کرنے تک سے معذور تھا۔ بہرا اور گونگا، اندر ہی اندر تڑپتا تھا۔لیکن اسے اب ایسا لگا جیسے اس نے تب بھی یہ سب کچھ کہا ہوگا، بالکل انہی الفاظ میں، اور یہ ''ننھی مکھی'' والی بات اپولیت نے خود اسی سے، تب کے الفاظ اور آنسوؤں سے لی ہوگی۔ اسے اس بات کا یقین تھا۔اور نجانے کیوں اس خیال پر دل تیزی سے دھڑکنے لگا...

وہ بنچ پر اونگھ گیا۔لیکن اس کی بے چینی اس کی نیند میں بھی چلتی رہی۔ آنکھ لگنے سے پہلے اسے یاد آیا کہ اپولیت دس آدمیوں کو قتل کر ڈالے گا، اور وہ اس خیال کے مہمل ہونے پر مسکرا دیا۔ ہر طرف ایک سناٹا اور پرسکون خاموشی چھائی ہوئے تھی جو صرف پتیوں کی سرسراہٹ سے ٹوٹتی تھی، جس کی بدولت چوطرف تنہائی اور سناٹا اور بھی بڑھ جاتا ہے۔جب تک وہ سوتا رہا ایک خواب کے بعد دوسرا آتا رہا۔سب میں اضطراب اور بے چینی جن سے وہ سارے وقت چونک چونک پڑتا تھا۔آخر میں ایک عورت نمودار ہوئی جسے وہ جانتا تھا، دکھ کے ساتھ پہچانتا تھا۔ وہ اس کا نام بتا سکتا تھا اور اشارہ کر کے دکھا سکتا تھا جس سے وہ ہمیشہ آشنا تھا۔ یہ وہی عورت ہے اب اسے ماننا بھی اس کے لیے سوہان روح ہونے لگا۔اب اس چہرے پر ایسی ہیبت اور پشیمانی تھی کہ معلوم ہوتا وہ ایک دہشت ناک مجرم ہے جس نے ابھی ابھی ایک بڑا خطرناک جرم کیا ہے۔اس کے زرد رخسار پر ایک آنسو لرز رہا تھا۔اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے پاس بلایا، اپنے لبوں پر انگلی رکھی جیسے وہ اسے خبردار کر رہی ہو کہ خاموشی سے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔اس کا دل ڈوب گیا۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے مجبور نہیں کر سکتی کہ وہ اسے مجرم مانے۔تاہم محسوس ہوا کہ ابھی ابھی کوئی ایسا دہشت ناک واقعہ ہونے والا تھا جو اس کی ساری زندگی پر اثر انداز ہوگا۔ وہ گویا پارک ہی میں قریب کوئی چیز اسے دکھانا چاہتی تھی۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے کے لیے اٹھا لیکن اتنے میں ناگاہ اس کے نزدیک کسی کی کھنکھناتی، تازہ دم ہنسی سنائی دی۔ کسی کا ہاتھ اس کے ہاتھوں کو چھوتا محسوس ہوا۔اس نے وہ ہاتھ پکڑ لیا، زور سے دبایا اور آنکھ کھل گئی۔ لگا یا اس کے سامنے کھڑی تھی اور اونچی آواز میں قہقہے لگا رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

(8)

اگرچہ وہ ہنس رہی تھی لیکن برہم بھی تھی۔

"سو گئے! آپ سو رہے تھے!؟" اُس نے تحقیر آمیز استعجاب سے پکار کر کہا۔

"ارے آپ ہیں؟" وہ بڑبڑایا۔ ابھی وہ پوری طرح بیدار نہیں ہوا تھا اور حیرت سے چونک کر اسے پہچانا۔

"اوہو۔ ہاں، ہم یہاں ملنے والے تھے... میں ذرا اونگھ گیا۔"

"میں نے دیکھا۔"

"آپ کے سوا اور کسی نے بھی مجھے جگایا تھا؟ کیا آپ کے علاوہ اور بھی کوئی یہاں آیا تھا؟ میں سمجھا، کوئی... دوسری عورت..."

"کوئی دوسری عورت، یہاں؟.."

آخر اب پوری طرح حواس درست ہوئے۔

"وہ محض ایک خواب تھا" اس نے غور کرتے ہوئے کہا۔ "کتنا عجیب ہے ایسے میں ایسا خواب... بیٹھ جائیے۔"

اس نے اگلایا کا ہاتھ پکڑا اور بنچ پر بٹھالیا۔ پھر خود اس کے برابر بیٹھ گیا اور سوچ میں کھو گیا۔ اگلایا نے گفتگو کی ابتدا نہیں کی بلکہ اس کی طرف غور سے دیکھتی رہی۔ اس کی نظریں بھی اگلایا پر گڑی ہوئی تھیں، یوں گویا وہ اس کی آنکھوں کے آگے تھی ہی نہیں۔ وہ تمتمانے لگی۔

"ارے ہاں!" اس نے چونک کر کہا "ایپولیت نے اپنے گولی مار لی۔"

"کہاں؟ آپ کے مکان پر؟" اس نے پوچھا مگر زیادہ حیرت کے بغیر۔ "لیکن وہ کل شام تک تو زندہ تھا، میں سمجھتی ہوں۔ ہے نا؟ اس واقعے کے بعد آپ کو نیند کیسے آ گئی؟" وہ معاً چونک کر پکاری۔

"لیکن وہ مرا نہیں۔ پستول نہیں چلا۔"

اگلایا نے اصرار کیا تو پرنس کو پچھلی رات کے واقعات کا تفصیلی بیان دینا پڑا۔ اگلایا کہانی جاری رکھنے کے لیے اسے اکساتی رہی، لیکن ساتھ ہی اسے بار بار کے سوالات بلکہ زیادہ تر بے حد غیر متعلق سوالات سے بیچ بیچ میں ٹوکتی رہی۔ ضمناً وہ بڑے اشتیاق سے ایوگینی پاولووچ کی باتیں کریدتی رہی اور کئی مرتبہ پرنس سے پوچھا کہ جو کچھ اس نے کہا تھا اسے پھر دہرائے۔

"اچھا، بس۔ بہت ہو چکا" اس نے ساری کہانی سن لینے کے اختتار پر کہا۔ "ہمیں عجلت سے کام لینا چاہیے۔ ہمیں صرف ایک گھنٹہ وقت ہے آٹھ بجے تک۔ کیونکہ مجھے آٹھ بجے گھر پہنچنا چاہیے، تاکہ وہاں نہ معلوم ہو جائے کہ میں یہاں بیٹھی تھی۔ میں یہاں خاص مقصد سے آئی ہوں۔ مجھے بہت ساری باتیں آپ کو بتانی ہیں۔ لیکن آپ کی کہانی نے مجھے چکر میں ڈال دیا ہے۔ جہاں تک ایپولیت کا سوال ہے اس کا پستول تو رجک چاٹنے ہی والا تھا۔ کیونکہ یہ تو اس کا وطیرہ رہا ہے۔ لیکن کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ واقعی اپنے آپ کو مارنا چاہتا تھا، فریب نہیں دے رہا تھا؟"

"مجھے کوئی فریب نہیں تھا۔"

''ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا اس نے واقعی لکھا تھا کہ اس کا ''اعتراف نامہ'' یا ''بیان صفائی'' مجھے پہنچا دیں؟ پھر آپ کیوں نہیں لائے؟''

''لیکن وہ مرا نہیں۔ میں اس سے پوچھوں گا۔''

''دیکھئے، ضرور لے آئیے۔ آپ اس سے پوچھنے کی زحمت نہ کریں۔ وہ خوش ہوگا بے شک کیونکہ غالباً اس نے اپنے آپ کو مارنے کی کوشش اسی غرض سے کی ہوگی کہ میں اس کا اعتراف بعد میں پڑھ لوں۔ براہ مہربانی میرے الفاظ پر میرا مذاق نہ اڑائیں، لیونکولائی وچ صاحب، کیونکہ یہ سچ بھی ہو سکتا ہے۔''

''میں مذاق نہیں اڑاؤں گا کیونکہ مجھے یقین ہے اس میں کچھ نہ کچھ سچائی ضرور ہو سکتی ہے۔''

''کیا آپ کو اس کا یقین ہے؟ کیا آپ بھی واقعی ایسا سمجھتے ہیں؟'' اگلایا نے ایک دم انتہائی حیرت سے چیخ کر کہا۔

اس کے سوالات یکے بعد دیگرے چلے آ رہے تھے، جلدی جلدی بول رہی تھی لیکن بعض اوقات وہ اٹک جاتی اور اکثر اپنے جملے پورے کرنے میں ناکام رہتی۔ بعض دفعہ وہ گویا اسے کسی بارے میں خبردار کرنے کے لیے بے تاب تھی۔ اور باوجود دلیری اور تقریباً علانیہ سرکشی کے رویے کے جو اس نے اختیار کر رکھا تھا وہ کسی قدر گھبرائی ہوئی، سہمی ہوئی بھی تھی۔ روزانہ کے معمولی لباس میں ملبوس تھی جو سادہ تھا اور اس پر سجتا بھی تھا۔ وہ بنچ کے بالکل سرے پر بیٹھی ہوئی اکثر چونکتی اور جھینپ جاتی تھی۔ پرنس کی اس توثیق نے کہ ایپولیت نے اپنی جان لینے کی اس لیے کوشش کی تا کہ وہ بعد میں اس کا ''اعتراف نامہ'' پڑھے، اگلایا کو حیرت زدہ کر دیا تھا۔

''بے شک'' پرنس نے تشریح جاری رکھی ''آپ کے سوا وہ چاہتا تھا کہ ہم سب بھی اس کی تعریف کریں...''

''کیا مطلب، تعریف کریں؟''

''یعنی کہ... اچھا... اب میں کیسے کہوں؟ اسے الفاظ میں ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ یوں سمجھئے کہ غالباً وہ چاہتا تھا کہ ہم اس کے گرد جمع ہو جائیں۔ اسے بتائیں کہ ہم اس سے محبت کرتے ہیں، اس کی بڑی قدر کرتے ہیں اور اس سے التجا کریں کہ وہ زندہ رہے۔ ہو سکتا ہے اس کے ذہن میں آپ سب سے زیادہ تھیں کیونکہ اس نے ایسے نازک موقع پر آپ کا نام لیا... اگرچہ اسے غالباً خود خبر نہ ہوگی کہ آپ اس کے ذہن میں بسی ہیں۔''

''یہ ایسی بات ہے کہ میں مطلق سمجھ نہیں سکتی۔ اس کے ذہن میں تھی اور خبر نہیں تھی کہ ذہن میں بسی ہوں۔ اچھا، ہاں۔ خیال آیا، میں سمجھتی ہوں اسے۔ آپ جانتے ہیں کہ جب میں صرف تیرہ برس کی تھی کوئی تیس مرتبہ زہر کھانے کی سوچی ہوگی۔ زہر کھا کے سو رہوں اور یہ سب معاملہ اپنے والدین کو ایک خط میں لکھ دوں۔ یہ بھی تصور کر لیا تھا کہ کس طرح میں قبر میں پڑی ہوں گی۔ سب کھڑے مجھ پر رو رہے ہوں گے اور اپنے آپ کو الزام دیتے ہوں گے کہ مجھ سے کیا کیا بدسلوکی کرتے رہے... آپ پھر سے ہنس کیوں رہے ہیں؟'' وہ ناک بھوں چڑھا کر تیزی سے بولتی گئی۔ ''جب آپ تنہا ہوتے ہیں اور خیالی پلاؤ پکاتے ہیں تب کیا کچھ نہیں سوچتے؟ شاید آپ خود کو فیلڈ مارشل سمجھتے ہیں جس نے نپولین کو شکست دی ہو؟''

Scanned with CamScanner

"واقعی، قسم سے، صاف بتاؤں، مجھے اس کا خیال بھی آتا ہے خصوصاً سوتے میں" پرنس نے ہنستے ہوئے کہا۔ "صرف نپولین کو نہیں بلکہ سارے آسٹرین لوگوں کو مار بھگاتا ہوں۔"

"مجھے آپ سے مذاق کرنے کی قطعی خواہش نہیں، مسٹر لیونکولائی وچ۔ میں خود ایپولیت سے ملوں گی۔ مہربانی کر کے اسے مطلع کر دیں۔ آپ کی جانب سے میں سمجھتی ہوں سخت غلطی ہوئی۔ کیونکہ اس طرح سے دیکھنا اور انسان کی روح پر فیصلے صادر کرنا جیسا کہ آپ نے ایپولیت پر کیا زیادتی ہے۔ آپ میں نزاکت احساس نہیں۔ سچائی کے سوا کچھ بھی نہیں، اور محض حق گوئی ناانصافی ہے۔"

پرنس سوچ میں پڑ گیا۔

"آپ میرے ساتھ ناانصافی کر رہی ہیں، میرے خیال میں" پرنس نے کہا۔ "اگر اس نے ایسا سوچا تو میں اس کی سوچ میں کوئی برائی نہیں پاتا کیونکہ سبھی لوگوں میں ایسا سوچنے کا رجحان ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں شاید اس نے مطلق یہ سوچا ہی نہ ہو بلکہ صرف یہ چاہا ہو... آخری مرتبہ چاہتا تھا کہ وہ لوگوں سے مل لے، ان کی محبت اور قدردانی حاصل کر لے۔ یہ بہت اچھے جذبات ہیں۔ صرف اتنا ہے کہ ان کی تعمیل میں کسر رہ گئی۔ اس کی بیماری کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے۔ مزید یہ کہ کچھ لوگ ہوتے ہیں جن سے یا کسی اور سبب سے۔ مزید یہ کہ کچھ لوگ ہوتے ہیں جن میں باتیں بنتی ہیں اور کچھ سے ہمیشہ بگڑ جاتی ہیں..."

"یہ آپ نے اپنے متعلق اضافہ کیا غالباً" اگلایا نے رائے زنی کی۔

"جی ہاں، اپنے بارے میں" پرنس نے جواب دیا۔ اسے گمان نہ گزرا کہ سوال چبھتا ہوا تھا۔

"خیر، جو بھی ہو، اگر میں آپ کی جگہ ہوتی تو بالکل بالکل آنکھ نہ لگتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے آپ کو جہاں کہیں موقع ملتا ہے فوراً سو جاتے ہیں۔ یہ آپ کے شایان شان نہیں معلوم ہوتا۔"

"لیکن مجھے ساری رات نیند نہیں ملی۔ اور پھر میں ٹہلتا رہا، چلتا رہا۔ اور پھر وہاں پہنچا جہاں موسیقی..."

"کونسی موسیقی سے آپ کا مطلب ہے؟"

"جہاں کل بینڈ بج رہا تھا۔ پھر میں یہاں آیا اور بیٹھ گیا۔ کچھ سوچا اور سوچتے سوچتے سو گیا۔"

"اچھا تو یوں ہوا؟ اس سے آپ کا معاملہ ہلکا ہو جاتا ہے... لیکن آپ بینڈ اسٹینڈ پر کیوں گئے؟"

"معلوم نہیں۔ یوں ہی..."

"خوب، بہت خوب۔ اس پر بعد میں۔ آپ میری بات کاٹتے ہیں۔ مجھے اس سے کیا سروکار کہ آپ بینڈ اسٹینڈ پر گئے تھے۔ اور وہ عورت کون تھی جسے خواب میں دیکھا؟"

"وہ تھی... وہی، آپ اسے دیکھ چکی ہیں۔"

"میں سمجھ گئی۔ بالکل سمجھ گئی۔ آپ اسے بہت زیادہ... آپ نے خواب میں اسے کیسے دیکھا؟ وہ کیسی دکھائی دیتی تھی؟ لیکن نہیں، میں جاننا نہیں چاہتی" اس نے یکبارگی دق ہوتے ہوئے طراری سے کہا۔ "مجھے نہ ٹوکیے..."

وہ تھوڑا سا رکی، جیسے اپنے آپ کو آمادہ یا اپنی پریشانی سے چھٹکارا پانے کی کوشش کر رہی ہو۔

"اصل معاملے کی بات یہ ہے، آپ کو یہاں آنے کی تکلیف جو دی تو وجہ یہ کہ میں یہ تجویز رکھنا چاہتی ہوں کہ آپ میرے دوست بن جائیں۔ آپ مجھے اس طرح کیوں گھور رہے ہیں؟" اس نے ناراضی سے اضافہ کیا۔

پرنس واقعی بے حد غور سے اس کی صورت تک رہا تھا۔ دیکھا کہ وہ پھر شدت سے سرخ ہونے لگی۔ ایسے حالات میں جتنا ہی وہ سرخ ہوتی تھی اتنا ہی گویا وہ خود پر خفا ہونے لگتی تھی۔ اور یہ چیز اس کی آنکھوں کی چمک سے اور پھر جھلکنے لگتی تھی۔ عموماً وہ اپنا غصہ ایک آدھ منٹ بعد اس شخص پر اتارتی جس سے وہ گفتگو کرتی ہو، چاہے وہ شخص موردِ الزام ہو یا نہ ہو، اور پھر لڑنا شروع کر دیتی۔ اپنے وحشی پن اور شرمیلے پن سے آگاہ ہوتے ہوئے وہ گفتگو میں کم سے کم حصہ لیتی اور اپنی بہنوں کی بہ نسبت بہت کم سخن تھی، بعض اوقات حد سے زیادہ کم گو ہو جاتی تھی۔ جب کبھی خاص طور پر ایسے نازک موقعوں پر، جب زبان کھولے بغیر کام نہ چلتا اور وہ بولنے پر مجبور ہوتی تو ایک غیر معمولی گھمنڈ سے کام لیتی بلکہ ایک قسم کی کھلم کھلا انکار کے ساتھ۔ اسے ہمیشہ پہلے سے خبر ہو جاتی تھی کہ اب چہرہ تمتمانے کا وقت آیا چاہتا ہے یا اس کا جی چاہتا ہے۔

"شاید آپ میری پیشکش قبول کرنا نہیں چاہتے؟" اس نے تمکنت سے پرنس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی نہیں، میں تو چاہتا ہوں۔ فقط یہ کہ یہ قطعی غیر ضروری ہے... یعنی میں ہرگز یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ کسی کو اس طرح کی پیش کش کرنی چاہئے" پرنس نے بالکل ہڑبڑا کر کہا۔

"اور آپ نے کیا سوچا تھا؟ میں نے آپ کو اس جگہ بلایا ہی کیوں؟ آپ کے ذہن میں کیا ہے؟ شاید آپ مجھے ایک ننھی سی بے وقوف سمجھتے ہیں جیسے ہمارے گھر والوں نے سمجھ رکھا ہے؟"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ آپ کو بیوقوف شمار کرتے ہیں۔ اور میں... میں تو نہیں سمجھتا۔"

"آپ نہیں سمجھتے؟ آپ کتنے سمجھدار ہیں! خاص کر آپ نے کتنی عقلمندی سے یہ بات کہی۔"

"میں تو سمجھتا ہوں کہ شاید آپ بعض اوقات بہت زیادہ عقلمند بھی ہوتی ہیں" پرنس کہتا گیا۔ "آپ نے ابھی ابھی بڑی دانائی کی ایک بات کہی۔ ایپولیت کے بارے میں میرے شبہات سے متعلق جو کہا 'یہاں سچائی کے سوا کچھ بھی نہیں، اور محض حق گوئی ناانصافی ہے،'۔۔۔ میں اسے یاد رکھوں گا اور اس پر غور کروں گا۔"

اگلایا ایک دم خوشی سے پھول گئی۔ موڈ کی ایسی تبدیلیاں اس میں بے حد بے تکلفی اور غیر معمولی سرعت سے ہوا کرتی تھیں۔ پرنس بھی شاد ہو گیا۔ اور اس کی طرف دیکھ کر خوشی سے سچ مچ ہنس دیا۔

"سنئے" اگلایا نے کہا "میں ایک عرصہ سے آپ کو ساری باتیں بتانے کی منتظر تھی۔ اس وقت سے جب آپ نے مجھ کو وہاں سے خط لکھا تھا۔ بلکہ اس سے بھی پہلے سے... آدھی بات تو کل آپ نے اس میں سے سن ہی لی۔ میں آپ کو بے حد دیانت دار اور بہت کھرا سچا انسان سمجھتی ہوں۔ بلکہ ہر ایک سے زیادہ دیانت دار اور سچا۔ اگر لوگ آپ کے بارے میں یہ... کہ آپ کے دماغ کے بارے میں کہتے ہیں، یعنی آپ بعض اوقات ذہنی بیمار ہوتے ہیں تو یہ زیادتی ہے۔ میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں اور سبھوں سے بحث کی ہے کیونکہ اگرچہ آپ کبھی کبھی واقعی کسی دماغی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں (آپ اس بات کا برا نہ مانیں۔ میں بہت بلند نقطۂ نظر سے بات کر رہی ہوں) تو بھی آپ کی اصل عقل ان سب کی عقلیں ملا کر، ان سب سے کہیں بہتر و برتر ہے۔ آپ کو ایسی عقل ملی ہے جو انہیں خواب میں نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ دماغ دو قسم کے ہوتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

"اور ایک وہ جو خاص نہیں ہوتا۔ یہی ہے، ہے نا؟"

"شاید ایسا ہی ہے" پرنس بمشکل بول سکا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا، بری طرح دھڑک رہا تھا۔

"میں یقینی طور پر جانتی تھی کہ آپ سمجھ جائیں گے" وہ کہتی گئی ایک پروقار انداز میں۔ "پرنس ش۔ اور ایوگینی پاولووچ کو ان دونوں قسم کے دماغوں کی سمجھ نہیں ہے۔ نہ ہی الیکساندرا کو، لیکن ذرا سوچئے، ممی کو ہے!"

"آپ اپنی والدہ سے بہت مشابہ ہیں۔"

"واقعی؟ کیا میں واقعی ان سے ملتی ہوں؟" اگلایا نے تعجب سے پوچھا۔

"خدا گواہ۔"

"آپ کے الفاظ کا شکریہ" اس نے سوچتے ہوئے کہا۔ "بڑی خوشی کی بات ہے کہ میں ممی کی طرح ہوں۔ مطلب یہ کہ آپ ان کے متعلق بہت اونچی رائے رکھتے ہیں؟ ہے نا؟" اس نے اضافہ کیا، بغیر یہ احساس کئے کہ اس کے سوال میں کتنا بھولپن تھا۔

"بے شک، بہت اونچی، اونچی رائے اور مجھے خوشی ہے کہ آپ نے یہ بات صاف سمجھ لی۔"

"میں بھی خوش ہوں کیونکہ میں نے دیکھا کہ ان پر بھی... بعض اوقات ہنسا جاتا ہے۔ لیکن اہم بات سنئے کہ بے غور و فکر کے بعد میں نے آپ کا انتخاب کیا ہے۔ میں نہیں چاہتی کہ میرا خاندان مجھ پر ہنسے۔ نہ ہی میں چاہتی ہوں کہ مجھے ایک سنکی بیوقوف سمجھیں یا مجھے ستائیں... میں نے یہ سب فوراً سمجھ لیا اور ایوگینی پاولووچ کو قطعی مسترد کر دیا کیونکہ میں بروقت شادی کے بازار میں نہیں رہنا چاہتی۔ میں چاہتی ہوں... میں جو واقعی چاہتی ہوں... میں اپنے گھر سے بھاگ جانا چاہتی ہوں۔ اور میں نے آپ کو چنا کہ میری مشکل آسان کریں۔"

"گھر سے بھاگنا؟" پرنس چیخا۔

"ہاں — ہاں — ہاں میں گھر سے بھاگنا چاہتی ہوں!" وہ دفعتاً غصے سے بھڑکتے ہوئے پکاری۔ "میں ہمیشہ ٹھکرائے جانے پر مجبور نہیں کی جا سکتی۔ میں نہیں چاہتی کہ ان کے سامنے شرماؤں، نہ پرنس ش۔ کے، نہ ایوگینی پاولووچ کے۔ نہ ہی کسی اور کے سامنے — اور اسی لیے میں نے آپ کا انتخاب کیا ہے۔ آپ کے ساتھ میں کسی بھی چیز پر، ہر چیز پر گفتگو کر سکتی ہوں۔ بلکہ سب سے اہم بات پر بھی، جب چاہوں، بات کر سکتی ہوں۔ جہاں تک آپ کا تعلق ہے، آپ کو مجھ سے کوئی بات چھپانی نہیں چاہئے۔ میں چاہتی ہوں کہ کم از کم ایک شخص تو ہو جس سے ہر عنوان پر گفتگو کر سکوں جیسے خود سے کر سکتی ہوں۔ اچانک یہ چڑ چا شروع ہوا ہے کہ میں ہمیشہ آپ کا انتظار کرتی ہوں اور آپ سے محبت کرتی ہوں۔ یہ سب آپ کے آنے سے پہلے کی بات ہے اور میں نے انہیں آپ کا خط نہیں دکھایا تھا اور اب تو سبھی کی زبان پر یہ بات آ چکی ہے۔ میں حوصلہ مند ہونا چاہتی ہوں، کسی سے ڈرنا نہیں۔ میں ان کی رقص کی محفلوں میں شریک نہیں ہونا چاہتی بلکہ کچھ سود مند کام کر جانا چاہتی ہوں۔ میں نے ہمیشہ بھاگ جانا چاہا۔ بیس سال تک میں ڈربے میں بند رہی اور اب وہ اٹھتے بیٹھتے کہتا ہے کہ میری شادی ہو جائے۔ جب میں چودہ سال کی تھی تب بھی مجھے گھر سے بھاگنے کا خیال آیا، اگرچہ اس وقت میں آگ کی کوری تھی۔ اب میں نے مکمل خاکہ بنا لیا ہے۔ بس آپ کا انتظار تھا تاکہ آپ سے بیرونی ملکوں کے متعلق

معلومات کرلوں۔ میں نے ایک بھی گوتھک گرجا گھر نہیں دیکھا۔ میں روم جانا چاہتی ہوں، ہر قسم کے سائنسی ادارے دیکھنا چاہتی ہوں اور پیرس میں تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے سارا برس پڑھائی میں اور تیاری میں گزارا۔ بہت سی کتابیں پڑھ ڈالی ہیں۔ جن کتابوں پر بندش ہے وہ بھی پڑھ لیں۔ الیکساندرا اور ادے لائیڈا کو اجازت ہے کہ وہ اپنے پسند کی کوئی بھی کتاب پڑھیں۔ لیکن مجھے نہیں۔۔۔ مجھ پر نظر رکھی جاتی ہے۔ میں اپنی بہنوں سے لڑنا نہیں چاہتی لیکن میں نے ماں باپ سے ایک عرصہ پہلے کہہ دیا تھا کہ میں اپنی سماجی حیثیت میں مکمل تبدیلی چاہتی ہوں۔ تعلیم و تربیت کا پیشہ اختیار کرنے کی سوچی ہے اور آپ پر بھروسہ رکھتی ہوں کیونکہ آپ بتا چکے ہیں کہ بچوں سے محبت کرتے ہیں۔ کیا ہم دونوں مل کر تعلیمی کام ہاتھ میں لے سکتے ہیں؟ اگر آج نہیں تو مستقبل میں کسی وقت؟ ہم دونوں مل کر سودمند کام کریں گے۔ میں محض ایک جنرل کی بیٹی بن کر رہنا پسند نہیں کرتی... مجھے بتایئے کیا آپ بہت صاحب علم آدمی ہیں؟"

"اوہ، نہیں۔ مطلق نہیں۔"

"بڑے افسوس کی بات ہے۔ نجانے میں نے یہ کیوں سوچ رکھا تھا؟ تاہم آپ میری رہنمائی تو کریں گے کیونکہ آپ ہی کو میں نے چنا ہے۔"

"یہ سب فضول ہے، اگلایا ایوانونا۔"

"میں چاہتی ہوں۔ میں گھر سے بھاگ جانا چاہتی ہوں!" وہ چیخی اور اس کی آنکھیں پھر چمکنے لگیں "اگر آپ اتفاق نہیں کرتے تو میں مسٹر گاوریلا سے شادی کرلوں گا۔ میں نہیں چاہتی کہ گھر والے مجھے ایک کمینی صورت سمجھیں اور خدا جانے کیا کیا الزام دھریں۔"

"آپ کا دماغ تو صحیح ہے نا؟" پرنس نے تقریباً بنچ سے اچھلتے ہوئے کہا۔ "آپ کو کس بات پر الزام دیا گیا اور کس نے دیا؟"

"گھر پر ہر ایک نے۔۔۔ ماں، بہنیں، باپ، پرنس ش۔، اور تو اور آپ کے اس منحوس کولیا نے بھی! اگر منہ پر ایسا نہیں کہتے تو سوچتے یہی ہیں۔ میں نے ان سب سے کہہ دیا ہے۔ ان کے منہ پر، ماں باپ تک سے۔ ممی تو سارے دن بیمار پڑی ہیں۔ دوسرے دن الیکساندرا اور پاپا نے مجھ سے کہا کہ مجھے اندازہ ہی نہیں کہ کیا بکواس کر رہی تھی اور کیسے الفاظ کہہ جاتی ہوں۔ اس پر میں نے پلٹ کر جواب دیا کہ میں سب سمجھتی ہوں، ہر قسم کے الفاظ آتے ہیں، میں بچی نہیں ہوں اور ابھی دو سال قبل پال دے کاک کے دو ناول اسی مقصد سے پڑھے کہ ہر چیز سیکھ لوں، جان لوں۔ ممی نے جب یہ سنا تو قریب تھا کہ غش کھا کر گر جائیں۔"

پرنس کے دماغ میں معاً ایک عجیب خیال چمکا۔ اس نے اگلایا کی طرف غور سے دیکھا اور مسکرا دیا۔

یہ یقین کرنا مشکل تھا کہ یہ وہی مغرور لڑکی تھی جس نے ایک دفعہ بڑے فخر و نخوت سے گاوریلا اردالیونچ کا خط اسے پڑھ کر سنایا تھا۔ وہ بالکل سمجھ نہ سکا کہ اتنی نخوت پسند اور تیز و طرار حسینہ کیونکر ایک بچہ بن سکتی ہے، ایسا بچہ بن سکتی ہے، ایسا بچہ جو شاید اب بھی فی الحقیقت سارے الفاظ نہیں سمجھ سکتی۔

"کیا آپ ہمیشہ گھر پر ہی رہی ہیں، اگلایا ایوانونا؟" اس نے پوچھا۔ "میرا مطلب ہے کیا آپ کبھی کسی

Scanned with CamScanner

اسکول یا کالج میں گئی ہیں؟"

"میں کبھی کہیں نہیں گئی! ہمیشہ گھر پر ڈربے میں قید، بوتل میں بند رہی ہوں۔ اور اب مجھ سے توقع ہے کہ بھک سے بوتل سے نکل کر شادی میں سیدھی جا گروں۔ لیکن آپ تمسخر سے دانت کیوں نکال رہی ہیں؟ میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ بھی گویا مجھ پر ہنس رہے ہیں اور انہی کی تائید کر رہے ہیں" وہ غصے میں ناک بھوں چڑھا کر کہتی گئی۔ "مجھے غصہ نہ دلایئے۔ خود نہیں جانتی کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے... مجھے یقین ہے، آپ یہ مان کر ادھر آئے ہیں کہ مجھ کو آپ سے محبت ہے اور یہاں آپ کو رومانی ملاقات کے لیے بلایا ہے میں نے" اس نے تنک مزاجی سے کہا۔

"مجھے کل اسی بات کا خطرہ تھا" پرنس کی زبان سے سادہ لوحی میں یہ لفظ نکلے (وہ بالکل بدحواس تھا) "لیکن آج مجھے اعتماد محسوس ہوتا ہے کہ آپ..."

"کیا؟" وہ چلائی۔ اس کا نچلا ہونٹ اچانک لرزنے لگا۔ "آپ کو خطرہ تھا کہ میں... آپ کو یہ سوچنے کی جرأت کہ میں... یا خدا! آپ نے یہ گمان کیا ہوگا کہ میں نے آپ کو یہاں اس لیے بلایا کہ آپ کو پھنساؤں تاکہ ہم دونوں کو اکٹھا یہاں پایا جائے اور پھر آپ کو مجھے ایک بیوی کی طرح قبول کرنے پر مجبور کیا جائے..."

"اگلایا ایوانوونا! آپ کو ایسی باتیں کہتے شرم نہیں آئی؟ کس طرح ایسا ناپاک خیال آپ کے پاکیزہ اور معصوم دل میں آ گیا؟ میں شرط لگانے کو تیار ہوں کہ آپ نے جو کچھ کہا اس کے ایک لفظ پر خود یقین نہیں کرتیں اور... یہ بھی نہیں جانتیں کہ کیا کہہ رہی ہیں!"

اگلایا آنکھیں جھکائے اور آزردہ بیٹھی رہی گویا اس نے ابھی جو کہا تھا اس سے گھبرا گئی ہو۔

"مجھے کسی بات سے مطلق شرمندہ ہونے کی وجہ نہیں" وہ بڑبڑائی۔ "اور آپ کیا جانتے ہیں کہ میرے پاس ایک معصوم دل ہے؟ آپ نے مجھے اس وقت عشقیہ خط لکھنے کی جسارت کیسے کی تھی؟"

"عشقیہ خط؟ میرا خط عشقیہ تھا؟ وہ تو ایک بے حد شائستہ خط تھا۔ میری زندگی کے انتہائی تکلیف دہ لمحے پر وہ میرے دل سے نکلی ہوئی صدا تھا! میں نے اس وقت روشنی کی کرن سمجھ کر آپ کو یاد کیا... میں..."

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔ اچھا" اس نے بات کاٹتے ہوئے کہا، لیکن بدلے ہوئے لہجے میں، نہایت خجل اور سہمے ہوئے لہجے میں، وہ پرنس کی طرف جھکی، گو اس کی جانب دیکھے بغیر، جیسے وہ اس کے شانے چھولے گی تاکہ اسے منا لے اور ناراضی دھو دے۔ "ٹھیک ہے" بہت شرمسار ہو کر اس نے گفتگو کی ڈور تھامی "مجھے احساس ہے کہ میں نے ایک بہت بیہودہ فقرہ استعمال کیا۔ صرف اس خیال سے... ایسا کیا کہ آپ کے آزمانے کے لیے۔ اسے ان کہا سمجھئے۔ اگر آپ کو ناراض کیا تو مجھے معاف کر دیجیے۔ اور مہربانی کر کے ادھر میرے چہرے پر نہ دیکھئے، منہ پھیرئے، ادھر دیکھئے۔ آپ نے کہا کہ وہ ایک ناپاک خیال تھا۔ میں نے دانستہ آپ کو کچوکا دینے کے لیے کہا تھا۔ میں بعض اوقات خود ڈرتی ہوں وہ کہتے ہوئے جو کہنا چاہتی ہوں کہ خدانخواستہ زبان سے نکل ہی نہ جائے۔ آپ نے ابھی کہا کہ وہ خط اپنی زندگی کے بے حد تکلیف دہ لمحے میں لکھا تھا... مجھے معلوم ہے، وہ کونسا لمحہ تھا" اس نے دھیمی آواز سے کہا اور آنکھیں زمین پر گڑی ہوئی

''اوہ کاش آپ کو سب کچھ معلوم ہوتا!''

''مجھے سب معلوم ہے!'' وہ مزید اضطراب کے ساتھ چیخی۔ ''پورا ایک مہینہ آپ اس کمینی عورت کے ساتھ ایک ہی مکان میں رہ چکے ہیں جس کے ساتھ آپ بھاگے تھے...''

وہ اس مرتبہ غصے سے سرخ نہیں ہوئی بلکہ جوں ہی یہ الفاظ ادا کیے زرد پڑ گئی اور یکبارگی اٹھ کھڑی ہوئی گویا بے خبری میں۔ اور پھر اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے فوراً دوبارہ بیٹھ گئی۔ اس کا نچلا ہونٹ بدستور کچھ دیر تک تھرتھراتا رہا۔ قریباً ایک منٹ تک خاموشی رہی۔ اس اچانک بھونچال سے سراسیمہ ہو کر پرنس یہ نہ سمجھ پایا کہ اسے کس بات سے تعبیر کرے۔

''میں آپ سے قطعی محبت نہیں کرتی'' اس نے دفعتاً جھٹکے سے کہا۔

پرنس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور دوسرے منٹ تک دونوں چپ بیٹھے رہے۔

''میں گاوریلا اردالیونچ سے محبت کرتی ہوں'' اس نے جھپاکے سے مگر تقریباً ان سنی آواز میں کہا۔ اس کا سر اور بھی جھک گیا۔

''یہ سچ نہیں ہے'' پرنس نے کہا۔ اس نے بھی تقریباً سرگوشی میں کہا۔

''آپ کا مطلب ہے میں جھوٹ بول رہی ہوں؟ یہ سچ ہے، میں نے ان سے وعدہ کر لیا ہے اس بنچ پر۔ پرسوں کے دن۔''

پرنس چونک پڑا اور تھوڑی دیر میں سوچ رہا۔

''یہ جھوٹ ہے'' اس نے سختی سے دھرایا۔ ''آپ نے یہ سب گھڑ لیا ہے۔''

''آپ نے حیرت انگیز شائستگی برتی۔ آپ کو جاننا چاہیے کہ وہ اب بہت سدھر گئے ہیں۔ اور مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنا ہاتھ آگ پر رکھ کر جلا لیا میرے سامنے۔ صرف یہ ثابت کرنے کو کہ مجھے جان سے زیادہ چاہتے ہیں۔''

''ہاتھ آگ پر رکھ دیا؟''

''ہاں، اپنا ہاتھ آگ پر رکھ کر جلا لیا۔ آپ باور کریں یا نہ کریں میری بلا سے۔''

پرنس دوبارہ خاموش ہو گیا۔ اگلایا کے الفاظ میں مذاق کا ذرا بھی شائبہ نہ تھا۔ وہ آزردہ ہو گئی۔

''اچھا اگر یہ واقعہ یہاں ہوا تو وہ اپنے ساتھ شمع لائے تھے کیا؟ دوسری اور کوئی صورت میری سمجھ میں نہیں آتی۔''

''جی ہاں، وہ شمع لائے تھے۔ اس میں نہ ماننے کی ایسی کیا بات ہے؟''

''پوری ایک شمع یا شمعدان میں لگی ہوئی؟''

''اچھا۔ ہاں... نہیں... آدمی شمع... شمع کا ایک جلا ٹکڑا، پوری شمع، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ جانے دیجیے، چھوڑیے! اور وہ اپنے ساتھ دیا سلائی بھی لائے تھے، اگر آپ سننا چاہئیں۔ شمع جلائی اور اپنی انگلی آدھ گھنٹے تک لو پر رکھے رہے۔ کیا اس میں کوئی بات ناممکن ہے؟''

''لیکن میں نے انہیں کل دیکھا انگلیاں تو ٹھیک دکھائی دے رہی تھیں!''

Scanned with CamScanner

اگلایا کی ہنسی کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ بچے کی طرح لوٹ پوٹ ہوگئی۔

"آپ جانتے ہیں میں نے ابھی ابھی یہ گپ کیوں ماری؟" اس نے پرنس کی طرف جھٹ مڑتے ہوئے ایک لمحہ اعتبار کے ساتھ پوچھا۔ ہنسی اب بھی اس کے ہونٹوں پر ناچ رہی تھی۔ "یوں ہے کہ جب آپ کچھ گھڑتے ہیں اگر کوئی غیر معمولی، کوئی بہت نرالی بات، آپ جانتے ہیں کوئی بات جو کبھی شاذ و نادر ہی واقع ہوتی ہے اور اسے ہنرمندی سے پیش کر دیتے ہیں تو وہ بہت حد تک قیاس میں آتی ہے۔ میں نے یہ نوٹ کیا ہے۔ میں نے پھوہڑ پن سے اسے بگاڑ دیا۔ کیونکہ میں اسے ٹھیک سے نہ کہہ سکی..."

وہ دفعتاً برہم ہوگئی جیسے اپنے آپ کو سنبھال لیا ہو۔

"آپ کو یاد ہے" اس نے پرنس کو مخاطب کر کے اس کی طرف سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے کسی قدر افسردہ ہو کر کہا "میں نے 'غریب سردار' والی نظم جو آپ کو سنائی تھی تو میرا ارادہ تھا کہ آپ میں ایک بات کی تعریف کروں لیکن ساتھ ہی آپ کے برتاؤ پر چوٹ کروں۔ اور آپ کو یہ جتا دوں کہ مجھے سب معلوم ہے..."

"آپ مجھ سے بڑی بے انصافی کر رہی ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس بدنصیب عورت سے بھی جس کا ایسے بھیانک انداز میں آپ نے ذکر کیا ہے، اگلایا۔"

"میں نے اس لیے یوں اظہار کیا تھا کہ میں سب باتیں جانتی ہوں! میں جانتی ہوں آپ نے سب کے سامنے چوماہ پیشتر اس سے شادی کی پیشکش کی تھی۔ مجھے نہ ٹوکیے۔ آپ دیکھ رہے ہیں میں کوئی حاشیہ آرائی نہیں کر رہی۔ پھر وہ رگوژین کے ساتھ بھاگ گئی۔ اس کے بعد آپ اس کے ساتھ کسی دیہات یا شہر میں رہے۔ پھر وہ آپ کو چھوڑ کسی اور کے ساتھ بھاگ گئی۔" (کہتے وقت اگلایا کا رنگ گہرا سرخ پڑ گیا۔) "پھر وہ رگوژین کے پاس لوٹ آئی، جو اس سے دیوانگی کی حد تک محبت کرتا ہے۔ پھر آپ — کہ بڑے دانا آدمی تو آپ ہیں ہی — یہاں اس کے پیچھے پیچھے دوڑے چلے آئے جوں ہی آپ کو معلوم ہوا کہ وہ پیتر سبورگ لوٹ آئی ہے۔ کل شام آپ اس کی حمایت میں دوڑ پڑے۔ اور ابھی ابھی آپ نے خواب میں اس کا دیدار کر لیا۔ دیکھا، میں سب باتیں جانتی ہوں... آپ اسی کے لیے یہاں آئے ہیں۔ صرف اسی کی خاطر — ہے نا؟"

"ہاں! اس کی خاطر" پرنس نے دھیمی آواز سے جواب دیا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا، ملال اور فکر کے بوجھ سے۔ وہ اس سے بھی قطعی بے نیاز تھا کہ اگلایا کیسی چمکتی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "اس کے لیے... لیکن صرف یہ معلوم کرنے کے لیے... مجھے یقین نہیں کہ وہ رگوژین کے ساتھ خوش رہ سکے گی۔ اگرچہ... میں نہیں جانتا، مختصر یہ کہ معلوم نہیں، میں اس کے لیے یہاں کیا کر سکتا ہوں یا کس طرح اس کی مدد کر سکتا ہوں۔ لیکن میں یہاں آ گیا۔"

وہ چونک پڑا اور اگلایا کی طرف اچٹتی نگاہ ڈالی۔ وہ ساری باتیں سن رہی تھی لیکن چہرے سے نفرت ٹپک رہی تھی۔

"اگر آپ بلا کوئی سبب جانے یہاں آئے ہیں پھر آپ اس سے بہت محبت کرتے ہیں" اس نے بالآخر کہہ دیا۔

"نہیں" پرنس نے جواب دیا "نہیں، میں اس سے محبت نہیں کرتا۔ کاش آپ کو علم ہوتا کہ میں کسی وحشت سے

Scanned with CamScanner

اس زمانے کو یاد کرتا ہوں جو میں نے اس کے ساتھ گزارا ہے!''

یہ الفاظ ادا کرتے وقت اس کے بدن میں جھرجھری آ گئی۔

''ساری بات مجھے بتایئے'' اگلایا نے کہا۔

''اس میں کوئی بات ایسی نہیں کہ آپ سن نہ سکیں۔ میں نہیں جانتا کہ کیوں؟ لیکن مجھے یہ کہانی خاص آپ کو سنانے کی خواہش رہی ہے ــــ اور صرف آپ کو۔ شاید وجہ یہ ہو کہ میں واقعی آپ سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا۔ اس بدنصیب عورت کو پکا یقین ہے کہ وہ دنیا کی سب سے زیادہ گری ہوئی، سب سے زیادہ بدچلن، بگڑی ہوئی مخلوق ہے۔ خدارا اسے رسوا نہ کیجیے۔ اس پر پتھر نہ اٹھایئے۔ وہ خود کو ناواجب ذلت وخواری کے شعور کی مار سے کس قدر اذیت دے چکی ہے! خدایا، آخر اس کا قصور کیا ہے؟ اور وہ ذرا ذرا دیر کو اضطراری حالت میں چیختی ہے کہ اس کا کوئی گناہ نہیں، کہ وہ دوسروں کی صید ہوس ہے، کسی فاسق بدکار کی شکار۔ لیکن وہ کچھ بھی کہے یہ یقین نہ رکھنے میں اول ہے اور تہہ دل سے اس کے برخلاف یقین رکھتی ہے۔ اس کا ایمان ہے کہ... قصوروار وہ خود ہے۔ جب میں نے اس کے دل سے یہ داغ دھونے کی کوشش کی تو وہ پھر ایسے کرب میں مبتلا ہوئی کہ میرا دل ہمیشہ خوں چکاں ہوگا جب بھی میں اس ہولناک وقت کو یاد کروں گا۔ سچ یہ ہے کہ وہ زخم کبھی مندمل نہیں ہونے والا۔ آپ جانتی ہیں وہ میرے پاس سے کس لیے بھاگی تھی؟ اس بات کو فقط مجھ پر اور تنہا مجھ پر ثابت کرنے کے لیے کہ وہ نیچ اور ذلیل ہے۔ مگر اس سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ کہ وہ شاید خود نہیں سمجھتی تھی کہ وہ صرف مجھی پر یہ بات ثابت کرنا چاہتی تھی بلکہ اس لیے بھاگ گئی کہ یقیناً کوئی اندرونی ارمان تھا کچھ ایسی حرکت کرنے کا جو شرمناک و ذلت آمیز ہوتا کہ وہ فوراً اپنے آپ سے کہہ سکے کہ 'لو تم نے پھر تازہ شرمناک و مذموم حرکت کی یعنی تم ہو ہی نیچ، بدچلن! اوہ ــــ شاید آپ اس بات کو نہ سمجھ سکیں، اگلایا! آپ جانتی ہیں، عین ممکن ہے کہ اپنی ذلت ورسوائی کی اس مسلسل ذہنی خلش میں اس کے لیے کوئی ہولناک، غیر فطری لطف اندوزی پوشیدہ ہے جیسے وہ کسی سے انتقام لے رہی ہو۔ بعض اوقات میں اسے یہاں تک لانے میں کامیاب ہوا کہ گویا اپنے اردگرد چاروں طرف روشنی نظر آنے لگتی تھی لیکن وہ فوراً برہم ہو جاتی، اس حد تک کہ وہ تلخی سے مجھے الزام دیتی تھی کہ میں اپنے آپ کو اس سے بلند و برتر مقام دے رہا ہوں (جو کبھی میرے دماغ میں آیا ہی نہیں) اور آخر میں شادی کی درخواست کے جواب میں اس نے مجھ سے صاف صاف کہہ دیا کہ اسے کسی شخص سے مشفقانہ ہمدردی کی یا مدد کی، یا 'اوپر اٹھا کر اپنے ہم رتبہ بنائے جانے' کی نہ طلب ہے، نہ توقع۔ آپ نے اسے کل دیکھا۔ کہیں یہ تو نہیں سمجھ لیا کہ وہ اس گروہ کے ساتھ خوش ہے یا وہ اس کے جوڑ کی سوسائٹی ہے؟ آپ کو اس کا اندازہ نہیں کہ وہ کتنی پڑھی لکھی ہے اور کیا کچھ سمجھ سکتی ہے! وہ کبھی کبھی مجھے بھی حیرت میں ڈال دیتی تھی!''

''اور آپ وہاں بھی ایسے ہی پند و نصیحت کی تلقین کرتے رہتے تھے؟''

''جی نہیں'' پرنس نے سوال کے لہجے پر توجہ کیے بغیر بے خیالی سے بیان جاری رکھا ''میں تقریباً ہمہ وقت خاموش رہا کرتا۔ میں اکثر اس سے بات کرنا چاہتا، لیکن کیا کہوں یہ نہ جانتا تھا۔ بعض حالات میں آپ جانیں کچھ نہ کہنا ہی بہت ہوتا ہے۔ اوہ، میں اس سے محبت کرتا تھا، بڑی محبت کرتا تھا... لیکن پھر... پھر... بعد میں اس نے سب کچھ بھانپ لیا۔''

''اس نے کیا بھانپ لیا؟''

Scanned with CamScanner

"کہ میں اس پر صرف ترس کھانے لگا تھا اور یہ کہ... میں... مجھے اس سے محبت نہیں رہ گئی تھی۔"

"آپ یہ کیسے جانتے ہیں، شاید وہ اس سے محبت کرنے لگی ــــ اس زمیندار سے ــــ جس کے ساتھ وہ بھاگی تھی؟"

"نہیں، میں اس بارے میں سب کچھ جانتا ہوں۔ وہ اس کا محض مضحکہ اڑاتی تھی۔"

"کیا اس نے کبھی آپ کا مضحکہ نہیں اڑایا؟"

"نہ نہیں۔ غصے میں البتہ، ان دنوں وہ غصے کی حالت میں بڑی تلخی سے مجھے ملامت کرتی تھی اور پھر خود صدمہ اٹھاتی۔ لیکن... بعد میں... مجھے یاد نہ دلایئے... اب وہ بات یاد نہ دلایئے!"

اس نے ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

"کیا آپ کو خبر ہے کہ وہ مجھے تقریباً روزانہ خط لکھتی ہے؟"

"تو گویا یہ بات سچ ہے!" پرنس چونک کر پکارا۔ "میں نے سنا تھا۔ لیکن یقین نہ کر سکا۔"

"آپ نے کس سے یہ سنا؟" اگلایا نے ادبدا کر پریشانی سے پوچھا۔

"رگوژین نے کل مجھے بتایا۔ لیکن صاف لفظوں میں نہیں۔"

"کل؟ کل صبح کو؟ کب کی بات ہے؟ موسیقی کے پروگرام سے پہلے کی یا بعد کی؟"

"بعد میں، شام کو گیارہ بجے کے بعد کسی وقت۔"

"اوہ تو وہ رگوژین تھا۔ اچھا... لیکن آپ جانتے ہیں وہ مجھے کس بارے میں لکھا کرتی ہے؟"

"مجھے کسی بات سے تعجب نہ ہوگا۔ وہ صحیح دماغی کیفیت میں نہیں ہے۔"

"یہ رہے اس کے چند خطوط (اگلایا نے جیب سے تین لفافوں میں تین خط باہر کھینچے اور پرنس کے سامنے ڈال دیئے)۔ پورے ایک ہفتے سے وہ میری خوشامد کرتی، اکساتی اور ترغیب دیتی رہی ہے کہ میں آپ سے شادی کر لوں۔ ...خیر... وہ کافی عقلمند ہے۔ بھلے صحیح الدماغ نہ ہو۔ اور آپ درست کہتے ہیں کہ وہ مجھ سے کہیں زیادہ ہوشیار ہے... وہ لکھتی ہے کہ اسے مجھ سے محبت ہو گئی ہے اور ہر روز مجھ سے ملنے کے لیے موقع کی تلاش میں رہتی ہے چاہے دور سے ہی کیوں نہ ہو۔ وہ لکھتی ہے کہ آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اور اسے خبر ہے۔ اور ایک عرصہ سے سمجھ چکی ہے اور یہ کہ آپ نے وہاں میرے متعلق اس سے ذکر کیا تھا۔ وہ آپ کو خوش دیکھنا چاہتی ہے۔ اور اسے یقین ہے کہ صرف میں ہی آپ کو دل کا چین دے سکوں گی... اس کے خطوط اتنے شوریدہ سر اور عجیب ہوتے ہیں... میں نے اب تک کسی کو نہیں دکھائے۔ صرف آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ کیا آپ سمجھے، ان سب کا کیا مطلب ہے؟ آپ کو کوئی اندازہ نہیں ہوتا کیا؟"

"یہ پاگل پن ہے۔ اس کا ثبوت کہ وہ صحیح الدماغ نہیں ہے" زبان سے یہ الفاظ ادا ہوتے وقت پرنس کے ہونٹ لرز رہے تھے۔

"آپ رونے پر تو نہیں آ گئے؟"

"نہیں اگلایا۔ میں رو نہیں رہا ہوں" پرنس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

Scanned with CamScanner

''پھر میں اس کا کیا کروں؟ آپ مجھے کیا مشورہ دیتے ہیں؟ میں ان خطوط کا سلسلہ جاری نہیں رکھ سکتی!''

''اوہ اسے اپنے جال پر چھوڑ دیجیے۔ میں التجا کرتا ہوں!'' پرنس چیخا۔ ''آپ کو اس تمام جھمیلے سے کیا فرض۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ وہ آئندہ یہ خط لکھنا بند کر دے۔''

''اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو بالکل سنگدل ہیں!'' اگلایا چلائی۔ ''کیا آپ نہیں سمجھتے کہ وہ میں نہیں ہوں جس سے وہ محبت کرتی ہے بلکہ آپ اور صرف آپ سے؟ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس میں اور باتیں تو دیکھیں پھر بھی اس بات پر نظر نہیں گئی؟ آپ جانتے ہیں یہ خطوط کیا ظاہر کرتے ہیں؟ رقابت اور محض رقابت یا جلن نہیں، کچھ اور بھی۔ وہ... کیا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ واقعی رگوژین سے شادی کر لے گی؟ جیسا کہ وہ ان خطوں میں لکھتی ہے؟ جس دن ہمارے شادی کا سہرا بندھا اس کے اگلے دن ہی اپنے آپ کو مار ڈالے گی!''

پرنس چونک اٹھا۔ دل ڈوب رہا تھا۔ لیکن وہ حیرت سے اگلایا کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ یہ سمجھنا بہت عجیب معلوم ہوتا تھا کہ یہ بچی عرصہ گزرا پوری عورت بن چکی ہے۔

''خدا گواہ ہے میرا، اگلایا۔ میں اس کا دماغی سکون بحال کرنے اور اسے خوش و خرم دیکھنے کے لیے اپنی جان دے دوں گا، لیکن... میں اب اس سے محبت نہیں کر سکتا۔ اور وہ یہ جانتی ہے!''

''تو پھر آپ اپنی قربانی دیجیے۔ یہ بات آپ کو خوب جچتی ہے! آپ بڑے آئے سب کا بھلا کرنے والے۔ اور مجھے صرف اگلایا نہ کہیے... آپ ابھی کئی مرتبہ یہ بے تکلفی برت چکے ہیں۔ آپ کو چاہیے، آپ پر فرض ہے کہ اس کی زندگی بحال کریں، دوبارہ اس کے ساتھ نکل جائیں، اس کے دل کو تسکین دیں، ٹھنڈک پہنچائیں۔ آخر تو اس کو اس سے محبت ہے نا!''

''میں اپنے آپ کو اس طرح قربان نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ایک مرتبہ چاہا ضرور تھا۔ اور شاید... میں اب اس وقت بھی چاہتا ہوں۔ لیکن یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ وہ میرے ساتھ تباہ ہو جائے گی، اور اسی لیے میں اسے چھوڑ رہا ہوں۔ آج سات بجے اس سے ملنے والا تھا۔ اب شاید ملنے بھی نہیں جاؤں گا۔ اپنی نخوت میں وہ مجھے میری محبت معاف نہیں کرنے والی — اور ہم دونوں ہی تباہ ہو جائیں گے! ہے یہ غیر فطری بات۔ لیکن یہاں تو سبھی کچھ غیر فطری ہے۔ آپ کہتی ہیں وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ لیکن کیا اسے محبت کہتے ہیں؟ جو کچھ مجھ پر گزر چکی اس کے بعد کیا اسے محبت کہیں گے؟ نہیں۔ یہ کوئی اور ہی چیز ہے، محبت نہیں!''

''آپ کتنے زرد پڑ گئے!'' اگلایا گھبرا کر چیخی۔

''معمولی بات ہے۔ مجھے بہت کم نیند نصیب ہوئی۔ کچھ کمزوری ہے۔ میں... تب واقعی ہم آپ کے متعلق باتیں کرتے رہے اگلایا...''

''تب تو یہ سچ ہے؟ آپ فی الحقیقت میرے متعلق اس سے باتیں کر سکتے تھے اور... اور آپ کو مجھ سے محبت کیسے ہو سکتی تھی جب آپ نے مجھے صرف ایک ہی بار دیکھا تھا؟''

''میں نہیں جانتا، کیسے؟ شاید اس وقت جب میں تاریکی میں تھا، مجھے دھندلا سا احساس ہوا... یا شاید مجھے ایک

Scanned with CamScanner

ئی عمر کی جھلک دکھائی دے۔ میں نہیں جانتا کس طرح پہلی بار آپ کے بارے میں سوچا تھا۔ جب میں نے اس وقت لکھا تھا کہ مجھے نہیں معلوم تو وہ سچ ہی لکھا تھا۔ وہ صرف ایک خواب تھا پہلے کے ذہنی عذاب کے اثر سے... پھر میں نے اپنے لیے ایک مشغولیت ڈھونڈھ لی اور تین سال ادھر کا رخ نہ کرتا...''

''مطلب یہ کہ اس کی وجہ سے آپ یہاں آئے؟'' اگلایا کی آواز میں کسی طرح کی لرزش تھی۔

''ہاں، اسی کی خاطر!''

اس کے بعد دو منٹ کے لیے دونوں طرف ایک سوگوار خاموشی رہی۔ پھر اگلایا اپنی نشست سے اٹھ گئی۔

''اگر آپ خود کہتے ہیں'' اس نے ناہموار آواز میں شروع کیا ''اگر آپ کو درحقیقت خود یقین ہے کہ یہ... یہ... آپ کی عورت... صحیح الدماغ نہیں تو آپ خوب سمجھ لیجیے کہ اس کے مریضانہ واہمے سے مجھے کوئی سروکار نہیں... براہ کرم، لیوکولائی وچ، یہ تینوں خط لیجیے اور میری طرف سے اس کے منہ پر مار دیجیے۔ اب اگر وہ جسارت کرے گی'' وہ ایک دم چیخ اٹھی۔ ''اگر اس نے مجھے ایک سطر بھی لکھنے کی جسارت کی تو اس کے کہہ دیجیے گا کہ میں اپنے والد سے شکایت کر دوں گی اور اسے پاگل خانے کی ہوا کھانی پڑے گی۔''

پرنس اگلایا کے اس طرح غضب ناکی سے پھٹ پڑنے پر گھبرا کر اچھل پڑا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے گویا دھند کی گھٹا آ گئی۔

''آپ ایسے احساسات نہیں رکھ سکتیں... یہ صحیح نہیں ہے!'' وہ بڑبڑایا۔

''یہ صحیح ہے! سچ ہے!'' اگلایا چیخی۔ اسے اپنے آپ کا ہوش نہیں رہا تھا۔

''کیسا، سچ، کہاں کا سچ؟ یہ سب کیا ہے؟'' نزدیک سے ایک سہمی ہوئی آواز سنائی دی۔

ان کے سامنے لیزاویتا پروکوفیونا بیگم کھڑی تھیں۔

''یہ سچ ہے کہ میں گاوریلا ارداليونچ سے شادی کرنے والی ہوں! میں اس سے محبت کرتی ہوں اور کل اس کے ساتھ گھر سے بھاگ جاؤں گی!'' اگلایا اپنی ماں پر پھٹ پڑی۔ ''سن رہی ہیں آپ؟ آپ کو جو کریدگی ہوئی تھی اب اس کی تسکین ہوئی؟ اب تو خوش ہیں نا؟''

اور وہ گھر کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی۔

''نہیں، میرے عزیز۔ میں آپ کو اس طرح نہیں جانے دوں گی'' لیزاویتا پروکوفیونا نے پرنس کو روکتے ہوئے کہا۔ ''کرم کیجیے، چل کر مجھے ساری بات سمجھائیے۔ کتنی اذیت ناک باتیں ہیں یہ، میں تو ساری رات ایک پل بھی نہیں سو سکی...''

پرنس ان کے پیچھے پیچھے چل دیا۔

(9)

اپنے گھر میں داخل ہوتے ہی لیزاویتا پروکوفیونا پہلے ہی کمرے میں رہ گئیں۔ آگے نہ چل سکیں، نڈھال ہو کر ایک کوچ میں دھنس گئیں، اور تو اور، پرنس کو بیٹھنے کے لیے کہنا بھی بھول گئیں۔ یہ ایک کافی لمبا چوڑا ملاقاتی کمرہ تھا، جس

Scanned with CamScanner

کے وسط میں ایک گول میز تھی، ایک آتشدان، کھڑکیوں کے پاس اوپر تلے خانے دار اسٹینڈوں پر پھولوں کی آرائش، پیچھے کی دیوار میں ایک شیشے دار دروازہ جو باغ کی طرف کھلتا تھا۔ ادے لائیدا اور الیکساندرا جو عین اسی وقت وہاں آ پہنچیں استعجاب و حیرت سے پرنس کو اور اپنی ماں کو دیکھتی رہ گئیں۔

جب وہ شہر سے باہر کے بنگلے میں رہتے تھے لڑکیاں عموماً نو بجے تک اٹھا کرتی تھیں۔ گزشتہ دو تین دن سے اگلایا ہی کسی قدر پہلے اٹھنے لگی تھی اور باغ میں ٹہلنے نکل جاتی تھی، سات بجے نہیں بلکہ آٹھ بجے یا اس کے بعد۔ لیزاویتا پروکوفیونا، جنہوں نے اپنے طرح طرح کے جھنجھٹوں کی وجہ سے بے خواب رات گزاری تھی، صبح آٹھ بجے کے قریب بیدار ہوئیں تا کہ اگلایا سے باغ میں ملیں، اس بھروسے پر کہ وہ اٹھ کر وہیں گئی ہوگی۔ لیکن وہ نہ سونے کے کمرے میں نظر آئی نہ باغ میں۔ اگلایا کو نہ پا کر وہ بہت گھبرا گئیں اور اپنی دوسری بیٹیوں کو جگا دیا۔ ملازمہ کی زبانی معلوم ہوا کہ اگلایا ایوانوونا پارک کی طرف چھ بجے کے کچھ دیر بعد ہی چلی گئی تھی۔ لڑکیاں اپنی اس نرالی باتیں سوچنے والی بہن کی نئی جھک پر ہنس پڑیں اور ماں سے کہا کہ اگر آپ اسے پارک میں ڈھونڈھنے گئیں اور وہ ملی تو آپ کو دیکھ کر اور بھڑک جائے گی۔ وہاں وہ غالباً سبز بنچ پر بیٹھی کتاب پڑھتی ہوگی جس کے متعلق اس نے تین دن پیشتر ذکر کیا تھا اور جس کے بارے میں وہ پرنس ش۔ سے الجھ پڑی تھی کہ ان صاحب کو اس کے محل وقوع میں کوئی خاص بات نظر نہ آئی تھی۔ اپنی بیٹی اور پرنس کی ملاقات اور اگلایا کے عجیب الفاظ سن کر بیگم صاحبہ کئی وجہوں سے بے حد مضطرب ہو گئیں۔ لیکن اب پرنس کو اپنے ساتھ گھر لانے کے بعد انہیں دھڑکا لگا کہ یہ سارا قصہ پھر آغاز ہوتا ہے: ''آخر اگلایا کیوں نہ پرنس سے پارک میں ملے اور اس سے گفتگو کرے، بھلے یہ ملاقات پہلے سے مقرر شدہ ہو؟''

''کوئی خیال نہ کیجیے گا، میرے عزیز'' اس نے ہمت بہم پہنچا کر کہا ''کہ میں آپ کو پوچھ تاچھ کے لیے یہاں تک کھینچ لائی... گزشتہ رات کے واقعات کے بعد سے میں شاید ایک عرصے تک آپ کی صورت بھی نہ دیکھتی...''

اس جگہ وہ رک گئی۔

''تاہم آپ یہ ضرور جاننا چاہیں گی کہ آج یہ میری اور اگلایا صاحبہ کی ملاقات کیسی تھی؟'' پرنس نے جملے کا مکمل کرتے ہوئے سکون کے ساتھ کہا۔

''اچھا خیر، فرض کیجیے میں چاہتی ہوں؟'' لیزاویتا پروکوفیونا نے کسی قدر شدت سے الٹ کر پوچھا۔ ''میں اس بات سے نہیں ڈرتی کہ مجھے بے باک کہا جائے۔ میں کسی پر زیادتی نہیں کرتی اور نہ کبھی میں نے ایسا کرنا چاہا...''

''لیکن آپ جاننا چاہیں تو قدرتی بات ہے، اس میں کسی پر زیادتی کا کیا سوال۔ آپ ماں ہیں۔ اگلایا ایوانوونا اور میں آج سبز بنچ پر ملے، ٹھیک ساتھ بجے۔ کیونکہ انہوں نے کل یہاں آنے کو کہا تھا۔ کل سرِ شام ایک رقعے کے ذریعے مجھے اطلاع دی کہ وہ مجھ سے ایک اہم معاملے پر گفتگو کے لیے ملنا چاہتی ہیں۔ ہم ملے اور پورا گھنٹہ بھر ان معاملات پر گفتگو کی جس کا تعلق صرف اگلایا ایوانوونا کی ذات سے تھا۔ اور بس۔''

''بے شک میرے عزیز، اتنا ہی ہوگا بغیر کسی شک و شبہ کے، بس اتنا ہوگا'' لیزاویتا پروکوفیونا نے شان سے کہا۔

''بہت خوب، پرنس!'' اگلایا نے کمرے میں ایک دم داخل ہوتے ہوئے کہا۔ ''میں آپ کا تہہ دل سے شکریہ ادا

کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے بھی جھوٹ پر اتر آنے کے نااہل سمجھا۔ ممی! آپ کی بات ختم ہوئی یا استفسار کا سلسلہ جاری رکھنے کا ارادہ ہے؟"

"تم اچھی طرح باخبر ہو کہ آج تک مجھے تمہارے سامنے شرمانے کا کوئی موقع ہرگز نہیں ملا ہے... اگر چہ تمہیں تو خوشی ہوتی اگر تمہارے آگے میری نظر نیچی ہو جاتی" لیزاویتا پروکوفیونا نے جم کر جواب دیا۔ "خدا حافظ پرنس۔ مجھے معاف کرنا کہ میں نے آپ کو تکلیف دی۔ امید ہے کہ آپ کی جو وقعت میرے دل میں ہے، اس میں کوئی فرق نہ پائیں گے۔"

پرنس نے فوراً دائیں اور بائیں سر خم کیا اور بلا ایک لفظ کہے رخصت ہوا۔ الیکساندرا اور ادے لائیدا مسکرائیں اور آپس میں کھسر پھسر کرنے لگیں۔ لیزاویتا بیگم نے ان کی طرف درشتی سے دیکھا۔

"یہ اس لیے کہ پرنس نے کتنی خوبصورتی سے تسلیمات کیں ممی!" ادے لائیدا نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بعض اوقات وہ بالکل شخص ہوتے ہیں لیکن اس وقت وہ ابھی ایک دم... ایوگینی پاولووچ کی طرح۔"

"ایسی شائستگی اور سلیقہ صرف دل عطا کرتا ہے نہ کہ رقص کا استاد" لیزاویتا پروکوفیونا نے مجملاً کہا اور اگلایا کو دیکھے بغیر اوپر اپنے کمرے کی طرف چل دیں۔

جب پرنس نو بجے کے قریب اپنے گھر پہنچا اس نے ویرا اور ملازمہ کو برآمدے میں پایا جو گزشتہ شب کی ابتر و پراگندہ مجلس کے بعد جگہ کی صاف صفائی اور جھاڑ پونچھ میں مصروف تھیں۔

"شکر خدا کا کہ ہم نے آپ کے آنے تک کام پورا کر لیا!" ویرا نے مسرت سے کہا۔

"صبح بخیر۔ نیند نہیں ملی، مجھے چکر سا آ رہا ہے۔ ذرا جھپکی لینا چاہتا ہوں۔"

"یہاں برآمدے میں، کل کی طرح؟ اچھی بات ہے۔ سب سے کہہ دوں گی کہ آپ کی نیند خراب نہ ہو۔ ابا کہیں گئے ہیں۔"

جب ملازمہ کمرے سے باہر نکلی ویرا بھی اس کے پیچھے جانے والی تھی مگر واپس ہوئی اور چہرے پر پریشانی کے آثار لیے پرنس کے قریب آئی۔

"پرنس" اس نے کہا "اس پر رحم کیجیے... اس بدنصیب لڑکے پر۔ اسے آج نہ نکالیے۔"

"ہرگز نہیں نکالوں گا۔ جیسی اس کی مرضی۔"

"وہ اب کچھ نہیں کرے گا۔ اور... اس کے ساتھ سختی سے نہ پیش آیئے۔"

"اوہ، نہیں عزیزہ۔ میں بھلا کیوں سختی..."

"اور... اور اس کا مذاق نہ اڑایئے۔ یہی اصل بات ہے۔"

"گھبراؤ مت۔ یقین رکھو۔"

"یہ میری حماقت ہے کہ ایسی باتیں آپ جیسے شخص سے کر رہی ہوں" ویرا نے شرم سے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

"اور اگر چہ آپ تھک گئے ہیں" اس نے ہنستے ہوئے اور باہر جانے کے لیے مڑتے ہوئے اضافہ کیا "آپ کی آنکھیں اس وقت کیسی شاندار لگ رہی ہیں... کتنی شادماں۔"

Scanned with CamScanner

''کیا واقعی؟'' پرنس نے پرجوش انداز میں اور خوشی سے ہنستے ہوئے پوچھا۔

ویرا جو ایک بچے کی طرح بھولی اور بے لاگ تھی ایک دم بہت لجا گئی۔ شرم سے چہرے پر سرخی دوڑ گئی، اور بدستور ہنستے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔

''کتنی... پیاری بچی ہے...'' پرنس نے سوچا۔ اور پھر فوراً اسے بھول گیا۔ وہ ایک کونے میں گیا جہاں ایک کوچ رکھا تھا۔ اسی کے برابر ایک ننھی سی میز پڑی تھی۔ وہ بیٹھ گیا اور اپنا چہرہ ہاتھوں سے چھپا لیا۔ اس طرح کچھ دس منٹ تک بیٹھا رہا۔ پھر اس نے ایک عجلت اور گھبراہٹ سے جھٹ اپنی بغلی جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس میں سے تینوں خطوط نکالے۔

لیکن اتنے میں دروازہ پھر کھلا اور کولیا داخل ہوا۔ پرنس کو گویا ان خطوں کو دوبارہ جیب میں رکھنے اور اس منٹ کو ٹال جانے سے راحت محسوس ہوئی۔

''کیا جھنجھٹ ہے!'' کولیا نے کوچ پر بیٹھتے ہوئے کہا اور اپنے جیسوں کے معمول کے مطابق وہ فوراً مطلب پر آیا۔ ''اب اپولیت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ گر گیا نظر سے؟''

''آپ ایسا کیوں سوچتے ہیں؟ لیکن کولیا... میں بہت تھک گیا ہوں۔ علاوہ اس کے، دوبارہ ان ساری باتوں کو دھرانا پڑا افسوس ناک ہوگا... پھر بھی اب وہ کیسا ہے؟''

''وہ سویا ہوا ہے۔ ابھی دو گھنٹہ اور سوتا رہے گا۔ میں سمجھتا ہوں آپ کو گھر میں نیند بالکل نہیں ملی اور پارک میں ٹہلتے رہے... واقعی، کیسی فکریں آپ کو... فطری بات ہے!''

''آپ کیسے جانتے ہیں کہ میں پارک میں ٹہلتا رہا اور گھر پر نیند نہ مل سکی؟''

''ابھی ابھی ویرا نے بتایا، مجھے اندر آنے سے روک رہی تھی۔ لیکن میں خود کو ایک منٹ کے لیے یہاں آنے سے نہ روک سکا۔ ابھی ابھی اس کے سرہانے دو گھنٹے ڈیوٹی کی ہے۔ اور اب کوستیا لبیدیف کی باری ہے۔ بردوفسکی چلا گیا۔ اس لیے آپ آرام کر سکتے ہیں پرنس۔ صبح بخیر بلکہ روز بخیر۔ لیکن میں واقعی حیرت زدہ ہوں۔ آپ سمجھے۔''

''بے شک... یہ سب... جو...''

''نہیں، یہ بات نہیں پرنس، میں ''اعتراف نامے'' سے متحیر ہوا۔ خاص طور سے اس جگہ جہاں وہ پروردگار اور حیات بعد الموت کے بارے میں کہتا ہے۔ وہاں ایک زبردست خیال موجود ہے!''

پرنس نے کولیا کی طرف شفقت سے دیکھا جو فقط اس زبردست خیال پر بات چھیڑنے آیا تھا۔

''اصل بات، اصل بات تنہا اس خیال میں نہیں بلکہ اس کے پورے ماحول میں ہے! اگر اسے والتیئر یا روسو یا پرودھون لکھتا تو میں پڑھ لیتا، لیکن اس درجہ حیران نہ ہوتا۔ مگر وہ شخص جو یقینی طور پر جانتا ہے کہ زندگی کے صرف دس منٹ باقی ہیں، یوں کہنا ایک فخر کی بات ہے! یہ کسی کے وقار کی اعلیٰ ترین آزادی ہے۔ اس کا مطلب ہے سرکشی کا دو ٹوک اعلان... نہیں، یہ روح کی زبردست قوت ہے! اور اس کے بعد یہ دعویٰ کرنا کمینگی اور بناوٹ ہے کہ وہ جان بوجھ کر کارتوس کی ٹوپی لگانا بھول گیا! آپ جانتے ہیں اس کی چال؟ اس نے کل ہم سب کو دھوکے میں رکھا۔ نہ میں نے کبھی اس کا بیگ یا بدھا، نہ اس کا پستول کبھی دیکھا۔ اس نے خود اپنے ہاتھ سے یہ کام کیا ہوگا۔ لیکن مجھے پورے طور سے جھانسہ دے دیا۔ ویرا

کہتی ہے کہ آپ اسے یہاں ٹھہرنے دیں گے۔ قسم سے کہتا ہوں اس میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ خاص طور پر جب ہم سارا وقت اس کے پاس موجود ہیں۔"

"رات میں اس کے پاس کون تھا؟"

"کوستیا لیبید یف، بردوفسکی اور میں خود۔ کیلر تھوڑی دیر تک رہا اور پھر سونے کے لیے لیبید یف کے مکان میں چلا گیا، کیونکہ وہاں اوڑھنے بچھونے کو کچھ نہ تھا۔ فردی شینکو بھی لیبید یف کے مکان پر ہی سویا۔ صبح سات بجے گیا ہے۔ جنرل بھی جو مستقل لیبید یف کے ہاں رہتے ہیں، چلے گئے... لیبید یف تھوڑی دیر میں آپ سے ملنے آتا ہوگا، وہ آپ کی تلاش میں تھا۔ پتہ نہیں کیوں۔ دو دفعہ آپ کے متعلق پوچھا بھی۔ اگر آپ سونا چاہتے ہوں تو اسے اندر آنے دوں یا نہیں؟ میرا خیال ہے کہ خود بھی لیٹ جاؤں۔ اور ہاں آپ سے ایک بات کہنی تو رہ گئی۔ جنرل نے ابھی تھوڑی دیر پہلے حیرت میں ڈال دیا۔ لگ بھگ چھ بجے کے بعد بردوفسکی نے مجھے جگایا کہ میں اپنی باری پر اپولیت کے سرہانے بیٹھوں۔ مشکل سے چھ بجے کا وقت ہوگا۔ میں ایک منٹ کے لیے باہر گیا۔ ناگاہ جنرل سے ٹکرا گیا، جو نشے میں اتنا زیادہ چور تھے کہ مجھے پہچان بھی نہ سکے۔ کھمبے کی طرح سامنے کھڑے تھے۔ جب کچھ سدھ آئی تو بالکل میرے اوپر پل پڑے۔ 'بیمار کیسا ہے؟' انہوں نے پوچھا۔ 'میں اس بیمار کے متعلق پوچھنے آیا ہوں۔' جو معلوم تھا میں نے انہیں بتا دیا پھر وہ کہنے لگے 'یہ سب اچھی بات ہے۔ لیکن اصل بات جس کے متعلق میں بتانے آیا ہوں اور جس لیے اٹھا، وہ یہ کہ میں تمہیں خبردار کردوں۔ میرے پاس قیاس کرنے کی وجہیں ہیں کہ مسٹر فردی شینکو ایسا آدمی نہیں جس کے سامنے ہر بات کھل کر کہہ دی جائے۔ اس کے سامنے احتیاط سے کام لینا چاہیے۔' آپ سمجھ رہے ہیں نا پرنس؟"

"اچھا، ایسا ہے؟ ہمارے لیے سب برابر ہے۔"

"ہاں، واقعی۔ ہم کوئی فری..... والے تو ہیں نہیں، خفیہ کچھ نہیں۔ تبھی تو جنرل کے اتنی رات گئے صرف اتنی سب بات کہنے کے لیے آنے پر مجھے تعجب ہوا۔"

"فردی شینکو چلا گیا، آپ کہتے ہیں؟"

"ہاں وہ سات بجے چلا گیا۔ جاتے وقت مجھ سے ملنے آیا۔ میں اس وقت اپولیت کے سرہانے ڈیوٹی پر تھا۔ اس نے کہا کہ باقی رات ویلکن کے ہاں گزارے گا۔ اس نام کا ایک شرابی ہے یہاں۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ اور یہ رہے لوکیان لیبید یف... پرنس کچھ سونا چاہتے ہیں، لوکیان صاحب، اس لیے الٹے پاؤں واپس!"

"صرف ایک منٹ کے لیے، میرے محترم پرنس، میری نظر میں ایک بے حد اہم مسئلہ ہے" لیبید یف نے کہا جو کمرے میں بڑے ادب کے ساتھ سر جھکاتا داخل ہوا تھا۔ لفظ کھینچ کھینچ کر، گمبھیر لہجے اور دبی آواز میں یہ بات کہی گئی۔ وہ ابھی ابھی مکان واپس لوٹا تھا اور ہیٹ ہاتھوں میں لیے تھا کیونکہ وہ ابھی تک اپنی طرف نہیں گیا تھا۔ اس کے چہرے سے تشویش ٹپک رہی تھی، لہجے میں اپنی قابلیت کا کوئی خاص غیر معمولی احساس گھلا ہوا تھا۔ پرنس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"میں نے سنا آپ نے دوبار مجھے پوچھا۔ شاید اس لیے کہ کل جو کچھ ہوا اس سے بڑے فکرمند ہیں آپ؟"

"آپ کا اشارہ ہے اس لڑکے سے متعلق پرنس؟ اوہ نہیں، جناب، کل میرے خیالات کسی قدر الجھے ہوئے

تھے...لیکن آج میرا ارادہ آپ کے منصوبوں سے کسی طرح بھی کونترے کیریر (بحث وتکرار) کا مطلق نہیں ہے۔"

"کونترے — کیا کہا آپ نے؟"

"میں نے کہا کونترے کیریر۔ یہ ایک فرانسیسی لفظ ہے اور بہت سے لفظوں کی طرح جو روسی زبان کا جزو بن چکے ہیں۔ تاہم میں اس پر خاص طور سے اصرار نہیں کرتا۔"

"آپ آج بڑے وقیع اور سنجیدہ نظر آتے ہیں لیبید یف اور الفاظ بھی بڑے سلیقے سے ادا کر رہے ہیں" پرنس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر نکولائی" لیبید یف نے کولیا کو تقریباً التجا کے لہجے میں مخاطب کیا "مجھے پرنس سے ذرا خاص ذاتی بات کرنی ہے۔"

"بے شک بے شک۔ ضرور، مجھے کیا مطلب۔ اچھا خدا حافظ پرنس!" کولیا نے کہا اور باہر چلا گیا۔

"میں اس لڑکے کو سمجھداری کی وجہ سے پسند کرتا ہوں" لیبید یف نے جاتے ہوئے کولیا کے پس پشت کہا۔ "بڑا زود فہم لڑکا ہے، لیکن کسی قدر لیچڑ۔ میں ایک بڑی ہولناک مصیبت میں پھنس گیا ہوں، میرے محترم پرنس۔ یا تو گزشتہ رات میں یا آج صبح سویرے...میں ٹھیک وقت بتانے سے قاصر ہوں۔"

"ایسی کیا بات ہے؟"

"میرے کوٹ کی جیب سے چار سو روبل نکل گئے، میرے محترم پرنس۔ میں لٹ گیا!" لیبید یف نے ایک زہر خند کے ساتھ اضافہ کیا۔

"آپ کے چار سو روبل گم ہو گئے؟ افسوس۔"

"خاص طور پر مجھ غریب آدمی کے لیے جو عزت کی روٹی کھاتا ہے۔"

"بے شک، بے شک۔ لیکن یہ ہوا کیسے؟"

"پینے کے نتیجے میں۔ آپ کے پاس آیا ہوں جیسے پروردگار کے حضور۔ اے میرے سرکار، پرنس، میں نے چار سو روبل کی رقم ایک قرض خواہ سے چاندی کے سکوں میں کل پانچ بجے سہ پہر میں وصول کی اور ٹرین سے سیدھا یہاں آیا۔ بٹوہ میری جیب میں تھا۔ جب میں نے اپنا یونی فارم (14) بدل کر فراک کوٹ پہنا تو یہ رقم کوٹ میں رکھ لی تا کہ پاس رہے۔ خیال تھا کہ شام کو تو ایک طلب کرنے والے کو دینی ہی ہے...ایک ایجنٹ کو آنا تھا۔"

اس ضمن میں دریافت کرتا ہے، لیبید یف، کیا یہ سچ ہے کہ آپ نے اخبارات میں اشتہار دیا تھا کہ آپ سونے چاندی کی اشیا رہن رکھ کر رقم ادھار دیتے ہیں؟"

"ایک ایجنٹ کی معرفت۔ پتے کے نیچے میرا خود کا نام نہیں آتا۔ آپ اتفاق کریں گے کہ میرے قلیل سرمائے کے اور میرے خاندان کی ضروریات کے پیش نظر صرف مناسب شرح سود..."

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، میں صرف جاننا چاہتا تھا۔ میری دخل اندازی معاف کرنا۔"

"وہ ایجنٹ نہیں آیا۔ اور اس دوران وہ بدنصیب لڑکا یہاں لایا گیا۔ کھانے کے بعد مجھ کو چڑھ گئی۔ مہمان آ گئے،

Scanned with CamScanner

پیتا پلاتا رہا... پھر چائے پی... ایسی مستی چھائی کہ تباہی ہوگئی۔ پھر کیلر رات گئے آدھمکا اور اعلان کیا کہ اس دن آپ کی سالگرہ کا موقع ہے اور یہ کہ آپ نے اسے شمپین کے متعلق بتایا ہے۔ اے میرے عزیز اور بے حد محترم پرنس، میں دل رکھتا ہوں (وہ جسے آپ نے پہلے ہی دیکھ لیا ہوگا کیونکہ میں اس کا مستحق ہوں) تو میرے پاس دل ہے جو اگر حساس نہیں تو شریف ضرور ہے اور مجھے اس پر فخر ہے۔ مبارکباد پیش کرنے کی توقع اور آنے والے خوشی کے موقع کی اہمیت کے پیش نظر میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اپنے چیتھڑے اتار کر یونی فارم پہن لوں جسے میں نے گھر پر اتار دیا تھا۔ میں نے یہی کیا جس پر آپ نے بھی غالباً غور کیا ہوگا کہ میں ساری شام یونی فارم پہنے تھا۔ لباس تبدیل کرتے وقت میں بٹوے کو اپنے فراک کوٹ کی جیب میں بھول گیا... سچ ہے خدا جب کسی پر برا وقت لاتا ہے تو پہلے اس کی عقل سلب کرتا ہے۔ آج بھی جب میں ساڑھے سات بجے بیدار ہوا تو پہلا کام جو میں نے کیا کہ پاگل کی طرح بستر سے اچھلا اور اپنے فراک کوٹ کی طرف جھپٹا۔ جیب بالکل خالی تھی! بٹوے کا نام ونشان نہ تھا۔"

"افوہ، کتنی تکلیف دہ بات ہوئی!"

"بجا فرمایا، تکلیف دہ بات۔ آپ نے اپنی موقع شناسی سے بڑا موزوں لفظ چنا" لیبید یف نے اضافہ کیا، وہ بھی طنز کے بغیر نہیں۔

"پھر بھی کیا ہوا؟" پرنس نے فکرمند ہوکر پوچھا۔ "یہ ایک سنگین معاملہ ہے۔"

"اوہ بہت ہو چکا، لوکیان تیموفے یچ۔ اس سے کیا ملنے والا ہے؟ اہمیت الفاظ کی نہیں... کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ کی جیب سے رقم اس وقت گری جب آپ مدھوش تھے؟"

"ہوسکتا ہے، جب کوئی شخص مدھوش ہو تو سب کچھ ممکن ہے، جیسے کہ آپ نے نہایت خلوص سے فرمایا، عالی مقام پرنس! لیکن براہ کرم سوچئے اگر بٹوہ میری جیب سے گرا ہوتا جب میں کپڑے اتار رہا تھا تو اسے فرش پر پڑا ہونا چاہیے تھا۔ لیکن وہ شے وہاں بھی کہاں ہے؟"

"ہوسکتا ہے آپ نے کسی دراز میں رکھ دیا ہو؟"

"میں نے ہر جگہ تلاش کیا، ہر چیز الٹ پلٹ کی اگرچہ میں نے اسے کہیں نہیں رکھا تھا اور نہ ہی کوئی دراز کھولی تھی، مجھے اچھی طرح یاد ہے!"

"کیا آپ نے الماری میں دیکھا؟"

"پہلے وہی کیا اور اب تک کئی بار دیکھ چکا ہوں... لیکن میں وہاں کس طرح رکھ سکتا تھا، میرے محترم حقیقی پرنس صاحب؟"

"مجھے اعتراف ہے کہ الجھن میں پڑ گیا ہوں، لیبید یف۔ پھر وہ بٹوہ کسی نے فرش پر پڑا پایا ہوگا؟"

"یا میری جیب کاٹی ہوگی۔ دونوں متبادل امکانات ہیں۔"

"بڑی پریشانی کی بات ہے کہ بھلا کون ہوسکتا ہے... اب یہی سوال ہے!"

"بلاشبہ، یہی اصل معاملہ ہے۔ موزوں الفاظ اور خیالات حیرت انگیز طور پر آپ کی گرفت میں آجاتے ہیں اور

صورت حال کی توضیح بڑی صحت سے فرماتے ہیں عالی مقام پرنس!"

"بس مسٹر لوکیان، یہ لفظوں کی کرتب بازی چھوڑیے۔ یہاں..."

"کرتب بازی؟" لیبید یف پکارا اور دونوں ہاتھ انکار میں اٹھا دیے۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، میں ناراض نہیں ہوں۔ یہ ایک بالکل مختلف بات ہے... مجھے اوروں کا اندیشہ ہے۔ یہ بتایئے، کس پر شک ہے؟"

"یہ ایک بے حد مشکل اور... بڑا پیچیدہ سوال ہے! نوکرانی پر شک نہیں کر سکتا کیونکہ وہ ہمہ وقت باورچی خانے میں رہتی ہے۔ بچے خود اپنے ہیں۔ وہ بھی..."

"اور کیا!"

"مطلب یہ کہ ملاقاتیوں میں کوئی ہوگا!"

"لیکن کیا ایسا ہو سکتا ہے؟"

"ایسا ہونا قطعی و تمام تر ناممکن ہے۔ تاہم لازماً ایسا ہی ہوا ہوگا۔ پھر بھی میں یہ تسلیم کرنے کو تیار ہوں، علاوہ ازیں واقعتاً یقین رکھتا ہوں کہ اگر یہ چوری کا معاملہ ہے تب وہ شام میں نہیں ہوئی جب لوگ جمع تھے بلکہ رات میں یا پھر صبح میں، یہاں رات بسر کرنے والوں میں سے کسی نے۔"

"تو یہ ہے خدایا!"

"بردوفسکی اور کولیا کو خارج کرتا ہوں کیونکہ وہ میرے کمرے میں داخل ہی نہیں ہوئے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے، پہلے وہ کمرے میں داخل بھی ہوئے ہوں۔ اور کون تھا رات میں یہاں؟"

"مجھ سمیت، ہم کل چار تھے دو متصل کمروں میں۔ جنرل کیلر، مسٹر فردی شینکو اور میں خود۔ تو پھر ہم چار میں سے کوئی ایک ہونا چاہیے!"

"یعنی تین میں سے ایک۔ مگر کون؟"

"میں نے اپنے آپ کو انصاف اور باضابطگی کی خاطر شامل کیا تھا۔ پھر بھی آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ میں اپنے یہاں چوری نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں..."

"افوہ، لیبید یف۔ یہ کیسی اکتانے والی باتیں کرتے ہیں آپ!" پرنس بے تابی سے چیخا۔ "موضوع پر آیئے۔ اس سے ہٹ کیوں رہے ہیں؟"

"اچھا، جناب۔ اب تین رہ گئے۔ پھر اول مسٹر کیلر جو قابل اعتماد آدمی نہیں، ایک بلانوش اور کسی قدر آزاد خیال یعنی دوسروں کی جیبوں کے سلسلے میں۔ جبکہ دوسرے معاملات میں اس میں آزاد خیالی کی بہ نسبت سور ماپن زیادہ ہے۔ اس نے رات کا پہلا حصہ بیمار کے کمرے میں گزارا لیکن پھر ہمارے پاس اس بہانے سے آ گیا کہ سخت فرش پر نیند نہیں آتی۔"

"کیا آپ کو اس پر شبہ ہے؟"

"اس پر شبہ تھا۔ جب قریباً سات بجے کے بعد میں ایک پاگل کی طرح بستر سے اچھل پڑا اور اپنے ہاتھ سے اپنا

اٹھا پھینکا، میں نے فوراً جنرل کو جگایا جو بے خبر سو رہا تھا۔ فردی شینکو کی عجیب روپوشی کے پیش نظر جو بجائے خود مشتبہ تھی، ہم نے فوراً اکبار کی تلاشی لینے کا فیصلہ کیا جو ایک... بالکل... کیل کی طرح بکھرا پڑا تھا۔ ہم نے پوری تلاشی لی۔ اس کی جیبوں میں دھیلا تک نہیں تھا، نہ کوئی جیب بلا سوراخ کی ملی۔ ایک بڑا واہیات سا، نیلا چوخانے کا سوتی رومال تھا، بس۔ اور کسی بیگم کی ملازمہ کا ایک عشقیہ خط نکلا جس میں پیسوں کی طلب اور دھمکیاں تھیں۔ اور پھر اس 'مضمون' کے پرزے ٹکڑے تھے، جو آپ کے علم میں ہے۔ جنرل نے فیصلہ دیا کہ وہ بے قصور ہے۔ پھر اپنا اطمینان کرنے کے لیے ہم نے اسے جگایا، زور زور سے جھنجھوڑا۔ وہ مشکل سے سمجھ پایا کہ کیا معاملہ ہے۔ اس کا منہ کھلا ہوا، حیئت شرابیوں کی سی، اور چہرے پر حماقت، سادہ لوحی کے آثار تھے۔ نہیں، وہ نہیں ہو سکتا!"

"مجھے بڑی خوشی ہوئی!" پرنس نے اطمینان کا سانس لے کر کہا۔ "مجھے اس کے نام سے اندیشہ تھا!"

"اندیشہ؟ یعنی آپ کے پاس کوئی وجہ رہی ہوگی؟" لیبیدیف نے اپنی آنکھیں بھینچتے ہوئے پوچھا۔

"ارے نہیں! میں نے ایسے ہی کہہ دیا" پرنس نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "حماقت سے کہہ بیٹھا کہ مجھے اندیشہ تھا۔ جو پرکرم کرنا لیبیدیف، میرے یہ الفاظ کسی سے نہ دہرانا..."

"پرنس، پرنس! آپ کے الفاظ تو میرے دل کے اندر تہہ کیے ہوئے رہتے ہیں، میرے دل کی گہرائی میں! یہ ہے قبر!" لیبیدیف نے اپنا ہیٹ دل کے پاس دباتے ہوئے چمک کر کہا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے، تو پھر وہ فردی شینکو رہا ہوگا ایں؟ یعنی میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ کو فردی شینکو پر شبہ ہے؟"

"اس کے سوا اور کس پر؟" لیبیدیف نے دبی آواز میں کہا۔ اس کی آنکھیں پرنس پر جمی ہوئی تھیں۔

"ہاں اور کیا... اور کون ہو سکتا ہے... مگر پھر ثبوت کیا؟"

"وہ تو موجود ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ صبح سات بجے اس کا غائب ہونا یا سات سے بھی کچھ پہلے۔"

"میں جانتا ہوں، کولیا نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اس سے ملنے آیا تھا اور یہ کہا کہ وہ رات کا بقیہ حصہ اس کے یہاں... کس کے یہاں، میں اس کے دوست کا نام بھول گیا۔"

"ویلکن کے ہاں۔ تو مسٹر کولیا نے آپ کو بتایا تھا؟"

"اسے علم نہیں ہے، کیونکہ میں فی الحال اسے راز میں رکھ رہا ہوں۔ تب وہ ویلکن کے ہاں گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک شرابی کا دوسرے کے ہاں جانا انوکھی بات نہیں۔ بھلے وہ بہت سویرے ہی کیوں نہ جائے اور بغیر کسی کام، کسی حیلے کے۔ لیکن اس جگہ ایک سراغ ملتا ہے۔ رخصت ہوتے وقت اس نے اپنا پتہ چھوڑا... اور اب پرنس اس سوال کو لیجیے، اس نے پتہ کیوں چھوڑا؟.. وہ نکولائی (کولیا) کے پاس دانستہ کیوں گیا؟ اس طرح اصل راستے سے ہٹاتے ہوئے اس سے یہ کہنا کہ رات کا بقیہ حصہ ویلکن کے ہاں گزارے گا۔ اس بات سے کون دلچسپی رکھتا ہے کہ وہ کدھر چلا، ویلکن کے ہاں یا کہیں اور؟ اسے اس انداز سے اعلان کرنے کی کیا ضرورت؟ نہیں یہاں ایک چالبازی ہے، ایک چور کی اٹھیک یوں کہنا کہ 'میں اپنے قدموں کے نشانات مٹا نہیں رہا ہوں پھر میں چور کس طرح سے ہوا؟ کیا کوئی چور یہ خبر دے کر رخصت ہوگا کہ وہ کہاں

جارہا ہے؟ اسے زیادہ فکر ہے کہ شک وشبہ کی گنجائش نہ رہنے دی جائے۔ یا یوں کہئے کہ ریت پر سے قدموں کے نشانات مٹانے کی کوشش... آپ سمجھ رہے ہیں نا، میرے معزز پرنس؟"

"میں سمجھا بے شک، اچھی طرح سمجھا۔ لیکن کیا یہ کافی ہے؟"

"پھر دوسرا سراغ — یہ پتہ غلط نکلتا ہے۔ نشان جھوٹ۔ ایک گھنٹہ بعد یعنی آٹھ بجے میں ویلکن کے دروازے پر دستک دیتا ہوں۔ وہ قریب ہی پانچویں گلی پر رہتا ہے بلکہ ہماری جان پہچان بھی ہے۔ وہاں فردی شینکو کا نام ونشان نہیں۔ البتہ میں وہاں کی بہری ملازمہ سے یہ معلومات نکال سکا کہ ایک گھنٹہ قبل کسی نے گھنٹی بجائی تھی اور اتنی بے تحاشہ کہ گھنٹی ہی توڑ ڈالی مگر ملازمہ نے دروازہ اس خیال سے نہیں کھولا کہ وہ نہیں چاہتی تھی مسٹر ویلکن جاگ جائیں۔ یا شاید وہ خود اتنے سویرے اٹھنا نہیں چاہتی تھی۔ ایسا ہوتا رہتا ہے۔"

"بس، یہی کل ثبوت آپ کے پاس ہیں؟ یہ کافی نہیں ہیں۔"

"لیکن پرنس، پھر کس شبہ کیا جا سکتا ہے؟ براہ کرم سوچئے!" لیبید یف نے منت سماجت سے کہا اگرچہ اس کی مسکراہٹ میں مکاری کی آمیزش تھی۔

"ایک بار پھر اپنے کمروں اور دروازوں کو خوب اچھی طرح سے دیکھ لینا چاہئے!" پرنس نے کچھ غور کرنے کے بعد فکرمندی سے کہا۔

"میں نے سب دیکھ لیا ہے!" لیبید یف نے پہلے سے زیادہ اصرار اور لجاجت سے کہا۔

"ہوں!.. لیکن آپ کو اس طرح کوٹ کیوں بدلنا پڑا؟" پرنس پریشانی میں میز پر مکا مارتے ہوئے چیخا۔

"یہ سوال ایک قدیم طرز کی کامیڈی کا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میرے مہربان پرنس! آپ میری مصیبت سے بہت زیادہ متاثر ہو رہے ہیں! میں اس قابل نہیں ہوں یا شاید میں تنہا اس قابل نہیں۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ مجرم کا درد دل میں لیے ہوئے ہیں... اس نکھٹو مسٹر فردی شینکو کا۔ ہے نا؟"

"ہاں، ہاں، آپ نے واقعی مجھے فکر میں ڈال دیا ہے" پرنس نے غائب دماغی اور کچھ ناراضی سے بات کاٹی۔

"اب آپ کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، اگر پورا یقین ہے کہ وہ فردی شینکو ہی تھا؟"

"لیکن، نہایت قابل احترام پرنس، وہ نہیں تو اور کون ہو سکتا ہے؟" لیبید یف اور بھی زیادہ عاجزی اور لجاجت سے دوہرا ہونے لگا۔ "کسی دوسرے شخص کی عدم موجودگی جس کا نام ذہن میں آتا ہو، اور یوں کہنا چاہئے کسی اور پر شبہ جانے کا قطعی امکان نہ ہونا ماسوا مسٹر فردی شینکو کے، یوں کہنا چاہئے کہ مسٹر فردی شینکو کے خلاف ایک اور گواہی بنتا ہے۔ یہ تیسری ہے۔ ورنہ آخر کون ہو سکتا ہے؟ مسٹر بردوفسکی پر تو شبہ کرنے سے رہا؟ ہی، ہی!"

"کتنی بے ہودہ بات ہے!"

"یا اخیر میں جنرل، ہی ہی ہی؟"

"کیا بکواس ہے!" پرنس بے تقریباً ناراض ہوتے، اپنی جگہ کسمساتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ہے تو بکواس! ہی ہی ہی! اور اس شخص نے مجھے ہنسا مارا۔ مطلب یہ کہ جنرل نے! ہم ویلکن کے ہاں

بڑی شدت سے تعاقب کرتے چلے... اور دھیان کیجیے جب میں نے جنرل کو چوری کا پتہ چلنے پر جگایا تو وہ مجھ سے زیادہ بوکھلایا ہوا تھا۔ اس کا رنگ بدل گیا، باری باری پہلے سرخ پھر سفید ہوا اور آخر اچانک اتنے طیش میں اور شریفانہ برہمی سے بھر گیا کہ مجھے خیال وخواب میں بھی اسی توقع نہیں تھی۔ ایک بے حد شریف النفس انسان ہے! لگاتار بے پر کی اڑاتا رہتا ہے لیکن یہ اس کی ایک کمزوری ہے۔ ویسے وہ بہت اعلیٰ احساسات کا انسان ہے۔ تاہم قطعی سیدھا سادہ، بے چھل بل، جس کی بھولپن تک اعتماد پیدا کرتا ہے۔ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں معزز پرنس کہ میرے دل میں اس کے لیے نہ صرف ایک نرم گوشہ بلکہ محبت نام کی چیز بھی ہے۔ چلتے چلتے سڑک کے بیچ میں رک گیا۔ کوٹ کے بٹن کھولے اور اپنا سینہ باہر نکال دیا۔ 'تمہیں میری تلاشی بھی لینا چاہیے، اس نے کہا' تم نے کیلر کی تلاشی لی تو پھر میرے ساتھ بھی وہی کیوں نہیں کرتے؟ انصاف کا تقاضا تو یہی ہے!' اور اس دوران اس کے ہاتھ پیر سب کانپ رہے تھے۔ پورا زرد بھی پڑ گیا، خوفناک دکھائی دیتا تھا۔ میں ہنسا اور کہا 'دیکھو جنرل، اگر تمہارے متعلق کوئی اور شخص ایسی بات کہتا، تو میں اپنے انہیں ہاتھوں سے اپنا سر اتار کر ایک بڑی تھالی میں رکھتا اور تم پر شبہ کرنے والوں کے سامنے تھالی لے جا کر رکھتا اور کہتا: 'کیا تم اس سر کو دیکھ رہے ہو؟ اس کے ساتھ، میرے اپنے سر کے ساتھ میں اس آدمی کی صداقت کی تصدیق کرتا ہوں، میں اس کے لیے آپ میں سے بھی گزر جاؤں گا' دیکھا، اس طرح میں تمہارے لیے تصدیق کرنے کو تیار ہوں!، اس پر وہ مجھ سے سڑک کے بیچ میں بغل گیر ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے اور وہ کانپ رہا تھا۔ اتنی زور سے مجھے بھینچا کہ میرا کھانسنا مشکل ہو گیا۔ کہنے لگا: 'میری مصیبتوں میں تم میرے تنہا دوست رہ گئے ہو!' ایک حساس آدمی ہے وہ! پھر مجھے اسی قسم کا ایک مزاحیہ واقعہ سنانے لگا کہ کس طرح جب وہ جوان تھا اس پر بھی پانچ لاکھ روبل چرانے کا شبہ کیا گیا اور اس کے دوسرے روز وہ ایک جلتے ہوئے گھر میں گھس پڑا، جہاں سے اس نے اسی کاؤنٹ کو کھینچ کر باہر نکالا جس نے اس پر شبہ کیا تھا اور نینا الیکساندروونا کو بھی جو تب تک ناکتخدا تھی۔ کاؤنٹ نے اسے گلے لگا لیا اور یوں نینا الیکساندروونا سے اس کی شادی ہوئی۔ واقعے کے اگلے دن مکان کے جلے ہوئے ملبے میں گمشدہ رقم کا صندوقچہ ملا۔ لوہے کا بکس، انگریزی ساخت کا تھا، ایک چور تالہ لگا ہوا، اتفاق سے فرش کے تختے کے نیچے گر گیا تھا، کسی کی نظر نہ پڑا۔ اس آتشزدگی کی وجہ سے ہی وہ نکل آیا۔ واقعہ بے شک جھوٹ کا پوٹ، لیکن جب اس نے نینا الیکساندروونا کا ذکر کیا تو آنسو بہانے لگا۔ بے حد شریف خاتون میں نینا بیگم، اگرچہ مجھ سے ناراض رہتی ہیں۔"

"کیا آپ انہیں نہیں جانتے؟"

"قریب قریب نہیں۔ مگر میں دل وجان سے جان پہچان کا خواہش مند ہوں، چاہے صرف اس خیال سے کہ ان کی نظر میں خود کو بجا ثابت کر سکوں۔ نینا کو مجھ سے بغض اس بات کا ہے کہ وہ سمجھتی ہیں ان کے شوہر کو بوتل کی لت لگانے میں میرا ہاتھ ہے۔ حوصلہ افزائی کرنا تو رہا الگ، الٹا میں ان کو پینے سے روکتا ہوں اور شاید بری صحبت اختیار کرنے میں بھی مانع آتا ہوں۔ علاوہ ازیں وہ میرے دوست ہیں اور میں آپ سے اعتراف کروں گا کہ میں انہیں کبھی ایسے ہی نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ وہ جہاں جائیں گے میں ان کے ساتھ جاؤں گا۔ چونکہ ان کی صحبت میں محض زود حسی کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ اب انہوں نے کپتان کی بیوہ کے ہاں آنا جانا بھی چھوڑ دیا ہے، اگرچہ وہ اس کی یاد میں کڑھتے ہیں بلکہ اس کے لیے آہیں بھرتے ہیں۔ خصوصاً صبح کے وقت جب وہ اپنے جوتے پہنتے ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اس خاص وقت ہی

کیوں ایسا کرتے ہیں۔ جنرل کے پاس روپیہ پیسہ ہے نہیں، اور اس عورت کے ہاں خالی ہاتھ جانا غلط۔ انہوں نے آپ سے تو روپیہ نہیں مانگا، میرے محترم پرنس؟"

"نہیں تو، نہیں مانگا!"

"شرما گئے۔ ارادہ تو تھا بلکہ مجھ سے اعتراف بھی کیا کہ وہ آپ کو رخصت دینے والے ہیں۔ لیکن اس بارے میں جھجک محسوس ہوئی ہوگی، چونکہ آپ کچھ عرصہ پہلے ایک رقم ادھار دے چکے ہیں۔ اوپر سے خیال آیا ہوگا کہ آپ اور نہ دیں گے۔ مجھے دوست سمجھ کر ساری باتیں بتا دی تھیں۔"

"آپ کبھی انہیں روپیہ نہیں دیتے؟"

"پرنس، عزیز ترین پرنس! اس آدمی کے لیے نہ صرف میں روپیہ دے دوں بلکہ یوں کہئے اپنی جان بھی دے دوں گا... خیر، جان تو نہیں، مبالغہ کرنا نہیں چاہتا۔ نہیں، اپنی جان نہیں بلکہ سخت بخار کے حملے، پھوڑا پھنسی یا کالی کھانسی میں بھی مبتلا ہونے پر رضامند ہو جاؤں گا۔ خدا کی قسم، میں اس کے لیے تیار ہو جاؤں گا بشرطیکہ اس کی واقعی ضرورت ہو۔ کیونکہ میں اسے ایک بڑا آدمی مگر برائیوں میں مبتلا آدمی سمجھتا ہوں۔ معاملہ صرف روپے کا نہیں ہے!"

"مطلب یہ کہ انہیں روپیہ دیتے ہیں، نا؟"

"نا۔ نہیں۔ میں نے روپیہ تو نہیں دیا۔ اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ روپیہ نہیں دوں گا۔ اور محض انہیں باز رکھنے اور ان کی اصلاح کے پیش نظر۔ اب وہ بضد ہیں کہ میں ان کے ساتھ پیٹرسبورگ جاؤں۔ میں وہاں مسٹر فردی شینکو کو پکڑنے کے لیے جا رہا ہوں کہ ابھی سراغ تازہ ہے۔ کیونکہ میں یقینی طور پر جانتا ہوں کہ وہ وہیں ہوگا۔ جنرل روانہ ہونے کے لیے بے قرار ہیں۔ لیکن مجھے شبہ ہے کہ وہ مجھے پیٹرسبورگ میں جل دے کر کپتان کی بیوہ کے ہاں چل دیں گے۔ میں اعتراف کیے لیتا ہوں کہ میں انہیں دانستہ چھوڑ دوں گا جیسا کہ ہم نے طے کر لیا ہے کہ ہم دارالخلافہ پہنچ کر اپنے الگ الگ راستے جائیں گے۔ کیونکہ اس طرح ہمیں مسٹر فردی شینکو کو پکڑنے کا بہتر موقع ملے گا۔ اس لیے میں انہیں جانے دوں گا۔ اور پھر میں اچانک، جیسے سر پر برف ٹپک پڑے بیوہ کے گھر انہیں پکڑ لوں گا، خلاف توقع وہاں پہنچنے کا صرف ایک مقصد ہے کہ انہیں، ایک انسان، ایک گھر گرہستی والے آدمی کو شرمندہ کروں۔"

"صرف ہڑبونگ نہ مچانا، لیبیدیف، براہ کرم، شور وغل نہ کرنا" پرنس نے دبی آواز میں بے حد پریشانی میں کہا۔

"ارے نہیں صاحب، صرف اسی قدر کہ وہ اپنے آپ شرمندگی محسوس کریں اور میں دیکھوں کہ وہ کس قسم کا منہ بناتے ہیں۔ کیونکہ قیافے سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے، معزز ترین پرنس، خاص طور پر اگر آدمی ایسا ہوا ہو اوہ پرنس! گو میری مصیبت کچھ معمولی نہیں پھر بھی میں ان کی خاطر، ان کی اخلاقی اصلاح کی خاطر توجہ صرف کیے بغیر نہیں رہ سکا۔ مجھے آپ سے ایک بڑی درخواست یہ کرنی ہے عالی مقام پرنس، اور درحقیقت خاص اسی مقصد سے آپ خدمت میں حاضر بھی ہوا ہوں کہ آپ ایولگین خاندان سے اچھی طرح واقف ہیں اور ان کے مکان پر رہ چکے ہیں۔ اس لیے اگر آپ میری مدد پر راضی ہوں، اے میرے بے حد رحم دل پرنس، تمام تر جنرل کی خاطر اور ان کی بھلائی کی خاطر..."

اس موقع پر لیبیدیف نے ہاتھ اس طرح جوڑ لیے جیسے دعا کے لیے بڑھائے ہوں۔

Scanned with CamScanner

"کہیے؟ میں کس طور سے آپ کی مدد کر سکتا ہوں؟ یقین کیجیے، میں آپ کی بات پوری طرح سمجھنے کے لیے بے
تاب ہوں، لیبیدیف۔"

"میں آپ کے پاس اس واحد یقین سے آیا ہوں کہ جنرل کی بیگم نینا الیکساندروونا کے ذریعے کچھ کیا جا سکتا
ہے، کہ ہم اس طرح جنرل پر نظر رکھ سکیں یعنی کہ عزت مآب ہزایکسلینسی پر نگرانی ان کے اپنے خاندان کے خول میں۔
کسی سے بہتر ان کا کوئی تعارف نہیں... پھر نکولائی اردالیونچ یعنی کولیا ہے جو آپ سے والہانہ محبت رکھتا ہے، یوں کہنا
چاہیے اپنے نوخیز دل کے ساتھ۔ شاید وہ مدد کر سکے..."

"نا... نہیں۔ نینا بیگم جنرل کو تو بیچ میں لائیے نہیں، خدا بچائے! یا کولیا کو... لیکن شاید میں آپ کی بات ٹھیک سے
سمجھ نہیں پا رہا ہوں لیبیدیف!"

"اس میں سمجھنے کی کیا بات رہی؟" لیبیدیف تقریباً کرسی سے اچھل کر چیخا۔ "نازک احساس اور شرافت ہی وہ
طبیعت بخش دوائیں ہیں جن کی ہمارے بیمار کو ضرورت ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں جنرل کو ایک بیمار سمجھوں۔
کیوں پرنس؟"

"اس سے آپ کی معاملہ فہمی اور عقلمندی ظاہر ہوتی ہے۔"

"وضاحت کی خاطر میں یہاں ایک مثال پیش کروں گا، جو عملی تجربے سے لی گئی ہے۔ آپ جانتے ہیں جنرل
کس قسم کا آدمی ہے۔ کپتان کی بیوہ اس کی کمزوری ہے، جو اس سے تب تک نہیں ملے گی جب تک کہ وہ کچھ رقم ساتھ نہ
لائے۔ اسے آج میں اس کے ہاں رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتا ہوں۔ اور یہ سب اس کی بھلائی کے لیے۔ لیکن اگر یہ فرض بھی
کریں کہ وہ بیوہ کا تنہا معاملہ نہ ہو، لیکن کوئی ایسا جرم جو اس نے واقعی کیا ہو یا کسی قسم کی بددیانتی کا فعل (اگرچہ وہ اس کے قطعی
خلاف ہے)۔ پھر بھی میں کہتا ہوں، کوئی شخص فیاضانہ شرافت سے اس کی اصلاح کر سکتا ہے۔ کیونکہ جنرل انتہائی حساس
آدمی ہے! مجھ پر یقین کریں، وہ ایسی چیز اپنے پاس پانچ دن سے زائد نہیں رکھ سکتا، بلکہ اگل دے گا، پھوٹ پھوٹ کر
رونے لگے گا اور اعتراف کر لے گا — بشرطیکہ کوئی بڑی ہوشیاری اور تمیز سے قدم اٹھائے گا، اس کا خاندان بھی اور آپ بھی
اس پر مسلسل نظر رکھیں یعنی کہ اس کی صورت پر، رفتار و گفتار پر... اے میرے مہربان پرنس!" اور لیبیدیف وجد کی جھونک
میں اچھل پڑا۔ "میں یقین سے دعویٰ نہیں کرتا کہ وہ... اور میں اسی لمحے اس کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ بہانے کو تیار
ہوں۔ لیکن آپ مجھ سے اتفاق کریں گے کہ جنرل کی بے اعتدالی، اس کی شراب خوری اور کپتان کی بیوہ یہ سب مل کر کسی بھی
نوبت کو پہنچا سکتے ہیں۔"

"میں بے شک اس مقصد کی خاطر ہمیشہ ساتھ دینے کو تیار ہوں" پرنس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے صرف یہ
اعتراف کرنا ہے لیبیدیف کہ میں بے حد بے چینی محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے بتائیے کہ کیا آپ بھی... ایک لفظ میں، کیا آپ
اب بھی مسٹر فردی شچنکو پر شبہ کرتے ہیں؟"

"پھر اور کون ہو سکتا ہے؟ دوسرا کون میرے مخلص پرنس؟" لیبیدیف نے ایک مصنوعی پرجوش مسکراہٹ سے
کہا اور دوبارہ اپنے ہاتھ منت و سماجت میں جوڑ لیے۔

پرنس بیزاری کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

''یاد رکھئے لیبید یف، یہاں پر ایک غلطی بہت بھیانک ہوگی۔ یہ فردی شینکو... میں اس کی برائی کرنا پسند نہ کروں گا... لیکن یہ شخص، فردی شینکو... یعنی ــــ کون کہہ سکتا ہے، شاید وہی ہو واقعی، میرا مطلب ہے... شاید وہ ایسی حرکت کرنے کے واقعی زیادہ اہل ہے بہ نسبت... بہ نسبت کسی اور کے۔''

لیبید یف ہمہ تن گوش تھا۔

''آپ جانتے ہیں'' پرنس نے بڑھتی ہوئی گھبراہٹ اور خفگی سے کہا۔ اور جتنا ہی وہ کمرے میں ٹہلتا جا رہا تھا، لیبید یف سے نظریں چرا رہا تھا۔ ''مجھے بتایا گیا ہے... مسٹر فردی شینکو کے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جس کی موجودگی میں بہت محتاط رہنا چاہئے۔ دوسری باتوں کے علاوہ... کوئی غیر ضروری بات کہنے میں بڑے ضبط سے کام لینا چاہئے۔ میرا مطلب ہے کہ وہ ایسی حرکت کرنے کا زیادہ اہل ہے بہ نسبت کسی اور کے... لیکن اہم بات یہ ہے کہ غلطی سے احتراز کیا جائے۔ آپ میری بات سمجھ رہے ہیں نا؟''

''لیکن مسٹر فردی شینکو کے متعلق آپ کو کس نے یہ بتایا؟'' لیبید یف نے انتہائی اشتیاق سے پوچھا۔

''اوہ۔ یہ بات مجھے آہستہ سے بتائی گئی۔ اگرچہ میں خود اس پر اعتبار نہیں کرتا... یہ بات بتانے پر مجبور ہونا پڑا، اس کا قلق ہے۔ تاہم یقین کیجیے کہ میں اس پر اعتبار نہیں کرتا... یہ بکواس ہے چھی چھی... یہ بات زبان پر ہی کیوں آئی، محض میری حماقت!''

''آپ جانتے ہیں پرنس'' لیبید یف نے بالکل جذبات سے کانپتے ہوئے کہا ''یہ بہت اہم ہے۔ اب یہ اور بھی اہم ہو گئی مسٹر فردی شینکو کی وجہ سے نہیں، لیکن اس وجہ سے کہ آپ تک یہ اطلاع کیسے پہنچی'' (جب لیبید یف یہ کہہ رہا تھا وہ پرنس کے آگے پیچھے لپک رہا تھا اور اس سے قدم ملانے کی کوشش کر رہا تھا)۔ ''سنئے پرنس۔ اب میری باری ہے کچھ کہنے کی۔ جب میں اور جنرل ویلکن کے ہاں جا رہے تھے، جب اس نے مجھے آتشزدگی کی کہانی سنائی تھی اور غصے سے آگ بگولا تھا، اس نے اچانک اس بات کی طرف یعنی مسٹر فردی شینکو سے متعلق اشارتاً بات چھیڑی لیکن ایسے مہمل اور بے ڈھنگے طور سے کہ میں کئی سوالات کئے بغیر نہ رہ سکا اور آخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ ساری بات ہزایکسلینسی کے دماغ کی اپج ہے، اور کچھ نہیں... تنہا اسی کی فیاض طبیعت سے ابھری۔ بے پر کی اڑانے کا واحد سبب یہ ہے کہ وہ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ اب براہ کرم سوچئے۔ اگر وہ جھوٹ بول رہا تھا جس کا مجھے یقین ہے، پھر آپ نے کس طرح سنا ہوگا؟ آپ کو سمجھنا چاہئے پرنس کہ جنرل کے لیے یہ ایک منٹ کی ترنگ تھی، بس، اس کے علاوہ ان آپ سے کہہ سکتا تھا؟ یہ بہت اہم ہے... اور یعنی...''

''وہ کولیا تھا جس نے مجھ سے کچھ دیر پہلے بتایا اور جسے اس نے اپنے والد سے سنا، جب وہ ڈیوڑھی میں نجانے کیوں آج صبح چھ بجے یا چھ کے کچھ بعد گیا تھا۔''

پرنس نے ساری کہانی تفصیل سے سنائی۔

''اوہو! یہ ہے جسے سراغ کہا جا سکتا ہے'' لیبید یف اپنے ہاتھ ملتے ہوئے اور بے آواز ہنسی سے پکارا۔ ''بالکل

یوں ہی ہمیں نے سوچا تھا! اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہزا یکسلینسی نے قصداً اپنی گہری بے خبر نیند توڑی چھ بجے کے کچھ دیر بعد کہ اپنے پیارے بیٹے کو جا کر جگائے اور اسے اطلاع دے کہ مسٹر فردی شینکو کی قربت کتنا زبردست خطرہ رکھتی ہے! اس کے بعد مسٹر فردی شینکو کتنا خطرناک شخص ہو سکتا ہے، ہزا یکسلینسی کی طرف سے کتنا پدرانہ اندیشہ، ہی ہی ہی!..."

"سنئے لیبیدیف" پرنس نے گھبراتے ہوئے کہا "سنئے، احتیاط سے کام لیجیے! اس پر ہنگامہ کھڑا نہ کیجیے! میں التجا کرتا ہوں لیبیدیف... اس معاملے میں میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کی مدد کروں گا! لیکن اس شرط پر کہ کسی کو معلوم نہ ہونے پائے۔ یاد رکھئے کسی کو پتہ نہ چلے!"

"پورا یقین رکھئے، مطمئن رہیں، شریف ترین، مخلص ترین، میرے انتہائی کرم فرما پرنس" لیبیدیف بڑے زور سے جھومتے ہوئے چیخا "آپ اس بات سے مطمئن رہیں کہ یہ سب میرے جان نثار دل میں دفن رہے گا! ہم دونوں اکٹھا پھونک پھونک کر قدم اٹھائیں گے، آہٹ کئے بغیر اور مل کر کام کریں گے! میں تو اپنے خون کا ایک ایک قطرہ۔ میرے نامور پرنس، میں بھلے ہی اپنی روح اور نفس سے کمینہ ہوں گا لیکن کسی سے بھی پوچھئے، کمینے کو چھوڑئے کسی بدمعاش کو ہی لیجیے کہ وہ کس سے لین دین کرنا پسند کرے گا: ایک بدمعاش سے جیسا کہ وہ خود ہے یا ایک بے حد معزز شخص سے جیسے آپ ہیں؟ اس کا جواب ہوگا کہ وہ ایک بے حد شریف انسان کو زیادہ پسند کرے گا اور اسی میں مکاری کی فتح ہے! خدا حافظ میرے بے حد قابل توقیر و تعظیم پرنس! ہم پھونک پھونک کر قدم اٹھائیں... آہٹ کئے بغیر... اور مل کر۔"

(10)

پرنس آخر میں سمجھا کہ وہ جب بھی تینوں خطوں کو چھوتا تھا ہر بار سر درد کیوں پڑ جاتا تھا اور اس نے کیوں ان خطوں کا پڑھنا شام تک کے لیے ملتوی رکھا تھا۔ جب وہ صبح کو تینوں لفافوں میں کسی ایک کو کھولتے وقت جھجکا اور صوفے پر بے چینی کی نیند میں ڈوب گیا تھا، اسے ایک اور پریشان کن خواب دکھائی دیا، جس میں وہی "مجرم" پھر نظر آئی۔ وہ پھر اس پر اپنی نظر گاڑے ہوئے دیکھ رہی تھی اور لمبی پلکوں پر آنسو چمک رہے تھے۔ اس نے دوبارہ اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ آنکھ پر کھل گئی اور اس کا چہرہ اذیت و اضطراب کے احساس سے یاد آیا۔ جی چاہا کہ فوراً "اس کے پاس" جائے لیکن نہ جا سکا۔ بالآخر تقریباً مایوس ہو کر اس نے وہ خطوط کھولے اور پڑھنا شروع کیا۔

وہ خطوط بھی خواب سے ہی مشابہت رکھتے تھے۔ بعض اوقات نہایت ہولناک خواب دکھائی دیتے ہیں، ناممکن اور غیر فطری۔ بیدار ہونے پر آپ کو ان کی ایک بات یاد ہوتی ہے اور اس عجیب حقیقت پر تعجب ہوتا ہے کہ: سب سے پہلے یاد آتا ہے کہ فہم و ادراک نے خواب کے دوران کسی بھی وقت آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ یاد آتا ہے کہ آپ انتہائی ہوشیاری، چالاکی اور عقلمندی سے اس طول طویل وقت تک کام لیتے رہے جس وقت آپ قاتلوں کے درمیان کھڑے تھے اور بڑی مکاری سے اپنے ارادے یا نیت کو چھپائے رکھا، انہوں نے آپ کے ساتھ دوستانہ سلوک کیا، حالانکہ ہتھیار لیے تیار اور صرف ایک اشارے کے منتظر کھڑے تھے۔ آپ کو یاد آتا ہے کہ کس ہوشیاری سے آپ نے روپوشی کر کے انہیں جھانسہ دے دیا۔ پھر آپ کی سمجھ میں آیا کہ وہ آپ کی چال سے مکمل طور پر باخبر ہو گئے تھے، لیکن صرف تجاہل سے کام لے رہے تھے، ناواقفیت کا بہانہ بنائے ہوئے تھے۔ تاہم آپ نے مکر اور ہوشیاری کا استعمال کیا اور انہیں پھر دھوکہ دے دیا۔ آپ یہ

ساری باتیں بڑی وضاحت سے یاد کر لیتے ہیں۔ لیکن عقل و فہم اس وقت کیونکر ایسی کھلی خرافات و ناممکنات سے سمجھوتہ کر لیتی ہیں جن سے آپ کے خواب بھرے ہوئے ہوتے ہیں؟ آپ کے ہونے والے قاتلوں میں ایک کی شکل عورت میں تبدیل ہو گئی خود آپ کی آنکھوں کے سامنے، وہ عورت سے ایک عیار و مکروہ بونے میں بدل گیا اور آپ نے فوراً ان سب کو ایک معمول سمجھ کر قبول کر لیا، تقریباً کسی قسم کی پراگندگی کے بغیر۔ اور یہ ایسے وقت میں جب دوسری جانب آپ کی ہوشمندی، آپ کی عقل و فہم انتہائی تناؤ کی حالت میں ہوتے ہوئے غیر معمولی قوت، شدت، ذکاوت اور منطق سے کام لے رہی تھی؟ ایسا کیوں؟ اور ایسا بھی کیوں کہ جب آپ بیدار ہو گئے اور حقیقت کی دنیا میں پوری طرح لوٹ آئے تو ہر بار یہ محسوس کرتے ہیں، کبھی کبھی غیر معمولی وضاحت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں کہ خواب کے ساتھ ملی ہوئی کوئی ایسی چیز اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہیں جس کا حل نہیں سوجھ رہا؟ آپ اپنے خواب کی نامعقولیت پر مسکراتے بھی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ محسوس کرتے ہیں کہ ان مہملات سے باہم وابستہ کوئی تخیل ہے، کوئی بالکل حقیقی خیال جو کسی نہ کسی صورت آپ کی موجودہ زندگی کا اہم جزو ہے، کوئی چیز جو آپ کے دل میں موجود ہے اور ہمیشہ سے موجود رہی ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے گویا خواب نے آپ سے کوئی نئی بات کہہ دی ہے، چاہے مسرت بخش ہو یا کربناک پھر بھی آپ نہ سمجھ پاتے ہیں، نہ یاد رکھتے ہیں کہ وہ تاثر کن چیزوں پر مشتمل تھا یا اس نے آپ کو کیا دیا۔

کچھ ایسی ہی کیفیت ان خطوں کے بعد ہوئی۔ انہیں کھولنے سے قبل ہی پرنس نے محسوس کیا کہ ان خطوں کا امکان، ان کی موجودگی بجائے خود غضب کی بات تھی۔ اس عورت نے کس طرح خود کو اس کے نام لکھنے پر آمادہ کیا ہوگا، پرنس نے اپنے آپ سے پوچھا جب وہ اس شام تنہا ٹہل رہا تھا (کبھی تو خود بے خبر کہ وہ کہاں چل رہا ہے)۔ اس نے کس دل سے یہ بات لکھی ہوگی، کس طرح یہ جنونی خیال اس کے دماغ میں ابھرا ہوگا؟ پھر بھی اس خیال نے عملی جامہ پہن لیا تھا۔ اور جس بات نے اسے کسی اور بات سے زیادہ متعجب کیا وہ یہ کہ خطوط پڑھتے وقت اس نے خود اس تخیل کے امکان بلکہ اس کے بجائے ہونے کو مان لیا۔ بے شک یہ ایک خواب تھا، بھیانک خواب، پاگل پن، لیکن اسی میں کوئی بات ایسی تھی جو تکلیف دہ حد تک حقیقی تھی اور جنونی حد تک بجا و درست۔ کوئی ایسی بات جو خواب کو، خواب پریشان کو اور پاگل پن کو برحق اور درست ثابت کرتی تھی۔ اس نے جو کچھ پڑھا تھا وہی مسلسل کئی گھنٹے تک گویا اس پر چھایا رہا اور ہر منٹ وہ عبارت کے ٹکڑوں کو یاد کرتا، اس پر ٹھیرتا اور ان کے مطالب کی چھان بین کرتا رہا۔ کبھی کبھی وہ اپنے آپ سے کہنا چاہتا کہ اسے ان تمام باتوں کا پہلے سے علم تھا یا قرین قیاس تھا۔ اسے یوں بھی لگا گویا وہ انہیں بہت عرصے قبل ہی پڑھ چکا تھا اور تبھی سے جس جس چیز کا غم دل میں سمایا ہوا تھا، جس بات نے اسے اذیت دی تھی اور جس کا اندیشہ ابھارا تھا، وہ سب کا سب ان خطوط میں موجود تھا جنہیں وہ بہت عرصہ پہلے پڑھ چکا ہے۔

"جب آپ یہ خط کھولیں گی (نامے کا پہلا فقرہ شروع ہوا) آپ سب سے پہلے دستخط کی طرف دیکھیں گی۔ دستخط ہی آپ کو ہر بات بتا دیں گے، ہر بات کی تشریح کر دیں گے، یہاں تک کہ مجھے اپنے آپ کو بجا ثابت کرنے یا تشریح کرنے کی ضرورت نہیں رہ جائے گی۔ اگر میں کسی طور سے آپ کی برابری کر سکتی تبھی ایسی گستاخی آپ کو ناگوار گزرتی۔ لیکن میں کہاں اور آپ کہاں؟ ہم دونوں ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ اور میں آپ کے سامنے اس درجہ ادنیٰ و حقیر ہوں کہ اگر

ہاں ابھی تو شکایت کا موقع نہیں دے سکتی۔"

آگے چل کر ایک دوسری عبارت میں اس نے لکھا تھا:

"میرے الفاظ کو ایک بیمار ذہن کی مریضانہ ترنگ نہ سمجھئے گا لیکن میرے لیے آپ ایک مکمل ہستی ہیں۔ میں نے آپ کا دیدار کیا ہے، ہر روز دیکھتی ہوں۔ میں نے آپ کی جانچ کی جسارت نہیں کی اور آپ کو کامل ہستی سمجھنے میں کسی دلیل سے کام نہیں لیا بلکہ محض دل سے مان لیا ہے۔ لیکن ایک بات ہے جس کے لیے میں آپ کے سامنے گنہگار ہوں اور وہ یہ کہ آپ سے محبت کرتی ہوں۔ کامل ہستی محبت کرنے کی شے نہیں ہو سکتی۔ اسے تو صرف کامل کی حیثیت سے دیکھنا چاہئے۔ یہی نا؟ مگر ہوا یہ کہ مجھے آپ سے محبت ہو گئی۔ اگرچہ محبت لوگوں کو برابر کی سطح پر لے آتی ہے، مگر آپ پریشان نہ ہوں، میں آپ کو اپنے مساوی یا برابر سمجھنے کا خواب میں بھی تصور نہیں کر سکتی۔ 'آپ پریشان نہ ہوں'۔۔۔ میں نے اوپر لکھا ہے۔ بھلا آپ میری وجہ سے کیوں پریشانی محسوس کرنے لگیں؟.. اگر ممکن ہوتا تو میں آپ کے نقوش پا کو بوسہ دیتی۔ توبہ، توبہ، میں آپ کو اپنے مساوی کیا سمجھوں گا!.. دستخط کی طرف دیکھئے۔ ذرا جلدی کیجیے، دستخط دیکھئے!"

"پھر بھی میں اندازہ لگاتی ہوں (اس نے دوسرے خط میں لکھا) کہ میں آپ کے نام کے ساتھ ان کا نام جوڑ رہی ہوں، ایک بار بھی یہ پوچھے بغیر کہ آیا آپ انہیں چاہتی بھی ہیں یا نہیں۔ وہ صرف ایک مرتبہ دیکھتے ہی آپ سے محبت کرنے لگے۔ انہوں نے آپ کو 'روشنی کی ایک کرن' سے تعبیر کیا۔ یہ ان کے الفاظ تھے جو خود انہی کی زبان سے سنے تھے۔ لیکن الفاظ کے بغیر بھی میں نے پوری طرح سمجھ لیا کہ آپ ان کی زندگی کی روشنی ہیں۔ میں ان کے ساتھ پورا ایک مہینہ بہت قریب رہ کر گزار چکی ہوں، تب میری سمجھ میں آیا کہ آپ بھی ان سے محبت کرتی ہیں۔ میرے لیے آپ اور وہ دونوں ایک ہیں۔"

(آگے چل کر لکھتی ہے) "ایسا کیوں؟ کل جب میں آپ کے قریب سے گزری تو آپ شرما کر سرخ ہو گئی تھیں؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔ مجھے ایسا تصور ہوا ہو گا۔ اگر آپ کو گندے سے گندے مجرموں کے اڈے پر لے جایا جائے اور وہاں بدی کو اس کی ساری عریانی کے ساتھ دکھایا جائے تب بھی آپ کو شرمانا نہیں چاہئے۔ آپ ایسی نہیں ہیں کہ کسی گری ہوئی حرکت پر خفا ہو جائیں۔ آپ ان سب کے لیے جو ذلیل اور سفلے ہیں، نفرت محسوس کر سکتی ہیں، خود اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے، ان کے لیے جن پر زیادتی کی گئی ہو۔ آپ کو تو کوئی رنج نہیں پہنچا سکتا۔ آپ جانتی ہیں، میرا خیال ہے آپ کو مجھ سے بھی محبت کرنی چاہئے۔ میرے لیے بھی آپ ویسی ہی ہیں جیسے ان کے لیے: ایک درخشاں روح، وہ فرشتہ ہے جو نفرت محسوس نہیں کر سکتا، محبت سے انکار نہیں کر سکتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ بلا استثنا سب سے، سارے انسانوں سے، اپنے قریبی لوگوں سے محبت کی جائے؟ یہ ایک سوال ہے جو میں نے اکثر اپنے آپ سے پوچھا۔ بے شک، یہ ممکن نہیں۔ یہ فطری بھی نہیں۔ نوع بشر کی محبت پالنے میں ایک شخص تقریباً ہمیشہ تنہا اپنی ذات سے محبت کرتا ہے۔ لیکن یہ ہمارے لیے ناممکن ہے، آپ کا معاملہ تو اور ہے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی نہ کسی سے محبت ہی نہ کی ہو، جبکہ آپ کسی موازنے سے بالاتر ہیں اور کسی شخصی ناراضی و خفگی سے بلند ہیں؟ تنہا آپ ہیں جو خود غرضی کے بغیر محبت کر سکتی ہیں۔ اکیلی آپ ہیں جو محبت کر سکتی ہیں خود اپنے لیے نہیں بلکہ اس کے لیے جس سے محبت ہو۔ میرے لیے یہ کیسی تلخ حقیقت ہوتی اگر معلوم ہوتا کہ

میری وجہ سے آپ نے شرم یا غصہ محسوس کیا! یہ ہے آپ کی تباہی: آپ اور بھلا میری سطح پر اتر آئیں!..

''کل آپ سے ملنے کے بعد میں گھر آئی تو ایک خاص تصویر کا خیال سوجھا۔ مصور صاحبان اکثر عیسیٰ مسیح کا انجیل کی کہانیوں کے مطابق نقش کھینچتے ہیں، مگر میں انہیں مختلف انداز میں بناتی۔ میں اپنے نقش میں انہیں بالکل تنہا دکھاتی۔۔۔ بہر حال ان کے حواریوں نے انہیں کبھی کبھی تنہا بھی چھوڑا ہے۔ میں ان کے پاس صرف ایک ننھا سا بچہ رہنے دیتی۔ بچہ ان کے برابر کھیل رہا ہے یا شاید طفلانہ انداز میں کوئی بات ان سے کہہ رہا ہے۔ مسیح اس کی بولی سن رہے ہیں۔ لیکن سنتے سنتے خیالوں میں کھو گئے اور ان کا ایک ہاتھ غیر شعوری یا خود فراموشی میں بچے کے صاف ستھرے سر پر رکھا رہ گیا۔ افق پر بہت دور کہیں ان کی نگاہیں جمی ہوئی ہیں۔ خیال، جو اتنا ہی لامحدود ہے جتنی ساری کائنات، ان کی آنکھوں میں بسا ہے۔ چہرہ ملول ہے۔ بچہ خاموش ہو گیا اور ان کے زانو پر کہنی رکھے جھکا بیٹھا ہے، ایک ننھا سا ہاتھ اپنے ایک رخسار پر دھرے ہوئے۔ ایسے غور سے ان کو تک رہا ہے جیسے بچے کبھی کبھی دیکھتے ہیں۔۔۔ اور سورج غروب ہو رہا ہے... یہ رہی میری تصویر! آپ مجسم معصومیت ہیں اور اسی معصومیت میں آپ کی کاملیت ہے۔ صرف اتنا ہی یاد رکھئے گا! رہا میرا جوش الفت آپ کے لیے۔۔۔ تو اس سے آپ کو کیا مطلب؟ آپ اب میری ہیں اور عمر بھر آپ کے پاس رہوں گی... میں عنقریب مر جاؤں گی۔''

آخر میں، بالکل آخری خط پڑھا:

''خدا کے لیے میرے بارے میں کچھ نہ سوچنا، نہ ہی یہ سمجھنا کہ آپ کو لکھتے ہوئے میں خود کو ذلیل کر رہی ہوں۔ اور یہ کہ میں اس مخلوق میں سے ایک ہوں جسے اپنی تذلیل سے لذت حاصل ہو، چاہے غرور کے مارے ایسا ہوتا ہو۔ نہیں، میں اور طرح سے طمانیت محسوس کرتی ہوں، اگرچہ اسے سمجھانا بھی مشکل معلوم ہوتا ہے۔ میں تو یہ خود اپنے آپ سے بھی کھول کر نہیں کہہ سکتی، گو یہ مجھے مستقل اذیت پہنچائے جاتی ہے۔ پھر بھی میں جانتی ہوں کہ میں غرور کا دورہ پڑنے پر بھی اپنی تذلیل نہیں کر سکتی۔ دل کی پاکیزگی سے خود اپنی تذلیل ایسی چیز ہے جس کی میں نااہل ہوں۔ مطلب یہ کہ میں کسی طور سے اپنی تذلیل نہیں کر رہی ہوں۔

''میں آپ دونوں کو کیوں ملانا چاہتی ہوں؟ آپ کے گئے یا اپنی خاطر؟ بے شک اپنی خاطر۔ کیونکہ بہت عرصہ پہلے خود کو سمجھا چکی ہوں کہ اسی میں میرے سارے مسئلوں کے حل موجود ہیں... میں نے سنا کہ آپ کی بہن ادے لائیدانے ایک مرتبہ میری تصویر کے بارے میں کہا کہ ایسے حسن کے ساتھ تو کوئی دنیا کو تہ و بالا کر سکتا ہے۔ تاہم میں نے دنیا کو تیاگ دیا ہے۔ آپ کو میرے یہ الفاظ مضحکہ خیز لگیں گے کیونکہ آپ نے مجھے گوٹے کنارے اور ہیرے موتی والے لباس میں ان شرابیوں اور نابکاروں کی معیت میں دیکھا تھا۔ براہ کرم ان سب کو نظر انداز کیجیے کیونکہ میں جانتی ہوں کہ میں نے زندہ رہنا تقریباً چھوڑ دیا ہے۔ خدا جانے میرے اندر میرے ذاتی نفس کے بجائے کون رہتا ہے۔ اور ایسا ہی کچھ میں ہر روز ان دو خوفناک آنکھوں میں پڑھتی ہوں جو مسلسل مجھ پر جمی رہتی ہیں بھلے وہ میرے سامنے نہ ہوں۔ یہ آنکھیں اب بے زبان ہیں (ہمیشہ خاموش) لیکن میں ان کے راز جانتی ہوں۔ اس کا گھر ویران اور بے رونق ہے اور اپنے اندر ایک راز چھپائے ہوئے ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کسی دراز میں پوشیدہ اس کے پاس ریشمی کپڑے میں لپٹا ایک استرا ہے، ٹھیک ویسا جیسا ماسکو

کے قاتل کے پاس تھا۔ وہ قاتل بھی ماں کے ساتھ تنہا ایک مکان میں رہتا تھا اور استر ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر رکھے ہوئے تھا۔ کسی کا گلا کاٹنے کے لیے۔ جن دنوں میں ان کے مکان میں رہتی تھی مجھے ہر وقت یہ تصور رہا کرتا کہ فرش کے تختوں کے نیچے کسی جگہ، کہیں پر، ایک لاش شاید اس کے باپ نے چھپا کر رکھی ہوگی یا سکووا لے قاتل کی طرح، روغنی کپڑوں میں لپٹی اور ژدانوف جراثیم کش دوا کے مرتبانوں سے گھری ہوئی۔ میں وہاں وہ گوشہ بھی دکھا سکتی تھی۔ وہ ہمیشہ خاموش رہا کرتا ہے۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ وہ مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے کہ اب نفرت نہ کرنا اس کے بس سے باہر ہو چکا ہے۔ آپ کی شادی اور میری شادی ایک ہی دن ہونی چاہیے ــــ ہم دونوں اس پر متفق ہیں۔ اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں۔ میں بے محض خوف و ہراس کے مارے مار ڈالتی... لیکن وہ مجھے پہلے قتل کرے گا... وہ ابھی ابھی ہنس دیا اور کہنے لگا کہ میرے دماغ کو گری چڑھ گئی ہے۔ اسے خبر ہے کہ میں آپ کو خط لکھ رہی ہوں۔"

ان خطوط میں اسی قسم کی بہت ساری بے معنی باتیں بھری تھیں۔ ان میں سے ایک خط، دوسرا خط باریک حروف میں بڑے سائز کے خط کے کاغذ پر دونوں طرف لکھا گیا تھا۔

آخرکار پرنس پارک کے اندھیرے سے باہر نکلا جہاں وہ ایک عرصے سے بھٹک رہا تھا، بالکل گزشتہ دن کی طرح۔ بے ابر، صاف شفاف رات معمول سے زیادہ روشن لگتی تھی۔ "کیا ابھی تک اتنا سویرا ہے؟" اس نے سوچا۔ (وہ اپنے ساتھ گھڑی لانا بھول گیا تھا۔) اس نے تصور کیا کہ کہیں دور سے موسیقی کی آواز آ رہی ہے۔ "عیش باغ سے غالباً" اس نے قیاس کیا۔ "یقیناً وہ لوگ آج رات ادھر تو گئے نہیں ہوں گے۔" جونہی اسے یہ خیال آیا اس نے دیکھا کہ وہ یپان شکن بنگلے کے باہر کھڑا ہے۔ پہلے ہی سے محسوس کر لیا تھا کہ اس کی سیر ٹھیک اسی مقام پر ختم ہونے والی ہے اور پھر دھڑکتے دل سے وہ برآمدے کی سیڑھیوں پر قدم رکھنے لگا۔ کسی سے اس کا سامنا نہیں ہوا۔ برآمدہ خالی تھا۔ کچھ دیر انتظار کیا اور وہ دروازہ کھولا جو ملاقاتیوں کے کمرے کی طرف کھلتا تھا۔ "یہ دروازہ تو کبھی مقفل نہیں رہتا تھا" یہ خیال اس کے ذہن میں آیا۔ لیکن یہ کمرہ بھی خال اور تقریباً تاریک تھا۔ وہ اس کمرے کے وسط میں پریشان کھڑا رہا۔ دفعتاً دروازہ کھلا اور الیکساندرا اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک شمع تھی۔ پرنس کو دیکھ کر وہ ٹھٹک کر رہ گئی جیسے کچھ سوال کرتی ہو۔ ظاہر تھا کہ وہ صرف کمرے کو پار کر رہی تھی ایک دروازے سے دوسرے دروازے کی طرف اور کسی کے وہاں پانے کا سان گمان تک نہ تھا۔

"آپ یہاں کیسے؟" اس نے بالآخر پوچھ لیا۔

"میں... صرف... چلا آیا۔"

"ممی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ نہ ہی اگلایا کی۔ ادے لائیدا سونے گئی ہے اور میں بھی چلی۔ ہم سب ساری شام اکیلے رہے۔ ابا اور پرنس ش۔ پیتر سبورگ میں ہیں۔"

"میں آ گیا... میں یہاں آیا ہوں... اب..."

"آپ جانتے ہیں کیا وقت ہو گیا؟"

"نا۔ نہیں تو..."

"ساڑھے بارہ بج رہے ہیں۔ ہم لوگ ایک بجے بستر پر چلے جاتے ہیں۔"

Scanned with CamScanner

''ارے، میں تو سمجھا تھا ساڑھے نو بجے ہوں گے۔''

''خیر کوئی بات نہیں'' وہ مسکرائی۔ ''آپ کچھ پیشتر کیوں نہ آئے؟ آپ کا شاید انتظار بھی تھا۔''

''میں نے سوچا...'' وہ دروازے کی طرف رخ کرتے ہوئے لڑکھڑایا۔

''اچھا، شب بخیر! کل سب کو اس حرکت پر ہنسی آئے گی۔''

وہ پارک کے گرد والے رستے پر چلتا ہوا اپنے بنگلے کی سمت چلا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا، خیالات گڈمڈ تھے اور ساری بات جیسے ایک خواب معلوم ہوتی تھی۔ اچانک ٹھیک پچھلی دو مرتبہ کی طرح جب خواب میں بالکل اسی موقع پر آنکھ کھل گئی تھی بالکل وہی سایہ اب اس کے سامنے کھڑا تھا۔ وہی عورت پارک سے نکلی اور اس کے مقابل کھڑی ہوئی۔ گویا وہ یہیں اس کے انتظار میں تھی۔ وہ چونک پڑا اور سکتے میں رہ گیا۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور مضبوطی سے دبایا۔ ''نہیں، یہ کوئی سایہ نہیں ہے!''

آخر کار وہ اس کے سامنے کھڑی تھی، قطعی بالمقابل، جدائی کے بعد پہلی بار۔ وہ اس سے کچھ کہہ رہی تھی، لیکن وہ خاموشی سے اس کی صورت تکتا رہا۔ دل درد سے دکھ رہا تھا۔ افوہ، یہ ایسی ملاقات تھی جو پھر کبھی عمر بھر نہ بھلا سکا اور جب بھی یاد کیا، دل اسی کرب سے تڑپنے لگا۔ وہ وہیں راستے پر اس کے سامنے گھٹنوں کے بل گر گئی جیسے کسی اثر سے گر گئی ہو۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا۔ لیکن اس نے پرنس کا ہاتھ چومنے کے لیے پکڑ لیا۔ اور جیسا کہ حال ہی میں ایک خواب میں دیکھا چکا تھا، اس کی لمبی پلکوں پر آنسو جھلملا رہے تھے۔

''اٹھو، اٹھ جاؤ!'' اسے اٹھانے کی کوشش کرتے، سہمی ہوئی سرگوشی میں کہا۔ ''جلدی سے کھڑی ہو جاؤ!''

''خوش ہو، نا؟ خوش ہو؟'' اس نے پوچھا۔ ''مجھے بس ایک لفظ میں بتاؤ۔ کیا اب خوش ہو؟ آج، اس لمحہ؟ اس سے ملنے گئے تھے؟ اس نے کیا کہا؟''

وہ بدستور دوزانو رہی اور اس کی ایک نہ سنی۔ جلدی جلدی سوال کیے جا رہی تھی، اسے بس کہنے کی جلدی تھی، ایسی جلدی گویا کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔

''میں کل یہاں سے چلی جاؤں گی جیسا کہ تم نے مجھے حکم دیا ہے۔ میں نہیں... یہ آخری موقع ہے تمہیں دیکھنے کا، بالکل آخری دیدار! واقعی بالکل آخری دفعہ ہے یہ!..''

''گھبراؤ نہیں، کھڑی ہو جاؤ!'' وہ مایوسی سے پکارا۔

وہ بڑے اشتیاق سے اس کا ہاتھ پکڑے سر سے پاؤں تک دیکھتی رہی۔

''الوداع!'' اس نے اٹھ کر آخر میں کہا۔ وہ تیز قدموں سے تقریباً دوڑتی ہوئی چلی گئی۔ پرنس نے رگوژین کو ناگاہ اس کے برابر نمودار ہوتے، اس کا بازو تھامتے اور اسے لے جاتے دیکھ لیا۔

''پرنس! میرا انتظار کرنا'' رگوژین چلایا۔ ''میں پانچ منٹ میں واپس آتا ہوں بس یہیں۔''

واقعی وہ پانچ منٹ میں واپس آ گیا۔ پرنس اس کا وہیں انتظار کر رہا تھا۔

''میں نے اسے گاڑی میں سوار کر دیا ہے'' اس نے کہا۔ ''دس بجے سے اس کونے پر گاڑی کھڑی تھی۔ تمہارا

انتظار ہو رہا تھا۔ اسے یقین کہ وہاں اس لڑکی کے یہاں آدھی رات گئے تک رہو گے۔ تم نے جو کچھ مجھے لکھا تھا میں نے ہو بہو اس تک پہنچا دیا۔ وہ اسے اب کبھی خط نہیں لکھے گی۔ اس نے وعدہ کیا ہے۔ اور تمہاری خواہش کے مطابق وہ کل یہاں سے روانہ ہو رہی ہے۔ تم سے آخری مرتبہ ملنے کی خواہش کی گو تم نے تو انکار کیا تھا۔ ہم وہاں ادھر اس بنچ پر بیٹھے، ادھر سے تمہاری واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔"

"کیا وہ خود تم کو اپنے ساتھ لائی؟"

"کیوں نہ لاتی؟" رگوژین نے بدتمیزی سے اپنے دانت نکالے۔ "میں نے اپنی آنکھوں دیکھا جو میں پہلے سے جانتا تھا۔ کیا میں نے وہ خط نہیں پڑھے ہیں؟ کیوں؟"

"کیا تم نے واقعی خط پڑھے تھے؟" پرنس نے اس خیال سے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

"اور کیا؟ ایک ایک خط اس نے مجھے خود دکھایا تھا۔ تمہیں وہ استرے والی بات یاد ہے، کہ نہیں ــــ ہی ہی؟"

"وہ بے عقل ہے!" پرنس اپنے ہاتھ ملتے ہوئے چیخا۔

"کون کہہ سکتا ہے؟ شاید کوئی نہیں" رگوژین نے ایسی دھیمی آواز سے کہا جیسے وہ خود سے کہتا ہو۔

پرنس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"اچھا، خدا حافظ" رگوژین نے کہا۔ "میں بھی کل روانہ ہو رہا ہوں، میرے متعلق برا خیال نہ رکھنا! سنو، میرے بھائی" اس نے تیزی سے مڑتے ہوئے اضافہ کیا "تم نے اس کے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا؟ اب خوش ہو، یا اب بھی نہیں؟"

"نہیں، نہیں، بالکل نہیں" پرنس ناقابل بیان رنج کے ساتھ پکارا۔

"تعجب ہوتا جو تم کہتے کہ 'ہاں'" رگوژین نے زہر خند کے ساتھ کہا اور مڑ کر دیکھے بغیر چلا گیا۔

حواشی:

(1) ایک قدیم روسی وزن کی اکائی 361 پونڈ کے برابر (ظ۔)

(2) پہاڑوں پر کسانوں کے چوبی مکان۔ (ظ۔)

(3) لومونوسوف، میخائیل (1711ء۔1760ء) عظیم روسی سائنس داں۔ (ایڈیٹر)

(4) گوگول، نکولائی (1809ء۔1856ء) عظیم روسی نثر نگار۔ (ایڈیٹر)

(5) فاموسوف الیکساندر گریگوریئیوف (1790ء۔1829ء) کی کلاسیکی طنزیہ کامیڈی "عقل کی چتا" (1823ء) کا ایک خاص کردار۔ فاموسوف ایک قدیم طرز کے روسی دولت مند گھرانے رکھنے والے زمیندار کی تمثیل پیش کرتا ہے۔ (ظ۔)

(6) جیوریوں کے ذریعے فیصلہ 1864ء میں قائم ہوا جو سرفلام کے خاتمے کے فوراً بعد روسی قانونی نظام کی اصلاح کے نتیجے میں شروع ہوا تھا۔ (ایڈیٹر)

(7) پوشکن، الیکساندر (1799ء۔1837ء) ــــ روس کا عظیم شاعر، عالمی ادب کی ایک ہستی۔ ایک فرانسیسی مہاجر دوآتھے کے ساتھ

ڈوئیل میں مارا گیا۔(ظا۔)

(8) ماسلے نیتسا۔۔۔ موسم سرما کو رخصت کرنے کا پرانا سلافی تہوار۔(ایڈیٹر)

(9) لڑکی، میں تجھ سے کہتا ہوں اٹھ جا۔(ایڈیٹر)

(10) انجیل میں یہ الفاظ مسیح کی زبانی آئے ہیں جو مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔(ایڈیٹر)

(11) ان سطروں کا اصل مصنف چارلس میلوآ (1782ء۔ 1816ء) نہیں تھا بلکہ نکولائی جوزیف لاؤرینٹ گلبرٹ (1751ء۔1780ء) فرانسیسی شاعر و طنز نگار۔(ایڈیٹر)

(12) دیدار کر لیں آپ کے پاکیزہ حسن

جو میری موت پر بھی ہیں ناسوگوار دوست
جب ان کا وقت آئے تو اچھا ہے یار دوست
الٰہی کی بھی آنکھیں بند کریں، اشکبار ہوں

(13) لیسے نیز۔۔۔ پیر فرانسوآ (1800ء۔1836ء)۔ تیسری دہائی کے درمیان کئی بھیانک سنگدلانہ قتل کے جرم میں مقدمہ چلانے کے لیے پیرس لایا گیا تھا۔(ایڈیٹر)

(14) سول افسران 1917ء سے پہلے یونی فارم پہنا کرتے تھے۔(ایڈیٹر)

Scanned with CamScanner

حصه چهارم

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

(1)

ہماری کہانی کے دونوں کرداروں کو سبز بنچ پر ملے ہوئے ایک ہفتہ گزرا تھا۔ ایک خوشگوار صبح کو ساڑھے دس بجے کے قریب واردرا پیٹ سن، جو کہیں میل ملاقات کے لوگوں میں گئی ہوئی تھی، اپنے گھر منہ لٹکائے، اداس اور فکرمند واپس آئی۔

ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنا جو ایک بار پوری کی پوری شخصیت کو، ان کی اہم خصوصیات اور صفات کے ساتھ بیان کر دے، بڑا مشکل کام ہے۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جنہیں عرف عام میں "سادہ یا معمولی"، "بڑی اکثریت" کے لفظوں سے یاد کیا جاتا ہے اور واقعی وہ کسی بھی سماج کی بڑی بھاری اکثریت ہوتے ہیں۔ ادیب حضرات اپنے ناولوں اور کہانیوں اور زیادہ تر یہی کوشش کرتے ہیں کہ سوسائٹی سے خاص نمونے کے کردار چن لیں اور انہیں اپنے خاص انداز میں فنکارانہ کمی بیشی کے ساتھ پیش کر دیں، لیکن یہ نمونے والے ٹائپ حقیقی زندگی میں شاذ و نادر ہی کبھی پورے کے پورے نظر آتے ہوں گے مگر اس کے باوجود خود حقیقت سے زیادہ سچے اور حقیقی ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً "پد کلے سن" کو لیجیے [1]، وہ اپنی ٹپی کل شکل میں، ممکن ہے کچھ مبالغہ آمیز نظر آئے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایسے کردار ہوا نہیں کرتے۔ نجانے کتنے سارے ذہین لوگوں نے گوگول کے بیان کیے ہوئے پد کلے سن کو پڑھتے ہی انگلی اٹھانا شروع کر دیا کہ ان کے بھلے مانس ملنے جلنے والوں اور دوستوں میں دس بیس نہیں، سینکڑوں ہیں جو پد کلے سن سے انتہائی مشابہت رکھتے ہیں۔ گوگول کی تحریر سامنے آنے سے پہلے بھی اپنے دوستوں میں اس قسم کے کرداروں سے واقف ضرور ہوں گے مگر یہ خبر نہیں تھی کہ ایسے ٹائپ پر پد کلے سن کا لیبل چپکایا جا سکتا ہے۔ سچ مچ کی زندگی میں دیکھیے تو یہ کہاں ہوتا ہے کہ اچھا خاصا دولہا عین شادی کے موقع پر کھڑکی سے کود کر بھاگ لے، کیونکہ اس طرح رفو چکر ہونے میں دوسری دشواریوں کا ذکر تو رہا ایک طرف، بجائے خود کود جانا بھی کافی دشوار کام ہے۔ پھر بھی خاصے لائق اور معقول لوگ ایسے ہوں گے جو سہرا بندھواتے وقت، شادی سے ٹھیک پہلے اپنے دل کی گہرائی میں پد کلے سن کی نوبت کو پہنچ کر اس کا اعتراف کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہر ایک شوہر ایک ایک قدم اٹھاتے وقت نہیں پکارتا کہ "Tu l'as voulu, George Dandin!" [2] لیکن خدا کی پناہ، کتنے لاکھوں کروڑوں مرتبہ یہ پکار شادی کا پہلا میٹھا مہینہ گزار چکنے کے بعد اور عین ممکن ہے شادی کے دوسرے ہی دن دنیا بھر کے شوہروں کے لیے سے نکلی ہوگی۔

چنانچہ ذرا وزنی قسم کی بحث و دلیل میں بڑے بغیر ہم صرف اتنا کہیں گے کہ کرداروں کا ٹپی کل یا نمونے کی ہستی ہونا ذرا نخالص ہو جاتا ہے، یہ سارے کے سارے جارج دانڈن اور پد کلے سن سچ مچ کا وجود رکھتے ہیں، روزانہ ہمارے سامنے ڈلے ہوئے ہیں، دوڑتے پھرتے ہیں مگر ان میں کسی قدر ملاوٹ ضرور ہوتی ہے۔ آخر میں سچائی کو کمی پیشی کی گنجائش

سے بچاتے ہوئے ہم یہ بھی بڑھا دیں کہ جوں کا توں جارج داندن، جیسی تصویر مولیر نے کھینچی ہے، ہو بہو ویسا ہی ہمیں اصلی زندگی میں بالکل اتفاق سے سہی، لیکن مل ضرور سکتا ہے، اور ہم اسی بیان پر اپنی یہ بحث تمام کیے دیتے ہیں جس میں اخبار اور رسالوں کی رائے زنی کا رنگ آ گیا ہے۔ کچھ بھی کہیے، تاہم ایک سوال ہمارے سامنے باقی رہ جاتا ہے: ناولسٹ ان سیدھے سادے لوگوں کے ساتھ، جو قطعی ''معمولی'' ہیں، کیا کرے، انہیں پڑھنے والوں کے سامنے کیسے پیش کرے کہ وہ تھوڑے بہت دلچسپ ضرور ہو جائیں۔ قصے کی رفتار میں ان کو بالکل نظر انداز کر جانا بھی نامناسب، کیونکہ یہی معمولی سے لوگ ہیں جو ہر دم اور اکثر و بیشتر روزمرہ کی زندگی کے سلسلے کی لازمی کڑی ہوتے ہیں، انہیں نظر انداز کر دینے کا مطلب یہ ہو گا کہ راست بیانی کے اصول کو توڑا جائے۔ ناول کو صرف ٹائپ کیرکٹروں سے پاٹ دینے میں، یا محض دلچسپی قائم رکھنے کی خاطر ناول کو عجیب و غریب اور انوکھے انہونے نمونوں سے بھر دینے میں صداقت کا رشتہ ہاتھ سے نکل جاتا ہے، بلکہ خود دلچسپی بھی غارت ہو سکتی ہے۔ ہمارے خیال میں ادیب کی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ان عام، سادھارن لوگوں میں بھی دلچسپ اور فکر انگیز رنگ تلاش کر کے ابھارے۔ مثال کے طور پر، جب کسی عام قسم کی ہستی کا اصل جوہر اس کی مستقل اور لازوال معمولیت کی صفت میں ہی پوشیدہ ہو، یا بہتر لفظوں میں یوں کہیے کہ ان ہستیوں کی انتہائی جان توڑ کوششوں کے باوجود کہ وہ کسی نہ کسی صورت معمولیت یا روش عام کے چکر سے باہر نکل آئیں، انجام یہ نکلے کہ وہ جوں کی توں اور ہمیشہ ایک ہی حال، ایک ہی روش عام پر قائم رہیں، تب ایسی ہستیاں بھی اپنے آپ میں آدمی کی ایک خاص قسم اور نمونے کی مخلوق بن کر رہ جاتی ہیں ــــ یعنی ایسا معمولی پن، جسے وہ بنے رہنا کسی قیمت پر گوارا نہیں ہوتا جو وہ حقیقت میں ہے، اور چاہے کچھ ہو جائے، چاہے اس میں آزادانہ روش کا ذرا نام و نشان تک موجود نہ ہو، لیکن وہ انوکھا پن اور آزادانہ روش دکھانے کے لیے مرا جاتا ہے۔

''معمولی'' یا ''عام'' مخلوق کی اسی صف میں ہماری زیر نظر کہانی کی بعض ہستیاں بھی آتی ہیں، جن کو اب تک (میں مانتا ہوں) پڑھنے والے کے سامنے پوری طرح پیش نہیں کیا گیا۔ چنانچہ وارورا، اس کا شوہر مسٹر پتیت سن اور اس کا بھائی گاوریلا اردالیونچ (گانیا) اس وضع کے لوگ ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر افسوس ناک بات کیا ہو گی کہ آدمی، مثلاً مالدار ہو، خاندانی ہو، وضع قطع، صورت شکل نہایت معقول، تعلیم اچھی خاصی، عقل سے بھی کورا نہیں، بلکہ شریفوں کے طور طریق، اور یہ سب ہونے پر بھی نہ اس میں کوئی ہنر ہو، نہ خاص لیاقت، نہ کوئی امتیازی شان، نہ اپنا کوئی ذاتی خیال یا رائے، ہمیشہ بس ایک بات پر اٹل کہ ''جیسے اور لوگ''۔ دولت تو ہے، روتھ شلیڈ کی سی بات نہیں، خاندان اونچا ہے، نامور ہے، مگر کبھی یوں نہ ہوا کہ کسی صنف میں خود نام پیدا کیا ہو، نک سک رکھ رکھاؤ سب موجود لیکن اس کا اظہار بہت ہی کم، تعلیم معقول مگر اس تعلیم کا استعمال کہاں اور کیسے کیا جائے، اس کا پتہ نہیں چلتا، عقل ہے مگر اپنے ذاتی فکر و نظر سے خالی، دل بھی ہے مگر اہل دل کا سا ظرف نہیں، وغیرہ وغیرہ۔ اور صفات میں بھی یہی حال۔ دنیا میں اس قسم کے لوگوں کی بے انتہا بہتات ہے، اس سے بھی کہیں زیادہ جتنی وہ نظر آتی ہے۔ اور تمام انسانی آبادی کی طرح وہ بھی دو خانوں میں تقسیم ہیں: ایک وہ جن کی نظر بہت محدود ہے، دوسرے جو ''بڑے دانا بینا'' ہوتے ہیں۔ پہلی قسم والے شاد با مراد رہتے ہیں۔ محدود نظر کے ''عام سے'' آدمی کے لیے، مثلاً، اس

سے زیادہ آسان کچھ نہیں کہ وہ خود کو اپنے طور پر غیر معمولی اور جدت پسند شمار کرے اور دل میں شک وشبہ لائے بغیر اسی تصور سے لطف اندوز ہوتا رہے۔ ہماری بعض صاحبزادیوں کو صرف اپنے بال ترشوا کر، نیلی عینک آنکھوں پر چڑھا کر، خود کو نہلسٹ (منکر) کہنے کی دیر ہوتی ہے کہ وہ اپنی جگہ یقین کر بیٹھتی ہیں کہ رنگین عینک چڑھاتے ہی ایک دم ان کی نظر "ذاتی رائے" اور عقیدے کی حامل ہوگئی ہے۔ کسی شخص نے اپنے دل میں کہیں سے عام انسانی احساس یا اعلا جذبات کا ایک قطرہ ٹپکتا محسوس کرلیا اور بس اتنے میں ہی یہ سمجھ بیٹھا کہ اب میری طرح سے محسوس کرنے والا کوئی نہیں اور عام معیار ترقی میں اس کا قدم سبھوں سے آگے پہنچ گیا ہے۔ بعض لوگ تو کسی اچھوتے خیال کے محض لفظ لے اڑے یا کسی کی تحریر کا ایک صفحہ، اول وآخر جانے بغیر، پڑھ لیا اور اسی کو کافی مان کر خوش فہمی میں مبتلا ہوگئے کہ یہ ان کے "ذاتی خیالات" ہیں، جن کی خاص ذہن شریف میں ولادت ہوئی ہے۔ اس قسم کے واقعات میں 'سادہ لوحی کی بے حیائی، اگر یہ ترکیب درست ہو تو، حیرت انگیز حد تک پہنچ جاتی ہے۔ یقین کرنا مشکل ہے لیکن قدم قدم پر اس کی مثالیں ملتی رہتی ہیں۔ سادہ لوحی کی یہ بے حیائی، احمق آدمی کی اپنی خداداد قابلیت پر یہ اٹل خوش فہمی گوگول نے لیفٹیننٹ پیراگوف کا ٹائپ دکھانے میں کمال کردیا ہے۔ پیراگوف کو دور دور بھی شبہ نہیں ہوتا کہ وہ جی نی یس ہے، دوسرے جتنے جی نی یس ہیں ان سب سے اعلا خداداد ذہانت اس کو ملی ہے۔ اس کی خوش فہمی یہاں تک پختہ ہے کہ اس کے بارے میں کبھی سوچنے کا بھی وادار نہیں ہوتا۔ اور پھر اس کے یہاں سوال جواب کی گنجائش بھی کہاں رہ گئی تھی۔ آخر اس عظیم ادیب (گوگول) کو مجبوراً اپنے تخلیق کیے ہوئے پیراگوف کے بدن پر کوڑے لگوانے پڑے تاکہ پڑھنے والے کے احساس اخلاق وشرافت کے ساتھ جو زیادتی ہوئی ہے اس کی تلافی کردی جائے، لیکن جب دیکھا کہ وہ بڑا آدمی بدن جھاڑ ٹھیک ٹھیک ہوگیا اور سزایابی کے بعد اپنی طاقت واثر جمانے کی خاطر کیک کھانے پر جٹ گیا، تو مصنف نے بے بسی میں اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے اور پڑھنے والے کو اسی حال میں چھوڑ دیا۔ مجھے ہمیشہ سے یہ بات چبھتی رہی ہے کہ گوگول نے بڑے آدمی پیراگوف کو اتنے کم حیثیت عہدے پر رکھ دیا، کیونکہ پیراگوف اس قدر خود پرستی کا شکار ہے کہ اس کے لیے سب سے آسان کام تھا یہ تصور جمالینا کہ جس رفتار سے اس پر سال بہ سال عہدوں کی نوازش بڑھتی اور "یکے بعد دیگرے" ترقیوں کی بارش ہوتی جارہی ہے تو وہ غیر معمولی منصب، مثلاً فوجی کمانڈر کے درجے تک پہنچ ہی جائے گا۔ محض تصور کرلینے پر بس نہیں، بلکہ اس میں شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ــــ جب جنرل تک جا پہنچا تو فوجی کمانڈر ہونے میں کیا کسر ہے؟ پھر اسی کینڈے کے لوگوں میں کتنے ایسے ہوتے ہیں جو میدان جنگ میں سب کچھ تلپٹ کر ڈالتے ہیں؟ خود ہمارے اہل قلم میں، اہل علم میں، پرچارکوں میں کتنے سارے پیراگوف گزرے ہیں۔ میں نے کہا "گزرے ہیں"، لیکن یقیناً آج بھی موجود ہیں....

ہماری اس کہانی کا ایک کردار گاوریلا ارادالیوچ ایولگین دوسرے خانے کا ہے۔ وہ آدمیوں کی اس صف سے تعلق رکھتا ہے جو "بڑے دانا بینا" ہوتے ہیں اگرچہ اس کے سارے وجود میں سر سے پیر تک اوریجنل یا جدت پسند ہونے کی تمنا سرایت کیے ہوئے تھی۔ لیکن جیسا کہ ہم اوپر دیکھ آئے ہیں، اس صف کے لوگ پہلے والوں سے کہیں زیادہ خوشی سے محروم رہا کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ عقلمند "عام سا" آدمی، اگر اس خوش فہمی میں مبتلا بھی ہو (بلکہ عمر بھر اسی میں مبتلا رہے) کہ اسے بڑی دور کی سوجھتی ہے، بڑا انوکھا اور جدت پسند ہے، تب بھی دل میں شک وشبہ کا کپڑا پلتا رہتا ہے، جو اس

نوبت کو پہنچا دیتا ہے کہ یہ عقلمند شخص آخر میں بالکل ٹوٹ کر رہ جاتا ہے۔ اگر کبھی ہتھیار ڈال بھی دے تو نجات نہیں، اندرونی خود پسندی ٹیڑھی میڑھی ہو کر اس کے تن بدن میں زہر گھول دیتی ہے۔ ضمناً یہ عرض کرتے چلیں کہ ہم نے ایک انتہائی مثال چنی ہے۔ اس طرح کے عقلمند والے خانے کے لوگوں کی بہت بھاری اکثریت میں معاملات ایسی دردناک صورت اختیار نہیں کرنے پاتے۔ ممکن ہے عمر کی آخری منزل پر آ کر جگر خراب ہو جائے اور بس۔ پھر بھی ہوتا یہ ہے کہ جھک جانے یا ہتھیار ڈال دینے سے پہلے اس قماش کے لوگ بہت مدت تک تلملاتے رہتے ہیں نوجوانی کے دور سے لے کر تقدیر سے راضی برضا ہو جانے تک، اپنی سی کیے جاتے ہیں صرف اور بجز ہونے کی تمنا میں۔ عجب عجب واقعات نظر کے سامنے آتے ہیں: صرف انوکھے پن کی بے تابی میں بعضا شریف ایماندار آدمی بہت ہی گھٹیا حرکت کرنے پر اتر آتا ہے۔ ایسا بھی دیکھنے میں آیا کہ خوشی خرمی سے محروم ان لوگوں میں کوئی شخص نہ صرف یہ کہ ایماندار ہے، بلکہ نیک دل انسان ہے، اپنے کنبے کا پیٹ پالتا ہے، اپنی محنت مشقت سے صرف اپنوں کا نہیں، برایوں کے خورد و نوش کا بھی بوجھ اٹھائے رہتا ہے۔ مگر اس سے کیا؟ زندگی میں اسے چین نہیں پڑتا۔ یہ خیال کہ وہ اپنے انسانی فرائض اتنی خوش اسلوبی سے ادا کرتا رہا، یہ خیال بھی نہ اسے راحت دینے پاتا ہے، نہ تسلی کو کافی ہوتا ہے، بلکہ اس کے برخلاف وہ اور زیادہ خود سے الجھتا ہے کہ "دیکھو، عمر بھر میں بھی کس جھنجھٹ میں پڑا رہا، کن کن فکروں نے میرے ہاتھ پاؤں باندھے رکھے، یہ کیا روگ پال لیا جس نے مجھے بارود کی ایجاد کا سہرا باندھنے سے روکے رکھا! اگر یہ الجھنیں مول نہ لی ہوتیں تو شاید میں کوئی نہ کوئی دریافت دنیا کو دے جاتا۔۔۔ بارود کی ایجاد نہیں تو امریکہ کی دریافت، معلوم نہیں کونسی، لیکن کوئی نہ کوئی دریافت میرے ہاتھوں انجام ضرور پاتی!" ان صاحبان میں خاص صفت یہ پائی جاتی ہے کہ واقعی عمر بھر انہیں پتہ نہیں چلنے پاتا کہ کیا دریافت کرتا ہے اور جیتے جی کس چیز کی ایجاد یا دریافت کی تیاری میں لگے رہے۔۔۔ وہ بارود تھی یا امریکہ؟ لیکن نئی چیز ڈھونڈ نکالنے کی کسک اور سوز تمنا ان میں اتنی ہوتی ہے کہ کولمبس یا گلیلیو کو پوری پڑے۔

گاوریلا اراداليونچ اسی راہ کا تو وارد تھا، مگر ابھی اس کی شروعات ہی تھی۔ ابھی اسے بہت پاپڑ بیلنے تھے۔ اپنے اندر کوئی خاص جوہر نہ ہونے کا کانٹا دل میں لگاتار کھٹکتے رہنا اور پھر اسی کے ساتھ خود کو یہ پختہ یقین دلانے کی تمنا کہ وہ اوروں سے بڑھ کر آزادانہ روش رکھنے والا آدمی ہے، دونوں نے مل کر بہت پہلے، تبھی سے، جب مسیں بھیگ رہی تھیں، اس کے دل میں ہلچل مچا رکھی تھی۔ وہ حسد اور ایک دم بھڑک اٹھنے والی تمناؤں کا شکار نوجوان تھا جو شاید جنم سے ہی اعصابی ہیجان میں مبتلا رہا ہوگا۔ ترنگوں کی تیزی کو اس نے ان کی طاقت کا راز سمجھ رکھا تھا۔ بعض اوقات جب سر میں کوئی سودا سماتا تو وہ اس پر آمادہ ہو جاتا تھا کہ آنکھ بند کر کے آگ میں کود پڑے، لیکن جہاں وہ آگ میں اندھا دھند کود پڑنے کا لحہ آیا کہ ہمارے اس سورما کو فوراً ہوش آ جاتا اور وہ فیصلہ کن قدم اٹھانے سے رک جاتا تھا۔ یہی چیز اسے مارے ڈالتی تھی۔ ممکن ہے کہ کسی صورت حال میں، محض اپنے کسی خواب کی تعبیر کی خاطر، نیچ سے نیچ حرکت پر اتر آنے اور کر گزرنے کی ٹھان لیتا اور کر گزرتا، لیکن، گویا پہلے سے طے شدہ ہو، ہمیشہ یہ ہوتا رہا کہ جہاں معاملہ آخری حد پر پہنچا کہ وہ انتہائی گھٹیا حرکت کر گزرنے سے ٹھٹک کر کچھ زیادہ ہی معقول اور شریف آدمی ثابت ہوا۔ (چھوٹے موٹے گھٹیا معاملے میں البتہ اسے کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی تھی۔) اسے اپنے خاندان کی غریبی اور گراوٹ دیکھ کر گھن آتی تھی اور جی کڑھتا رہتا تھا۔ اور تو اور، ماں

کے ساتھ بھی وہ ناک چڑھا کر، تحقیر کے ساتھ پیش آیا کرتا تھا، حالانکہ اسے خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ اسی ماں کے ننگ و ہوس اور کیرکٹر کی بدولت نہ صرف پورے گھرانے کا بلکہ خود اس کی اپنی اٹھان اور حیثیت کا بھرم بنا ہوا ہے۔ جنرل۔یان ٹین کے ہاں قدم رکھتے وقت اس نے خود کو فوراً سمجھا لیا: ''اگر مجھے نیچ حرکت کرنی پڑی تو اس کو بھی آخری حد تک پہنچا کر دم لوں گا، مگر بازی جیتنی ہے، بہر حال'' تاہم شاید ہی کبھی نیچ پن کی آخری حد کو پہنچا ہو۔ اب کوئی پوچھے کہ نیچ پن پر اتر آنے کی اسے سوجھی ہی کیوں بھلا؟ اگلایا کی طرف سے تب اسے ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا، لیکن کبھی اس معاملے کا دامن ہاتھ سے نہ دیا، ڈھیل دیتا گیا کہ کیا خبر کب بات بن جائے، مگر کبھی اس پر اعتبار نہ آیا کہ اگلایا کی نظر میں اپنا اعتبار پیدا کر لے گا۔ پھر جب وہ نستاسیا فلی یوونا والا قصہ چلا تو ایک دم اسے خیال آیا کہ لے دے کے ساری جیت روپے کی ہے۔ ''جب نیچ پن کرتا ہے تو بس وہی کر ڈالتا ہے'' ان دنوں وہ روزانہ اپنے آپ سے کہا کرتا اور خود کو تھپک لیتا لیکن کسی قدر کھٹک ہوتی رہتی تھی کہ ''مگر کر بازی چلنی ہے تو کہیں جھجکنا نہیں'' ہر بار وہ اپنی ہمت بندھاتا ''عام مخلوق ایسے حالات میں ٹھٹک کر رہ جائے، مگر ہم کوئی عام مخلوق تو ہیں نہیں!'' اگلایا کو ہاتھ سے کھونے اور حالات کے ہاتھوں نکلے جانے کے بعد اس نے بالکل ہمت ہار دی، اور واقعی وہ رقم پرنس کے ذریعے لوٹانے آیا جو اس دیوانی عورت نے اس کے منہ پر پھینک ماری تھی اور ایک دیوانے کے ہاتھ سے اسے ملی تھی۔ رقم واپس کرنے پر وہ بعد میں ہزار بار پچھتایا، اگرچہ یہ بھی درست ہے کہ اسی حرکت پر برابر خود ستائی بھی کرتا رہا۔ سچ بات ہے کہ تین دن مسلسل، جب تک پرنس پیتر سبورگ میں رہا، گادریلا عرف گانیا روتا ہی رہا۔ مگر ان تین دن میں اسے پرنس کی صورت سے نفرت بھی ہو چلی کیونکہ وہ اسے ترس بھری نظروں سے دیکھتا رہتا تھا، حالانکہ دیکھنے کی بات یہ تھی کہ اس نے اتنی بڑی رقم اٹھا کر واپس کر دی ''جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں تھی''۔ مگر اسی کے ساتھ ایک شریفانہ اقرار اس حقیقت کا کہ یہ ساری خلش اور یہ کسک صرف دبی کچلی خود پسندی کی مستقل اذیت ہے، یہ اسے برابر دردناک کچوکے دیئے جا رہا تھا۔ کافی وقت گزر چکا تب جا کر اس نے سارے معاملات پر نظر ڈالی اور مان لیا کہ اگلایا جیسی نادان اور عجیب ہستی سے واسطہ رکھنے کا انجام کچھ اور بھی نکل سکتا تھا۔ پشیمانی دل کو چبانے لگی۔ اپنی ملازمت چھوڑ کر وہ اداسی اور بے دلی میں ڈوب گیا۔ اپنے بہنوئی پتیت سن کے خرچ پر ماں باپ سمیت رہنے لگا اور کھلے عام پتیت سن سے نفرت بھی کیے جاتا تھا۔ نفرت کے باوجود اس کے مشورے اور ہدایات بھی سنتا رہتا، اور اتنا سعادت مند بن گیا کہ قریب قریب ہمیشہ اس کی صلاح لیا کرتا تھا۔ مثلاً وہ اس بات پر جھنجھلاتا تھا کہ پتیت سن کو روتھ شیلڈ جیسا کروڑ پتی بننے کی کیوں نہیں سوجھتی، کیوں نہیں اسے اپنی منزل مقصود بناتا۔ ''بھئی، جب تم ساہوکار ہو تو پھر ساہوکار کی انتہا تک جاؤ، لوگوں کو نچوڑو، ان سے روپیہ اگلواؤ، ایک شخصیت بنو، یہودیوں کے بادشاہ بن جاؤ!'' پتیت سن اپنی طبیعت سے خاکسار اور ٹھنڈا آدمی تھا۔ سنتا اور مسکرا دیتا، لیکن ایک بار البتہ اسے وزن و وقار کے ساتھ گانیا کے سامنے کھل کر اپنی پوزیشن واضح کرنی پڑی اور ذرا سلیقے سے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اس نے ثبوت سمیت سمجھایا کہ میں کوئی بے ایمانی نہیں کرتا، خواہ مخواہ مجھے یہودی ہونے کا طعنہ دیتے ہو، اب اگر روپے کی یہ قیمت ملی ہو تو اس میں میرا کیا قصور، میں تو کھرا سودا کرتا ہوں ایمانداری کے ساتھ، اور سچ پوچھو تو ان سودوں میں میری حیثیت دلال کی ہے۔ اور آخری بات یہ کہ لین دین کے معاملات میں اس قدر چوکس اور کھرا پن برتتا ہوں کہ اچھے معنی میں سب سے اوپر کے لوگوں میں میری ساکھ بن گئی ہے اور کاروبار برابر پھیلتا جاتا

ہے۔ ''روتھشیلڈ تو نہیں بنوں گا، کسی حالت میں نہیں'' اس نے مسکرا کر اتنا اور بڑھا دیا ''لیکن ہاں، لیتے گئایا جیسے شاندار علاقے میں ایک گھر ضرور کھڑا کرلوں گا، بلکہ ممکن ہے، ایک نہیں، دو گھر، بس، یہیں تک ہے اپنی دوڑ''۔ یہ کہہ کر دل میں سوچنے لگا ''وہ ہی کیوں، کون جانے تین گھر ہوں!'' مگر دل کی بات زبان پر نہیں لایا، آرزو پوشیدہ رکھی۔ اس طرح کے لوگ فطرت کے منظور نظر ہوتے ہیں وہ پتیت سن جیسوں کو تین تین بلکہ چار چار بنگلوں کے انعام سے نوازتی ہے، خاص وجہ اس کی یہ کہ وہ بچپن سے ہی باخبر رہتے ہیں کہ ہمیں روتھ شیلڈ نہیں بننا۔ مگر یہ بھی ہے کہ فطرت کے انعام کا سلسلہ چار گھر سے آگے ہرگز نہیں چلتا اور پتیت سن کا معاملہ وہیں پہنچ کر ہمیشہ کے لیے رک جاتا ہے۔

اس سے سراسر مختلف ہستی تھی گانیا کی بہن وارورا۔ آرزوئیں اس کی بھی زبردست ہوتی تھیں، لیکن ان میں اشتعال کے بہ نسبت استقلال زیادہ تھا۔ وارورا میں، ایسے وقت جب معاملہ اپنے آخری مرحلے پر آجائے تو، ہوشمندی بلا کی تھی، مگر وہاں تک پہنچنے سے پہلے بھی وہ ہوش کا دامن نہیں چھوڑتی تھی۔ درست ہے کہ وہ انہی ''معمولی'' لوگوں میں سے تھی جنہیں جدت پسندی کے خواب آتے ہیں، لیکن ہاتھ کے ہاتھ وہ یہ بھی مان لینے کی گنجائش نکال لیتی تھی کہ میرے ہاں کسی خاص اور یجنلٹی کا نام ونشان تک نہیں، اس کے بارے میں بہت دعوے بھی نہیں کرتی تھی، شاید اس خیال سے کہ مخصوص قسم کی خودداری کو ٹھیس نہ لگنے پائے۔ اس نے زندگی میں پہلا عملی قدم بہت دھڑلے سے اٹھایا اور وہ یہ کہ مسٹر پتیت سن سے شادی کرلی۔ مگر یہ قدم اٹھاتے وقت اپنے دل کو یوں نہیں سمجھایا تھا کہ ''نیچ پن کرنا ہے تو بس کر گزرنا ہے، ہمیں اپنے کام سے مطلب''۔ اس کی جگہ بڑا بھائی گاوریلا ہوتا تو وہ اس طرح کہے بغیر نہ رہ سکتا (قریب قریب یہی بات وہ اپنی بہن کے اس فیصلے کی تائید کرتے وقت اس کے منہ پر کہہ گزرا تھا)۔ بلکہ اس کے برخلاف ہوا یہ کہ وارورا اردالیونو دنانے شادی کا قطعی فیصلہ کرنے سے پہلے اپنا پکا اطمینان کرلیا کہ میرا ہونے والا شوہر خاصا انکسار پسند، پسندیدہ، تھوڑا بہت تعلیم یافتہ آدمی ہے اور کسی حالت میں بھی کوئی بڑی گھٹیا حرکت اس سے سرزد نہیں ہونے والی۔ رہا چھوٹا موٹا سفلہ پن، تو ان سے وارورا نے درگزر کیا کہ چھوٹی باتیں ناقابل اعتنا ہوتی ہیں۔ اور پھر یہ بھی کہ کہاں نہیں ہوتیں۔ آئیڈیل کہاں ڈھونڈھنے سے ملتا ہے؟ ساتھ ساتھ یہ بھی جان چکی تھی کہ پتیت سن سے شادی کرنے میں وہ اپنی ماں، باپ اور بھائیوں کو رہنے کا ٹھکانہ مہیا کردے گی۔ بڑے بھائی کو مصیبت میں دیکھا تو اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہوگئی اور پچھلی خاندانی ناگواریوں کو یکسر نظرانداز کردیا۔ بعض اوقات پتیت سن دوستانہ انداز میں سہی، سرکاری ملازمت لینے کے لیے ٹھوکے دیتا رہتا تھا ''تم یوں تو جنرلوں اور جرنیلی کو حقارت سے دیکھتے ہو'' وہ مذاق کے لہجے میں کہہ دیتا ''اور دیکھنا کہ یہ سب کے سب ایک دن اپنی اپنی باری سے جنرل کے عہدے پر پہنچ کر دم لیں گے ــــ زندگی رہے گی، خود دیکھ لینا۔'' گانیا سن کر دل ہی دل میں طنزیہ سوچتا ''بھلا، انہوں نے کیسے سوچا کہ مجھے جنرل اور جرنیلی ناپسند ہے؟'' وارورا نے اپنے بھائی کی مدد کی نیت سے ایک سبیل نکالی کہ میدان عمل ذرا وسیع کیا جائے۔ اس نے جنرل یپان چین کے گھرانے میں راہ بنائی، راہ بنانے میں بچپن کی یادوں نے بڑا کام کیا کیونکہ وارورا اور گانیا بہن بھائی اسی خاندان کے بچوں میں کھیل کود کر بڑے ہوئے تھے۔ یہاں ایک بات جتاتے چلیں کہ اگر کہیں وارورا نے یپان چین والوں میں آمدورفت کے ساتھ کوئی غیر معمولی آرزو وابستہ کر رکھی ہوتی تو شاید خود ہی فوراً اس قماش کے لوگوں سے اپنا رشتہ توڑ لیتی جس قماش میں اپنے آپ کو شمار کرتی تھی: ان

وہاں کے ہاں آنا جانا شروع کیا تو کسی خواب و خیال کی ڈور ڈھیلی نہیں چھوڑ دی، بلکہ پہلے خوب جانچ پڑتال، ناپ تول سے کام لیا۔ اس نے یہاں چین گھرانے کے مزاج کو بنیاد بنایا۔ سب سے چھوٹی اگلایا کی طبیعت کا اور چھور پانے میں کسر نہ چھوڑی اور آخر یہ بیڑا اٹھایا کہ ان دونوں کو، یعنی اگلایا اور اپنے بھائی کو موڑ کر پھر ایک دوسرے کے قریب لے آئے۔ اس کوشش میں کامیابی نصیب ہوئی ہوگی، ممکن ہے کہیں نہ کہیں ٹھوکر بھی کھائی کہ بھائی کی طرف سے کچھ زیادہ ہی توقع رکھی ہو، لیکن ایسی بات کی توقع جس پر وہ ہرگز، کسی صورت سے تیار نہ تھا۔ بہر حال یہاں چین والوں کے ہاں اس کی سرگرمی نہایت ہوشیاری اور احتیاط سے چلتی رہی۔ کئی ہفتے تو اس نے بھائی کا نام تک درمیان میں نہ آنے دیا، ہمیشہ انتہا درجے کی راست بازی اور خلوص سے کام لیتی رہی، سیدھے سبھاؤ مگر بڑے رکھ رکھاؤ کے ساتھ۔ جہاں تک اپنے ضمیر کی گہرائی کا تعلق ہے، وہاں میں جھانکنے سے کبھی نہیں ہچکچائی اور نہ کبھی کسی بات پر اسے پچھتانے کی نوبت آئی۔ یہی صفت تھی جس نے اسے مالدار بنایا۔ البتہ ایک کوتاہی تھی جو اسے اپنے اندر بعض اوقات کھٹکتی رہتی تھی اور وہ یہ کہ اسے بھی غصہ آ جاتا تھا، خود پسندی میں مبتلا تھی، بلکہ اندر ہی اندر دبی کچلی خود نمائی کا مرض پل رہا تھا؛ خصوصاً جب وہ یہاں چین والوں کے گھر سے نکلنے کو ہوتی تو ہر بار نکلتے وقت دل میں یہ احساس چٹکیاں لیا کرتا تھا۔

چنانچہ، جیسا کہ ہم پہلے بتا آئے ہیں، وہ فی الوقت اسی گھرانے سے گردن لٹکائے، اداس اور فکرمند واپس آئی تھی۔ اس اداسی میں کوئی نہ کوئی تلخ طنزیہ تبسم بھی جھانک رہا تھا۔ پتیت سن ان دنوں پاولوفسک میں ایک بدنما سے مگر کافی کشادہ چوبی مکان میں مقیم تھا جو کچی غبار آلود سڑک کے کنارے کھڑا تھا۔ یہ مکان عنقریب پوری طرح اس کی ملکیت میں آنے والا تھا اور ابھی سے کسی کے ہاتھ فروخت کرنے کی بات چل رہی تھی۔ باہر کی سیڑھیاں چڑھتے وقت وارورا کو مکان کے بالائی حصے میں ہنگامہ خیز شور سنائی دیا۔ غور سے سننے پر پتہ چلا کہ بڑے بھائی اور باپ میں چیخ پکار مچی ہوئی ہے۔ ہال کمرے میں پہنچی تو دیکھا کہ بھائی گانیا کمرے میں ادھر سے ادھر تیز قدم لپک رہا ہے، طیش میں چہرہ فق ہے، بس نہیں چلتا کہ اپنے بال نوچ ڈالے، یہ دیکھتے ہی اس نے برا سا منہ بنایا اور حال سے بے حال ہو کر، ٹوپ اتارے بغیر صوفے میں دھنس گئی۔ خوب سمجھ بوجھ کر کہ اب اگر میں نے منٹ بھر چپ لگائے رکھی اور بھائی سے یہ آگے پیچھے لپکنے کا سبب نہ پوچھا تو یقیناً آگ بگولہ ہو جائے گا، واریا نے آخر مہر سکوت توڑی اور سوال کے انداز میں صرف اتنا کہا:

"وہی پہلے والی بات؟"

"پہلے والی کیا ہوتی ہے جی!" گانیا بے اختیار چیخا۔ "پہلے والی انہیں، لعنت ہو، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا، یہاں کیا آفت برپا ہے۔ پہلے والی نہیں! بڑے میاں کا تو دماغ چل گیا... اماں الگ حلق پھاڑے جا رہی ہیں۔ خدا کی قسم، واریا، تمہاری جو بھی مرضی ہو، مگر میں بڑے میاں کو گھر سے نکال باہر کروں گا، ورنہ... ورنہ پھر میں ہی تم لوگوں سے دور نکل جاؤں گا" یہ بعد والا حصہ اس نے غالباً کچھ سوچ کر بڑھا دیا کیونکہ اتنے میں اسے ہوش آ گیا ہوگا کہ دوسرے کے گھر سے کی کوئی نکالنے کا حق اسے نہیں پہنچتا۔

"کچھ برداشت سے کام لیتا" واریا نے دبی زبان سے تسلی دی۔

"کیسی برداشت؟ کس کی برداشت؟" گانیا پھٹ پڑا۔ "ان کی بیہودگیوں کی برداشت؟ نہیں، آگے جو تمہاری

مرضی، یہ نہیں ہوسکتا! نہیں ہوسکتا، ہرگز نہیں، بالکل نہیں! ذرا طور طریق تو دیکھو: خود قصوروار اور بڑھ بڑھ کے کڑکڑاتے ہیں۔ 'مجھے یہ گیٹ نہیں چاہئے، کٹہرا ہٹا دو یہاں سے!'۔ تمہیں کیا ہوا؟ تمہاری صورت بدلی ہوئی ہے!"

"صورت تو ویسی ہی ہے" واریا نے ذرا خفگی سے جواب دیا۔

گانیا غور سے اس کی صورت تکتا رہا۔

"وہاں گئی تھیں کیا؟" اس نے سوال کیا۔

"وہاں۔"

"ذرا ٹھیرنا، پھر چیخ پکار مچی ہوئی ہے! بڑے شرم کی بات ہے، وہ بھی ایسے وقت میں!"

"ایسے، کیسے وقت میں؟ کوئی ایسا خاص وقت تو ہے نہیں۔"

گانیا اپنی بہن کے چہرے پر اور بھی نظر گاڑ کر دیکھنے لگا۔

"کچھ خیر خبر ملی؟" اس نے دریافت کیا۔

"کوئی نئی بات تو معلوم نہیں ہوئی کم از کم۔ خبر یہ ملی کہ وہ سب معاملہ صحیح ہے۔ میرے شوہر نے جو کہا تھا تو ہم دونوں سے زیادہ صحیح کہا تھا۔ شروع میں ہی جو قیاس تھا ان کا وہ سچ نکلا۔ کہاں ہیں وہ؟"

"گھر پر نہیں ہیں۔ کیا سچ نکلا؟"

"پرنس سے اس کا رشتہ پکا ہوگیا ہے، نسبت طے ہے۔ مجھے بڑی بہنوں نے بتا دیا۔ اگلایا بھی راضی ہے۔ اب اس بات پر کوئی پردہ نہیں ڈالتا۔ (اب تک تو اس قدر رازداری برتی جاتی تھی ان لوگوں کے ہاں۔) ادے لائیدا کی شادی پھر ٹل گئی تاکہ دونوں چھوٹی بڑی بہنوں کی شادی ایک ساتھ ایک دن نمٹ جائے۔ واہ، کیا شاعرانہ بات ہے! شاعری معلوم ہوتی ہے۔ تم کیا کمرے میں بلاوجہ دوڑے پھر رہے ہو، جاؤ، دو دو شادیوں کے ایک موقع کے لیے کچھ شعر ویر لکھ ڈالو۔ آج شام ان کے یہاں پرنس بیلوکونسکایا آنے والی ہیں؛ بڑے وقت سے آئی ہیں۔ مہمانداری رہے گی۔ پہلے سے تعارف ہے، مگر آج اسے، پرنس کو، ان کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ لگتا ہے کہ منگنی کا اعلان ہو جائے گا۔ بس اتنی سی بات کا خطرہ ہے کہ کمرے میں بھرے مہمانوں کے سامنے جب وہ داخل ہو تو کہیں کچھ گرا نہ دے، توڑ نہ دے، یا یہ کہ خود ہی ڈھیر نہ ہو جائے! اس سے کچھ بعید نہیں۔"

گانیا بہت غور سے سنتا رہا، لیکن بہن کو حیرت اس بات پر تھی کہ ایسی ہوش اڑا دینے والی خبر کا اس پر اتنا اثر نہیں ہوا کہ ہاتھوں کے طوطے اڑ جاتے۔

ذرا سوچ کر وہ بولا "تو کیا ہوا، یوں تو ہونا ہی تھا۔ مطلب یہ کہ قصہ ختم!" اس نے عجب سے تمسخر کے ساتھ بہن کو جواب دیا اور نظر بچا کر اس کی صورت تکنے لگا۔ ابھی تک وہ کمرے میں آگے پیچھے ٹہلے جا رہا تھا مگر اب رفتار دھیمی پڑ گئی تھی۔

"یہ بھی اچھا ہوا کہ تم اسے فلسفیانہ رنگ میں دیکھتے ہو۔ سچ کہوں، مجھے تو اس کی خوشی ہے" واریا بولی۔

"ہاں، سر کا بوجھ اترا! اور نہیں تو کم از کم تمہارا تو اترا۔"

Scanned with CamScanner

''معلوم ہوتا ہے کہ میں نے تمہارا کام بڑی لگن سے کیا، نہ بحث کی، نہ تمہیں تنگ کیا، تم سے پوچھا تک نہیں کہ اگلایا سے آخر تمہیں کون سی راحت و مسرت کی جستجو ہے۔''

''تو کیا۔ تم سمجھتی ہو، مجھے اگلایا سے کسی راحت و مسرت کی تلاش تھی؟''

''بس کرو، براہ کرم، فلسفہ مت بگھارو اب۔ تلاش تو ضروری تھی تمہیں۔ بہت ہوا، ہم کافی بیوقوف بن چکے۔ منہ پر کہہ دوں کہ مجھے خود تو اس معاملے میں کبھی کوئی وزنی بات نظر نہیں آتی تھی، پھر بھی سوچا 'تدبیر کر دیکھیں' جو بھی ہو، میں نے اس میں ہاتھ ڈالا۔ اگلایا کی طبیعت کے کھلنڈرے پن سے امید بندھتی تھی، مگر اصل بات یہ کہ تمہارا دل ٹھنڈا کرنے کی خاطر یہ سودا مول لیا۔ نو بٹا دس ناکامی کا چانس تھا۔ مجھے تو اب تک معلوم نہیں کہ خود تمہارے دل میں کیا سمائی ہے۔''

''ہاں، اب تم اور تمہارے شوہر، دونوں مجھے سرکاری نوکری کی پٹی پڑھایا کرو گے، مستقل مزاجی اور قوت ارادی کے درس دو گے، چھوٹی موٹی باتوں کو نظر انداز نہ کرنے کی اور جانے کیا کیا، تعلیم دی جائے گی۔ مجھے سب نوک زبان ہے پہلے سے'' گانیا قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

''اب انہیں کوئی نئی سوجھی ہے'' واریا نے سوچا۔

''ان لوگوں کو سناؤ۔ خوش ہیں ناماں باپ؟'' اچانک گانیا پوچھ بیٹھا۔

معلوم ہوتا ہے کہ نہیں۔ تم خود سوچ سکتے ہو۔ ایوان فیودروویچ تو مطمئن ہیں؛ ماں کو دھڑکا لگا ہے۔ کیونکہ منگیتر کی حیثیت سے، وہ اسے پہلے ناپسند کرتی تھی؛ معلوم تو ہے۔''

''میں یہ نہیں پوچھ رہا تھا۔ منگیتر وہ قطعی بے جوڑ اور بے معنی ہے، اس میں کیا شک۔ میں نے تو پوچھا کہ اب کیا رنگ ہیں؟ اب وہاں کیسے ہیں؟ اس نے باضابطہ رضامندی دے دی؟''

''اس نے ابھی تک 'نا' تو نہیں کہا۔ اور بس۔ وہ اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ تمہیں تو معلوم ہو وہ آج کے دن تک کتنی چونچلوں والی اور شرم و حیا کی ماری لڑکی رہی ہے: بچپن میں اتنا جھینپتی تھی کہ الماری میں جا چھپتی تھی، دو دو تین تین گھنٹے اندر بند رہتی تھی کہ مہمان کا سامنا نہ ہونے پائے۔ ڈیل ڈول تو نکال لیا، پھر بھی مزاج ویسا ہی ہے۔ تم سمجھے، مجھے کچھ ایسا خیال پڑتا ہے کہ ان لوگوں کے ہاں کوئی نہ کوئی کانٹے کی بات ہے، خود اس لڑکی کی طرف سے بھی۔ کہتے ہیں کہ پرنس پر وہ قہقہے مار کر ہنسا کرتی ہے صبح سے رات تک، کہ کہیں اصلیت نہ کھل جائے۔ لیکن روزانہ غالباً کوئی بات آہستہ سے ان کے کان میں ڈالنے کی ترکیب اسے آتی ہے، کیونکہ پرنس صاحب جو ہیں تو ان کے قدم زمین پر نہیں پڑتے، چہرہ دمک رہا ہے... سنا ہے کہ ہونق آدمی ہیں پرلے درجے کے۔ انہی کے ہاں سننے میں آئی یہ بات۔ مجھے یہ بھی لگا کہ میرے منہ پر انہوں نے، بڑی والیوں نے، میرا مذاق اڑایا۔''

گانیا آخر منہ چڑھانے لگا۔ ممکن ہے واریا نے جان بوجھ کر یہ قصہ کچھ زیادہ ہی کرید ڈالا ہو، تاکہ بڑے بھائی کے خیالات کی ٹوہ لی جائے۔ مگر اتنے میں اوپر سے پھر ایک چیخ سنائی دی۔

''میں انہیں گھر سے باہر کر دوں گا!'' گانیا چمک کر بولا، گویا اپنی اداسی کا سلسلہ توڑنے کا بہانہ ملنے پر خوش ہو گیا ہے۔

''تب وہ ہمیں پھر ذلیل و رسوا کرتے پھریں گے کل کی طرح۔''

''کیسے، کل کی طرح، کیا مطلب؟ کیا کل بھی...'' گانیا بہن کی بات سن کر ایک دم بدحواس ہو گیا۔

''افوہ، خدایا، تمہیں نہیں معلوم کیا؟'' واریا نے گھبرا کر کہا۔

''کیا کہا؟.. کیا سچ، وہ ان کے ہاں گئے تھے کل؟'' گانیا نے چونک کر پوچھا۔ شرم اور طیش کے مارے اس کا چہرہ تمتمانے لگا ''توبہ ہے، تم تو وہیں سے آ رہی ہو! کیا تمہیں کچھ سن گن ملی؟ بڑے میاں وہاں گئے تھے؟ گئے تھے یا نہیں؟''

گانیا یہ کہتے ہی دروازے کی طرف جھپٹا لیکن واریا نے اسے لپک کر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

''کیا ہوا تمہیں؟ کہاں چلے تم؟ اب انہیں نکالا تو وہ اور بھی خرابی کر دیں گے۔ سب کے پاس جا کر رونا روئیں گے!..''

''وہاں کیا کر آئے؟ کیا کہہ ڈالا؟''

''وہ خود تو کچھ ٹھیک ٹھیک بتا نہیں سکے اور سمجھے بھی نہیں۔ اتنا ہے کہ سب کو سمجھا دیا۔ ایوان فیودروویچ کے پاس پہنچے تھے، وہ ملے نہیں گھر پر، تو بیگم صاحبہ کی صدا لگائی۔ اول تو ان سے پوچھتے رہے کہ کہاں کہاں کون سی آسامی خالی ہے تاکہ نوکری کر لیں، پھر ہم سب کی شکایتیں لے کر بیٹھ گئے۔ میری شکایت، میرے شوہر کا رونا، خاص کر تمہارا دکھڑا... پتہ نہیں کیا کچھ کہتے رہے۔''

''تم پتہ نہیں چلا سکیں؟'' گانیا ایسے تڑپ کر بولا گویا اعصاب میں اینٹھن ہو۔

''پتہ کیا خاک چلنا تھا! انہیں تو شاید خود بھی ہوش نہ ہوگا کہ کیا کہے جا رہے ہیں اور ممکن ہے ان لوگوں نے مجھے پورا نہ بتایا ہو۔''

گانیا سر تھام کر ایک کھڑکی کی طرف لپکا، واریا دوسری کھڑکی کے پاس بیٹھ گئی۔

''عجب مسخری چھوکری ہے یہ اگلایا بھی'' واریا آپ سے آپ بولی ''مجھے جانتے جاتے روکا اور کہنے لگی 'میری طرف سے اپنے ماں باپ کو خاص، ذاتی طور پر، جھک کر آداب کہئے گا اور سنئے، غالباً چند روز میں مجھے موقع مل جائے گا آپ کے والد صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا۔' بڑی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔ کیسی عجیب بات ہے!..''

''مذاق اڑانے کو تو نہیں، مذاق میں تو نہیں؟''

''یہی تو بات کہ مذاق میں نہیں، اسی میں تو ہے عجوبہ پن۔''

''اس لڑکی کو ہمارے بڑے میاں کا حال معلوم ہے یا نہیں، کیا خیال ہے تمہارا؟''

''گھر والوں میں تو اس کی خبر ہے نہیں، اتنا تو میں یقینی طور پر جانتی ہوں، البتہ تمہارے پوچھنے پر خیال آیا کہ عجب نہیں جو اگلایا کو خبر ہو اس بات کی۔ بس اسی اکیلی کو خبر ہوتی کیونکہ جب وہ اتنی سنجیدگی سے آداب تسلیمات کہلوا رہی تھی تو بہنیں بھی تعجب میں پڑ گئی تھیں۔ خاص ہمارے ابا کو ہی کیوں چنا آداب کے لیے؟ اسے اگر کچھ خبر ہے تو ظاہر ہے پرنس نے ہی بتایا ہوگا!''

''یہ پتہ چلانا کیا مشکل ہے کہ کس نے بتایا ہوگا۔ چور! بس اسی کی کسر رہ گئی تھی۔ ہمارے خاندان میں چور موجود

وہ بھی خاندان کا سربراہ!"

"واہیات بالکل!" واریا نے چوٹ محسوس کر کے کہا "پینے پلانے کا چکر ہے، اور کچھ بھی نہیں۔ بھلا کس کو یہ بھی ہوگی؟ الیپدیف، پرنس؟.. خوب ہیں دونوں، عقل کے کولہو۔ مجھے ان کا کوڑی بھر یقین نہیں۔"

"بڑھو چور اور شرابی" گانیا نہایت تلخی سے کہتا گیا "میں مفلس، بہنوئی ساہوکار، اگلایا کی رال ٹپک پڑتی ایسے رئیس پر! کیا کہنا، لاجواب!"

"یہ جو بہنوئی ہے نا ساہوکار، یہ تم کو..."

"روٹی دیتا ہے۔۔۔ یہی نا؟ تکلف مت کرو، کہہ ڈالو۔"

"غصہ آ گیا تمہیں ناحق" واریا نے خود کو پیتے ہوتے کہا "تم کچھ بھی نہیں سمجھتے، ابھی تک اسکول کے لڑکے ہو۔ تم سوچتے ہو کہ ان سب وجہوں سے تم اگلایا کی نظروں میں گر سکتے تھے؟ تب تو تمہیں اس کی طبیعت کا رخ نہیں معلوم۔ وہ لکی ہے کہ اول درجے کے رشتہ دینے والے سے منہ پھیر کر بڑی خوشی سے کسی بھک مرے اسٹوڈنٹ کے ساتھ کہیں چھت یا اٹاری پر مرر رہنے کو بھاگ لے۔ یہ ہے اس کی تمنا! تمہاری سمجھ میں کبھی نہ آیا کہ اگر تم جم کر، سر اونچا کر کے ہمارے حالات کا دوٹوک سامنا کر لیتے تو اس لڑکی کی نظر میں تمہاری کیا شان ہوتی۔ پرنس نے یہی لھاسا لگایا اور پھانس لیا، کیونکہ اول تو اس نے جال نہیں بچھایا، دوسرے یہ کہ سب کی نظر میں احمق تھا۔ اس ایک کی خاطر اگلایا نے پورے خاندان کو تہ و بالا کر رکھا ہے اور اس میں مزا لے ہی رہی ہے۔ ہائے، تم تو کچھ بھی نہیں سمجھتے!"

"خیر دیکھیں گے آگے، سمجھیں یا نہ سمجھیں" گانیا مکھم طریقے سے بدبدایا "بس ایک بات ہے جو مجھے گوارا نہیں۔ اگلایا پر بڑے میاں کا احوال کھل گیا۔ مجھے خیال تھا کہ پرنس تحمل سے کام لے گا، بتائے گا نہیں۔ اس نے تو لیپدیف کے منہ کو لگام دی تھی۔ جب میں کرید رہا تھا تو مجھ تک سے ساری بات نہیں کہی..."

"مطلب یہ کہ، تم نے خود دیکھا کہ پرنس کے بغیر ہی سارے معاملے کی خبر ہو گئی۔ اب تمہیں کرنا بھی کیا؟ کس بات کی امید ہے؟ اب اگر تھوڑی بہت امید ہو سکتی ہے تو صرف اس طور پر کہ اس کی نظروں میں تم ستم زدہ اور زخم خوردہ بن کر سماؤ۔"

"اس کی جذباتی کشش رہی ایک طرف، جو آفت مچے گی اس سے وہ ڈر جائے گی۔ سب کچھ ایک حد میں، ایک مقررہ حد میں چاہئے۔ تم سب ایک جیسے لوگ ہو نا۔"

"اگلایا اور ڈر کر رہ جائے؟" واریا بپھر گئی، بھائی کو تحقیر سے دیکھتے ہوئے بولی "واقعی ہے تمہاری روح میں گھٹیا پن! کوڑی کام کے نہیں۔۔۔ تم سب ایک جیسے! ہونے دو، جو وہ مسخرے پن کی اور اوٹ پٹانگ حرکتیں کرتی رہتی ہے، مگر ایک خوبی کہ ہم سب سے ہزار بار زیادہ شریف طبیعت کی ہے وہ۔"

"اچھا، اچھا، یوں سہی، ناراض مت ہو" گانیا نے پھر خود پسندی سے ہنکارا بھرا۔

"مجھے تو صرف اماں پر ترس آتا ہے" واریا نے کہنا جاری رکھا "ڈرتی ہوں کہ یہ ابا والا قصہ ان کے کان تک نہ

[illegible] کا ہوا آتا ہے مجھے!"

''غالباً پہنچ ہی گئی ہے'' گانیا نے رائے ظاہر کی۔

وار یا اٹھنے والی تھی کہ اوپر ماں کے پاس جائے، مگر پھر ٹھہر گئی اور غور سے بھائی کو تکنے لگی۔

''ان سے بھلا کس نے کہا ہوگا؟''

''ایپولیت نے، قطعی اسی نے۔ میں جانوں اس کے دل کو پہلی ٹھنڈک اسی سے پڑنے والی تھی کہ جیسے ہی ہمارے ہاں قدم رکھا، فوراً اماں کے پاس پہنچ کر انہیں سارا ماجرا سنا ڈالا۔''

''مگر اسے کہاں سے پتہ چلا؟ ذرا یہ تو بتاؤ براہ کرم۔ پرنس نے اور لیبید یف نے تو ہونٹ سی لیے تھے، رہا کولیا تو اسے خود کچھ نہیں معلوم۔''

''ایپولیت کا کیا، اس نے خود معلوم کر لیا ہوگا۔ تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ یہ کیسا چالاک کیچوا ہے۔ چھٹا ہوا فواد باز، ایسی ناک ہے کہ ہر جگہ بدبودار باتیں سونگھ لیتا ہے، فتنے اٹھاتا ہے، ادھر کی ادھر کرتا پھرتا ہے۔ مانو، مت مانو، مجھے تو یقین ہے کہ اس نے اگلایا کو ہاتھ میں لے رکھا ہے! اب تک نہیں تو اب لے لے گا۔ رگوژین کی بھی اس سے خوب پٹتی ہے۔ تعجب ہے کہ پرنس کی نظر کیسے چوک گئی! اب وہ میرے معاملے میں بھانجی مارنے کے لیے کیسا مچلتا ہوگا! آج سے نہیں، بہت دنوں سے جانتا ہوں کہ مجھے اپنا ذاتی دشمن شمار کرتا ہے، ایسا کیوں ہے؟ خود اسے کیا لینا دینا، مرنے کو تیار بیٹھا ہے، میری تو سمجھ میں نہیں آیا۔ خیر، تم دیکھ لینا، وہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، میں ہی اس کا بگاڑ دوں گا۔''

''تو پھر تم نے اسے گھر میں جگہ ہی کیوں دی اگر اتنی نفرت ہے تو؟ کیا واقعی وہ اس قابل ہے کہ اس کا کچھ بگاڑا بھی جائے؟''

''تم نے ہی تو مشورہ دیا تھا کہ اپنے ہاں جگہ دے دو۔''

''میں سمجھی تھی کہ وہ کام کا آدمی ہوگا؛ تمہیں خبر ہے کیا ہوا؟ اسے اب خود اگلایا سے پیار ہو گیا ہے، خط بھی لکھتا ہے اسے۔ مجھ سے پوچھ گچھ ہوئی تھی اس بارے میں... میں تو جانوں بیگم صاحبہ لیزاویتا کو خط لکھنے کی کسر رہ گئی ہے، بس۔''

''اس معنی میں خطرناک نہیں ہوگا!'' گانیا نے کڑوی ہنسی کے ساتھ رائے ظاہر کی ''سچ کہوں تو یوں نہیں، تمہارا نشانہ ٹھیک نہیں بیٹھا۔ یہ کہ ایپولیت اس کی محبت میں پڑ گیا، کچھ تعجب نہیں، کیونکہ ابھی چھوکرا ہی ہے! مگر... پھر بھی وہ بڑی بی کو گمنام خط لکھنے سے رہا۔ یہ اس قدر کینہ ور، رذیل اور خود پسند مخلوق ہے کہ بس!.. مجھے یقین ہے، خوب معلوم ہے کہ اس نے مجھے بڑی بی کے سامنے چلتا پرزہ بنا کر رکھ دیا تھا اور وہیں سے اس کی شروعات ہوئی۔ مانتا ہوں کہ مجھ سے حماقت ہوئی کہ شروع میں اس پر اعتبار کر لیا؛ میں سمجھا تھا کہ پرنس سے خار کھانے کے سبب وہ میرے کام کا نکلے گا۔ بڑا ہی چالاک کیچوا ہے! اور اب اس کی اصلیت کھلی ہے پوری طرح۔ وہ جو چوری کا معاملہ تھا، وہ اس چھوکرے نے اپنی ماں سے، کپتان کی بیوہ سے سنا۔ بڑے میاں نے اگر ایسی حرکت کی تو اسی عورت کی خاطر کی۔ آپ سے آپ، بلا سبب، مجھے بتانے لگا کہ 'جنرل' نے اس کی ماں سے چار سو روبل کا وعدہ کیا ہے، وہ بھی یوں ہی، نہ کوئی موقع، نہ محل، از خود چار سو کی رقم دینے کا وعدہ۔ تب ساری بات میری سمجھ میں آ گئی۔ اور یہ چھوکرا جو میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے، ذرا مزہ لے لے کر دیکھ رہا تھا! یقین جانو، اماں کو بھی اسی نے خوش خوش بتا دیا ہوگا، صرف اس نیت سے کہ ان کا دل پھٹ جائے۔ مر کیوں نہیں جاتا کہ

بات کیے دیتا ہوں، خدارا؟ تین ہفتے میں مرنے پر کمر باندھ رکھی تھی اور اب اس پر موٹا پاچڑھ رہا ہے! اب تو اسے کھانسی کا دورہ بھی نہیں پڑتا۔ کل شام ہی کہہ رہا تھا کہ آج دوسرا دن ہے جو کھانسی میں خون نہیں آیا۔"

"اسے نکال باہر کرو۔"

"مجھے اس سے نفرت نہیں، ہیچ پوچ سمجھتا ہوں" گانیا نے نخوت سے کہا "خیر، یوں سہی، چلو، اس سے نفرت سہی!" وہ نہایت طیش میں چیخ پڑا "یہ میں اسے جتا بھی دوں گا جب وہ تکیے پر سر رکھے دم توڑ رہا ہوگا! کاش تم نے اس کا وہ "اعتراف نامہ" پڑھا ہوتا تو تم جانتیں، توبہ ہے، کیسی سادہ لوح بدتمیزی تھی وہ! لفظ بہ لفظ پیراگوف بنا تھا، نزدریوف [3] بنا تھا اس ڈرامے کا، اور دیکھو تو ہاتھ بھر کا چھوکرا! اس وقت میرا بس چلتا تو خوشی سے ایسا ہاتھ رسید کرتا کہ اس کے ہوش اڑ جاتے۔ اب سبھوں سے انتقام لیتا پھرے گا کہ اس وقت نشانہ چوک گیا تھا... مگر یہ کیا ہو رہا ہے؟ پھر وہی شور پکار؟ آخر یہ ہے کہ ہوا؟ مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو سکتا۔ پتیت سن! یہ کیا چل رہا ہے؟ آخر اس ہنگامے کا کہیں خاتمہ بھی ہونے والا ہے کہ نہیں؟... یہ... یہ کیا..." گانیا نے پتیت سن کو پکار کر کہا جو کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔

لیکن اب یہ شور اور نزدیک آ گیا، یکا یک دروازہ چوپٹ کھلا، بڑے میاں جنرل ایولگین فوں فاں کرتے، ٹھناتے، بدحواس، آپے سے باہر بڑھے اور پتیت سن پر جھپٹے۔ ان کے پیچھے ان کی بیوی نینا الیکساندروونا تھیں، کولیا تھا اور سب کے پیچھے ایپولیت۔

(2)

ایپولیت آج پانچ دن سے پتیت سن کے گھر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ یہ ایسی بات تھی جیسے بالکل قدرتی ہو، بغیر کہنے سنے، اس میں اور پرنس میں بلا حیل حجت؛ نہ صرف یہ کہ پرنس اور ایپولیت میں کوئی تکرار نہیں ہوئی، بلکہ دیکھنے میں گویا دونوں نے دوستانہ جدائی اختیار کی ہو۔ گاوریلا اردالیونچ، جسے واقعے کی رات ایپولیت سے اتنی کد تھی، تیسرے ہی دن آپ سے آپ اس سے ملنے چلا آیا، غالباً کوئی خاص فوری خیال اس کا دامن کھینچتا لایا ہو۔ نجانے کیوں رگوژین بھی اس بیمار کے پاس آنے جانے لگا۔ پرنس کو شروع میں تو یہ خیال رہا کہ اس "بچارے لڑکے" کے حق میں بہتر ہوگا کہ وہ ان کے گھر کے کہیں اور اٹھ جائے۔ چنانچہ جب ایپولیت وہاں سے چلنے لگا تو اس نے ظاہر بھی کر دیا کہ پتیت سن کے ہاں رہنے جا رہا ہے "جو اس قدر نیک نفس آدمی ہے کہ اسے رہنے کا ٹھکانا دے دے گا"، مگر ایک بار بھی زبان پر گانیا کا نام نہ لایا، اگرچہ گانیا کا ہی اصرار تھا کہ ایپولیت کو یہاں اس مکان میں رہنے دیا جائے۔ گانیا نے یہ بات تبھی نوٹ کر لی تھی اور دل میں ناگواری کے ساتھ رکھ بھی لی تھی۔

بہن سے جب گانیا نے کہا کہ بیمار کا حال اب اچھا ہے تو وہ حق بجانب تھا۔ واقعی ایپولیت کو پہلے سے کافی افاقہ تھا اور اس کی صورت دیکھتے ہی بہتری کا اندازہ ہو جاتا تھا۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو اسے کچھ جلدی نہ تھی، سب کے پیچھے، تمسخر اور دل کے کھوٹ والی مسکراہٹ لیے ہوئے چل رہا تھا۔ بیگم نینا الیکساندروونا بہت ڈری سہمی اندر آئیں (اس چھ مہینے کے عرصے میں ان کی حالت میں بڑا فرق آ گیا تھا، دبلی ہو گئی تھیں؛ بیٹی بیاہ چکنے اور اسی کے گھر میں کنبے سمیت آ جانے کے بعد سے انہوں نے اولاد کے معاملات میں ظاہراً دخل دینا بند کر دیا تھا۔) کولیا فکرمند تھا اور ذرا بجھن میں گرفتار؛ بقول خود

''جنرل کی خبط الحواسی'' میں بہت سا اس کی سمجھ سے باہر تھا اور واقعی فی الحال جو اس گھر میں ہنگامہ برپا تھا اس کی بنیادی وجہیں کولیا کو معلوم ہی نہیں تھیں۔ البتہ اتنا ضرور سمجھ چکا تھا کہ باپ اتنا سٹھیا گیا ہے کہ بات بات پر، موقع بے موقع کے جاتا ہے، اتنا بدل گیا ہے کہ گویا وہ آدمی ہی نہیں رہا جو پہلے کبھی تھا۔ اسے یہ چیز بھی پریشان کر رہی تھی کہ بڑے میاں نے پچھلے تین دن سے شراب چکھی تک نہیں تھی۔ کولیا کو خبر تھی کہ لیبید یف سے اور پرنس سے باپ کی ناچاقی ہی نہیں، جھگڑا بھی ہو گیا ہے۔ وہ گھر میں آیا تو اپنی ذاتی کمائی سے وادکا کا ایک ادھا بھی لیتا آیا تھا۔

''اچھا ہے، ٹھیک تو ہے اماں'' نیچے اترنے سے پہلے وہ اپنی ماں بیگم جنرل کو راضی کر رہا تھا ''اماں، اچھا ہے، پی لینے دو انہیں۔ تین دن ہو گئے انہوں نے چھوٹی تک نہیں۔ طبیعت بگڑتی ہو گی نا۔ ٹھیک ہے، میں تو انہیں وہاں، قرض داروں کی جیل تک میں شراب پہنچا دیا کرتا تھا...''

جنرل نے دروازہ چوپٹ کھول دیا اور چوکھٹ پر دھم سے کھڑے ہو گئے جیسے برہمی کے مارے کانپ رہے ہوں۔

''جناب عالی'' اونچی آواز میں صاحب خانہ پتیت سن کو انہوں نے ہانک لگائی ''جناب، اگر آپ نے واقعی فیصلہ کر لیا ہے کہ ایک انگوٹھا چوستے اور بے دین لڑکے کو اس باعزت بوڑھے آدمی پر، اس آدمی پر جو اس کا، یعنی کم از کم آپ کی بیوی کا باپ ہونے کا شرف رکھتا ہے، جو اپنے آقائے نامدار شہنشاہ کی خدمت کر چکا ہے، اس پر ترجیح دیں گے تو جناب میں آج اس وقت سے آپ کے دولت خانے پر قدم بھی نہیں رکھوں گا۔ اب آپ چن لیں، فوراً دونوں میں چن لیں: یا تو میں، یا یہ... برما! جی ہاں، برما! میں نے بلا ارادہ کہا، لیکن ہے یہ برما! کیونکہ یہ شخص میرے سینے میں سوراخ کیے جا رہا ہے، برما رہا ہے۔ عزت احترام کا نام تک نہیں... برما کہیں کا!''

''ڈانٹ کھولنے والا کا ٹنا نہیں؟'' ایپولیت نے ترمیم پیش کی۔

''نہیں، کاٹنا نہیں۔ کیونکہ میں تیرے سامنے ایک جنرل ہوں، کوئی بوتل نہیں ہوں۔ میرے پاس شاہی تمغے ہیں، میڈل ہیں... اور تو، تو بس ٹھینگا۔ اب یا تو وہ، یا میں! حضور والا، ابھی اسی دم فیصلہ کر لیں!'' وہ پھر پتیت سن پر برس پڑے۔ اتنے میں کولیا نے کرسی ان کی طرف بڑھا دی اور جنرل ایولگین نڈھال ہو کر اسی میں ڈھیر ہو گئے۔

''اچھا ہوتا، آپ ذرا آرام کر لیتے... سو لیتے'' بری طرح پھنسے ہوئے پتیت سن نے دبی زبان سے کہا۔

''تو، اور اوپر سے ڈانٹ ڈپٹ بھی کر رہے ہیں!'' گانیا نے بہن سے آدھی آواز میں کہا۔

''سو جاؤں!'' جنرل پھر چیخے ''میں پیے ہوئے نہیں ہوں حضور والا، آپ میری توہین کر رہے ہیں۔'' وہ پھر کرسی سے اٹھتے ہوئے کہتے گئے۔ ''مجھے دکھائی دیتا ہے، یہاں سب کچھ میرے خلاف ہو گیا ہے، سب کچھ اور سب کے سب۔ بس، بہت ہوا! اب میں چلتا ہوں... مگر آپ جانتے ہیں، جناب عالی، آپ کو خبر ہے کہ...''

انہیں جملہ پورا کرنے نہیں دیا گیا اور پھر وہیں بٹھا دیا، ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی گئی۔ گانیا طیش کے مارے ایک کونے میں ہو رہا۔ نینا الیکساندروونا تھرتھراتی اور روتی رہی۔

''بھلا میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے، کاہے کی شکایت ہے؟'' ایپولیت دانت نکالتے ہوئے چیخا۔

Scanned with CamScanner

"نہیں، تم نے تھوڑی بگاڑا؟" نینا الیکساندروونا نے ایک دم ٹوکا "تمہیں تو خاص طور سے شرم آنی چاہئے۔ ایک بوڑھے بزرگ کو اتنی بیدردی سے ستاتے ہوئے... اور وہ بھی تم جیسی پوزیشن میں ہو کر۔"

"اول تو یہ فرمایئے کہ مجھ جیسی پوزیشن میں ہونے کا کیا مطلب بی بی جی! میں آپ کی بڑی عزت کرتا ہوں، ہاں کر آپ کی، ذاتی طور پر، مگر..."

"یہ لڑکا نہیں، برما ہے!" جنرل پھر چیخے "اس نے میری روح، میرے دل کو چھید ڈالا ہے! جب دیکھو، مجھے بے دین بنانے پر تلا رہتا ہے! سمجھ لے کہ ابھی تو پیدا بھی نہیں ہوا تھا کہ میں تمغوں اور میڈلوں سے لد چکا تھا۔ اور تیری ہستی کیا، جلن کا مارا کیڑا، دو ٹکڑوں میں کٹا ہوا، کالی کھانسی سے... اور کینہ اور بے دینی سے موت کے منہ میں پڑا ہوا... تجھے گھر یا یہاں لایا ہی کیوں؟ سب میری چھاتی پر چڑھے جاتے ہیں، پرایا اور اپنا بیٹا، دونوں!"

"بس کیجیے، بہت ٹریجیڈی کر چکے!" گانیا نے چیخ کر کہا "شہر بھر میں ہمیں رسوا نہ کریں تو غنیمت ہے!"

"کیا کہا، دودھ پیتے صاحبزادے، تمہیں رسوا کرتا ہوں میں؟ ارے، میرے دم سے تو، تمہاری آبرو قائم ہے، بے آبروئی نہیں!"

وہ زور سے اچھل کھڑے ہوئے، انہیں کوئی تھام نہیں سکا! لیکن اتنے میں گانیا بھی قابو سے باہر ہو چکا تھا۔

"تم اور آبرو کی بات کرو!" گانیا نے زہر بھرے لہجے میں کہا۔

"کیا کہا تم نے؟" جنرل کو اور گرمی چڑھی۔ چہرے کا رنگ بدل گیا اور بیٹے کی طرف ایک قدم بڑھا دیا۔

"نہیں تو ــــ دیکھئے، بس، میرے منہ کھولنے کی دیر ہے... کہ آپ کو... گانیا بے قابو ہو چلا تھا مگر لفظ چبا کر رہ گیا۔

باپ بیٹے غصے میں آپے سے باہر ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔ گانیا خاص کر۔

"گانیا، تمہیں کیا ہوا؟" ماں نینا الیکساندروونا چیخ کر ایک دم بیٹے کو روکنے لپکیں۔

"ہر طرف سے گندگی اچھل رہی ہے!" واریا خفگی سے جھلا کر بولی "اماں، بس کیجیے" اس نے ماں کو تھام لیا۔

"صرف اماں کا لحاظ ہے جو پی جاتا ہوں" گانیا نے دکھی ہو کر زبان روکی۔

"نہیں، کہہ ڈالو!" جنرل نہایت طیش میں غرائے "کہہ دو، سمجھ لینا کہ عاق کر دوں گا، دل کی بھڑاس نکال لو!"

"ہاں، عاق کر دینے کی دھمکی سے تو میں دبنے والا ہوں نا! اس کا قصور ہے کہ آج آٹھواں دن ہوا اور آپ پر پاگل پن سوار ہے؟ آٹھواں دن، میں گن کر کہہ رہا ہوں۔ دیکھا آپ نے... دیکھ لیجیے زیادہ تنگ مت کیجیے مجھے، سب کہہ ڈالوں گا... کل آپ پیان چین والوں میں کیوں جا گھسے تھے؟ بوڑھے بزرگ کہلاتے ہیں، بال سفید ہو گئے، خاندان کے بڑے ــــ کیا خوب!"

"گانیا، بس چپ رہو، زبان بند، احمق کہیں کے!" چھوٹا بھائی کولیا چیخ پڑا۔

"مگر میں بھی تو جانوں، میں نے کیسے ان کی توہین کر دی؟" اپیولیت کو ضد ہو گئی، مگر اب بھی لہجہ گویا وہی مذاق اڑانے کا تھا۔ "یہ مجھے برما کیوں کہتے ہیں، آپ سب نے سنا تو؟ خود میرے سر ہو گئے، ابھی آئے اور کسی کپتان بیوقوف کی باتیں سنانے لگے۔ جنرل صاحب، مجھے آپ کی صحبت خود بھی پسند نہیں۔ پہلے بھی اس سے کترا رہا ہوں،

آپ کو تو معلوم ہے۔ بھلا مجھے کسی کپتان یروشکوف سے کیا لینا دینا، آپ خود ہی جانتے ہیں۔ میں کپتان وپتان کی خاطر یہاں رہنے نہیں آیا ہوں۔ مجھ سے بس اتنا قصور ہوا کہ انہیں سنا کر اپنی رائے ظاہر کر دی کہ ممکن ہے اس نام کا کوئی کپتان سرے سے وجود ہی نہ رکھتا ہو۔ یہ سننا تھا کہ انہوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔"

"بے شک اس نام کا کپتان تھا ہی نہیں!" گانیا نے تیزی سے کہہ دیا۔

جنرل دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر کھڑے تھے اور چاروں طرف خالی نظروں سے تکے جا رہے تھے۔ بیٹے کے لفظوں نے انتہا سے زیادہ منہ پھٹ ہونے کا سبب جنرل کے ہوش اڑا دیے۔ سنتے ہی پہلے تو ان کی زبان گنگ ہو گئی، منہ پر لفظ تک نہ آیا اور آخر، جیسے ہی اپولیت نے گانیا کے جواب میں زوردار قہقہہ مار کر نعرہ لگایا کہ "یہ لیجیے، سن لیا، آپ کے خا ں آپ کے سگے صاحبزادے بھی فرماتے ہیں کہ اس نام کا کوئی کپتان ہوا ہی نہیں" تو بڑے میاں کی زبان کھلی اور لفظ تو .توڑ کر بولے:

"کپتان کس نے کہا؟ میں تو کپی تون یروشکوف کہہ رہا تھا۔ کپتان نہیں، کپی تون، یہ اس لفٹننٹ کرنل کا نام تھا جو ریٹائر ہوا۔ یروشکوف... کپی تون۔"

"ہاں تو کپی تون بھی کوئی نہیں ہوا" اب واقعی گانیا بالکل چڑ گیا۔

"کیا... کیوں نہیں ہوا؟" جنرل بڑبڑایا اور اس کے چہرے پر سرخی اچھل آئی۔

"بس، بہت ہوا!" پتیت سن اور واریا دونوں میاں بیوی نے انہیں ٹالنے کی کوشش کی۔

"گانیا بھیا، بکے مت جاؤ!" کولیا پھر چیخا۔

ہمدردی کے یہ بول جنرل کو گویا ہوش میں آنے کا سہارا بن گئے۔

"کیسے نہیں ہوا؟ کپی تون کا وجود کیوں نہیں تھا؟" جنرل نے بڑے بیٹے کو ڈانٹ کر پوچھا۔

"ایسے ہی۔ کیونکہ اس نام کا آدمی تھا ہی نہیں، نہ تو ہوا اور نہ آئندہ کبھی ہوگا! سن لیا اب؟ میں کہہ رہا ہوں، چپ ہو جائیے، یہیں پر۔"

"لو، یہ بتاتا ہے... یہ میرا سگا بیٹا ہے جسے میں نے... توبہ خدایا! یروشکوف، یروشکا یروشکوف تھا ہی نہیں!"

"لیجیے یروشکا بھی ہو گیا، کبھی کپی تو شکا، کبھی وہ!" اپولیت نے جملہ پلٹ دیا۔

"جی جناب، کپی تو شکا، یروشکا نہیں، کپی تون الیکسئی وچ، میرا مطلب کپی تون ہے... لفٹننٹ کرنل تھا... ریٹائر ہوا... ماریا سے اس کی شادی ہوئی تھی... ماریا پتروونا سو... بو... دوست اور ساتھی... سوتو گووا، جب سے ہم کیڈٹ کور میں ساتھ تھے۔ اس کے لیے میں جان پر... اس پر خود کو ڈال دیا تھا... مارا گیا۔ اور اب کہتے ہیں کہ کپی تو شکا یروشکوف تھا ہی نہیں، اس نام کا ہوا ہی نہیں!"

جنرل گلا پھاڑ کر جوش میں بولے جا رہے تھے مگر کچھ اس طرح کہ آدمی سوچنے لگے کہ مسئلہ ایک تھا اور چیخ ہے دوسرے کے بارے میں۔ یہ سچ ہے کہ کوئی اور وقت ہوتا تو یقیناً کپی تون یروشکوف کے نہ ہونے کا ذکر کیا، اس سے کہیں زیادہ تکلیف دہ حملہ سہہ جاتے، چیخ پکار مچا کر، قصہ چھیڑ کر، آپ سے باہر ہو کر دم لیتے اور آخر میں تھک تھکا کر اوپر سونے

Scanned with CamScanner

چلے جاتے۔ لیکن فی الحال، انسان کا دل بھی کیا عجیب شے ہے، کہ واقعے نے ایسا رخ اختیار کر لیا جو کسی پر وہم و گمان کے دور سے اشارہ بھی نہ کر سکتا تھا۔ معمولی شکایت کی بات اسے کھل گئی اور صبر کا پیمانہ لبریز کر کے چھوڑا۔ بڑے میاں کا چہرہ سرخ ہو گیا، ہاتھ لہرائے اور پکار کو بولے:

"بس، حد ہو گئی! میری طرف سے لعنت... اس گھر سے دفان! کولیا میرا بیگ اٹھاؤ، میں چلا... یہاں سے!"

وہ کمرے سے نکل گئے، طیش کے مارے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے۔ ان کے پیچھے پیچھے بیوی نینا، بیٹا کولیا اور واروارا بھی لپکے۔

"دیکھا، تم نے یہ کیا کر دیا!" واریا نے بھائی سے کہا۔ "وہ پھر انہی لوگوں کے گھر کا رخ کریں گے، کیا رسوائی ہو گی، کیا ذلت کا سامان!"

"چوری نہ کرتے!" گانیا چیخ کر کہنا مگر غصے میں آواز پھنس گئی؛ اتنے میں اپولیت سے نظریں چار ہوئیں تو دانت پیس کر تڑپ کر رہ گیا اور اس سے بولا "آپ کو، جناب عالی، آپ کو یہ یاد رکھنا چاہئے تھا کہ بہر حال آپ دوسرے کے گھر آئے ہوئے ہیں... مہمان نوازی کا فیض اٹھا رہے ہیں، بوڑھے بزرگ کو، جو ظاہر ہے کہ بالکل سٹھیا گئے ہیں... یوں ٹھٹھے کرنا چاہئے تھا۔"

اپولیت بھی تن گیا تھا مگر اس نے لمحہ بھر میں خود پر قابو پا لیا۔

"میں آپ سے بالکل اتفاق نہیں کرتا کہ آپ کے والد بزرگوار سٹھیا گئے ہیں" اپولیت نے آرام سے جواب دیا "مجھے تو لگتا ہے کہ اس کے برعکس ادھر کچھ دنوں سے ان کی عقل ٹھکانے آ گئی ہے، خدا گواہ۔ آپ نہیں مانتے کیا؟ اتنے خلوص، شکی اور چوکنے ہو گئے ہیں، ایک ایک لفظ تولنے لگے ہیں... وہ جو کپی تو شکاوالی بات تھی، انہوں نے مجھے کسی خاص غرض سے بتانی چاہی تھی، ذرا تصور کیجیے، ان کی غرض یہ تھی کہ مجھے..."

"لعنت بھیجیے، مجھے کیا مطلب کہ وہ آپ کو کس غرض سے کیا! بس اتنا کرم کیجیے جناب کہ مجھے بیوقوف بنانے اور چال چلنے کی کوشش نہ کی جائے!" گانیا نے دانت پیس کر کہا "اگر آپ کو بھی صحیح وجہ معلوم ہے اس کی جو بڑے میاں پر فی الحال گزر رہی ہے (اور آپ ان پانچ دن اس طرح میری ٹوہ میں رہے ہیں کہ غالباً وجہ معلوم ہو گئی آپ کو) تو آپ کو بالکل زیب نہیں دیتا تھا کہ انہیں... ان مصیبت زدہ آدمی کی چغلیاں... اور بات کا بتنگڑ بنا کر، میری ماں کے لیے مصیبت کھڑی کریں، کیونکہ یہ سارا قصہ محض بکواس ہے، پینے پلانے کا چکر ہے، اس کے سوا کچھ نہیں، نہ اس میں دم، نہ اس کا کوئی ثبوت، اور میں اسے کوڑی برابر حیثیت نہیں دیتا... مگر آپ کہاں رکنے والے، ڈسیں گے، جاسوسی کریں گے ضرور، کیونکہ آپ، آپ تو..."

"برما ہیں، یہی نا؟" اپولیت کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"کیونکہ آپ سڑیل آدمی ہیں، آدھے گھنٹے تک لوگوں کو ستاتے رہے، سمجھے کہ ان پر دہشت بٹھا دیں گے خالی [illegible] کی دھمکی دے کر گولی مارنے کا منظر دکھا کر، اس قدر شرمناک حرکت کی آپ نے، جو خودکشی کا فریب کرنے چلے تھے۔ دو [illegible] کر رہے ہیں سفر طے کرتے ہوئے... میں نے آپ سے مہمان نوازی کا برتاؤ کیا، آپ کی صحت بننے لگی، کھانسی جاتی

رہی اور اب اس کا یہ صلہ دے رہے ہیں؟"

"صرف دو لفظ کہنے کی اجازت دیجیے۔ میں آپ کا نہیں، وارورا صاحبہ کا مہمان ہوں آپ کی طرف سے مجھے کوئی مہمان نوازی نہیں ملی ہے، بلکہ سوچتا ہوں کہ آپ بذات خود مسٹر پتیت سن کی مہمانداری کا فیض اٹھا رہے ہیں۔ چار دن ہوئے، میں نے اپنی ماں سے التجا کی تھی کہ پاولوفسک میں کہیں میرے رہنے کا ٹھکانا کر دیں اور خود بھی یہیں آ جائیں، کیونکہ یہاں پر واقعی مجھے کچھ افاقہ ہے، اگرچہ بدن پر گوشت نہیں چڑھا، کھانسی اب بھی آتی ہے۔ اماں نے کل شام خبر دی ہے کہ مکان کا انتظام ہو گیا اور اب میں آپ کو جلدی سے مطلع کر دوں کہ جناب کی والدہ اور بہن کا احسان مند ہوتے ہوئے آج ہی یہاں سے اٹھ جاؤں گا اور دوسرے مکان میں چلے جانے کا فیصلہ کل شام ہی کر چکا ہوں۔ معاف کیجیے کہ آپ کی بات کاٹی۔ آپ غالباً آگے بھی بہت کچھ کہنے والے تھے۔"

"اچھا، اگر یوں ہے تو..." گانیا تھرتھرانے لگا۔

"اگر یوں ہے تو مجھے بیٹھ جانے کی اجازت دیجیے" ایپولیت نے لقمہ دیا اور بڑے اطمینان کے ساتھ اس کرسی پر بیٹھ گیا جس پر ابھی جنرل براجمان تھے۔ "میں بہرحال بیمار آدمی ہوں؛ لیکن اب آپ کی پوری بات سن سکوں گا، ایک وجہ یہ بھی کہ یہ ہماری آخری گفتگو ہے، بلکہ عین ممکن ہے، آخری ملاقات بھی ہو۔"

گانیا سنتے ہی کھسیانا ہونے لگا۔

"اطمینان رکھئے کہ آپ سے حساب کرنے کی سطح پر نہیں اترنے والا" وہ بولا "لیکن اگر آپ..."

"آپ خواہ مخواہ اتنا اونچا مت اڑئیے" ایپولیت نے بات کاٹی "میں تو جس دن یہاں رہنے آیا اسی روز اپنے آپ سے عہد کر چکا تھا کہ آپ کے منہ پر صاف صاف رائے جتانے کی لذت سے خود کو محروم نہیں کروں گا، جو کہنا ہے، جدا ہوتے وقت دو ٹوک کہہ ڈالوں گا۔ اب جبکہ موقع آ گیا ہے، اس عہد کی تعمیل پر آمادہ ہوں لیکن ظاہر ہے کہ آپ کے بعد ہے میری باری۔"

"مجھے صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ یہ کمرہ خالی کر دیجیے۔"

"بہتر ہو کہ آپ کہہ ڈالئے۔ کہیں بعد میں پچھتانا نہ پڑے کہ کچھ کہنے کو رہ گیا۔"

"بس کیجیے ایپولیت۔ یہ اس قدر شرمناک باتیں ہیں، اتنی مہربانی کیجیے کہ آگے کچھ مت کہئے!" واریا بولی۔

"خیر، صرف خواتین کی خاطر سہی!" یہ کہتے ہوئے ایپولیت اٹھنے لگا "وارورا صاحبہ، صرف آپ کا دل رکھنے کو میں بات مختصر کئے دیتا ہوں، لیکن صرف مختصر، کیونکہ میرے اور آپ کے بھائی صاحب کے درمیان بعض باتیں صاف ہونے ضروری ہیں۔ میں ہرگز کسی قیمت پر اپنی پوزیشن نہیں چھوڑوں گا، غلط فہمیاں باقی نہیں رکھوں گا۔"

"مختصر سے مختصر یہ کہ آپ اوروں پر کیچڑ اچھالنے کے عادی ہیں" گانیا چیخ پڑا "یہی وجہ ہے کہ کیچڑ اچھالے بغیر ٹلنے والے نہیں۔"

"دیکھا نا۔ آخر آپ سے ضبط نہ ہو سکا" ایپولیت نے ٹھنڈے ٹھنڈے جملہ کسا "سچ کہتا ہوں، دل میں رکھا تو بعد میں پشیمان ہوں گے۔ پھر موقع دیتا ہوں، کہہ ڈالیے۔ میں ٹھیرا ہوا ہوں۔"

Scanned with CamScanner

گاوریلا اردالیونچ (گانیا) چپ رہا اور نفرت حقارت سے اسے دیکھے گیا۔

"نہیں کہنا چاہئے۔ ضبط و تحمل کی شان رکھنا چاہتے ہیں۔ چلئے، جیسی آپ کی مرضی۔ اپنی طرف سے انتہائی ...ے کام لوں گا۔ آج کے آج دو تین مرتبہ مہمان نوازی کا طعنہ مجھے دیا گیا۔ یہ زیادتی ہے۔ جب آپ نے یہاں ...یا تو خود مجھے جال میں پھانسا تھا؛ حساب یہ جمایا ہوگا کہ مجھے پرنس سے انتقام کی لگی ہے۔ اور آپ یہ بھی سن چکے ...ا کہ ایسا نونوتا مجھ پر مہربان ہیں اور میرا "اعتراف نامہ" بھی پڑھ چکی ہیں۔ نجانے کیوں آپ نے قیاس کیا کہ اس ...ت حال کے ہوتے آپ کے ہاتھوں میں کھیل جاؤں گا اور امید باندھ لی کہ ممکن ہے، میں آپ کے کام کی چیز نکلوں، ...ال اس کی تفصیل چھوڑتا ہوں۔ آپ سے بھی کسی تائید یا تصدیق کا امیدوار نہیں۔ بس اتنا ہی بہت ہے کہ آپ کو آپ ...ے غیر پر چھوڑوں اور جتادوں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو خوب سمجھ چکے ہیں۔"

"آپ تو، خدا جانے، کیوں بات کا بتنگڑ بنائے دے رہے ہیں!" واریا نے پکار کر کہا۔

"میں نے خود کہا نا تم سے کہ اسے کیچڑ اچھالنے کی عادت ہے اور ہم چھوکرا" گانیا آہستہ سے بولا۔

"اجازت دیجیے وارورا صاحبہ، میں اپنا بیان جاری رکھتا ہوں۔ پرنس جو ہیں تو ان سے پیار نہ ہو، ان کی عزت ...کروں، یہ میرے بس کی بات نہیں۔ وہ آدمی، بہر حال نہایت نیک نفس... اگرچہ ذرا بہنگم ہیں۔ مگر یہ کہ ان سے نفرت کی ...ئے، اس کی دور دور گنجائش نہیں۔ آپ کے بھائی نے جب مجھے ان کے خلاف تاننا چاہا تو میں ٹس سے مس نہ ہوا۔ نیت یہ ...ی کہ ابھی ٹال جاؤں، انجام کار ہنسی کا موقع مجھی کو ملے گا۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ کے یہ بھائی صاحب، دل کی بات زبان ...لے آئیں گے اور ان کا نشانہ دور تک خطا کرے گا۔ بالکل یہی ہوا... میں اب ان سے درگزر کرنے کو تیار ہوں، لیکن ...رف آپ کے احترام میں واریا صاحبہ۔ مگر ہاں، آپ سے صاف کہتا چلوں کہ مجھ جیسے آدمی کو کانٹے میں پھنسانا اتنا ...آسان نہیں۔ یہ بھی جتاتا چلوں کہ آپ کے بھائی کو اپنے سامنے بدھو بنانے کی اتنی آرزو کیوں تھی مجھے۔ برملا اقرار کرتا ...ہوں کہ نفرت کے جذبے نے مجھے اس پر آمادہ کیا تھا۔ مرتے مرتے بھی (کیونکہ بہر حال میرا وقت آخر قریب ہے، چاہے ...آپ لوگ کتنا کہیں کہ بدن پر گوشت چڑھ گیا) تو مرتے مرتے مجھے محسوس ہوا کہ سیدھا، دلی اطمینان کے ساتھ جنت میں ...جاؤں گا اگر یہ نیک کام کر جاؤں کہ اس بے شمار قسم کی مخلوق میں سے صرف ایک نمائندے کو حماقت کی پوٹ ثابت کر دکھاؤں ...جس نے زندگی بھر میرا پیچھا کیا، مجھے تنگ کیے رکھا، جس سے مجھے جیتے جی نفرت رہی، اور جس کی ایک بھرپور تصویر یا نمونہ ...ہمارا یہ حضرت آپ کے بھائی صاحب۔ جناب گاوریلا صاحب، مجھے آپ سے گھن آتی ہے، آپ کی صرف اس خصوصیت ...پر، شاید آپ اسے تعجب کی بات شمار کریں۔۔۔ مگر صرف اس خصوصیت پر کہ آپ انتہا درجے کے بے شرم، انتہائی خود ...فریب، انتہائی گھٹیا اور نیچے سے نیچے درجے کے اوناپن کا ایک جیتا جاگتا، بھرپور اور مکمل نمونہ واقع ہوئے ہیں! آپ کا اوناپا ...معمولی پن، آن بان کے ساتھ اوناپن، خود سے نہایت مطمئن، سفلہ پن کو وہ صفت اٹل قسم کا۔ آپ معمول سے بڑھ کر روش ...عام والے آدمی ہیں! ذرہ برابر بھی ذاتی اپج یا نادر خیال نہ آپ کی عقل شریف میں راہ پا سکتا ہے، نہ کبھی آپ کے دل میں ...جگہ بنا سکتا ہے۔ مگر آپ کے حسد کی بھی انتہا نہیں۔ آپ کو پختہ یقین ہے کہ زبردست جی نی یس ہیں۔ البتہ کبھی کبھار، کسی ...تاریک لمحے، دل میں شبہ سر اٹھاتا ہے اور آپ جھنجلاتے ہیں، حسد کی آگ میں جلنے لگتے ہیں۔ ابھی (ذہنی) افق پر کچھ

سیاہ نقطے باقی رہ گئے ہیں، لیکن وہ رہیں گے نہیں، جب قطعی طور پر آپ کی مت ماری جائے گی اور وہ وقت دور نہیں ہے۔ تاہم اتنا ہے کہ آپ کے سامنے ایک طول طویل اور رنگارنگ راستہ پھیلا پڑا ہے؛ میں نہیں کہتا کہ وہ راستہ پر لطف بھی ہوگا، اسی کی خوشی ہے مجھے۔ اول تو آپ کو باخبر کردوں کہ کبھی آپ حاصل نہ کرسکیں گے اس خاص ہستی کو...''

''اب ناقابل برداشت!'' واریا کا صبر جواب دے گیا ''ختم بھی کریں گے آپ، گھناؤنے، کٹھور آدمی؟''

گانیا کا رنگ فق تھا، وہ کانپ رہا تھا اور خاموش تھا۔ ایپولیت چپ ہوگیا اور ٹکٹکی باندھے، مزا لیتے ہوئے اسے تکتا رہا، پھر واریا کی طرف نظر پھیری، مسکرایا، سر جھکا کر آداب کیا اور کمرے سے نکل گیا۔ نکلتے وقت ایک لفظ بھی نہیں کہا۔

گانیا حق بجانب تھا اگر اسے اپنی قسمت اور ناکامی کا شکوہ ہوتا۔ تھوڑی دیر تو واریا اپنے بھائی سے کچھ کہنے سننے میں ہچکچائی، بلکہ اسے ایک نظر دیکھا تک نہیں، اور وہ بڑے بڑے قدم رکھتا اس کے برابر سے گزرتا رہا، آخر بہن کی طرف پیٹھ کرکے کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔ واریا کو اس وقت وہ روسی مثل یاد آرہی تھی ''لاٹھی کے ہیں دوسرے، کیا پتہ کون سا پھرے'' اوپر سے پھر شور بلند ہوا۔

''تم چل دیں؟'' گانیا ایک دم بہن کے اٹھنے کی آہٹ سن کر اس کی طرف مڑا ''ٹھیرو، یہ دیکھتی جاؤ۔''

وہ قریب آیا اور اس کے سامنے میز پر چھوٹا سا کاغذ کا پرزہ ڈال دیا جو رقعہ کی طرح لپٹا ہوا تھا۔

''افوہ، خدایا!'' واریا پکاری اور ہاتھ جھٹک دیے۔

رقعے میں صرف سات سطریں لکھی تھیں:

''گاوریلا اردالیونچ صاحب، میرے حال پر جو آپ کی خاص توجہ رہی ہے، اس کے بھروسے میں نے اپنے تعلق سے ایک اہم معاملے میں آپ سے مشورہ طلب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں کل صبح ٹھیک ساتھ بجے سبز بنچ پر۔ یہ جگہ ہمارے بنگلے سے نزدیک ہے۔ وارورا، آپ کی بہن، جنہیں لازمی طور پر آپ کے سامنے آنا چاہیے، یہ جگہ اچھی طرح پہچانتی ہیں۔ فقط۔ اگلایا''

''یہ لو، اب اس کے بعد ان صاحبزادی کا کیا کیا جائے؟'' وارورا نے دونوں ہاتھ بے بسی میں پھیلا دیے۔

گانیا نے اس لمحے چاہے شادیانہ بجانے کی تمنا کو کتنا ہی دبایا ہو، تاہم اپنی فتح مندی کے اظہار پر مجبور ہو کر رہ گیا، خصوصاً ایسے وقت جب ایپولیت کے طنز و تحقیر کا زخم ہرا تھا۔ اس کے چہرے پر اطمینان قلب کی مسکراہٹ پھیلی اور خوشی کے مارے واریا کی بھی باچھیں کھل گئیں۔

''یہ بھی ایسے دن، جب ان کے ہاں منگنی کرنے کی تیاری ہو چکی ہے! اب اس کے بعد بتاؤ، کیا کرلوگے ان صاحبزادی کا!''

''کیا خیال ہے تمہارا، کل وہ کاہے پر گفتگو کرنے والی ہے؟'' گانیا نے پوچھا۔

''کچھ بھی سہی، بڑی بات یہ کہ چھ مہینے بعد پہلی بار ملاقات کی خواہش کی ہے اس نے۔ سنو، گانیا، وہاں جو بھی ہو، بات جو رخ بھی اختیار کرے، اتنا سمجھ لو کہ کوئی اہم بات ہے۔ بہت ہی اہم! نہ پر سے بغلیں بجانا، نہ چوک جانا، مگر بزدلی بھی مت کرنا! کیا اسے نہ چبھا ہوگا کہ میں چھ مہینے کیوں ان کے گھر کے پھیرے لگاتی رہی؟ اور ذرا سوچو تو آج اس

Scanned with CamScanner

نے ایک لفظ تک نہیں کہا، چہرے سے بھی کچھ ظاہر نہ کیا۔ میں ان کے ہاں دبے پاؤں، چوری چھپے گئی تھی۔ بڑی بی کو ذرا شک نہ تھا کہ میں وہاں بیٹھی ہوں، ورنہ، وہ تو کھڑے کھڑے نکال باہر کرتیں۔ تمہاری خاطر یہ خطرہ مول لیا تھا کہ بہر حال کچھ سن تو لے۔"

مکان کے بالائی حصے سے پھر چیخ پکار سنائی دی۔ زینے پر سے کئی آدمیوں کے اترنے کی آواز آئی۔

"اب اسے یوں ہونے سے روکو، ہرگز مت ہونے دو!" واریا منہ پھلا کر اور سہم کر بولی "دیکھنا، فتنہ نہ پھیلنے پائے، جاؤ اور جا کر ان سے معافی مانگ لو!"

مگر خاندان کے بزرگوار تب تک مکان سے باہر نکل گئے تھے۔ کولیا ان کے پیچھے پیچھے سامان کا تھیلا لادے ہوئے تھا۔ اس زینے پر کھڑی آنسو بہا رہی تھیں۔ وہ بھی بڑے میاں کے ساتھ گھر چھوڑنے پر آمادہ تھیں لیکن پتیت سن نے انہیں خاموش رکھا تھا۔

"آپ انہی باتوں سے انہیں اور بھڑکائے دے رہی ہیں" پتیت سن انہیں تسلی دے رہا تھا "جائیں گے کہاں۔ آدھ گھنٹے بعد یہی پہنچا دیے جائیں گے۔ میں نے کولیا سے بات کر لی ہے، جتنی حماقت کرنی ہے، کر لینے دیجیے انہیں۔"

"یہ کیا ہنگامہ مچا رکھا ہے، بھلا جائیں گے کہاں؟" گانیا کھڑکی میں سے پکارا "جانے کے لیے کہیں ٹھکانا بھی تو ہو!"

"ابا، آپ واپس آ جائیے! پڑوسی تک سن لیں گے" واریا نے باپ کو آواز دی۔

جنرل جاتے جاتے رکے، مڑے، ایک ہاتھ اٹھایا اور جھٹکے سے کہا:

"میری بددعا لگے اس پورے گھر کو!"

"کہا بھی تو بالکل تھیٹری لہجے میں!" گانیا زور سے کھڑکی بھیڑتے ہوئے بڑبڑایا۔

پڑوسیوں نے واقعی سب کچھ سن لیا۔ واریا کمرے سے بھاگی ہوئی گئی۔

واریا ہٹ گئی تو گانیا نے میز سے وہ رقعہ اٹھایا، اسے پیار کیا، ٹٹکاری بھری اور ڈانس کے انداز میں ایڑی سے ایڑی بجائی۔

(3)

جنرل والی افراتفری، کوئی اور وقت ہوتا تو یوں ہی نمٹ جاتی۔ کچھ اسی قسم کے ناگہانی دورے ان پر پہلے بھی پڑتے رہے، اگرچہ ان کی نوبت کبھی اتفاق سے ہی آتی تھی، کیونکہ عام طور سے دیکھئے تو وہ مرنجاں آدمی اور طبیعت سے بھلا مانس تھے۔ کوئی سو بار انہوں نے کوشش کی ہوگی کہ جو بے قاعدگی حاوی ہو گئی ہے اس سے کشتم کشتا ہو جائیں۔ اچانک انہیں یاد آ جاتا تھا کہ "خاندان کا بزرگ" ہوں، تو بیوی سے صلح صفائی کر لیتے، سچے دل سے آنسو ٹپکا لیتے۔ بیوی کی اس نعت پرور پرستش کی حد تک قدر کرتے تھے کہ وہ اتنا کچھ چپ چاپ سہہ گئی اور انہیں معاف کرتی رہی، اور تو اور مضحکہ خیز بگڑی ہوئی حالت میں بھی انہیں چاہتی رہی۔ مگر بڑے میاں جو عالی ظرفی سے اپنی بے قاعدگی کے خلاف آستین چڑھاتے، وہ معمولاً تھوڑے وقت کے لیے۔ کیونکہ جنرل کی فطرت میں "وقتی جوش" بھرا تھا، اگرچہ یہ بھڑک اٹھنا خاص

اپنی قسم کا تھا۔ اپنے کیے پر پشیمان ہونے اور خاندان میں سکھ چین سے رہنے کا طور طریق ان کے لیے ناقابل برداشت تھا، اس کا انت شورش پر ہوا کرتا تھا۔ ان کے سر میں کوئی بھی سودا سما جاتا اور پھر کیا مجال جو اسے ضبط کر جائیں، حالانکہ عین ممکن ہے کہ اسی وقت وہ خود کو ملامت بھی کرتے جاتے ہوں: آفت برپا کرتے، بلند بانگ اور دلفریب دعوی کرتے، اپنے لیے حد سے گزری ہوئی اور ناممکن سی عزت و حرمت کا تقاضا کرتے اور پھر آخر میں گھر سے غائب ہو جایا کرتے، کبھی کبھی یہ غیر حاضری لمبے عرصے تک چلتی۔ ادھر کے دو برس میں اپنے کنبے کے معاملات کی خیر خبر انہیں یوں ہی سی یا سنی سنائی رہتی تھی۔ تفصیلات میں پڑنا انہوں نے خود ہی چھوڑ دیا تھا، نہ اس طرف سے کوئی ہلکی سی خلش ہوتی تھی۔

مگر اس بار "جنرل سے ہڑبونگے" میں کوئی غیر معمولی سی بات آ گئی تھی۔ گویا ہر ایک کو کسی بات کی خبر تھی، گویا ہر ایک کسی بات کو زبان پر لاتے ڈرتا تھا۔ جنرل اپنے گھر والوں کے، یعنی بیگم نینا الیکساندروونا کے سامنے "باقاعدہ" ابھی صرف تین دن پہلے نمودار ہوئے تھے، مگر اب کے انہیں قرار نہیں تھا، کسی قسم کی پشیمانی نہیں تھی جیسا کہ پہلے کی "فمودار یوں" میں ہوا کرتی تھی، بلکہ اس کے برخلاف اس دفعہ بات بات پر چڑ جانے کی کیفیت بڑھی ہوئی تھی۔ ان کی زبان تالو کو نہ لگتی تھی، نچلا نہ بیٹھتے تھے، ہر کس و ناکس سے بات کرنے میں گرما گرمی پر آ جاتے، جیسے بات کرتے ہاتھ چھوڑ بیٹھیں گے۔ لیکن ہر بار ادھر ادھر کی بے ربط اور بے جوڑ چیزوں پر زبان کھولتے کہ سننے والے کو ہرگز آخر تک پتہ نہ چلنے پائے کہ دراصل کس بات نے انہیں اتنا چراغ پا کر رکھا ہے۔ کئی کئی منٹ خوب مزے میں ہیں، لیکن اکثر خیالوں میں محو، اگرچہ خود کو بھی خبر نہ ہوگی کہ کاہے کی سوچ لگی ہے، اتنے میں ایکا ایکی کچھ بیان کرنا شروع کرتے، یہاں چین والوں کے، پرنس کے اور لیبیدیف کے بارے میں بات کر رہے ہیں کہ ایک دم تار توڑ دیتے اور زبان کو تالا لگا کر رہ جاتے، اب اگر آگے پوچھ گچھ کی جاتی تو مبہم سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب ٹال جاتے، اور تو اور یہ بھی نظر میں نہ لاتے کہ لوگ ان سے پوچھے جا رہے ہیں اور وہ جواباً مسکرائے جا رہے ہیں۔ پچھلی رات انہیں آہیں بھرتے، کراہتے گزری تھی، بیوی کو عاجز کر ڈالا تھا جو رات بھر نجانے کس لیے لیپ گرم کر کے لگاتی رہی۔ صبح ہوتے ان کی آنکھ لگ گئی۔ چار گھنٹے سو لیے اور آنکھ کھولی تو جھنجھلاہٹ اور الجھ پڑنے کا بہت سخت اور بے تکا دورہ پڑا تھا جو ایپولیت سے تو تکار پر اور اس کے بعد "پورے گھر پر لعنت" بھیجنے پر ختم ہوا۔ دیکھنے والوں نے یہ بھی دیکھا کہ ان تین دن کے دوران لگاتار ان پر اپنی عزت آبرو جتانے کا مرض سوار رہا، جس کے نتیجے میں بات بن بات روٹھ جانے کی بھی خلاف معمول شدت تھی۔ کولیا کو برابر اصرار تھا اور وہ ماں کو یقین دلائے جا رہا تھا کہ شراب کی لت ستا رہی ہے، اور ممکن ہے لیبیدیف کی جدائی میں یہ حال ہو، جس سے جنرل کی ان دنوں بہت ہی گاڑھی چھنتی رہی تھی۔ لیکن تین دن ہوئے لیبیدیف سے ایک دم بگڑ گئی اور غضب کی تلخی کے ساتھ قطع تعلق کر بیٹھے، یہاں تک کہ پرنس کے ساتھ بھی کوئی ناگوار واقعہ ہو گیا۔ کولیا نے پرنس سے وجہ معلوم کرنی چاہی، مگر پھر آخر کار کھٹک گیا کہ وہ بھی کسی بات کا پردہ رکھنا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ گانیا کے لیے قرین قیاس تھا اگر ایپولیت اور بیگم نینا کے درمیان کوئی خاص قابل ذکر بات ہوئی ہوتی تو یہ عجیب ہے کہ وہ کینہ پرور صاحبزادہ، جسے گانیا نے صاف منہ پر ہی کچڑا اچھالنے والا کہہ دیا تھا، وہ کولیا تک کو اسی طرح کہہ سنانے کی لذت سے محروم رہ جاتا۔ عین ممکن ہے کہ وہ اس قسم کا کینہ پرور "چھوکرا" نہ ہو جیسا گانیا نے بہن سے کہتے وقت تصور کیا تھا، بلکہ کسی اور قسم کی بدطینتی رکھتا ہو۔ اور ہاں، نینا الیکساندروونا کو بھی اس نے شاید ہی اپنے

مشاہدے کا کوئی ایسا ٹکڑا بتا دیا ہو، صرف اس نیت سے کہ "ان کا دل پھٹ جائے"۔ یہاں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ انسانی اعمال کی تہ میں جو وجہیں ہوتی ہیں وہ انتہائی ان گنت پیچیدگی اور رنگا رنگی رکھتی ہیں بہ نسبت ان وجہوں کے جو ہم لوگ ہمیشہ بعد میں نکال لیتے ہیں۔ اصل وجوہ کی خانہ بندی شاید ہی کبھی صحیح بیٹھتی ہو۔ بعض اوقات افسانہ نگار کی عافیت اسی میں ہے کہ واقعات کو جوں کا توں چن دینے تک خود کو محدود رکھے۔ چنانچہ ہم جنرل کے ساتھ فی الحال جو آفت برپا ہے، اس کی مزید وضاحت کرنے میں یہی راہ اختیار کریں گے۔ کیونکہ ہم اپنی سی کچھ بھی کر لیں لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں کہ زیر نظر کہانی کے ایک ثانوی کردار کو اس سے ذرا زیادہ ہی توجہ اور جگہ دے دی جائے جتنی اب تک اس کے حصے میں آنے والی تھی۔

یہ واقعات یکے بعد دیگرے اس ترتیب سے پیش آئے:

جب لیبیڈ یف پیٹرسبورگ میں فردی شینکو کا اتہ پتہ نکالنے کی خاطر گھوم پھر کر جنرل سمیت اسی روز واپس اپنے مکان پر آیا تو اس نے پرنس کو خاص کوئی اطلاع نہیں دی۔ اگر پرنس خود ہی ان دنوں ادھر سے بے توجہ اور دوسرے اہم تاثرات میں الجھا ہوا نہ ہوتا تو فوراً بھانپ جاتا کہ واپسی کے دو دن بعد تک لیبیڈ یف نے نہ صرف اس کو تفصیلات سے آگاہ نہیں کیا بلکہ خدا جانے کیوں اس سے کتراتا بھی رہا۔ آخر جب ادھر توجہ گئی تو پرنس کو بڑا تعجب ہوا کہ ان دو دنوں کے دوران جب بھی اتفاقی آمنا سامنا ہوا ہے تو صرف یہی نقش چھوڑ گیا کہ لیبیڈ یف کی صورت میں بہت شاندار موڈ کی چاندنی کھلی ہوئی اور جنرل اس کے دم کے ساتھ لگے ہوئے۔ دونوں دوست دم بھر کو ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے تھے۔ کبھی کبھی اوپر کے مکان سے پرنس کے کان تک اونچے سروں میں اور تیز تیز گفتگو کی گونج آتی رہی تھی، ہنسی دل لگی، مزے کی بحثا بحثی۔ ایک بار تو رات گئے فوجی رنگ رلیوں کے گانے بھی سنائی دیئے جو اچانک اور بے محل گونجنے لگے تھے اور انہیں میں جنرل کی پھٹی آواز بھی دھواں دھار پہچانی جا رہی تھی۔ مگر جو گیت بلند ہوا تھا، دیر تک چلا نہیں۔ ایک دم ٹھنڈا پڑ گیا۔ اس کے کوئی گھنٹہ بھر بعد پھر بڑے زوروں کی ترنگ میں گیت گانا شروع ہوا اور آثار ایسے تھے جیسے شرابی نشے کی جھونجھ میں باتیں کرتے ہیں۔ قیاس کیا جا سکتا تھا کہ اوپر جو دوست ہنسی دل لگی کر رہے تھے، انہوں نے ایک دوسرے کو گلے لگایا اور ان میں سے کوئی آخر میں رو پڑا۔ اس کے بعد اچانک زبردست کی تو تو، میں میں چلتی رہی، وہ بھی تیز رفتار تھی، چلی اور فوراً ہی سناٹا ہو گیا۔

اس تمام وقت کو لیا کسی خاص فکر میں مبتلا رہا۔ پرنس اس اثنا میں زیادہ تر گھر پر نہیں رہا، واپسی ہوتی تو بعض اوقات رات گئے ہوتی۔ گھر پر نہیں رہا، واپسی ہوتی تو بعض اوقات رات گئے ہوتی۔ گھر پہنچ کر ہمیشہ اسے اطلاع ملتی کہ کولیا سارے دن اس کی تلاش میں تھا اور بار بار پوچھتا رہتا تھا۔ مگر جب وہ ملا تو کوئی خاص بات زبان پر نہ لایا سوائے اس کے کہ جنرل کی طرف سے، ان کے آجکل کے طور طریق سے بالکل "دل کھٹا" ہو گیا ہے۔ دیکھئے "ایک دوسرے سے چمٹے رہتے ہیں، پاس کے شراب خانے میں پیتے پلاتے رہتے ہیں، گلے لگتے ہیں، سڑک پر گالم گلوچ کرتے ہیں، ایک دوسرے کو کچوکے دیتے ہیں مگر جدا نہیں ہو سکتے۔" جب پرنس نے اسے یاد دلایا کہ پہلے کیا تھا، قریب قریب روز یہی سلسلہ رہا کرتا تھا تو کولیا کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا جواب دے اور کس طرح کھول کر سمجھائے کہ فی الوقت اس کی پریشانی کا خاص سبب کیا ہے۔

صبح کو دن چڑھے، شرابیوں کی سی رنگ رلیوں اور توتکار والی رات کے بعد گیارہ بجے کے قریب پرنس گھر

سے نکلا تو جنرل اچانک سامنے نمودار ہوئے۔ نجانے کس وجہ سے وہ نہایت اضطراب کے عالم میں، بلکہ حواس باختہ نظر آ رہے تھے۔

''بہت زمانے سے آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کرنے کا امیدوار تھا، محترم لیونکولائی وچ صاحب! بہت دنوں سے'' انہوں نے بے ساختہ کہا اور مصافحے میں اس زور سے ہاتھ دبایا کہ دکھنے لگا ''جناب، بہت زمانے سے، کافی عرصے سے۔''

پرنس نے جنرل سے بیٹھ جانے کی درخواست کی۔

''نہیں، بیٹھوں گا نہیں، اور پھر آپ کو روک لوں، مناسب نہیں، آئندہ پھر کبھی... شاید وقت آ گیا ہے کہ آپ کو مبارکباد دیتا چلوں کہ — آپ کے دل کی مراد بر آئی۔''

''کس دلی مراد؟''

پرنس گھبرا گیا۔ جو کوئی بھی اس کی سی حالت میں ہوتا اسے پرنس کی طرح یہی لگتا کہ کسی شخص نے بھی قطعی طور پر نہ کچھ دیکھا ہے، نہ صحیح قیاس کیا، نہ سمجھا۔

''خیر، آپ گھبرائیں نہیں۔ اطمینان رکھئے۔ نازک جذبات کو ٹھیس نہیں لگاؤں گا۔ خود کا تجربہ ہے، جانتا ہوں کہ جب کوئی غیر آدمی... وہ کیا مثل ہے کہ... غیر آدمی خواہ مخواہ... دوسرے کے معاملات میں ناک ٹھونسنے لگے... مجھے تو ہر صبح اس مصیبت کا سامنا ہے۔ میں فی الحال دوسرے کام سے آیا تھا، ایک اہم کام تھا۔ آپ سے ضروری کام تھا پرنس۔''

پرنس نے پھر ان سے بیٹھنے کو کہا اور خود بیٹھ گیا۔

''چلئے، دم بھر کو سہی... ایک مشورہ طلب کرنا تھا۔ ویسے تو میرے کوئی عملی مقاصد ہیں نہیں۔ لیکن اپنی عزت آبرو کا خیال رکھتے ہوئے اور کام سے کام رکھتے ہوئے، جس کی روسی آدمی میں بڑی کمی ہوتی ہے، ذرا گول مول بات میں... خود کو، اپنی بیوی کو، بچوں کو اس حال میں پیش کرتا ہوں کہ... مختصر یہ پرنس صاحب کو مجھے آپ سے مشورہ چاہئے۔''

پرنس نے ان کی نیت پر حوصلہ افزائی کی۔

''نہیں، یہ سب فضول بات ہے'' جلدی سے جنرل نے بات کاٹی ''وہ نہیں جو آپ سمجھے، دوسری بات کے متعلق، اہم مسئلے پر۔ پرنس لیونکولائی وچ، میں نے خاص آپ کے سامنے کیوں خلاصہ کرنے کا فیصلہ کیا، کیونکہ آپ وہ آدمی ہیں، جس کے مخلصانہ برتاؤ پر، شریفانہ جذبات پر پورا بھروسہ رکھتا ہوں، جیسے کہ... اچھا، آپ کو میرے الفاظ پر تعجب تو نہیں ہوتا؟''

پرنس اگر کسی خاص تعجب سے نہیں تو غیر معمولی توجہ اور اشتیاق سے ضرور اپنے مہمان کا ارشاد سن رہا تھا۔ بڑے میاں کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں، ہونٹ لرز اٹھتے تھے، ہاتھوں کو ایک جگہ قرار نہ تھا۔ وہ صرف چند سیکنڈ ہی کرسی پر بیٹھے تھے کہ اتنے میں دو بار کسی وجہ سے اٹھتے اٹھتے رہ گئے، اپنی ان حرکات پر، ظاہر تھا کہ انہوں نے ذرا بھی دھیان نہیں دیا۔ میز پر کتابیں رکھی تھیں، انہوں نے ایک کتاب اٹھالی، بات کرتے کرتے اتفاق سے کھلے ہوئے صفحے پر نظر ڈالی، فوراً بند کر کے کتاب میز پر رکھ دی، پھر دوسری اٹھائی، اس کے ورق نہیں کھولے، جب تک بیٹھے رہے، کتاب اپنے داہنے ہاتھ

Scanned with CamScanner

ں فوٹے لگاتار ہوا میں لہراتے رہے۔

"بہت ہوا! بس!" وہ ایک دم پکارے "مجھے نظر آ رہا ہے کہ آپ کو کچھ زیادہ ہی پریشانی لگا دی۔"

"جی بالکل نہیں۔ معاف کیجیے گا، آپ فرمائیے۔ میں تو، بلکہ، غور سے سن رہا ہوں اور سمجھنا چاہتا ہوں..."

"پرنس صاحب، میں خود کو ایسی حالت میں رکھنا چاہتا ہوں کہ اس کی عزت ہو... میں خود قدر و منزلت کرنا چاہتا ہوں... اور اپنے حقوق کی۔"

"جس آدمی میں یہ خواہش ہو، وہ محض اس خواہش کی بنا پر ہر قسم کی قدر و منزلت کا مستحق ہے۔"

پرنس نے اپنا کتابی قول اس پختہ یقین کے ساتھ دھرا دیا کہ لاجواب اثر پڑے گا۔ بے ساختہ اسے خیال گزرا کہ تم کا خالی خولی مگر خوشنما فقرہ، برمحل زبان سے ادا ہو جائے تو جنرل کے قماش کا آدمی اس سے متاثر بھی ہوگا، ٹھنڈا بھی پڑ ے گا، خصوصاً ایسی حالت میں جس میں جنرل مبتلا تھے۔ جو بھی ہو فی الحال تو ایسے مضطرب مہمان کو تھپکنا مقصود تھا، اس کی ل کرنی تھی۔

واقعی یہ جملہ رنگ لایا، جنرل کے دل کو چھوا، راحت دی۔ وہ اس سے فوراً متاثر ہو گئے اور لمحہ بھر میں اپنا لہجہ یل کر کے، مزے مزے میں طول طویل تشریح پر اتر آئے۔ مگر پرنس نے کان لگا کر، چاہے کتنی ہی توجہ سے ان کی باتیں ہوں، تاہم کچھ پلے نہیں پڑا۔ جنرل کوئی دس منٹ کچھ کا کچھ کہتے چلے گئے، جوش میں، جلدی جلدی، گویا خیالات کا ہجوم زبان تک پہنچنے میں وہ پھنسے اور اٹکے جا رہے ہیں؛ یہاں تک کہ بیان کے آخر پر پہنچ کر آنکھوں میں آنسو بھی لانے لگے؛ لیکن جو کچھ انہوں نے کہا وہ آغاز و انجام سے بے ربط محض جملوں کا انبار تھا، جھٹکے سے نکلے ہوئے لفظ، بے خیالات، افراتفری میں ٹوٹے، بکھرے ہوئے، ایک دوسرے پر پھلانگتے پھاندتے ہوئے الفاظ و خیالات۔

"بس، کافی۔ آپ میرا مطلب سمجھ گئے۔ میرے دل کو قرار آ گیا" انہوں نے کرسی سے اٹھتے ہوئے ایک دم کہا آپ کا جیسا دل ایک ستم زدہ کا دکھ نہ سمجھے، یہ ہو نہیں سکتا۔ پرنس صاحب، آپ آئیڈیل کی طرح شریف النفس انسان ہیں! آپ کے سامنے اوروں کی کیا حقیقت؟ آپ مگر ابھی نوعمر ہیں، خدا آپ کو رحمت کے سائے میں رکھے۔ لے دے کے میری غرض صرف اتنی تھی کہ ایک اہم گفتگو کے لیے آپ سے گھنٹہ بھر مانگوں۔ اصل امید خاص اسی بات کی تھی۔ صرف دوستی کی اور ہمدرد دل کی تلاش ہے مجھے پرنس۔ کبھی اپنے دل کے تقاضے پورے کرنے کا موقع نہیں ملا ہے مجھے۔"

"مگر ابھی کیوں نہیں کہہ ڈالتے آپ؟ میں سننے کو تیار ہوں..."

"نہیں پرنس، اب نہیں!" جنرل نے گرم ہو کر بات کاٹی۔ "ابھی اس وقت نہیں۔ ابھی صرف خواب ہے! وہ بات کہیں زیادہ اہم، بس بہت ہی اہم ہے! گھنٹہ بھر جو گفتگو کرنا چاہتا ہوں، وہ گھنٹہ تقدیر کے آخری فیصلے کا ہوگا۔ وہ صرف مبرا وقت ہوگا۔ میں نہیں چاہتا کہ اس نیک لمحے کو، جو بھی اندر قدم رکھے، ملیامیٹ کر دے، جو کوئی ناہنجار اندر گھس آئے، کا دے۔ ایسے ناہنجاروں کی کیا کمی ہے" انہوں نے اچانک پرنس کو عجیب اور رازدارانہ نظر سے دیکھتے ہوئے تقریباً سہمی ہوئی سرگوشی میں کہا "کوئی ایسا ناہنجار جو آپ کے پاؤں کی جوتی کی نوک کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا، میرے پیارے ں نے دیکھا، میں نے اپنی جوتی نہیں کہا۔ غور کیا آپ نے؟ ذرا غور کیجیے کہ میں نے اپنے پاؤں کا لفظ نہیں کہا ہے؛ وجہ کیا

کہ میری نظر میں اپنی وقعت اتنی زیادہ ہے کہ منہ پر صاف یہ بات نہیں لا سکتا۔ لیکن صرف آپ ایسے آدمی ہیں جو یہ سمجھنے اہلیت رکھتے ہیں کہ اس قسم کے معاملے میں اپنی جوتی تک کو درمیان میں لانے سے جو احتراز کیا تو ممکن ہے اس طرح حیثیت اور مقام کا احترام ملحوظ رکھا۔ آپ کے سوا بھلا کون ہے جو یہ نکتہ سمجھ پائے۔ رہا وہ شخص تو وہ بالکل ہی کورا ہے، وہ کچھ نہیں سمجھتا پرنس! قطعی نہیں، ہرگز سمجھنے کے قابل نہیں! آدمی کے پاس دل ہونا چاہئے تاکہ سمجھ سکے!"

ختم کے قریب پرنس کی حالت غیر ہو گئی اور اس نے جنرل سے دوسرے دن اسی وقت ملاقات طے کر لی۔ وہ خوش خرم، پوری طرح اپنی تسلی کئے ہوئے اور نہایت مطمئن یہاں سے رخصت ہوئے۔ شام کو چھ بجے کے بعد پرنس لیبیڈیف کو منٹ بھر کے لیے اپنے پاس بلا بھیجا۔

لیبیڈیف سنتے ہی دوڑا آیا۔ اندر قدم رکھتے ہی اس نے فوراً کہا "اسے میں اپنی عزت سمجھتا ہوں" اور اور کہیں سایہ تک نظر نہ آیا اس بات کا کہ تین دن سے روپوش تھا اور پرنس سے کنی کاٹ رہا تھا۔ آتے ہی کرسی کے کنارے بیٹھ گیا، منہ بناتا، مسکراتا، چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں تجسس اور تجسس لئے، دونوں ہاتھ ملتا مردار تا، معصومانہ اشتیاق بھرے کر رہ گیا گویا اس قسم کی کوئی بڑی وزنی بات کان میں پڑنے والی ہے جس کا دیر سے انتظار تھا اور جو پہلے سے سب کے میں آ رہی ہے۔ پرنس کو بہت کوفت ہوئی۔ اب یہ صاف ہو گیا جسے دیکھو وہی اس کی طرف سے کسی نہ کسی بات کے انتظار میں ہے، سب کی نظریں ایسے پڑتی ہیں گویا کسی بات پر مبارکباد دینے والے ہیں، اشارے، کنایے، مسکراہٹیں، اور آنکھ مارنے کی کوششیں۔ ۔ ۔ اب تک کوئی تین بار دم بھر کو ادھر جھانک گیا، اس کی صورت پر بھی مبارک سلامت کے آثار تھے، بار لطف لینے اور کچھ گول مول کہنے کی شروعات کی مگر جملہ پورا نہ کر پایا اور جلدی سے سرک گیا۔ (ادھر چند روز سے وہ کہیں پینے پلانے میں غرق تھا اور بلیرڈ کی دھن سوار تھی۔) کولیا تک، رنجیدہ رہنے کے باوجود، کوئی دو دفعہ پرنس سے پھر اکر کچھ کہنے چلا تھا۔۔۔ مگر کہہ نہ پایا۔

پرنس نے صاف لفظوں میں، ذرا چڑ کر لیبیڈیف سے پوچھ لیا کہ جنرل کی موجودہ حالت کے متعلق اس کا کیا خیال ہے اور وہ آجکل اتنا پریشان کیوں رہتے ہیں؟ لیبیڈیف کو مختصر لفظوں میں اس روز کی جنرل والی روداد سنا بھی دی۔

"اجی، پرنس، ہر ایک کو اپنی پریشانی لگی رہتی ہے... اور خاص کر آجکل کے ہمارے اوٹ پٹانگ اور بے قرار زمانے میں۔ تو، یہ کہ بس..." لیبیڈیف نے ذرا رو کھے پن سے جواب دیا اور شکایت آمیز خاموشی اختیار کر لی، صورت ایسی بنالی جیسے کسی کے اعتبار کو سخت صدمہ پہنچا ہو۔

"واہ، کیا فلسفہ چھانٹا ہے!" پرنس مسکرا دیا۔

"جی ہاں، فلسفہ درکار ہے، بہت ضرورت ہے فلسفے کی، ہمارے دور میں۔ عملی صورت میں چاہے فلسفہ مگر اس سے لوگ کتراتے ہیں۔ بس یہ ہے معاملہ۔ جہاں تک میرا تعلق ہے قابل صد احترام پرنس صاحب، اگرچہ مجھے شرف حاصل رہا کہ آپ نے ایک خاص نقطے پر مجھے اعتماد و اعتبار کے قابل گردانا، تاہم بس ایک حد تک اور وہ بھی جہاں تک حالات نے، جن کا واسطہ خاص اس نقطے سے تھا، وہیں تک محدود... میں اسے سمجھتا ہوں، کوئی شکوہ شکایت نہیں اس پر۔"

"مجھے یوں معلوم ہوتا ہے آپ شاید کسی بات پر خفا ہیں۔۔۔ کیوں؟"

Scanned with CamScanner

"بالکل نہیں۔ قطعاً نہیں۔ قابل صد احترام، حضور پرنور پرنس، بالکل خفا نہیں!" لیبید یف بڑے تکلف سے پکارا اور دل پر ہاتھ رکھ لیا "خفا ہونا تو درکنار جناب، وہ وقت آ پہنچا ہے کہ دنیا کے سامنے میری جو حیثیت ہو، دل و دماغ کی جو بھی قوت ہو، مال و دولت کتنا بھی ہو، پہلے جو کچھ بھی میری رفتار گفتار رہی ہو، علم و شعور کچھ بھی ہو، اس کے باوجود آپ کے اعتماد کے درجہ شرف اور جو بڑی بڑی امیدیں رکھی گئیں، ان کے منصب کے قابل خود کو شمار نہیں کرتا۔ پھر بھی اگر مجھے کسی عزت کے قابل آپ شمار کریں تو غلام اور خدمتگار کی حیثیت میں حاضر ہوں، اس کے سوا اور کچھ نہیں... میں خفا نہیں ہوں، بس رنجیدہ ہوں صاحب۔"

"مسٹر لوکیان لیبید یف، کیا بات ہے، بتایئے!"

"اس کے سوا اور کچھ نہیں! فی الحال بھی یہی صورت ہے، یہی ہے بحالت موجودہ! آپ سے سامنے ہوتا اور میرے دل و دماغ سائے کی طرح آپ کے ساتھ رہتے تو خود کو سمجھا لیا کرتا تھا کہ دوستانہ بات چیت کے قابل تو ہوں نہیں، تاہم صاحب خانہ کی حیثیت میں ممکن ہے، آئندہ کسی مناسب وقت پر، ایک مقررہ میعاد پر، یوں کہنا چاہئے کہ کچھ ہدایات مجھے موصول ہوں گی، یا تھوڑی بہت اطلاع سے نوازا جاؤں گا صورت حالات کی بعض پیش آیند اور قرین قیاس تبدیلیوں سے۔"

یہ سب کہتے وقت لیبید یف اپنی بھنچی ہوئی آنکھوں سے پرنس کی صورت دیکھے جا رہا تھا، اور پرنس تعجب کے ساتھ اسے تک رہا تھا۔ لیبید یف کو اب بھی توقع تھی کہ اسے جو کریدگی ہوئی ہے وہ تسکین پائے گی۔

"قطعاً کچھ سمجھ نہیں پایا" پرنس قریب قریب غصے سے چیخ پڑا۔ "آپ بڑے اینچ پینچ والے آدمی ہیں!" ایک دم پرنس کو ہنسی چھوٹی۔ بے اختیار ہنسنے لگا۔

لمحہ بھر کو لیبید یف بھی ہنس دیا۔ اس کی نظروں میں جو سوالیہ علامت تھی، اس سے ظاہر ہوا کہ امیدوں میں جان ہی نہیں پڑی بلکہ دوگنی ہو گئیں۔

"آپ کو معلوم ہے مسٹر لوکیان لیبید یف، کیا کہنے والا ہوں؟ بس، ناراض نہ ہونا مجھ سے۔ آپ کی سادہ لوحی پر تعجب ہوتا ہے اور صرف آپ کی نہیں۔ آپ کو اس قدر سادہ لوحی کے ساتھ کسی بات کی مجھ سے توقع ہے فی الوقت، ٹھیک اسی لمحے کہ میں جھجک رہا ہوں، شرم آ رہی ہے کہ میرے پاس ایسی کوئی بات ہے ہی نہیں جو آپ کی تسکین کر سکے۔ قسم کھا کے کہتا ہوں کہ قطعی طور پر کچھ ہے ہی نہیں۔ آپ میری بات مانئے!"

پرنس کو پھر ہنسی آ گئی۔

لیبید یف نے خود کو سنبھال لیا۔ سچ کہئے تو وہ بعض اوقات سادہ لوحی میں حد سے گزر رہا اور ٹوہ لینے میں سخت چٹو واقع ہوا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ صفت بھی تھی کہ کافی چالاک اور چھل بل والا چکیلا بھی، بلکہ بعض صورتوں میں نہایت ہوشیاری سے زبان بند رکھنا بھی جانتا تھا۔ بار بار کی دھتکار سے پرنس نے اسے اپنا مخالف بنانے میں کسر نہیں چھوڑی تھی۔ مگر دھتکارنے، دھکیانے کی وجہ یہ نہیں کہ پرنس اس کی تذلیل کرتا تھا، نہیں، وجہ صرف یہ کہ لیبید یف کو جس معاملے کی کریدتھی وہ تھا ہی بڑا نازک۔ کئی دن ہو چکے تھے کہ پرنس اپنے بعض ارمانوں کو جرم شمار کر رہا تھا اور یہاں لیبید یف اس کے انکار یا

پہلو تہی کو اپنی طرف سے بد دلی اور بے اعتباری سمجھے جا رہا تھا، دل میں تلخی لیے سامنے سے ہٹ جاتا تھا اور پرنس کے تعلق سے، کولیا اور کیلر تو کیا، خود اپنی بیٹی ویرا کو رشک کی نظر سے دیکھنے لگا تھا۔ شاید وہ خاص اس لمحے خلوص دل سے آرزومند ہوگا کہ پرنس کو ایسی اطلاع بہم پہنچائے جو موصوف کے لیے انتہائی دلچسپی کا سامان رکھتی ہو، لیکن منہ لٹکا کر چپ ہو رہا اور کچھ بتائے بغیر رہ گیا۔

''فرمایئے، قابل صد احترام پرنس صاحب، میں آپ کی کا خدمت کر سکتا ہوں، نظر براں کہ جناب نے مجھے طلب فرمایا ہے؟'' ذرا دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے بالآخر دریافت کیا۔

''جی ہاں ــــ وہ، خاص، جنرل کے بارے میں بات کرنی تھی'' پرنس نے بھی منٹ بھر سوچ میں گم رہنے کے بعد چونک کر کہا۔ ''اور... وہ جو آپ نے بتایا تھا نا ــــ چوری آپ کی رقم کی، تو...''

''کس سلسلے میں جناب؟''

''یہ لیجیے، اب آپ گویا میری بات ہی نہیں سمجھ رہے! توبہ ہے، بھئی آپ سے تو، جب دیکھو کوئی نہ کوئی رول کر رہے ہوں گے! میں روپے کی بات پوچھ رہا ہوں، وہ روپیہ، چار سو روبل، جو بٹوے میں تھے، کھو گئے تھے، جن کا واقعہ سنانے آپ میرے پاس آئے تھے، صبح سویرے، پیترسبورگ روانہ ہوتے وقت۔ اب آپ سمجھے؟''

''آہا ــــ وہ چار سو روبل، ان کے بارے میں؟'' لیبیدیف نے کھینچ کر ایسے کہا جیسے اب جا کے بات سمجھا ہے۔ ''پرنس صاحب، میں آپ کی توجہ خاص کا شکر گزار ہوں۔ میرے لیے یہ فخر کی بات ہے۔ مگر... وہ مجھے بعد میں، کافی دن ہوئے، تبھی مل گئے تھے۔''

''مل گئے؟ شکر ہے خدا کا!''

''آپ کا اس طرح چونکنا، فکر کرنا انتہائی شرافت ہے آپ کی، کیونکہ چار سو روبل ایک خاصی رقم ہے ایسے غریب آدمی کے لیے جو بمشکل گزر بسر کرتا ہو اور بن ماں کے بچوں کا بڑا کنبہ پال رہا ہو...''

''میں اس کے بارے میں نہیں... خیر، سن کر خوشی ہوئی کہ گمشدہ رقم مل گئی'' پرنس نے جلدی سے اپنی بات سنبھالی۔ ''مگر یہ تو... بتایئے، کیسے ملی؟''

''انتہائی معمولی طریق سے۔ کرسی کے نیچے ملی جس کرسی پر فراک کوٹ ٹنگا ہوا تھا، یعنی ہوا یہ ہوگا کہ بٹوہ جیب سے پھسل کر فرش پر گر گیا۔''

''کرسی کے نیچے کیسے؟ ناممکن، آپ نے خود ہی تو کہا تھا کہ کونا کونا چھان مارا! بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بالکل سامنے کی جگہ پر نظر نہ گئی ہو؟''

''جی ہاں، دیکھا تھا۔ خوب اچھی طرح، صاف یاد ہے کہ وہاں دیکھ لیا تھا۔ چاروں ہاتھ پاؤں پر رینگا، اس جگہ کو خوب ٹٹولا، کرسی ہٹائی، خود اپنی آنکھوں پر بھی اعتبار نہ کیا اور تلاش کرتا رہا، کچھ بھی نہ پایا، خالی، سپاٹ، صاف جگہ، ہتھیلیوں کی طرح صاف سپاٹ۔ پھر بھی ہتھیلیاں پھیرتا گیا۔ انسان جب کسی شے کی تلاش میں پڑ جائے تو اس قسم کی کم ظرفی پر ہمیشہ آمادہ ہو جاتا ہے جناب... اگر کوئی قابل ذکر اور افسوس ناک گمشدگی واقع ہو جائے۔ سامنے دیکھ رہا ہے کہ کچھ

Scanned with CamScanner

بھی نہیں، جگہ بالکل خالی، پھر بھی ایک چھوڑ پندرہ مرتبہ نظر ڈالتا ہے۔"

"ہاں، مان لیا۔ مگر آخر یہ ہوا کیسے، پھر بھی؟ میری عقل میں نہیں آتا" پرنس نے بھٹکی ہوئی عقل کے ساتھ بے اختیار سوال کیا "دیکھئے نا، پہلے آپ نے کہا کہ رقم وہاں نہیں تھی، آپ تلاش کر کر کے تھک گئے۔ اب یہ کیسے کہ وہیں اچانک پائی گئی؟"

"جی ہاں، بس، وہیں پائی گئی جناب۔"

پرنس نے لیبیدیف کو عجیب نظر سے دیکھا۔

"اور جنرل؟" ایک دم وہ پوچھ بیٹھا۔

"یعنی، کیا مطلب آپ کا؟ جنرل سے کیا؟" لیبیدیف پھر سمجھنے سے منکر ہو گیا۔

"افوہ، خدایا، آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب آپ نے کرسی کے نیچے بٹوہ تلاش کیا تو جنرل نے کیا کہا؟ پہلے تو آپ دونوں مل کر ہی ڈھونڈ رہے تھے نا!"

"جی ہاں، پہلے تو ہم دونوں ہی۔ لیکن مجھے اقرار ہے کہ اس بار میں نے زبان بند رکھی اور یہی بہتر جانا کہ جنرل کو مطلع نہ کروں کہ بٹوہ مل گیا ہے، مجھ اکیلے کی تلاش سے ملا ہے۔"

"کیوں، کیسے؟ رقم سلامت تھی؟"

"بٹوہ کھولا، رقم پوری — ایک ایک روبل موجود۔"

"کم از کم مجھی کو بتا دیا ہوتا" کچھ سوچتے ہوئے پرنس کی زبان سے نکلا۔

"اندیشہ تھا کہ آپ کی ذات خاص کو پریشان کروں پرنس صاحب، شاید، ممکن ہے آپ کی ذات سے ہی، یوں کہنا چاہئے کہ انتہائی اہم مسائل درپیش ہوں اور میں خلل ڈالوں۔ اور پھر یہ بھی کہ خود ایسی صورت بنا رکھی ہے گویا کچھ ملا ہی نہیں۔ بٹوہ کھولا، اندر جھانکا، بند کیا اور پھر وہیں کرسی کے نیچے ڈال دیا۔"

"مگر کیوں؟ کس لئے؟"

"ایسے ہی، دیکھنے کو کہ آگے کیا ہوتا ہے" لیبیدیف ایک دم دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کھی کھی کرنے لگا۔

"تو کیا اب تک وہیں پڑا ہے تین دن سے؟"

"جی نہیں، صرف ایک دن رات پڑا رہا۔ دیکھئے نا، میں کسی قدر یہ بھی چاہتا تھا کہ جنرل کو تلاش میں ملے۔ کیونکہ اگر آخر مجھے مل گئی تو جنرل کی نظر کیسے چوک جائے گی اس چیز سے، جو یوں کہنا چاہئے کہ بالکل نظر کے سامنے ہے اور کرسی کے نیچے سے جھانک رہی ہے۔ میں نے وہ کرسی بار بار اٹھائی اور جگہ بدل بدل کے رکھی تاکہ بٹوہ بالکل ہی، پہلی نظر میں دکھائی دے جائے، مگر جنرل نے دیکھا تک نہیں اور وہیں ایک دن رات پڑا رہا۔ اب وہ بالکل خود فراموش ہو گیا ہے، سمجھ میں نہیں آتا اسے ہوا کیا؛ بات کرتا ہے، قصے سنانے بیٹھتا ہے، ہنستا ہے، قہقہے مارتا ہے، مگر اچانک مجھ سے بگڑ بیٹھتا ہے، معلوم نہیں کیا وجہ۔ آخر میں ہم گھر سے نکلنے کو تیار ہوئے تو میں نے دروازہ عمداً کھلا چھوڑ دیا۔ وہ ذرا بذبذب میں پڑا، کچھ کہنے کا ارادہ کیا، غالباً یہ کہ بٹوہ اور خاصی معقول رقم کی بات، پھر جھجک گیا، مگر بری طرح بگڑ بیٹھا اور زبان کھولے بغیر رہ

گیا۔ ابھی ہم دو قدم گئے ہوں گے کہ اس نے میرا ساتھ چھوڑا اور دوسری طرف مڑ گیا۔ شام کو صرف شراب خانے میں آمنا سامنا ہوا۔"

"تو، مطلب یہ کہ آپ نے کرسی کے نیچے سے وہ بٹوہ اٹھالیا نا؟"

"جی نہیں، اسی رات وہ کرسی کے نیچے سے ندارد۔"

"تو اب کہاں ہے؟"

"اب یہاں ہے" لیبیڈیف کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ کرسی سے وہ قد آدم اٹھ کھڑا ہوا اور پرنس کو خوشی خوشی دیکھتا ہوا بولا "آپ سے آپ یہاں پایا گیا، خاص میرے فراک کوٹ کے دامن میں۔ ملاحظہ ہو، دیکھئے، ٹٹول کر دیکھئے۔"

واقعی فراک کوٹ کے دامن میں بائیں طرف آگے کو نکلی ہوئی، اچھی خاصی تھیلی نظر آ رہی تھی۔ ہاتھ لگاتے ہی فوراً کھل جاتا کہ چمڑے کا بٹوہ ہے جو پھٹی ہوئی جیب سے کھسک کر یہاں آ پہنچا۔

"میں نے نکالا اور دیکھا۔ سب سلامت۔ پھر وہیں ڈال دیا اور اسی طرح کل صبح سے گھوم رہا ہوں، دامن میں باندھے۔ ٹانگوں تک کو لگتا ہے۔"

"آپ کو محسوس نہیں ہوتا؟"

"جی بالکل نہیں، جی جی۔ ذرا آپ تصور فرمائیں قابل احترام حضرت پرنس، اگرچہ یہ رقم آپ کی کسی خاص توجہ کی مستحق نہیں، یوں تو میری جیبیں ہمیشہ پکی اور اندر سے سلامت رہتی ہیں، لیکن اچانک ایک رات میں اتنا بڑا سوراخ نمودار ہو گیا۔ میں نے خوب الٹ پلٹ کر دیکھا کہ پتہ چلے، جیسے کسی نے قلم بنانے کے چاقو سے جیب کاٹی ہو۔ یقین کرنا مشکل ہے نا؟"

"اور.... جنرل؟"

"سارے دن ناراض رہا، کل بھی، آج بھی۔ بہت ہی برہم؛ کسی وقت اتنا خوش کہ نشے کی ترنگ میں خوشامد کی حد تک، کبھی بات بات پر آزردہ کہ آنسو نکل پڑیں، اور دیکھتے دیکھتے ناراض، اس قدر ناراض کہ مجھے خوف آتا ہے۔ قسم خدا کی۔ آپ جانیں، پرنس صاحب، میں کوئی فوجی آدمی تو ہوں نہیں۔ ابھی کل کی بات ہے، شراب خانے میں ہم بیٹھے تھے، میرے کوٹ کے اندر کا دامن باہر نکل پڑا کہ سب کی نظر پڑے، اچھا خاصا پیاڑ۔ جنرل نے نظر بچا کر دیکھا اور بگڑ بیٹھا۔ کتنے دن ہو گئے کہ مجھ سے آنکھ چار نہیں کرتا۔ سوائے اس کے کہ بہت پیے ہوئے یا بہت پگھلا ہوا ہو۔ لیکن کل کوئی دو بار ایسی نظر ڈالی مجھ پر کہ جھرجھری آ گئی۔ کل البتہ میرا ارادہ ہے کہ بٹوہ ملنا بتا دوں گا اور کل تک اور ایک شام اس کے ساتھ تفریح کر لوں۔"

"انہیں اتنا کیوں ستا رہے ہیں آپ؟" پرنس نے جھٹکے سے پوچھا۔

"ستا نہیں رہا ہوں، ہرگز نہیں" لیبیڈیف نے جوش میں پرنس کی بات پکڑ لی "مجھے تو اس سے دلی محبت ہے۔ دل میں اس کی عزت ہے جناب اور اب، آپ مانیں، نہ مانیں، پہلے سے بھی زیادہ قدر کھلی اس کی، اب وہ اور بیش بہا ہو گیا ہے جی۔"

Scanned with CamScanner

لیبیدیف نے یہ الفاظ اس قدر سنجیدگی سے اور خلوص سے ادا کئے کہ پرنس کو ناگواری ہوئی۔

"عجب ہے؟ اور ستا بھی رہے ہیں آپ؟ اسی کو لیجئے، صرف اس بات کو کہ انہوں نے گمشدہ چیز یوں نظر کے سامنے ڈال دی، کرسی کے نیچے اور فراک کوٹ کے اندر، تو صرف اسی ایک حرکت سے انہوں نے آپ پر صاف ظاہر کر دیا کہ آپ سے چال کرنا نہیں چاہتے بلکہ سیدھے سبھاؤ معافی کے طلب گار ہیں۔ سنا آپ نے، اب وہ معذرت طلب کر رہے ہیں! مطلب یہ کہ آپ کے جذبات کی نزاکت سے امید رکھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ کی دوستی پر انہیں پورا اعتماد ہے۔ اور آپ ہیں کہ انہیں، ان جیسے... انتہائی ایماندار آدمی کو اتنا نیچا دکھانے پر تلے ہوئے ہیں!"

"جی ہاں، انتہائی ایماندار، انتہائی... پرنس صاحب!" لیبیدیف نے بات پکڑ لی، اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ "بس آپ ہی ایک، انتہائی شریف النفس آدمی ایسے پائے جاتے ہیں جو اس کے لیے یہ منصفانہ، یہ شایان شان لفظ کہہ سکیں۔ تبھی تو میں دل و جان سے آپ کا پرستار ہوں، مانا کہ مجھ میں طرح طرح کے داغ لگے ہوئے ہیں۔ طے پایا! ابھی جاتا ہوں، بٹوے کی تلاش کرتا ہوں، کل نہیں، ابھی۔ اسی وقت۔ یہ لیجئے، نکال لیا آپ کی نظروں کے سامنے۔ یہ لیجیے، پوری رقم موجود ہے، نظروں کے سامنے۔ یہ سنبھالئے، شرافت کے پیکر پرنس، اسے سنبھالئے بس، کل تک۔ کل ورنہ پرسوں آپ سے لے لوں گا جناب۔ یوں کرتا ہوں پرنس صاحب، کہ کہیں باغیچے میں پتھر تلے، اسی پہلی رات و گمشدہ رقم والا بٹوہ ڈال گیا۔ کیا خیال ہے آپ کا؟"

"دیکھنا، کہیں ان کے منہ پر مت کہہ بیٹھئے گا کہ بٹوہ مل گیا ہے۔ خود، آپ سے آپ دیکھ لیں کہ اب کوٹ کے دامن میں کچھ نہیں تو سمجھ ہی جائیں گے کہ مل گیا۔"

"اچھا، یہ بات؟ کیا بہتر نہ ہوگا کہ صاف صاف بتا دوں کہ مل گیا اور ظاہر یہ کروں کہ اب تک سوجھی نہیں تھی کہ کہاں مل سکتا ہے؟"

"نہیں، بالکل نہیں" پرنس نے سوچ کر کہا "اب وہ وقت نکل چکا۔ یہ زیادہ خطرناک ہے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ اپنی زبان سے کچھ نہ کہیں بلکہ ان کے ساتھ اور زیادہ نرمی سے پیش آئیں۔ مگر بہت دکھاوا بھی نہ کیجیے اور... اور آپ جانتے ہیں..."

"سمجھا، پرنس صاحب، میں سمجھا۔ جانتا ہوں مگر اس کی تعمیل نہیں کر پاؤں گا۔ وجہ یہ کہ اس کی تعمیل کو ایسا دل چاہئے جیسا آپ کا۔ پھر یہ بھی کہ خود چڑا ہوا ہے اور چالاک بھی ہے۔ ان دنوں بعض اوقات جنرل میرے ساتھ ایسے نخوت سے پیش آتا ہے۔ ابھی ہنسی دل لگی، اور گلے لگانا اور ابھی توہین، تذلیل اور مذاق اڑانا۔ لائیے، بس، اب یہ دامن لیتا ہوں اور عمداً سامنے دکھاتا۔ جی، جی! پرنس، اب رخصت دیجیے کیونکہ دکھائی دے رہا ہے کہ میں خلل ڈال رہا ہوں، حرج کر رہا ہوں یوں کہئے کہ سب سے زیادہ پرشوق جذبات..."

"بس، کرم کیجیے، پہلے کی طرح بھید راز!"

"پھونک پھونک کر قدم اٹھائیں، آہٹ کئے بغیر!"

سارا معاملہ اب نمٹ چکا تھا مگر پرنس کی فکرمندی پہلے سے زیادہ نہیں تو کچھ کم بھی نہیں ہوئی۔ اب اسے بے

صبری سے کل کے اس وقت کا انتظار تھا جب جنرل اس سے ملنے والا تھا۔

(4)

طے پایا تھا کہ گیارہ بجے کے بعد ملیں گے لیکن پرنس کو خلاف توقع دیر ہوگئی۔ گھر واپس آیا تو دیکھا کہ جنرل پہلے سے انتظار میں ہیں۔ ایک نظر میں ان کی برہمی کا پتہ چل گیا، وجہ شاید یہ کہ انہیں پرنس کا انتظار کیوں کرنا پڑا۔ معذرت طلب کرتے ہی پرنس جلدی سے بیٹھ گیا لیکن کچھ عجب طرح دیا اور شرمایا سا رہا گویا اس کا مہمان شیشے کا ہے، ڈر ہے کہ دم بھر میں کہیں ٹوٹ نہ جائے۔ پہلے کبھی جنرل کے سامنے دبنے یا شرمانے کی نوبت نہ آئی تھی، گمان تک نہ تھا کہ یہ وقت کبھی آسکتا ہے۔ دیر نہ ہوئی تھی کہ پرنس نے دیکھ کر بھانپ لیا کہ کل والا کوئی اور تھا اور آج بالکل دوسرا شخص ہے۔ جہاں کل تک اکڑا اکڑا پن اور غائب دماغی تھی، وہاں آج غیر معمولی ضبط و احتیاط کا جلوہ نظر آیا۔ صاف اندازہ ہوتا تھا کہ سامنے جو شخص ہے و ل میں کچھ ٹھانے ہوئے ہے۔ صبر و قرار، بہر حال اصلی ہونے کے بجائے ظاہر کا پردہ تھا۔ جو بھی ہو، مہمان شریفانہ بے تکلفی پر مائل تھا اگرچہ اس میں بھی رکھ رکھاؤ سے کام لے رہا تھا۔ شروع سے ہی اس نے پرنس کے ساتھ کسی قدر انکسار اور احترام ملحوظ رکھا ٹھیک اسی طرح جیسے بعض اوقات شریفانہ بے تکلفی برتنے والوں میں وہ خوددار لوگ پیش آتے ہیں جن کے ساتھ زیادتی کی گئی ہو۔ جنرل شفقت آمیز نرم گفتگو کرتے رہے، اگرچہ اس میں بھی دبے دبے رنج کا لہجہ پوشیدہ تھا۔

"لیجیے، آپ کی کتاب جو میں مستعار لے گیا تھا، شکر گزار ہوں" انہوں نے میز پر ڈالی ہوئی کتاب کی طرف معنی خیز اشارہ کیا۔

"ہاں — خوب، جنرل صاحب آپ نے یہ مضمون ملاحظہ فرمایا؟ پسند آیا؟ شوق انگیز ہے نا؟" پرنس نے کہا، اسے خوشی تھی کہ غیر متعلق گفتگو چھڑ جانے کا امکان ذرا جلدی نکل آیا۔

"شوق انگیز تو ضرور ہے، لیکن بھدا، ناگوار اور قطعی واہیات۔ شاید ہر قدم پر جھوٹ ہی جھوٹ ہو۔"

جنرل بڑی خود اعتمادی کے ساتھ، بلکہ لفظ کھینچ کر، خوب شان کے ساتھ بول رہے تھے۔

"ہا، کیا سادہ سا قصہ ہے! ایک ایسے بوڑھے فوجی کا، جس کے لیے ماسکو میں فرانسیسیوں کا داخل ہونا چشم دید واقعہ تھا، بعض بیانات تو بڑے ہی دلکش ہیں۔ اسی لیے وہ ساری تحریریں، جن میں آنکھوں دیکھی بیان ہو، نہایت بیش قیمت ہوتی ہیں، چاہے چشم دید کا دعویدار غلط نکلے۔ کیوں، سچ ہے نا؟"

"اگر میں ہوتا ایڈیٹر کی جگہ تو ہرگز نہ چھاپتا۔ رہا آنکھوں دیکھی بیان کرنے والی تحریریں عموماً، تو لوگ کی بدتمیز جھوٹے پر، جو دل بہلا دے، آسانی سے ایمان لے آتے ہیں، لائق اور آزمودہ کار کا بیان سننے کے بجائے۔ 1812ء کی روسی فرانسیسی جنگ کے بارے میں بعض تحریریں میری نظر سے گزری ہیں جن کو... پرنس صاحب، میں طے کر چکا ہوں کہ یہ گھر چھوڑ دوں — مسٹر لیبیڈ یف کا یہ مکان۔"

اتنا کہہ کر جنرل نے پرنس کی صورت پر معنی خیز نظر ڈالی۔

"خیر، آپ کے پاس تو اپنا مکان موجود ہے، پاولوفسک میں ہی... آپ کی بیٹی کا مکان..." پرنس کی زبان سے نکلا، اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے۔ یاد آیا کہ جنرل تو کسی زبردست اہمیت کے معاملے پر مشورہ لینے آئے ہیں،

Scanned with CamScanner

جس پر ان کی تقدیر منحصر ہے۔

"دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ میری بیوی کا مکان... یعنی اپنا، اپنی بیٹی کا مکان۔"

"معاف کیجیے، میں..."

"میں لیبیڈیف کا مکان چھوڑنے والا ہوں، وجہ یہ ہے کہ، میرے عزیز پرنس، وجہ اس کی یہ کہ اس آدمی سے قطع تعلق ہو گیا۔ کل شام ہوا۔ افسوس یہ کہ پہلے ہی کیوں نہ ہو گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ میری عزت کی جائے، ایسے شخصوں سے بھی اس کا طلبگار رہوں جن کو، یوں کہیے کہ دل کی امانت سپرد کرتا ہوں۔ پرنس، بہت بار میں نے اپنا دل دیا اور ہر بار فریب کھایا۔ یہ شخص اس تحفے کے قابل نہ تھا۔"

"اس میں بہت کچھ بے ربطی ہے" پرنس نے ضبط کرتے ہوئے کہا "کچھ اور بھی صفات ہیں... لیکن ان سب کے درمیان دل تو ضرور نظر آتا ہے، تیز اور کبھی کبھی پر لطف ذہانت بھی ہے۔"

لطافت بیان اور لہجے میں احترام نے اثر دکھایا، جنرل پسیج گئے۔ اگرچہ اب بھی ان کی آنکھوں سے انہونی بے اعتمادی جھلک رہی تھی۔ مگر پرنس کا لہجہ اتنا قدرتی اور پر خلوص تھا کہ کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رہ گئی۔

"یہ کہ اس میں بعض اچھی صفات ہیں" جنرل نے پرنس کی بات کی ڈور تھامی "تو پہلے میں نے ہی ان کا ذکر کیا، جب اس شخص کو اپنی دوستی کا تحفہ بخشا تھا۔ مجھے اس شخص کے مکان کی، اس کی مہمان نوازی کی کیا محتاجی، جب اپنا ذاتی گھر بار موجود ہے تو۔ اپنے عیبوں پر مجھے پردہ نہیں ڈالنا۔ احتیاط برتنا مجھے نہیں آتا۔ میں نے اس کے ساتھ شراب پی اور اب اسے روتا ہوں کہ کیوں پی۔ مگر صرف ایک پتے کی خاطر (معاف کیجیے گا پرنس، چڑے ہوئے آدمی میں صاف گوئی کی تلخی ہے تو) صرف ایک پتے کی خاطر میں نے اس شخص سے رشتہ نہیں جوڑا تھا۔ جیسا کہ ابھی آپ نے کہا، کچھ اور صفات تھیں جنہوں نے مجھے موہ لیا۔ مگر ان سب کی، یہاں تک کہ خوبیوں کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ اب اگر وہ ایک دم آپ کے منہ پر اسی سینہ زوری پر اتر آئے اور یقین دلانے لگے کہ 1812ء کی لڑائی میں، جب وہ بالکل بچہ ہوگا، اپنے بچپن میں بائیں ٹانگ دے بیٹھا اور ماسکو کے قبرستان وگانکوف میں ٹانگ دفن کی ہے تو یہ حد سے گزرنا ہوا، دوسرے کی عزت نہ کرنا ہوا، اس سے گھٹیا پن ظاہر ہوتا ہے..."

"ممکن ہے، یہ محض مذاق ہو، ہنسی دل لگی کی خاطر۔"

"خوب سمجھا، نادانی کا صاف جھوٹ، ہنسی دل لگی کی خاطر، چاہے بے لطف بھی ہو لیکن انسان کے دل پہ گراں نہیں گزرتا۔ کوئی آدمی من گھڑت سناتا ہے، چلیے، کوئی بات نہیں، دوستی کے جذبے میں کہہ جاتا ہے کہ ساتھ والے کو لطف آجائے۔ لیکن اگر اس میں بے عزتی کا اشارہ مقصود ہو، اگر اس قسم کی بے عزتی کے ذریعے، ممکن ہے صرف یہ دکھانا ہو کہ قطع تعلق کرنا ہے تو ایک شریف وضعدار انسان کے لیے اس کے سوا اور کوئی راہ نہیں کہ تعلقات توڑ لے اور زیادتی کرنے والے کو اس کی صحیح جگہ دکھا دے۔"

بات کہتے کہتے جنرل کو جلال آ گیا۔

"جی ہاں، بھلا 1812ء کی جنگ میں لیبیڈیف کیسے ہو سکتا تھا۔ اس کی اتنی عمر نہیں ہو سکتی۔ مذاق معلوم

ہوتا ہے۔"

"اول تو یہی، اور پھر فرض کیا کہ تب اس کی پیدائش ہو چکی تھی تب بھی منہ پر یہ یقین دلانا کیا معنی کہ فرانسیسی توپچی نے اس کو نشانہ بنا کر ٹانگ پر توپ داغ دی ہوگی اور محض تفریح کی خاطر داغ دی۔ اس نے اپنی اڑی ہوئی ٹانگ اٹھائی، گھر لے گیا اور بعد میں لے جا کر وگانکوف قبرستان میں دفن کر آیا۔ پھر کہتا ہے کہ ٹانگ کی قبر پر لوح مزار لگائی جس پر ایک طرف لکھا تھا: 'یہاں سرکاری اہلکار لیبید یف کی ٹانگ مدفون ہے، اور دوسری طرف 'خاک عزیز' آسودہ باد صبح نجات تک، اور پھر یہ کہ ہر سال اس پائے مرحوم کی برسی منائی جاتی ہے (اور یہ بدعقیدگی نہیں تو کیا؟) جس کی خاطر ہر سال اسے ماسکو جانا ہوتا ہے۔ ثبوت کے طور پر وہ ماسکو چلنے کی دعوت دیتا ہے تاکہ قبر بھی دکھا دے اور خاص وہ فرانسیسی توپ بھی جو لڑائی کے بعد چھینی گئی اور کریملن میں رکھی ہے۔ پھر یقین دلاتا ہے کہ کریملن کے پھاٹک سے وہ گیارہویں توپ ہے پرانی وضع کی فرانسیسی فالکونٹ توپ۔"

"مگر، اس کی تو دونوں ٹانگیں سلامت ہیں۔ آنکھ کے سامنے ہیں!" پرنس کو ہنسی آ گئی "آپ میرا کہا مانئے، یہ محض بھولا مذاق ہے، اس کا برا نہ مانئے۔"

"اچھا ذرا میری بات سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ ٹانگ کا صاف سلامت ہونا، تو مان لیتے ہیں کہ یہ پوری طرح قرین قیاس نہ سہی؛ وہ یقین دلاتا ہے کہ یہ اس نے چرنوسوی توف سے بنوائی تھی..."

"ہاں واقعی، میں نے بھی سنا ہے کہ چرنوسوی توف کی بنائی ہوئی ٹانگ سے تو آدمی ڈانس بھی کر سکتا ہے۔"

"بالکل بجا فرمایا۔ چونرسوی توف نے مصنوعی ٹانگ ایجاد کی تو سب سے پہلا کام یہ کام کیا کہ میرے پاس دوڑا ہوا آیا دکھانے کو۔ لیکن ملاحظہ ہو اول تو چرنوسوی توف کی ایجاد کردہ ٹانگ کافی بعد میں بنی ہے... پھر وہ اوپر سے زور دے کر کہتا ہے کہ اس کی مرحومہ بیوی کا اتنے برس ساتھ رہا اور اسے پتہ نہیں چل پایا کہ شوہر کی ایک ٹانگ اصلی نہیں، کاٹھ کی ہے۔ اور جب اس کی یہ اوٹ پٹانگ میری نظر میں آئی تو کیا کہتا ہے کہ اگر تم سنہ بارہ میں نپولین کے دربار کے حاضر باش ہو سکتے تھے تو پھر مجھے بھی اپنی ٹانگ وگانکوف قبرستان میں دفن کرنے دو۔"

"تو کیا آپ تب..." پرنس نے کہنا چاہا اور کسمسایا۔

جنرل نے پرنس کو واقعی اکڑ کر دیکھا اور قریب تھے کہ اس کا مذاق اڑائیں۔

"اچھا، بات پوری کر لیجیے پرنس" لفظوں کو خصوصیت سے ڈھیل دے کر بولے "بات پوری کر لیجیے۔ میں تحمل سے کام لوں گا۔ جو کہنا ہے، کہہ لیجیے۔ ہاں اتنا مکان لیجیے کہ آپ کو یہ خیال بھی مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے کہ سامنے جو شخص موجود ہے، وہ اپنی موجودہ حالت، گری ہوئی، بے مصرف حالت میں آنکھ کے سامنے ہے اور اسی کے ساتھ آپ سنتے ہیں کہ یہ شخص ذاتی گواہ رہا ہے... بڑے بڑے تاریخی واقعات کا۔ تو کیا اس نے ابھی تک کوئی بڑی افواہ میرے بارے میں آپ تک نہیں پہنچائی؟"

"نہیں تو، میں نے لیبید یف کی زبانی کچھ نہیں سنا، اگر آپ کا مطلب لیبید یف سے ہے تو..."

"ہونہہ، میں نے اس کے برخلاف قیاس کیا تھا۔ سچ کہوں تو کل ہی ہمارے درمیان اس سلسلے میں... یعنی وہ جو

Scanned with CamScanner

...پرانے کاغذات کے ذخیرے میں ملا ہے، اس کے بارے میں گفتگو چھڑی تھی۔ میں نے اسے اوٹ پٹانگ ...ورق میں خود ذاتی چشم دید گواہ موجود ہوں... کیا آپ کو تعجب ہو رہا ہے... ہنسی آ رہی ہے پرنس صاحب، میری ...کہے ہیں؟"

"جی نہیں... میں تو..."

"میں دیکھنے میں کم ہوں، لیکن ویسے میری عمر کہیں زیادہ ہے جتنا دکھائی دیتی ہے" انہوں نے لفظوں کو طول دیا ...ئی کے وقت کوئی دس گیارہ سال کا تھا۔ صحیح عمر اپنی مجھے ٹھیک سے نہیں معلوم۔ سرکاری کاغذوں میں کم درج ...کر کے بتاتا رہا عمر بھر۔"

"آپ یقین کیجیے جنرل صاحب کہ اس میں مجھے تو عجیب نہیں لگتا کہ آپ سنہ بارہ میں ماسکو میں موجود تھے ...یقیناً اطلاع بہم پہنچا سکتے ہیں... جیسے اس وقت کے اور سب لوگ۔ ہمارے آپ بیتی لکھنے والوں میں ایک صاحب ...کتاب یہاں سے شروع کی ہے کہ 1812ء میں انہیں، جب وہ ایک شیر خوار تھے، ماسکو میں فرانسیسی فوجیوں نے ...لائی۔"

"دیکھا آپ نے" جنرل انکسار سے تائید کرتے ہوئے بولے "میرے ساتھ جو واقعہ گزرا، معمول سے ہٹا ہوا ...ہے، تاہم اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو انہونی شمار کی جائے۔ اکثر و بیشتر سچ دیکھنے میں ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ دربار ...حاضر باش! یوں سننے میں ضرور عجیب ہے۔ لیکن دس سال کے بچے کو جو امر پیش آ سکتا ہے، وہی ممکن ہے، خود اس کی عمر ...نے کو کافی ہو، پندرہ سال والے کو وہ پیش نہیں آ سکتا۔ یقیناً ایسا ہی ہے۔ کیونکہ پندرہ سال کا ہوتا تو میں لکڑی کے اپنے ...مکان سے نہ بھاگا ہوتا، پرانے بسمان اسٹریٹ والے گھر سے، جس روز نپولین ماسکو میں داخل ہوا۔ ماں کو نکلنے میں دیر ...تھی، خوف سے وہ کانپ رہی تھیں اور میں انہیں چھوڑ کر بھاگ لیا۔ پندرہ کا ہوتا تو ڈر جاتا، دس سال کا تھا، کسی چیز سے ...ڈرنا کیا، بھاگا، ہجوم میں راہ بناتا ہوا ٹھیک اس محل کی سیڑھیوں پر جا پہنچا جہاں نپولین ٹھیرا تھا۔ ایسے لمحے کہ نپولین گھوڑے ...سے اتر ہی تھا۔"

"بے شک، آپ نے بڑی عمدہ بات کہی کہ دس سال میں ممکن ہے کہ کسی چیز سے خوف نہ آئے..." پرنس نے ...اس میں ہاں ملا دی، وہ اس خیال سے لجایا اور گھبرایا جا رہا تھا کہ کہیں چہرے پر سرخی نہ دوڑ جائے۔

"جی، بلاشبہ۔ سارا واقعہ ایسے ہی سیدھا سیدھا اور قدرتی گزرا جیسا کہ حقیقی زندگی میں گزر سکتا ہے۔ اسی کو ناول ...نگار کوئی اٹھا لے تو عجائب و غرائب کا طلسم کھڑا کر دے۔"

"ہاں، بالکل یہی بات!" پرنس بے اختیار بولا "یہی خیال مجھے بھی آیا تھا، ابھی کچھ دن پہلے۔ سچ مچ کے ایک ...ایسے قتل کا واقعہ میرے علم میں ہے جو گھڑی کی خاطر کیا گیا اور اب اخباروں میں آ چکا ہے۔ کہیں کسی مصنف نے لکھا ہوتا تو ...فوری زندگی کے ماہرین اور تنقید نگار فوراً جان کو آ جاتے کہ قیاس کے خلاف بات ہے، مگر جب اخباروں میں واقعے کی روداد ...پڑھتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ ہاں اسی قسم کے واقعات سے روسی زندگی کی اصلیت کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے، جنرل ...کہ بات پوری کی اور دل ہی دل میں خوش تھا کہ چہرے پر جو رنگ آ چلا

تھا، اس پر پانی پھیرنے میں کامیاب ہو گیا۔

''صحیح ہے نا، صحیح ہے نا؟'' جنرل پکارے، ان کی آنکھیں خوشی سے دمکنے لگی تھیں ''ایک لڑکا، بالکل بچہ، خطرے کا احساس نہ ہو، ہجوم کو چیرتا، راہ بناتا وہاں پہنچ جاتا ہے تاکہ وہ چمک دمک، وردیاں، شان و شکوہ اور آخر اس بڑے آدمی کو اپنی آنکھوں دیکھے جس کے بارے میں ہر طرف اتنا شور ہے۔ وجہ یہ کہ تب، کئی سال سے لگاتار صرف اسی کا شہرہ تھا، زمین آسمان اس کے نام سے گونج رہے تھے۔ یوں کہئے کہ اس کا نام میری گھٹی میں پڑ چکا تھا۔ نپولین برابر سے ہو کر دو قدم بڑھا ہوگا کہ خود بخود میری نظر الگ سے دیکھی۔ اچھے گھر کے لڑکوں کا سا میرا لباس تھا ہی۔ ہمارا پہناوا عمدہ ہوتا تھا۔ اس ہجوم میں اکیلا میں ہی تھا ایسا۔ آپ مانیں گے نا...''

''بے شک۔ وہ دیکھ کر فتنا سٹپٹایا ہوگا اور اس پر کھلا ہوگا کہ سب کے سب ماسکو خالی نہیں کر گئے۔ ابھی متصدار لوگ اپنے بال بچوں سمیت موجود ہیں۔''

''بالکل یہی، بالکل۔ وہ بویار (پرانے روسی متصدار) لوگوں کو اپنی طرف کرنا چاہتا تھا۔ جیسے ہی اس نے مجھ پر شاہینی نظر ڈالی تو لازماً میری آنکھیں بھی جواب میں چمک اٹھیں۔ پوچھتا ہے:

"Voila` un garcon bien eveille! Qui est ton Pere?"(4) میں نے تڑ سے جواب دیا، جوش کے مارے سانس پھول رہا تھا: 'جنرل کا، جو اپنے وطن کی خاطر میدان جنگ میں مارا گیا'۔

"Le fils d`un boyard et d`un brave par-dessus le marche! I`aime les boyarbs. M`aimes-tu, petit?"(5)

''جیسا جھٹ پٹ سوال تھا ویسا ہی تڑاق پڑاق جواب دیا میں نے: 'روسی دل ایسا ہے کہ اپنے وطن کے دشمن میں بھی بڑے آدمی کی پہچان کر لیتا ہے!' یعنی مجھے اب یہ تو یاد نہیں رہا کہ لفظ بلفظ یہی کہا ہوگا یا کیا، عمر ہی کیا تھی... پھر بھی جو کہا تھا، مطلب اس کا یہی ہوگا۔ نپولین حیرت زدہ رہ گیا۔ ذرا غور کر کے اپنے گارد والوں میں گھس پل کر اس کے پیچھے لپکا۔ گارد نے مجھے راستہ دے دیا اور وہ مجھے پسندیدگی سے دیکھنے لگے۔ خیر یہ سب منٹوں لمحوں میں گزر گیا... صرف اتنا یاد ہے کہ جب پہلے ہال میں قدم رکھا تو شہنشاہ چلتے چلتے ایک دم ملکہ کتھرائن کی تصویر کے سامنے رک گیا، دیر تک اسے تکتا اور سوچتا رہا، آخر اس کی زبان سے نکلا 'یہ زبردست عورت تھی!' اور پھر آگے بڑھ گیا۔ دو دن میں محل کے اور کریملن کے سبھی لوگ مجھے پہچاننے لگے۔ 'چھوٹا بویار' کہہ کر پکارتے تھے۔ صرف رات گزارنے گھر آیا کرتا تھا۔ اور گھر سب کے سب حواس باختہ۔ دو دن اور ہوئے ہوں گے کہ نپولین کا ایک حاضر باش باروں دے بازان کور مر گیا۔ سفر کی تکان نے مار ڈالا۔ نپولین کو میرا خیال آیا، بلوایا۔ حاضر کیا گیا۔ وجہ بتائے غیر، مجھ پر مرحوم کی وردی بٹھا کر دیکھی گئی، وہ کوئی بارہ برس کا لڑکا تھا اور جب مجھے اس کی وردی پہنا کر شہنشاہ کے سامنے لائے اس نے خوشنودی میں سر ہلا دیا۔ مجھے بتایا گیا کہ سرکار نے پسند فرمایا اور اب اعلیٰ حضرت کا حاضر باش مقرر کیا جاتا ہوں۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی واقعی، یوں بھی میرے دل میں نپولین کی جگہ تو بن ہی چکی تھی بہت دن سے... اور پھر آپ جانیں، شاندار وردی؛ جو ایک کم عمر لڑکے کے لیے بڑی چیز ہے... گہرے سبز فراک کوٹ میں گھومتا، لمبے اور تنگ دامن کے ساتھ، سنہرے بٹن، زری کا کشیدہ آستین کے کف پر، کھڑا سخت کالر، کھلا

لیبان، جس پر سنہرا کام، سنہری گوٹ، چست فٹنگ سفید برجس، سفید سلک کی واسکٹ، سلک کے لمبے موزے، بکل کے ہوئے جوتے... اور جب شہنشاہ اپنے گھوڑے پر ہوا خوری کو نکلتا اور میں بھی اس کے ہمرکاب ہوتا تو لمبے لمبے جوتے چھائے جاتے۔ اگرچہ صورت حالات کچھ ایسی امید افزا نہیں تھی اور آنے والی زبردست مصیبت کا پہلے سے اندیشہ تھا، تاہم سارے ادب آداب کا حد درجہ خیال رکھا جاتا، جس قدر آگے کے خطرات کا اندیشہ بڑھتا اسی قدر آداب اور قاعدوں کی زیادہ پابندی کی جاتی۔"

"ہاں، یقیناً..." پرنس نے قریب قریب بے بس ہو کر کہا "آپ یہ باتیں تحریر میں لے آتے تو... انتہائی دلچسپ ہوتیں۔"

جنرل فی الحال پرنس کو وہی سب سنا رہے تھے جو کل لیبیدیف سے کہہ چکے تھے اور بڑے آرام سے کہتے چلے جا رہے تھے، لیکن پھر انہوں نے نظر بچا کر پرنس پر ایک شکی نظر ڈال ہی لی۔

"میری یادداشتیں" وہ دوہرے فخر کے ساتھ پھر کہنے لگے "یعنی میں اپنی یادداشتیں لکھ دوں؟ پرنس صاحب، اب تک تو مجھے اس کی ترغیب ہوئی نہیں۔ جاننا چاہیں تو بتا دوں، میں اپنی یادیں لکھ بھی چکا... مگر کاغذ میرے ڈیسک میں پڑے ہیں۔ خیر، جب میری آنکھیں بند ہو جائیں، تب انہیں کھولا جائے، تب سامنے آئیں، دوسری زبانوں میں بھی ان کا ترجمہ بہرحال ہو کر رہے گا۔ ادبی خوبی تو کیا ہونی ہے، اس کی بدولت قدر نہیں ہوگی، البتہ زبردست حقائق سے وزنی ہونے کی بنا پر، جن کا میں چشم دید گواہ رہا ہوں۔ چاہے اس وقت میری عمر کچھ بھی نہیں تھی ــــ یہ بھی ایک سبب ہے کہ لڑکا ہو کر اس کی سب سے پرائیویٹ زندگی کی، یا یوں کہیے کہ 'عظیم الشان آدمی' کی خوابگاہ تک میری رسائی تھی۔ راتوں کو اس کی کراہ سنتا، 'ایک دیو کو مصیبت کا سامنا'۔ اسے کم عمر لڑکے کے سامنے کراہنے اور رونے میں جھجک نہیں ہوتی تھی، اگرچہ میں تب بھی سمجھنے لگا تھا کہ اس کے ذہنی کرب کا سبب کیا، زار روس الیکساندر کی خاموشی۔"

"جی ہاں، نپولین نے خط بھی لکھے تھے... صلح کی تجویز رکھی تھی" پرنس نے دبے دبے ہاں سے ہاں ملائی۔

"ٹھیک ٹھیک تو نہیں معلوم کہ خطوں میں اس نے دراصل کیا تجویزیں رکھی تھیں لیکن ہر روز، ہر گھنٹے، خط پر خط لکھے جاتا تھا۔ غضب کی بے قراری لگی تھی اسے۔ ایک بار رات گئے میں اس کی خلوت میں جا گھسا، آنکھوں میں آنسو تھے (مجھے نپولین سے محبت تو تھی ہی!) 'آپ شہنشاہ روس سے، الیکساندر سے معافی مانگ لیجیے!، میں نے فرط شوق میں اس سے کہا' یعنی دل کی لگی زبان پر لانی ضروری ہو گئی تھی 'آپ صلح کر لیجیے ہمارے شہنشاہ سے'۔ بچے کی طرح میں نے معصومیت سے اپنا خیال ظاہر کر دیا۔ 'افوہ، میرے بچے!' اس نے جواب دیا اور کمرے میں ادھر سے ادھر ٹہلتا جاتا تھا 'افوہ، میرے بچے... بھلا دیکھیے تو، اس نے یہ تک نہ دیکھا کہ میں دس برس کا چھوکرا اور مجھ سے بات کرنے کو اس کا جی چاہا۔ 'افوہ، میرے بچے، میں تو شہنشاہ الیکساندر کے قدم چومنے تک کو تیار ہوں، لیکن وہ جو ہے پروشیا کا بادشاہ، اور وہ آسٹریا کا شہنشاہ، ان سے ہمیشہ کا بغض ہے، اور... آخر بات... تم ابھی سیاست بالکل نہیں سمجھتے ہو!' بات کرتے کرتے اسے ایک دم دھیان آیا کہ ایک بچے سے ہم کلام ہے۔ فوراً خاموش۔ مگر آنکھوں سے دیر تک چنگاریاں نکلتی رہیں۔ اچھا اب اگر یہ سارے واقعات ضبط تحریر میں لائے جائیں ــــ میں تو زبردست واقعات کا چشم دید گواہ ہوں، ان کو اب عام کر دوں تو یہ

سارے بال کی کھال نکالنے والے، یہ ادبی خود ستائی کرنے والے، یہ حسد کے مارے، طرفدار ــ اور نہیں نہیں صاحب... غلام فرماں بردار ہے!"

"طرفداری کے متعلق آپ کا فرمانا بالکل بجا ہے، میں بھی آپ سے متفق ہوں" پرنس نے آہستہ سے جواب دیا، دم بھر کی خاموشی کے بعد "میں نے حال میں ہی شرس (Charras) کی کتاب پڑھی واٹرلو کی جنگی مہم کے بارے میں۔ کتاب ظاہر ہے کہ سنجیدہ ہے اور ماہرین تصدیق کرتے ہیں کہ نفس مضمون کی زبردست معلومات کے ساتھ تصنیف کی گئی، لیکن ہر ایک صفحے پر صاف نظر آتا ہے کہ نپولین کی بھد کر کے مصنف کو خوشی ہوتی ہے۔ اگر کہیں واٹرلو کے علاوہ دوسری فوجی مہمات میں بھی وہ نالائقی ذرہ ظہور بھی اچھال سکتا تو مصنف کا دل یقیناً اس سے بے انتہا شاد ہو جاتا۔ اس طرح کی سنجیدہ تصنیف میں یہ بڑی کمی رہ گئی ہے۔ کیونکہ اس سے طرف داری کی بو آتی ہے۔ اچھا، یہ بتایئے، آپ اپنی ڈیوٹی میں... شہنشاہ کی حاضر باشی میں ان دنوں بہت مصروف رہتے ہوں گے؟"

جنرل لطف اندوز ہو رہے تھے۔ پرنس نے جو ریمارک کیا، اس نے اپنی سنجیدگی اور سادہ لوحی کی بدولت رہی سہی بدگمانی بھی دھو ڈالی۔

"ہاں، وہ شرس! اوہو، مجھے بھی اس کی تحریر ناگوار گزری تھی! تبھی میں نے اسے لکھا تھا... مگر اب، وہ یاد نہیں رہا اب... اچھا، آپ نے جو دریافت کیا کہ میں اپنی ڈیوٹی کے انجام دینے میں بہت مصروف رہتا تھا کیا؟ جی نہیں۔ میرا عہدہ تھا حاضر باشی کا، مگر میں نے اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ پھر یہ بھی ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں نپولین نے امید کا دامن چھوڑ دیا کہ روسیوں کو اپنے نزدیک لایا جا سکتا ہے، چنانچہ مجھے بھی بھول بھال جاتا، جسے اس نے سیاسی مصلحت سے اپنے قریب کیا تھا، اگر مان لیں... اگر مان لیں کہ مجھے ذاتی طور پر پسند نہ کیا ہو تب بھی۔ اب تو میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں۔ مجھے اس کے نزدیک میرا دل لے گیا۔ یہ ملازمت کا تقاضا نہیں تھا۔ بس، کبھی کبھی محل میں حاضری دینی ہوتی تھی ــ اور یہ کہ جب شہنشاہ سوار ہو تو ہمرکاب رہوں۔ صرف اسی قدر۔ سواری میں البتہ میں پکا تھا۔ شام کے کھانے سے پہلے وہ سوار ہوا کرتا تھا اور معمول تھا کہ ہم تین آدمی، داوو، میں اور مملوک رستن ہمرکاب ہوتے۔"

"کانستن" اتفاقاً پرنس کی زبان پر یہ نام آ گیا۔

"کانستن، جی نہیں، تب وہ نہیں تھا۔ وہ تو شاہینہ جوزیفین کے نام خط لے کر گیا ہوا تھا۔

"کانستن، جی نہیں، تب وہ نہیں تھا۔ وہ تو شاہینہ جوزیفین کے نام خط لے کر گیا ہوا تھا۔ اس کی جگہ دوارولی، کئی ایک پولش نیزہ بردار سوار... اور، بس یہی چلتے تھے خدمت میں، علاوہ ان جنرلوں کے، اور ہاں، ان مارشلوں کے علاوہ جنہیں نپولین اپنے ساتھ لے لیتا تھا موقع واردات کے معائنے کے لیے، فوجوں کی صف بندی وغیرہ کے لیے، مشورے کی خاطر... اکثر و بیشتر داوو اس کے ساتھ رہا کرتا تھا جیسا کہ مجھے اب یاد پڑتا ہے۔ داوو بڑا بھاری بھرکم، ڈیل ڈول والا، سرد مہر شخص تھا چشمہ لگائے ہوئے اور نگاہ بڑی عجیب تھی اس کی۔ شہنشاہ اکثر و بیشتر اسی سے صلاح لیا کرتا۔ اس کے خیالات کی قدر کرتا۔ یاد آیا کہ وہ دونوں کئی کئی دن صلاح مشورے میں گزار دیتے تھے۔ داوو صبح بھی آتا، شام کو بھی۔ اکثر ان دونوں میں بحث ہونے لگتی۔ آخر میں شہنشاہ نپولین اس سے اتفاق کرنے لگا تھا۔ وہ دونوں کمرے میں تنہا ہوتے اور میں

تیسرا، ان کی نظر تک نہ جاتی کہ تیسرا بھی کوئی ہے۔ اتفاق وقت سے نپولین کی نظر مجھ پر پڑی۔ انہونا خیال اس کی آنکھوں میں جھلکا 'اے بچے' کیا خیال ہے تیرا؟، وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ "اگر میں تم لوگوں کا مسیحی دین قبول کرلوں اور قیدیوں کو آزاد کردوں تو کیا روسی میرے ساتھ آئیں گے؟، میں بپھر گیا اور زور سے کہا 'ہرگز نہیں!' نپولین کو سکتہ ہوا۔ 'دیکھو اس بچے کی حب وطن سے جگمگاتی آنکھوں میں تمام کے تمام روسیوں کی رائے میں نے پڑھ لی۔ بس، داود، آگے کچھ نہیں، محض ہوائی قلعہ! اب آگے کی اپنی اسکیم پیش کرو۔"

"مگر یہ تجویز بھی ایک زبردست خیال تھی!" پرنس نے شوق ظاہر کرتے ہوئے کہا "تو آپ سمجھتے ہیں کہ یہ داود کا خیال تھا؟"

"کم از کم اتنا ضرور ہے کہ دونوں میں اصلاح مشورہ ہوا تھا۔ اول خیال تو نپولین کا ہی رہا ہوگا۔ شاہیں کا سا خیال ہے لیکن دوسری تجویز بھی ایک تازہ فکر تھی... یہ داود کا وہ مشورہ ہے جس نے نپولین کے بقول "conseil du lion" یعنی "شیر کا مشورہ" کے نام شہرت پائی۔ اس تجویز کا خلاصہ یہ کہ نپولین اپنی ساری فوج سمیت کریملن کے اندر قلعہ بند ہو جائے، وہیں بیرکیں بنالیں، مورچہ بندی کی خندقیں کھودلیں، توپیں نصب کردیں، زیادہ سے زیادہ تعداد میں گھوڑے ذبح کرکے، ان کا گوشت نمک لگا کر رکھ لیں، اناج حاصل کرکے یا چھین کر ذخیرہ کرلیں اور بہار آنے تک تمام سردی وہیں گزاریں۔ بہار کی دھوپ نکلتے ہی روسیوں کا حلقہ توڑ کر باہر نکل جائیں۔ اس تجویز پر نپولین ریجھ گیا۔ روزانہ ہم سوار ہوکر کریملن کی فصیل کا چکر لگاتے، نپولین اشارے سے دکھاتا کہ کہاں توڑنا، کہاں بنانا، کہاں مورچہ جمانا، کہاں بلاک ہاؤس کی لائن کھڑی کرنی ہے۔ تیز نگاہ، تیز رفتاری اور فوراً ضرب۔ انجام کار سب کچھ طے پا گیا۔ داود کو اصرار تھا کہ فیصلے پر آخری مہر لگ جانی چاہیے۔ پھر ان دونوں میں خلوت ہوئی۔ وہ دو اور میں تیسرا۔ نپولین اس کمرے میں ادھر ادھر ہاتھ سینے پر باندھے ٹہلے جا رہا تھا۔ میری نظر اس کے چہرے سے نہیں ہٹتی تھی اور دل دھک دھک کر رہا تھا۔ داود بولا 'میں چلا'۔ نپولین نے پوچھا 'کہاں؟' داود نے جواب دیا 'گھوڑوں کو نمک لگانے'۔ نپولین کو جھرجھری آ گئی اور قسمت کا فیصلہ ہوگیا۔ وہ مجھ سے اچانک مخاطب ہوا 'اے بچے، بتاؤ، ہمارا ارادہ کیسا ہے؟' ظاہر بات ہے کہ اس نے مجھ سے ویسے ہی پوچھا تھا جیسے بعض اوقات بڑی عقل والا، آخری لمحے پر، قرعہ فال ڈالتا ہے کہ چت یا پٹ؟ میں نے نپولین کے بجائے داود کی طرف منہ کرکے ایسے کہا جیسے غیبی اشارہ ملا ہو 'جنرل غنیمت ہے کہ ابھی نکل جاؤ ورنہ! بس، وہ تجویز خاک میں مل گئی۔ داود کندھے جھٹک کر نکل گیا اور نکلتے وقت زیر لب بولا: "Bah! Il devient superstitieux!"[6] اور دوسرے ہی دن باہر نکلنے کا حکم صادر ہوگیا۔"

"بے انتہا دلچسپ" پرنس نے انتہائی آہستگی سے کہا "اگر یہ سب ایسے ہی ہوا تھا... یعنی، مجھے کہنا ہے کہ..."

پرنس نے جلدی سے اپنا بیان سنبھالنے کی کوشش کی۔

"اوہو، پرنس!" جنرل پکار اٹھے، وہ خود اپنے بیان سے اتنا ترنگ میں آ گئے تھے کہ اب حد سے گزری بے احتیاطی برتنے میں کوئی تکلف شاید نہیں رہا "آپ کہتے ہیں کہ 'یہ سب ایسے ہوا!' ارے صاحب، مانئے گا، اس سے کہیں زیادہ، بہت کچھ زیادہ ہوا تھا! یہ تو نہایت معمولی سے، سیاسی حقائق ہیں۔ پھر کہتا ہوں آپ سے کہ میں اس بڑے آدمی کے

گریہ نیم شبی اور آہ شبانہ کا چشم دید گواہ ہوں۔ کب کسی نے یہ دیکھا ہوگا میرے علاوہ! آخر میں البتہ اس نے آنسو بہانا بند کر دیا تھا، روتا تو نہیں، بس آہیں بھرا کرتا تھا کبھی کبھی۔ مگر ہاں، چہرے پر زیادہ سے زیادہ افسردگی، مردنی جیسی چھاتی چلی گئی۔ گویا ہیضگی نے اپنا پرچھانواں اس پر ڈال دیا تھا۔ بعض اوقات راتوں کو ہم کئی کئی گھنٹے تنہا رہ جاتے تھے۔ مملوک رستن خرانے لیا کرتا برابر والے کمرے میں، اس شخص کی نیند بھی غضب کی تھی۔ مگر وہ میرا اور میرے خاندان کا وفادار جاں نثار بھی تو ہے، نپولین اس کے بارے میں کہتا۔ ایک بار مجھ پر غم کے بادل پھٹ پڑے۔ نپولین نے میری آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ چہرے پر شفقت بھری نظر ڈالی اور بولا: 'بچے مجھ پر تیرا دل دکھ رہا ہے! شاید کوئی اور بچہ بھی ہے جس کا دل دکھتا ہوگا، میرا بیٹا، le roi de Rome[7] باقی جو ہیں، جتنے بھی ہیں، انہیں مجھ سے نفرت ہے۔ اور بھائی ہیں جو سب سے پہلے مجھ کو مصیبت کے حوالے کر جائیں گے!' میں پھوٹ پھوٹ کر رویا اور اس سے لپٹ گیا۔ وہ بھی ضبط نہ کر سکا۔ ہم ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے اور ہمارے آنسو بھی رل مل گئے۔ 'لکھئے' آپ خط لکھئے شاہینہ جوزیفین کو!' میں نے سسکیاں بھرتے ہوئے نپولین سے کہا۔ اسے جھرجھری آ گئی، سوچا اور کہنے لگا: 'تو نے تیسرا دل یاد دلا دیا جو مجھ سے پیار کرتا ہے۔ عزیز من، تیرا شکریہ!' فوراً بیٹھ گیا اور وہ خط لکھ ڈالا جسے دوسرے دن کانستن لے کر روانہ ہوا۔''

''آپ نے بہت عمدہ کام کیا کہ بدی کے خیالات میں سے اسے اچھے جذبے کی جانب لے گئے'' پرنس نے کہا۔

''یہی بات ہے پرنس، کتنی خوبی سے آپ نے اس کی تشریح کی، آپ کا یہی دل ہے جو ان باتوں کی تہہ میں پہنچ سکتا ہے!'' جنرل مزے میں آ کر بے اختیار بولے اور عجیب یہ کہ ان کی آنکھوں میں سچے آنسو جھلملانے لگے ''ہاں، واقعی، پرنس صاحب، زبردست منظر تھا وہ! اور آپ جانتے ہیں، میں اس کے پیچھے پریس جاتے جاتے رہ گیا، یوں ہوا ہوتا تو اس کے ساتھ 'مسوم جزیرے کی قید تنہائی' میں بھی شرکت رہتی، لیکن افسوس: تقدیر نے ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا! ہم الگ ہوئے۔ وہ اس بدبخت جزیرے گیا جہاں، ممکن ہے، ایک دفعہ کو سہی، مگر سخت کرب کے لمحے میں اسے ایک بچارے لڑکے کے آنسوؤں کی یاد آئی ہو جس نے ماسکو میں گلے میں باہیں ڈال کر اسے معاف کیا۔ بعد میں مجھے کیڈٹ اسکول میں بھیجا گیا جہاں صرف ڈنڈے کی کارفرمائی اور ساتھیوں کی بدمزاجی سے سابقہ رہا۔۔۔ اور افسوس! سب کچھ خاک میں مل گیا! واپسی والے دن وہ کہنے لگا 'میں نہیں چاہتا کہ تجھے تیری ماں سے الگ کروں، اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔ مگر یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تیرے لیے کچھ کر جاؤں۔' پھر وہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ میں نے وقت رخصت کہا 'یہ میری چھوٹی بہن کا البم ہے، یاد کی خاطر اس پر کچھ اپنے ہاتھ سے لکھ دیجیے۔' میں نے سر جھکا کر کہا تھا کیونکہ وہ بہت پریشان اور افسردہ تھا اس روز۔ وہ مڑا، قلم طلب کیا، البم لیا اور پوچھا 'کتنے سال کی ہے تیری بہن؟' قلم ہاتھ میں تھا جب یہ سوال کیا۔ 'تین سال کی' میں نے جواب دیا۔ "Petite fille alors"[8] اور البم میں لکھا:

"Ne mentez jamais!

Napoleon, votre ami sincere"[9]

''ایسی نصیحت اور وہ بھی ایسے وقت میں، مانیں گے آپ!''

Scanned with CamScanner

"ہاں، واقعی زبردست!"

"تو یہ کاغذ سنہرے فریم میں اور شیشے میں لگا ہوا عمر بھر میری بہن کے ہاں ملاقاتی کمرے میں، سب سے نمایاں جگہ لٹکا رہا، وہ مرتے مرگئی مگر فریم وہیں رہا۔ زچگی میں اس کی موت ہوئی تھی۔ اب نجانے کہاں ہوگا... لیکن... ہاخدایا! لیجیے، رونے لگے ہیں۔ میں آپ کو باندھے رہا، پرنس، ناقابل معافی!" جنرل میز سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"جی نہیں، اس کے برعکس" پرنس نے دبی زبان سے کہا "آپ کی باتوں میں اس قدر کھو گیا تھا میں... آخر کیوں، باتیں ہی اتنی دلچسپ تھیں، میں آپ کا نہایت احسانمند ہوں!"

"پرنس!" پھر جنرل نے سلسلہ چھیڑا۔ پرنس کا ہاتھ تکلیف دہ حد تک دباتے اور چمکتی آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے، گویا اچانک انہیں کوئی بات یاد آ گئی ہو اور کسی ناگہانی خیال سے وہیں جم کر رہ گئے ہوں "پرنس! آپ اس قدر نیک نفس، اس درجہ سادہ دل انسان ہیں کہ بعض اوقات مجھے آپ پر ترس آتا ہے۔ میں آپ کو دیکھتا ہوں تو دل پسیجنے لگتا ہے، خدا آپ کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھے! خدا کرے آپ کی زندگی میں بہار آئے... محبت کے دم سے۔ میری تو عمر تمام ہوئی۔ خیر، معاف کیجیے گا، معاف کیجیے گا!"

وہ جلدی سے، آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر نکل گئے۔ ان کے جذبے کے خلوص میں پرنس کو شبہ کی ذرا بھی گنجائش نہیں تھی۔ پرنس نے یہ بھی سمجھ لیا کہ بڑے میاں اپنی اس کامیابی پر جھومتے ہوئے گئے ہیں۔ تاہم قیاس غالب تھا کہ یہ شخص جھوٹوں کی اس صف سے تعلق رکھتا ہے جو ہوائی اڑانے پر آتے ہیں تو جوش بیان میں کہیں کے کہیں جا نکلتے ہیں، انہیں اپنا بھی ہوش نہیں رہتا لیکن عین اس وقت جب انتہائی موج میں ہوں، تب بھی دل میں شبہ کی پھانس چبھتی رہتی ہے کہ سامنے والے کو ان کی بات کا یقین نہیں اور یقین کر لینے کا امکان بھی نہیں۔ موجودہ حالت میں اس بزرگوار کو ہوش آ سکتا تھا، انتہائی شرم بھی آ سکتی تھی اور پرنس پر شبہ گزرتا کہ اس نے غم خواری کو یا ہمدردی برتنے کو حد سے آگے ہی بڑھا دیا اور یہ سوچ کر شاید اسے اپنی ذلت کا احساس ہوا۔ "میں نے جو یہ حرکت کی، ان کا شوق یہاں تک پہنچایا تو کہیں زیادتی تو نہیں کی؟" پرنس اس اندیشے سے چونک پڑا۔ اور ایک دم اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔ ہنسی آئی تو کوئی دس منٹ تک قہقہے لگاتا رہا۔ وہ خود کو ان قہقہوں کی بے لگامی پر ملامت کرنے والا تھا، مگر فوراً سمجھ میں آ گیا کہ ملامت کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ واقعی جنرل پر اسے بے انتہا ترس آیا تھا۔

مگر وہ اندیشہ سچ نکلا۔ شام کو اسے ایک عجیب رقعہ جنرل کی جانب سے ملا، مختصر سا لیکن دوٹوک۔ جنرل نے اطلاع دی تھی کہ وہ اس سے ہمیشہ کے لیے جدائی اختیار کر رہے ہیں، دل میں اس کی عزت کرتے ہیں اور شکر گزار بھی ہیں، لیکن اس کی طرف سے بھی "وہ ہمدردی اور غم خواری کے آثار قبول نہیں جو انہیں اپنے مقام سے گرا دیں، انہیں، جو پہلے سے ہی بدبختی میں مبتلا ہیں۔" جب پرنس کو خبر ملی کہ بڑے میاں پھر اپنی بیوی کے پاس نہایت خلوت گزیں ہو گئے تو قریب قریب ادھر سے اطمینان ہو گیا۔ لیکن ہم دیکھ چکے ہیں کہ جنرل نے لیزاویتا بیگم یہ پان چین کے ہاں کیا آفت برپا کی تھی۔ یہاں تفصیل بیان کرنے کی گنجائش نہیں، البتہ مختصر طور پر اتنا بتاتے چلیں کہ اس ملاقات کا لب لباب صرف یہ تھا کہ جنرل نے ان بیگم صاحبہ کو ذرا سہا دیا، اپنے بیٹے گانیا کے تعلق سے ایسے تلخ اشارے کنائے کیے کہ وہ بپھر گئیں۔ وہاں سے جنرل کو نکالا ملا۔ یہ وجہ تھی کہ ان پر ایسی رات گزری اور ایسی صبح نازل ہوئی۔ دماغ بالکل ہی پھر گیا اور وہ اس حال میں سڑک پر

آئے کہ ہوش وحواس جواب دے چکے تھے۔

کولیا ابھی تک پوری طرح معاملہ سمجھ نہ پایا تھا۔ اسے امید تھی کہ سختی برت کر وہ قابو پالے گا۔

''اب بتایئے، کہاں ٹھکانا ہے؟ کیا خیال ہے آپ کا؟'' کولیا نے باپ کو ٹوکا ''پرنس کے پاس جانا نہیں چاہتے، لیبیدیف سے آپ نے جھگڑا کرلیا، روپیہ آپ کے پاس ہے نہیں، میرے پاس تو یوں بھی نہیں ہوتا۔ لیجیے، اب ہم سڑک راستے میں کھڑے خاک پھانک رہے ہیں۔''

''خاک پھانکنے سے، خاک میں کھڑے پھانکنا اچھا ہے'' جنرل بڑبڑائے ''یہ ضلع جگت مجھے بہت مرغوب تھا، سنہ چوالیس میں... افسروں کے میس میں ہوا کرتا تھا۔ یہ ایک ہزار آٹھ سو... چوالیس کی بات ہے۔ ہاں تبھی کی! مجھے یاد نہیں رہا... تب۔ یاد نہ دلاؤ۔ یاد نہ دلاؤ! 'کہاں گئی میری نوجوانی، کدھر گئے وہ بہار کے دن؟' جیسا کہ کوئی کہہ گیا ہے۔ بھلا، کس نے کہا ہے یہ کولیا؟''

''یہ گوگول نے ''مردہ روحیں'' میں لکھا ہے پاپا'' کولیا نے جواب دیا جھجکتے ہوئے باپ کو نظر بچا کر دیکھا۔

''مردہ روحیں، ہاں، مردہ ہی تو! مجھے دفن کرنے گا تو قبر پر لکھ دینا: 'یہاں مردہ روح سو رہی ہے!

ذلت میرے پیچھے لگی ہے!

یہ کس نے کہا تھا کولیا؟''

''پاپا، مجھے نہیں معلوم۔''

''پروپیگوف تو ہوا ہی نہیں، یروشکا یروپیگوف!..'' جنرل طیش میں پکارے اور چلتے چلتے سڑک پر رک گئے ''لیجیے، یہ ہے بیٹا، سگا بیٹا! یروپیگوف وہ آدمی تھا کہ گیارہ مہینے میرے بھائی کی جگہ رہا، جس کی خاطر میں نے ڈوئیل لڑا... اسے پرنس وی گوریتسکی، ہمارا کپتان کہتا ہے، بوتل سامنے تھی: 'کیوں رے، گری شا، تجھے آننا[10] کہاں ملی؟ یہ بتا۔' وہ بولا 'وطن کے میدانِ جنگ میں ملی۔ سمجھے کہاں ملی؟' میں فوراً پکارا 'شاباش برخوردار!' وہیں ڈوئیل کو نوبت پہنچ گئی۔ پھر اس نے بیاہ رچایا... ماریا پتروونا سے، ماریا سو... سوتوگین سے۔ میدان جنگ میں ہی مارا گیا... گولی، میرے سینے پر جو کراس تھی اس سے اچٹ کر سیدھی اس کے ماتھے پر لگی۔ 'کبھی نہیں بھول سکتا!' نعرہ مارا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ میں نے... ایمانداری سے سروس کی ہے کولیا، شرافت سے ملازمت کے دن گزارے ہ لیکن اب ذلت ــــ 'ذلت میرے پیچھے لگی ہے!' تو اور تیری ماں نینا میری قبر پر آنا... 'بچاری نینا!' میں پہلے انہیں اسی نام سے پکارتا تھا، بہت پہلے کی بات ہے، شروع کے زمانے میں اور وہ مجھے اتنا چاہتی تھی... نینا، ھا، نینا! میں نے تیرے بھلے کو کیا کیا؟ تو کیوں مجھے چاہے گی، صابر وشاکر جان! تیری ماں کی روح فرشتے کی ہے، کولیا، سنا تو نے، فرشتے کی روح پائی ہے اس نے!''

''یہ مجھے معلوم ہے پاپا۔ پاپا، اٹھئے، چلئے، اماں کے پاس چلیں! وہ ہمارے پیچھے گھر سے نکل پڑی تھیں! آپ وہاں رک کیوں گئے؟ کیا سمجھ کام نہیں کر رہی؟.. آپ رو کیوں رہے ہیں؟''

کولیا خود بھی روتا اور باپ کے ہاتھوں کو چومتا جا رہا تھا۔

''تو میرے ہاتھ چوم رہا ہے بیٹے؟ میرے ہاتھ؟''

Scanned with CamScanner

"ہاں، ہاں، آپ کے ہاتھ۔ اس میں تعجب کی کیا بات؟ آپ یہ بیچ سڑک پر کیوں رو رہے ہیں؟ اور اوپر سے جرنل کہلاتے ہیں، فوجی آدمی۔ چلئے، چلتے ہیں۔"

"خدا تجھے اپنی رحمت کے سائے میں رکھے پیارے لڑکے کہ تو نے ایک بے عزت آدمی کی عزت کی۔ ہاں! بے آبرو بوڑھے کھوسٹ کا، اپنے باپ کا اتنا لحاظ کیا... خدا کرے تیرے بھی ایسا ہی بیٹا ہو ....le roi de Rome... اوف، سارے گھر پر، پورے گھر پر عذاب نازل ہو!"

"یہ سچ مچ آپ کو ہوا کیا ہے؟" ایک دم کولیا اہل پڑا "کیا ہو گیا یہ؟ اب آپ گھر واپس کیوں نہیں چلتے؟ کہیں درد تو نہیں چل گیا آپ کا؟"

"ٹھیر، سمجھاتا ہوں، ابھی تجھے سمجھاتا ہوں... سب بتا دوں گا۔ چیخ پکار نہیں، سنا جائے گا... روم کے بادشاہ... اوف، میرا دم گھٹا جاتا ہے، دل بیٹھ رہا ہے!

دائی، کہاں ہے تیری گور؟

کولیا، یہ کون پکارا تھا؟"

"مجھے نہیں معلوم، نہیں معلوم، کس نے پکارا تھا! گھر چلئے، ابھی ابھی چلئے! میں بھائی گانیا کی خبر لوں گا اگر ضرورت پڑی تو... کدھر چل دئے پھر آپ؟"

جنرل نے اسے قریب کے ایک مکان کی سیڑھیوں کی طرف کھینچا۔

"آپ کہاں جا رہے ہیں، غیر کا گھر ہے یہ!"

جنرل وہیں سیڑھی پر بیٹھ گئے اور ہاتھ بڑھا کر کولیا کو اپنے نزدیک گھسیٹ لیا۔

"سر نیچے کر، سر جھکا، میں تجھے کچھ بتائے دیتا ہوں... بے آبروئی... سر جھکا، کان میں، چپکے سے بتاؤں گا..."

"آپ کو ہوا کیا ہے؟" کولیا بری طرح سہم گیا، تاہم اس نے باپ کی طرف کان بڑھا دیا۔

"Le roi de Rome..." انہوں نے کھسر پھسر کی اور خود گویا تھرا رہے تھے۔

"ہے کیا یہ؟ آپ کو یہ le roi de Rome کی رٹ کیا لگ گئی؟"

"میں، میں..." جنرل کے لب پھر ہلے اور وہ "اپنے بچے" کے شانے زور سے، اور زور سے دباتے، تھامتے رہے۔ "میں کہنا چاہتا... سارا... ماریا، ماریا پتروونا سو، سو... سو..."

کولیا نے جھٹکے سے خود کو چھڑایا، جنرل کے شانے تھام لئے۔ انہیں تکنے لگا۔ کولیا کے اوسان خطا ہو چکے تھے۔ بڑے میاں کا چہرہ پھیکا پڑنے لگا۔ ہونٹ نیلے ہو چلے۔ رہ رہ کر جھٹکے آنے لگے۔ ناگہاں ہاتھ پاؤں جواب دے گئے اور وہ پھسل کر کولیا کے ہاتھوں میں بے دم ہونے لگے۔

"دل کا دورہ!" کولیا بے تحاشا سڑک پر چیخ پڑا۔ اب اس کی سمجھ میں آیا کہ یہ کیا ہوا ہے۔

(5)

سچ ہے کہ وارورا نے بھائی سے بات کرتے وقت پرنس اور اگلایا کے رشتے کے متعلق اپنی اصلاع کو کچھ زیادہ

ہی قابل اعتبار سمجھ لیا تھا۔ ممکن ہے تیز نظر والی عورت کی حیثیت سے اس نے پیش بینی کر لی ہو کہ عنقریب کیا ہونے والا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے ارمانوں کا خون ہونے سے جو کڑواہٹ اس میں آ گئی تھی (ویسے خود بھی ارمان پورا ہونے کا یقین نہیں تھا)، آخر انسان تھی، اس لطف سے اپنے آپ کو روک نہ سکی کہ بھائی کے دل میں، چہیتے بھائی کے دل میں جسے وہ جی جان سے چاہتی اور غم خواری کرتی تھی، زہر کی بوند ٹپکا کر اس کی مصیبت اور بڑھا دے۔ بہر حال یہ طے ہے کہ وارورا کو اپنی سہیلیوں یعنی پان چین والیوں پس اتنی نپی تلی اطلاع نہیں ملی ہوگی۔ صرف اشارے، کنائے، آدھے ادھورے لفظ، ان کہی باتیں اور پہیلیاں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگلایا کی بہنوں نے کسی خاص نیت سے یہ سوچ کر زبان کھولی ہو کہ خود وارورا سے کچھ اگلوا لیں۔ مگر بالآخریوں بھی ہوا ہوگا کہ اپنی نسوانی خصلت کی تسکین کے لیے اس سہیلی کو ذرا کچوکا دینے کی سوجھی جو بچپن سے ساتھ کھیلی ہوئی تھی۔ یہ بھلا کیوں کر ممکن تھا کہ اتنے دنوں میں انہوں نے وارورا کی اصلی نیت کا بھی ذرا سراغ نہ ملا ہو۔

دوسری طرف، پرنس کا لبید یف سے باصرار یہ کہنا کہ بتانے کو کوئی بات ہی نہیں، کوئی خاص امر پیش نہیں آیا جس سے باخبر کیا جائے، پرنس کی زبان سے سچ سہی، مگر اس میں بھی غلطی کا امکان تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ سبھی کے ساتھ کچھ نہ کچھ انہونی بات ہوئی تھی: کہنے کو تو کوئی واقعہ نہیں ہوا تھا، مگر اسی اثنا میں بہت کچھ ہو بھی گیا تھا۔ وارورا کی پکی نسوانی فطرت اسی ہوت کو بھانپ گئی تھی۔

قاعدے سے یہ بیان کرنا مشکل ہے، لیکن ہوا یہی کہ نجانے کیسے، پورا پان چین خاندان ایک ساتھ اس خیال پر پہنچ گیا کہ ہو نہ ہو اگلایا سے ساتھ کوئی بڑی بات ہوئی ہے اور اب اس کی قسمت کا فیصلہ ہونے ہی والا ہے۔ مگر یکبارگی اس خیال کا ابھرنا ہی تھا کہ اتنے میں سبھی لوگ، وہ بھی گویا یکبارگی اس نتیجے پر پہنچے کہ معاملے کے اس پہلو پر بہت دن سے نظر تھی، پیشتر ہی سب کو صاف طور پے دکھائی دے گیا تھا؛ جس روز وہ ''غریب سردار'' والا واقعہ ہوا، تب سے سب کھٹک گئے تھے، بلکہ اس سے بھی پہلے سمجھے ہوں گے، لیکن کوئی اس فالتو بات پر یقین کرنے کو آمادہ نہ تھا۔ بہنوں نے تو یہ ان لیا تھا۔ البتہ بیگم لیزاویتا کا ماتھا سب سے پہلے ٹھنکا تھا، وہ جان گئی تھیں، بہت دن سے ان کا ''دل دکھ رہا تھا'' مگر پتہ نہیں تب سے ہوا یا نہیں، اب جو پرنس کا خیال آتا تو انہیں گھن آنے لگتی، خاص وجہ یہ کہ پرنس کے خیال سے وہ اچھی بھلی بات میں گڑبڑا جاتی تھیں۔ ایک سوال سامنے تھا جسے حل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ صرف یہی نہیں کہ اس کا کوئی حل نہیں سوجھتا تھا، بلکہ بچاری لیزاویتا بیگم صاحبہ اس سوال کو، چاہے کتنا ہی سر پٹک لیتیں، پوری وضاحت کے ساتھ سامنے رکھنے سے بھی عاجز تھیں۔ معاملہ کٹھن آ پڑا تھا: ''اچھا ہے یا اچھا نہیں رہے گا پرنس؟ یہ سب ٹھیک ہے نا؟ یا ٹھیک نہیں؟ اچھا نہیں (اس میں کیا شک!) تو کیا خاص وجہ اچھا نہ ہونے کی؟ اور اگر، مان لو، اچھا ہے (یہ بھی تو ممکن ہے نا!) تو اچھا ہونا کس بات میں؟'' خاندان کے بزرگ ایوان فیودروویچ بھی، ظاہر ہے کہ شروع میں تو کافی حیرت میں تھے، لیکن بعد میں مان گئے کہ ہاں، ''خدا گواہ، اسی قسم کی کوئی چیز ان کی نظر میں آ تو رہی تھی ضرور ان دنوں، کبھی کبھار اچانک اس طرف خیال جاتا!'' بیوی نے گھور کر دیکھا تو وہ فوراً دم سادھ گئے۔ صبح کو تو چپ ہو گئے تھے، شام کو پھر بیوی کے ساتھ تنہائی میں جب زبان کھولنے کی سمجھ داری آ پڑی تو آپ سے آپ، گویا خاص بشاشت کے ساتھ انہوں نے چند ایسے خیالات کا اظہار کیا جن کی توقع نہ تھی:

Scanned with CamScanner

"تو کیا عجب ہے اصل میں؟..." (خاموشی۔) "ہے تو واقعی۔ بڑے تعجب کی بات ہے اگر سچ ہے تو، یہ کہ وہ بحث نہیں کرتا تو پھر..." (پھر خاموشی)۔ "دوسری طرف سے دیکھا جائے، یعنی دو اور دو چار کر کے دیکھیں تو پرنس، میں جانوں، قسمیہ کہتا ہوں، بڑا ہی لاجواب نوجوان ہے اور... اور یہ کہ... مگر، نام اس کا، ہمارا خاندانی نام، اس کی بھی اپنی جگہ ہے۔ یوں کہنا چاہئے کہ باپ دادا کے نام کی لاج رہتی ہے، ویسے ہی یہ نام گرا جا رہا ہے، دنیا کی نظر میں، یعنی، اس نقطۂ نظر سے، تو مطلب یہ کہ... یوں، دنیا بھی ہے، سماج تو سماج ہوتا ہے... اور ویسے یہ کہ پرنس، بہت نہ سہی، جائیداد وغیرہ تو تھی کچھ نہ کچھ۔ اور اس فحش میں وہ بھی کہ... اور وہ کہ..." (لمبی خاموشی اور پھر الفاظ نے جواب دے دیا۔)

ان کا خیال تھا کہ اب تک جو گزری وہ "ناقابل معافی، بلکہ مجرمانہ بیہودگی تھی، خیالی پلاؤ، حماقت اور ناہنجار نادانی"۔ اول تو یہ بات کہ "یہ صاحبزادہ پرنس کا بچہ آپ ہی بیمار گاودی ہے، دوسرے یہ کہ بالکل بوڑم، دنیا کی خبر نہیں، سوسائٹی میں اس کا کوئی مقام نہیں، کسی کو کیا دکھائیں گے، کہاں ملانے لے جائیں گے؟ ڈیما کریٹ ہے کسی قماش کا، جس کی برداشت نہیں اور نہ کوئی عہدہ، نہ منصب... اور وہ... بیلوکونسکا یا مادام کیا کہیں گی بھلا؟ سوچو، کیا ہم نے اگلایا کے لیے ایسا شوہر سوچا تھا، اس کا خواب بھی دیکھا تھا؟" آخری دلیل، ظاہر ہے کہ سب سے وزنی ٹھیری۔ ماں کا دل اس خیال سے لرز اٹھا، خون نے جوش مارا اور آنسو بھر آئے، اگرچہ یہ بھی ہے کہ عین اسی وقت میں کوئی اور چیز بھی اس دل کے اندر حرکت میں آئی جس نے ناگہاں ان سے کہا: "کیوں جی، پرنس ویسا کیوں نہیں ہے جیسا آپ کو درکار ہے؟" خاص اپنے دل کی یہی تو خلش تھی جو بیگم لیزاویتا کو نچلا نہیں بیٹھنے دیتی تھی۔

اگلایا کی بہنوں کو یہ پرنس والا خیال نجانے کیوں بھا گیا تھا؛ اور تو اور، اس میں کوئی بہت بے تکا پن بھی انہیں نظر نہیں آتا تھا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ ایک دم اسی کے طرفداروں میں پہنچ گئی تھیں، مگر دونوں میں طے تھا کہ زبان نہ کھولی جائے۔ پورے گھرانے میں یہ ہمیشہ کے لیے طے شدہ بات ہے کہ کسی گھریلو اختلافی مسئلے یا عام سوال پر جب بھی بحث چھڑے، اور بیگم صاحبہ اپنی بات پر جس قدر اڑ جائیں، بعض اوقات اسی کی رٹ لگا لیں، ان کی نکتہ چینی، انکار اور ضد جتنی بڑھتی چلی جائے، اتنا ہی سارے آثار ایسے ہوں گے کہ وہ من جائیں گی اور اسی بات کو مان جائیں گی۔ مگر بڑی لڑکی الیکساندرا کے لیے بالکل خاموش رہنا بس کی بات نہیں تھی۔ مگر بڑی لڑکی الیکساندرا کے لیے بالکل خاموش رہنا بس کی بات نہ تھی۔ ماں نے اسے بہت زمانے سے اپنا مشیر کار بنا رکھا تھا، اور اب تو منٹ منٹ پر اسے بلوایا جاتا اور اس کی رائے طلب کی جاتی۔ خصوصاً اس کی یادداشت سے متعلق، یعنی "یہ سب ہوا کیسے؟ کیوں کسی کی نظر نہیں گئی؟ تبھی کیوں نہ بتایا؟ تب اس واہیات 'غریب سردار' والی حرکت کا کیا مطلب تھا؟ صرف وہی تنہا کیوں سزا بھگتا کریں کہ سب کی فکر میں رکھیں، سب پر نظر رکھیں، پہلے سے اندازہ لگایا کریں،— اور باقی جتنے ہیں، سب بیٹھے کھیاں مارا کریں؟" وغیرہ وغیرہ۔ الیکساندرا شروع میں تو خاموش رہی اور صرف اتنا کہہ کر رہ جاتی کہ باپ کا یہ خیال کافی معقول نظر آتا ہے کہ پرنس میکشن ان بہنوں میں کسی کا شوہر چنا جائے تو دنیا اور سوسائٹی کی نظروں میں یہ جوڑ اطمینان بخش شمار ہوگا۔ رفتہ رفتہ یہاں تک زبان کھولنے لگی کہ پرنس [illegible] کبھی ایسا رہا ہوگا اور آگے کی خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ چند سال بعد ہمارے روس میں ایک صاحب [illegible] کیا صورت ہوگی، آیا وہی کچھ پہلے کی طرح لازمی سرکاری ملازمت سے ترقی ملتی جائے یا کوئی اور

صورت نکلے۔ ان ساری باتوں پر ماں نے پانی پھیر دیا یہ کہہ کر کہ الیکساندرا بڑی ''آزاد خیال ہے اور یہ وہی کم بخت ہے عورتوں کا سوال''۔ یہ کہہ کر وہ آدھ گھنٹے بعد شہر روانہ ہو گئیں، وہاں سے کامنی جزیرے پہنچیں پرنس بیلوکونسکایا سے ملنے جو گویا ارادتاً پیترسبورگ میں رکی ہوئی تھیں اور وہاں سے نکلنے ہی والی تھیں۔ یہ بزرگ خاتون اگلایا کی مسیحی ماں بنی تھیں۔

بڑی بی بیلوکونسکایا نے بیگم لیزاویتا کے سارے ہیجانی دردانگیز بیانات آخر تک سنے، مگر حواس باختہ ماں کے آنسوؤں کا ذرا بھی اثر لیے بغیر بس صورت تکتی رہیں، ان کے چہرے پر مذاق اڑانے والا تبسم بھی تھا۔ یہ خاتون تھیں بڑی بے درد۔ دوستی چاہے کتنی ہی پرانی کیوں نہ ہو، مساوی حیثیت انہیں برداشت نہ تھی اور بیگم لیزاویتا کو تو وہ آج پینتیس سال گزر جانے پر بھی اپنی زیر سایہ شمار کرتی تھیں، آج بھی وہ بیگم کی تیز طبیعت اور خود اعتمادی کی روادار نہیں تھیں۔ بڑی بی نے بات کرتے کرتے جتا دیا کہ ''ان کے خیال میں آپ لوگ، سب کے سب اپنی ہمیشہ کی عادت کے مطابق حد سے آگے دوڑ گئے اور مکھی کا ہاتھی بنا ڈالا۔ سننے میں چاہے انہوں نے کتنی ہی توجہ کی ہو، تاہم وہ یہ ماننے کو تیار نہ تھیں۔ پان چین والوں کے ہاں کوئی قابل توجہ واقعہ پیش آیا ہے؛ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ابھی جلدی نہ کی جائے اور جب تک واقعی کچھ بات نہ بنے، ہوا کا رخ دیکھا جائے؛ رہا پرنس میشکن کا مسئلہ، تو پرنس بیلوکونسکایا کی رائے تھی کہ نہایت معقول نوجوان ہے، بس اتنا ہے کہ صحت مند نہیں، عجیب سا ہے اور کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا۔ البتہ ایک بری بات یہ کہ کھلے عام اس نے عورت رکھی ہوئی ہے''۔ لیزاویتا بیگم اچھی طرح جان گئیں کہ بوڑھی پرنس کے دل میں کچھ میل ہے اس بات پر کہ ایوگینی پاولووچ کا رشتہ خود ان کی طرف سے دیا گیا تھا مگر وہ معاملہ آگے نہیں بڑھا۔ پاولوفسک سے شہر جاتے وقت لیزاویتا بیگم اتنی جھنجھلائی ہوئی نہیں تھیں جتنی اپنی قیامگاہ پر واپسی کے وقت۔ آتے ہی سب پر برس پڑیں کہ اول تو ان کی مت ماری گئی، اور پھر یہ کہ کسی کے ہاں بھی معاملات اس طرح ہرگز نہیں چلا کرتے جیسے ہمارے ہاں۔ اور بھلا ''ایسی جلدی کیا پڑی ہے؟ ایسا کیا ہوا ہے؟ جتنا بھی دیکھتی بھالتی ہوں، میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیا ہو گیا۔ ابھی جلدی نہ کی جائے۔ ہوا کا رخ دیکھیں ذرا۔ شوہر ایوان فیودروویچ صاحب کو کچھ بھی لگتا ہو، لگا کرے۔ مکھی کا ہاتھی بنانا کیا ضرور؟'' وغیرہ وغیرہ۔

مطلب یہ کہ لے دے کے طے پایا کہ چین سے بیٹھو، اور ٹھنڈے ٹھنڈے دیکھتے جاؤ۔ مگر، توبہ ہے، یہ چین سے بیٹھنا دس منٹ بھی نصیب نہ ہوا۔ پہلی ضرب اس خبر سے پڑی کہ جب بیگم لیزاویتا کامنی جزیرے گئی ہوئی تھیں تو ان کی غیر حاضری میں یہاں کیا گزری۔ (وہاں پرنس بیلوکونسکایا سے ملنے کے لیے ان کی روانگی اس رات کی دوسری صبح کو ہوئی تھی جس رات پرنس میشکن دس بجے کا وقت سمجھ کر آدھی رات گئے وہاں جا پہنچا تھا۔) ماں کے بے صبر سوال جواب پر لڑکیوں نے تفصیل سے کام لیا۔ اول تو یہ کہا کہ ''آپ کی پیٹھ پیچھے یہاں کچھ بھی نہیں ہوا''؟ یہ کہ پرنس آئے تھے، اگلایا ان سے ملنے دیر تک باہر ہی نہیں آئی، آدھ گھنٹے باہر بٹھا کر نکلی بھی ویسے کہ فوراً شطرنج کی بساط بچھا کر اس میں لگا لیا؛ پرنس کو شطرنج ٹھیک سے نہیں آتی، اگلایا نے ذرا دیر میں انہیں شکست دے دی؛ خوب تفریح لی اور پرنس کو ان کے اناڑی پن پر بے دردی سے بناتی رہی، بری طرح مذاق اڑاتی رہی یہاں تک کہ پرنس کی خستہ حالت قابل رحم ہو گئی تھی۔ پھر تجویز کیا کہ آیئے، تاش کی [11] "Simpleton" بازی ہو جائے۔ مگر اس کھیل میں پانسہ پلٹ گیا۔ پرنس نے وہ وہ ہاتھ دکھائے کہ اس بازی کے ماہر پروفیسر نکلے۔ کمال کا کھلاڑی۔ اگلایا نے کھیل میں بے ایمانی کی، پتے بدل دیے، اور آنکھوں

Scanned with CamScanner

میں دھول جھونک کر پتے غائب بھی کیے، لیکن اس کی ایک نہ چلی، ہر بار مات ہوئی، لگاتار پانچ بار ہاری۔ اگلایا پر بھوت سوار ہو گیا، بالکل آپے سے باہر ہو گئی اور حد یہ کہ پرنس کو اسی جلی کٹی سنائی کہ وہ مسکرانا بھول گئے اور ان کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ جب اگلایا نے دھمک کر کہا کہ "جب تک آپ اس کمرے میں بیٹھے رہیں گے، میری جوتی بھی ادھر نہیں آنے کی۔ آپ نے سمجھا کیا ہے، شرم نہیں آتی یہاں قدم رکھتے ہوئے، وہ بھی راتوں کو، آدھی رات گئے، اور جو کچھ ہو چکا ہے، اس پر بھی!" یہ کہہ کر زور سے دروازہ بھیڑا اور نکل کر چل دی۔ پرنس کو ہم بہنوں نے تھپکا، دلاسا دیا، تاہم پرنس ایسے رخصت ہوئے، کوئی پندرہ منٹ ہوئے ہوں گے کہ اگلایا بھاگی ہوئی اوپر سے برآمدے میں آئی، اسے اتنی بے صبری تھی کہ آنکھیں بھی صاف نہ کیں، حالانکہ آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔ دوڑ کر واپس گئی کیونکہ اتنے میں کولیا کہیں سے ساہی اٹھا لایا تھا۔ سب کی سب اسی ساہی کو دیکھنے لگیں۔ پوچھنے پر کولیا نے بتایا کہ یہ اس کا جانور نہیں ہے۔ وہ اپنے اسکول کے ایک ساتھ کو ستیا لیدیف کے ساتھ ادھر سے گزر رہا تھا، ساتھی وہیں باہر سڑک پر رہ گیا کیونکہ اسے اندر آتے شرم آئی، اس کے ہاتھ میں پھاوڑا ہے، ابھی ابھی یہ ساہی اور پھاوڑا ان دونوں نے سامنے سے آتے ہوئے ایک دیہاتی سے خریدا۔ دیہاتی نے پچاس کاپک لے کر ساہی تو دے دیا، پھاوڑا نہیں دے رہا تھا، کہہ سن کر راضی کیا کہ یہ بھی فروخت کر دے... دیکھیے، کیا عمدہ پھاوڑا ہے۔ اس پر اگلایا کو بھی ضد چڑھ گئی، بار بار کولیا سے کہنے لگی کہ تم یہ ساہی میرے ہاتھ بیچ دو۔ آپے سے باہر ہوئی جا رہی تھی؛ یہاں تک کہ کولیا کو "پیارے" کہہ کر منانے لگی۔ وہ دیر تک ٹالتا رہا، آخر پسیج گیا اور اپنے ساتھی کو ستیا کو بلا لایا۔ اتنے میں پتہ یہ چلا کہ ساہی ان کی بھی نہیں، پتروف نام کے کسی تیسرے لڑکے کی ہے جس نے ان دونوں کو کسی اور لڑکے کے شلوسر کی "تاریخ" خرید لانے کے لیے رقم دی تھی اور وہ لڑکا روپے کی ضرورت سے تاریخ کی یہ کتاب سستے داموں بیچ رہا تھا۔ دونوں اصل میں تاریخ کی کتاب خریدنے نکلے تھے لیکن جب للچا گیا اور ساہی خرید لیا تو مطلب یہ کہ کانٹوں بھرا ساہی اور پھاوڑا اس تیسرے لڑکے کی ملکیت ٹھیرا جس کی رقم سے خریدا گیا اور تاریخ کی کتاب کے بدلے اسے یہ دینے جا رہے ہیں۔ مگر اگلایا کو ایسی ضد چڑھی تھی کہ آخر ان دونوں نے ساہی اس کے ہاتھ بیچ دیا۔ جانور خریدتے ہی اس نے کولیا کی مدد سے ایک بٹی ہوئی بید کی ٹوکری لے جائے، اور اس کی طرف سے یہ تحفہ پہنچا دے "انتہائی احترام کی نشانی" کے طور پر۔ کولیا ویسے تو بڑی خوشی سے آمادہ ہو گیا، حتمی وعدہ بھی کیا کہ پہنچا آئے گا، فوراً مچلنے لگا کہ "یہ ساہی اور اس قسم کا تحفہ بھیجنے کا آخر مطلب کیا؟" اگلایا نے بہتیرا سمجھایا کہ یہ تمہارے سمجھنے کی بات نہیں۔ وہ بولا کہ ہو نہ ہو، اس سے سوا کچھ نہیں۔ کولیا بھی الجھ پڑا اور کہنے لگا کہ اگر اس کے عورت پن کا لحاظ آنکھ میں نہ ہوتا، بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ کہ اگر اپنی رائے کی قدر و قیمت مجھے نہ ہوتی تو میں ہاتھ کے ہاتھ دکھا دیتا کہ اس طرح کی توہین کا جواب دینا آتا ہے۔ ساری تکرار ختم یہاں آ کر ہوئی کہ کولیا، جیسے تیسے، یہ تحفے کی ٹوکری لیے ہوئے خوش خوش پرنس کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے پیچھے کو ستیا لیدیف بھی لپکا۔ اگلایا سے صبر نہ ہو سکا۔ دیکھا کہ کولیا ٹوکری کو خوب ہلاتا جھلاتا ہوا جا رہا ہے تو اوپر کے برآمدے سے پکار کر ہدایت دینے لگی "مہربانی کر کے کولیا، کہیں راستے میں گرا نہ دینا پیارے!" گویا ان دونوں میں ابھی تو تکرار نہیں ہو چکی تھی۔ کولیا آواز سن کر رکا [illegible] بڑی مستعدی سے پکار کر جواب دیا "بے فکری رہیے اگلایا بی بی، ہرگز نہیں [illegible] خوب قہقہہ مار کر ہنسنے لگی۔ پھر خوب خوش خوش اپنے کمرے میں چلی

آئی اور سارے دن بہت عمدہ موڈ میں رہی۔

اس طرح کی اطلاع نے بیگم لیزاویتا کو بالکل بدحواس کر دیا۔ بظاہر اس میں کون سی ایسی بات تھی، کچھ نہیں، مگر ان پر موڈ ایسا تھا کہ آئے اوسان جاتے رہیں۔ ان کے دل کی دھڑکن بے انتہا تیز ہوگئی اور سب سے بڑی چیز تھی وہ کانٹوں بھرا ساہی۔ اس کا مطلب کیا؟ اس میں پہلو کیا رکھا گیا؟ کیا اشارہ کنایہ؟ یہ اشاروں میں بات کونسی ہے؟ بچارے ایوان یپان چین پر جب یوں سوالوں کی بوچھاڑ ہوئی تو انہوں نے اپنے جواب سے سارا معاملہ ہی چوپٹ کر دیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہاں اشاروں میں بات والا کوئی ٹیلی گرام نہیں، اس میں تھی کیا، ''بس ایک ساہی — اس کا مطلب دوستانہ مراسم کے سوا اور کیا نکلتا ہے، شکایت یا ناگواری دور کر کے صلح صفائی کی بات، مختصر یہ کہ محض چھیڑ چھاڑ ہے، شرارت ہے، وہ بھی محض معصومانہ شرارت، قابل درگزر۔''

یہاں قوسین میں اپنی رائے دیتے چلیں کہ جنرل ایوان یپان چین کا خیال بالکل درست تھا۔ پرنس ابھی اگلایا کے بنگلے سے مذاق کا نشانہ بنا اور دھتکارا ہوا اپنے یہاں آیا ہی تھا، آدھ گھنٹے سے منہ لٹکائے اداس بیٹھا تھا کہ اتنے میں کولیا وہ ساہی والی ٹوکری لیے آ پہنچا۔ بادل فوراً چھٹ گئے۔ پرنس کے تن مردہ میں جان آ گئی۔ اس نے کولیا سے خوب جی بھر کے پوچھ گچھ کی، ایک ایک لفظ پکڑا، تولا، دس دس بار سوال پر سوال کئے، بچوں کی طرح ہنستا رہا، دونوں لڑکوں سے، جو مسکراتی آنکھوں سے اسے تکے جا رہے تھے، بار بار ہاتھ ملاتا رہا۔ غرض، مطلب یہ نکلا کہ اگلایا نے کہا سنا سب معاف کیا، پرنس کو آج شام ہی پھر اس کے پاس آنے کی اجازت ہے، اور یہ مفہوم نہ صرف اس کے لیے اصل بات تھی، بلکہ یہی تھی سب کچھ۔

''ہم بھی کیسے بچے ہیں اب تک، کولیا، ہے نا۔ اور کیا اچھی بات ہے کہ ہم بچے ہی ہیں!'' آخر سرور کے عالم میں اس کی زبان سے نکلا۔

''سیدھی سیدھی کہوں تو پرنس صاحب، اسے آپ سے پیار ہو گیا ہے اور بس!'' کولیا نے بڑے اعتماد سے زور دے کر کہا۔

پرنس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی — مگر اس بار کہا کچھ نہیں، اور کولیا ہنسنے، تالیاں بجانے لگا۔ منٹ بھر گزرا ہوگا کہ پرنس کی بھی ہنسی چھوٹ گئی۔ پھر شام کا اندھیرا ہونے تک ہر پانچ منٹ پر وہ گھڑی کی سوئیاں دیکھتا رہا کہ کتنا وقت گیا، شام ہونے میں کتنا وقت باقی ہے۔

لیکن وہاں تو موڈ حاوی تھا۔ لیزاویتا بیگم سے آخر صبر نہ ہو سکا، وہ خفقانی حالات میں مبتلا ہو گئیں۔ اپنے شوہر اور بیٹیوں کے روکنے ٹوکنے کو نظر انداز کر کے انہوں نے فوراً اگلایا کو بلوا بھیجا تا کہ بس، دوٹوک آخری سوال کر کے اس سے قطعی، صاف جواب حاصل کیا جائے۔ ''تا کہ یہ قصہ ایک بار ٹھکانے ہی لگا دیا جائے، دور دفع اور آئندہ اس کا کوئی مذکور نہیں!'' یا تو یوں ہو ''ورنہ میں شام تک زندہ نہیں بچوں گی!'' انہوں نے برملا کہہ دیا۔ تب گھر والوں کو اندازہ ہوا کہ معاملے کو بلاوجہ الجھا کر کیا انمل بے جوڑ بنا ڈالا ہے۔ بناوٹی تعجب، ناراضی، اور پرنس پر، پوچھ گچھ کرنے والوں پر ہنسی قہقہے کے سوا اگلایا سے کوئی کچھ نہ اگلوا سکا۔ بیگم صاحبہ جا کر اپنے بستر پر دراز ہو گئیں، صرف چائے کے وقت نیچے اتر کر آئیں، جب

پرنس کے آنے کا وقت ہو رہا تھا۔ انہیں پرنس کی آمد کی بے چینی لگی تھی اور جیسے ہی وہ آیا، ان خاتون پر ہسٹریا کا دورہ سا پڑ گیا۔

پرنس خود بھی دبے پاؤں آیا جیسے پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہو اور عجب طرح مسکرا رہا تھا۔ وہ ہر ایک کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بڑھا گویا کوئی سوال کرتا جاتا ہو، کیونکہ اگلایا پھر کمرے سے ندارد تھی۔ اسے نہ پا کر وہ فوراً گھبرا گیا۔ اس شام باہر کا کوئی آدمی نہیں تھا، صرف گھر کے لوگ موجود تھے۔ پرنس ش۔ ابھی تک ایوگینی پاولووچ کے مرحوم چچا کے سلسلے سے پیٹرسبورگ میں الجھا ہوا تھا۔ ''اچھا تھا اگر وہ بذات خود یہاں ہوتا، کچھ بتاتا'' بیگم لیزاویتا کو اس کی غیر حاضری پر افسوس ہو رہا تھا۔ ایوان پان چین بیٹھے کسی گہری فکر میں گرفتار تھے۔ بہنوں پر بھی سنجیدگی طاری تھی، اور جیسے انہوں نے منہ میں مٹھائیاں بھر رکھی ہوں۔ بیگم صاحبہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ بات کہاں سے شروع کریں۔ کچھ اور نہ سوجھی تو ریلوے پر برس پڑیں اور پرنس کو صاف صاف للکارنے کے انداز میں دیکھنے لگیں۔

افسوس! اگلایا باہر نہیں آئی اور پرنس کی شامت آ گئی۔ کچھ بے ربطی سے اور ذرا بے خیالی میں یونہی کہہ بیٹھا کہ ریلوے لائن کی مرمت انتہائی مفید رہے گی، اس پر ادے لائیدا کی ہنسی چھوٹ گئی اور پرنس پھر سٹپٹا کر رہ گیا۔ ٹھیک اسی لمحے اگلایا نمودار ہوئی، بہت لیے دیے، بڑے رکھ رکھاؤ سے آئی، اور پرنس کو تکلف کے ساتھ اشارے سے سلام کر کے گول میز کے پاس سب سے نمایاں جگہ شان سے بیٹھ گئی۔ اس نے پرنس کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ سب سمجھ گئے کہ تمام غلط فہمیوں کے دور ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

''کہئے، آپ کو میرا وہ ساہی مل گیا؟'' خوب جما کر اور تقریباً خفگی کے لہجے میں اس نے پوچھا۔

''جی ہاں، مل گیا'' پرنس نے لجاتے اور ڈوبتے ہوئے جواب دیا۔

''فوراً صاف لفظوں میں بتائیے کہ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ یہ ہماری والدہ کی اور پورے گھرانے کی تسکین کے لیے نہایت لازمی ہے۔''

''سنو اگلایا'' جنرل صاحب نے بڑی بے چینی سے اسے ٹوکا۔

''یہ تو، یہ تو حد سے بھی گزر گئی!'' نجانے کیا سوچ کر لیزاویتا بیگم گھبرا گئیں۔

''حد سے گزرنے کی کونسی بات ہے اس میں ممی'' بیٹی نے سختی کے ساتھ تڑ سے جواب دیا ''میں نے آج پرنس کو ایک ساہی بھیجا تھا، ان کی رائے جاننا چاہتی ہوں۔ کیوں، یہی نا پرنس؟''

''اگلایا صاحبہ، یعنی، کیسی رائے؟''

''ساہی کے بارے میں۔''

''یعنی، میں... یہ سمجھا کہ آپ جاننا چاہتی ہیں، میں نے ساہی... کیسے... یا یوں کہئے کہ اس پارسل کو کس نظر سے دیکھا... یعنی یہ کہ میں... اس صورت میں... میرا قیاس ہے کہ... مختصر یہ کہ...''

اس کا سانس پھول گیا اور خاموش ہو رہا۔

''پوری بات نہ کہی آپ نے'' اگلایا نے کوئی پانچ سیکنڈ انتظار کر کے کہا ''خیر، چلئے، میں نے ساہی کا سوال

چھوڑا۔ لیکن خوشی ہے کہ آخر ساری غلط فہمیوں کا انبار اب اٹھ گیا۔ آخر میں اجازت ہو کہ خود آپ کی زبانی، ذاتی رائے معلوم کرلوں: بتائیے آپ مجھ سے شادی کا رشتہ دیتے ہیں یا نہیں؟"

"افوہ، توبہ ہے میری!" لیزاویتا پروکوفیونا پھٹ پڑیں۔

پرنس کو جھرجھری آئی اور وہ کسمسا کر رہ گیا۔ باپ کا یہ حال کہ ہاتھ پاؤں شل۔ بہنوں کا منہ چڑھ گیا۔

"جھوٹ نہ بولئے گا۔ سچ سچ کہئے پرنس۔ آپ کے کارن مجھ سے عجیب قسم کا سوال جواب کیا جاتا ہے۔ کیا اس پوچھ گچھ کی کوئی بنیاد موجود ہے؟ یا نہیں؟"

"میں نے آپ سے رشتہ تو نہیں دیا اگلایابی بی" پرنس کے منہ سے نکلا اور ایک دم اس میں جان پڑ گئی "مگر ہاں، آپ خوب جانتی ہیں کہ کتنا چاہتا ہوں آپ کو اور آپ پر ایمان رکھتا ہوں... اس وقت بھی..."

"میں نے تو آپ سے صرف اتنا پوچھا تھا: آپ اس رشتے کے طلبگار ہیں یا نہیں؟"

"طلبگار ہوں" مری ہوئی آواز میں پرنس نے جواب دیا۔

ہر طرف کھلبلی مچ گئی۔

"یہ سب یوں نہیں میرے عزیز" جنرل نے نہایت ہیجان کے عالم میں بے اختیار کہا "یہ جو... یہ تقریباً ناممکن ہے۔ اگر یہ یوں ہے تو، اگلایا بیٹی... معاف کرنا، پرنس، معاف کرنا، مائی ڈیر! لیزاویتا پروکوفیونا" وہ بیوی سے مدد کے طالب ہوئے "ہونا یہ چاہئے... غور و فکر سے کام لیا جائے..."

"مجھے انکار ہے، مجھے منظور نہیں!" لیزاویتا بیگم دونوں ہاتھ جھٹکتے ہوئے پکاریں۔

"ممی، مجھے بھی کچھ کہنے کی اجازت دیجیے۔ اس قسم کے معاملے میں آخر میری بھی تو کوئی حیثیت ہے نا! میری قسمت کے فیصلے کا نہایت نازک لمحہ آ پہنچا ہے (اگلایا نے قطعی اسی طرح کہا)۔ میں بذات خود جاننا چاہتی ہوں اور پھر مجھے خوشی ہے کہ سب کی موجودگی میں... آپ سے البتہ ایک سوال کرلوں پرنس صاحب، کہ اگر آپ کی یہی نیت ہے تو میری زندگی کی راحت کا کیا سروسامان ہوگا آپ کے پاس؟"

"معلوم نہیں، سچ، اگلایا صاحبہ، معلوم نہیں اس سوال کا کیا جواب دیا جائے؛ اس میں جواب کی... جواب کی کیا گنجائش؟ ہاں... اور کیا یہ ضروری ہے؟"

"اوہو، آپ غالباً الجھن میں پڑ گئے، سانس پھول رہا ہے؟ ذرا دیر آرام کیجیے۔ دم بحال کر لیجیے۔ ایک گلاس پانی پی لیجیے۔ ابھی آپ کے لیے چائے آتی ہے۔"

"مجھے آپ سے محبت ہے اگلایابی بی، بہت بہت محبت؛ صرف آپ سے محبت کی ہے میں نے اور... آپ مذاق میں مت اڑائیے، مجھے آپ سے بے حد محبت ہے۔"

"جو بھی ہو، مگر یہ معاملہ ایسا ویسا نہیں؟ ہم لوگ بچے تو ہیں نہیں، ٹھونک بجا کر دیکھنا ہوگا... ذرا آپ وضاحت کی تکلیف اٹھائیے اور فرمائیے، آپ کی مالی حیثیت کل کتنی ہے؟"

"یہ کیا، یہ کیا، اگلایا، تمہیں ہوا کیا ہے؟ ایسے نہیں، یوں نہیں..." گھبرا کر جنرل ایوان پاپان چین بول پڑے۔

Scanned with CamScanner

"شرمناک!" بیگم لیزاویتا نے بآواز بلند مگر دبی زبان سے کہا۔

"کیا دیوانی ہوئی ہے!" الیکساندرا نے ماں کی تقلید کی۔

"مالی حیثیت... یعنی روپیہ پیسہ؟"

"جی، بالکل۔"

"میرے پاس... فی الحال صرف ایک لاکھ پینتیس ہزار ہیں" پرنس کی زبان سے نکلا، اس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی تھی۔

"بس اتنا ہی؟" اگلایا اونچی آواز اور کھلے عام تعجب کا اظہار کرتے ہوئے بولی۔ اس کے چہرے پر نہ رنگ آیا نہ کیا "خیر، کچھ برا نہیں؟ اگر ذرا کفایت شعاری سے کام لیا جائے... آپ کوئی ملازمت کرنے والے ہیں؟"

"جی، میں امتحان دینا چاہتا تھا پرائیویٹ ٹیوٹر کا..."

"بہت مناسب... اس سے ہماری آمدنی میں بھی اضافہ ہوگا۔ کیا خیال ہے، آپ شاہی محل میں حاضر باش کی ملازمت چاہیں گے؟"

"حاضر باش؟ جی، یہ تو کبھی گمان بھی نہیں گزرا۔ مگر یہ کہ..."

اب دونوں بہنوں سے برداشت نہ ہو سکا، ان کے قہقہوں نے تار توڑ دیا۔ ادے لائیدا کو بہت دیر سے نظر آ رہا تھا کہ اگلایا کے چہرے کے اعصاب تھرک رہے ہیں، اس کی ہنسی اب چھوٹی، اب چھوٹی، بہت زور لگا کر وہ اسے لگام دیے ہوئے ہے۔ اگلایا نے بے اختیار ہنس پڑنے والی بہنوں کو گھور کر دیکھا، لیکن ایک آدھ سیکنڈ بعد خود بھی قابو کھو بیٹھی؛ پھر جو قہقہہ مارا، ہنسی کے مارے، جنونی قہقہوں کے مارے لوٹ پوٹ ہو گئی۔ پیٹ میں بل پڑ گئے اور کمرے سے نکل کر بھاگ لی۔

"میں پہلے سے جانتی تھی کہ صرف ہنسی ٹھٹھا ہے، اور کچھ نہیں!" ادے لائیدا پکار کر بولی "اب سے نہیں، سائی بھجوانے کے وقت سے ہی۔"

"نہیں، اس کی اجازت نہیں، اس کی بالکل اجازت نہیں دی جا سکتی!" بیگم لیزاویتا ایک دم غصے سے ابل پڑیں اور اگلایا کے پیچھے پیچھے لپک کر گئیں۔ بہنیں بھی ان کے تعاقب میں دوڑ پڑیں۔ کمرے میں صرف دو رہ گئے، پرنس اور خاندان کے بزرگوار جنرل۔

"یہ بھی، یہ کیا... آپ خود ایسی کسی بات کا تصور کر سکیں شاید پرنس لیوکولائی وچ؟" جنرل تیزی سے پکار اٹھے، ظاہر تھا کہ کیا کہنا ہے، خود ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا۔ "نہیں، سنجیدگی سے، سنجیدگی سے کہا جائے تو۔"

"میں سمجھا، اگلایا صاحبہ مجھے چٹکیوں میں اڑا رہی تھیں" پرنس نے رنج سے جواب دیا۔

"اچھا، ٹھیرو، برادر؛ میں جاتا ہوں اور تم ذرا ٹھیرنا... تم ہی بتاؤ مجھے پرنس، تم ہی بتاتے کہ... یہ سب ماجرا ہے کیا، اس کا مطلب کیا، یہ سارے کا سارا، یوں کہنا چاہئے کہ اس تمام سلسلے کا مطلب؟ تم یہ تو مانو گے کہ بہر حال — میں باپ ہوں۔ دیکھو، آخر باپ ہوں میں اور میری سمجھ میں تو کچھ آتا واتا نہیں۔ اب تم ہی سمجھاؤ کہ کیا معنی کہ —"

Scanned with CamScanner

"میں اگلایا سے محبت کرتا ہوں؛ یہ بات ان کے علم میں ہے...اور آج نہیں، غالباً ایک زمانے سے ہی ہیں۔"

جنرل نے بے تعلقی میں دونوں شانے ہلا دیے۔

"عجیب بات، بالکل عجیب...کیا بہت محبت کرتے ہو؟"

"بہت زیادہ۔"

"عجیب، میرے لیے تو یہ سب بڑے تعجب کی بات ہے۔ یعنی انہونی اور سخت جھٹکا، یہ کہ دیکھتے ہو پیارے...میں کوئی روپے جائیداد کی بات نہیں کرتا (اگرچہ امید تھی کہ تمہاری مالی حالت اس سے بہتر ہوگی) پھر بھی...میرے لیے بیٹی کی خوشی...اچھا، آخر میں...تم بتاؤ، یوں کہوں کہ اس کے چین آرام کا تو سامان؟ اور...اور ہاں...یہ سب مذاق تھا اس کا یا سچ مچ؟ مطلب یہ کہ تمہاری طرف سے نہیں، اس کی طرف سے مذاق یا سنجیدگی؟"

دروازے کے پیچھے سے بڑی بیٹی الیکساندرا کی آواز آئی۔ باپ کو اندر بلایا جا رہا تھا۔

"ٹھیرنا برادر—ذرا تم ٹھیرے رہنا۔ ٹھیرو اور غور کرو، میں ابھی آیا..." انہوں نے جلدی جلدی کہا اور سرا سیمگی میں الیکساندرا کی پکار پر لپکے۔

ان ان کی بیوی اور بیٹی ایک دوسرے کو گلے لگائے خوب آنسو بہا رہی تھیں۔ خوشی کے آنسو، شفقت اور صلح صفائی کے آنسو جاری تھے۔ اگلایا اپنی ماں کے ہاتھ، گال اور ہونٹ چومے جا رہی تھی۔ ماں بیٹی نے ایک دوسری کو زور سے بھینچ رکھا تھا۔

"یہ لیجیے، دیکھ لیجیے اپنی لاڈلی کو، یہ ہے اصلی رنگ میں!" ماں نے اپنے شوہر کو مخاطب کیا۔

اگلایا نے اپنی خوشی بھری، آنسوؤں میں لت پت ننھی سی صورت ماں کی چھاتی سے جدا کی، باپ کو نظر بھر کے دیکھا، زور سے بے اختیار ہنس پڑی، لپک کر انہیں دونوں بازوؤں میں لے لیا اور جی بھر کے پیار کرنے لگی۔ پھر باپ کو چھوڑ کر ماں پر جھپٹی اور اپنا چہرہ ان کے سینے میں ایسے چھپا لیا کہ اس پر کسی کی نظر نہ پڑے اور پھر زار زار رونے لگی۔ بیگم لیزاویتا نے اپنی بیٹی کو اوپر سے نیچے تک شال سے ڈھک لیا۔

"اری، یہ تو نے، یہ ہمارے ساتھ کیا تماشا کر رکھا ہے! بڑی بے درد لڑکی ہے تو—اور کیا!" بیگم صاحبہ کے منہ سے نکلا، مگر ان کا چہرہ کھلا ہوا تھا جیسے ایک دم سانس لینے میں آرام ملنے لگا ہو۔

"بے درد، واقعی بے درد!" اگلایا نے ان کے منہ سے لفظ توڑ لیا "واہیات بالکل، لاڈ پیار کی بگاڑی ہوئی، پاپا سے بھی کہہ دیجیے یہی—ارے، وہ تو یہ رہے۔ پاپا، آپ ہمیں یہاں؟ سن لیجیے!" آنسوؤں کی جھلملی سے وہ ہنس دی۔

"پیاری میری چہیتی، میری مورتی!" جنرل نے اس کا ہاتھ چوما۔ وہ خوشی کے مارے نہال ہوئے جا رہے تھے۔ (اگلایا نے ان پر سے ہاتھ نہیں ہٹائے۔) "تو یہ بات ہے، تجھے پیار ہے اس سے...اس نوجوان سے؟"

"نہیں، نا، نا۔ میں تو برداشت نہیں کر سکتی...آپ کے اس نوجوان کو—برداشت نہیں کر سکتی ہوں!" ایک دم اگلایا نے جوش میں آ کر سر اوپر اٹھایا "اب اگر آپ نے آئندہ کبھی...تو صاف جتائے دیتی ہوں، سنا آپ نے، بجوگی

کہے دیتی ہوں!"

اور واقعی وہ بڑی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی؛ چہرے پر سرخی دوڑی ہوئی تھی اور آنکھیں چمک رہی تھیں۔ پاپا سٹپٹا کر رہ گئے، لیکن ماں نے اگلایا کی پشت سے انہیں اشارہ کیا اور ان کی سمجھ میں آ گیا کہ اب مجھے آ گئے "سوال جواب نہیں کرنا چاہئے۔"

"اچھا، اگر یوں ہے، میری معصوم بچی تو جیسی تیری مرضی؟ وہ وہاں تنہا بیٹھے ہیں، کیسا رہے جو میں لطیف سا اشارہ کر دوں کہ لے جائیں؟"

اب کی بار جنرل کی باری تھی بیوی کو آنکھ مارنے کی۔

"نہیں، نہیں، اس کی ضرورت نہیں رہی۔ اگر 'لطیف سا' اشارہ کرنا ہو تو کیا ضرور! آپ خود ان کے پاس چلے جائیے، میں ابھی اٹھتی ہوں، آتی ہوں۔ جا کر ان صاحب سے... ان نوجوان سے معذرت طلب کروں گی کیونکہ میں نے ان کا دل دکھایا ہے۔"

"اور بہت دل دکھایا" ایوان فیودروووچ نے زور دے کر کہا۔

"اچھا تو... آپ سب لوگ یہیں رہئے۔ پہلے میں جاؤں گی اکیلی، پھر آپ، لمحہ بھر بعد، آپ لوگ چلے آئیے؛ یہ بہتر رہے گا۔"

وہ تیزی سے دروازے کے پاس پہنچی لیکن پھر مڑ آئی۔

"میری ہنسی نکل جائے گی! ہنسی کے مارے دم نکل جائے گا!" افسوس کے ساتھ اگلایا نے بتایا۔

مگر پھر اسی سیکنڈ مڑ کر پرنس کے پاس جانے کو دوڑی۔

"یہ بات کیا ہوئی؟ کیا خیال ہے تمہارا؟" جلدی سے شوہر نے بیوی کو ٹہوکا دیا۔

"ڈرتی ہوں دل کی بات زبان پر لاتے ہوئے۔۔۔ مگر میں جانوں، بات صاف ہے" بیگم لیزاویتا نے بھی فوراً جلدی سے جواب دیا۔

"مجھ پر بھی روشن ہے، دن کی طرح روشن۔ محبت کرتی ہے۔"

"محبت کرنا کیا معنی، وہ جی جان سے اس کی محبت میں مبتلا ہے!" بڑی بیٹی الیکساندرا نے لقمہ دیا "مگر بھلا کس سے، ذرا دیکھئے تو۔"

"خدا اسے اپنی رحمت کے سائے میں رکھے، اگر یہی تقدیر کا لکھا ہے تو!" ماں نے عقیدت کے جوش میں صلیب کا نشان پھیرا۔

"تقدیر، یہ معنی کی تقدیر کے لکھے سے بچنا ناممکن!" جنرل نے بھی تائید کر دی۔

سب اٹھ کر مہمانوں کے کمرے میں آئے۔ یہاں کچھ اور ہی رنگ کھلا۔

اگلایا نہ صرف یہ کہ قہقہہ مارنے سے باز آئی بلکہ پرنس کے نزدیک ڈرتے سہمتے قدم بڑھاتے ہوئے، قریب قریب جا کر کہنے لگی:

''آپ ایک نادان، احمق، لاڈ پیار کی بگاڑی ہوئی لڑکی کو معاف کر دیجیے (پرنس کا ہاتھ بھی تھام لیا) اور یقین کیجیے گا کہ ہم سب لوگ آپ کی بے انتہا عزت کرتے ہیں۔ اب اگر میں نے جسارت کی کہ آپ کی لاجواب، نیک فطرت سادہ دلی کا جواب ہنسی دل لگی سے دیا تو آپ میری اس حرکت کو بچکانہ شرارت سمجھ کر معاف کر دیجیے۔ معاف کیجیے گا کہ میں نے خواہ مخواہ... اتنی چکلس کی، جس کا، ظاہر بات ہے کہ دور دور کوئی نتیجہ نہیں نکلنے والا...''

اگلایا نے یہ آخری لفظ خاص زور دے کر کہے تھے۔

باپ، ماں، بہنیں، اتنے میں سبھی اس کمرے میں آ چکے تھے کہ سب نے دیکھا، سب نے سن لیا اور سب دانتوں میں انگلیاں داب کر رہ گئے اس جملے پر کہ ''خواہ مخواہ چکلس، جس کا دور دور کوئی نتیجہ نہیں نکلنے والا''، اوپر سے وہ سنجیدگی جو اگلایا پر طاری تھی، ''خواہ مخواہ کی چکلس'' کے الفاظ ادا کرتے وقت۔ سب سوالیہ نظروں سے تکنے لگے تھے، مگر ایک پرنس، جو شاید ان الفاظ کو ذہن نشین کیے بغیر، بے انتہا مگن تھا۔

''آپ ایسے کیوں کہہ رہی ہیں؟'' وہ بدبدایا ''کیوں، آپ... معذرت کیوں... کر رہی ہیں آپ؟''

وہ یہ کہنے چلا تھا کہ میں بھلا اس قابل کہاں ہوں کہ مجھ سے معذرت طلب کی جائے۔ کیا جانے، وہ مطلب بھی کھو گیا ہو اس خاص جملے کا کہ ''خواہ مخواہ کی چکلس، جس کا دور دور کوئی نتیجہ نہیں نکلنے والا'' مگر، عجیب بے تکا آدمی تھا کہ شاید ان لفظوں سے بھی مزا لیے بغیر نہ رہ سکا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے لیے بڑی سے بڑی قلبی راحت اس میں پوشیدہ تھی کہ اب آئندہ بھی بلا روک ٹوک اگلایا کے پاس آ جا سکے گا، اس سے باتیں کرنے کی، ساتھ بیٹھنے کی، ساتھ گھومنے پھرنے کی سہولت حاصل رہے گی اور کسی کو کیا معلوم کہ شاید وہ اتنے ہی میں جیتے جی مگن رہا کرتا۔ (یہی، اس کا اتنے میں خوش رہنا تھا جس سے بیگم لیزاویتا پروکوفیونا اپنے جی میں ڈرتی تھیں، یہی وہ بات تھی جسے زبان پر لانا انہیں نہیں آتا تھا۔)

بیان کرنا مشکل ہے کہ پرنس اس شام کس قدر تازہ دم اور خوش و خرم رہا۔ وہ ایسے کھلا ہوا تھا کہ اس پر نظر ڈالنے سے دل کو راحت ملے۔ اگلایا کی بہنوں نے بعد میں اسی طرح خیال ظاہر کیا۔ برابر باتیں کیے جاتا تھا، اور ایسا چھ مہینے پہلے کی اس صبح کے بعد سے اب تک نہ ہوا جس صبح کو وہ پہلی بار اس خاندان سے متعارف ہوا تھا۔ پیٹرسبورگ واپس آنے کے ساتھ ہی پرنس سب کے سامنے اور خود ارادتاً بہت کم سخن ہو گیا تھا۔ زیادہ دن نہیں ہوئے کہ اس نے سب کی موجودگی میں پرنس ش۔ سے بات کرتے کرتے جتا دیا کہ اس کے لیے اپنی زبان کو لگام دیے رہنا ضروری ہے کیونکہ نازک خیال کے لفظوں میں پیش کر کے اس کی بے عزتی کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ مگر اس شام وہ اکیلا ہی چہکتا رہا، بہت سی باتیں کہہ سنائیں، بیان میں واضحت تھی، خوشی سے اور اچھے موڈ میں سوالوں کا برابر جواب دیے جا رہا تھا۔ البتہ الفاظ میں کہیں بھی ہلکی پھلکی بچی بہلاوے کی باتوں کی جھلک تک موجود نہ تھی۔ جو کہا، وہ سب کا سب نہایت جچا تلا، بلکہ بعض اوقات دانائی سے بھرپور خیالات کا اظہار تھا۔ پرنس نے کئی ایک تو طبع زاد نکتے پیش کیے، خاص اپنے مشاہدات کا حاصل حصول سنایا، یہاں تک کہ ان کا مذاق اڑ جاتا اگر اس خوبی سے، ''سلیقے سے پیش نہ کیے گئے ہوتے''۔ سننے والوں نے بعد میں یوں اپنا تاثر ظاہر کیا۔ جنرل کو ویسے تو سنجیدہ، قابل گفتگو موضوعات کافی پسند تھے، لیکن وہ اور ان کی بیگم دونوں نے اپنے اپنے دل میں سوچا کہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی عالمانہ کیفیت پائی گئی، جس سے صحبت کے آخر میں طبیعتیں بھاری ہونے لگیں۔ ہاں، شام کی

Scanned with CamScanner

ہی تمام ہوتے ہوتے پرنس یہاں تک جا پہنچا کہ بعض مذاقیہ لطیفے سنانے بیٹھ گیا اور ان پر خود ہی سب سے پہلے ہنس پڑتا
ہ پوچھ پر کہ اوروں کو لطیفے پر ہنسنے کے بجائے زیادہ تر خود اسی کی بے تکلیف ہنسی پر فرمائشی قہقہہ لگانا پڑتا۔ جہاں تک اگلایا کا
تی ہے تو اس شام وہ قریب قریب منہ بند کیے بیٹھی تھی۔ ساتھ میں برابر پرنس کی باتیں سنے جا رہی تھی ــــ سنتا بھی کیا،
ں کی صورت ہی نکے جا رہی تھی۔

"برابر دیکھے جاتی ہے، نظر نہیں ہٹاتی؛ اس کے ایک ایک لفظ پر فدا ہے، لفظ لپکتی ہے برابر، اور ذرا کہہ دو کہ اس
ے بت ہے تو آستین چڑھا کر لعنت بھیجنے کو تیار!" بعد میں بیگم لیزاویتا پرکوفیونا نے شوہر سے کہا۔

"کیا کیا جائے ــــ تقدیر کا ہونا!" جنرل شوہر نے کاندھے جھٹک دیے اور بعد میں بھی اپنا یہ پسندیدہ تکیہ کلام
ہراتے رہے۔ یہاں یہ بڑھاتے چلیں کہ کاروباری آدمی کی حیثیت سے جنرل کو بھی اس تمام موجودہ سلسلے میں بہت ساری
ہی سخت ناپسند تھیں، اور سب سے زیادہ معاملے کا مبہم ہونا۔ مگر طے کر چکے تھے کہ جب تک وقت آئے، خاموش رہا
ئے اور دیکھا جائے... بیگم صاحبہ کی آنکھوں میں۔

خاندان کا یہ ہنسی خوشی والا موڈ بہت دن نہیں چلا۔ دوسرے ہی دن اگلایا پھر پرنس سے لڑ بیٹھی۔ اور آئندہ کئی روز
کے لیے اس لڑائی جھگڑے کا تار بندھ گیا۔ کئی کئی گھنٹے وہ پرنس کا مذاق اڑاتی، انہیں مسخرا بنا کر رکھ دیتی۔ درست ہے کہ یہ
وک بعض اوقات گھنٹے دو گھنٹے اپنے بنگلے کے پائیں باغ میں، کنج میں سر جوڑے بیٹھے رہتے، لیکن دیکھا گیا کہ اس وقت
ں پرنس تقریباً ہمیشہ ہی یا تو اخبار ورنہ کوئی کتاب اگلایا کو پڑھ کر سنا تا رہتا۔

"آپ کو خبر ہے؟" ایک بار جب وہ اخبار پڑھ کر سنا رہا تھا، اگلایا نے ٹوک کر کہا "میں نے نوٹ کیا ہے کہ آپ
نپڑھ آدمی ہیں؛ آپ کو کچھ بھی نہیں آتا۔ اگر کوئی پوچھ بیٹھے تو نہ آپ کا نام کا پتہ، نہ سال کا، نہ حوالے کا، الل ٹپ۔
رس آتا ہے آپ کے حال پر۔"

"میں نے تو آپ کو بتایا تھا کہ میرا علم بہت محدود ہے" پرنس نے جواب دیا۔

"تو پھر آپ میں کیا ہے؟ اس کے بعد میں آپ کی عزت کیا خاک کروں؟ خیر، آگے پڑھیے۔ چھوڑیے، آگے
پڑھنے کی ضرورت نہیں۔"

اور پھر اسی شام اگلایا کی طرف سے کوئی ایسی حرکت ہوئی جو سبھوں کے لیے ایک معمہ تھی۔ پرنس ش۔ واپس
آ پہنچا۔ اگلایا نے اس کے ساتھ بڑی خصوصیت برتی، ایوگینی پاولووچ کے بارے میں تفصیل سے پوچھتی رہی۔ (تب تک
پرنس میشکن نہیں آیا تھا۔) پرنس ش۔ نے جرأت کر کے اشارتاً پوچھ لیا کہ "خاندان میں عنقریب کوئی نیا گل کھلنے والا ہے
کیا؟" یہ سوال بیگم لیزاویتا کے منہ سے نکلے ہوئے چند اتفاقی الفاظ سے لگا ہوا تھا، جو وہ کہہ گئی تھیں کہ ممکن ہے، ادے لائیڈا
کی شادی پھر ملتوی کرنی پڑے کیونکہ دونوں شادیاں ایک ساتھ ہو جائیں گی۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اگلایا "ان تمام
حماقت بھری خیالی تجویزوں" پر اتنی آگ بگولا ہو گی؛ اتفاق وقت کہ اس کے منہ سے بے تحاشا یہ الفاظ نکل گئے: "میں نے
نیت نہیں باندھی کہ کسی کی داشتہ کی جگہ لے لوں۔"

ان الفاظ پر سبھی کے ہوش اڑ گئے، خاص کر ماں باپ کے۔ لیزاویتا پرکوفیونا نے چپکے چپکے شوہر سے صلاح

مشورہ کر کے اصرار کیا کہ کچھ بھی ہو، پرنس میشکن سے کہہ دیا جائے کہ وہ نستاسیا فلپی پودنا کا معاملہ ٹھکانے لگا دیں۔

جنرل نے قسم کھا کے کہا کہ یہ سب محض ''بہانہ بازی'' ہے جو اگلایا کی ''شرماحضوری'' کے سبب منہ پر آ گئی۔ اگر پرنس ش۔ نے شادی کا مسئلہ نہ کریدا ہوتا تو اس بہانہ بازی کی نوبت بھی نہ آتی۔ کیونکہ اگلایا کو خود معلوم ہے، اسے پورا اعتبار ہے کہ یہ محض تہمت ہے بدطینت لوگوں کی زبان سے، اور نستاسیا فلپی پودنا تو رگوژین سے شادی کرنے والی ہے، پرنس میشکن سے تعلقات تو کیا ہوتے تھے، ان کی ذات سے کوئی سروکار ہی نہیں اور اگر کھری، سچی کہیے تو پہلے بھی ان کے درمیان کوئی سلسلہ نہیں رہا۔

پرنس کو بہرحال کسی قسم کی کھٹک نہیں ہوئی۔ وہ اب بھی ویسے ہی مگن رہا۔ البتہ اتنا ضرور تھا کہ کبھی کبھی اگلایا کی آنکھوں میں کچھ افسردگی یا بے چینی نظر آ جاتی تھی۔ لیکن اس سے زیادہ اسے کسی اور بات کا یقین تھا، دل پر غبار آتا بھی تو خود بخود ڈھل جاتا۔ ایک بار کسی بات کا پکا یقین آ جائے، پھر تذبذب کی کوئی گنجائش نہیں رہتی تھی۔ ممکن ہے وہ آجکل کچھ زیادہ ہی پرسکون رہنے لگا ہو کیونکہ کم از کم ایپولیت کو یہی گمان گزرا جس سے اتفاقاً پارک میں گھومتے وقت ملاقات ہو گئی تھی۔

''کیوں، کیا غلط کہا تھا میں نے، کہ آپ عشق میں مبتلا ہیں'' اس نے پرنس کے پاس آ کر اسے روکتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ پرنس نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا اور مبارک باد دینے لگا کہ ''آجکل اچھے دکھائی دیتے ہیں۔'' بیمار خود بھی بشاش نظر آتا تھا جیسا کہ دق کے ماروں کی خصوصیت ہے۔

وہ اس نیت سے پرنس کی طرف بڑھا تھا کہ اس کی بشاشت پر کوئی نہ کوئی چوٹ کرے گا، لیکن فوراً بات بدل دی اور اپنا حال بتانے لگا۔ اپنی تکلیفیں، بہت ساری شکایتیں، دیر تک اور بے ربطی سے کہے چلا گیا۔

''آپ کو یقین نہیں آئے گا'' وہ آخر میں بولا ''وہ لوگ کس درجہ کچوکے دینے والے، گھٹیا، خودغرض، خودپسند اور معمولی سطح کے ہیں، سب کے سب۔ مانیں گے آپ کہ انہوں نے مجھے اپنے ہاں رکھا تو سوائے اس کے کچھ ملحوظ نہ تھا کہ جتنی جلد ممکن ہو، مر جاؤں، اور جب دیکھا کہ یہ تو نہیں مرتا بلکہ اور الٹا، پہلے سے ذرا افاقہ ہی ہے تو غصے سے پاگل ہونے لگے۔ طرفہ تماشا! شرط لگاتا ہوں کہ آپ کو میرے کہنے کا یقین نہیں آیا!''

پرنس کو کیا پڑی تھی کہ اسے ٹوکتا۔

''کبھی کبھی خیال آتا ہے کہ پھر آپ ہی کے پاس آ رہوں'' ایپولیت بے تکلفی سے کہہ گیا ''خیر، آپ تو ان لوگوں کو اس طبیعت کا نہیں مانتے۔ کہ وہ آدمی کو اپنے ہاں قبول کریں اس خیال سے کہ وہ جلد سے جلد مر جائے؟''

''میں نے سمجھا تھا کہ ان لوگوں نے آپ کو کسی اور خیال سے اپنے ہاں رہنے کو کہا ہوگا۔''

''اوہو، تو آپ اتنے سیدھے، بھولے بھالے نہیں ہیں جتنا دوسرے بتاتے ہیں۔ یہ وقت نہیں ہے، ورنہ میں اس گائیا کے بچے کی اور اس کے ارمانوں کی کچھ پول کھولتا آپ کے سامنے۔ آپ کے راستے میں گڑھا کھودا جا رہا ہے، پرنس، بے دردی سے گڑھا کھود رہے ہیں، اور آپ ہیں کہ... دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ آپ یوں بے فکر پھرتے ہیں۔ ہائے، آپ اس کے سوا اور ہو بھی نہیں سکتے!''

Scanned with CamScanner

"واہ، افسوس بھی کیا تو کس بات کا!" پرنس ہنس دیا "کیوں، آپ کا خیال ہے کہ میں زیادہ خوش نصیب ہوتا اگر زیادہ بے چین پھرتا؟"

"بہتر ہے اگر آدمی راحت سے نہ ہو مگر جانتا ہو، بہ نسبت اس کے کہ خوش نصیب ہو اور جی رہا ہو... احمقوں کی دنیا میں۔ میں تو جانوں، آپ کو ذرا بھی یقین نہیں کہ آپ سے رقابت چل رہی ہے... اور ادھر سے رقابت کی جا رہی ہے۔"

"یہ جو رقابت پر آپ کے الفاظ ہیں ان سے تلخ گوئی کی بو آتی ہے ایپولیت۔ افسوس، کہ آپ کو جواب دینے کا حق مجھے نہیں پہنچتا۔ رہا مسٹر گاوریلا عرف گانیا کا معاملہ تو آپ مان لیں گے کہ کیا وہ چین سے رہ سکتے ہیں جو کچھ وہ کھو چکے ہیں، اس کے بعد بھی؟ بشرطے کہ آپ کو ان کے واقعات کا تھوڑا بہت علم ہو۔ میں جانوں کہ آپ اس نقطۂ نظر سے بھی دیکھ لیں تو بہتر ہو۔ انہیں اب بھی وقت ملے گا بدل جانے کا۔ ابھی بہت جئیں گے اور زندگی مالا مال ہے... اور ہاں... اور ہاں..." پرنس کہتے کہتے بہک گیا وہ جو راستے میں گڑھا کھودنے والی بات... وہ میری تو سمجھ سے باہر ہے، کاہے کے بارے میں بتایا آپ نے۔ خیر، اس بات کو جانے ہی دیجیے آپ مسٹر ایپولیت۔"

"وقتی طور پر جانے دیتے ہیں۔ آپ کی جیسی شرافت نہ ہو تو یہ ہو نہیں سکتا۔ ہاں، پرنس۔ آپ تو خود انگلیوں سے ٹٹول کر دیکھیں، اور تب بھی یقین نہ کریں، واہ! ہا، ہا، یہ تو بتائیے، کیا آپ مجھ سے اب سخت نفرت کرتے ہیں؟"

"کیوں، کس لئے؟ کیا اس لیے کہ آپ نے ہم سب سے زیادہ دکھ بھرے اور اب بھی دکھ بھرتے ہیں؟"

"جی نہیں، بلکہ اس لیے کہ اپنے غم اور دکھ کے قابل نہیں ہوں میں۔"

"جو شخص زیادہ دکھ اٹھا سکے، تو مطلب یہ کہ وہ زیادہ دکھ اٹھانے کے قابل ہے۔ اگلایا ایوانووِنا نے جب آپ کی وہ تحریر "اعتراف نامہ" پڑھی تو ان کا جی چاہا آپ کے دیکھنے کو، مگر..."

"ٹال گئیں... ان کے لیے مناسب نہیں۔ سمجھتا ہوں، سمجھتا ہوں..." ایپولیت نے بیچ میں ٹوکا جیسے وہ خود گفتگو کا رخ موڑ دینا چاہتا ہو "اچھا تو، میں نے سنا ہے کہ آپ نے ہی وہ ساری اول جلول تحریر انہیں باآواز پڑھ کر سنائی تھی۔ سچ مانئے، وہ سرسامی حالت میں لکھی اور... اور پوری کی گئی تھی۔ سمجھ میں نہیں آتا آدمی کو کس حد تک ایسا۔ سنگدل نہیں کہتا (اس میں میری اپنی گراوٹ ہے) سنگدل نہیں بلکہ بچکانہ، خود پسند اور انتقامی ہونا چاہئے کہ وہ مجھے اس "اعتراف نامے" پر ملامت کرے اور اسے میرے ہی خلاف ہتھیار بنا کر استعمال کر جائے۔ فکر مت کیجیے، روئے سخن آپ کی طرف نہیں ہے..."

"مگر مجھے افسوس ہے کہ آپ اس تحریر سے منکر ہوئے جاتے ہیں ایپولیت۔ دل سے لکھی ہو چیز ہے۔ آپ جانتے ہیں اس میں جو سب سے سنجیدہ پن کی باتیں آ گئی ہیں، اور ان کی بھی کچھ کمی نہیں (ایپولیت نے اس پر ناک بھوں چڑھائی) دکھوں نے ان کی تلافی کر دی، کیونکہ ان کا اقرار کر لینا بجائے خود دکھ سہنا ہے... اور شاید اس کے لیے بڑی مردانگی بھی چاہئے۔ وہ خیال جس نے تحریک دلائی، یقیناً نہایت شریفانہ رہا ہوگا، چاہے دیکھنے میں کچھ بھی لگتا ہو۔ جتنا وقت گزرتا جاتا ہے اتنا ہی یہ صاف نظر آتا ہے، قسم کھا کر کہتا ہوں۔ آپ کے کام کو تولنے کی خاطر نہیں، دل کی بات زبان پر لانے کو یہ کہہ رہا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ تب کچھ نہیں کہا تھا..."

Scanned with CamScanner

ایپولیت سرخ ہو گیا۔ اسے یہ خیال گزرا کہ پرنس بناوٹی باتوں سے اسے بنا رہے ہیں، لیکن جب ان کی صورت پر غور سے نظر ڈالی تو ان کے خلوص کا یقین ہو گیا۔ اس کے چہرے سے بھی شکن گئی۔

''پھر بھی مرنا تو طے ہے!'' اس کی زبان سے نکلا (وہ کہتے کہتے رہ گیا کہ ''مجھ جیسے آدمی کے لیے'')۔ ''ذرا تصور تو کیجیے، یہ آپ کا گانیا مجھے کیسے کیسے آنچ دیتا ہے؛ بطور اعتراض وہ دور کی کوڑی لایا اور کہنے لگا کہ شاید ان لوگوں میں سے جنہوں نے میری تحریر سنی ہے، تین یا چار نفر مر جائیں گے، اور مجھ سے بھی پہلے مریں گے۔ کہیے، کیسی کہی! وہ سوچتا ہے کہ اس سے مجھے چین پڑے گا۔ ہا، ہا! اول تو یہ کہ ابھی کوئی نہیں مرا! اور اگر فرض کیجیے مر بھی گئے تو اس سے مجھے کیا ملا، آپ مانیں گے نا! اس نے مجھے بھی اپنے پر قیاس کیا۔ اور آگے پہنچا۔ اب صرف برا بھلا کہنے پر آ گیا ہے۔ کہتا ہے کہ معقول اور بھلے مانس ایسے موقعوں پر خاموشی سے پران چھوڑ دیتے ہیں۔ میں نے جو کچھ کیا وہ محض خود پرستی تھی، بس! کہیے، کیسی کہی! نہیں، اس کی طرف سے کسی خود پرستی ہے یہ! کیا لطافت ہے یا، بہتر لفظوں میں، اسی کے ساتھ ان کی اس خود پرستی کا اڑیل پن ہے، جسے وہ خود اپنے اندر دیکھنے سے قاصر ہیں!.. آپ نے پرنس، اس موت کا، وہ جو اٹھارویں صدی کے استپان گلے بوف (12) کی موت ہوئی، اس کا حال پڑھا ہے کیا؟ میں نے اتفاقاً کل ہی پڑھا...''

''کون سا استپان گلے بوف؟''

''وہ جسے پیوتر اول کے دور حکومت میں میخ پر چڑھا کر مارا گیا۔''

''اوف، خدایا، جانتا ہوں۔ وہ میخ پر چڑھ کر پندرہ گھنٹے زندہ رہا، پالاکٹ رہا تھا، بڑا کوٹ پہنے تھا اور پھر جان دی تو کس شان سے دی! پڑھا ہے اس کا حال... کیوں کیا؟''

''خدا ایسی بھی دیتا ہے لوگوں کو، مگر ہمارے نصیب میں نہیں! آپ شاید سوچتے ہوں کہ میں اس گلے بوف کی طرح مرنے کی سکت نہیں رکھتا، ہے نا؟''

''نہیں، نہیں، قطعی نہیں'' پرنس گڑبڑا گیا ''میں تو صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ آپ... یعنی یہ کہ آپ... گلے بوف کی موت نہیں... مگر، آپ وہ ہو سکتے... یعنی اس کی طرح ہوتے جیسے...''

''سمجھ گیا میں، گلے بوف کی طرح نہیں، اوسترمان (13) کی طرح مرنا۔ یہی کہنا چاہتے ہیں نا؟''

''کون سا اوسترمان؟'' پرنس کو تعجب ہوا۔

''اوسترمان جو ڈپلومیٹ تھا، پیوتر اول کے زمانے کا اوسترمان'' ایپولیت نے کہا، وہ ایک دم کسی الجھن میں پڑ گیا۔ کسی قدر غلط فہمی پیدا ہو گئی۔

''اوہ، نہیں، نا! یہ نہیں تھا مطلب میرا'' پرنس نے تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اٹکتے ہوئے کہا ''میرے خیال میں... تو آپ کبھی اوسترمان ہرگز نہ ہوتے...''

ایپولیت کا منہ چڑھ گیا۔

''اٹکا تا کہ اس بات پر اس قدر زور کیوں دیا تھا'' پرنس نے بات کی ڈور تھام لی ظاہراً اس مقصد سے کہ غلط فہمی دور کر دے۔ ''وجہ یہ کہ اگلے وقتوں کے لوگ ہو بہو ویسے ہی لوگ نہیں ہوتے جیسے آج ہم آپ (قسمیہ کہتا ہوں کہ مجھے خود

ا(اور ہمیشہ حیرت رہی)، اس قماش کے نہیں ہوتے تھے جیسے آجکل ہوتے ہیں، ہمارے زمانے میں؛ یہ تو نسل ہی اور ہے۔ اگلے صرف ایک آئیڈیا والے ہوا کرتے تھے اور اب دیکھئے، زیادہ نروس، زیادہ ترقی یافتہ، زیادہ حساس ہوتے ہیں؛ بیک وقت دو یا تین خیال انہیں حرکت میں رکھتے ہیں... آج کا آدمی زیادہ وسعت رکھتا ہے اور قسمیہ، یہی صفت اسے اول تا آخر بزدلی سے روکتی بھی ہے، جیسے اگلے وقتوں میں ہوا کرتی تھی۔ یہ میں نے خاص اس سبب سے کہا تھا، نہ کہ..."

"میں سمجھا؛ وہ آپ کی سادہ لوحی تھی کہ مجھ سے اتفاق نہیں کیا، اور اب چلے ہیں مجھے دلاسہ دینے۔ ہا، ہا! بالکل ی بچے ہیں آپ پرنس! تاہم نظر آتا ہے کہ آپ سب کے سب یوں مجھے ہلکا سمجھتے ہیں جیسے... جیسے میں شیشے کی پیالی ہوں... کوئی بات نہیں۔ اس کا کچھ رنج نہیں۔ بہرحال ہمارے درمیان بات بڑی مضحکہ خیز چل پڑی تھی۔ آپ پرنس صاحب، بالکل نادان بچے ہوتے ہیں بعض اوقات۔ سمجھتے وہ اوسترمان تھا، کسی بات میں اس سے بہتر ہونے کی تمنا تھی۔ اوسترمان کے لیے کچھ ضروری نہیں تھا کہ مردے سے زندہ ہو کر اٹھے... مگر میں، میں خود... خیر چھوڑئے مجھے اپنے حال پر۔ اچھا رخصت! چلئے، اچھا اتنا کیجیے کہ، خود بتائیے، آپ کے خیال میں میرے لیے بہتر موت کس طرح کی ہونی چاہئے، آپ کے خیال میں میرے لیے بہتر موت کس طرح کی ہونی چاہئے؟.. یعنی میرا مرنا، جہاں تک ممکن ہو، زیادہ سے زیادہ شریفانہ مرنا ٹھیرے؟ چلئے، بتا دیجیے!"

"ہمارے پہلو سے گزر جائیے اور ہمارے چین میں خلل مت ڈالئے!" پرنس نے نرم آواز سے جواب دیا۔

"ہا، ہا، ہا! میں نے یہی سوچا تھا، ہو نہ ہو، ایسے ہی کسی جواب کی توقع تھی آپ سے! بہرحال آپ، آپ ہیں تو... کہہ دوں، کہوں، آپ ہیں خوش بیان لوگ! اچھا، خدا حافظ، رخصت!"۔

یپان چین والوں کے بنگلے پر شام کی محفل کے بارے میں، جہاں پرنس بیلوکونسکایا برا جنے والی تھیں، واروارا نے بھائی کو جو اطلاع بہم پہنچائی تھی، وہ درست ہی تھی۔ واقعی اس شام مہمان آنے والے تھے، لیکن یہاں بھی اس نے ذرا نمک مصالحہ تناسب سے زیادہ ہی ملا دیا تھا۔ یہ درست ہے کہ سارا معاملہ جھٹ پٹ قرار پایا تھا اور اس میں کسی قدر، بلکہ مفت کی ہول دل بھی شامل تھی، وجہ اس کی وہی کہ بقول بیگم لیزاویتا اس خاندان میں "سب کچھ ایسے چلتا ہے جیسے اوروں کے ہاں نہیں ہوتا۔" سب کی تہ میں ان بیگم صاحبہ کی بے صبری کارفرما تھی، جنہیں "شک و شبہ کی حالت میں رہنا اور پسند نہیں تھا"، اوپر سے اپنی چہیتی بیٹی کے سکھ چین کے بارے میں والدین کے دل کا سخت خلجان بھی اپنا کام کر رہا تھا۔ پھر یہ بھی تھا کہ پرنس بیلوکونسکایا عنقریب باہر جانے کی تیاری میں تھیں۔ چونکہ ان کی سرپرستی واقعی سماج کی نظر میں بڑی وقعت رکھتی تھی اور چونکہ توقع تھی کہ پرنس میشکن کو وہ نظر کرم سے نوازیں گی، اس لیے والدین نے بھی جی میں سوچا کہ "سوسائٹی" کو اگلایا کا دولہا براہ راست انہی زبردست صاحب اقتدار "بڑی بی" کے ہاتھوں ملے گا، بس اگر کوئی بے تکا پن ہو بھی، تو اس صورت میں، ان کے دامن کے سائے میں وہ ایسا بے جوڑ نظر نہیں آئے گا۔ لے دے کے یہی معاملہ تھا کہ خود والدین کسی طرح طے نہ کر پائے، "کیا واقعی ہے، اور اگر ہے تو اس سلسلے میں کتنا بے تکا پن ہے؟ اور اگر نہیں تو کوئی ایسی بے تکی بات ہرگز نہیں۔" مستند اور معتبر لوگوں کی دوستانہ، ہمدردانہ اور بے تکلف رائے موجود صورت میں کافی کارآمد تھی جب کہ اگلایا کی بدولت ابھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہو پایا تھا، کچھ بھی سہی، پرنس کو جلد یا بہ دیر دنیا کے سامنے لانا تو تھا ہی جس کے متعلق خود

Scanned with CamScanner

پرنس میں ذرا بھی سمجھ نہیں تھی۔ مختصر یہ کہ پرنس کا ''دکھایا جانا'' مقصود تھا۔ شام کا اہتمام بہرحال سادہ سا رکھا گیا تھا: صرف ''گھر کے اکثر آنے جانے والوں'' کو کم سے کم تعداد میں دعوت دی گئی تھی۔ مادام بیلوکونسکایا کے علاوہ ایک اور محترم خاتون آنے والی تھیں، ایک امیر کبیر اور اہم شخصیت کی بیگم۔ نوعمر لوگوں میں صرف ایوگینی پاولووچ کے آنے کی امید تھی۔ یہ صاحب پرنس کے ہمراہی کی حیثیت میں شریک محفل ہوتے۔

پرنس کی آمد کی خبر پرنس میشکن کو اس شام سے تین دن پہلے ہی مل چکی تھی۔ یہ کہ آج شام کو محفل ہے، اسے عین وقت سے پہلے بتایا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس نے گھر والوں کی صورت پر انتظامی فکروں کے آثار دیکھ لیے تھے، اور یہ بھی کہ بعض اشاروں کنایوں سے، اس سے بات چیت کرنے میں جو احتیاطیں برتی جا رہی تھیں، ان سے بھی نتیجہ نکال لیا ہوگا کہ ان لوگوں کو اندیشہ ہے کہ دیکھیے، میں وقت پر کیا رنگ دکھاتا ہوں۔ لیکن یہاں چین والوں میں سے گویا ایک ایک نے بجائے خود سمجھ رکھا تھا کہ پرنس کو اپنی سادگی کے سبب کسی طرح بھی یہ گمان گزرنے والا نہیں کہ یہ ساری فکریں، پریشانیاں اسی کی خاطر ہو رہی ہیں۔ چنانچہ جو بھی اسے دیکھتا، دل ہی دل میں کڑھتا۔ مگر وہ تھا کہ آنے والے ہنگامی واقعے کو کسی قسم کی اہمیت ہی نہیں دے رہا تھا۔ اسے تو بالکل دوسری فکر نے گھیر رکھا تھا۔ اگلایا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زیادہ تنک مزاج، زیادہ افسردہ ہوتی جا رہی تھی اور یہ چیز پرنس کو مارے ڈالتی تھی۔ جب سنا کہ ایوگینی پاولووچ کے آنے کی بھی امید ہے تو بہت خوش ہوا اور کہا کہ بہت دن سے ملنے کی آرزو تھی۔ نجانے کیوں اس کا یہ کہنا کسی کو بھی اچھا نہیں لگا؛ اگلایا منہ لٹکائے کمرے سے اٹھ کر چل دی، صرف جب آدھی رات ہونے آئی، گیارہ بج چکے اور پرنس کے رخصت ہونے کا وقت آیا تو اسے موقع ملا کہ باہر تک پہنچاتے وقت تنہائی میں چند لفظ اس کے کان میں ڈال دے۔

''میں چاہتی ہوں کہ کل سارے دن آپ ہمارے ہاں آنے کی تکلیف نہ کریں، بلکہ صرف شام کو آئیں جب یہ لوگ... سب مہمان آ چکے ہوں۔ آپ کو خبر ہے، کل مہمان آنے والے ہیں؟''

وہ بے صبری سے اور کافی اکل کھڑے پن سے بول رہی تھی؟ پہلی بار اس کی زبان پر ''شام کی دعوت'' کا لفظ آیا۔ اس کے لیے بھی مہمانوں کی آمد کا خیال برداشت سے باہر تھا۔ سبھی نے یہ بات محسوس کی۔ شاید وہ سخت بے تاب تھی کہ اس بات پر اپنے والدین سے الجھ پڑے، لیکن خودداری نے اور شرم و حیا کے پاس نے زبان کھولنے سے روکے رکھا۔ پرنس فوراً سمجھ گیا کہ اگلایا کو اس کی طرف سے بھی اندیشہ ہے (چاہے اس خوف کو زبان سے نہ مانے)، اس پر وہ خود بھی ڈر گیا۔

''جی ہاں، مجھے دعوت تو دی گئی ہے'' پرنس نے جواب دیا۔

آگے کچھ کہنے سننے میں اگلایا کو دشواری محسوس ہوئی۔

''کبھی سنجیدگی سے بھی آپ کے ساتھ کوئی گفتگو ہو سکتی ہے؟ عمر بھر میں ایک دفعہ سہی؟'' وہ بے انتہا ناراض ہو گئی۔ نہ یہ خبر کہ کس بات پر، نہ غصے میں خود پر قابو۔

''کیوں نہیں۔ میں سن رہا ہوں۔ کہیے۔ بڑی خوشی کی بات ہے'' پرنس نے دبی آواز میں کہا۔

اگلایا کو پھر چپ لگ گئی۔ منٹ بھر کی خاموشی کے بعد وہ شروع ہوئی تو بڑی ہی ترشی سے:

Scanned with CamScanner

"میں ان لوگوں سے اس بارے میں جھگڑنا نہیں چاہتی؛ بعض موقعے ایسے ہوتے ہیں کہ آدمی سے عقل کی ...ہیں کی جاسکتی۔ مجھے ہمیشہ سے یہ قاعدے ضابطے کھلتے ہیں جو ہماری ممی برتا کرتی ہیں۔ پاپا کے بارے میں کہنا ہی بیکار ...اس میں دخل نہیں رکھتے۔ ممی یوں تو بڑی نیک نفس خاتون ہیں؛ کوئی گری ہوئی بات ان کے سامنے رکھئے، پھر ...گران کے سامنے، ان... گئے گزرے لوگوں کے سامنے وہ جھک جاتی ہیں! میں صرف ایک پرنسس بیلوکونسکایا ...رے میں نہیں کہہ رہی: بوڑھیا پھونس، بالکل ناکارہ، اور طبیعت بھی ویسی ہی پائی ہے، مگر ہاں، ہے بڑی ہوشیار، سب ...میں رکھنا اسے آتا ہے۔ بس یہی ایک خوبی ہے ان بڑی بی کی۔ ہا، کیا رذالت ہے! مسخرا پن! ہم لوگ ہمیشہ سے ...ئی حلقے کے رہے ہیں، بالکل ہی درمیانی حیثیت کے، جیسے کہ ہوا کرتے ہیں۔ بھلا ہمیں کیا پڑی ہے کہ ان اونچی ...ئی کے لوگوں میں گھستے پھریں؟ بہنوں کو بھی اس کی ہوا لگ گئی۔ یہ جو پرنس ش۔ ہے، اس نے سب کو نچا رکھا ہے۔ ...آپ کو کاہے کی خوشی تھی کہ ایوگینی پاولووچ آنے والا ہے؟"

"سنئے اگلایا" پرنس نے کہا "مجھے ایسا نظر آتا ہے کہ آپ کو میری طرف سے اندیشہ ہے کہ کل سب کھیل چوپٹ ...وں... اس سوسائٹی میں — یہی نا؟"

"آپ کی طرف سے؟ آپ کی خاطر اندیشہ؟" اگلایا آگ بگولہ ہوگئی "بھلا مجھے کیوں اندیشہ ہونے لگا آپ ...خاطر... چاہے آپ بالکل ہی ہونق ہو جائیں؟ مجھے کیا! آپ کو یہ لفظ استعمال کرنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ کیا مطلب ...کھیل چوپٹ' کرنے کا؟ یہ گرا ہوا لفظ ہے، واہیات۔"

"یہ... اسکول کی بولی ہے۔"

"جی، بڑے آئے اسکول کی بولی! گرا ہوا لفظ ہے! شاید کل بھی اسی قسم کے الفاظ ادا کرنے کی نیت باندھے ...ئے ہیں۔ گھر پہنچ کر ایسے الفاظ کی ساری ڈکشنری رٹ لیجیے خوب۔ بڑا عمدہ اثر پڑے گا۔ افسوس کہ آپ کو اوروں کی ...وجودگی میں داخل ہونے کا سلیقہ آتا ہے، یہ آپ نے سیکھا کہاں؟ آپ ایک پیالی چائے تمیز سے سنبھال سکتے ہیں، پی ...کتے ہیں جب اوروں کی نظریں دانستہ آپ پر جمی ہوئی ہوں؟"

"میں جانوں، یہ تو کر سکتا ہوں۔"

"افسوس؛ ورنہ آپ پر میری ہنسی نکل جاتی۔ کم از کم اتنا تو کیجیے کہ ڈرائنگ روم میں چینی گلدان توڑ دیجیے! بڑا ...گا قیمت ہے۔ براہ کرم توڑ کر دکھایئے نا، تحفے کا ہے، اماں پاگل ہو جائیں گی، سب کے سامنے رو پڑیں گی، انہیں اتنا ...لزہ ہے وہ۔ ہاتھ پاؤں چلایئے نا، جیسے آپ کیا کرتے ہیں، ضرب لگایئے، توڑیئے۔ بالکل اس سے لگ کر بیٹھ جایئے۔"

"اس کے برعکس، میں تو اس سے زیادہ سے زیادہ فاصلے پر بیٹھوں گا۔ اچھا کیا، شکریہ، جو پہلے بتا دیا۔"

"مطلب یہ کہ پہلے ہی سے کھٹکا لگا ہوا ہے کہ ہاتھ پاؤں خوب پھینکیں گے۔ شرط لگاتی ہوتی کہ آپ کوئی ایسا ...موضوع" لے بیٹھیں گے، سنجیدہ، بھاری بھرکم، علمی، بہت اونچا۔ کہیے کیسی رہے گی؟... معقول؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ یہ حماقت ہوگی... بلکہ بے محل بھی۔"

"اگر کہیں آپ نے اس قسم کی گفتگو چھیڑ دی ...میں سمجھتا ہوں کہ یہ حماقت ہوگی... بلکہ بے محل بھی۔" "اگر کہیں آپ نے اس قسم کی گفتگو چھیڑ دی ...ہو سکتا ہے" آخر اگلایا سے صبر نہ ہو سکا ...

جیسے سزائے موت یا روس کی معاشی حالت، یا وہ کہ 'حسن دنیا کو بچالے گا' تو... میں خوشی بغلیں بجاؤں گی، خوب ہنسوں گی، لیکن... ابھی سے پیشگی آپ کو جتادوں: اس کے بعد کبھی اپنی صورت مجھے مت دکھایئے گا! سنتے ہیں، میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں! اس بار میں بالکل سنجیدہ ہوں کہنے میں!"

واقعی وہ تو سنجیدگی سے دھمکا رہی تھی اس طرح کہ اس کے الفاظ میں کوئی خلاف معمول آواز سنائی دی اور فقروں میں خلاف معمول کیفیت دکھائی دی، ایسی کہ پرنس نے پہلے کبھی نہ سنی تھی، نہ دیکھی تھی اور نہ مذاق کا رنگ تھا اس میں۔

"یہ لیجیے، آپ نے ایسا کر دیا کہ اب میری زبان بے لگام ہو جائے گی، یہاں تک کہ... عین ممکن ہے... گلدان ہی توڑ دوں۔ اب تک کسی بات کا اندیشہ نہیں تھا، اور اب ہر چیز سے ڈر لگتا ہے۔ سب کھیل چوپٹ کر دوں گا۔"

"بس، چپ رہیے گا، بیٹھے رہیے، خاموش رہیے۔"

"یہ کیسے ہو سکے گا! مجھے یقین ہے کہ خوف کے مارے کچھ بول بیٹھوں یا گھبراہٹ میں گلدان توڑ دوں۔ یہ بھی اندیشہ ہے کہ چمکتے فرش پر ہی دھڑام سے گر جاؤں، یا کوئی ایسی ہی حرکت سرزد ہو جائے کیونکہ ایسا میرے ساتھ پہلے ہو چکا ہے۔ آج رات بھر خواب میں یہی دیکھتا رہوں گا۔ آپ نے یہ سب کہا ہی کیوں!"

اگلایا نے بجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔

"معلوم ہے، کیا، میں جانوں، کل آؤں ہی نہیں! بیماری کا ڈھونگ رچالوں گا، قصہ ختم!" پرنس نے واقعہ قصہ تمام کر دیا۔

اگلایا نے دونوں پاؤں پٹکے اور طیش میں چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"افوہ، خدایا، کہیں ایسا بھی دیکھا گیا ہے! وہ خود ہی نہیں آنے والے، حالانکہ انہی کی خاطر یہ سب... اف توبہ ہے! کیا مزا آیا ہے، ایسے آدمی، آپ جیسے موٹی عقل کے آدمی سے پالا پڑا ہے، واہ!"

"خیر، میں آؤں گا، آؤں گا!" پرنس نے جلدی سے بڑھایا "اور آپ سے قسمیہ وعدہ کرتا ہوں کہ پوری شام زبان پر تالا ڈالے بیٹھا رہوں گا۔ ایسے ہی کر کے دکھا دوں گا۔"

"بہت اچھا کریں گے آپ۔ ابھی ابھی کہا کہ "بیماری کا ڈھونگ رچالوں گا"۔ یہ اس طرح کے الفاظ، آپ سچ مچ لاتے کہاں سے ہیں؟ مجھ سے اس قسم کی زبان بولنے میں آپ کو کیا لطف آتا ہے؟ چڑانا چاہتے ہیں یا کیا؟"

"قصور ہوا؟ یہ بھی اسکولی بولی کا لفظ ہے۔ اب نہیں کہوں گا۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ آپ... میری خاطر ڈری ہوئی ہیں... (غصہ مت کیجیے نا!) اور مجھے اس کی بے حد خوشی ہے۔ آپ مانیں گی نہیں کہ مجھے فی الوقت کتنا ڈر ہے اور — کس قدر خوشی ہے آپ کے الفاظ کی۔ مگر یہ سارا خوف و اندیشہ، قسمیہ کہتا ہوں کہ یہ سب نہایت معمولی اور بے حقیقت ہے۔ قسم خدا کی اگلایا! خوشی ہے جو باقی رہ جائے گی۔ مجھے انتہائی پیار ہے اس سے کہ آپ ایسی بچی ہیں، اتنی اچھی بچی! ہائے، آپ کیسی لاجواب ہو جاتی ہیں اگلایا!"

اگلایا یقیناً ناراض ہو جاتی، ہونے ہی والی تھی کہ اتنے میں کسی جذبے نے، خود اس کے لیے انجانے جذبے نے اس کی ساری روح کو لمحہ بھر میں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

Scanned with CamScanner

''میں نے جو یہ بدتمیزی کے الفاظ کہے...ان پر آپ مجھے برا بھلا تو نہیں کہیں گے، کبھی...آئندہ؟ بعد میں؟''
اس نے ایک دم سوال کیا۔

''کیا کہتی ہیں آپ، کیا کہتی ہیں! اور یہ آپ پھر سے تمتمانے لگیں کس وجہ سے؟ یہ لیجیے، پھر ویسے ہی بجھی بجھی دیکھ رہی ہیں! بعض اوقات آپ، اگلایا، ایسی دکھ بھری نظروں سے دیکھنے لگی ہیں کہ پہلے نہیں دیکھا کرتی تھیں۔ مجھے معلوم ہے اس کی وجہ کہ...''

''چپ رہیے، چپ رہیے!''

''نہیں، کہہ ڈالنا بہتر۔ بہت زمانے سے کہہ دینا چاہتا ہوں۔ کہہ بھی چکا ہوں...مگر، وہ کافی نہیں تھا، کیونکہ آپ کو میرے کہنے کا یقین ہی نہ آیا۔ ہمارے درمیان، بہرحال ایک ہستی حائل ہے...''

''بس، خاموش، خاموش، خاموش، خاموش!'' ایک دم اس نے پرنس کی بات کاٹی، اس کا ہاتھ زور سے پکڑ لیا اور سراسیمہ سی ہو کر اس کی صورت تکنے لگی۔ ٹھیک اسی لمحے اگلایا کی پکار ہوئی! اپنے نام بلاوا سن کر گویا خوش ہو گئی اور اسے چھوڑ کر بھاگ لی۔

پرنس کی وہ ساری رات تیز بخار میں کٹی۔ عجب یہ کہ برابر کئی راتوں سے سرسام کی سی حالت رہتی تھی۔ اس بار جب وہ تیز بخار کے سبب نیم بیہوشی کی حالت میں تھا، یہ خیال آیا کہ کیا ہوا اگر کل سب کی موجودگی میں دورہ پڑ جائے؟ پہلے بھی ان حالات میں اسے دورے پڑ چکے تھے۔ اس خیال سے بدن کانپنے لگا۔ رات بھر یہی تصور بندھا رہا کہ وہ کسی عجیب قسم کی انجمانی سوسائٹی میں موجود ہے جہاں عجب عجب قماش کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ خاص بات یہ کہ ''زبان بے لگام'' کر دی، حالانکہ خوب جانتا تھا کہ باتیں نہیں کرنی ہیں، مگر سارے وقت وہی باتیں کرتا رہا، نجانے ان لوگوں کو کاہے پر قائل کرنا چاہتا تھا۔ ایوگینی پاولووچ اور ایپولیت، یہ دونوں بھی مہمان تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ ان میں گاڑھی چھن رہی ہے۔

صبح کے آٹھ بج چکے تھے جب آنکھ کھلی، سر میں درد تھا، خیالات میں بے ربطی، عجب عجب خیال آ رہے تھے۔ بے حد جی چاہا کہ رگوژین سے ملا جائے۔ مل کر بہت ساری باتیں کی جائیں۔ کس موضوع پر، یہ خود معلوم نہ تھا۔ پھر ایک دم آپ سے آپ طے کیا کہ کسی وجہ سے ابھی ایپولیت سے ملنے جائے۔ دل میں کوئی دھواں سا اٹھ رہا تھا، اس حد تک کہ اس روز صبح جو واقعات پیش آئے، اگرچہ ان کا نقش دل پر بہت گہرا پڑا تھا، پھر بھی وہ ادھورا سا رہا۔ ان واقعات میں ایک واقعہ یہ ہوا کہ لیبیدیف اس سے ملنے چلا آیا۔

لیبیدیف کافی اول وقت آیا تھا، نو بجے کے فوراً بعد—اور ذرا نشے میں تھا۔ اگرچہ ادھر کچھ روز سے پرنس کی توجہ ہٹی ہوئی تھی، پھر بھی یہ نوٹ کیے بغیر نہ رہ سکا کہ جب سے جنرل ایولگین نے اس کا مکان چھوڑا تھا، تبھی یعنی تین دن سے لیبیدیف کے طور طریقے بہت بگڑے ہوئے تھے۔ حد سے زیادہ میلا کچیلا رہنے لگا تھا، ٹائی مڑی تڑی اور قمیض کا کالر ادھڑا ہوا۔ گھر میں بھی آفت برپا کیے رہتا اور اس کی چیخ پکار باہر احاطے میں سنائی دیتی۔ ایک بار ویرا آنکھوں میں آنسو بھرے آئی اور کچھ سنانے لگی۔ اب جو لیبیدیف سامنے آیا تو بہت اکھڑی باتیں کرنے لگا۔ چھاتی پیٹتا اور خود کو نجانے کاہے کا قصوروار بتا رہا تھا۔

"مل گیا...اپنے دغا فریب اور رذالت کا بدلہ مل گیا مجھے...منہ پر طمانچہ پڑا!" آخر اس کے منہ سے فقروں کے ساتھ یہ لفظ نکلے۔

"منہ پر طمانچہ؟ کس نے مارا؟ اور اتنے صبح سویرے؟"

"صبح سویرے؟" لیبیدیف طنزیہ مسکرادیا "یہاں وقت نہیں دیکھا جاتا...جسمانی سزا بدلہ بھی ہو تو وقت کی قید! مگر مجھے تو اخلاقی سزا...منہ پر اخلاقی طمانچہ پڑا ہے، جسمانی کا کیا ذکر!"

وہ بن کہے سنے خود بیٹھ گیا اور بیان شروع کر دیا۔ اس کا بیان بالکل بے ربط تھا۔ پرنس نے ناک بھوں چڑھائی اور چاہا کہ اٹھ کر چل دے، لیکن ایک دم چند الفاظ نے اس کے ہوش و حواس گم کر دیے۔ حیرت سے اسے سکتہ سا ہو گیا...لیبیدیف کے بیان میں بعض ایسی عجیب باتیں آ گئی تھیں۔

سلسلہ چھڑا بظاہر کسی خط کے بارے میں گفتگو سے۔ اگلایا ایوانوونا کا نام بھی درمیان میں آیا۔ پھر ایک بم لیبیدیف گرم ہو کر خود پرنس کا قصور بتانے لگا، جس سے خیال گزر سکتا تھا کہ اسے پرنس سے کوئی تکلیف پہنچی ہے۔ اس کے متعلق یہ بتا دیا جائے کہ اول تو پرنس نے اس پر اپنے اعتبار کا، ایک خاص شخصیت (مطلب نستاسیا سے تھا) کے سلسلے پر پورے اعتبار کا وزن جتایا تھا، پھر اس سے بالکل ہی منہ پھیر لیا اور تو تو میں میں کر کے سامنے سے ہٹا دیا تھا، بلکہ یہاں تک بدسلوکی کی تھی کہ آخری بار" گھر میں ادھر چند روز کی تبدیلیوں کے بارے میں اس کے بے ضرر سے سوال" کو سختی سے جھڑک دینے کی نوبت پہنچی۔ اب لیبیدیف کی آنکھوں میں شرابی والی آنسو تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ "اب اس کے بعد میرے صبر کا پیمانہ چھلک گیا ہے؛ حد تو یہ ہے کہ مجھے بہت کچھ معلوم ہو گیا...رگوژین کی زبانی، اور نستاسیا فلی پوونا کی زبانی، اور نستاسیا کی ایک ملنے والی کے ذریعے، اور داروراکے ذریعے۔ اور خود ان کی...بالکل انہی کی...سیدھے سیدھے خود اگلا بابی بی کی زبان سے...آپ ذرا تصور تو کیجیے کہ دیر اسے ہوتی ہوئی مجھ تک پہنچی...اکلوتی بیٹی نے بتایا...جی ہاں...اکلوتی بھی نہیں، کیونکہ میری ایک چھوڑ تین بیٹیاں ہیں۔ کون ہو سکتا ہے بھلا جس نے بیگم لیزاویتا کو قسطوں کے ذریعے اطلاع بہم پہنچائی...اطلاع بھی انتہائی راز داری کے ساتھ، ہا ہا! کون تھا جو انہیں برابر لکھتا رہا سارے تعلقات کے متعلق اور نستاسیا فلی پوونا کی حرکات و سکنات کے بارے میں، ہا ہا ہا! وہ کون تھا گمنام لکھنے والا، میں آپ سے دریافت کر سکتا ہوں؟"

"آپ تو ہونے سے رہے؟" پرنس فوراً بولا۔

"میں ہی تھا" شرابی نے شان سے سینہ ٹھونکا "اور آج ابھی ساڑھے آٹھ بجے، صرف آدھ گھنٹہ پہلے...نہیں پون گھنٹہ پہلے اس نہایت نیک نفس ماں کو خبر دی ہے کہ ایک واقعہ ہے، ایک اہم واقعہ، جو میں ان کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ کسی لڑکی کے ہاتھ رقعہ بھیج کر، عقبی زینے میں سے رقعہ بھیجا تھا۔ اندر بلوالیا۔"

"یعنی آپ ابھی ابھی بیگم لیزاویتا سے مل کر آ رہے ہیں؟" پرنس نے سوال کیا، اسے بمشکل اپنے کانوں پر یقین آیا۔

"جی ابھی ملا اور منہ پر طمانچہ کھایا...اخلاقی طمانچہ۔ بیگم صاحب نے خط میرے منہ پر مارا، لفافہ کھولا تک نہیں اور منہ پر مارا...اور گدی میں ہاتھ دے کر باہر دھکا دیا...یعنی جسمانی طور پر نہیں، صرف اخلاقی طور پر دھکا دے کے

"...جسمانی ہی ہوا۔ ذرا سی کسر رہ گئی!"

"کیا خط تھا جو کھولے بغیر ہی انہوں نے آپ کے منہ پر مار دیا؟"

"آپ بھی کیا... ہاہاہا۔ تو کیا میں نے آپ کو بتایا نہیں؟ سوچا تھا کہ بتا چکا ہوں... مجھے ایسا ایک خط ملا تھا کسی کو پہنچانے کے لیے جی..."

"کس کی طرف سے؟ کس کے لیے؟"

لیبیدیف نے جواباً بعض ایسی "تشریحیں" کیں کہ پرنس کی عقل جواب دے گئی اور کچھ بھی پلے نہیں پڑا۔ جہاں تک بن پڑ سکتا تھا، وہ صرف اتنا کرید پایا کہ ایک خط صبح سویرے نوکرانی کے ہاتھ لیبیدیف کی بیٹی ویرا کو موصول ہوا تھا تاکہ اسی "پہلے والے پتے پر، پہلے کی طرح اسی پتے پر فلاں شخص تک پہنچا دیا جائے اور اسی پہلی والی ہستی کی طرف سے... (کیونکہ میں مکتوب الیہ کو شخص کہوں گا اور جس نے بھیجا اسے ایک ہستی، اس خیال سے کہ اس طرح بے عزتی بھی ہو اور الگ الگ پہچان بھی رہے۔ کیونکہ بہر حال بڑا فرق ہے دونوں میں، ایک طرف جنرل کی معصوم اور فرشتہ سیرت بیٹی اور دوسری طرف... رکھیل عورت ہے، صاحب) تو غرض کہ یہ خط ایک ہستی کی طرف سے تھا جس کا نام حرف الف سے شروع ہوتا ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ نستاسیا فلپی پودنا کے نام؟ بکواس!" پرنس چیخ پڑا۔

"تھا، خط تو ضرور تھا۔ اس کے نہیں، رگوژین کے نام، ایک ہی بات ہوئی۔ رگوژین کے لیے جی... بلکہ مسٹر نیرمیچف کے نام بھی۔ کہ انہیں پہنچا دیا جائے۔ اسی ہستی کی طرف سے، جس کا پہلا حرف ہے الف" اتنا کہہ کر لیبیدیف نے آنکھ ماری اور مسکرانے لگا۔

چونکہ وہ ایک بات سے دوسری بات پر اچھل کر پہنچ جاتا تھا اور یہ بھی یاد نہیں رہتا تھا کہ کہاں سے شروع کیا تھا تو پرنس نے خود کو روکے رکھتا کہ لیبیدیف اپنی بات پوری کر لے۔ تاہم کسی طرح کھلا نہیں کہ آیا خود اس کی معرفت خط آئے گئے یا ویرا کے ذریعے؟ اب جبکہ وہ اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ "رگوژین کو گئے ہوں خط یا نستاسیا فلپی پودنا کو، فرق کچھ نہیں پڑتا" تو اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر صرف خط ہی تھے تو بذات خود لیبیدیف کی معرفت نہیں گئے۔ یہ واقعہ کہ اس کے ہاتھ خط کیسے لگا، قطعی الجھا رہ گیا۔ زیادہ قرین قیاس تھا کہ اس نے کسی نہ کسی صورت سے یہ خط ویرا کے پاس سے اڑا لیا... چپکے سے ہاتھ صاف کر دیا اور خط لیے ہوئے کسی خاص نیت سے جنرل کے گھر بیگم لیزاویتا کے پاس پہنچا۔ آخر پرنس نے کڑی سے کڑی ملا کر یہ بات سمجھ لی۔

"آپ کا دماغ خراب ہوا ہے!" وہ لیبیدیف پر برس پڑا۔

"قطعی نہیں جناب محترم جناب پرنس صاحب!" لیبیدیف کا جواب بدطینتی سے پاک نہیں تھا۔ "سچ کہوں، میں تو آپ کے حوالے کرنا چاہتا تھا، آپ کے، خاص آپ کے ہاتھوں میں، تاکہ کوئی خدمت ادا... مگر پھر سوچ کر طے کیا کہ نہیں، خدمت کرنی ہے تو وہاں کروں اور سب کچھ اس شریف النفس ماں کے گوش گزار کر دوں... کیونکہ پہلے بھی ایک بار اس کو ایسی اطلاع دے چکا تھا، گمنام طور پر۔ اور اب جو رقعہ لکھ کر ان سے ملاقات کا وقت چاہا آٹھ بج کر بیس منٹ پر، تو

اس پر بھی دستخط کے بجائے یہی لکھ دیا تھا 'آپ کا خفیہ نامہ نگار'۔ فوراً اندر طلبی ہوئی، فوراً کیا، ہاتھوں ہاتھ۔ زوروں میں، پیچھے کے دروازے سے... اس شریف النفس ماں کے پاس۔"

"پھر؟"

"پھر آپ جانتے ہیں کیا ہوا۔ وہ خاتون مجھ پر چڑھ بیٹھیں، یعنی یہ کہ قریب قریب حملہ کر دیا، ایسے کہ بالفاظ دیگر، تقریباً ہاتھ اٹھا دیا اور وہ خط میرے منہ پر مارا۔ سچ کہوں تو وہ خط اپنے پاس رکھ لینے پر آمادہ تھی، میں نے دیکھا، بھانپ لیا، مگر پھر کچھ سوچ کر خط پھینکا۔ 'اگر تم کو، تم جیسے آدمی کو خط پہنچانے کے لیے قابل اعتبار سمجھا گیا، تو جاؤ، پہنچا دو...' بگڑ ہی تو گئیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ اگر میرے منہ پر یہ الفاظ کہتے نہ شرمائیں تو مطلب یہ کہ سخت ناراض ہو گئیں۔ ذرا دیر میں بھڑک اٹھنے والی طبیعت پائی ہے!"

"اب وہ خط ہے کہاں؟"

"ہوتا کہاں، میرے پاس، یہ رہا۔"

اور اس نے گاورِیلا (گانیا) کے نام اگلایا کا رقعہ پرنس کے حوالے کر دیا جو مکتوب الیہ نے بڑی شان کے ساتھ اسی روز صبح، دو گھنٹے بعد اپنی بہن کو دکھا دیا۔

"یہ خط آپ کے پاس نہیں رہنا چاہئے۔"

"آپ کے لیے، آپ کو ہی دینے، آپ کے لیے لایا ہوں" لیبید یف نے گرم جوشی سے کہا "میں اب پھر آپ ہی کا، سراسر آپ کا، سر سے دل تک آپ کا فرماں بردار خادم ہوں، سرسری نافرمانی کے بعد! دل کو پھانسی پر چڑھا دیجیے، ڈاڑھی کو معاف کر دیجیے، جیسے کہ تھامس مور نے... انگلستان میں کہا تھا، برطانیہ عظمیٰ میں۔ Mea culap, mea culap[14] جیسے رومی پاپا کہتا ہے... یعنی پاپائے روم، جسے میں 'رومی پاپا' کہتا ہوں۔"

"یہ خط ابھی فی الفور بھیجا جانا چاہئے" پرنس کو بے چینی لگ گئی "میں بھجوائے دیتا ہوں۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا، کیا یہ زیادہ مناسب نہ رہے گا، اے میرے خوش سلیقہ پرنس، یہ بہتر نہ ہوگا کیا کہ... آپ بہتر جانتے ہیں۔"

لیبید یف نے عجیب سی، چکنی چپڑی صورت بنائی۔ اپنی جگہ پر بری طرح اچکنے اچھلنے لگا جیسے کسی نے سوئی چبھو دی ہو اور آنکھوں سے شاطرانہ اشارہ کرتے ہوئے اس نے ہاتھوں کے وسیلے سے بھی کچھ کہنا چاہا۔

"یہ کیا؟" پرنس نے دھمک کر سوال کیا۔

"پیشگی طور پر اسے کھولا جائے!" اس نے چکنے سے انداز میں کسی قدر رازدارانہ پرنس سے گویا سرگوشی کی۔

پرنس کو اس قدر طیش آیا کہ لیبید یف کو دم دبا کر بھاگتے بنی، لیکن دروازے تک دوڑتے میں وہ پھر تھم گیا، یہ دیکھنے کو پرنس نرم پڑے یا نہیں۔

"ہا، لیبید یف، کیا انسان کے لیے اتنا سفلہ پن، اس درجہ گراوٹ ممکن ہے، جس درجہ آپ پہنچ گئے؟" پرنس نے افسوس کرتے ہوئے کہا۔ لیبید یف کا چہرہ کھل اٹھا۔

Scanned with CamScanner

''نیچ ہوں، گرا ہوا ہوں!'' وہ کہتے ہوئے، آنکھوں میں آنسو لیے اور سینہ پیٹتے نزدیک آنے لگا۔

''یہ کیسی ذلیل بات ہے!''

''جی بالکل رذیل! یہی صحیح لفظ ہے جی!''

''اور یہ آپ کو کیا مرض ہے، اس طرح عجیب حرکت کرنے کا؟ آپ تو... بالکل مخبر ہیں! کیوں گمنام خط لکھا، کیوں پریشان کیا انہیں... ایسی شریف النفس اور نیک دل عورت کو؟ بھلا، اگلایا بی بی کو کیوں حق نہیں پہنچتا کہ وہ جسے چاہیں، نہیں؟ کیا کان بھرنے، شکایت کرنے لیے تھے آج؟ اس سے آپ کو کیا ملنے والا تھا؟ ادھر کی خبر ادھر پہنچانے کی بجھائی کس نے؟''

''صرف مزیدار کریدنے۔ اور اس خیال نے کہ شریف آتما کی کچھ سیوا کر دی جائے، جی ہاں!'' لیبیدیف توڑ توڑ کر بولنے لگا ''اور اب پھر بھی آپ کا ہوں، آپ کا فرماں بردار، جی چاہے، پھانسی پر لٹکا دیجیے!''

''جیسے اب ہیں، اسی حالت میں آپ بیگم لیزاویتا کے سامنے گئے تھے؟'' پرنس نے ناگواری سے کریدا۔

''جی نہیں، بالکل تازہ دم گیا تھا، ذرا قاعدے سلیقے سے؛ یہ گت تو میں نے اپنی ذلت ہونے کے بعد بنائی ہے۔''

''خیر، میری جان چھوڑیے۔''

یہی درخواست بار بار دھرانی پڑی، تب جا کے وہ مہمان بالآخر جگہ چھوڑنے پر آمادہ ہوا۔ پھر بھی جب دروازہ بھیڑ چکا تھا، الٹے قدموں واپس آیا، کمرے کے درمیان تک پنجوں کے بل بڑھتے ہوئے پھر ہاتھوں سے اشارہ کر کر کے بتانے لگا کہ خط کو کس طرح احتیاط سے کھولنا چاہیے۔ اپنے اس مشورے کو الفاظ میں ڈھالنے کی جرأت وہ نہ کر سکا۔ پھر مڑا، دبے پاؤں اور دوستانہ مسکراہٹ کے ساتھ کمرے سے نکل گیا۔

جو کان میں پڑا، اس کا سننا انتہا سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ اس تمام سے لے دے کے صرف ایک اہم اور گمبھیر حقیقت سامنے آتی تھی: یہ کہ اگلایا کسی سبب سے سخت اضطراب کے، بڑے تذبذب کے اور نہایت ذہنی کرب کے عالم میں تھی۔ (''رقابت کے مارے'' پرنس نے دل ہی دل میں سوچا۔) یہ بھی پتہ چل گیا کہ اسے بدخواہوں نے تنگ کر رکھا ہے اور یہ بھی کس قدر عجیب ہے کہ وہ ان پر اتنا اعتبار کیے ہوئے تھی۔ ہو نہ ہو، اس ناتجربہ کار مگر تیز مزاج اور تیکھے خوددار سر میں کوئی خاص منصوبے ضرور پکے ہوں گے جو ممکن ہے تباہ کن ہوں اور... انوکھے تو ہوں گے ہی۔ پرنس کو طرح طرح کے خدشے ستانے لگے اور اس پریشانی میں عقل نے کسی فیصلے پر پہنچنے سے انکار کر دیا۔ صرف ایک بات محسوس ہو رہی تھی، یہ کہ کچھ بھی ہو، پیش بندی لازم ہے۔ اس نے پھر ایک بار مہر بند لفافے کے پتے پر نظر ڈالی۔ یہاں شک وشبہ یا پریشانی کی کوئی گنجائش نہیں تھی، کیونکہ اس طرف سے پورا یقین تھا، لیکن اس خط میں دوسری چیز پریشان کر رہی تھی، گاوریلا اردالیونچ پر اسے اعتبار نہیں تھا۔ تاہم یہ طے کر کے کہ خط اسے بذات خود جا کر پہنچا دے، گھر سے چلا بھی، مگر راستے میں ارادہ بدل دیا۔ جب پیت سن کا گھر بالکل سامنے آ گیا تو گویا دانستہ کولیا سے مڈبھیڑ ہو گئی اور پرنس نے اسے یہ فرض سونپا کہ جا کر اپنے بڑے بھائی کو یہ خط دے دے، اس طرح سے کہ اگلایا نے خود اسی کے ہاتھ بھجوایا ہے۔ کولیا نے کچھ کہے سنے بغیر خط لیا اور بھگا دیا، چنانچہ گانیا کو گمان بھی نہ گزرا کہ خط اتنے ہاتھوں سے ہوتا ہوا اس تک پہنچا ہے۔ گھر واپس آ کر پرنس نے لیبیدیف

کی بیٹی ویرا کو بلا بھیجا، اسے سارا ماجرا سنایا، پریشانی دور کی کیونکہ وہ ابھی تک برابر خط ڈھونڈھے جا رہی تھی اور رو رہی تھی۔ جیسے ہی اس نے سنا کہ باپ نے خط اڑا یا تھا، آئے اوسان خطا ہو گئے۔ (بعد میں پرنس کو اس کی زبانی پتہ چلا کہ پہلے بھی وہ کئی بار رگوژین اور اگلایا کی یہ خدمت خفیہ طور پر انجام دیتی رہی ہے؛ اسے گمان تک نہیں تھا کہ ایسا کرنے میں پرنس کو کسی طرح کا گزند پہنچ سکتا ہے...)

انجام کار پرنس اس قدر بدحواس ہو گیا تھا کہ جب، کوئی دو گھنٹے بعد کولیا کا آدمی دوڑا ہوا اس کے پاس آیا اور کولیا کے باپ کی مہلک بیماری کی خبر دی تو وہ فوراً سمجھ ہی نہ پایا کہ یہ ہوا کیا۔ مگر بیماری کے اس واقعے نے ہی ایسا جھنجھوڑ دیا کہ ہوش وحواس درست ہو گئے۔ وہ مریض کی بیوی نینا الیکساندروونا کے پاس پہنچا (وہیں بیمار کو اٹھا لائے تھے) اور آدھی رات گئے تک وہیں رہا۔ اگرچہ پرنس کی موجودگی سے کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچنے والا تھا، پھر بھی ایسے لوگ دنیا میں ہوتے ہیں کہ بعض حالتوں میں مشکل کے وقت ان کا اپنے پاس دکھائی دینا بھی غنیمت ہے۔ کولیا کی حالت غیر تھی، بے تحاشا روئے جا رہا تھا، اس پر بھی سارے وقت وہی بھاگ دوڑ کرتا رہا۔ دوڑا ہوا ڈاکٹر بلانے گیا، تین ڈاکٹر مل گئے، پھر دواخانے گیا، جہاں خانے گیا۔ جنرل کی جان تو بچ گئی لیکن حواس بحال نہیں ہوئے۔ ڈاکٹروں کا کہنا تھا کہ ''مریض کی جان بہر حال خطرے میں ہے''۔ ماں، بیٹی، نینا اور واریا مریض کے بستر لگی بیٹھی رہیں۔ گانیا اندر سے پریشان تھا، پیچ وتاب کھا رہا تھا لیکن اوپر نہیں آیا، بیمار کو دیکھنے سے گھبرا رہا تھا۔ صرف بیٹھا ہاتھ ملتا رہا اور پرنس سے بے ربط، بے محل گفتگو کرتے وقت وہ اتنا کہنے سے نہیں چوکا کہ یہ لیجیے، ''ایسا حادثہ اور وہ بھی جیسے دانستہ خاص اسی وقت پر!'' پرنس کو یوں لگا کہ وہ سمجھ رہا ہے یہاں اس وقت کے لفظ سے کیا مراد ہے۔ اپولیت اس مکان میں نظر نہیں آیا۔ شام کے قریب لیبیدیف دوڑا آیا جو صبح کی ان ''تشریحات'' کے بعد سے اب تک مسلسل بے خلل سوتا رہا تھا۔ اب وہ پوری طرح ہوش میں تھا اور بیمار کے حال پر بے آنسو بہائے جا رہا تھا جیسے جنرل اس کا سگا بھائی ہو۔ وہ سناسنا کر خود کو قصوروار بتا رہا تھا، یہ بتائے بغیر کہ آخر اصلیت کیا ہے اور نینا الیکساندروونا کے سر ہو گیا تھا، بار بار اصرار کر رہا تھا کہ ''یہ میں ہوں، میں ہوں اصل سبب، اور کوئی نہیں ہو سکتا... کہ میں نے ٹوہ لینے کی تفریح کے چکر میں... اور 'مرحوم' (خدا جانے کیوں سانس لیتے ہوئے جنرل کو وہ مرحوم بنائے دے رہا تھا) کی ایک خوبی یہ تھی کہ بلا کے ذہین انسان تھے!'' لیبیدیف کی زبان پر پوری زندگی سے جو ''بلا کی ذہانت'' والی صفت کی تکرار تھی، اس سے یہ خیال گزرنا ممکن تھا کہ کسی غیر معمولی مصلحت کے پیش نظر یہ جتایا جا رہا ہے۔ نینا الیکساندروونا نے اس کے بے آنسو بہتے دیکھے تو آخر بلا طنز وملامت، بلکہ صرف ازراہ شفقت بار بار سمجھانے لگیں: ''خیر، خدا مہربان ہے، روئیے نہیں، خدا معاف کرے گا!'' لیبیدیف پر ان الفاظ کا اور ان کے لہجے کا ایسا حیرت انگیز اثر ہوا کہ وہ وہیں جم کر بیٹھا رہا اور آدھی رات تک نینا کے پاس سے سرکنے کو تیار نہ تھا۔ (بعد کے دنوں میں، جنرل کی آنکھ بند ہونے تک اس کا یہ معمول رہا کہ صبح سے رات تک تمام وقت انہی کے ہاں گزار دیتا تھا۔) اس روز بیگم لیزاویتا کی طرف سے بیمار کی خیریت پوچھنے دن میں دوبار آدمی آیا۔ شام کو نو بجے جب پرنس نے جنرل یپان چین کے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا، جہاں مہمان بھرے تھے تو بیگم صاحب نے فوراً بیمار کی خیریت کے متعلق سوال جواب شروع کر دیے۔ وہ دلچسپی اور تفصیل سے دریافت کر رہی تھیں اور جب پرنس بیلوکونسکایا نے سوال کیا کہ ''کون ہے بیمار اور یہ نینا الیکساندروونا کون ہے؟'' تو بیگم لیزاویتا نے شایان شان

جواب دیا۔ پرنس کو ان کی یہ بات بہت پسند آئی۔ خود پرنس جب بیگم صاحبہ کے سوالات کا جواب دے رہا تھا تو، جیسا کہ اگلایا کی بہنوں نے بعد میں رائے ظاہر کی "لاجواب رہے"۔ "شائستگی کے ساتھ، آہستہ، فالتو لفظ کے بغیر، ہاتھ پاؤں ہلائے بغیر، قابلیت کے ساتھ؛ آئے بھی لاجواب طریقے سے، لباس بھی نہایت عمدہ"۔ نہ صرف یہ کہ جیسا وقت سے پہلے اندیشہ ظاہر کیا تھا "چکنے فرش پر دھڑام سے گرے نہیں" بلکہ صاف صاف سبھی حاضرین پر نہایت خوشگوار اثر چھوڑا۔

پرنس کا معاملہ یہ تھا کہ وہاں بیٹھ جانے اور نظر گھمانے کے ساتھ ہی فوراً اندازہ ہو گیا کہ یہ تمام محفل جو جمی ہے، یہ ویسی بالکل نہیں جس کا ہوا دکھا کر کلن اگلایا اسے گھبرائے دے رہی تھی، نہ وہ آفت ہے جو پچھلی رات خواب پریشان بن کر آئی تھی۔ زندگی میں پہلی بار اس چیز کی ایک جھلک دیکھی جسے "سوسائٹی" کے خوفناک نام سے پکارا جاتا ہے۔ اپنے بعض خاص ارادوں کے باعث، جو ذاتی تصورات اور مفروضوں کی دین تھے، پرنس کو ایک زمانے سے یہ ارمان تھا کہ لوگوں کے اس جادوئی حلقے کے اندر اتر کر دیکھئے، چنانچہ پہلے پہل کے تاثر سے خود بھی گہری دلچسپی تھی۔ اس کا یہ پہلا تاثر بڑا ہی دلفریب نکلا۔ ایک دم یوں محسوس ہوا گویا یہ سب کے سب لوگ اسی طرح پیدا ہوئے ہیں کہ ایک ساتھ اور یکجا ہوں، گویا پیان چین گھرانے میں آج کوئی "خاص محفل" نہیں تھی، نہ کوئی باہر کا مہمان تھا، یہ سب وہی ہیں، "اپنے آدمی" وہ خود بھی بہت زمانے سے انہی کا یار وفادار، ہم نوالہ، ہم پیالہ تھا اور تھوڑی مدت کی جدائی کے بعد پھر انہیں میں آ ملا ہے۔ نفیس ادب آداب کی دل کشی، سادہ اور ظاہری رکھ رکھاؤ جادو کا سا اثر رکھتے تھے۔ اسے گمان بھی نہیں گزر سکتا تھا کہ یہ تمام سادہ پرکاری، یہ شریفانہ وضعداری، ظریفانہ گفتار، اور برتاؤ کا سلیقہ مندانہ وقار، یہ ممکن ہے کہ محض تصنع اور تکلف کی شاندار جلوہ فرمائی ہو۔۔۔ اور کچھ نہیں۔ مہمانوں کی اکثریت، ظاہری آن بان سے قطع نظر، ان لوگوں کی تھی جو کافی حد تک کھوکھلے تھے، جنہیں اپنے آپ سے مطمئن رہتے ہوئے، خود بھی علم نہ ہوگا کہ ان میں جن اچھائیوں کا شمار ہوتا ہے، ان اچھائیوں کا بہت کچھ، صرف اوپر کی پالش یا محض ملمع ہے، اور اس میں ان کا کوئی قصور نہیں کیونکہ انہیں غیر شعوری طور پر وراثت میں اوپر سے پہنچا ہے۔ پرنس اپنے پہلے تاثر کی دلفریبی میں کھویا ہوا یہ نہیں چاہتا تھا کہ ایسا کوئی شبہ بھی دل میں جگہ پائے۔ پرنس نے دیکھا کہ یہ بزرگوار، یہ اہم شخصیت، جو عمر کے لحاظ سے اس کے دادا کے برابر تھے، اپنی گفتگو نا تمام چھوڑ دیتے ہیں تاکہ اس کی، جو ابھی نوعمر ہے، ناتجربہ کار ہے، اس کی بات کان لگا کر سنیں، نہ صرف سنیں بلکہ صاف صاف اس کی رائے کی قدر بھی کریں، اس طرح شفقت سے پیش آئیں، اتنے خلوص اور بھلمنساہت کا برتاؤ کریں، حالانکہ وہ اس کے لیے بالکل اجنبی ہیں اور صرف پہلی بار ملے ہیں۔ ممکن ہے اس شائستگی اور خوش سلیقگی کی انتہا درجہ نزاکت و نفاست نے پرنس کے اثر پذیر، ہمکتے ہوئے دل و دماغ پر اثر ڈال دیا ہو۔ ممکن ہے پہلے سے ہی طبیعت اس طرف مائل رہی ہو اور خوشگوار تاثر کی امید اس پر حاوی ہو گئی ہو۔

ہاں، یہ بھی کہ، یہ حضرات جو، بہر حال، اس "خاندان کے دوست" اور باہم ایک دوسرے کے دوست تھے، پرنس کو پہلی ملاقات اور پہلے تعارف میں جیسے نظر آئے، ویسے، نہ وہ دور دور اس خاندان کے دوست تھے، نہ باہم ایک دوسرے کے۔ یہاں وہ صاحبان موجود تھے جنہوں نے پیان چین والوں کو کبھی، کسی صورت میں، ذرا بھی اپنے ہم رتبہ نہیں گردانا تھا۔ یہاں وہ صاحبان موجود تھے جن کے دلوں میں ایک دوسرے سے کینہ بھرا تھا؛ بڑی بی بیاڑونسکا یا زندگی بھر ان

بزرگوار منصب دار کی بیگم سے ''خار کھائے رہیں'' اور وہ جو تھیں، انہیں بیگم لیزاویتا پروکوفیونا بالکل پسند نہیں تھیں۔ اور پکی عمر والی بیگم سے ''شوہر نامدار'' جو کسی وجہ سے یہاں چین خاندان کے شروع دنوں سے سرپرست رہے ہوں گے، یہاں بھی صدر نشین تھے، صاحب خانہ کی نظر میں ان کی اتنی بھاری بھرکم شخصیت تھی کہ ان کی موجودگی میں خیر و برکت اور خوف کے سوا کسی اور طرح کا احساس ہی نہ ہو سکتا تھا اور وہ سچ مچ اپنی نظر سے گر جاتا اگر کہیں منٹ بھر کے لیے بھی خود کو ان حضرت کا ہم رتبہ شمار کر لیتا یا انہیں اولیمپیا کے دیوتاؤں کا سردار شمار نہ کرتا۔ یہاں وہ حضرات حاضر تھے جو برسوں ایک دوسرے سے نہ ملے اور آپس میں اگر ایک کو دوسرے سے لگن نہیں تو بے تعلقی کے سوا کوئی اور تعلق بھی نہیں تھا اور اب جو مل بیٹھے تو اس طرح، گویا ابھی کل ہی نہایت دوستانہ اور خوشگوار صحبت میں ساتھ رہے ہوں۔ ویسے یہ کوئی بڑی محفل نہ تھی۔ بیلوکونسکایا پرنس کے اور اس ''بھاری بھرکم بزرگوار'' کی جیسی اہم شخصیتوں کے علاوہ، ان صاحب کی بیگم کے سوا، یہاں اگر کوئی وزنی ہستی تھی تو اول ایک نہایت باوقار فوجی جنرل، بیرن یا کاؤنٹ تھا جرمن نام کا ــــ بے انتہا کم سخن آدمی، اور شہرت تھی کہ گورنمنٹ کے مغالطات میں حیرت انگیز درک رکھتا ہے، بلکہ یہاں تک کہ بڑا ہی عالم شخص ہے۔ وہ ان زبردست انتظامی عہدہ داروں میں سے تھا جنہیں ہر بات کا علم ہوتا ہے ''سوائے ایک روس کے'' وہ ان لوگوں میں سے تھا جو کہیں پانچ سال میں ایک بار ''بڑا گہرا جواب قول'' زبان پر لاتے ہیں، لیکن وہی ایسا ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ زبان زد خاص و عام ہو جاتا ہے اور جس کا ذکر اوپر سے اوپر کے حلقے میں پہنچ جاتا ہے؛ وہ ان سرکاری انتظامی افسروں میں سے تھا جو طول طویل ملازمت کا دور تمام کرنے کے بعد (اس کا طول بھی کچھ کم عجیب نہیں ہوتا) بڑے نام و نشان کے ساتھ دنیا سے سدھارتے ہیں، ایک سے ایک اعلیٰ عہدے پر رہ چکے ہوتے ہیں، بڑی رقمیں کما چکتے ہیں، اگرچہ کبھی ان سے کوئی بڑا کارنامہ انجام نہیں پاتا ــــ بلکہ سچ پوچھئے تو کوئی کارنامہ انجام دینے سے انہیں کسی قسم کا بغض ہوتا ہے۔ یہ جرمن نام کا جنرل سرکاری عہدے میں صاحب خانہ جنرل ایوان فیودروویچ کے اوپر کا افسر تھا، چنانچہ وہ اپنی شریف طبیعت کے سبب، بلکہ کسی خاص نظر کے ساتھ اپنے بھی اپنا کرم فرما سمجھ رہے تھے، حالانکہ اسے بذات خود ان کا کرم فرما ہونا بے معنی لگ رہا تھا اور ان سے قطعی غیرت سے پیش آ رہا تھا، اگرچہ ساتھ ہی بڑی خوشی سے ان کی رنگا رنگ خدمات کا فائدہ بھی اٹھائے جا رہا تھا۔ اور اگر مصلحت وقت کا تقاضا ہوتا، چاہے کوئی معمولی سی مصلحت ہوتی تو ابھی ابھی ایوان فیودروویچ کو ہٹا کر ان کی جگہ دوسرے کسی عہدہ دار کو لگا دیتا۔ ایک اور پکی عمر کا بڑا خاندانی رئیس تھا، جسے بیگم لیزاویتا کا کوئی رشتہ دار سمجھا گیا، حالانکہ یہ بات بالکل ہی بے بنیاد تھی؛ یہ شخص اچھے مرتبے منصب پر فائز تھا، مالدار، خاندانی، ہٹا کٹا، بہت اعلیٰ درجے کی صحت، بڑا ہی باتونی اور یہ شہرت لیے ہوئے کہ حالات کی رفتار سے ناخوش رہتا ہے (اگرچہ لفظ ناخوشی کے سارے لوچ لچک کے ساتھ)، انگریز رئیس زادوں کے سے طور طریقے، انگریزوں کا سا ذوق، (مثلاً یہ کہ گائے کا بھنا ہوا گوشت ذرا نا پخت ہو، اصطبل رکھا جائے، مرد خدمتگار ہوں وغیرہ)۔ عالی مقام منصب دار بزرگ سے اس کی بڑی دوستی تھی، انہیں کا جی بہلائے جا رہا تھا۔ نجانے کیوں بیگم لیزاویتا کے دماغ میں اچانک ایک بے تکے خیال نے جگہ بنالی کہ یہ جو پکی عمر والا صاحب ہے (جو ذرا من موجی قسم کا اور صنف نازک کا کسی قدر شوقین بھی ہے) اسے آپ سے آپ یہ سوجھنے والی ہے کہ بڑی لڑکی الیکساندرا کو رشتہ دینے کا شرف بخش دے۔ صف اول کے اور پختہ کار حضرات کے علاوہ اس مجمع میں نسبتاً جوان مہمانوں کی صف بھی سجی تھی، اور اس میں بھی نہایت نفیس گنوں سے چنے

رہنے والے موجود تھے۔ پرنس ش۔ اور ایوگینی پاولووچ کے علاوہ اس اس صف میں نامور اور دلفریب شخصیت کا پرنس ن۔ بھی تھا جو کسی زمانے میں نسوانی دلوں کو اڑا لینے اور بے قابو کرنے میں یورپ بھر میں نام کما چکا تھا، اب اس کی عمر ہوگی کوئی پینتالیس سال، مگر اب بھی وہی روپ انوپ تھا، بیان میں وہی حیرت انگیز کمال، یہ بھی ایک صاحب حیثیت شخص تھا، کچھ خفا خفا سا اور عادتاً ملک سے اکثر باہر رہنے والا۔ ان کے سوا یہاں وہ لوگ بھی تھے جنہیں گویا تیسری صف خاص میں شمار کیا جا سکتا ہے؛ جو بذات خود تو "بالانشین" حلقے کی سوسائٹی سے اتنے متعلق نہیں ہوتے، لیکن یپان چین والوں کی طرح وہ بھی کبھی کبھار اسی "بالانشین" حلقے کی محفلوں میں نظر آ جاتے ہیں۔ موقع مصلحت شناسی کی بدولت، جسے انہوں نے اصول سا بنا رکھا تھا، یپان چین والے، اپنے گھر کی اتفاقی دعوتوں ضیافتوں میں یہ شوق پورا کرتے تھے کہ بڑے لوگوں کی سوسائٹی میں نیچے کی صف والوں کو، "درمیانی درجے کے" گنے چنے نمائندوں کو بھی خلط ملط کر دیا جائے۔ اس خوبی کی یپان چین گھرانے کو داد بھی ملتی تھی اور عموماً کہا جاتا کہ ان لوگوں کو اپنی حیثیت معلوم ہے اور بڑا سلیقہ رکھتے ہیں۔ خود اس گھرانے کو اپنے متعلق یہ رائے جان کر فخر بھی ہوا کرتا تھا۔ اسی درمیان درجے کے لوگوں کا ایک نمائندہ جو یہاں شریک محفل تھا وہ انجینیر کورکا کرنل تھا، سنجیدہ شخص، پوری طرح پرنس ش۔ کا قریبی دوست، اسی نے یپان چین والوں سے اس کی پہچان بھی کرائی تھی۔ سوسائٹی میں خاموشی سے بوجھل یہ شخص دہانے ہاتھ کی اپنی بڑی سی کلہ کی انگلی میں کافی بڑی اور نمایاں انگوٹھی پہنے ہوئے تھا جو قریب قریب یقینی طور سے اسے شاہی انعام میں ملی ہوگی۔ آخر میں، یہیں ایک صاحب قلم شاعر بھی موجود تھا، جرمنوں میں سے، لیکن روسی زبان کا شاعر، طرہ یہ کہ نہایت تمیزدار، سلیقہ مند، جسے اچھی سے اچھی سوسائٹی میں بلا خوف و خطر جگہ ملتی۔ صورت شکل سے خوش نصیب، کسی مکروہ سی بات کے باوجود چہرے مہرے کا، تقریباً اڑتیس سال کا جوان، بے عیب عمدہ لباس، کسی جرمن خاندان سے، جو اعلیٰ درجے کی بورژوا فیملی تھی، اور نہایت معزز گھرانہ شمار ہوتی تھی؛ اس جرمن کو وقت اور موقع کا استعمال خوب آتا تھا اور جانتا تھا کہ بڑے بڑے لوگوں کی نظر کرم کیسے حاصل کی جائے، انہیں کس طرح خود پر مہربان رکھا جائے۔ کسی وقت میں اس نے کسی اہم جرمن شاعر کا کوئی اہم کلام ترجمہ کیا تھا اور شعروں میں اپنے ترجمے کا انتساب لکھنے اور اسی ضمن میں ایک بڑے نامور مگر مرحوم روسی شاعر سے اپنے دوستانہ مراسم کا ڈنکا پیٹنے میں بھی کامیاب ہو گیا تھا (پوری ایک صف ہے ایسے ادیبوں کی، جو بڑے بڑے مگر مرحوم ادیبوں سے اپنے دوستانہ مراسم لکھ کر چھپوانے کے شوقین ہوتے تھے) ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ اس جرمن کو یپان چین والوں سے "بزرگوار منصبدار" کی محترمہ بیگم صاحبہ نے متعارف کرایا تھا۔ ان معزز خاتون نے اس صفت میں شہرت پائی تھی کہ اہل قلم اور اہل علم صاحبان کی سرپرستی کرتی ہیں، بلکہ ان میں سے دو ایک ادیبوں کے لیے انہوں نے بڑے لوگوں میں اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر پنشن بھی مقرر کرا دی تھی۔ اتنے قسم کا اثر و رسوخ البتہ ان صاحبہ کو ضرور حاصل تھا۔ عمر ہوگی کوئی پینتالیس سال (مطلب یہ کہ اس قدر ضعیف ۲/۳ العمر شوہر کے مقابلے میں کافی کم عمر تھیں)، اپنے وقت کی حسینہ رہ چکی تھیں اور اب بھی، اپنی ہم عمر بیگمات کے مخصوص چونچلے، یعنی ضرورت سے زیادہ بھڑکدار لباس کی شوقین چلی آ رہی تھیں۔ عقل و فہم میں ان کا دخل ذرا کم ہی تھا اور ادب کے بارے میں علم و آگاہی کافی مشکوک۔ لیکن ادیبوں کی سرپرستی کا ویسا ہی خبط تھا جیسے بھڑکیلے لباس کا۔ بہت ساری تصانیف [illegible] خانم صاحبہ کے نام سے انتساب پایا تھا۔ دو تین ادیبوں نے انہی کی اجازت سے ان کے نام اپنے خط بھی چھپوا

دیئے تھے جو نہایت اہم مسائل پر لکھے گئے تھے... یہ تھا وہ مجمع جسے پرنس نے کھرا سکہ، بے میل سچا سونا سمجھ لیا۔ یوں لگا یہ سب کے سب لوگ اس شام گویا نیت باندھ کر بہت ہی اچھے موڈ میں تھے اور اپنے آپ سے کافی مطمئن۔ ان کے ایک ایک کو علم و احساس تھا کہ اپنی آمد سے انہوں نے پان چین والوں کی عزت افزائی کی ہے۔ مگر افسوس، پرنس کو ان نزاکتوں کی ذرا بھی پھانس نہیں چبھی۔ مثلاً یہ شک نہ گزرا کہ پان چین میاں بیوی اپنی بیٹی کی تقدیر کے فیصلے جیسا اہم قدم اٹھاتے وقت یہ جرأت نہ کر سکے کہ اسے، یعنی پرنس لیونکولائی وچ میشکن کو ان بزرگوار منصبدار کے حضور پیش نہ کریں جو ان کے خاندان کے سرپرست مانے جاتے ہیں۔ یوں ہونے کو یہ بڑا بوڑھا بزرگ اپنی طرف سے پان چین والوں کی بڑی سے بڑی مصیبت یا حادثے کی خبر نہایت اطمینان قلب سے پی جاتا، لیکن اگر کہیں پان چین اپنی بیٹی کا رشتہ اس کے مشورے یا یوں کہئے کہ اس کے ایما کے بغیر طے کر دیتے تو اسے ناگوار گزرتا۔ پرنس ن۔ جیسا پیارا، مانا ہوا بذلہ سنج اور اس قدر صاف دل، صاف گو انسان، اپنی جگہ یہ سوچے بیٹھا تھا کہ وہ ایک طرح سے سورج ہے جو اس شام پپا چین کے ڈرائنگ روم میں روشنی پھیلانے نکل آیا۔ وہ انہیں اپنے رتبے سے بہت ہی کمتر شمار کر رہا تھا۔ یہی سیدھا سادہ اور شرفا کا سا خیال تھا جس نے اس ہستی میں یہ جذبہ جگایا کہ میزبانوں کے ساتھ غیر معمولی انکسار، بے تکلفی اور دوستانہ ادب آداب سے کام لیا جائے۔ اسے خوب معلوم تھا کہ آج کی شام اسے، سوسائٹی کا من موہنے کی خاطر، کوئی نہ کوئی قصہ ضرور کہنا سنانا ہے اور اس کی تیاری بھی جی جان سے کی تھی۔ جب قصہ بیان کیا گیا تو پرنس میشکن نے دل میں مان لیا کہ آج سے پہلے کبھی اتنی جگمگاتی ظرافت، ایسی حیرت انگیز دل لگی اور بھولپن کی بات سے اس کے کان آشنا نہیں ہوئے تھے، اور جب وہ پرنس ن۔ جیسے عاشق ہرجائی کی زبان سے سننے میں آئی تو دل کو چھو لینے میں بھی اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ کاش اسے خبر ہوتی کہ یہ قصہ کتنا پرانا، کس قدر فرسودہ ہے، سنتے سنتے زبانی یاد ہو چکا ہے، سارے ڈرائنگ روموں میں اس کی کتنی تکرار ہو چکی ہے کہ کان پک گئے، اور صرف یہیں، بھولے بھالے پان چین والوں میں پھر ایک شاندار، تیز طرار اور لاجواب آدمی کی مخلصانہ اور شاندار یاد کی صورت میں تازہ اور انوکھا بن کر وارد ہوا ہے۔ اور تو اور، وہ بچارا معمولی سا شاعر جرمن بھی، جو خود کو بہت لیے دیئے اور انکسار سے پیش آ رہا تھا، وہ بھی اپنی جگہ قریب قریب یہی سمجھ بیٹھا کہ اپنی آمد سے اس گھر کو نواز رہا ہے۔ لیکن پرنس نے تصویر کا دوسرا رخ نہیں دیکھا، اسے نیچے کا استر نظر نہیں آیا۔ اگلایا کو بھی اس بدبختی کا پہلے سے کوئی اندازہ نہ تھا۔ اس شام وہ بذات خود بہت ہی سج رہی تھی۔ تینوں لڑکیوں نے بہت بھڑکیلے نہ سہی، مگر خاص قسم کی کنگھی چوٹی کی تھی۔ اگلایا ایوگینی پاولووچ کے پاس بیٹھی، کچھ زیادہ ہی گھل مل کر باتیں اور ہنسی مذاق کیے جا رہی تھی۔ ایوگینی پاولووچ خود کو اور موقعوں کے بہ نسبت ذرا زیادہ باوقار، رکھے ہوئے تھا۔ ممکن ہے اس نے بڑے بااقتدار لوگوں کا لحاظ بھی کیا ہو۔ ویسے وہ سوسائٹی کا جانا پہچانا آدمی تھی، ان کا اپنا آدمی تھا اگرچہ عمر کے لحاظ سے نوجوان تھا۔ اس شام وہ پان چین والوں کے ہاں فیلٹ کیپ پر کریپ لگائے ہوئے آیا اور پرنس بیلوکونسکایا اس کے کریپ کی بڑی داد دے رہی تھیں۔ کوئی اور بھانجا بھتیجا ہوتا اس سوسائٹی کا تو وہ ایسے چچا کے غم میں ایسا کوئی ماتمی نشان نہ لگائے ہوتا۔ بیگم لیزاویتا پروکوفیونا بھی، یوں تو اس سے مطمئن دکھائی دیتی تھیں، لیکن کچھ زیادہ ہی فکروں میں پڑی ہوئی تھیں۔ پرنس میشکن نے نوٹ کیا کہ اگلایا نے کوئی دو بار اسے خاص توجہ سے دیکھا اور اس کی طرف سے مطمئن ہو گئی۔ رفتہ رفتہ اس کا دل بھی شاد ہوتا گیا۔ آج صبح جو "بے بنیاد"

Scanned with CamScanner

خیالات اور خطرات اس پر ہجوم کر رہے تھے (لیبیدیف سے گفتگو کے بعد) ان کی طرف ہر بار رہ رہ کر خیال جاتا اور وہ اب اس قدر انہونے، ناممکن بلکہ مضحکہ خیز خواب کی سی بات نظر آنے لگے! (ویسے بھی، غیر شعوری سہی، مگر اس کی پہلی خواہش ہی تھی، آج صبح، بلکہ سارا دن بھی تمنا رہی کہ کیا جتن کرے جو اس خواب خانہ خراب کو جھٹلا دیا جائے!) پرنس نے اس محفل میں زیادہ زبان نہیں کھولی۔ صرف سوالوں پر بولا، اور آخر میں بالکل خاموش رہا۔ خاموش بیٹھا سنتا رہا اور ظاہر تھا کہ اس لطف میں بالکل مگن ہے۔ ہوتے ہوتے وہ وقت آیا کہ پرنس کی روح ایک قسم کی ترنگ میں آ گئی جو موقع ملتے ہی اپنا جلوہ دکھانے کو بے تاب تھی... موقع موقع سے اس نے زبان پر سے روک ہٹائی، سوال کا جواب دیا اور دکھائی دیتا تھا کہ جواب دینے میں کوئی خاص نیت یا ارادہ شامل نہیں...

(7)

ابھی پرنس اگلایا کو دیکھ دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا، اور اگلایا پرنس ن۔ اور ایوگینی پاولووچ سے باتوں میں مصروف تھی کہ اتنے میں پکی عمر کے انگلش زدہ رئیس زادے نے، جو دوسرے گوشے میں بزرگوار منصبدار کو گفتگو میں لگائے ہوئے ان کو بڑے جوش و خروش کے ساتھ کوئی بات سنا رہا تھا، اچانک نکولائی آندرے وچ، پاولی شیف کا نام لیا۔ پرنس فوراً ان کی طرف مڑا اور سننے لگا۔

بات چل رہی تھی آج کل کے انتظامی معاملات پر اور کسی صوبے میں زمینداریوں کی بدانتظامی پر۔ انگلش زدہ رئیس زادے نے ضرور کوئی بڑے مزے کی بات سنائی ہوگی کیونکہ بزرگوار سنتے ہی قصہ گو کے کڑوے موڈ پر کھلکھلانے لگے۔ وہ اتار چڑھاؤ کے بغیر، حروف صحیح کو جھٹکے کے ساتھ کھینچ کر اور حروف علت پر نرمی سے زور دے کر سنا رہا تھا کہ کیوں اسے مجبور ہونا پڑا، خاص آج کل کی انتظامی حالت کے سبب، کہ اپنی ایک بڑی شاندار زمینداری، فلاں صوبے میں آدھے داموں بیچ ڈالی، حالانکہ روپے کی ایسی کچھ ضرورت بھی نہیں تھی، اور اسی وقت میں ایک بگڑی ہوئی املاک بچائے ہوئے ہے جو نقصان کا سودا ہے اور اس پر مقدمہ بھی چل رہا ہے، اس املاک کی خاطر اسے جیب سے روپیہ بھرنا پڑتا ہے۔ "تاکہ پاولی شیف کے سلسلے میں ایک اور مقدمہ بازی سے دامن بچا لوں، میں ان سے بچتا ہوں۔ دو ایک ایسی ہی موروثی جائیداد اور ہو تو میرا تیا پانچا ہو جائے۔ وہاں کوئی تین ہزار دیسیاتین[15] اعلیٰ درجے کی زمین میرے ہاتھ آنے والی تھی!"

"یہ لیجیے، یہ جو ایوان پتر ووچ ہیں نا، یہ مرحوم پاولی شیف کے رشتہ دار ہیں... تم کو تلاش تھی نا مرحوم کے عزیز رشتہ داروں کی؟" صاحب خانہ ایوان فیودر ووچ نے، جو اتفاقاً پرنس کے بالکل پاس موجود تھے، اس گفتگو کی جانب پرنس کی غیر معمولی توجہ دیکھتے ہوئے، اس سے دھیمی آواز میں کہا۔ اب تک وہ اپنے مہمان افسر کی دلجوئی میں لگے ہوئے تھے اور دیر سے نوٹ کر رہے تھے کہ پرنس ب سے کٹا ہوا اور تنہا رہ گیا ہے۔ انہیں اس طرف سے فکر لگی تھی۔ ان کا جی چاہا کہ اسے ایک حد تک ان باتوں میں لگا دیں اور اس ترکیب سے ایک بار پھر "بڑی ہستیوں" کی نظر میں لے آئیں۔

"یہ لیو نکولائی وچ میشکن اپنے والدین کے انتقال کے بعد انہیں پاولی شیف مرحوم کی سرپرستی میں تھے" صاحب خانہ نے انگلش زدہ ایوان پتر ووچ سے نظر ملتے ہی لب کشائی کی۔

"خو... ب، بہت خوب" اس نے کہا "آپ بلکہ مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ ابھی ذرا دیر پہلے جب ایوان

فیودر ووچ نے تعارف کرایا تھا، تبھی میں آپ کو پہچان گیا تھا، صورت بھی پہچان لی۔ بہت کم تبدیلی ہوئی ہے آپ میں۔ اگرچہ میں نے آپ کو صرف بچہ سا دیکھا تھا، دس گیارہ سال کے رہے ہوں گے آپ۔ مگر ناک نقشے میں کوئی بات ہے یاد دلانے والی...''

''اچھا، آپ نے مجھے بچہ سا دیکھا تھا؟'' پرنس نے غیر معمولی حیرت کے ساتھ سوال کیا۔

''اور زمانہ بھی بہت ہو گیا'' ایوان پتروووچ نے بیان جاری رکھا ''زلاتاویرخوف میں، جہاں آپ میری چچازاد بہنوں کے پاس رہ رہے تھے۔ ان دنوں میرا اس طرف اکثر آنا جانا ہوا کرتا تھا۔ آپ کو میں یاد آیا؟ بہت ممکن ہے آپ نے پہچانے ہوں... آپ اس زمانے میں... شاید کوئی بیماری تھی آپ کو تب، چنانچہ ایک موقع پر تو مجھے بڑا تعجب ہوا تھا آپ پر...''

''کچھ یاد نہیں آتا!'' پرنس نے جوش میں تائید کر دی۔

دونوں طرف سے چند الفاظ تشریحی اور ہوئے، ایوان پتروووچ کی طرف سے نہایت نپے تلے اور پرنس کی جانب سے جوش و اضطراب کے ساتھ، پتہ یہ چلا کہ وہ جو دو بن بیاہی عورتیں مرحوم پاولی شیف کی رشتہ دار تھیں، ان کی زلاتاویرخوف والی جاگیر پر رہتی تھیں، جنہیں پرنس کی دیکھ بھال اور پال پوس سپرد تھی، وہ دونوں اس ایوان پتروووچ کی چچازاد بہنیں ہی تھیں۔ اوروں کی طرح خود ایوان پتروووچ بھی کچھ سراغ نہ دے سکا کہ پاولی شیف کو اپنے اس لے پالک لڑکے پرنس کی اتنی فکر کیوں تھی۔ ''جی ہاں، تب بھی مجھے اس کا اتہ پتہ نکالنے کا خیال نہیں آیا تھا'' تاہم گفتگو سے یہ نکلا کہ مسٹر ایوان کی یادداشت لاجواب ہے کیونکہ اسے ذہن پر زور دینے سے یاد آ گیا کہ دونوں میں جو بڑی تھی مارفا نکی نیشنا اس کم عمر بچے کی تربیت میں بہت سختی برتا کرتی تھی، ''یہاں تک کہ ایک بار تو میری اس سے تو تو میں میں ہو گئی آپ کی خاطر، کہ یہ کیا طریقہ ہے تربیت کا، جب دیکھو ڈنڈا، بیمار بچے پر چھڑی، ڈنڈا، دیکھئے نا، آپ مانیں گے کہ...'' مگر جو چھوٹی تھی نتالیا نکی نیشنا، وہ بڑی کے برخلاف بچارے بچے پر شفقت کرتی تھی... اس نے آگے چل کر بتایا کہ ''وہ دونوں اب بھی اس صوبے علاقے میں رہتی ہیں (البتہ یہ نہیں معلوم کہ حیات میں اب بھی) جہاں پاولی شیف کی طرف سے چھوٹی موٹی مگر خاصی معقول جائیداد ان کے نام ہو گئی تھی۔ بڑی بہن مارفا شاید کسی خانقاہ میں گوشہ نشین ہونے والی تھی۔ مگر اس کی تصدیق نہیں کر سکتا، ممکن ہے یہ خانقاہ وغیرہ کی بات کسی اور کے بارے میں سن رکھی ہو... جی نہیں، وہ کوئی اور تھی کس ڈاکٹر کی بیوی...''

پرنس نے یہ سب سنا، اس کی آنکھیں جذبۂ شوق سے چمک رہی تھیں۔ نہایت جوش میں آ کر اس نے یہاں تک کہہ ڈالا کہ میں خود کو اس خطا پر کبھی معاف نہیں کروں گا کہ ان چھ مہینے، جب اس علاقے کے اندر گھومتا، خاک چھانتا پھرا، یہ موقع نکالنے کی فکر نہ کی اپنی پرانی اتالیقوں کا اتہ پتہ نکالتا، ان سے جا کر ایک بار مل لیتا۔ ''روز خیال آتا اور ہمیشہ حالات گھیر لیتے، اس فکر سے غافل کر دیتے تھے... مگر اب عہد کرتا ہوں کہ... کچھ بھی سہی... چاہے وہاں خود جانا ہی پڑے... تو آپ نتالیا نکی نیشنا سے واقف ہیں؟ کیا کیا خوبیوں کی، کیسی پاکیزہ ہستی تھی وہ! مگر وہ جو مارفا تھی بڑی... معاف کیجیے، آپ غلطی پر ہیں شاید، مارفا صاحبہ کے بارے میں! وہ سخت ضرور تھی، لیکن کوئی کہاں تک برداشت کر سکتا ہے... ایسے ایڈیٹ کو، جیسا میں تھا اس زمانے میں (ہی، ہی!)۔ آپ کو یقین نہیں آئے گا کہ میں تب کیسا عقل سے خارج لڑکا تھا (ہا،

Scanned with CamScanner

دیکھیے گا، آپ نے تو مجھے اس زمانے میں دیکھا ہی تھا... مگر یہ کیسے ہوا کہ آپ مجھے یاد نہیں آ رہے ہیں، ذرا زحمت کیجیے، تو یہ کہ آپ... ھا... واقعی، خدایا، کیسی بات ہے، واقعی آپ پاولی شیف صاحب کے عزیز قریب ہیں؟"

"یقین کیجیے میرے کہنے کا" ایوان پتروویچ پرنس کو غور سے دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔

"جی، یہ نہیں، یہ نہیں تھا کہنے کا مطلب، یہ کہ خدانخواستہ مجھے شبہ ہو... بھلا اس میں شبہ کی کیا گنجائش (ھی، ھی!)... ذرا بھی گنجائش نہیں۔ یعنی شبہ کی تو کوئی ھئی نہیں ــــ گنجائش!! (ھی، ھی!) میں تو یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ وہ مرحوم پاولی شیف بڑے ہی لاجواب انسان تھے، کیا عالی طرف شخص گزرے ہیں وہ، سچ کہتا ہوں، یقین کیجیے گا!"

دوسرے دن صبح کو ادے لائیدا نے اپنے منگیتر پرنس ش۔ سے بات کرتے ہیں اس واقعے پر اپنا تاثر یوں ظاہر کیا کہ پرنس میشکن کا "سانس پھول ہی نہیں بلکہ سچے، صاف دل کے سبب سانس سینے میں اٹک گیا تھا۔"

"افوہ، خدایا، آخر میں کیوں نہیں ہو سکتا رشتہ دار ایک عالی ظرف انسان کا؟" ایوان پتروویچ کو ہنسی آ گئی۔

"اف، توبہ ہے میری!" پرنس گڑبڑا کر جلدی جلدی بولنے لگا اور زیادہ جوش میں آتا چلا گیا "میں ــــ میں پھر جانے کیا کا کیا کہہ گیا، خیر، مگر... یہی ہونا تھا کیونکہ میں... میں تو... جی میں... پھر بے تکی بات! اور مجھے دیکھیے، مجھ میں کیا رکھا ہے، فرمائیے، ایسی خوبیوں کے سامنے... اتنی زبردست باتوں کے سامنے میری کیا حیثیت! ایسے عالی ظرف دریادل آدمی سے میری کیا نسبت، کیونکہ آپ جانیں، خدا گواہ، بڑے ہی دریادل شخص تھے وہ ــــ ہے نا؟ صحیح عرض کیا نا؟"

پرنس سرتاپا رہا تھا۔ ایک دم اسے کیوں جوش آ گیا، کیوں ایسی وجد کی کیفیت طاری ہو گئی، بے موقع، بے محل، اور موضوع گفتگو سے ذرا نکلتی ہوئی کیفیت، اس کی تہہ کو چھونا مشکل تھا۔ اس پر ایسا موڈ چھایا تھا، بلکہ اس لمحے وہ کسی شخص کا، کسی سبب سے اس قدر احسان مند ہوا جا رہا تھا، ایسا بچھا جا رہا تھا کہ بس اور تو اور، ایوان پتروویچ تک کا شکر گزار، بلکہ جتنے مہمان موجود تھے، سبھی کے لیے شکر گزاری کے جذبے میں کچھ کسر رہی ہو گی۔ وہ حد سے زیادہ ہی "موج میں آ گیا" اس پر ایوان پتروویچ اسے اور بھی غور سے نظر جما کر دیکھنے لگا، اور وہ جو بزرگوار تھے انہوں نے بھی نہایت گہری نظر ڈالی۔ بیلوکونسکایا نے پرنس کو خفگی کی نگاہ سے دیکھا اور اپنے ہونٹ بھینچے۔ پرنس۔ ن، ایوگینی پاولووچ، پرنس ش۔، لڑکیاں، سب اپنی اپنی چھوڑ، اس کی سننے لگیں۔ غالباً اگلایا ڈر گئی اور بیگم لیزاویتا بچک کر رہ گئیں۔ یہ لڑکیاں اور ان کی اماں بھی عجب قماش کے لوگ تھے۔ شروع میں ان کی تجویز تھی اور طے کیا تھا کہ پرنس پوری شام، بہتر یہی ہے کہ، خاموش بیٹھا رہے۔ مگر جیسے ہی اسے ایک کونے میں، مکمل تنہائی اور ایکانت میں، اپنے حال میں مست دیکھا، فوراً انہیں بے چینی لگ گئی۔ الیکساندرا نے ارادہ کیا کہ پرنس کے پاس پہنچے اور دیکھ بھال کر، پورے کمرے میں سے گزر کر ان کے جتھے میں شامل ہو جائے، یعنی پرنس بیلوکونسکایا کے پہلو میں پرنس ن۔ والے گروپ میں۔ مگر ادھر پرنس کی زبان چلنی شروع ہوئی، ادھر ان کی گھبراہٹ بڑھنے لگی۔

"یہ کہ وہ ایک بڑے بے مثال آدمی تھے، درست کہا آپ نے" ایوان پتروویچ نے اس بار مسکرائے بغیر اور تصدیق کے لہجے میں کہا "جی ہاں، کیا شک ہے، لاجواب انسان تھے وہ، لاجواب اور لائق" اس نے ذرا تھم کر دہرایا۔ "یوں کہیے کہ ہر قسم کی عزت کے لائق تھے وہ" تیسری بار توقف کر کے اس نے پھر زور دیا۔ "اور... بڑی خوشی یہ

دیکھ کر کہ آپ...''

''یہ وہی پاولی شیف تو نہیں، جن کا وہ واقعہ نکلا تھا، عجیب سا... وہ ایبٹ والا؟ کون سا ایبٹ؟ نام زبان سے نکل گیا۔ ایبٹ تھا کوئی۔ ان دنوں اس کا بہت چرچا تھا'' بزرگوار منصب دار نے یادداشت پر زور دے کر بذات خود اضافہ کیا۔

''جی ہاں وہ ایبٹ گورو تھے، یسوعی فرقے کے'' ایوان پتروویچ نے یاد دلایا ''ایسا ہی ہوتا ہے ہمارے بہترین لوگوں کے ساتھ، لائق سے لائق آدمیوں کے ساتھ! وہ تھے تو بڑے خاندانی اور رئیس، شاہی دربار کے کرسی نشین اور اگر... اپنے عہدے پر قائم رہتے تو... انہوں نے یکا یک نوکری چھوڑی، سب کچھ ترک کیا، تاکہ کتھولک مذہب اختیار کر کے یسوعی مبلغ ہو جائیں۔ وہ بھی کھلے عام، خوب دھڑلے سے۔ اتنے میں دنیا سے اٹھ گئے... جی ہاں، تب لوگوں کی زبان پر تھا...''

پرنس میشکن اپنے قابو میں نہیں رہا۔

''پاولی شیف... پاولی شیف نے کتھولک مذہب اختیار کر لیا تھا؟ یہ ہو نہیں سکتا!'' پرنس دہشت سے چیخ پڑا۔

''جی ہو نہیں سکتا!'' ایوان پتروویچ نے طمطراق سے کہنا شروع کیا ''یہ کہنا بھی بہت ہوا اور آپ مانیں گے عزیز من پرنس کہ آپ... آپ تو، خیر، مرحوم کے بڑے مداح ہیں... اس میں شک نہیں، انسان وہ نہایت نیک نفس تھے، میں بھی اس بات سے متفق ہوں۔ بڑی صفت اس کی تھی، وہ چلتا پرزہ ایبٹ گورو۔ لیکن آپ مجھ سے پوچھئے، میں بتاؤں، کتنی پریشانی اور جھنجھٹ کرنی پڑی ہیں بعد میں اس کے سلسلے میں، اور خاص اسی گورو کے ساتھ! آپ تصور فرمائیے'' وہ انہیں بزرگوار سے مخاطب ہوا ''جناب، ان لوگوں نے تو وصیت نامے کو ہی نزاعی مسئلہ بنا ڈالا تھا اور اس کے باعث مجھے کیا کیا جتن نہیں کرنے پڑے، فوراً جاندار قسم کے قدم اٹھانے پڑے... تاکہ ان کا دماغ ٹھکانے لگاؤں... کیونکہ وہ لوگ ہتھکنڈوں کے استاد ہیں... بڑے کمال کے! خیر، شکر ہے خدا کا، کہ سارا معاملہ ماسکو میں تھا، میں سیدھا کاؤنٹ کے پاس پہنچا اور پھر... ہم نے ان کا دماغ ٹھکانے لگا دیا...''

''آپ کو یقین نہیں آئے گا کہ مجھے کتنی ٹھیس لگائی، حیرت میں ڈال دیا آپ نے!'' پرنس پھر پکار کر بولا۔

''افسوس۔ لیکن اصلیت میں تو یہ جو کچھ ہے، بلا تکلف فضول، بے معنی بات، اور ہمیشہ کی طرح ہوا میں اڑ کر قصہ پاک۔ مجھے یقین ہے۔ یہ لیجیے، گزشتہ گرمیوں میں...'' وہ پھر انہیں بزرگ کو متوجہ کرتے ہوئے بولا ''نواب زادی ک۔ بھی، سنا ہے ملک سے باہر کسی کتھولک خانقاہ میں پہنچ گئیں۔ ہمارے لوگ، جہاں ذرا ان... چالبازوں کے ہاتھ لگے نہیں... خاص کر دوسرے ملک میں، کہ بس، پھر ہاتھ سے گئے۔''

''یہ سب ہماری... میں سمجھتا ہوں... ہماری کاہلی کے سبب'' بزرگوار مستند حیثیت میں بدبدائے ''اور پھر ان لوگوں کی ہوشیاری، وعظ و تبلیغ کے طور طریقے... بڑے نازک، اپنا انداز... اور آدمی پر دہشت بٹھا دیتے ہیں۔ سنہ بتیس میں ایک بار دیاشہر میں خود مجھے انہوں نے رعب میں لینے کی کوشش کی، مانئے گا۔ مگر میں دبا نہیں، نکا بھاگا، ان کی گرفت سے۔ ھاھا!''

''میں نے تو سنا تھا کہ تم، عزیزم، ایک حسینہ نواب زادی لیویتسکایا کے ساتھ دیاناسے پیرس فرار ہو گئے تھے، اپنی

دیوانی چھوڑ کر، اور اس میں یسوعی کا کوئی دخل نہیں تھا" پرنس بیلوکونسکایا نے ناگہاں ترمیم کی۔

"مگر تھا وہ یسوعی فرقے کے سبب۔ اصل وجہ وہی تھی کہ یسوعی سے فرار کیا!" بزرگوار نے جواباً کہا اور خوشگوار باتوں کے ساتھ مسکرانے لگے "آپ کافی مذہبی آدمی معلوم ہوتے ہیں، جو آج کل کے نوجوانوں میں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتا ہے" انہوں نے پرنس لیونکولائی وچ کو ازراہ شفقت مخاطب کیا جو منہ کھولے حیرت سے تک رہا تھا۔ ایسا اندازہ ہوتا تھا کہ بڑے میاں اس پرنس کو ذرا نزدیک سے جاننا چاہتے ہیں، کچھ خاص وجہیں ہوں گی جو انہیں اس نوجوان سے خاصی دلچسپی ہو گئی تھی۔

"پاولی شیف بڑے ذی ہوش اور مسیحی، سچے مسیحی عقیدے کے تھے" پرنس میشکن کی زبان سے نکلا "بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اس عقیدے... غیر مسیحی عقیدے کے آگے سر جھکا دیتے؟ کتھولسزم، کچھ بھی سہی، بہر حال ہے تو غیر مسیحی دین!" اس نے گفتگو جاری رکھی۔ آنکھیں چمک رہی تھیں اور صرف اپنے سامنے دیکھے جا رہا تھا گویا سب پر ایک اڑتی سی نظر ڈال لی تھی۔

"حد کر دی آپ نے بھی" بزرگوار نے دبی زبان سے ریمارک کسا اور تعجب سے صاحب خانہ ایوان فیودروویچ کو دیکھا۔

"یہ کیسے کہ کتھولسزم غیر مسیحی دین ہے؟" ایوان پتروویچ نے اپنی کرسی پر پہلو بدلا "تو کیا ہے وہ؟"

"اول تو یہ کہ غیر مسیحی عقیدہ!" پرنس ہیجان کے مارے بے قابو ہو چلا، اس نے پھر تیزی سے زبان کو چھوٹ دے دی۔ "یہ اول بات۔ دوسرے یہ کہ رومن کتھولسزم خود لامذہبیت سے بھی بدتر ہے۔ یہ رائے رکھتا ہوں میں! جی ہاں، میری یہ رائے ہے! لامذہبیت تو صرف نفی کی تبلیغ کرتی ہے۔ اور کتھولسزم اس سے بھی آگے جاتا ہے: وہ مسخ شدہ مسیح کی تبلیغ کرتا ہے جسے بگاڑا اور کچھ سے کچھ کر دیا گیا ہے، جو اصل مسیح کے بالکل برعکس ہے! اینٹی کرائسٹ پھیلاتا ہے یہ دین، قسم کھا کے کہتا ہوں، یقین کیجیے گا آپ! یہ میری ذاتی رائے ہے اور آج سے نہیں، ایک زمانے سے ہے، خود مجھے اس سے اذیت پہنچتی رہی ہے... رومن کتھولسزم کا عقیدہ ہے کہ جب تک تمام روئے زمین پر اس کی ریاستی اقتدار قائم نہ ہو، تب تک کلیسا زمین پر ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ وہ پکارتا ہے: Non Possumus![16] میرے خیال میں رومن کتھولسزم بذات خود مذہب ہی نہیں، بلکہ وہ تسلسل ہے مغربی سلطنت روما کا۔ اس میں ہر شے، کیا عقیدہ، کیا کچھ اور، سبھی اس ایک خیال کے تحت ہے۔ پاپائے روم نے زمین پر قبضہ کیا، ارضی تخت چھینا اور تلوار اٹھالی۔ تب سے یہی سلسلہ چل رہا ہے، صرف اتنا ہے کہ تلوار کے ساتھ جھوٹ، دغا فریب، جعل، کٹر پن، وہم پرستی، بداعمالی کو اور ملا لیا ہے۔ عام لوگوں کے سب سے پاکیزہ جذبات، سچے کھرے، سیدھے، بے ریا اور بھڑکتے ہوئے جذبات سے کھیلتے رہے، ہر شے کا روپے سے، سفلی ارضی اقتدار سے سودا کر ڈالا۔ کیا یہ اینٹی کرائسٹ تعلیم نہیں ہے؟ ان سے پھر لامذہبیت کے سوا اور کیا صادر ہوتا۔ لامذہبیت انہیں سے، رومن کتھولسزم سے ہی نکلی ہے! خود انہی سے بے دینی کی ابتدا ہوئی۔۔۔ کیا وہ محض اپنے پر عقیدے کے زور سے ٹھہر سکتے تھے؟ اس نے قدم جمائے رومن کتھولسزم سے نفرت کی بدولت، انہی کے جھوٹ فریب نے، روحانی کھوکھلے پن نے لامذہبیت کو جنم دیا ہے! ہمارے یہاں بے عقیدگی صرف خاص حلقوں تک محدود ہے، جیسا کہ اس روز ایوگینی پاولووچ نے بڑی

خوبصورتی سے بیان کیا تھا کہ وہ جن کی جڑ غائب ہے۔ اور وہاں یورپ میں عام لوگوں کی بے انتہا کثیر آبادی عقیدہ کھوتی چلی جا رہی ہے۔ پہلے وہ لاعلمی اور فریب کے سبب بے دین ہوئے جاتے تے اور اب کٹرپن کے سبب، کلیسا اور کلیسائی نظام سے نفرت کے سبب!"

پرنس ذرا دیر سانس لینے کو رکا۔ بہت تیزی سے بول رہا تھا۔ چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا اور ہانپنے لگا تھا۔ سب ایک دوسرے کو کن انکھیوں دیکھ رہے تھے، آخر ان بزرگوار صدر نشین سے نہ رہا گیا، وہ کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ پرنس ان سے جب سے دور کی عینک نکالی اور دیر تک پرنس پر فوکس کیے رہا۔ شاعری زدہ جرمن اپنے گوشے سے نکل کر میز کے قریب سرک آیا، لبوں پر طنز آمیز مسکراہٹ لیے ہوئے۔

"آپ نے کافی... موبال غصے سے کام لیا" ایوان پتر دوچ نے لفظ کھینچ کر تنگ آئے ہوئے لہجے میں اور کسی بات سے کھسیائے ہوئے کہا "دیکھئے نا، ان کے چرچ میں بھی ایسے ایسے کارکن پائے جاتے ہیں جو ہر قسم کی تعظیم کے مستحق ہیں اور نیک نفس لوگ ہیں..."

"میں نے چرچ کے الگ الگ افراد کے بارے میں ہرگز کچھ نہیں کہا۔ میں نے جو رائے زنی کی وہ رومن کتھولسزم کے اصل اصول پر کی۔ روم کی بات کر رہا ہوں۔ کیا کوئی چرچ بالکل ہی ناپید ہو سکتا ہے؟ نہیں۔ میں نے یہ بھی نہیں کہا۔"

"مانتا ہوں۔ سب جانتے ہیں، کہنے کی کیا ضرورت.... اور اس کا تعلق ہے الٰہیات سے...."

"جی نہیں، بالکل نہیں۔ صرف الٰہیات سے نہیں۔ یقین کیجیے، ایسا نہیں ہے۔ جتنا آپ سمجھتے ہیں اس سے کہیں زیادہ اس کا تعلق ہم سے ہے۔ یہیں تو اصل غلطی ہے ہماری کہ میں اب تک یہ نظر نہیں آتا کہ یہ مسئلہ صرف الٰہیات کے دائرے کا نہیں! خود سوشلزم کا خمیر کتھولسزم سے اور کتھولک اصل اصول سے اٹھا ہے! سوشلزم بھی اپنے بھائی لامذہبی خیالات کی طرح اس مکمل مایوسی سے نکلا، اخلاقی معنوں میں کتھولسزم کے بالکل برخلاف سمت میں، تاکہ مذہب کی اخلاقی طاقت سے جو جگہ خالی ہوئی ہے اسے خود بھر دے اور بنی نوع انسان جو پیاس سے بلک رہی ہے، اس کی روحانی تشنگی بجھا دے۔ اسے نجات دے، مسیح کے بل پر نہیں، زور زبردستی کے ذریعے! یہ بھی آزادی ہے، مگر زبردستی کی راہ سے، یہ بھی باہم ملاپ ہے مگر تلوار اور خون کی راہ سے! خبردار، خدا پر ایمان نہ لانا، خبردار، ذاتی ملکیت نہ رکھنا، خبردار، انفرادی کچھ نہیں fraternite ou la mort[17] بیس لاکھ انسانی سر! فرمایا تھا کہ تم انہیں ان کے اعمال سے پہچانو گے تو جناب یہ نہ بھئے گا کہ یونہی معصومانہ اور بے ضرر سا معاملہ ہے ہمارے لیے۔ جی نہیں، اس کا توڑ لازم ہے۔ جلدی، جتنی جلدی ہو سکے۔ ضرورت اس کی ہے کہ مغرب کے توڑ پر ہمارا مسیح، وہ مسیح جسے ہم نے سینت کر رکھا اور مغرب والوں کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی، وہ پھر نور فشاں ہو! ہم لوگ یسوعیوں کا کانٹا غلامانہ نہ نگلیں بلکہ اپنے روسی تمدن کو لے کر قدم اٹھائیں، تبھی آج ان کے سامنے سربلند ہو سکتے ہیں۔ آئندہ ہم میں کہنے کی نوبت نہ آئے کہ ان کی وعظ و تبلیغ کے طور طریقے بڑے نازک ہوتے ہیں، جیسا کہ ابھی کسی کی زبان سے نکلا تھا...."

"مگر، معاف کیجیے گا، جناب، اجازت ہو تو کہوں۔" ایوان پتر دوچ کو سخت بے چینی ہوئی۔ اس نے چاروں

طرف سب پر نظر دوڑائی اور ذرا جھجکا بھی۔ ''آپ کے یہ تمام خیالات، یقیناً قابل تعریف ہیں، ان میں حب وطن کوٹ کوٹ کر بھری ہے، تاہم ان میں مبالغہ بھی انتہا درجے کا ہے اور.... بلکہ.... خیر، اس ذکر کو یہیں چھوڑتے ہیں....''

''مبالغہ، جی مبالغہ کیا ہوتا، یہ تو حقیقت سے بھی کم ہے۔ جتنا کہنا تھا اسے گھٹا کر کہا، کیونکہ پوری طرح کہنا میرے بس کا نہیں تھا، مگر....''

''اجا.... زت ہو، جناب!''

پرنس خاموش ہو گیا۔ کرسی پر ٹس سے مس ہوئے بغیر، سیدھا تن کر بیٹھ گیا اور آگ انگارہ آنکھوں سے ایوان پٹرووچ کو دیکھنے لگا۔

''مجھے محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے محسن کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا اس نے آپ کو بہت ہی متاثر کر دیا۔'' اس بزرگوار نے شفقت و ہمدردی کے ساتھ تھمے ہوئے انداز میں رائے زنی کی۔ ''آپ بھڑک اٹھے.... ممکن ہے، تنہائی کی زندگی کا اثر ہو۔ اگر آپ کی لوگوں سے زیادہ صحبت رہے، سوسائٹی میں اٹھنا بیٹھنا ہو اور مجھے امید ہے کہ لوگ آپ جیسے نہایت عمدہ نوجوان شخص سے مل کر بہر حال خوش ہوں گے تو یہ فوری اشتعال جاتا رہے گا اور آپ دیکھیں گے کہ یہ سب یوں ہی سے معمولات ہیں اور.... یہ جو اتفاقی صورت حالات پیش آ جاتی ہے تو.... یہ بھی، میرے نزدیک، کچھ تو ہمارے شکم سیر ہونے کے سبب اور کچھ.... اکتاہٹ کے باعث....''

''بجا فرمایا، بالکل بجا فرمایا آپ نے۔'' پرنس پکارا۔ ''کیا شاندار خیال ہے! واقعی اکتاہٹ کے، ہماری اکتاہٹ کے باعث۔ شکم سیر ہونے کے سبب نہیں، بلکہ اس کے برعکس تشنگی کی وجہ سے.... شکم سیر ہونے کے سبب نہیں، یہاں آپ نے غلطی کی، اور صرف تشنگی کی وجہ سے بھی نہیں بلکہ سوزش کے سبب، دہکتی ہوئی تشنگی کے سبب، اور.... یہ بھی نہ سمجھ بیٹھئے گا کہ یہ ایسی کوئی معمولی سی بات ہے جسے مسکرا کر ٹال جائیں۔ معاف کیجیے گا، قبل از وقت اندازہ کر لینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ ہمارے لوگ جہاں دریا پار کر کے کنارے پہنچے، جیسے ہی یقین آیا کہ یہ کنارہ ہے، بس فوراً نشہ چڑھا اور پھر نہیں رکنے والے، آخری حد تک پہنچ کر رہیں گے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ آپ کو ابھی پاولی شیف صاحب پر تعجب ہو رہا تھا، آپ نے سوچا، یہ ان کی یا تو دیوانگی تھی یا نیک دلی۔ مگر ایسا نہیں ہے! اکیلے ہم کو ہی نہیں، سارے یورپ کو، ایسے واقعات میں، ہم روسیوں کا جذبۂ بے اختیار حیران کرتا ہے۔ ہمارا روسی اگر کیتھولسزم میں پڑے گا تو یسوعی حد سے ادھر نہیں رکنے والا، اور ان میں بھی خفیہ کارکنوں سے بڑھ کر یسوعی ہوگا۔ اور اگر لامذہب ہوا تو لازماً یہی تقاضا کرے گا کہ خدا پر ایمان کو جبراً جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکا جائے.... یعنی بزور شمشیر! ایسا کیوں ہے؟ ایک دم ایسا جنون کیوں چڑھتا ہے؟ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کو معلوم نہ ہو؟ وجہ یہ کہ اسے وطن عزیز (Fatherland) مل گیا جو یہاں نظر سے اوجھل تھا اور ملتے ہی وہ خوشی سے جھوم اٹھا۔ اسے کنارہ مل گیا، زمین ہاتھ آ گئی، لپکا اور اس پر ماتھا ٹیک دیا۔ روسی لامذہب اور روسی یسوعی ایسے سرپھرے نہیں ہیں کہ صرف ناموری کی تمنا نے، گھٹیا سے خود پرستانہ جذبات نے انہیں اچھال دیا ہو، نہیں، بلکہ روحانی کرب، روحانی تشنگی، کسی بڑے فریضے کی خلش نے، ٹھوس مضبوط کنارے کے ارمان نے، خاک وطن کی لگن نے انہیں اٹھایا ہے، جس پر وہ عقیدہ و ایمان کھو چکے تھے کیونکہ پہلے ہی اس سے نا آشنا تھے۔ لامذہب ہو جانا روسی کے لیے بائیں ہاتھ کا

کھیل ہے، دنیا بھر میں کسی کے لیے لامذہبیت اتنی سہل نہیں جتنی روسی کے لیے! ہمارے لوگ صرف لامذہب ہی نہیں ہوتے بلکہ اس پر یوں آنکھ بند کر کے ایمان لے آتے ہیں جیسے یہ ان کا تیادین ہو۔ انہیں نظر ہی نہیں آتا کہ یہاں نفی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ایسی ہے ہماری پیاس! جس کے پیروں تلے زمین نہ ہوگی، اس کے پاس خدا بھی نہ ہوگا۔ یہ میرا قول نہیں۔ پرانے عقیدے کے ایک بیوپاری کا قول ہے جو مجھے دوران سفر ملا تھا۔ البتہ اس نے ٹھیک انہی لفظوں میں نہیں کہا تھا۔ اس کے الفاظ یوں تھے: 'جو اپنی جنم بھومی سے منکر ہوا، وہ اپنے خدا سے منکر ہوا۔' ذرا غور تو کیجیے، ہمارے یہاں ایک سے ایک تعلیم یافتہ شخص اس انتہا کو پہنچا کہ خلیست فرقے (18) میں جا ملا.... کوئی بتائے کہ اس صورت میں خلیست فرقہ کیا برا تھا منکری (Nihilism) سے، یسوعی عقیدے سے اور لامذہبیت سے؟ بلکہ ممکن ہے ان سے کچھ گہرا ہی رہا ہو۔ دیکھا آپ نے، اکناہٹ کہاں تک پہنچی!.... تشنگی کے مارے، تپتے دہکتے ہوئے، کولمبس کے ہم سفروں کے سامنے نئی دنیا کا ساحل کھولیے، روسی آدمی پر روسی دنیا بے تاب کیجیے، اس کے ہاتھ لگ جانے دیجیے یہ سونا، یہ خزانہ جو اس کی نظر سے زیر زمین پوشیدہ ہے۔ ذرا اسے مستقبل کی جھلک دکھا تو دیجیے کہ تمام نسل انسانی نکھر کر نئی ہوگئی، اسے حیات تازہ مل گئی، ممکن ہے کہ صرف روسی فکر نے، روسی خدا نے اور مسیح نے یہ نئی زندگی بخشی ہو، پھر آپ دیکھیے کیسا دیو، زبردست اور حق پرست، دانا اور خاکسار دیو انگڑائی لے کر اٹھتا ہے۔ حیرت زدہ دنیا کے سامنے کیونکہ انہیں ہم سے صرف ایک ہی بات کی توقع ہے، صرف تلوار کی، تلوار اور زور زبردستی کی، وجہ یہ کہ انہوں نے ہمیں بھی اپنے پر قیاس کیا اور درندگی سے ہٹ کر ہمارا کوئی اور تصور قائم ہی نہیں کر سکتے۔ آج تک ایسا ہی ہوتا رہا اور جتنا وقت گزرے گا اور بھی ایسا ہوتا جائے گا اور یہ کہ....''

مگر اتنے میں ایک واقعہ رونما ہوا اور مقرر کی تقریر آناً فاناً ٹوٹ گئی۔

یہ دھواں دار خطبہ، یہ جوشیلے اور بے قرار الفاظ اور ایک کیفیت میں ڈوبے خیالات کا ملا جلا دھارا، جو ہا ہی میں ابلتے بل کھاتے، ایک دوسرے پر سے اچھلتے پھاندتے رواں دواں تھا، یہ سب پیش بندی کر رہا تھا کہ کوئی نہ کوئی خطرناک، کوئی خاص وجہ ضرور ہے اس نوجوان کی دماغی حالت میں جو وہ یوں بظاہر آپ ہی آپ ایک دم بھڑک اٹھا ہے۔ ڈرائنگ روم کے حاضرین میں جو لوگ پرنس سے واقف تھے، وہ اس کے پھٹ پڑنے سے گھبرا کر (اور بعض لوگ حیا کے مارے) حیرت زدہ رہ گئے۔ یہ حالت اس کی ہمیشہ کی بربادی سے، بلکہ خاکسارانہ ضبط و احتیاط سے، دوسرے موقعوں پر بے مثل اور خاص موقع شناسی کے عمل سے اور جو اس کی فطرت میں اعلیٰ درجے کی نزاکت احساس تھی، اس سے میل نہیں کھاتی تھی۔ کسی کی سمجھ میں نہ آسکا کہ اس کی تہہ میں کیا ہے۔ پاولی شیف کے متعلق جو اطلاع ملی وہ تو وجہ ہونے سے رہی۔ جدھر خواتین جمع تھیں، اس گوشے سے پرنس پر نظریں یوں اٹھ رہی تھیں جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ پرنس بیلوکونسکایا نے بعد میں بتایا کہ ''ایک آدھ منٹ کی کسر رہ گئی تھی کہ میں تو جان بچا کر بھاگتی۔'' جو بوڑھے بزرگ تھے، وہ پہلے ہی حیرت سے سکتے میں رہ گئے۔ صاحب خانہ کے افسر اعلیٰ جنرل صاحب اپنی کرسی پر بیٹھے اسے ناگواری سے گھور کر دیکھتے رہے۔ انجینئر کرنل نے پہلو تک نہ بدلا۔ جرمن نوجوان کا رنگ پھیکا پڑ گیا، پھر بھی اپنی مصنوعی مسکراہٹ بکھیرتا اور دوسروں کی صورتیں تکتا رہا کہ دیکھیں ان پر کیا گزر رہی ہے۔ ممکن ہے یہ ''سارا ہنگامہ'' نہایت معمولی اور قدرتی طور پر شاید ایک آدھ منٹ میں انجام پا جاتا۔ صاحب خانہ ایوان فیودروویچ اگرچہ خود حیرت زدہ تھے، تاہم انہی نے سب سے پہلے صورتحال کا اندازہ کیا اور

کئی بار چاہا کہ پرنس کو روک دیں مگر جب کامیابی ہوتی نہ دیکھی تو اب وہ اس نیت سے بڑھے کہ فیصلہ کن اور پختہ کارروائی کی جائے۔ ایک آدھ منٹ کی دیر تھی، اگر ضرورت پڑتی تو عین ممکن تھا کہ وہ پرنس کو بہلا پھسلا کر، اس کی بیماری کے بہانے وہاں سے اٹھا لے جاتے۔ واقعی بیماری کا بہانہ غلط بھی نہ ہوتا، خود انہیں یقین تھا کہ ساری وجہ یہی ہے.... مگر وہاں تو معاملے کا رخ ہی بدل گیا۔

جب شروع میں پرنس نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا، تبھی وہ اس چینی گلدان سے زیادہ سے زیادہ فاصلے پر بیٹھا تھا۔ اگلایا نے اسے پہلے ہی کتنا ڈرا رکھا تھا۔ بھلا کون یقین کرے گا کہ کل شام اگلایا کے الفاظ سننے کے بعد سے اس کے دماغ میں یہ اندیشہ بیٹھ گیا، ایک عجیب اور انہونا سا وہم سما گیا کہ کل وہ چاہے کتنے ہی جتن کر لے، چاہے کتنی ہی دور بیٹھے، کتنا ہی اس آنے والی مصیبت کو ٹالے، مگر یہ گلدان اس کے سبب ٹوٹنے والا ہے۔ یہی ہوا۔ شام کی محفل میں زیادہ زوردار اور جگمگاتے نقوش اس کی روح میں اترتے چلے گئے جن کا ذکر آ چکا ہے اور پرنس اپنے کل والے اندیشوں اور وہموں سے بالکل غافل ہو گیا۔ جیسے ہی پاولی شیف کا نام کان میں پڑا اور صاحب خانہ نے ازسرنو اسے ایوان پتروویچ کے سامنے کیا، بلایا تو وہ اپنی جگہ چھوڑ کر میز کے قریب آ گیا اور وہی آرام کرسی بیٹھنے کو ملی جس کے پہلو میں بھاری بھرکم لاجواب چینی گلدان ایک پائے پر رکھا ہوا تھا اس کی کہنی کے قریب، ذرا پیچھے کی طرف۔

آخری الفاظ ادا کرتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھا، بے احتیاطی سے ہاتھ دائیں بائیں چلائے، کاندھے کو کچھ حرکت دی اور.... اتنے میں سب کی چیخ نکل گئی۔ گلدان جھومنے لگا، اول تو گویا طے نہیں کر پایا کہ کیوں نہ بڑے بوڑھوں میں سے کسی کے سر پر جا پڑے، پھر اچانک وہ بالکل مخالف سمت میں جھکا، جرمن ہڑبڑا کر اس کی زد سے بال بال بچ گیا، گلدان سرنگوں ہوا اور فرش پر گرتے ہی بکھر گیا۔ دھماکہ، چیخ، قیمتی ٹکڑے جو قالین پر جا بجا اڑے، سہم، حیرت.... اور پرنس پر کیا گزری، اس کا بیان دشوار ہے اور غیر ضروری! لیکن ٹھیک اسی لمحے ایک عجیب و غریب جھرجھری ایسی تھی جس سے وہ خود ہکا بکا رہ گیا، اس کا ذکر لازم ہے، احساس کی جتنی بھی لہریں ایک دوسری سے الجھی ہوئی ہوں گی، ان سب کے نرغے میں وہ ایک جھرجھری الگ سے صاف محسوس ہوئی۔ شرم، افسوسناک واقعہ، خوف اور یہ ناگہانی، کسی نے بھی اتنا بدحواس نہیں کیا جتنا پیش بینی کے سچ ہو جانے نے کیا۔ اس وہم و خیال میں ایسی کونسی گرفت تھی، وہ خود کو بھی ٹھیک طرح سمجھا نہیں سکتا تھا۔ البتہ صرف اس قدر محسوس ہوا کہ دل تک حیرت کی آنی اتر گئی ہے اور وہ سہما ہوا کھڑا ہے، تقریباً روحانی مدہوشی میں۔ پلک جھپکی ہوگی کہ اتنے میں گویا سارا منظر کھل گیا۔ دہشت کی جگہ روشنی اور مسرت، لطف و راحت۔ سانس پھننے لگا تھا کہ بس.... وہ لمحہ کافور ہو گیا۔ شکر ہے خدا کا، وہ بات نہیں تھی۔ اس نے تنفس درست کیا اور چاروں طرف نظر گھمائی۔

کچھ دیر تو ہوش ہی ٹھکانے نہیں تھے کہ یہ افراتفری کیا ہے، سب طرف پھیلی ہوئی۔ یعنی سب کچھ سمجھ بھی رہا تھا اور دیکھ بھی رہا تھا لیکن یوں کھڑا تھا جیسے کوئی خاص آدمی ہے جو کسی چیز میں شریک نہیں، جیسے وہ قصہ کہانی کا غیبی فرشتہ ہے جو کمرے میں، سب کی نظروں سے اوجھل، نازل ہو گیا اور غیروں کا تماشائی بنا ہوا ہے۔ اس نے دیکھا کہ گلدان کے ٹکڑے اٹھائے گئے، اس نے سنا کہ لوگ جلدی جلدی کچھ کہے جا رہے ہیں، اگلایا کے چہرے پر ہوائیاں اڑتی دیکھیں، وہ اسے گھور رہی تھی، عجیب نظروں سے۔ اس کی آنکھوں میں نہ کہیں نفرت کی جھلک تھی، نہ غم و غصے کا نام و نشان۔ وہ سہمی ہوئی دیکھ ضرور

رہی تھی، لیکن اسے میٹھی نظروں سے، اوروں کو چمکتی آنکھوں سے، کہ.... پرنس کے تن بدن میں لذت سما گئی۔ آخر اس نے حیرت و مسرت سے دیکھا کہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے ہیں، ہنس بول رہے ہیں، گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ عزیز کا ہر گزرا کہ ہنسی قہقہہ بلند ہونے لگا۔ اسے دیکھ دیکھ کر، اس کے گم سم ہونے پر نظر کر کے ہنس رہے تھے، مگر اچھے دل سے ہر لینے کے انداز میں۔ کئی ایک نے اس سے بولنا چالنا شروع کر دیا، دلجوئی کرنے لگے۔ ان میں سب سے اول خود بیگم لیزاویتا پروکوفیونا تھیں۔ وہ بات کرتے میں مسکرائے جا رہی تھیں اور کوئی اچھی سی بات کہہ رہی تھیں۔ اچانک اسے اپنے شانوں پر ایوان فیودرووچ کی تھپکی محسوس ہوئی۔ ایوان پتروویچ بھی شفقت سے ہنستے جا رہے تھے۔ مگران سے بھی بڑھ کر دلجوئی اور التفات و عنایت کی نظر کی بزرگوار نے۔ انہوں نے پرنس کا ایک بازو تھاما، اسے آہستہ سے دبایا، دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی سے اس کا ہاتھ تھپکا، حوصلا بحال کرنے کی ترغیب دینے لگے، گویا وہ کوئی سہما ہوا کم عمر لڑکا ہے جسے تھپکا جا رہا ہے۔ پرنس کو یہ بہت ہی اچھا لگا اور آخر انہوں نے اسے اپنے پہلو میں جما کر بٹھا دیا۔ پرنس بڑے ذوق و شوق سے ان کی صورت دیکھنے لگا مگر اس کی زبان سے کچھ نہ نکلا، سانس نے ساتھ نہ دیا۔ بزرگوار جنرل کا چہرہ مہرہ اسے اتنا پیارا لگ رہا تھا۔

"تو کیا؟" آخر جیسے تیسے زبان کھلی "آپ نے واقعی میری خطا معاف کر دی؟ اور.... آپ نے بھی بیگم صاحبہ؟"

قہقہہ اور زور سے بلند ہوا۔ پرنس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اسے اپنے پر یقین نہیں آ رہا تھا، مبہوت تھا۔

"گلدان تو واقعی بہت عمدہ تھا۔ مجھے یاد ہے کوئی پندرہ سال سے یہیں دیکھ رہا تھا.... جی پندرہ سال...." ایوان پتروویچ نے کہا۔

"تو کیا آفت آ گئی! انسان کا خاتمہ ہو جاتا ہے، یہ تو مٹی کا برتن تھا، اس کا کیا صدمہ!" بیگم لیزاویتا آواز بلند بولیں "تم اتنے کیوں سہمے ہوئے ہو میاں صاحبزادے!" ذرا کھٹکے ہوئے انہوں نے اضافہ کیا "بس، ہو گیا، عزیز من بہت ہوا۔ تم تو واقعی مجھے گھبرائے دے رہے ہو۔"

"تو آپ نے میری سب خطا معاف کی؟ گلدان کے علاوہ اور سب بھی؟" پرنس اپنی جگہ سے اٹھنے ہی والا تھا کہ بزرگوار نے فوراً ہاتھ کھینچ لیا۔ وہ اسے اپنے پاس سے جانے دینا نہیں چاہتے تھے۔ 'C'est tres curieux et c' est tres serieux!'[19] انہوں نے ایوان پتروویچ کو میز کے دوسری طرف مخاطب کیا، زیر لب کہا تھا، تاہم اتنی اونچی آواز میں کہا خود پرنس نے بھی سن لیا ہوگا۔

"میں نے آپ کی کوئی توہین تو نہیں کی؟ آپ نہیں مانیں گے کہ مجھے اس خیال سے کس قدر سرور حاصل ہوتا ہے۔ یہی مناسب بھی تھا۔ کیا میں نے یہاں کسی کی توہین کی ہوگی؟ ایسا سوچنا بھی گویا پھر سے آپ کی توہین کرنا ہوگا۔"

"پریشان نہ ہوں آپ، میرے عزیز، یہ صرف مبالغہ ہے۔ آپ کو خواہ مخواہ شکر گزار ہونے کوئی ضرورت نہیں۔ یہ جذبہ شاندار ہے، مگر تناسب سے ذرا بڑھا ہوا۔"

"میں آپ کا شکریہ ادا نہیں.... صرف اپنی پسند کا اظہار کر رہا ہوں۔ آپ کو دیکھ کر طبیعت کو سرور ملتا ہے۔ ممکن ہے میں نے بات احمقانہ کہی ہو لیکن زبان پر لانا ضروری ہے، صاف بتا دینا ضروری ہے.... کوئی اور وجہ نہ ہو تو خود کی عزت

اجازت ہے؟ نظر پرنس بیلوکونسکایا پر جا کر ٹھہری۔

خواتین کی خاطر سہی!"

اس کے معاملے میں ہر بات بھڑک اٹھنے والی، مبہم اور ہیجانی ہو رہی تھی۔ عین ممکن تھا کہ جو الفاظ اس کی زبان سے نکل رہے تھے، اکثر وہ نہ ہوں جو زبان پر لانا چاہتا تھا۔ نظروں ہی نظروں میں اس نے جیسے سوال کیا کہ کیا کچھ کہنے کی

"کوئی بات نہیں، صاحبزادے، کہے جاؤ، کہے جاؤ، صرف سانس قابو میں رکھو۔" بڑی بی نے اظہار خیال کیا "ابھی جو تم نے شروع کیا تو بہت تیز جا رہے تھے، نتیجہ دیکھ لیا اس کا۔ بولنے سے مت جھجکو، ان صاحبان نے تم سے بھی زیادہ عجوبے دیکھ رکھے ہیں۔ تم پر تعجب نہیں کریں گے۔ اور تم تو، ایسے دانا ہو بھی نہیں۔ بس یہ ہے کہ گلدان توڑ دیا، ہمیں ڈرایا۔"

پرنس نے مسکراتے ہوئے ان کی بات سنی۔

"آپ یہ تو ہیں نا۔" پرنس ایک دم ان بزرگوار میر مجلس کی طرف مخاطب ہوا۔ "آپ نے ہی تو ایک اسٹوڈنٹ پد کوموف اور سرکاری اہلکار شوابرن کو تین مہینے پہلے جلاوطنی سے بچایا تھا نا؟"

بڑے میاں ذرا شرمائے اور دبی زبان سے کہنے لگے کہ دم لیجیے۔

"میں نے یہ آپ کے بارے میں سنا تھا۔" پرنس فوراً ایوان پتروویچ کی طرف متوجہ ہوا۔ "میں نے فلاں علاقے میں سنا تھا کہ آپ کی رعایا میں کچھ لوگوں کے گھر جل گئے تھے تو آپ نے انہیں عمارتی لکڑی مفت مہیا کر کے دی۔ حالانکہ وہ لوگ آزاد کاشتکاری ملنے سے پہلے بہت ستا چکے تھے؟"

"ایسا بھی کیا، بس معمولی بال غبن ہے۔" ایوان پتروویچ نے دبے لفظوں میں جواب دیا، مگر ویسے خوب سنبھل کر بیٹھ گیا۔ البتہ اس بار وہ بالکل برحق تھا کہ "یہ مبالغہ ہے۔" اس کے بارے میں یہ اطلاع جو پرنس تک پہنچی، تصدیق کی محتاج تھی۔

"اور آپ رانی صاحبہ" اس نے کھلی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ پرنس بیلوکونسکایا کو مخاطب کیا۔ "آپ ہی تو ہیں، چھ مہینے پہلے جب میں بیگم صاحبہ لیزاویتا کا سفارشی خط لے کر آپ سے ملنے ماسکو گیا تھا تو آپ اپنے فرزند کی طرح مجھ سے پیش آئی تھیں، واقعی سگے بیٹے کی طرح آپ نے مجھے ایک ہدایت بھی کی تھی جو میں کبھی نہیں بھول سکتا۔ یاد ہے آپ کو؟"

"یہ کیا تم پیچھے ہی پڑ گئے؟" پرنس نے تنگ آئے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "آدمی تم اچھے دل کے ہو، لیکن ایسے کہ مذاق اڑے۔ دو کوڑی کوئی تمہیں دے دے، بس اسی کا احسان ماننے لگو، جیسے اس نے تمہاری جان بچائی ہو۔ تم سمجھتے ہو گے یہ کوئی تعریف کی بات ہے، نہیں، اس سے تو انسان اوب جائے۔"

ظاہر اتو نظر آیا کہ روٹھ گئی ہیں، لیکن ایک دم ہنس پڑیں اور اس بار اچھے دل سے ہنسی تھیں۔ بیگم لیزاویتا کے چہرے پر بھی خوشی پھیل گئی۔ ایوان فیودروویچ نہال ہو گئے۔

"میں کہہ چکا ہوں کہ پرنس میشکن آدمی تو خیر.... آدمی تو.... مختصر یہ کہ بس، اپنا سانس قابو میں رکھا کریں، جیسا کہ پرنس صاحبہ نے جتایا ہے...." جنرل خوش دلی کی لہر میں بولے اور بیلوکونسکایا رانی کے الفاظ جو

چبھے تھے، وہی دہرا دیئے۔

صرف ایک اگلایا تھی جو افسردہ رہی۔ اس کا چہرہ اور بھی تمتمایا ہوا تھا، شاید خفگی سے۔

''واقعی، بہت پیارا آدمی ہے۔'' پھر بڑے میاں ایوان پتروویچ سے بدبدائے۔

''میں یہاں دل پر بوجھ لیے ہوئے آیا تھا۔'' پرنس نے بڑھتی ہوئی بے قراری سے گفتگو جاری رکھی۔ گفتار کی تیز رفتاری بڑھتی جا رہی تھی، انوکھا پن اور طبیعت کی جولانی برابر تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ ''مجھے آپ کا خوف تھا اور اپنے آپ سے بھی اندیشہ تھا بلکہ زیادہ تر اپنے آپ سے۔ جب میں یہاں پیترسبورگ واپس آ رہا تھا تو خود سے عہد باندھا کہ یہاں پہنچ کر اپنے صف اول کے لوگوں سے ملوں گا، بزرگوں سے، پرانے خاندانی لوگوں سے، جن سے میرا رشتہ ہے اور حسب نسب کے لحاظ سے میں خود انہی کے ایک بہت پرانے سلسلے میں آتا ہوں۔ چنانچہ فی الوقت میں انہی رئیس زادوں کے درمیان بیٹھا ہوں۔ جیسے خود۔ یہی نا؟ میں آپ کو جاننا پہچاننا چاہتا تھا، یہ لازم تھا۔ بہت، بے حد لازم!.... میں نے آپ حضرات کے متعلق بہت ساری بری بری باتیں سن رکھی تھیں، بری زیادہ، اچھی کم۔ تنگ ظرفی اور خود غرضانہ تنگ نظری کے بارے میں، آپ کے پسماندہ ہونے کے بارے میں، تعلیم کے اتھلے پن کے بارے میں اور مضحکہ خیز عادات کے متعلق اور دیکھیے نا، کتنا کچھ آپ کے بارے میں لکھا اور کہا جاتا ہے۔ آج میں جب یہاں آیا تو شوق و جستجو کے ساتھ آیا، خلش تھی، یہ جاننے کی، خود اپنی آنکھوں دیکھنے اور ذاتی رائے قائم کرنے کی کہ کیا واقعی روسیوں میں یہ اوپر کے لوگوں کا طبقہ بالکل ناکارہ ہے؟ اپنی عمر پوری کر چکا؟ قدیم کی زندگی سے کٹ چکا اور اب صرف موت کے قابل رہ گیا ہے؟ لیکن پھر بھی ٹٹ پونجیا نفرت و حسرت کی رسہ کشی کیے جا رہا ہے ان لوگوں سے.... مستقبل کے لوگوں سے، ان کا راستہ کاٹ رہا ہے، یہ دیکھے بغیر کہ خود مرض الموت میں مبتلا ہے؟ مجھے پہلے بھی اس رائے کا پوری طرح یقین نہیں تھا، کیونکہ ہمارے یہاں اوپر کا طبقہ تھا ہی کہاں، کچھ دربار نشین تھے، کچھ سرکاری عہدوں کی وردیوں میں، یا.... پھر اتفاق وقت سے بن بنا گئے تھے۔ اب وہ بھی ناپید ہو چکے ہیں۔ یہی بات ہے نا؟ یہی ہے نا؟''

''جی، بالکل یہ نہیں۔'' ایوان پتروویچ نے زہر خند کیا۔

''لو، پھر چکر میں آئے۔'' بیلوکونسکایا صاحبہ کی قوت برداشت جواب دینے لگی تو اتنا زبان سے نکلا۔

''Laissez le dire[20] وہ سرتاپا کانپ رہے ہیں۔'' بڑے میاں نے ادھ سنی آواز میں خبردار کیا۔

پرنس قطعی طور سے بے قابو ہو چلا تھا۔

''تو پھر کیا؟ میں ملائفیس لوگوں سے، سادہ دل لوگوں سے، عقل مند لوگوں سے۔ میں نے دیکھا عمر رسیدہ بزرگ کو، جو کم عمر لڑکے سے، مجھ جیسے لڑکے سے شفقت کے ساتھ پیش آتے ہیں اور اس کی بات غور سے سنتے ہیں۔ وہ لوگ نظر کے سامنے ہیں جو تہہ تک پہنچنے اور معاف کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں، روسی اور نیک نفس لوگ، قریب قریب ویسے ہی شریف اور صاحب دل جیسے وہاں ملتے تھے۔ ان سے کمتر نہیں ہیں یہ۔ آپ اندازہ کیجیے، مجھے کیسی حسرت و مسرت ہوئی ہوگی۔ اجازت دیجیے کہ اپنی بات کہہ ڈالوں۔ میں نے بہت سا سنا تھا اور خود بھی یقین کیے بیٹھا تھا کہ سوسائٹی میں دھرا ہی کیا ہے، اے کے ادب آداب اور پرانے فرسودہ روپ۔ اصل جوہر کبھی کا گل چکا مگر اب تو اپنی آنکھوں دیکھ رہا ہوں کہ یہ

ہاں ناممکن ہے کہ آپ سب کے سب یسوعی اور فریبی ہو گئے ہوں؟ میں نے سنا، ابھی جو پرنس ن۔ کا ذکر چل رہا تھا، کیا وہ سادہ دلی سے اور کسی ترنگ میں کی ہوئی ظریفانہ باتیں نہیں ہیں؟ کیا یہ کھری خوشدلی نہیں ہے؟ بھلا یہ الفاظ کسی ایسے شخص کے منہ سے نکل سکتے ہیں.... جو مردہ ہو، مردہ دل ہو، جس کا دماغ سوکھ چکا ہو؟ کیا مردار لوگ میرے ساتھ ویسے پیش آ سکتے تھے جیسے آپ آئے ہیں؟ کیا یہ سروسامان نہیں ہے.... مستقبل کے لیے، امیدوں، امنگوں کے لیے؟ اس قسم کے دل بجھے اور ترقی سے بے بہرہ رہ سکتے ہیں؟"

"پھر عرض ہے، میرے عزیز کہ آپ جوش میں نہ آیئے۔ آئندہ کبھی ہم پر ان سب کے بارے میں.... اور میں تو بڑی خوشی سے...." بزرگوار منصب دار نے طنزیہ مسکراہٹ سے کہا۔

ایوان پتروویچ غرایا اور اپنی آرام کرسی میں گھوم گیا۔ ایوان فیودروویچ کو جھرجھری آئی، ان کے افسر جنرل نے بزرگوار منصب دار کی بیگم سے گفتگو چھیڑ دی اور پرنس کی طرف سے توجہ بالکل ہٹالی۔ وہ بیگم صاحبہ صرف سنتی اور اس پر ٹھہر ٹھہر کر نظر ڈالتی رہیں۔

"جی نہیں، آپ جانتے ہیں، بہتر ہو کہ میں کہتا جاؤں!" تازہ ہیجانی جوش سے پرنس نے کسی خاص بھروسے کے ساتھ بلکہ رازدارانہ ان بڑے میاں کو متوجہ کرتے ہوئے بات جاری رکھی۔ "کل مجھے اگلایا بی بی نے بولنے سے منع کیا تھا بلکہ دو موضوع بھی جتا دیے تھے جن سے کترانا لازم تھا۔ وہ جانتی ہیں کہ ان کے بارے میں کچھ کہا تو مذاق کا نشانہ بنوں گا۔ اب میرا ستائیسواں سال ہے اور خوب واقف ہوں کہ ایک بچے میں اور مجھ میں کوئی فرق نہیں۔ اپنے خیالات بیان کرنے کا مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا، یہ بات ایک زمانے سے کہہ رہا ہوں۔ صرف ماسکو میں رگوژین سے البتہ میں نے دل کھول کر بات کی تھی.... ہم دونوں نے پوشکن کا کلام پڑھا، پورا پڑھ ڈالا۔ اسے پوشکن کا نام تک معلوم نہیں تھا.... ہمیشہ یہ خدشہ رہتا ہے کہ میری معمولی خیر صورت کہیں خیال کو، اصل خیال کو خطرے میں نہ ڈال دے۔ صحیح ادائیگی بھی مجھے نہیں آتی، جو کہنا ہو، ادائیگی اس کے بالکل برعکس ہوگی ہمیشہ، اس پر لوگوں کو ہنسی آنا اور نتیجہ فکر کا نظر سے گرنا لازم ہے.... مجھ میں احساس تناسب بھی ہے اور یہ اصل بات ہے، بلکہ سب سے اہم نکتہ یہی ہے.... جانتا ہوں کہ میرے لیے خاموش بیٹھنا زیادہ مناسب ہے۔ جب بھی میں خود کو سنبھالے، خاموش ہوتا ہوں تو خوب معقول دکھائی دیتا ہوں، مزید یہ کہ غور و فکر کا موقع ملتا ہے مگر اب یہی بہتر ہے کہ زبان کھولوں، اس لیے زبان کھولنی چاہیے کہ آپ مجھے اس قدر اچھی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ آپ کا چہرہ بہت ہی عمدہ ہے! کل میں نے اگلایا ایوانووِنا سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک محفل جمے گی، میں خاموش رہوں گا۔"

"Vraiment?"[21] بڑے میاں مسکرا دیے۔

"بعض لمحوں میں مجھے یہ خیال بھی آتا ہے کہ میرا اس طرح سوچنا حق بجانب نہیں۔ دیکھیے نا، خلوص ہو تو ادائیگی کی کمی پوری ہو جاتی ہے۔ ہے نا یہی بات؟ ہے نا؟"

"کبھی کبھی۔"

"میں ہر بات کی تشریح کرنا، سمجھنا چاہتا ہوں، ہر بات، سب کچھ! جی جناب! آپ سوچتے ہیں کہ میں یوٹوپیائی ہوں؟ آئیڈیلسٹ ہوں؟ جی نہیں، خدا کی قسم، میرے تو بڑے ہی سادہ خیالات ہیں.... یقین نہیں آتا آپ کو؟ آپ ہنستے

ہیں۔ جانتے ہیں، بعض اوقات میں کمینہ ہو جاتا ہوں، وجہ یہ کہ عقیدہ کھو بیٹھتا ہوں۔ ابھی جب میں یہاں آ رہا تھا تو دل میں سوچا: 'ان لوگوں سے کس طرح بات کروں، کس لفظ سے شروع کروں کہ ان کی سمجھ میں کچھ نہ کچھ آ جائے؟' کتنا مجھے ڈر لگا ہوا تھا، لیکن آپ کے سبب زیادہ ہی ڈر تھا، بہت زیادہ، بری طرح! ویسے، کیا مجھے ڈر لگ سکتا تھا، کیا ڈر جانا شرم کی بات نہیں تھی؟ اس میں کیا حرج، اگر ایک روشن خیال کو اتنے ان گنت پسماندہ اور بدنفسوں سے سابقہ ہو؟ مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ اب جو دیکھا تو مان گیا کہ ایسے ان گنت بھی نہیں بلکہ یہ کھرا مال ہے! اس پر چراغ پا ہونے کی کیا ضرورت کہ ہم پر لوگ ہنستے ہیں۔ درست کہتا ہوں؟ سچ پوچھیے تو ہے بھی یوں ہی، ہم مضحکہ خیز لوگ ہیں، من موجی ہیں، عادتیں بری ہیں، اوب جاتے ہیں، دیکھنا ہمیں آتا نہیں، سمجھنا آتا نہیں، بس ہم ایسے ہی ہیں، سب کے سب، آپ، میں اور یہ لوگ سارے! آپ کو یہ اپنی توہین نہیں معلوم ہوتی کہ منہ پر آپ کو مضحکہ خیز کہہ رہا ہوں اور اگر ایسا ہے، آپ اسے سہہ گئے تو کیا آپ وہ کھرا مال نہیں ہیں؟ جانتے ہیں، میرے خیال میں تو مضحکہ خیز ہونا اچھا ہی ہے بعض حالتوں میں۔ بہتر ہی ہے۔ آسانی رہتی ہے۔ ایک دوسرے کی خطا معاف کرنے میں، صلح صفائی کر لینے میں۔ ہر بات ہاتھ کے ہاتھ سمجھ میں آنے سے رہی، کمال سے تو شروعات ہونے سے رہی۔ کمال کے درجے تک پہنچنے کے لیے لازم ہے کہ پہلے بہت سی ناسمجھی رہی ہو۔ اگر بہت تیزی سے سمجھ لیا کریں تو یہ بھی ہے کہ اچھی طرح سمجھ نہیں پاتے۔ یہ میں آپ سے کہہ رہا ہوں، آپ سے، جنہوں نے اب تک اتنا سارا سمجھ لیا ہے اور.... اتنا سارا سمجھا بھی نہیں۔ اب مجھے آپ کی طرف سے ڈر نہیں۔ آپ کو ناگوار نہیں گزرا کہ آپ جیسے شخص کو، مجھ جیسا چھوکرا ایسے الفاظ کہے؟ آپ ہنس رہے ہیں ایوان پتروویچ۔ آپ سوچتے ہیں کہ مجھے ان لوگوں کے سلسلے میں خوف ہے؟ میں ان کا وکیل ہوں، ڈیماکریٹ ہوں؟ مساوات کا نقارچی ہوں؟'' پرنس نے اینٹھی ہوئی ہنسی کے ساتھ پوچھا (رہ رہ کر وہ ذرا ہنس پڑتا اور لطف اندوز ہوتا جا رہا تھا) ''مجھے آپ صاحبان کی طرف سے خوف ہے۔ آپ سب کی، ہم سب کی طرف سے۔ میں خود اصل نسل سے ایک پرنس ہوں اور پرنسوں کی صحبت میں بیٹھا ہوں۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں، اس خیال سے کہہ رہا ہوں کہ ہم بھی اس خطرے سے بچ جائیں، ہماری حیثیت خاک میں نہ مل جائے، تباہ نہ ہونے پائے، بغیر آئندہ کا اندازہ لگائے، ہر چیز کو ٹھکرا کر، ہر شے ہاتھ سے کھو کر۔ خود ملیامیٹ ہو جانا، دوسروں کو جگہ دے کر خود ہٹ جانا کیا ضرور ہے جبکہ ہم اپنی ترقی یافتہ حیثیت اور بزرگی قائم رکھ سکتے ہیں؟ ترقی یافتہ رہیں گے تو بزرگی بھی برقرار رہے گی۔ خادم بنیں گے تاکہ مخدوم شمار کیے جائیں۔''

اس نے جھٹکے کے ساتھ کئی بار آرام کرسی سے اٹھنے کی کوشش کی لیکن بڑے میاں بار بار اسے تھام لیتے تھے اور اسے دیکھ دیکھ کر ان کی فکر بڑھتی جا رہی تھی۔

''سنیے صاحبان! جانتا ہوں کہ بولنا مناسب نہیں۔ بہتر ہے کہ آدمی مثال لائے، صرف ابتداء کر دے.... میں نے ابتدا کر دی ہے.... اور کیا واقعی بدقسمتی میں مبتلا رہنا طے ہے؟ بھلا میرے غم والم، میری مصیبت کی حقیقت ہی کیا، اگر مجھ میں راحت و مسرت حاصل کرنے کی سکت ہے تو؟ جانتے ہیں، میری سمجھ سے باہر ہے کہ آدمی کسی درخت کے پاس سے گزرے اور اس بات کی راحت و مسرت نہ پائے کہ اسے دیکھ رہا ہے؟ آدمی سے بات کرے اور اس خیال سے راحت نہ پائے کہ اسے دل سے چاہتا ہے؟ صرف بیان ہی نہیں آتا.... ورنہ دیکھیے نا، ہر قدم پر کتنی چیزیں ہیں لاجواب، جنہیں بے خبر

Scanned with CamScanner

بے خبر آدمی بھی لاجواب ہی پاتا ہے؟ بچے کو دیکھیے، کیا خوب اگتی ہے، وہ آنکھیں ملاحظہ کیجیے جو آپ کو دیکھ رہی ہیں، آپ کو چاہتی ہیں۔"

وہ دیر سے کرسی چھوڑے کھڑا اور بولے جا رہا تھا۔ بڑے میاں اندیشے سے اسے دیکھ رہے تھے۔ بیگم لیزاویتا پروکوفیونا نے آہ بھری "اوف، خداوندا!" وہ سب سے پہلے صورتحال کو بھانپ گئیں اور دونوں ہاتھ بے بسی سے میں پھیلا دیے۔ اگلایا پرنس کے پاس دوڑی ہوئی آئی، اپنے بازوؤں کا سہارا دے کر اسے سنبھالنے پائی تھی کہ بدحواسی میں، ذہنی تکلیف سے اکڑے ہوئے چہرے کے ساتھ اس نے وحشی چیخ سنی "اس روح کی جس نے بدبخت کو موڑ توڑ کر پھینک دیا۔" قالین پر پھیلا ہوا تھا۔ کسی نے بڑھ کر اس کے سر کے نیچے تکیے کی ٹیک لگا دی۔

کسی کو گمان تک نہ تھا کہ ایسا ہوگا۔ پندرہ بیس منٹ میں پرنس ن۔ ایوگینی پاولووچ اور بڑے میاں نے کوشش کی کہ پھر سے محفل میں جان ڈالی جائے مگر کوئی آدھ گھنٹے میں چل چلاؤ لگ گیا۔ ہمدردی کے افسوس کے بہت سے الفاظ کہے گئے۔ رائے زنی بھی کافی ہو۔ ایوان پتروویچ نے ضمناً خیال ظاہر کیا کہ "نوجوان کو سلاف پرستی کی گرمی چڑھ گئی یا ایسی ہی کوئی... مگر، خیر کوئی خطرے کی بات نہیں۔" بڑے میاں نے خاموشی برقرار رکھی۔ ہاں، بعد میں البتہ دوسرے تیسرے دن بھی کچھ نہ کچھ خفا پائے گئے۔ ایوان پتروویچ کو بھی برا لگا تھا مگر زیادہ نہیں۔ صاحب خانہ کے افسر جنرل صاحب تھوڑی دیر ادان فیودروویچ سے درمہری برتتے رہے۔ خاندان کے "سرپرست" بزرگوار منصب دار صاحب نے بھی اپنے طور پر صاحب خانہ کو کچھ ہدایات دیں اور اگلایا کے مستقبل کے بارے میں جو بہت زیادہ توجہ فرمائی اس میں کافی ہمت افزائی پائی جاتی تھی۔ یوں تو کسی قدر مہربان آدمی تھے، لیکن پرنس میشکن کے سلسلے میں ان کی پوچھ گچھ اس شام ایک اور سبب بھی رکھتی تھی اور وہ سبب تھا پرنس اور نستاسیا فلی پودنا والا قصہ۔ اس کے متعلق کچھ ان کے کان میں بھی پڑا تھا اور اس کی زیادہ کھٹک تھی۔ چاہتے تھے کہ اس کے متعلق سوال جواب کر لیں۔

پرنس بیلوکونسکایا محفل سے رخصت ہونے لگیں تو بیگم لیزاویتا سے بولیں:

"کیا کہا جائے۔ اچھا بھی ہے، برا بھی۔ اب اگر تم میری رائے جاننا ہی چاہو تو برا زیادہ۔ خود دیکھتی ہو، کیسا آدمی ہے، بیمار آدمی ہے!"

آخر لیزاویتا پروکوفیونا نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ منگیتر "ناقابل قبول" اور رات کو اپنے آپ سے عہد کر ڈالا کہ "جب تک اس کے دم میں دم ہے، پرنس کو اگلایا کا شوہر نہیں ہونے دینا۔" صبح کو اسی عہد کے ساتھ آنکھ کھلی لیکن اسی دن ناشتے کے بعد دوپہر کو وہ خود ہی اپنی کاٹ پر اتر آئیں، حیرت انگیز تضاد رونما ہو گیا۔

بہنوں کے ایک نازک سے سوال پر جو بڑی احتیاط کے ساتھ کیا گیا تھا، اگلایا نے اچانک روکھے منہ بلکہ ناک چڑھا کر جھٹکے سے جواب دیا:

"میں نے نہ کبھی ان سے کوئی وعدہ کیا، نہ زندگی میں کبھی انہیں اپنا منگیتر سمجھا۔ وہ میرے لیے ایسے ہی بیگانے ہیں جیسے اور لوگ۔"

لیزاویتا بیگم کو طیش آ گیا۔

Scanned with CamScanner

"مجھے تم سے اس کی بالکل توقع نہیں تھی۔" وہ ناراض ہو کر اگلایا سے بولیں۔ "معلوم ہے، جانتی ہوں کہ مگیز ہونا اس کا ناممکن، خدا کا شکر کہ ایسے پانسہ پڑا لیکن تم سے ان الفاظ کی امید ہرگز نہیں تھی۔ میں سمجھی تھی کہ تم کچھ اور ہی کہو گی۔ میرا یہ ہے کہ کل جتنے تھے یہاں پر، ان سب کو نکال باہر کروں گی اور ایک کو رکھ لوں گی، ایسا آدمی ہے وہ!...."

یہ کہتے ہی ایک دم رک گئیں۔ جو لفظ منہ سے نکلے تھے، ان کا اندیشہ لگا۔ کاش انہیں خبر ہوتی کہ اس منٹ وہ اپنی بیٹی سے کیسی ناانصافی کر گئیں۔ البتہ اگلایا کے دماغ میں سب کچھ طے پا چکا تھا۔ وہ بھی اپنے وقت کے انتظار میں تھی جس وقت ہر بات کا دوٹوک فیصلہ ہو جائے۔ یہ آئے دن کے اشارے کنائے، بے احتیاطی کے طعنے تشنے اس کے دل میں گہرے گھاؤ ڈالے دے رہے تھے۔

(8)

یہ صبح پرنس کے لیے بھی آئندہ کے انجانے اندیشوں کا بوجھ لادے ہوئے آئی۔ ممکن ہے اس کا سبب اس کی مریضانہ حالت ہو، لیکن دل آپ سے آپ بیٹھا جا رہا تھا اور سب سے بڑی اذیت اسی وجہ سے پہنچ رہی تھی۔ صحیح ہے کہ اس کے سامنے بعض ٹھوس واقعات تھے، افسوسناک اور زہر آلود، پھر بھی غم ان تمام باتوں کی حد سے جو یاد آئیں اور ذہن میں رہ سکیں، آگے نکل گیا تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ تن تنہا اس مشکل کو اپنے اوپر آسان نہیں کر سکتا۔ رفتہ رفتہ یہ اندیشہ اس میں راہ پاتا گیا کہ آج کے دن کوئی نہ کوئی خاص اور قطعی امر اسے پیش آنے والا ہے۔ کل جو دورہ پڑا تھا، ہلکے قسم کا تھا۔ طبیعت کی سخت اداسی، سر کا ذرا بھاری ہونا اور اعضاء میں درد، اس کے سوا کوئی اور بگاڑ اس دورے کا باقی نہیں تھا۔ دماغ کافی چست تھا مگر دل کسی قدر سست۔ بستر سے خاصی دیر میں اٹھا اور اٹھتے ہی صاف صاف یاد آ گیا کہ کل شام کیا بیتی۔ پوری طرح واضح تو نہیں تھا، پھر بھی اتنا تو ضرور یاد آیا کہ دورہ پڑنے کے آدھ گھنٹے بعد اسے گھر پہنچا دیا گیا تھا۔ بیدار ہونے پر پتہ چلا کہ یپان چین والوں کا آدمی اس کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔ ساڑھے گیارہ بجے دوسرا آدمی ادھر سے آیا۔ دو دو بار کی خیریت طلبی اسے اچھی لگی۔ سب سے پہلے آنے والوں میں ویرا لیبیدیف اسے دیکھنے اور خدمت بجالانے کے لیے حاضر ہوئی۔ پرنس کو دیکھتے ہی پہلے تو وہ رو پڑی مگر جب پرنس نے اسے تسلی دلاسہ دیا تو وہ بے اختیار ہنس دی۔ اپنے لیے اس بچی کی اتنی گہری غمخواری دیکھ کر وہ ایک دم حیرت زدہ رہ گیا۔ اس نے بچی کا ہاتھ پکڑا اور پیار کیا۔ ویرا کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔

"ہائیں.... یہ کیا، یہ کیا!" وہ ڈر کر چیخی اور جلدی سے ہاتھ چھڑا لیا۔

کسی پریشانی میں وہ جلدی سے چل دی، مگر جاتے جاتے اتنا بتا گئی کہ میرے باپ آج صبح، دن نکلے سے بھی پہلے بقول خود "مرحوم" جنرل کے ہاں دوڑے گئے ہیں، یہ معلوم کرنے کے کہیں رات کو تو وہ نہیں چل بسے اور سنا ہے کہ اب کوئی دم کے مہمان ہیں۔ گیارہ بجے کے بعد خود لیبیدیف اپنے مکان پر اور پرنس کے پاس آ پہنچا مگر پھر وہی کہ "منٹ بھر کو آیا ہوں پرنس صاحب کی بیش قیمت صحت کی بابت دریافت کرنے کے لیے" وغیرہ وغیرہ اور اس کے علاوہ اپنی "الماری" میں بھی جھانکنا مقصود تھا۔ اسے ہائے وائے کرنے کے سوا اور کچھ کام نہ تھا۔ پرنس نے جلدی سے اسے رخصت کیا، تاہم کل شام والے دورے کے متعلق کریدنے کی کوشش سے وہ باز نہ آیا، اگرچہ صاف نظر آ رہا تھا کہ اس واقعے سے وہ تفصیل دار

باخبر ہے۔ اس کے فوراً بعد کولیا آیا، وہ بھی منٹ بھر کے لیے۔ اسے واقعی جانے کی جلدی تھی اور نہایت پریشانی اور گھبراہٹ کا شکار تھا۔ اس نے شروع یہاں سے کیا کہ بالکل دوٹوک سوال لے کر پرنس کے پیچھے پڑ گیا کہ اب تک اس سے جو چھپایا گیا، وہ کھول کر بتائے اور یہ بھی جتا دیا کہ کل کے دن ہی مجھے تقریباً سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔ اس کے حواس بری طرح بکھرے ہوئے اور اوسان خطا تھے۔

ہر ممکن ہمدردی کے ساتھ جو اس کے بس میں تھی، پرنس نے سارا معاملہ اسے کہہ سنایا۔ ذرہ ذرہ تفصیل سمیت پوری اصلیت بتا دی اور بیچارے لڑکے پر گویا بجلی گر پڑی۔ زبان سے ایک لفظ نہ نکلا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پرنس نے محسوس کیا کہ یہ ایسا ایک نقش ہے جو ہمیشہ کے لیے ذہن میں محفوظ رہ جائے گا اور اس نوعمر لڑکے کی زندگی میں سالہا سال کے لیے ایک موڑ ثابت ہوگا۔ اس نے مسئلے پر اپنا نقطۂ نظر پہنچا دینے میں دیر نہیں کی اور بتا دیا کہ میری رائے میں تو ممکن ہے کہ بڑے میاں کا آخری وقت، اصل میں اس ہول کی وجہ سے آنے والا ہو جو اپنی اس گری ہوئی حرکت کے بعد ان کے دل میں بیٹھ گیا ہے۔ یہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ پرنس کی باتیں سنتے وقت کولیا کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

''نابکار ہیں یہ گانیا، واریا اور پتیت سن! میں ان سے جھگڑا تو مول نہیں لوں گا لیکن اس منٹ سے میرے ان کے راستے الگ الگ ہوتے ہیں۔ ہائے، پرنس صاحب، کل کے دن سے آج تک مجھ پر بہت سی نئی باتیں کھلی ہیں۔ سبق ملا ہے۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ اماں سیدھے سیدھے میری ذمہ داری ہیں۔ اگرچہ انہیں واریا کے مکان میں ہر طرح کی بے فکری نصیب ہے، پھر بھی وہ بات نہیں....''

وہ ایک دم چونکا، جب یاد آیا کہ اس کا انتظار ہو رہا ہوگا۔ جلدی جلدی پرنس کی صحت و سلامتی کے بارے میں سوال کیے۔ جواب پاتے ہی اتنا اور کہہ نکلا:

''اور تو کوئی بات نہیں ہے نا؟ میں نے سنا تھا کہ کل.... (ویسے مجھے کوئی حق نہیں پہنچتا اس کا) خیر، اگر آپ کو کسی وقت بھی، کسی سلسلے میں سچے جاں نثار کی ضرورت محسوس ہو تو وہ آپ کے حضور میں حاضر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دونوں ہی کی تقدیر میں خوشی چین نہیں ہے نا؟ مگر.... مجھے کچھ نہیں پوچھنا، کچھ پوچھنا نہیں....''

وہ یہ کہہ کر چل دیا اور پرنس پہلے سے زیادہ سوچ میں پڑ گیا۔ یہ کیا کہ جسے دیکھو، بدبختی کی پیش گوئی کر رہا ہے، سب کے سب نتیجے پر پہنچے ہوئے ہیں، سب کی نظریں اٹھتی ہے گویا انہیں علم ہے، کسی ایسی بات کا جو خود پرنس کے علم میں نہیں۔ لیبیدیف برابر پوچھے جا رہا ہے، کولیا صاف اشارہ کر رہا ہے! ویرا شوے بہاتی ہے۔ آخر اس نے تنگ آ کر دونوں ہاتھ جھٹک دیئے ''یہ منحوس مریضانہ وسوسے'' اس نے سوچا۔ دن کو ایک بجے کے بعد جب یپان چین والوں کو اپنے گھر آتے دیکھا جو صرف ''منٹ بھر'' کو چلے آئے تھے تو اس کا چہرہ دمکنے لگا۔ یہ صاحبان واقعی منٹ بھر کو ہی آئے تھے۔ بیگم لیزاویتا نے ناشتے کی میز سے اٹھتے ہوئے پکار کر کہا کہ اب ہم چہل قدمی کے لیے چلتے ہیں، سب ساتھ چلیں گے۔ یہ اطلاع حکم نامے کے انداز میں دی گئی، جھٹکے سے، روکھے پن سے، تفصیل بتائے بغیر۔ سب لوگ نکلے، یعنی ماں، بیٹیاں، پرنس ش۔ بیگم صاحبہ نے نکلتے ہی اس سمت رخ کیا جو روزانہ معمول کے بالکل الٹی طرف تھی۔ سب تاڑ گئے اور سب خاموش رہے کہ کہیں مادر محترمہ کا موڈ نہ بگاڑ دیں.... اور وہ تھیں کہ سب کے آگے آگے چلی جا رہی تھیں، مڑ کر دیکھا تک

تھیں، گویا اشاروں اور نکتہ چینی سے کترا کر چل رہی تھیں۔ آخر ادے لائیدا نے رائے زنی کی کہ گھومنے نکلتے ہیں تو اتنے تیز قدم نہیں اٹھاتے، اور ہم تو اماں سے پیچھے رہے جا رہے ہیں۔

''یہ لو، ہم اس کے برابر گزرے جا رہے ہیں۔'' بیگم صاحبہ نے ایک دم مڑ کر خبر دی ''اب چاہے اگلایا کچھ بھی سوچتی رہے، بعد میں چاہے کچھ ہوتا رہے، ہمارے لیے وہ کوئی غیر تو ہے نہیں اور پھر اوپر سے یہ کہ اس پر مشکل کا وقت ہے اور بیمار بھی ہے، میں تو اسے کم از کم دیکھنے اندر ضرور جاؤں گی۔ جس کا جی چاہے، میرے ساتھ آ جائے، جو نہ چاہے، آگے جائے۔ کسی کا راستہ نہیں روکا۔''

ظاہر ہے کہ سبھی اندر چلے آئے۔ پرنس نے جیسا کہ ہونا چاہیے تھا، پھر ایک بار کل والے گلدان کی اور جو ہنگامہ کھڑا کیا تھا، اس کی جلدی میں معافی مانگی۔

''خیر، یہ کچھ نہیں۔'' بیگم لیزاویتا نے جواب دیا۔ ''گلدان کا کیا ہے، رنج ہوا تمہارا۔ مطلب یہ کہ تم خود ہی جانتے ہو کہ خاصا ہنگامہ ہو گیا تھا۔ اسی کو کہتے ہیں کہ 'جب رات گئی اور صبح ہوئی' اور یہ بھی کچھ نہیں کیونکہ ہر ایک نے دیکھ ہی لیا ہے کہ تمہیں اپنی صفائی دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اچھا، اب ہم چلے۔ البتہ اگر بدن میں طاقت ہو تو ٹہلنے نکلو اور پھر آ کر سو رہنا۔ میرا مشورہ تو یہی ہے۔ اگر جی میں آئے تو ہمارے ہاں آ جانا پہلے کے اپنے معمول سے۔ ایک بات کہوں، ہمیشہ کے لیے گرہ باندھ لینا۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے، چاہے کچھ گزر جائے، تم بہر حال ہمارے لیے اپنے گھر کے آدمی رہو گے.... کم از کم میرے لیے تو رہو گے۔ میں اوروں کی نہیں، اپنی طرف سے تو ضرور کہہ سکتی ہوں....''

سب کی طرف سے اس دعوے کا جواب ملا۔ سب نے محترمہ کے خیالات کی تائید کر دی۔ وہ لوگ رخصت ہوئے مگر پیار کے دو بول، جی خوش کرنے والے چند لفظ کہنے کے لیے اس طرح سادگی کے ساتھ جو انہوں نے جلدی مچائی اس میں کافی سنگدلی بھی پوشیدہ تھی۔ ان خاتون کا گمان بھی ادھر نہ گیا ہوگا۔ یہ جو الفاظ تھے ''پہلے کے اپنے معمول سے'' اور ''کم از کم میرے لیے تو ضرور'' ان لفظوں کے پیچھے کوئی دور کا اندیشہ جھانک رہا تھا۔ پرنس نے اگلایا کا تصور باندھا۔ یہ سچ ہے کہ اسے دیکھ کر، آتے اور جاتے وقت، دونوں بار اگلایا نے ہوش ربا مسکراہٹ بکھیری تھی، مگر زبان سے ایک لفظ نہ کہا۔ جب دوسرے لوگ اپنے پن کا اظہار کر رہے تھے، تب بھی وہ چپ رہی، اگرچہ کوئی دو بار اس نے ٹکٹکی باندھ کر دیکھا ضرور تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا، جس سے ظاہر تھا کہ رات اچھی نیند نہیں ملی۔ پرنس نے طے کر لیا کہ آج شام کو ہی ان کے ہاں جانا ہے ''اپنے معمول سے'' اور بے قراری سے بار بار گھڑی دیکھنے لگا۔ پان چین والوں کو گئے ابھی ٹھیک نہ دس منٹ گزرے تھے کہ ویرا آ گئی۔

''لیو نکولائی وچ صاحب، مجھے اگلایا صاحبہ نے ایک پیغام دیا ہے آپ کے لیے ابھی ابھی۔''

پرنس کانپ کر زرہ گیا۔

''کوئی رقعہ ہے کیا؟''

''جی نہیں، زبانی۔ جلدی میں تھیں۔ کہا ہے کہ آپ آج سارے دن گھر پر ہی رہیں، باہر نہ جائیں، سات بجے شاید نو بجے شام تک۔ میں نے ٹھیک سے سنا نہیں، کتنے بجے تک۔''

Scanned with CamScanner

"کیوں، کس لیے ایسا؟ کیا مطلب؟"

"مجھے کچھ نہیں معلوم۔ ضروری کر کے کہلوایا ہے۔"

"کیا انہوں نے ضروری کر کے خود کہا تھا؟"

"جی نہیں، ٹھیک یہی لفظ تو نہیں۔ بہت جلدی میں، پیٹھ موڑتے میں کہا۔ اچھا ہوا کہ میں خود ان کے پاس لپکی
نی نگران کی صورت سے ظاہر تھا کہ کیا چاہتی ہیں، ضروری یا نہیں۔ مجھے انہوں نے ایسے دیکھا کہ دل دھک سے رہ گیا...."
چند لفظوں کا سوال جواب اور ہوا اور اگرچہ پرنس کی اطلاع میں کچھ اضافہ نہیں ہوا، تاہم اس کا اضطراب اور
بڑھ گیا۔ تنہائی ملتے ہی وہ صوفے پر دراز ہو گیا اور دماغ دوڑانے لگا۔ "ممکن ہے ان لوگوں کے ہاں کوئی آنے والا ہو نو بجے
تک اور اگلایا کو پھر میری طرف سے اندیشہ لگا ہے کہ کہیں مہمانوں کی موجودگی میں گڑبڑ نہ کر دوں۔" اسے خیال آیا اور پھر
سے شام کی بے چینی لگ گئی، گھڑی پر نظر جانے لگی۔ لیکن یہ معمہ شام سے بہت پہلے ہی حل ہونے لگا۔ ایک نئی آمد کی شکل
میں، البتہ یہ حل ایک تازہ اور تکلیف دہ پہیلی کی صورت میں وارد ہوا: ابھی یپان چین والوں کو گئے ٹھیک آدھ گھنٹہ ہوا تھا کہ
ان کے پاس ایپولیت آ پہنچا۔ وہ اس قدر نڈھال اور بے دم تھا کہ اندر آ کر ایک لفظ کہے بغیر ایسے گویا بے ہوش ہو، آرام
کرسی پر ڈھے گیا اور فوراً کھانسی کے حملے نے اسے دبوچ لیا۔ کھانستے کھانستے اسے خون آنے لگا۔ آنکھیں چمک رہی تھیں
رخساروں پر لال دھبے ابھر آئے تھے۔ پرنس نے اس سے کچھ کہنا چاہا لیکن اس نے دیر تک جواب نہیں دیا اور پھر جواب میں
ہاتھ کا اشارہ کر دیا جس کا مطلب تھا کہ اسے فی الحال نہ چھیڑا جائے۔ آخر اس کے حواس درست ہوئے۔

"چلتا ہوں!" ایپولیت نے بہت زور لگا کر آخر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ چاہیں تو میں پہنچا دوں۔" پرنس نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا، لیکن پھر فوراً وہیں بیٹھنے لگا۔ اسے یاد
آ گیا کہ آج گھر سے باہر جانے کو منع کیا گیا ہے۔

ایپولیت ہنس پڑا۔

"میں آپ کے پاس سے نہیں جا رہا ہوں۔" اس نے لگاتار کھانستے ہوئے کہا، اس کی آواز گلے میں پھنس رہی
تھی۔ "بلکہ اور الٹا، آپ کے پاس آنا ضروری جانا تو آیا ہوں... ایک کام ہے، کام نہ ہوتا تو ہرگز پریشان نہ کرتا۔ میں ادھر جا
رہا ہوں اور اس بار معلوم ہوتا ہے کہ بات سنجیدہ ہے۔ میں برباد! مگر غم خواری کی ضرورت نہیں.... یقین کیجیے.... میں آج دس
بجے ہی لیٹ گیا تھا اور سوچا تھا کہ وقت خاص آنے تک ایسے ہی پڑا رہوں گا، پھر خیال ترک کر دیا اور ایک بار اور اٹھ کھڑا ہوا
کہ آپ کے پاس پہنچوں... مطلب یہ کہ ضروری تھا..."

"آپ کی حالت دیکھ کر رنج ہوتا ہے۔ خود یہ تکلیف اٹھانے سے بہتر تھا کہ مجھے بلوا لیتے۔"

"بس، بہت ہوا۔ رنج ہوا آپ کو۔ مطلب یہ کہ دنیاداری کا تقاضا ہے، پورا کر دیا... ہاں، پوچھنا ہی بھول گیا،
کہیے آپ کی صحت کیسی ہے؟"

"تندرست ہوں۔ کل ذرا... طبیعت..."

"سنا ہن لیا میں نے۔ گلدان چینی کے سر پڑی۔ افسوس کہ میں نہیں تھا وہاں۔ میں کام سے آیا ہوں۔ اول تو یہ

Scanned with CamScanner

کہ آج مسٹر گاوریلا کے دیدار نصیب ہوئے، وہ اگلایا ایوانوونا کی ملاقات کے لیے آیا تھا سبز بنچ کے پاس۔ تحیر نے اس پر ہوئی کہ انسان بھی کس درجہ احمق نظر آ سکتا ہے۔ یہ بات میں نے خود انہی صاحبزادی سے کہی جب گانیا وہاں سے چلا گیا تھا... آپ کو تو شاید کسی بات پر بھی حیرت نہ ہوتی ہوگی پرنس صاحب۔" اس نے پرنس کے پرسکون چہرے کو بے اختیاری سے دیکھتے ہوئے کہا "کسی بات پر بھی حیرت نہ ہونا، کہتے ہیں کہ بڑی عقل کی علامت ہے۔ میرے خیال میں، اسی نسبت سے یہ بڑی حماقت کی نشانی بھی ہو سکتی ہے... معاف کیجیے، میرا اشارہ آپ کی طرف نہیں... آج میری زبان سے ہر بات بے ڈھب نکل رہی ہے۔"

"مجھے تو کل ہی خبر تھی کہ گاوریلا صاحب..." پرنس نے زبان روک لی، اس کی الجھن ظاہر تھی۔ اگرچہ اپولیت کو پھٹک رہا تھا کہ مخاطب چونکا کیوں نہیں۔

"اوہو، پہلے سے خبر تھی! یہ ہوئی انوکھی چیز! مگر ہاں آپ تفصیلات بیان کرنے سے رہے... تو آج کی اس ازدوارانہ ملاقات کے گواہ نہیں تھے نا آپ؟"

"آپ نے تو دیکھا کہ میں وہاں موجود نہیں تھا، آپ تو موجود تھے۔"

"شاید آپ جھاڑی کے پیچھے کہیں چھپے ہوئے ہوں۔ خیر، کچھ بھی سہی، مجھے تو آپ کی خاطر خوشی ہی ہوئی۔ میں ہی سوچتا تھا کہ مسٹر گاوریلا کو... ترجیح مل گئی۔"

"دیکھیے، مسٹر اپولیت، میری درخواست ہے کہ آپ مجھ سے اس کے بارے میں کچھ نہ کہیں اور وہ بھی اس انداز میں۔"

"خصوصاً اس لیے بھی کہ آپ کو سب کچھ معلوم ہے۔"

"آپ غلطی پر ہیں۔ مجھے تقریباً کچھ بھی نہیں معلوم اور غالباً اگلایا ایوانوونا کو علم ہے کہ مجھے کچھ نہیں معلوم بلکہ یہ جو دونوں کی ملاقات تھی اس کے متعلق بھی ٹھیک ٹھیک علم نہیں... آپ کہتے ہیں کہ دونوں میں ملاقات ہوئی؟ خوب، اچھا ہوا۔ اب اسے مت چھیڑیے..."

"بھلا یہ کیسے، جانتے بھی تھے، نہیں بھی جانتے۔ آپ فرماتے ہیں، اچھا ہوا، اب اسے مت چھیڑیے؟ نہیں، نہیں، اتنا اعتبار بھی نہ کیجیے گا، خصوصاً ایسی حالت میں کہ آپ کو کچھ علم نہیں۔ آپ کو اعتبار اسی لیے ہے بھی کہ واقعی کا علم نہیں۔ آپ کو خبر ہے، ان دونوں میں، بھائی اور بہن میں کیا ملی بھگت ہو رہی ہے؟ یہ کانٹا تو آپ کو کھٹکتا ہوگا نا؟... خیر، اچھا، اسے بھی چھوڑا..." اپولیت نے پرنس کے صبر کا پیمانہ چھلکتا دیکھا تو بات توڑ کر صرف اتنا اضافہ کیا "میں ایک ذاتی کام سے ادھر آیا تھا اور اسی کے بارے میں... صفائی بھی دینی ہے۔ لعنت ہو کم بخت، مرتے مرتے بھی صفائی دینی پڑے۔ کتنی ساری صفائیاں دیتا ہوں میں۔ سنیں گے پوری بات؟"

"کہیے، سن رہا ہوں۔"

"بہر حال، میں نے اپنا ارادہ پھر بدل دیا۔ لیجیے، میں گانیا سے بات شروع کرتا ہوں۔ آپ تصور کر سکتے ہیں کہ مجھے بھی آج وہیں سبز بنچ پر ملنے کا وقت دیا گیا تھا۔ جھوٹ نہیں بولوں گا: میں نے خود ہی ضد کی تھی اس ملاقات کی اور اس

دوسرے پر ملاقات مانگی تھی کہ ایک راز کی بات بتانی ہے۔ معلوم نہیں، میں وقت سے بہت پہلے ہی پہنچ گیا تھا یا کیا (شاید میں بہت سویرے جا پہنچا) کہ ابھی اگلایا بی بی کے پاس بیٹھنے ہی پایا تھا جو دیکھتا ہوں کہ مسٹر گاوریلا اور وارورا، دونوں بہن بھائی ہاتھ میں ہاتھ تھامے ایسے چلے آرہے ہیں جیسے گھومنے پھرنے نکلے ہوں۔ مجھے جو دیکھا تو شاید دونوں کے ہوش اڑ گئے۔ انہیں اس کا گمان بھی نہیں تھا، گڑبڑا گئے۔ اگلایا بی بی تو سرخ ہو گئیں اور مامیے، نہ مامیے، ذرا حواس باختہ بھی ہوئیں۔ نجانے اس سبب سے کہ میں وہاں موجود تھا یا محض گانیا کو دیکھ کر کیونکہ ہے وہ واقعی دیکھنے کے قابل، مگر صرف چہرے پر سرخی آئی تھی اور سارا معاملہ انہوں نے ایک سیکنڈ میں تمام کر دیا، کیا مذاق کی بات ہے! وہ اپنی جگہ سے اٹھیں، مسٹر گاوریلا کے جواب میں سر کے اشارے سے سلام کیا، اس کی بہن وارورا کی میٹھی مسکراہٹ کا جواب دیا اور ایک دم جھٹکے سے کہا، میں صرف یہ بتانے آئی ہوں کہ آپ کے مخلصانہ اور عزیزانہ جذبات سے مجھے ذاتی طور پر بڑی راحت ملی اور اگر کبھی ان کی ضرورت پیش آئی تو یقین رکھیے کہ... بس، اتنا کہہ کر رخصت کر دیا اور وہ دونوں چل دیئے۔ معلوم نہیں بے وقوف بن کر یا بغلیں بجاتے ہوئے۔ گانیا تو سچ مچ بے وقوف بنا۔ کچھ بھی اس کے پلے نہیں پڑا۔ چہرہ کیکڑے کی طرح لال ہو گیا۔ (بعض اوقات اس کی صورت پر کیا برسنے لگتا ہے!) لیکن وارورا غالباً سمجھ گئی کہ اب یہاں سے فوراً رفو چکر ہو جانا چاہیے۔ اگلایا بی بی کا برتاؤ ہی کافی تھا سمجھانے کو۔ چنانچہ بھائی کو کھینچ کر لے گئی۔ یہ عورت گانیا سے زیادہ ہوشیار ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب دل ہی دل میں خوش ہو گی۔ میں تو اگلایا ایوانونا سے یہ کہنے گیا تھا کہ ملاقات کی سبیل طے کرا دوں نستاسیا فلپوونا کے ساتھ۔"

"کیا کہا؟ نستاسیا فلپوونا سے؟"

"جی جناب۔ اب آپ کی بے رخی رخصت ہونے لگی، چونکنا شروع ہو گئے؟ بڑی خوشی ہے کہ آپ آدمی سے مشابہت چاہتے ہیں۔ چلیے، اس کا صلہ دے دوں۔ دیکھیے، کسی نوخیز اور اونچی ناک رکھنے والی لڑکی کی خدمت سے کیا ملتا ہے! آج مجھے منہ پر ایک طمانچہ ملا!"

"اخ لاتی؟" پرنس کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

"جی ہاں، جسمانی نہیں۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ مجھ جیسے پر اب کسی کا ہاتھ نہیں اٹھ سکتا۔ عورت بھی یہ جرأت نہیں کرے گی، گانیا تک ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔ اگرچہ کل ایک ایسا وقت آیا تھا کہ مجھے خیال گزرا کہ اب وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے گا... شرط لگانے کو تیار ہوں کہ آپ کیا سوچ رہے ہیں کہ اس مرتے کو مارنے کی کیا ضرورت۔ اسے تو تکیے سے یا گیلے کپڑے سے گھونٹ مارا جا سکتا ہے سوتے میں بلکہ مار ہی ڈالنا چاہیے... آپ کے چہرے پر صاف لکھا ہے کہ یہی، بالکل یہی اس لمحے سوچ رہے ہیں۔"

"دور دور مجھے ایسا خیال نہیں آیا!" پرنس نے بے زاری سے جواب دیا۔

"معلوم نہیں لیکن رات میں نے خواب میں دیکھا کہ گیلے کپڑے سے میرا گلا گھونٹ دیا... ایک آدمی نے... بتا دوں کون؟ ذرا تصور کیجیے، رگوژین! کیا خیال ہے، آدمی کو گیلے کپڑے سے گھونٹ کر مارا جا سکتا ہے؟"

"معلوم نہیں۔"

"میں نے سنا ہے کہ مارا جا سکتا ہے۔ خیر، چھوڑیے اسے... مجھے لترایا افواہ باز کیوں کہا جائے؟ اس لڑکی نے

آج مجھے لترا کیوں، کس لیے کہا؟ اور ذرا ملاحظہ کیجیے، جب سارا ماجرا سن لیا آخر تک، سوال جواب بھی کر لیے، تب ایسا کہا... عورتیں ایسی ہوتی ہیں! اسی کے سبب تو میں نے اس دلچسپ آدمی رگوژین سے میل ملاقات کا سلسلہ کیا۔ اس کی خاطر میں نے نستاسیا فلی پوونا سے ذاتی ملاقات کروانے کی سبیل نکالی۔ کہیں اس لیے تو مجھے لترا نہیں کہا کہ اس کی خود پسندی کو ٹھیس لگا دی، اشارتاً یہ کہہ کر کہ تم تو نستاسیا کی جھوٹن ملنے پر پھولی نہیں سما رہی ہو۔ خود اسی کے فائدے کی خاطر میں تمام وقت یہ ٹھوکے دیتا رہا ہوں، انکار نہیں کرتا، دو خط بھی لکھے میں نے اسی مطلب کے، اور اب آج یہ تیسرا تھا، ہماری ملاقات ہو گئی... میں نے اسے سمجھانا شروع کیا کہ تم جیسی لڑکی کے شایان شان نہیں ہے یہ بات... رہا یہ لفظ جھوٹن تو یہ کوئی میری ایجاد تو ہے نہیں، دوسرے کا ہے۔ کم از کم گانیا کے ہاں تو سبھی کی زبان پر ہے یہ لفظ۔ وہ خود بھی تصدیق کر رہی تھی کہ ہاں یوں کہتے ہیں۔ تو پھر بتائیے، اس کے نزدیک میں لترا، افواہ باز کیوں ٹھہرایا؟ سمجھا، میں سمجھا۔ اب آپ میری صورت پر بری طرح ہنسنے والے ہیں۔ شرط لگاتا ہوں کہ آپ مجھ پر وہ احمقانہ شعر چپکانے کی فکر میں ہیں:

کیا خبر، جب ہو میری عمر کی ڈھلتی ہوئی شام عشق دے جائے تبسم کا کوئی آخری جام (21)

ہا، ہا، ہا!'' ہذیانی قہقہے کے ساتھ زور کی کھانسی آئی۔ ''دیکھتے ہیں آپ۔'' کھانستے میں اس نے پھنسی ہوئی آواز سے کہا ''دیکھتے ہیں اس گانیا کے بچے کو۔ کہتا ہے کہ جھوٹن چاٹیں اور اب خود کیا چاٹنے کے چکر میں ہے؟''

پرنس دیر تک چپ رہا۔ اس پر وحشت طاری تھی۔

''آپ نے نستاسیا فلی پوونا سے ملاقات کا ذکر کیا۔'' آخر پرنس نے دبی زبان سے کہا۔

''سچ، آپ کو خبر نہیں کہ آج وہ دونوں اگلایا اور نستاسیا ملنے والی ہیں۔ اسی غرض سے تو نستاسیا کو پیتر سبورگ سے بلوایا گیا ہے رگوژین کی معرفت، وہ اگلایا بی بی کے بلاوے پر اور میری کوششوں سے یہاں آئی ہے اور رگوژین کے ساتھ ٹھہری ہوئی ہے۔ آپ کے گھر سے زیادہ دور نہیں، پہلے والے مکان میں، اسی عورت دار یا الیکسی ونا کے یہاں... جو اس کی خاص سہیلی ہے اور مشتبہ حیثیت رکھتی ہے۔ وہیں، آج اس مشتبہ مکان میں اگلایا بی جائیں گی اس ارادے سے کہ نستاسیا فلی پوونا سے آپس کی بات چیت ہو جائے اور بعض گتھیاں سلجھائی جائیں۔ جمع تفریق کا حساب جمنے والا ہے۔ آپ کو نہیں معلوم؟ سچ؟''

''یقین نہیں آتا اس کا!''

''اچھا، ناقابل یقین ہے، پھر آپ کو پتہ بھی کہاں سے چلتا؟ اگرچہ یہاں مکھی بھی اوپر سے اڑ جائے تو سب کو خبر ہو جاتی ہے۔ ایسی جگہ ہے یہ! مگر میں آپ کو بہر حال خبردار کر چلا۔ میرا احسان مند ہونا چاہیے۔ اچھا، اب خدا حافظ۔ غالباً آخرت میں ملنا ہو۔ ہاں، ٹھہریے، ایک اور بات: چاہے میں نے آپ سے گرا ہوا سلوک کیا کیونکہ... مجھے کیا غرض کہ اپنا نقصان کروں؟ براہ کرم خود سوچیے۔ وہ بھی آپ کے فائدے کی خاطر؟ سنیے میں نے اپنے ''اعتراف نامے'' کا انتساب اگلایا کے نام سے کیا ہے۔ (آپ کو نہیں معلوم تھا یہ؟) اور اس نے کس خوشی سے قبول کر لیا۔ ہی، ہی! مگر اس کے ساتھ تو کوئی برائی نہیں کی، اس کے سامنے تو میری آنکھ نیچی نہیں ہوئی۔ اسی نے مجھے الزام دیا، اسی نے مجھ سے نظر پھیری... اور آپ کے ساتھ بھی میں نے کوئی قصور نہیں کیا اور اگر وہاں جھوٹن چاٹنے والی بات یا ایسا ہی کچھ کہہ دیا تھا تو لیجیے اب میں نے

Scanned with CamScanner

دن، وقت اور پتہ ملاقات کا آپ کے کان میں ڈال دیا۔ یہ سارا کھیل تماشا جمایا ہے تو ظاہر بات ہے کہ دل پر میل آ جانے کے کارن کیا، عالی ظرفی کی بدولت نہیں۔ اچھا، رخصت، میں بہت باتیں بناتا ہوں ہکلے کی یاد قوق کی طرح سے۔ آنکھ کھولیے، جو بندوبست کر سکیں، کر لیجیے اور ذرا تیزی سے، اگر آپ آدمی کہلانے کے قابل خود کو سمجھیں تو۔ وہ ملاقات آج ہونے والی ہے شام کو... یہ پکا ہے۔"

ایپولیت دروازے کی طرف چلا تھا مگر پرنس نے اسے آواز دی تو وہیں دروازے میں اٹک گیا۔

"مطلب یہ کہ آپ کے بقول اگلایا ایوانونا خود نستاسیا فلی پونا سے ملنے آئیں گی؟" پرنس نے دریافت کیا۔ اس کے گالوں پر اور ماتھے پر لال دھبے ابھر آئے تھے۔

"ٹھیک ٹھیک تو نہیں معلوم لیکن غالباً یوں ہی ہے۔" ایپولیت نے ذرا پیچھے کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔ "اس کے برخلاف نہیں ہونے والا۔ نستاسیا ان کے گھر جانے سے رہی۔ گانیا کے ہاں بھی ممکن نہیں، اس کے ہاں قریب قریب لاش ہی رکھی ہے۔ کہیے، جنرل کیسا تھا؟"

"ایک ہی وجہ ایسا نہ ہونے کے لیے کافی ہے۔" پرنس نے بات پکڑی۔ "وہاں کیسے جائیں گی، اگر جانا بھی چاہیں تو؟ آپ کو نہیں معلوم... اس مکان کے اندر کا احوال۔ وہ اکیلی گھر سے نکل کر بھلا نستاسیا کے پاس وہاں کیسے جا سکتی ہیں۔ بالکل بکواس!"

"دیکھا آپ نے، پرنس صاحب، کبھی کوئی کھڑکی سے چھلانگ لگاتا ہے؟ لیکن گھر میں آگ لگی ہو تو پھر دیکھیے، اول درجے کا شریف زادہ، اول درجے کی خاتون کھڑکی میں سے چھلانگ لگا دیں گے۔ مجبوری کو انسان کیا کچھ نہیں کرتا۔ نستاسیا کے پاس یہ صاحبزادی خود جائیں گی۔ کیوں، کیا آپ کی ان صاحبزادیوں کو گھر سے نکل کر کہیں جانے کی ممانعت ہے؟"

"نہیں تو، میں یہ نہیں..."

"یہ نہیں تو، صرف اتنا ہی کرنا ہے کہ سیڑھی سے پاؤں اتارنا اور سیدھے چل دینا، پھر چاہے تو گھر کو واپسی کی بھی ضرورت نہیں۔ ایسے مواقع بھی آتے ہیں کہ انسان اپنے جہاز کو آگ لگا دے اور پھر گھر کا منہ نہ دیکھے۔ زندگی صرف ناشتے، کھانے اور پرنس ش۔ جیسے لوگوں کا سلسلہ تو نہیں ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ آپ اگلایا بی بی کو محض ایک صاحبزادی یا بورڈنگ اسکول کی لڑکی سمجھے بیٹھے ہیں۔ میں نے خود انہی سے اس کا تذکرہ کیا تھا۔ انہوں نے بھی تائید کر دی، انتظار کیجیے سات یا آٹھ بجے کا... آپ کی جگہ میں ہوتا تو وہاں نظر رکھنے کے لیے کسی کو بھیجتا کہ جب وہ سیڑھی سے باہر پاؤں نکالیں تو ٹھیک اسی لمحے وہ شخص موقع پر موجود ہو اور نہیں تو کولیا کو ہی اس کام پر لگا دیجیے۔ وہ بڑی خوشی سے مخبری کا فرض انجام دے گا یعنی یہ کہ آپ کی خاطر۔ مان لیجیے... کیونکہ یہ معاملات سب ایک دوسرے کی نسبت سے ہوتے ہیں... ہا، ہا!"

ایپولیت چلا گیا۔ پرنس میں اگر اس کی اہلیت ہوتی، تب بھی وہ ہرگز مخبری کے لیے آدمی نہیں لگانے والا تھا۔ اب کچھ بات صاف ہوئی کہ اگلایا نے اسے گھر میں جم کر بیٹھنے کو کیوں کہا ہوگا۔ ممکن ہے وہ اسے لینے آ جائے اور ہاں، اس کا بھی امکان ہے کہ وہ اس کا وہاں اتفاق سے آ جانا نہ چاہتی ہو، اس لیے گھر پر ہی روک دیا... یہ بھی ہو سکتا تھا۔ سر گھومنے لگا۔

Scanned with CamScanner

سارا کمرہ گھومتا محسوس ہوا۔ وہ صوفے پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔

پانسہ ادھر پڑتا یا ادھر، بہر حال پانسہ پڑنے اور قطعی فیصلہ ہونے کی صورت بن گئی تھی۔ نہیں، پرنس نے اگلایا کو محض ایک ناز پروردہ صاحبزادی یا بورڈنگ اسکول کی لڑکی شمار نہیں کیا تھا۔ اب جا کر محسوس ہوا کہ ایک زمانے سے یہ اندیشہ اس میں پل رہا تھا، خاص اسی قسم کی کھٹک تھی۔ لیکن آخر وہ اس سے ملنا کیوں چاہتی ہے؟ سارے بدن میں تھرتھری دوڑ گئی۔ پھر سرسامی حالت کا غلبہ ہوا۔

نہیں، وہ اس لڑکی کو بچہ نہیں سمجھتا تھا۔ ادھر کچھ روز سے اس کی نظروں میں کوئی کوئی کیفیت، بعضے الفاظ اسے بدحواس ضرور کر رہے تھے۔ بعض اوقات اسے یوں لگتا کہ وہ ذرا زیادہ ہی احتیاط اور ضبط سے کام لے رہی ہے۔ یاد آیا کہ ایسے موقعوں پر وہ سہم جاتا تھا۔ صحیح ہے کہ ان تمام دنوں میں اس نے اپنی سی کوشش کی کہ اس کے بارے میں سوچے ہی نہیں، لیف وہ خیالات کو دل سے نکال دے، مگر کیا ہے وہ جو اس روح میں پوشیدہ ہے؟ یہ سوال، حالانکہ وہ اس روح پر پورا ایمان رکھتا تھا، بہت دنوں سے اسے کچوکے دے رہا تھا۔ یہ سب کچھ آج ہی فیصلہ ہونے والا ہے، آج ہی سامنے آ جائے گا۔ خیال ہی ہولناک! الو، پھر "وہی عورت" اسے ہمیشہ ہی کیوں کھٹکتا رہا کہ یہ عورت سب سے آخری لمحے میں نمودار ہوگی اور اس کی تقدیر کو گلے سڑے دھاگے کی طرح ایک جھٹکے میں توڑ پھینکے گی؟ ہمیشہ ہمیشہ ایسا ہی محسوس ہوا، وہ قسم کھا کے کہہ سکتا تھا، اگرچہ اس پر نیم غشی کا عالم طاری تھا۔ اگر ادھر کچھ دنوں سے اس کا خیال دل سے نکالنے کی کوشش کی بھی تو صرف اس وجہ سے کہ وہ اس سے ڈرتا تھا۔ کیا بات؟ اس عورت سے اسے محبت تھی یا نفرت تھی، آج اس نے یہ سوال اپنے سامنے رکھا ہی نہیں۔ دل ہر دغدغے سے پاک تھا، اسے معلوم تھا کہ کس سے محبت کرتا ہے... نہ اسے ان دونوں کی ملاقات کی طرف سے ایسا خطرہ تھا، نہ اس کے انہونے پن سے، نہ اس ملاقات کی اصل وجہ سے، جس کی اسے خبر نہ تھی اور انجام اس کا چاہے کچھ بھی ہوتا، اس کی بے کلی بھی نہیں تھی... ڈر تھا خود نستاسیا فلپوونا کی طرف سے۔ بعد میں چند روز گزر جانے پر اسے یاد آیا کہ اس سرسامی حالت کے دوران برابر اسی کی آنکھیں، اسی کی نظریں چشم تصور میں بسی تھیں اور اسی کے الفاظ سنائی دیتے تھے۔ عجب طرح کے الفاظ جو دماغ کی گرمی اترنے اور وہ برا وقت گزر جانے کے بعد بھی تھوڑے بہت اس کی یادداشت میں محفوظ رہ گئے۔ بمشکل یاد آیا کہ ویرا دن کا کھانا لگا کر لائی اور اس نے کھایا بھی، یہ یاد نہ آیا کہ کھانے کے بعد سویا بھی یا نہیں۔ اسے صرف اتنا معلوم تھا کہ اس شام ایک ایک چیز صاف طور سے ذہن میں روشن ہوئی اس منٹ سے جب اگلایا نے اچانک برآمدے میں اندر قدم رکھا اور وہ صوفے سے اچھل کر اسے لینے کمرے کے بیچوں بیچ جا پہنچا۔ شام کے سوا سات بجے ہوں گے۔ اگلایا بالکل تن تنہا آئی تھی، سادہ سے لباس میں، جو گویا رواروی میں اوپر سے ڈال لیا گیا، ہلکی سی برساتی میں تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ جیسے آج صبح۔ اور آنکھیں بے مروت تیزی سے چمک رہی تھیں۔ پہلے کبھی آنکھوں کی یہ کیفیت دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ اس نے نظریں گاڑ کر پرنس کو دیکھا۔

"آپ تو بالکل تیار بیٹھے ہیں۔" اگلایا نے آہستہ سے اور گویا اطمینان سے کہا "کپڑے کسے، ہاتھ میں ہیٹ لیے۔ تو مطلب یہ کہ آپ کو پہلے سے خبردار کر دیا گیا۔ میں سمجھی، کون ہوگا: اپولیت؟"

"جی ہاں، اسی نے بتا دیا تھا..." پرنس نے جو تقریباً نیم مردہ تھا، دبی زبان میں جواب دیا۔

Scanned with CamScanner

"تو چلیے، چلتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ مجھے ساتھ لے کر چلنا ہے آپ کو۔ میں جانو، آپ میں اتنی قوت تو ہوگی کہ باہر نکل سکیں؟"

"قوت تو ضرور ہے مگر... کیا یہ ممکن ہے؟"

آنکھ جھپکنے میں وہ ٹوٹ گیا اور قوت گویائی نے صاف جواب دے دیا۔ اس نے بس یہی ایک کوشش کی اس جوئی کو باز رکھنے کی، پھر خود اس کے پیچھے غلاموں کی طرح چل پڑا۔ خیالات میں کتنا ہی الجھاؤ سہی، پر ایک بات صاف تھی کہ اس لڑکی پر دھن سوار ہے تو وہاں اس کے بغیر ہی چلی جائے گی۔ تو مطلب یہ کہ جو بھی گزرے، چلنا ہی ہے اس کے ساتھ۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ اپنے فیصلے پر اٹل ہے اور اس وحشیانہ خبط کو دماغ سے نکالا نہیں جا سکتا۔ دونوں چپ چاپ چل پڑے۔ راستے بھر کسی نے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ پرنس نے البتہ یہ نوٹ کیا کہ وہ راستے سے خوب آشنا ہے۔ درمیان میں جب اس نے سوچا کہ آگے کی ایک گلی کا چکر کاٹ کر نکل جائیں کیونکہ وہاں کا راستہ سنسان ہے، اور یہ تجویز اگلایا کو جچی ہے... تو اس نے یوں سنی، گویا بہت غور سے سن رہی ہو، پھر اکھڑ کر بولی "کیا فرق پڑتا ہے!" اور جب وہ داریا کے مکان کے بالکل قریب پہنچ گئے (بڑا سا، پرانی وضع کا چوبی مکان تھا) تو زینے سے ایک چمکتی دمکتی خاتون برآمد ہوئی۔ کسی نوعمر لڑکی کو ساتھ لیے۔ دونوں اس شاندار گھوڑا گاڑی میں سوار ہو گئیں جو زینے کے پاس لگی ہوئی تھی، زور زور سے ہنستی اور باتیں کرتی ہوئی نکل گئیں۔ ایک نظر بھی پاس والوں پر نہیں ڈالی، گویا ان کا نوٹس ہی نہیں لیا۔ اس گاڑی کے سرکنے کی دیر تھی کہ دروازہ دوبارہ کھلا، وہیں منتظر گوژین نے دونوں کو اندر لے کر دروازے کے پٹ بھیڑ دیے۔

"پورے مکان میں فی الحال ہم چار کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔" اس نے بآواز کہا اور عجب طرح پرنس پر نظر ڈالی۔

اندر پہلے ہی کمرے میں نستاسیا انتظار میں تھی۔ وہ بھی سادہ سے لباس میں اور اوپر سے نیچے تک سیاہ کپڑوں میں تھی۔ ملنے کے لیے اٹھی لیکن مسکرائی نہیں، پرنس کی طرف ہاتھ تک نہیں بڑھائے۔

نستاسیا برابر ٹکٹکی باندھے اور بے قرار نظر سے اگلایا کو تکے جا رہی تھی۔ دونوں ایک دوسری سے فاصلہ رکھ کر بیٹھ گئیں۔ اگلایا اس کمرے کے ایک کونے میں پڑے ہوئے صوفے پر۔ اور نستاسیا کھڑکی کے پاس۔ پرنس اور رگوژین نہیں بیٹھے، نہ ان سے بیٹھنے کو کہا گیا۔ پرنس نے الجھن کے مارے اور کچھ تکلیف کے ساتھ پھر ایک نگاہ رگوژین پر ڈالی، مگر وہ اپنی پہلے کی مسکراہٹ ہی لیے ہوئے تھا۔ کئی سیکنڈ تک مکمل خاموشی برقرار رہی۔

آخر نستاسیا کے چہرے پر کوئی زہریلی سی لہر دوڑ گئی۔ اس کی سخت، کرخت اور نفرت آمیز نظر اپنی مہمان کی صورت پر سے منٹ بھر کو نہیں ہٹی۔ اگلایا کو اس کی چوٹ تو ضرور لگ رہی تھی لیکن وہ ذرا بھی دبی نہیں۔ اندر قدم رکھتے وقت اس نے بمشکل اپنی حریف کو نظر بھر کے دیکھا ہوگا۔ تب سے مسلسل آنکھیں جھکائے ایسے بیٹھی تھی گویا کسی فکر میں ڈوبی ہے۔ دو ایک بار گویا اتفاقاً اس نے نظریں گھما کر کمرے کا جائزہ لیا، چہرے پر گھن کی سی کیفیت ابھری جیسے یہاں میل کچیل لگنے سے ڈری ہوئی ہے۔ مشینی انداز سے کپڑے درست کیے، ایک مرتبہ بے چینی میں پہلو بدل کر نشست تبدیل کر لی... اور صوفے کے ایک سرے پر ہو رہی۔ شاید ہی وہ اپنی حرکات و سکنات سے باخبر ہو لیکن اس بے خبری نے اور بھی ٹھیس لگائی۔

Scanned with CamScanner

آخر اس نے نشانہ باندھ کر نستاسیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور دم کے دم میں وہ سب پڑھ لیا جو اس کی حریف کی زہریلی آنکھوں میں چمک رہا تھا۔ عورت نے عورت کو پہچان لیا۔ اگلایا کو جھرجھری آ گئی۔

''آپ یقیناً جانتی ہیں کہ میں نے کس غرض سے آپ کو بلایا ہے۔'' آخر اس نے گفتگو چھیڑی لیکن بہت دھیمی آواز میں بلکہ اس چھوٹے سے جملے کو ادا کرنے میں دو بار ٹھہری بھی۔

''جی نہیں، مجھے کچھ نہیں معلوم۔'' نستاسیا فلی پودنا نے سوکھے منہ ترک کر جواب دیا۔

اگلایا کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی۔ ممکن ہے اسے ایکا ایکی یہ بات بری طرح کھل گئی ہو، ناقابل یقین لگی ہو کہ وہ اس عورت کے ساتھ ''اس عورت'' کے گلے سے جو پہلی ہی آواز گونجی وہ سردی کی لہر بن کر اگلایا نے بدن میں اترتی چلی گئی۔ یہ بات، ظاہر ہے کہ ''اس عورت'' نے بھی خوب بھانپ لی۔

''آپ سب کچھ سمجھتی ہیں مگر ایسی بن رہی ہیں جیسے کچھ نہیں معلوم۔'' اگلایا نے تقریباً زیر لب کہا اور اس کی افسردہ نظر زمین پر گڑی ہوئی تھی۔

''مجھے کیا ضرورت پڑی ہے اس کی؟'' یہ کہتے وقت نستاسیا کے لبوں پر خفیف سی طنزیہ مسکراہٹ آ گئی۔

''آپ میری اس پوزیشن کا فائدہ اٹھا رہی ہیں کہ... یہاں آپ کے مکان پر موجود ہوں۔'' اگلایا بے ڈھب اور مضحکہ خیز انداز میں بولتی گئی۔

''یہ پوزیشن قصور ہے تو آپ کا ہے میرا نہیں۔'' نستاسیا فوراً بپھر گئی۔ ''آپ میری بلائی ہوئی نہیں ہیں، میں آپ کی بلائی ہوئی آئی ہوں اور معلوم نہیں کس لیے۔''

اگلایا نے نخوت سے سر اٹھایا۔

''زبان سنبھالیے۔ میں آپ کے اس ہتھیار سے مقابلہ کرنے نہیں آئی یہاں...''

''اوہو، تو مطلب یہ کہ مقابلے کی ٹھان کر آئی ہیں؟ ذرا سوچیے تو، میں سمجھی تھی کہ آپ... کچھ اور دانا ہوں گی...''

دونوں ایک دوسری کو گھور رہی تھیں، کینے کا پردہ بھی نہیں رکھا تھا۔ ان میں سے ایک وہ تھی جو ابھی کچھ عرصے پہلے دوسری کو اس قسم کے خط لکھ چکی تھی۔ لیکن سب کچھ پہلی ہی ملاقات میں، اولین لفظوں کے ساتھ ہی بہہ گیا تو کیا؟ اس منٹ یوں لگتا تھا کہ ان چاروں میں سے، جو اس کمرے میں فی الوقت موجود ہیں، کسی ایک کو بھی یہ صورتحال عجیب نظر نہیں آتی۔ پرنس، جو ابھی کل تک اس بات کو خواب و خیال میں بھی نہ مانتا، اب کھڑا دیکھ رہا تھا، سن رہا تھا اور وہ بھی ایسے گویا ایک زمانہ پہلے اس گھڑی کا نقشہ نظر آ چکا تھا۔ بہت دور کا خواب تھا جو یکبارگی نہایت واضح، صاف اور کھری حقیقت میں ڈھل گیا۔ ان دونوں میں سے ایک عورت اس لمحے دوسری کے لیے ایسی نفرت و حقارت رکھتی تھی اور اسے ظاہر کرنے کے لیے اس قدر بے کل تھی (اور جیسا کہ دوسرے دن رگوژین نے کہا کہ خاص اسی غرض سے آئی بھی ہوگی) کہ یہ دوسری چاہے اپنے پراگندہ ذہن اور بیمار آتما کے ساتھ کتنی ہی اونچی اڑتی، پہلے سے قائم کیا ہوا کوئی بھی خیال ہرگز اس کی حریف کی زہریلی خالص نسوانی نفرت و حقارت کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ پرنس کو یقین تھا کہ نستاسیا اپنی زبان پر خطوں کا ذکر خود سے نہیں لائے گی۔ اس کی چمکتی آنکھوں سے اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ فی الحال ان خطوں کی اس کے نزدیک کیا قدر و قیمت ہے مگر

Scanned with CamScanner

دو آدمی عمر بھر ڈالتا اس خاطر کہ اگلایا کے منہ پر بھی خطوں کا ذکر نہ آنے پائے۔

لیکن اگلایا نے اتنے میں خود کو سنبھال لیا اور خود پر قابو پا کر بولی:

"آپ نے میری بات نہیں سمجھی، میں آپ سے... جھگڑنے نہیں آئی اگرچہ آپ سے مجھے پیار بھی نہیں۔ میں آپ کے پاس... بھلے مانس کی طرح بات کرنے آئی تھی۔ جب آپ کو بلوایا، تبھی طے کر لیا تھا کہ کیا بات کرنی ہے۔ میں اپنے فیصلے سے نہیں ہٹوں گی۔ آپ نے میری بات نہیں سمجھی، نہ سہی۔ اس میں آپ کا ہی نقصان ہے، میرا نہیں۔ میں آپ کو اس سوال کا جواب دینا چاہتی تھی جو آپ نے خطوں میں لکھا تھا اور منہ در منہ، کیونکہ میرے خیال میں اسی سے زیادہ سہولت رہتی۔ اب آپ اپنے سارے خطوں کا جواب پورا سن لیا۔ مجھے پرنس لیونکولائی وچ میشکن پر پہلی بار اسی روز ترس آ گیا تھا جب ان سے تعارف ہوا اور بعد میں آپ کے یہاں شام کی محفل کا سارا ماجرا سننے میں آیا۔ مجھے ان کے حال پر ترس اس لیے آیا تھا کہ وہ بڑے بھولے آدمی ہیں اور محض اپنی سادگی میں یہ یقین کر بیٹھے کہ زندگی کی راحت نصیب ہو جائے گی... اس طبیعت کی... عورت کے ساتھ۔ جس بات کا ڈر تھا، وہی سامنے آ گئی۔ آپ ان سے محبت نہ کر سکیں، انہیں تنگ کر ڈالا اور چھوڑ کر چل دیں۔ آپ جو انہیں محبت نہ دے سکیں تو وجہ یہ کہ آپ کو غرور بہت ہے... نہیں، نہیں، غرور نہیں، غلط کہا، وجہ یہ کہ نام و نمود کا بڑا خیال ہے... یہ بھی غلط بلکہ وجہ یہ کہ خود پسندی ہے... جنون کی حد تک اور اس کا ثبوت ہیں آپ کے وہ خط جو میرے نام لکھے۔ آپ ان سے، ایسے سیدھے سادے آدمی سے پیار نہیں کر سکتی تھیں بلکہ عجب نہیں جو نظر سے گرا چکی ہوں، ان کا مذاق اڑاتی ہوں۔ آپ کو صرف اپنی رسوائی اور بدنامی سے پیار تھا اور اس مستقل خیال سے پیار تھا کہ دنیا نے آپ کو بدنام کیا ہے، ذلت و رسوائی دی ہے۔ اگر رسوائی کم ہوئی ہوتی یا قطعی نہیں ہوئی ہوتی تو آپ زیادہ دکھی محسوس کرتیں..." (یہ ضرورت سے زیادہ کھنکھناتے الفاظ اگلای بڑی شان سے ادا کر رہی تھی، جو پہلے کبھی ترتیب دے کر، سوچ کر رکھے ہوں گے، سوچے بھی تب ہوں گے جب خواب و خیال تک نہ تھا کہ یہ آج والی ملاقات پیش آ سکتی ہے۔ وہ کینہ پرور نظروں سے نستاسیا کے بے قراری کے مارے اینٹھے ہوئے چہرے پر ان الفاظ کا اثر تلاش کر رہی تھی۔) "آپ کو یاد ہوگا، تب انہوں نے مجھے ایک خط لکھا تھا؟ ان کا بیان ہے کہ وہ خط آپ کے علم میں ہے، آپ نے وہ پڑھا بھی تھا۔ اس خط سے میں سب کچھ سمجھ گئی اور ٹھیک ہی سمجھی۔ بہت دن نہیں گزرے کہ ان کی زبان سے میرے اندازے کی تصدیق بھی ہو گئی یعنی وہ سب، جو میں اب آپ کو بتاتی ہوں لفظ بلفظ۔ خط ملنے کے بعد مجھے انتظار رہنے لگا۔ قیاس تھا کہ آپ ضرور یہاں پہنچیں گی، کیونکہ آپ پیتر سبورگ کے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔ چھوٹے سے صوبائی مقام میں آپ جیسی نوجوان اور خوش شکل کی سمائی مشکل تھی... بتاتی چلوں کہ یہ میرے الفاظ نہیں ہیں۔" اگلایا نے ان الفاظ کا اضافہ کیا تو چہرے پر بلا کی سرخی چھا گئی اور اس منٹ کے بعد سے کے آخر تک اتری نہیں... "ہاں تو جب پرنس کو پھر دیکھا تو میرا دل بہت دکھا، بڑا افسوس ہوا۔ آپ ہنسے نہیں، اگر آپ ہنسیں گی تو میری بات سمجھنے کے قابل نہیں..."

"دیکھ تو رہی ہیں کہ میں نہیں ہنسی۔" نستاسیا نے دکھے ہوئے دل سے اور کڑک کر جواب دیا۔

"خیر، میرا کیا جاتا ہے۔ شوق سے ہنسیے۔ جب میں نے انہیں کریدا تو وہ کہنے لگے کہ ایک زمانہ ہوا، آپ سے محبت نہیں رہی بلکہ یاد بھی آ جائے تو اذیت ہوتی ہے مگر ہاں، آپ کے حال پر ترس ضرور آتا ہے اور جب کبھی آپ کے

بارے میں سوچنے لگتے ہیں تو دل میں ہمیشہ کے لیے زخم پڑ جاتے ہیں۔ ہاں ایک بات اور کہہ دوں آپ سے کہ میں نے زندگی میں ایک بھی شخص، شریفانہ بھولپن میں اور بے پناہ خوش خیالی میں ان جیسا نہیں پایا۔ ان کے بیان کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی کہ کوئی بھی ہو، جس کا جی چاہے انہیں جھانسہ دے جائے اور چاہے کوئی فریب دے، وہ بعد میں اس سے درگزر کرنے کو تیار نہیں۔ یہی خوبی تھی جس کے سبب مجھے ان سے محبت ہو گئی..."

اگلایا کی زبان یکلخت رک گئی جیسے سکتے میں رہ گئی ہو، جیسے اسے اپنے پر یقین نہیں آ رہا کہ ایسا لفظ اس کی زبان سے نکل سکتا ہے لیکن عین اسی وقت بے پناہ نخوت اس کی نظر میں جھلک اٹھی۔ دیکھنے سے یوں لگا کہ اب اگلایا کے لیے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر "یہ عورت" بھی اس کے بلا ارادہ زبان سے نکلے ہوئے اقرار الفت پر ہنستی ہے تو ہنسا کرے۔

"میں آپ سے سب کچھ کہہ چکی اور آپ یقیناً سمجھ گئی ہوں گی کہ کاہے کی امید رکھتی ہوں۔"

"شاید سمجھ ہی گئی ہوں، لیکن آپ اپنی زبان سے کہیے۔" نستاسیا فلپوونا نے آہستہ سے جواب دیا۔

اگلایا کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔

"میں آپ کی زبان سے سننا چاہتی تھی کہ انہیں جو مجھ سے لگاؤ ہے، اس میں دخل دینے کا آپ کو کیا حق پہنچتا ہے؟" اگلایا نے زور دے کر، دھمک کر کہنا شروع کیا۔ "آپ کو کیا حق تھا کہ مجھے خط لکھنے کی جرأت کی؟ آپ کو کیا پہنچتا ہے کہ ان کے اور میرے سامنے بار بار یہ جتانے کا کہ آپ ان سے محبت کرتی ہیں؟ وہ بھی تب کہ خود انہیں چھوڑ کر، ایسی بے دردی کے ساتھ... ایسے شرمناک طریقے سے چھوڑ کر بھاگ گئیں؟"

"نہ میں نے آپ کو جتایا، نہ انہیں کہ ان سے محبت کرتی ہوں۔" طبیعت پر زور دے کر نستاسیا کی زبان سے نکلا "اور آپ... آپ سچ کہتی ہیں کہ میں انہیں چھوڑ کر بھاگی تھی..." یہ جملہ یوں ادا ہوا کہ بمشکل سنائی دیا۔

"یہ کیسے، آپ نے نہ انہیں، نہ مجھے، جتایا کیسے نہیں۔" اگلایا نے ڈپٹ کر کہا "اور آپ کے وہ خط؟ آپ سے کس نے کہا تھا رشتہ ناطہ کرنے کو؟ کس نے کہا تھا مجھے ان سے شادی کرنے پر آمادہ کرنے کے لیے؟ کیا وہ کھلا اظہار نہیں ہے؟ آپ خواہ مخواہ ہمارے بیچ میں ٹانگ کیوں اڑا رہی ہیں؟ شروع میں تو مجھے خیال ہوا کہ آپ کی نیت، اس کے برخلاف، یہ ہوگی کہ مجھ میں، اسی باعث ان کی طرف سے بیزاری بھر جائے کہ آپ درمیان میں دخیل ہیں اور میں تنگ آ کر ان سے منہ پھیر لوں، پھر بعد میں کہیں حقیقت کھلی کہ یوں نہیں، بات کچھ اور ہے۔ آپ کے دماغ میں یہ سما گیا ہے کہ کوئی بڑا کارنامہ انجام دے رہی ہیں اپنی ان الٹی سیدھی ترکیبوں سے... آپ ان سے کیا خاک محبت کریں گی۔ اگر خود پسندی سے اتنا پیار ہے تو؟ آپ مجھے یہ مذاق اڑانے کے قابل خط لکھنے کے بجائے خود یہاں سے دفع کیوں نہیں ہو گئیں؟ اب آپ شادی کیوں نہیں کر لیتی ہیں اس شریف آدمی سے جو آپ کو اس قدر چاہتا ہے اور جس نے یہ عزت بخشی کہ رشتے کا ہاتھ آپ کی طرف بڑھا دیا؟ وجہ بالکل صاف ہے: رگوژین سے شادی کر لیں تو پھر دنیا سے شکایت کس بات کی رہ جائے گی؟ بلکہ کچھ زیادہ ہی عزت آبرو ملے گی۔ آپ کے بارے میں ایوگینی پاولووچ کہہ رہے تھے کہ آپ بہت زیادہ شعر شاعری پڑھ چکی ہیں اور بہت تعلیم یافتہ ہیں، آپ کی جیسی... پوزیشن کی عورت کو دیکھتے ہوئے، آپ کتابوں کی کیڑا ہیں، ہاتھ میلے ہوتے نہیں۔ اس پر طرہ ہے کہ آپ کی اکڑ... بس، پھر ساری وجہ صاف..."

Scanned with CamScanner

"آپ کے ہاتھ میلے ہوتے ہیں؟"

سارا معاملہ اتنی برق رفتاری سے، اتنا بے نقاب ہو کر اس حد کو پہنچ گیا جس کا سان گمان نہ تھا۔ گمان یوں نہیں تھا کہ نستاسیا فلی پوونا نے پاولوفسک کا رخ کیا تو کچھ اور ہی تصورات دماغ پر حاوی تھے، اگرچہ یہ صحیح ہے کہ بھلے کے بہ بت برے کا زیادہ اندیشہ تھا۔ اگلایا قطعی بھڑک اٹھی اور منٹ بھر میں اندر کا طوفان اسے بہالے گیا، جیسے پہاڑی ڈھلان سے لڑھک گئی ہو اور انتقام کی ہولناک لذت میں خود کو سنبھال نہ سکی۔ نستاسیا تو بالکل حیرت میں رہ گئی اگلایا کی یہ ہیئت دیکھ کر۔ وہ اسے دیکھا کی اور اپنے اوپر اعتبار نہ آیا۔ پہلے لمحے تو اس کے اوسان خطا ہو گئے۔ چاہے وہ ایسی عورت تھی جس نے بت شعر شاعری پی رکھی تھی بقول ایوگینی پاولووچ کے یا صرف ایک دیوانی تھی، جیسے کہ پرنس نے اس کے متعلق مان رکھا تھا، عورت میں یہ عورت، جو بعض اوقات سنکی پن میں بے تحاشا کچھ کا کچھ کر بیٹھتی تھی، یہ عورت اس سے کہیں زیادہ حیادار، یادہ نرم، زیادہ سیدھے سبھاؤ کی نکلی جتنا اس کے متعلق تصور کیا جا سکتا تھا۔ درست ہے کہ اس کے اندر بہت ساری باتیں تخیل، خواب و خیال والی دنیا کی بھری ہوئی تھیں اور وہ ہوائی قلعے بنایا کرتی لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی کہ جاندار اور گہری بصیرت پائی تھی... پرنس یہ سمجھتا تھا۔ اس کے چہرے پر ذہنی تکلیف کے آثار ابھرے۔ اگلایا نے بھی یہ نوٹ کیا اور نفرت سے قہرانے لگی۔

"آپ کو مجھ سے اس طرح بات کرنے کی ہمت کیسے ہوئی؟" ناقابل بیان نخوت سے اس نے نستاسیا کی چٹکی کا جواب دیا۔

"آپ نے ٹھیک سے سنا نہیں ہوگا کہ میں نے کس طرح بات کی؟" نستاسیا نے تعجب سے کہا۔

"اگر آپ ایک شریف ایماندار عورت ہونا چاہتی تھیں تو تبھی اپنے چاہنے والے تو تسکی کو... ناٹک کا تماشا وغیرہ کیے بغیر چھوڑ کیوں نہ دیا؟" اگلایا نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، تڑ سے کہہ دیا۔

"آپ کو میری صورتحال کی کیا خبر، جو یوں فتویٰ دینے چلی ہیں؟" نستاسیا لرز گئی اور چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

"یہ خبر تو ہے کہ آپ محنت کے کام پر نہیں لگیں، مالدار گوڑین کے ساتھ چل دیں تاکہ خود کو گنجا فرشتہ بنا لیں۔ مجھے ذرا تعجب نہیں جو تو تسکی اس گنجے فرشتے کی وجہ سے خود کو گولی مارنے چلا تھا۔"

"بس، بس کیجیے!" نستاسیا کو غصہ آ گیا اور درد بھرے دل سے اس نے اگلایا کو روکا "آپ نے مجھے ایسے ہی سمجھا جیسے... گھر والی داریا کی نوکرانی نے، جو اپنے ہونے والے دولہا کو عدالت میں گھسیٹ لے گئی۔ وہ بھی آپ سے ذرا زیادہ ہی سمجھدار تھی..."

"یوں ہی ہوگا، ایماندار لڑکی اپنی محنت کے بل پر جیتی ہے۔ کوئی اور ہوتا تو خیر، مگر آپ کیوں اس نوکرانی کو حقارت سے دیکھیں؟"

"میں محنت کو حقارت سے نہیں دیکھتی، آپ کو دیکھتی ہوں جب آپ کی زبان سے محنت کا نام سنوں تو۔"

"ایمانداری کی زندگی پسند تھی تو کہیں کپڑے دھونے کا کام لیا ہوتا۔"

دونوں اٹھ کھڑی ہوئیں، رنگ اڑے ہوئے تھے اور ایک دوسری کو دیکھ رہی تھیں۔

Scanned with CamScanner

''اگلایا، بس کیجیے! یہ زیادتی ہے۔'' پرنس نے چیخ کر کہا، اس کی عقل گم تھی۔ رگوژین نے مسکرانا بند کر دیا تھا لیکن دونوں کی گفتگو، لب سیے، ہاتھ باندھے سن رہا تھا۔

''ذرا دیکھنا انہیں۔'' نستاسیا نے طیش میں تھرتھراتے ہوئے کہا ''ان شریف زادی کو اور میں انہیں ننھا فرشتہ سمجھے بیٹھی تھی۔ آپ، اگلایا صاحبہ، اپنی آیا کو ساتھ لیے بغیر یہاں تشریف لائی ہیں؟ چاہتی ہیں... چاہتی ہیں تو ابھی آپ کے منہ پر بتا دوں، آنا کانی کیے بغیر کہ آپ میرے پاس تشریف کیوں لائیں؟ دل میں ڈر بیٹھا تھا، اسی لیے آئی ہیں۔''

''آپ کا ڈر؟'' اگلایا نادانی اور ناگہانی کے مارے آپے سے باہر ہو گئی کہ یہ عورت مجھ سے یوں کہنے کی جرأت کرے!

''بالکل مجھی سے! مجھ سے ڈرتی ہیں تبھی تو میرے پاس آنے کی ٹھانی۔ جس سے ڈرتے ہیں اسے گری ہوئی نظر سے نہیں دیکھتے۔ ذرا سوچیے تو آپ ہیں جس کی میرے دل میں عزت تھی اس لمحے تک! اور آپ کو خبر ہے، کیوں ڈرتی ہیں مجھ اور آپ کی اصل غرض کیا ہے اب؟ آپ خود ٹھونک بجا کے دیکھنا چاہتی تھیں: پرنس آپ کے مقابلے میں مجھ سے زیادہ محبت کرتے ہیں یا نہیں، وجہ یہ کہ آپ میں رقابت کی آگ زبردست ہے...''

''وہ مجھے پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ انہیں آپ سے نفرت ہو گئی ہے۔'' لفظ اگلایا کی زبان سے اٹک کر نکلے۔

''ممکن ہے، بالکل ممکن ہے۔ میں ان کے قابل بھی نہیں۔ صرف... صرف اتنا ہے کہ آپ جھوٹ بول گئیں میرے خیال میں۔ وہ اور مجھ سے نفرت، یہ ہو نہیں سکتا۔ نہ وہ ایسا کہہ سکتے ہیں۔ خیر چلیے، معاف کیے دیتی ہوں آپ کو... موجودہ پوزیشن آپ کی دیکھتے ہوئے... بس یہ ہے کہ میں نے آپ کو اس سے بہتر تصور کیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ آپ زیادہ عقل مند ہوں گی بلکہ یہ بھی کہ آپ صورت شکل میں اس سے بہتر ہوں گی... خدا گواہ!... اچھا تو سنبھالیے اپنا خزانہ... یہ رہا، آپ کی صورت بھی تکے جا رہا ہے، مدہوش ہے۔ آپ ہی لے جائیے ساتھ مگر یاد رہے، ایک شرط ہے: ابھی، فوراً یہاں سے نکل جائیے، ایک دم، اسی منٹ!...''

وہ آرام کرسی میں دھم سے گری اور آنسو کی جھڑی لگ گئی مگر اتنے میں ایکا ایکی اس کی آنکھوں میں کوئی نئی چمک آئی۔ اگلایا کو گھور کر نظر جما کر دیکھتی رہی اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

''چاہتی ہو، میں ابھی... ابھی حکم دوں تو، سنا تم نے؟ صرف میرے حکم کی دیر ہے اور ابھی ابھی وہ تمہیں چھوڑ چھاڑ، یہاں میرے پاس، ہمیشہ کے لیے میرے پاس رہ جائیں گے، مجھ سے شادی کر لیں گے اور تم کو اکیلے گھر سے بھاگنا پڑے گا؟ کیوں؟ چاہتی ہو؟ بولو!'' وہ ایسے چیخی جیسے مت ماری گئی۔ شاید اسے خود بھی یقین نہ تھا کہ اس قسم کے لفظ منہ پر آ جائیں گے۔

اگلایا سہم کر دروازے کی طرف جھپٹی لیکن وہیں ڈیوڑھی میں اٹک کر رہ گئی جیسے کسی نے پاؤں جکڑ دیے ہوں اور وہیں کھڑی سنتی رہی۔

''چاہتی ہو، میں ابھی رگوژین کو باہر کر دوں؟ تم نے سوچا ہو گا کہ میں نے رگوژین سے بیاہ رچا لیا تمہاری خوشنودی کی خاطر؟ ابھی تمہارے ہوتے پکارتی ہوں، رگوژین، نکل جاؤ! اور پرنس سے کہوں گی، یاد ہے تمہیں اپنا وعدہ؟

Scanned with CamScanner

اُف، خدایا، میں نے ان کی نظر میں خود کو اتنا کیوں گرالیا؟ تمہی تو تھے پرنس، جس نے زور دے کر مجھے بتایا تھا کہ چاہے مجھ پر کچھ بھی گزر جائے، کچھ بھی ہو، ہمیشہ میرا ساتھ دو گے، کبھی نہیں چھوڑو گے۔ تمہی تو تھے اپنی محبت کا یقین دلانے والے اور یہ کہ سب کچھ دل سے معاف کیا اور میری عزّ... میری عزّ... تمہی نے تو کہا تھا! اور میں، تمہیں بندھن سے آزاد رکھنے کی خاطر بھاگ گئی تھی... اور اب نہیں چاہتی! یہ لڑکی مجھ سے ایسے کیوں پیش آئی جیسے کسی بیسوا سے؟ میں کوئی بیسوا ہوں کیا؟ رگوژین سے پوچھو، وہ تمہیں بتائے گا! اب جو اس نے تمہاری آنکھوں کے آگے میری اتنی ذلت کی، تم منہ پھیر کر چل دو گے، اس کا ہاتھ بغل میں لے کر چلے جاؤ گے؟ میری بددعا لگے تمہیں اس کے بعد کہ تنہا تم تھے جس پر میں نے ایمان رکھا۔ نکل جاؤ رگوژین، تمہاری نہیں ضرورت نہیں!" وہ یوں ڈانٹ کر بولی جیسے اپنا ہوش نہ ہو۔ لفظ بمشکل گلے سے نکلے، چہرہ بگڑ گیا، ہونٹوں پر پپڑی آ گئی۔ دکھائی دے رہا تھا کہ اپنے رچے ہوئے سوانگ کا اسے بوند برابر اعتبار نہیں لیکن ساتھ ہی وہ اس لمحے کو طول دینے کی آرزومند تھی، چاہے ایک آدھ سیکنڈ کے لیے سہی مگر یہ لمحہ بڑھا کر خود کو فریب دینا چاہتی تھی۔ وہ اس زور سے پھٹ پڑی تھی کہ پرنس کو لگا، ممکن ہے ابھی جان سے ہاتھ دھو لے۔ "یہ لو، ہیں موجود، دیکھو!" پرنس کی طرف ہاتھ کا اشارہ کیا اور اگلایا سے پکار کر بولی "اگر ابھی، اسی وقت وہ میرے پاس نہیں آتے، مجھے نہیں اپناتے، تمہیں نہیں چھوڑتے تو انہیں لے جاؤ اپنے ساتھ، میں نے دعویٰ چھوڑا، مجھے ان کی ضرورت نہیں!..."

وہ اور اگلایا، دونوں گویا انتظار میں رہ گئیں کہ دیکھیے، اب کیا ہوتا ہے اور دونوں بدحواس ہو کر پرنس کو تک رہی تھیں مگر وہ شاید اس چیلنج کی پوری قوت کا اندازہ ہی نہ کر سکا بلکہ یہی بات زیادہ قرین قیاس تھی۔ وہ اپنے سامنے صرف ایک ستم زدہ، دیوانہ شکل دیکھ رہا تھا جس کے بارے میں ایک بار اگلایا سے کہہ چکا تھا کہ "دل میں ہمیشہ کے لیے زخم" لگا دیتی ہے۔ اب اسے سہار نہیں تھی۔ اس نے اگلایا کو التجا اور ملامت کے ساتھ مخاطب اور نستاسیا کی طرف اشارہ کیا:

"بھلا یہ ممکن ہے! ذرا سوچو... وہ کتنی دکھی ہے!"

ابھی یہ لفظ منہ سے نکلے ہی ہوں گے کہ اگلایا کی ہیبت ناک نگاہ نے اس کی زبان بند کر دی۔ اس نگاہ میں کتنا غم جھلک رہا تھا اور اسی کے ساتھ بے پناہ نفرت بھی کہ پرنس دونوں ہاتھ اٹھا کر، پکار کر اس کی طرف جھپٹا مگر اب وقت نکل چکا تھا۔ وہ اس کے تذبذب کو ایک لمحہ بھی برداشت نہ کر سکی، ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا، چیخ ماری "اُفوہ، خدایا!" اور کمرے سے جھپک کر باہر نکل گئی۔ پیچھے پیچھے رگوژین گیا تاکہ باہر کے دروازے کا تالا کھول دے۔

پرنس بھی لپکا تھا لیکن چوکھٹ پر ہی اسے ہاتھوں نے پکڑ لیا۔ نستاسیا کا چوٹ کھایا ہوا، اینٹھا ہوا چہرہ اسے گھور رہا تھا اور نیلے پڑے ہوئے ہونٹ پوچھ رہے تھے:

"اس کے پیچھے چلے، اس کے پیچھے؟"

وہ بے ہوش کر اس کے بازوؤں میں گری۔ پرنس نے اسے اٹھایا، کمرے میں لایا، آرام کرسی میں لٹا دیا اور بے آس، بے بس اسے دیکھنے لگا۔ تپائی پر پانی بھرا گلاس رکھا تھا۔ رگوژین نے واپس آتے ہی گلاس اٹھایا اور اس کے چہرے پر پانی چھڑکا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں اور منٹ بھر کو گم سم رہی لیکن دم بھر میں نظریں گھمائیں، چونکی، چیخ ماری اور پرنس پر جھپٹی۔

Scanned with CamScanner

''میرے ہیں، یہ میرے ہیں!'' وہ پکار رہی تھی۔ ''مغرور صاحبزادی گئی؟ ہا، ہا، ہا!'' اسے دیوانی ہنسی کا دورہ پڑا۔ ''ہا، ہا، ہا! لو، میں انہیں ان صاحبزادی کے حوالے کرنے چلی تھی! بھلا کیوں؟ کس لیے؟ پاگل ہوں میں! پاگل ہوں! ... جاؤ بھاگو رگوژین، ہا، ہا، ہا!''

رگوژین ٹکٹکی باندھے ان دونوں کو دیکھتا رہا، ایک لفظ منہ سے نہ نکالا، ہیٹ اٹھایا اور چل دیا۔ دس منٹ بعد پرنس نستاسیا فلی پودنا کے پہلو میں بیٹھا مسلسل اسے دیکھے جا رہا تھا۔ اس کے سر اور چہرے کو دونوں ہاتھوں سے یوں سہلا رہا تھا جیسے چھوٹے سے بچے کو۔ وہ اس کے قہقہے پر قہقہہ مارتا اور اس کے آنسوؤں کے ساتھ آنسو گراتا۔ خود وہ کچھ نہیں بولا لیکن نستاسیا جو بھی بھڑک کر، مزے میں آ کر، بے ربطی سے توڑ توڑ کر کہتی وہ اسے سنے جاتا، شاید ہی کچھ اس کی سمجھ میں آتا ہو لیکن آہستہ سے مسکرا دیتا اور جیسے ہی اسے یوں لگتا کہ وہ پھر ہائے وائے کرنے والی ہے یا اب رو دے گی، لعنت ملامت یا شکوہ شکایت کرے گی، وہ فوراً اس کا سر تھپکنے سہلانے لگتا، دھیرے سے اس کے گالوں پر ہاتھ پھیرنے لگتا، اسے دلاسہ دیتا، بہلاتا، جیسے بچے کو تھپکتے بہلاتے ہیں۔

(9)

پچھلے باب میں جو واقعہ بیان ہوا، اس کو دو ہفتے گزر گئے اور ہماری کہانی کے کرداروں کی صورتحال اس قدر بدل گئی کہ اب ہمیں سخت مشکل درپیش ہے کہ بعض وضاحتیں دیئے بغیر یہ کہانی آگے کیسے بڑھائیں۔ تاہم یہ سوچتے ہیں کہ جو جو پیش آیا اسے حتی الامکان، بغیر کسی خاص وضاحت کے سادہ طور پر چن دینے تک خود کو محدود رکھیں۔ وجہ بھی اس کی بالکل سادہ ہے: اکثر صورتوں میں ہم خود الجھ جاتے ہیں کہ واقعے کی توجیہہ یا توضیح نہیں سوجھتی۔ پہلے سے ہمارا یہ جتانا پڑھنے والوں کو خاصا انوکھا، بے محل اور مبہم نظر آئے گا۔ بھلا ایسے بھی کیا قصہ سنانا، جس کا کوئی واضح تصور نہ ہو، جس پر کوئی ذاتی رائے نہ ہو۔ پس خود کو اور زیادہ کھوٹ میں ڈالنے سے یہ بہتر ہوگا کہ ایک مثال کے ذریعے بات صاف کرنے کی کوشش کریں۔ ممکن ہے اچھے دل کا پڑھنے والا سمجھ لے کہ ہمیں دراصل کیا دشواری درپیش ہے، یہ اور بھی اچھا رہے گا کیونکہ جو مثال ہم دینے والے ہیں، وہ قصے سے دور نہیں لے جاتی، بلکہ براہ راست اسی سلسلے کی کڑی ہے۔

دو ہفتے ہوئے تھے، یعنی جولائی کے شروع میں اور انہی دو ہفتوں کے اثناء میں ہمارے ہیرو کا قصہ اور خاص کر اس قصے کا آخری حادثہ ہوتے ہوتے عجیب و غریب، کافی مزیدار اور تقریباً ناقابل یقین رنگ اختیار کر گیا، اسی کے ساتھ وہ بڑا شوخ چنچلا بھی تھا جو پھیلنا شروع ہوا تو گلی گلی پھیلا، لبید یف کے، پتیت سن کے، داریا اور یپان چین کے بنگلوں کے آس پاس علاقے میں چرچا ہو گیا۔ مختصر یہ کہ پوری بستی میں بلکہ اس حلقے کے اور مقامات پر بھی۔ تقریباً پوری سوسائٹی میں، وہاں کے مستقل باشندوں میں، بنگلہ نشینوں میں اور بینڈ باجے کے شوقینوں میں وہی ایک افواہ گرم تھی، جتنے منہ اتنی باتیں۔ یہ کہ کوئی پرنس ہے، جس نے ایک باعزت، شریف اور نامور گھرانے میں ہنگامہ کھڑا کر دیا، اس گھر کی بیٹی سے جس سے منگنی ہو چکی تھی، رشتہ توڑ لیا، ایک نامی گرامی طوائف کی طرف جھک گیا۔ پہلے کے سارے رشتے ناطے توڑ، ہر طرف سے بے نیاز ہو کر، دھمکیوں کی، پبلک کے غصے اور تھو تھو کی پرواہ کیے بغیر اٹھانے ہوئے ہے کہ چند روز کے اندر، یہیں پاولوفسک میں اس گری ہوئی عورت سے برملا، سب کے سامنے، سر اٹھا کر اور لوگوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر شادی رچائے گا۔ اس

مراہبہ تھے میں اِدھر اُدھر کی افواہوں نے اتنا رنگ بھرا، شہرت یافتہ اور اہم شخصیتوں کو اس میں اتنا جوڑ دیا گیا، طرح طرح کی خیالی اور لچھے دار گتھیاں اتنی ملا دی گئیں اور دوسری طرف اس میں اتنے ناقابل تردید اور آنکھوں میں کھبنے والے ٹھوس حقائق جھلکنے لگے کہ عام اشتیاق اور افواہ کی گرم بازاری یقیناً قرین قیاس تھی۔ سب سے باریک، چالاک اور اسی کے ساتھ ہی سے ملتی جلتی تشریح چند ایسے لوگوں کی طرف سے آئی جو افواہ پھیلانے میں بڑے چنٹ اور پکے ہوتے ہیں، ہوش مند لوگوں کے اس حلقے میں سے جو ہمیشہ، ہر سوسائٹی میں کوئی بھی واقعہ دوسروں کو سمجھانے میں سب سے آگے رہتے ہیں اور اس میں اپنا دخل ہی نہیں بلکہ اکثر تو روحانی تسکین بھی پاتے ہیں۔ ان کے بیان کے مطابق ایک نوجوان شخص، خاندانی نام و نمود والا، پرنس گانٹھ کا پورا، عقل کا کورا، ڈیماکریٹ اور جدید نہلزم (منکری عقیدہ) کے اس خبط میں مبتلا جس کے پردے سٹرتورگیف [23] نے کھولے ہیں، جسے روسی زبان میں بولنا بھی ٹھیک سے نہیں آتا، جنرل یپان چین کی دختر نیک اختر سے محبت کر بیٹھا اور یہاں تک کامیابی ملی کہ جنرل کے گھر میں منگیتر کی حیثیت سے آؤ بھگت ہونے لگی لیکن اس فرانسیسی دینی مدرسے والے کی طرح جس کے متعلق حال میں ہی یہ لطیفہ شائع ہوا ہے کہ وہ پادری کا منصب لینے کے لیے قطعی آمادہ تھا، دانستہ خود ہی اس کی درخواست کی تھی اور وقت پر ساری رسمیں انجام دیتا گیا، ادب آداب، فرائض، حلف نامہ، رسم بوسہ وغیرہ سب ادا کر لیے تاکہ دوسرے دن اپنے بڑے پادری کے نام خط کے ذریعے علی الاعلان کہہ دے کہ اسے خدا کے وجود پر ایمان نہیں ہے، اس لیے عوام کو دھوکا دینا، انہی عوام کو جو اسے مفت کی روٹی کھلائیں گے، انہیں دھوکے میں رکھنا کھلی بے ایمانی شمار کرتا ہے، لہٰذا کل جو منصب و اعزاز ملا، اس کے قبول کرنے سے انکاری ہے اور اپنے اس خط کو آزاد خیال اخباروں میں شائع کراتا ہے۔ ٹھیک اسی فرانسیسی دہریے کی طرح پرنس نے اپنی قسم کا بہروپ بھرا۔ بیان کرنے والے کہتے تھے کہ گویا یہ پرنس اس خاص تقریب کی شام کے انتظار میں رہا جو اس کی منگیتر کے والدین کے ہاں ہونے والی تھی اور جہاں اسے بہت بڑے بڑے لوگوں کے حضور میں پیش کیا جانے والا تھا، وہ اس تاک میں رہا کہ سب کی موجودگی میں بآواز بلند اپنے ڈھنگ کے خیالات سنائے، بڑے بڑے باعزت لوگوں میں زباں درازی کرے، سب کے ہوتے توہین کرتے ہوئے اپنی منگیتر کو قبول کرنے سے پھر جائے اور جب نوکر خدمتگار اسے نکالنے کے لیے بڑھیں تو ان کے مقابلے پر اتر آئے جس سے نہایت نفیس چینی کا گلدان ٹوٹ جائے۔ اس افواہ میں، ہمارے آج کل کے اخلاقی تقاضے کے مطابق اتنا اور جوڑ دیا گیا کہ نااہل نوجوان واقعی اس لڑکی جنرل کی بیٹی کو دل سے چاہتا تھا مگر اسے رد صرف اس لیے کیا کہ نہلزم کا تقاضا تھا اور ایک ہنگامہ کھڑا کرنے کی خاطر، تاکہ ساری دنیا کی آنکھوں کے سامنے ایک گری ہوئی عورت سے شادی کرنے کی لذت سے محروم نہ رہے اور اس عمل سے دنیا کو دکھا دے کہ اس کی نظر میں نہ کوئی گری ہوئی عورت ہوتی ہے، نہ اشراف عورت بلکہ صرف ایک آزاد عورت ہوتی ہے۔ اور یہ کہ وہ سوسائٹی کی اور پرانی چال کی تقسیم کو نہیں مانتا، بلکہ صرف مانتا ہے ''عورتوں کا سوال'' اور انجام کار یہ کہ وہ جسے گری ہوئی عورت کہا جائے، اس کی نظروں میں وہ نہ گری ہوئی عورت سے خاصی بلند رتبہ ہوتی ہے۔ قصے کی یہ تشریح تھی جو کافی چل گئی اور اگر بنگلہ نشینوں نے اسے مان لیا، بڑی وجہ یہ کہ روزمرہ کے واقعات سے بھی بیان کی تصدیق ہوتی تھی۔ البتہ کئی ایک گتھیاں سلجھے بغیر اب بھی رہ گئی تھیں: کہنے والے کہتے تھے کہ بیچاری لڑکی اپنے منگیتر سے اتنی محبت کرتی تھی، بعضوں نے منگیتر کی جگہ ورغلانے والا کر دیا... اس سے اتنی محبت کہ جس روز وہ

اسے چھوڑ کر گیا، اس کے دوسرے ہی دن بھاگی ہوئی اس کے پاس پہنچی، جب وہ اپنی داشتہ کے ہاں بیٹھا تھا۔ دوسرے لوگ دے دے کر کہتے تھے کہ نہیں، وہ خود اسے جان بوجھ کر وہاں اپنی داشتہ کے گھر لے گیا محض نہلزم کے تقاضے سے یعنی ذلت و رسوائی کے ارادے سے۔ بہر حال جو بھی رہا ہو، واقعے سے دلچسپی روز بروز بڑھتی گئی۔ اس وجہ سے اور بھی زیادہ کہ لوگوں کو ذرہ برابر شبہ نہیں تھا کہ ہنگامے والی شادی دراصل ہو کر رہے گی۔

اب اگر کوئی ہم سے تشریح طلب کرے، واقعے کے نہلسٹ پہلو سے قطع نظر، سیدھے سیدھے یہ سوال کیا جائے کہ وہ جو شادی ہونے والی ہے، اس کا خود پرنس کی دلی خواہشات سے کہاں تک تار ملتا ہے، کس حد تک اس کی تسکین ہوتی ہے؟ اور فی الوقت ان خواہشات کا حاصل حصول کیا ہے، اس لمحے کہانی کے ہیرو کی دلی حالت کا ٹھیک ٹھیک انداز کیا ہوگا، یہ اور اسی قسم کے اور سوالات کیے جائیں تو ہمیں اعتراف ہے کہ کوئی جواب بن نہیں پڑے گا۔ ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ شادی واقعی طے پا چکی اور خود پرنس نے لیبید یف کو، کیلر کو اور لیبید یف کے کسی ایسے ملنے والے کو جسے خاص اس موقع کے لیے اس نے پرنس سے ملایا تھا، اس سلسلے کی دوڑ دھوپ سپرد کر دی ہے، چرچ کے رسوم اور گھریلو انتظامات دونوں ان کے حوالے کر دیئے گئے ہیں، ان سے کہہ دیا گیا ہے کہ روپے پیسے کی پروا نہ کریں اور یہ کہ نستاسیا فلی پودونا کو شادی کی ضد بھی ہے اور جلدی بھی پڑی ہے۔ کیلر کے بے حد اصرار پر اسے پرنس نے بطور شہ بالا قبول کر لیا ہے اور نستاسیا کے ساتھ بردوفسکی ہاتھ بٹانے کو رہے گا، جس نے یہ ذمہ داری بصد شوق اپنے سر لے لی اور شادی کا دن جولائی کے شروع میں مقرر ہوا ہے۔ ان متعلقہ امور کے علاوہ جو بالکل پکے ہیں، ہمیں اور بھی کئی ایسے ٹھوس واقعات کا علم ہوا جو ذہن بھٹکانے کو کافی ہیں کیونکہ وہ مذکورہ تیاریوں کی پوری کاٹ کر دیتے ہیں۔ مثلاً ہمیں یہ پکا شبہ ہوتا ہے کہ لیبید یف اور دوسرے لوگوں کو شادی کے سارے انتظامات سونپتے وقت پرنس، عین اسی روز یہ بھول چلا تھا کہ اب اس کے پاس بندوبست کا ایک ذمہ دار، شہ بالا اور شادی کی تقریب سب کچھ تیار ہے اور اگر اس نے تمام انتظامات اوروں کے سپرد کرتے وقت تیاری میں اتنی جلدی مچائی تو صرف اس لیے کہ خود اس میں سر نہ کھپانا پڑے یا یہ کہ جتنی جلد ہو سکے، اس امر کو بھول بھال جائے۔ اس صورت میں وہ کیا بات تھی جس میں اس کا ذہن مصروف رہا، کیا تھا جو وہ یاد رکھنا چاہتا تھا، اس پر کاہے کی دھن سوار تھی؟ شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہاں کوئی اس کے سر پر سوار نہیں تھا، کوئی زبردستی نہیں کی جا رہی تھی۔ (مثلاً نستاسیا فلی پودونا کی طرف سے) واقعی نستاسیا کو شادی کی جلدی پڑی تھی، اسی کے دماغ سے نکلی تھی یہ تجویز، پرنس کی طرف سے نہیں آئی تھی لیکن پرنس نے اپنی مرضی سے ہاں کی تھی... اگرچہ ذرا بے خیالی میں ہاں کی تھی، کچھ اس انداز سے جیسے کسی نے معمولی سی فرمائش کر دی ہو۔ یہ اور اس طرح کی اور بھی بہت سی حقیقتیں ہمارے سامنے ہیں مگر ان سے اصل معاملے پر روشنی نہیں پڑتی بلکہ ہمارے خیال میں، چاہے وہ کتنی ہی ہوں، گرہ پر گرہ پڑتی جاتی ہے۔ خیر، اس کے باوجود ایک اور مثال پیش کریں۔

اچھا تو ہمیں پوری اطلاع ہے کہ ان دو ہفتوں کے دوران پرنس تمام تمام دن اور رات نستاسیا کے ساتھ رہا۔ وہ سیر کو نکلتی، بینڈ سننے جاتی تو اسے ساتھ رکھتی۔ اسی کے ساتھ روزانہ فٹن پر سوار ہو کر نکلتا۔ اگر گھنٹہ بھر بھی وہ آنکھ سے اوجھل ہوتی تو اس کی طرف سے فکرمند ہونے لگتا (یعنی سارے آثار پائے جاتے تھے اس کی سچی محبت کے) چاہے وہ کچھ کہتی، پرنس ہلکی سی نرم مسکراہٹ کے ساتھ توجہ سے سنا کرتا، گھنٹوں سنتا رہتا اور خود کچھ نہ کہتا مگر ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ انہی دنوں

میں کئی بار بلکہ بہت بار اس نے یپان چین والوں کے مکان کے پھیرے لگائے۔ نستاسیا سے چھپایا بھی نہیں حالانکہ اس بات سے نستاسیا کو صدمہ پہنچتا تھا۔ ہمیں خبر ہے کہ یپان چین والوں نے جب تک وہ پاولوفسک میں ٹھہرے رہے، پرنس کو اندر نہیں بلایا اور اگلایا سے ملنے کا تو مستقل انکار ہی رہا۔ وہ آتا اور ایک لفظ کہے بغیر چلا جاتا۔ دوسرے دن پھر پہنچ جاتا، جیسے کل کا انکار ذہن سے محو ہو چکا ہو، ظاہر بات ہے کہ دوسرے دن بھی انکار ہی ملتا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اگلایا ایوانوونا اس عورت کے گھر سے نکل کر بھاگی اس کے گھنٹہ بھر بعد بلکہ ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا تھا کہ پرنس یپان چین کے دروازے پر پہنچ گیا، اسے یقین ہوگا کہ وہاں اگلایا ملے گی مگر اس کی آمد نے سارے گھر کو چراغ پا کر دیا، دہشت پھیلا دی کیونکہ اگلایا ابھی تک اپنے گھر واپس نہیں آئی تھی اور پرنس کی زبانی پہلی بار ان لوگوں کو پتہ چلا کہ وہ اس کے ساتھ نستاسیا فلی پونا کے گھر پہنچی تھی۔ کہتے ہیں کہ لیزاویتا پرکوفیونا، ان کی بیٹیاں اور پرنس ش، سبھی پرنس میشکن کے ساتھ انتہائی سختی سے پیش آئے۔ کوئی لگی لپٹی نہیں رکھی۔ وہیں اسی وقت آمد و رفت، ملاقات، تعلقات کے سارے رشتے توڑ ڈالے، خصوصاً اس لیے جب وارورا ایکا یک ان کے ہاں وارد ہوئی اور بتانے لگی کہ اگلایا بی بی کوئی گھنٹہ بھر سے ہمارے ہاں آئی ہوئی ہیں، ان کی حالت خستہ ہے اور لگتا ہے کہ اپنے گھر آنا نہیں چاہتی ہیں۔ اطلاع کا یہ آخری ٹکڑا بیگم لیزاویتا کو بہت شاق گزرا، بات بھی جائز تھی۔ نستاسیا کے یہاں سے نکل کر اگلایا کا یہ حال تھا کہ اپنے گھر والوں کو منہ دکھانے کے بجائے مرجانا پسند کرتی تھی... اسی لیے نینا الیکساندروونا کے مکان کا رخ کیا۔ وارورا جو تھی، گانیا کی بہن، تو اس نے اپنی طرف سے فوراً لازم جانا کہ اگلایا کی ماں کو ہاتھ کے ہاتھ پوری طرح خبر کر دے۔ خبر ملتے ہی ماں بیٹیوں سمیت نینا الیکساندروونا کے ہاں لپکیں اور ان کے پیچھے اگلایا کے باپ جنرل ایوان فیودروویچ بھی ہو لیے جو ابھی ابھی گھر واپس آئے تھے۔ وہ چلے تو پرنس میشکن بھی ان کے تعاقب میں روانہ ہوا اور اس کا بالکل خیال نہ کیا کہ ابھی یہاں سے دھتکارا اور سخت سست کہا گیا ہے۔ وارورا کی ہدایت پر اسے وہاں بھی اگلایا کے پاس جانے نہیں دیا گیا۔ انجام کار یوں ہوا کہ جب اگلایا نے ماں اور بہنوں کو دیکھا کہ وہ اس پر آنسو بہا رہی ہیں اور ذرا بھی برا بھلا نہیں کہتیں تو وہ دوڑ کر ان سے لپٹ گئی اور کھڑے قدموں ان کے ساتھ گھر لوٹ آئی۔ یہ بھی سنا ہے، اگرچہ سنی سنائی کا کچھ ٹھیک نہیں کہ گانیا کی بدقسمتی نے یہاں بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑا، جب وارورا گھر سے باہر بیگم لیزاویتا کے یہاں گئی ہوئی تھی تو موقع غنیمت جان کر اگلایا سے تنہائی میں ملا اور اپنی محبت کا واسطہ دینے لگا، اگلایا سن چکی تو خود اپنا غم اور آنسو بھول بھال کر ایک دم قہقہہ مارنے لگی اور ایک عجیب سوال سامنے رکھ دیا: کیوں، آپ اپنی محبت کے ثبوت میں کیا جلتی شمع پر ہاتھ رکھ کر اپنی انگلی جلانے کو تیار ہیں؟ لوگوں کا کہنا ہے کہ گاوریلا صاحب عرف گانیا اس تجویز پر سٹپٹا گیا، ایسا گم ہوا، چہرے پر اتنا مغالطہ طاری رہا کہ اگلایا کا ایک اور قہقہہ بلند ہو گیا، گویا اعصابی دورہ پڑا ہو اور وہ بھاگ کر اوپر اس کی ماں نینا کے پاس پہنچ گئی جہاں باپ نے اسے آلیا۔ یہ مزاحیہ حادثہ ایپولیت کی زبانی دوسرے دن پرنس کے کان تک پہنچا۔ ایپولیت بستر سے اٹھنے کے قابل نہ تھا تو پرنس کو یہ خبر سنانے کے لیے بلا بھیجا۔ ایپولیت کو اس واقعے کی خبر کیسے، کہاں سے مل گئی، ہمیں نہیں معلوم مگر پرنس نے جیسے ہی شمع اور انگلی کا لفظ سنا وہ اس زور سے بے اختیار ہنس پڑا کہ خود ایپولیت منہ دیکھتا رہ گیا۔ پھر اچانک کانپنے اور آنسو بہانے لگا.... ویسے بھی ان دنوں اسے سخت بے قراری لگی ہوئی تھی، غیر معمولی پیچ و تاب، نجانے کیسی، مگر اذیت ناک بے قراری۔ ایپولیت نے صاف منہ پر ہی جتا دیا کہ وہ اپنے حواس میں نہیں،

Scanned with CamScanner

مگر اس کے کہنے کی کوئی پکی تصدیق بھی نہیں تھی۔

یہ تمام سرگزشت بیان کرنے اور اس کی توجیہہ سے انکار کرنے میں ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ پڑھنے والوں کی نظر میں اپنے ہیرو کو حق بجانب ٹھہرائیں بلکہ سچ پوچھیے تو ہم بھی اس ناگواری میں شریک ہونے کو بالکل تیار ہیں جو ہیرو کی حرکتوں سے پیدا ہوتی ہے خود اس کے دوستوں میں۔ اور تو اور ویرا لیبیڈیف تک کچھ عرصے اس پر جھنجھلاتی رہی۔ کولیا بھی برہم رہا۔ کیلر بھی خفا تھا اور جب تک پرنس نے اسے اپنا شہ بالا نہیں مقرر کیا تب تک خفا رہا، لیبیڈیف کا تو ذکر ہی کیا۔ وہ پرنس کے خلاف جوڑ توڑ تک کرنے پر آ گیا، وہ بھی خفگی میں، سچ مچ کی خفگی میں، مگر اس تفصیل کی نوبت بعد کو آئے گی۔ ویسے ہمیں پوری طرح تہہ دل سے ہمدردی ہے ایوگینی پاولووچ کی اس رائے زنی سے جو کافی سخت تھی اور اپنی نفسیات کے لحاظ سے گہری تھی اور جو نستاسیا فلپی پودنا والی واردات کے چھٹے ساتویں دن پرنس سے آپس کی گفتگو میں موصوف نے نرے بلاتکلف اس کے منہ پر کر دی تھی۔ یہاں اتنا کہتے چلیں کہ صرف یپان چین والوں نے نہیں بلکہ ان سبھوں نے جو اس خاندان سے سیدھا یا ترچھا کوئی واسطہ رکھتے تھے، ضروری جانا کہ پرنس میشکن سے ہر قسم کا ترک تعلق کر لیں۔ پرنس ٹ۔ سے اگر پرنس میشکن کا سامنا ہو جاتا تو وہ منہ پھیر لیتا اور سلام دعا بھی نہیں کرتا تھا لیکن ایوگینی پاولووچ ایک اور سلام دعا بھی نہیں کرتا تھا لیکن ایوگینی پاولووچ ایک شخص تھا جو پرنس کے ہاں آنے جانے میں اپنی پوزیشن پر آنچ آنے نہیں سے گھبرا۔ حالانکہ پھر یپان چین کے گھر روز کے پھیرے شروع کر دیئے تھے اور وہاں اس کی دوہری آؤ بھگت ہونے لگی تھی۔ جس روز پورا یپان چین گھرانہ پاولوفسک سے رخصت ہوا، اس کے ٹھیک دوسرے دن وہ پرنس سے ملنے آیا۔ جب وہ آیا ہے تو ان تمام افواہوں کا علم تھا جو پبلک میں پرنس کے تعلق سے پھیلی ہوئی تھیں، بلکہ تعجب نہیں جو خود اس کا بھی ہاتھ ہو، ان کے پھیلوانے میں۔ پرنس اس سے مل کر بے انتہا خوش ہوا اور فوراً یپان چین کا ذکر چھیڑ دیا۔ ایسی صفائی، سادگی اور سامنے سے گفتگو کی شروعات نے ایوگینی پاولووچ کی الجھن بھی دور کر دی اور وہ بھی فالتو چکر دیئے بغیر برسر مطلب آ گیا۔

پرنس کو اب تک خبر نہ تھی کہ یپان چین گھرانہ جا چکا۔ سنا تو حیرت زدہ رہ گیا، رنگ اڑ گیا لیکن منٹ بھر بعد الجھن اور پس و پیش میں اس کی زبان سے نکلا "ہاں، یوں ہی ہونا تھا۔" اور پھر جلدی سے دریافت کیا: "کہاں گئے؟"

اس اثناء میں ایوگینی پاولووچ اسے ایک ٹک غور سے دیکھے جا رہا تھا۔ اس کی حالت یعنی تابڑ توڑ سوال کرنا، سوالوں کی سادگی، الجھن اور اسی کے ساتھ عجب قسم کی بے تکلفی، بے چینی اور ہمدردی دیکھ کر اسے کچھ کم تعجب نہیں ہوا۔ اس نے دلجوئی اور تفصیل کے ساتھ پرنس کو ایک ایک بات سے آگاہ کیا۔ اب تک بہت کچھ اس کے علم میں نہیں آیا تھا اور ایوگینی اس گھر کا پہلا آدمی تھا جس کی زبانی آگاہی ملی۔ اسی نے تحقیق سے بتایا کہ اگلایا واقعی بیمار تھی اور تین رات بخار کے مارے اس کی آنکھ نہیں لگی۔ اب افاقہ ہے، خطرے سے تو نکل آئی لیکن اعصابی حملے کا اثر باقی ہے..... "یہ اچھا ہے کہ گھر میں پورا امن چین ہے۔ جو بیت گیا اس کے متعلق کوشش ہے کہ اشارے سے بھی پرہیز کیا جائے، صرف اگلایا کی موجودگی میں نہیں، بلکہ آپس میں بھی اس کی بات نہیں کرتے۔ والدین میں گفتگو ہو چکی ہے کہ ادے لائیڈا کی شادی کے فوراً بعد موسم خزاں میں پردیس کا سفر کیا جائے۔ اگلایا نے اس تجویز کی ابتدائی گفتگو کو خاموشی سے سن لیا۔" اور ممکن ہے وہ خود، ایوگینی پاولووچ بھی غیر ملکی سفر پر روانہ ہو۔ پرنس ٹ۔ کا بھی ارادہ ہے کہ اگر معاملات نے اجازت دی تو ادے لائیڈا کو لے کر کوئی دو مہینے کے

Scanned with CamScanner

لیے باہر جائیں گے۔ تنہا جنرل یہیں رہ جائیں گے۔ سب لوگ کولمینا اپنی جاگیر پر چلے گئے ہیں جو پیترسبورگ سے کوئی بیس کوس پر ہے اور وہاں ان کا بڑا کشادہ بنگلہ بھی ہے۔ پرنس بیلوکونسکایا ابھی ماسکو روانہ نہیں ہوئی ہیں اور غالباً دانستہ اٹک گئی ہیں۔ بیگم لیزاویتا کا اصرار تھا کہ جو کچھ بنتی ہے اس کے بعد پاولوفسک میں ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ وہ خود یعنی ایوگینی انہیں شہر کی افواہیں روز کے روز سنا دیا کرتا تھا۔ یلاگینسکی میں جوان کا ''داچہ'' تھا وہاں بھی رہنا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔

''جی ہاں، دیکھیے نا، آپ مانیں گے کہ یہاں ٹھہرنے کی کیا گنجائش تھی....'' ایوگینی پاولووچ نے اظہار خیال کیا۔ ''خاص کر جب وہ تمام اطلاع پہنچتی ہو کہ جو آپ کے ہاں، آپ کے مکان میں برابر سلسلہ چل رہا ہے اور انکار پر انکار ہونے کے باوجود.... آپ روزانہ ان کے گھر کے پھیرے کرتے ہیں....''

''جی ہاں۔ ہاں، آپ بجا فرماتے ہیں۔ میں تو اگلایا ایوانووِنا سے ملنا چاہتا تھا، بس....'' پرنس نے پھر سر ہلا ہلا کر کہا۔

''ہا، عزیزم پرنس۔'' ایوگینی پاولووچ نے ایک دم جوش میں اور افسوس کے ساتھ بے اختیار کہنا شروع کیا ''تو پھر آپ سے یہ ہوا کیسے.... جو کچھ ہوا وہاں؟ صحیح ہے، بالکل بجا ہے کہ اس میں آپ کے ارادے کا ذرا بھی دخل نہیں تھا.... مجھے پورا اتفاق ہے کہ موقع پر آپ کے اوسان خطا ہو گئے اور.... آپ اس دیوانی لڑکی کو روک نہیں سکے، یہ آپ کے بس کی بات نہیں تھی اس وقت! مگر آپ کو اتنا تو ضرور سمجھنا چاہیے تھا کہ یہ لڑکی کس درجہ سنجیدہ تھی، کتنی شدید تھی.... آپ کے تعلق سے۔ وہ غیر کی شرکت ذرا بھی گوارا نہیں کرتی، مگر آپ.... ایسے خزانے کو آپ نے ٹھکرا دیا، اس کے ٹکڑے کر دیئے!''

''جی ہاں، ہاں۔ آپ بجا فرماتے ہیں۔ جی، قصور میرا ہے۔'' پرنس کی زبان سے نکلا اور اس کا دل ٹکڑے ہوا جاتا تھا۔ ''آپ جانتے ہیں: اکیلی اگلایا، تنہا ایک اگلایا تھی جو نستاسیا کو اس نظر سے دیکھ رہی تھی.... ورنہ اوروں میں کسی نے بھی ایسے نہیں دیکھا۔''

''جی، یہی تو زیادہ تکلیف دہ بات ہے کہ یہاں اس معاملے میں ایسی سنجیدہ کوئی بات بھی نہیں تھی۔'' ایوگینی پاولووچ اور بھی شدت اختیار کرتے ہوئے پکارا ''معاف کیجیے گا پرنس، مگر میں.... میں نے.... اس پر دماغ لڑایا، بہت سوچا، سمجھا۔ مجھے سب معلوم ہے، پہلے کا سارا ماجرا معلوم ہے مجھے، اس کا بھی علم ہے جو چھ مہینے پہلے ہوا، وہ سب، سارے کا سارا ایسا کچھ سنجیدہ معاملہ بھی نہیں تھا۔ تھا ہی کیا، سوائے اس کے کہ خیالی پلاؤ، محض ایک تصویر، ہوائی بات، دھواں، جسے صرف ایک الہڑ لڑکی کا سہا ہوا جذبۂ رقابت ہی وزن معاملہ سمجھ سکتا تھا۔''

یہاں ایوگینی پاولووچ نے ادب آداب کا ذرا بھی لحاظ کیے بغیر اپنی تمام ناگواری و بیزاری کو کھلی چھوٹ دے دی۔ نہایت ہوشیاری سے، خوب کھول کر، ہم پھر جتا دیں کہ غیر معمولی نفسیاتی چابکدستی سے اس شخص نے پرنس کے سامنے ساری تصویر پھیلا دی، اس کے اور نستاسیا کے گزشتہ تعلقات اور معاملات کی۔ الفاظ کی اس کے پاس کبھی کمی نہیں رہی تھی اور اب تو اس نے حسن بیان کا جوہر بھی دکھا دیا۔ وہ کہتا چلا گیا ''بالکل شروع لے لیجیے۔ ابتداء ہی آپ کے ہاں ناحق سے ہوئی، جو ناحق سے شروع ہوگا وہ اسی پر ختم بھی ہونے والا ہے۔ یہ قانون قدرت ہے۔ مجھے اس سے اتفاق نہیں بلکہ ناگوار گزرتا ہے جب آپ کو، کہیں کوئی شخص.... وہ کیا کہتے ہیں کہ 'ایڈیٹ' کہہ دیتا ہے۔ آپ جیسے دانا آدمی پر یہ پھبتی کچھ صحیح

نہیں۔ مگر ایسے عجیب وغریب آدمی ہیں کہ اور سبھوں کی طرح نہیں، ان سے ہٹ کر ہیں۔ یہ تو مانیں گے آپ۔ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو کچھ بھی بیتا ہے اس کی جڑ بنیاد میں اول تو آپ کا پیدائشی کچا پن ہے۔ (ملاحظہ ہو پرنس یہ لفظ 'پیدائشی' پھر وہ آپ میں غیر معمولی سادگی یا سادہ لوحی ہے۔ پھر آگے چل کر آتا ہے احساس تناسب کا سرے سے فقدان (اور آپ خود اپنی زبان سے کئی بار اس کا اقرار کر چکے ہیں) اور آخر میں، وہ جو ڈھیر سا ملغوبہ جمع ہو گیا ہے سر میں پختہ عقیدوں کا، جنہیں آپ نے نرالی ایمانداری اور راست گوئی کی بنا پر آج کے دن تک سچے کھرے، قدرتی اور راست عقیدوں کا ذخیرہ سمجھ رکھا ہے۔ آپ خود اتفاق کریں گے پرنس صاحب، کہ نستاسیا فلپی پوونا سے آپ کے مراسم میں شروع سے ہی کوئی جزو شامل تھا۔ ڈیما کریٹک وضعداری کا (اختصار کی خاطر یہ لفظ چنا ہے میں نے) یوں کہیے کہ 'عورتوں کے سوال' کی کشش شامل تھی (لیجیے بالکل مختصر کر دیا) مجھے اس بے تکے ہنگامے کا تماشا بے کم وبیش معلوم ہے جو نستاسیا کے مکان پر ہوا تھا، جہاں رگوژین اپنی رقم لے کر پہنچا تھا۔ کہیے تو انگلیوں پر آپ کی سب باتیں گن دوں، آپ کو خود آپ کی تصویر ایسے دکھا دوں جیسے آئینے میں۔ میری معلومات اس قدر نپی تلی ہیں کہ سب خبر ہے اصل معاملہ کیا تھا اور اس نے یہ رخ کیوں اختیار کیا! آپ ایک نوعمر آدمی، سوئٹزرلینڈ میں وطن کی ہوک لگی تھی، روس کی تمنا ستا رہی تھی کہ آپ کے لیے وہ انجانا ملک تھا اور خوابوں کی سرزمین۔ روس کے بارے میں بہت ساری کتابیں پڑھ رکھی تھیں، وہ کتابیں ممکن ہے لاجواب ہوں مگر آپ کے حق میں مضر تھیں۔ یہاں پہنچے تو سرگرمی کا جوش لیے ہوئے پہنچے اور یوں کہیے کہ آتے ہی کاموں میں جٹ گئے۔ قدم رکھنے کے پہلے ہی دن آپ سنتے ہیں ایک ستم زدہ عورت کا قصہ، دکھ بھرا اور دل شکن قصہ۔ آپ کو یعنی ایک جانبار بچے کھرے بانکے کو کسی عورت کے بارے میں بتایا جاتا ہے اور اسی دن آپ اس عورت کو دیکھ بھی لیتے ہیں۔ اس کے حسن سے، بے پناہ، خوابناک، ساحرانہ حسن سے مسحور بھی ہو جاتے ہیں۔ (مجھے اس سے انکار نہیں کہ وہ ہے حسینہ) اب اس میں اعصاب کا اضافہ، پھر مرگی کی بیماری کا، پھر ہمارے پیترسبورگ کے برف پگھلنے کا اضافہ کیجیے جو یونہی اعصاب کو جھنجھوڑ ڈالتا ہے۔ پھر اس پر بڑھائیے وہ پورا دن جو اس اجنبی اور آپ کے لیے خوابناک شہر میں کٹا، وہ تازہ ترین ملاقاتوں اور منظروں کا دن، اتفاقی تعارفوں کا دن، بالکل ہی انوکھی حقیقت کا دن، یہاں چین خاندان کی تینوں حسیناؤں کا دن، جن میں اگلایا بھی تھی، پھر اس میں ملائیے آپ کی تھکن، خستگی، دوران سر، پھر نستاسیا فلپی پوونا کا ڈرائنگ روم، اس کی سج دھج کا اضافہ کیجیے.... ان تمام کیفیتوں کے ہوتے، اس لمحے آپ کو خود سے اور کیا توقع تھی، فرمائیے!"

"جی ہاں، بالکل، جی ہاں، قریب قریب ایسا ہی ہوا۔" پرنس نے گردن ہلائی۔ وہ شرم سے سرخ ہونے لگا تھا "اور آپ کو معلوم ہے اس سے گزشتہ رات واقعی پوری رات آنکھوں میں کٹی تھی، ریل میں اور اس سے پہلے کی رات بھی ایسے ہی گئی۔ میں بہت بکھرا ہوا تھا...."

"جی، میں اسی طرف تو آ رہا ہوں۔" ایوگینی پاولووچ نے جوش میں بیان جاری رکھا۔ "بات صاف ہو جاتی ہے۔ آپ اپنی ترنگ میں یہاں تک پہنچے کہ بھری محفل میں اس عالی ظرفی کا مظاہرہ کرنے کی ٹھان لی کہ آپ جو خاندانی پرنس ہیں، پاک صاف انسان ہیں، اس عورت کو آبرو باختہ شمار نہیں کرتے جو اپنے کرموں سے بے آبرو یار سوا نہیں ہوئی بلکہ ایک دو نجی حیثیت کے عیاش آدمی کے ہاتھوں اس نوبت کو پہنچی ہے۔ اوف، خدایا، بات سمجھ میں آتی ہے! لیکن اصل معاملہ

نہیں مہربان پرنس، اصل معاملہ یہ ہے کہ یہاں حقیقت کا شائبہ تھا؟ آپ کے جذبے میں کوئی ٹھوس سچائی تھی؟ وہ اصلی تھا یا محض ایک دماغی لہر؟ کیا خیال ہے آپ کا، عبادت گاہ میں اس عورت کی توبہ قبول ہو جاتی، اس قسم کی عورت کی توبہ، لیکن یہ تھوڑی کہا جاتا کہ تو نے اچھا کیا، تو ہر طرح کی عزت و حرمت کی مستحق ہے؟ کیا آپ سے تین مہینے بعد ہی آپ کے ٹھنڈے دل و دماغ نے نہیں کہہ دیا کہ اصل معاملہ کیا تھا؟ چلیے مانا کہ وہ اب بے قصور ہے، میں اصرار نہیں کرتا، لیکن کیا اس کے سارے لچھن ایسے ہیں کہ اب جو نا قابل برداشت اور شیطانی اکڑ ہے، بے حیائی اور خود غرضانہ انا اس میں سمائی ہے، وہ جائز قرار دی جائے؟ معاف کیجیے گا پرنس، میں جسارت کر رہا ہوں، مگر....''

''جی ہاں، بالکل، عین ممکن ہے کہ آپ صحیح فرماتے ہوں۔ واقعی، وہ ہے تو بہت تنک مزاج، آپ بجا فرماتے ہیں، مگر...''

''وہ ہمدردی کی مستحق ہے، یہی کہنا چاہتے ہیں نا آپ مہربان؟ لیکن ہمدردی کی خاطر، اس عورت کا دل ٹھنڈا کرنے کی خاطر، جائز تھا کہ دوسری، بلند رتبہ اور پاکیزہ لڑکی کو ذلیل کیا جائے، ان نخوت اور نفرت بھری آنکھوں میں اس کی بے حرمتی کی جائے؟ اب اس کے بعد ہمدردی و غم خواری کس نوبت کو پہنچائے گی؟ دیکھیے نا، حد سے گزر گئی بات! بھلا یہ کیا کہ ایک لڑکی سے محبت کر کے اسے سوتن کے سامنے ذلیل کیا جاتا ہے، دوسری عورت کی خاطر، اسی کی آنکھوں کے آگے اسے چھوڑ دیا جاتا ہے، اور وہ بھی کب جبکہ آپ نے خود رشتہ دیا... آپ نے خود ہی تو شادی کی درخواست کی تھی نا، اس کے والدین اور بہنوں کی موجودگی میں آپ نے رشتہ دیا تھا۔ اس حرکت کے بعد کیا آپ ایک ایماندار آدمی ہیں پرنس صاحب، معاف کیجیے گا، پوچھتا ہوں؟ اور... کیا آپ نے اس پاک پاکیزہ لڑکی کو دغا نہیں دی، یہ جتانے کے بعد کہ اس سے محبت کرتے ہیں؟''

''جی ہاں، ہاں، واقعی، آپ نے سچ کہا، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ قصوروار ہوں!'' پرنس نے کہا۔ وہ نا قابل بیان ذہنی تکلیف میں مبتلا تھا۔

''تو کیا یہ کافی ہے؟'' ایوگینی پاولووچ ناگواری سے پکارا۔ ''کیا، بس اتنا کہہ دینا کافی ہے، ہائے، قصوروار ہوں۔ قصور بھی مانتے ہیں اور اسی پر قائم بھی ہیں۔ آپ کا دل اس وقت کہاں تھا۔ آپ کا جو وہ مسیحی دل ہے؟ آپ نے اس لمحے لڑکی کا چہرہ تو دیکھا ہوگا۔ کیا وہ کچھ کم غمزدہ تھی اس عورت کے مقابلے میں، آپ کی اس عورت کے مقابلے میں جس نے آپ دونوں کو الگ کر دیا؟ کیسے وہ صورت آپ نے دیکھی اور یہ سب ہونے دیا؟ کیسے آخر؟''

''جی... میں کیوں ہونے دیتا ایسا...'' بدنصیب پرنس نے دبی زبان سے کہا۔

''یہ کیسے، کہ نہیں ہونے دیا؟''

''خدا گواہ، میں نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ اب تک میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو کچھ ہوا، وہ ہوا کیسے... میں تو اگلایا کے پیچھے پیچھے دوڑا تھا مگر اتنے میں نستاسیا فلی پوونا غش کھا کے گری اور پھر تب سے آج تک مجھے اگلایا بی بی سے ملنے ہی نہیں دیا گیا۔''

''کچھ بھی سہی، آپ کو اگلایا کے پیچھے دوڑ کر جانا چاہیے تھا، دوسری بے ہوش پڑی ہے، پڑا رہنے دیتے۔''

''جی ہاں، جانا تو چاہیے تھا... مگر وہ مر جاتی۔ اپنی جان لے لیتی، آپ اسے نہیں جانتے اور... کچھ بھی کہا جائے مل کر ساری بات اگلایا ایوانونا کو بتا دیتا... اور آپ دیکھتے ہیں ایوگینی صاحب، میں جانوں، آپ کو سارا قصہ معلوم نہیں۔ بتایئے، مجھے اگلایا کے پاس جانے کیوں نہیں دیا جاتا؟ میں صاف صاف سب سنا دیتا۔ دیکھتے ہیں آپ، ان دونوں میں تب اس بارے میں بات ہی نہیں ہوئی، بات ہی کچھ اور ہوتی رہی، تبھی تو یہ انجام نکلا... آپ کو میں یہ نہیں سمجھا سکتا، ہاں، اگلایا ہوتی تو بات صاف کر لیتا... افوہ، خدایا، اوف! آپ نے ابھی اگلایا کی صورت کا ذکر کیا، اس وقت جب وہ وہاں سے نکل کر گئی... ہاں، یاد ہے مجھے وہ اس وقت کا چہرہ، اف خدایا! چلیے، چلتے ہیں، چلیے!'' پرنس نے ایوگینی پاولووچ کو آستین پکڑ کر کھینچا۔ وہ جگہ چھوڑ کر کہیں جانے کی جلدی میں تھی۔

''کہاں چلیں؟''

''اگلایا ایوانونا کے پاس چلتے ہیں، ابھی، اسی وقت!...''

''وہ تو پاولوفسک سے جا بھی چکی۔ میں نے بتایا نا آپ کو اور جانا کس لیے؟''

''وہ سمجھ لیں گی، سمجھ لیں گی!'' پرنس بدبدایا اور التجا میں دونوں ہاتھ جوڑے۔ ''وہ سمجھ لیں گی کہ یہ وہ بات نہیں بلکہ قطعی دوسری بات ہے۔''

''قطعی دوسری بات کیا؟ شادی تو آپ کی طے ہے نا؟ مطلب یہ کہ اپنی ضد پر قائم ہیں... شادی کی بات پکی ہے یا نہیں؟''

''جی، ہاں، شادی تو، خیر، شادی کر لوں گا۔''

''تو پھر آپ کا یہ کہنا چہ معنی کہ قطعی دوسری؟''

''نہیں، نہیں، وہ نہیں، وہ بات نہیں۔ اس سے کیا ہوتا ہے کہ میں شادی کر رہا ہوں۔ یہ کچھ نہیں۔''

''یہ کیا کہ کوئی بات نہیں، کچھ نہیں؟ یہ کوئی ایسی معمولی بات ہے کیا؟ آپ چلے ہیں شادی کرنے اپنی محبوبہ سے تاکہ اسے دل کا چین دے سکیں اور اگلایا ایوانونا یہ دیکھ رہی ہیں، یہ جانتی ہیں، تو پھر یہ کیا کہ کوئی بات نہیں؟''

''دل کا چین؟ جی نہیں، میں، بس، یونہی شادی کر رہا ہوں۔ اس کی خواہش ہے یہ اور اس سے کیا ہوتا ہے کہ میں شادی کر رہا ہوں... میں... خیر، یہ کوئی ایسی بات نہیں ورنہ وہ مر ہی جاتی۔ اب مجھے دکھائی دے رہا ہے کہ رگوژین سے جو شادی ہونے والی تھی، وہ پاگل پن ہی تھا۔ اب سمجھا ہوں، جو پہلے سمجھ میں نہیں آتا تھا اور آپ دیکھیے: جب وہ دونوں ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑی تھیں تو میں نستاسیا فلی پونا کی صورت کی تاب نہیں لا سکتا تھا... آپ نہیں جانتے ایوگینی پاولووچ (پرنس نے آواز دھیمی کی جیسے راز کی بات کہتا ہو) یہ میں نے کبھی کسی کو نہیں بتایا، اگلایا تک کو نہیں بتایا مگر نستاسیا کا چہرہ سامنے ہو تو اس کی تاب نہیں لا سکتا میں... آپ نے ابھی جو کہا تھا نا نستاسیا کے مکان کی اس دعوت کے بارے میں، تو درست ہی کہا تھا مگر ایک اور چیز بھی تھی جو آپ کی نظر سے رہ گئی۔ وہ یہ کہ آپ کو نہیں معلوم، میں تب اس عورت کا چہرہ دیکھ رہا تھا بلکہ اس روز صبح کو ہی جی تصویر دیکھی تھی، تب بھی چہرے کی تاب نہ تھی... دیکھیے ویرا ہے، لیبیدیف کی بیٹی، اس کی آنکھیں بالکل مختلف ہیں۔ میں... اس عورت کے چہرے سے ڈرتا ہوں۔'' پرنس نے انتہائی دہشت سے کہا۔

Scanned with CamScanner

"ڈرتے ہیں آپ؟"

"جی ہاں...وہ دیوانی ہے۔" سرگوشی کے انداز میں وہ بولا اور چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا۔

"تو آپ کو اس کی خبر ہے نا؟" ایوگینی پاولووچ نے بڑے اشتیاق سے دریافت کیا۔

"جی ہاں، تقریباً پختہ۔ اب بالکل اچھی طرح۔ آج کل، ان دنوں اچھی طرح جان گیا ہوں۔"

"تو آپ یہ اپنے ساتھ کیا کر رہے ہیں؟" ایوگینی پاولووچ سہم کر پکارا "تو مطلب یہ ہوا کہ آپ کسی خوف سے شادی کرنے چلے ہیں؟ سمجھ میں آنے کی بات نہیں...یعنی محبت کے جوش میں نہیں شاید؟"

"جی نہیں...محبت تو میں دل و جان سے کرتا ہوں! وہ کیا ہے...ایک بچی۔ اب تو بچی ہی ہے، بالکل بچی۔ آپ کو کچھ نہیں معلوم۔"

"اسی وقت میں آپ اگلایا ایوانونا کو بھی اپنی محبت کا یقین دلاتے رہے؟"

"ہاں...یہ تو ہے۔"

"یہ کیسے؟ مطلب یہ کہ بیک وقت دونوں سے محبت کرنا چاہتے ہیں؟"

"جی ہاں، ہاں!"

"آپ کا بھلا ہو پرنس، کہہ کیا رہے ہیں، ہوش میں آیئے!"

"میں اگلایا کے بغیر...مجھے بہر حال ان سے ملنا چاہیے۔ میں...سوتے میں مر جاؤں گا۔ خیال آیا تھا کہ آج رات کو ہی سوتے میں میرا دم نکل جائے گا۔ کاش اگلایا کو معلوم ہو جاتا، انہیں سب کچھ بتا دیا جاتا...یعنی سبھی کچھ کیونکہ یہاں معاملہ ایسا ہے کہ ذرہ ذرہ علم ہونا لازم ہے، یہ اولین بات! ایسا کیوں کہ ہم دوسرے کے بارے میں سب کچھ نہیں جان سکتے، جب جاننا ضروری ہے اور وہ دوسرا قصوروار گردانا جا رہا ہے! معلوم نہیں، کیا کا کیا کہہ گیا، الجھ گیا۔ آپ نے میرے ہوش اڑا دیئے ہیں...کہیں اب بھی اس کی صورت بالکل ویسی تو نہیں ہے جیسی وہاں سے نکل بھاگتے وقت تھی؟ ہاں، سچ، قصور میرا ہی ہے۔ زیادہ تر یہی قرین قیاس ہے کہ ساری غلطی میری ہے۔ معلوم نہیں، قصور کیا ہے لیکن قصوروار ضرور ہوں میں...اس معاملے میں کوئی ایسی چیز ہے جو میں آپ کو سمجھا نہیں سکتا۔ ایوگینی پاولووچ، اس کے لیے لفظ نہیں ملتے...مگر اگلایا بی بی سمجھ جائیں گی! افوہ، مجھے ہمیشہ یقین رہا کہ وہ سمجھ جائیں گی۔"

"نہیں، نہیں، وہ نہیں سمجھیں گی! اگلایا ایوانونا نے محبت کی تھی عورت کی طرح، انسان کی طرح، کسی...غریبی روح کی طرح نہیں۔ ایک بات کہوں میرے بیچارے پرنس، گمان غالب تو یہ ہے کہ آپ کو نہ اس سے محبت تھی کبھی، نہ اس سے محبت تھی۔"

"کہہ نہیں سکتا...ممکن ہے۔ عین ممکن ہے۔ آپ کے بیان میں بہت کچھ درست تھا ایوگینی صاحب، آپ نہایت دانا شخص ہیں ایوگینی صاحب، ہا، میرا سر تو پھر درد کرنے لگا۔ چلیے وہیں چلتے ہیں۔ خدا کے لیے، آپ کو خدا کا واسطہ، چلیے۔"

"کہہ تو چکا میں آپ سے، وہ آج کل پاولوفسک میں نہیں ہیں۔ کولمینا چلے گئے وہ لوگ۔"

Scanned with CamScanner

"تو کولیا چلتے ہیں۔ ابھی چلتے ہیں بس۔"

"ناممکن۔" ایوگینی پاولووچ نے اٹھتے ہوئے "ناممکن" کا لفظ کافی کھینچ کر کہا۔

"سنیے، خط لکھتا ہوں، وہ تو پہنچا دیں گے آپ۔"

"نہیں پرنس، یہ بھی نہیں۔ مجھے یہ ذمہ داری مت سونپیے، مجھ سے نہیں ہوگا۔"

دونوں جدا ہو گئے۔ ایوگینی پاولووچ عجب طرح کی رائے لے کر رخصت ہوا۔ اس نے سوچا کہ پرنس کی عقل کا کوئی پرزہ ڈھیلا ہے۔ بھلا اس کا کیا مطلب کہ "وہ چہرہ" اس چہرے سے وہ ڈرتا بھی ہے اور اس قدر پیار بھی کرتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی کہ اگلایا کے بغیر وہ شاید واقعی جان سے ہاتھ دھو لے اور ممکن ہے اگلایا کو کبھی پتہ ہی نہ چل پائے کہ وہ اس کی محبت میں اتنا محو ہے۔ ہا، ہا! یہ کیسا رہا کہ بیک وقت دو دو سے محبت؟ دو قسم کی مختلف محبتیں ہیں کسی طرح کی؟ دلچسپ بات ہے... بیچارہ ایڈیٹ... اب اس کا کیا بنے گا؟

(10)

پرنس بہرحال اپنی شادی کے وقت تک مرا نہیں، نہ جاگتے میں، نہ سوتے میں۔ جیسا کہ ایوگینی پاولووچ سے کہا تھا۔ ممکن ہے واقعی اسے اچھی نیند نہ آئی ہو، برے برے خواب دیکھے ہوں لیکن دن کے وقت جب لوگوں میں ہوتا تو بہت اچھے موڈ میں بلکہ خوش خوش نظر آتا تھا، صرف بعض اوقات سوچ میں گم ہو جاتا، وہ بھی تب جب تنہا ہو۔ شادی کی جلدی بھی ہوئی تھی۔ جس دن ایوگینی پاولووچ ہو کر گیا، اس کے کوئی ہفتہ بھر بعد کی تاریخ طے تھی۔ شادی کی ایسی جلدی تھی کہ پرنس کے بہترین دوست اگر تھے بھی تو، اس کمبخت الٹی کھوپڑی کو "بچانے" کی ساری کوششوں سے ہاتھ اٹھا لیتے۔ افواہیں سننے میں آئیں کہ ایوگینی پاولووچ کی آمد [illegible] حد تک جنرل ایوان فیودروویچ اور ان کی بیگم لیزاویتا کا ہاتھ بھی تھا۔ اب اگر وہ دونوں اپنے دل کی بے پناہ شرافت کے مارے اس قابل رحم دیوانے کو اندھے کنویں میں گرنے سے بچانا چاہتے بھی ہوں گے تو صرف اسی کمزور سلسلہ جنبانی کی حد تک قدم بڑھا سکتے تھے۔ اس سے آگے زوردار ترکیب کرنے کی نہ ان کی پوزیشن اجازت دیتی تھی، نہ دلی آرزو (جو قدرتی امر تھا) ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ پرنس کے حلقے کے لوگ بھی کسی قدر اس کے خلاف ہو گئے تھے۔ لیبیدیف کی بیٹی ویرا کے بس میں یہی تھا کہ اکیلے میں ٹسوے بہایا کرے اور یہ کہ زیادہ تر اپنی طرف کے مکان میں رہا کرے۔ اب وہ پرنس کو جھانکنے بھی پہلے سے کم ہی آنے لگی۔ اس درمیان کولیا نے باپ کو کفنانے دفنانے کی رسم انجام دی۔ بڑے میاں دل کے پہلے حملے کے آٹھ دن بعد دوسرے حملے سے جاں بحق ہو گئے۔ پرنس نے اس خاندان کی غمی میں بڑھ چڑھ کر شرکت کی اور شروع کے دنوں میں کئی کئی گھنٹے سوگوار نینا کے گھر میں گزارتا رہا۔ جنازے اور گرجا گھر کی رسموں میں بھی شریک ہوا۔ کافی لوگوں کی نظر گئی کہ جو پبلک گرجا گھر میں موجود تھی، پرنس کے آتے اور جاتے وقت آپ سے آپ کانا پھوسی کرنے لگی۔ سڑکوں پر اور باغ میں یہی ہوا۔ جب بھی وہ پیدل یا سواری پر گزرتا تو لوگ بات کرنے لگتے، اسے نام رکھتے، انگلیاں اٹھنے لگتیں اور نستاسیا فلی پودونا کا نام سنائی دیتا تھا۔ مرحوم کے کفن دفن کے وقت نستاسیا کی تلاش تھی مگر کہیں نظر نہ آئی۔ کپتان کی بیوی بھی موجود نہیں تھی جسے عین وقت پر لیبیدیف نے کہہ سن کر وہاں آنے سے روک دیا تھا۔ نماز جنازہ کا پرنس پر زبردست اور تکلیف دہ اثر پڑا۔ لیبیدیف کے کسی سوال کے جواب میں گرجا گھر کے اندر ہی پرنس

Scanned with CamScanner

چکا تھا کہ روسی عقیدے کی مسیحی نماز جنازہ پر شرکت کا یہ پہلا اتفاق ہے، البتہ بچپن میں ایک دفعہ اور کسی گاؤں کے چرچ میں ایسا موقع یاد پڑتا ہے۔

"جی جناب، کیا ٹھیک وہی آدمی تابوت میں نہیں لیٹا ہوا ہے جسے ہم نے حال میں ہی اپنا چیئرمین چنا تھا؟ یاد ہے آپ کو؟" لیبیدیف نے پرنس سے سرگوشی کی "کس کی تلاش ہے؟"

"نہیں، کسی کی نہیں۔ مجھے یوں لگا تھا کہ..."

"رگوژین تو نہیں؟"

"کیا وہ موجود ہے؟"

"چرچ میں۔"

"تبھی تو، مجھے اس کی آنکھیں سی نظر آئی تھیں۔" پرنس نے الجھن میں پڑتے ہوئے کہا "ہاں، تو مگر وہ کیسے؟ کیا اسے بلایا گیا تھا؟"

"سوچا بھی نہیں جا سکتا جی۔ اس سے تو کسی قسم کی جان پہچان تک نہ تھی۔ خیر، یہاں تو جناب، سبھی طرح کے لوگ ہیں مگر آپ کو اتنی حیرت کا ہے پر ہو رہی ہے؟ میری تو اس سے اکثر مڈبھیڑ ہو جاتی ہے۔ پچھلے ہفتے کوئی چار دفعہ یہیں پاولوفسک میں مل چکا ہوں اس سے۔"

"مگر میں نے تو ایک دفعہ بھی صورت نہیں دیکھی... اس وقت سے اب تک۔" پرنس نے دبے لفظوں میں کہا۔

خود نستاسیا فلی پوونا نے چونکہ پرنس کو ایک دفعہ بھی نہیں بتایا تھا کہ "اس وقت سے اب تک" وہ رگوژین سے مل چکی ہے تو پرنس نے یہی نتیجہ نکالا کہ رگوژین کسی سبب سے دیدہ و دانستہ آنکھیں چرا رہا ہے۔ وہ پورا دن اس نے سخت ادھیڑ بن میں گزارا۔ نستاسیا جو تھی تو اس روز پورے دن اور آدھی رات گئے تک خلاف معمول بڑے مزے میں رہی۔ کولیا جس نے باپ کی موت سے پہلے ہی پرنس سے صلح صفائی کر لی تھی، تجویز کیا کہ کیلر اور بردوفسکی کو شادی کے انتظام میں ساتھ رہنے کے لیے کہا جائے (کیونکہ معاملہ ٹھوس ہے اور فوری ہے) اس نے یقین دلایا کہ کیلر ذرا سنبھل کر رہے گا، ممکن ہے "اس کی ضرورت پڑ جائے۔" اور بردوفسکی کے بارے میں کچھ کہنے سننے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ وہ خود کم سخن اور خاکسار قسم کا آدمی تھا۔ غینا الیکساندروونا اور لیبیدیف، دونوں نے پرنس کو ٹوکا کہ شادی کی ٹھان ہی لی ہے تو کم از کم یہاں پاولوفسک میں اس کی کیا ضرورت، وہ بھی ایسے وقت جب بنگلوں کا سیزن ہے، پبلک میں ڈھول بجانا کیا ضرور؟ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ پیتر سبورگ میں، اپنے گھر پر ہی یہ رسم انجام دے دی جائے؟ پرنس اچھی طرح سمجھ گیا کہ یہ سارے خدشے کاہے کی نشاندہی کر رہے ہیں، لیکن وہ ہر ایک کو ٹکا سا مختصر سا جواب دے دیتا کہ نستاسیا فلی پوونا کا یہی اصرار ہے۔

دوسرے دن کیلر پرنس کے پاس آ پہنچا۔ اسے اطلاع دی گئی کہ تم پرنس کے دم قدم کے ساتھ رہو گے۔ اندر قدم رکھنے سے پہلے وہ ڈیوڑھی میں رکا اور جیسے ہی پرنس کو دیکھا، داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت اوپر اٹھائی اور قسم کھانے کے انداز میں چیخا:

"میں نہیں پیتا!"

Scanned with CamScanner

پھر وہ پرنس کے پاس پہنچا، دونوں ہاتھ تھام لیے، زور سے دبائے اور اعلان کیا کہ اس میں شک نہیں کہ وہ شروع میں جیسے ہی سنا، پرنس سے فرنٹ ہو گیا تھا، بلیئرڈ ٹیبل پر لوگوں کے سامنے کہہ بھی ڈالا، اس کا کوئی اور سبب نہیں، سوائے اس کے کہ دوست کی بے صبری کے ساتھ ہر روز پرنس کے لیے ایک ہی تمنا رکھتا تھا، وہ دن دیکھنے کا آرزومند تھا کہ اس کی شادی ہو تو کسی پرنس دی روہاں سے تو ہو مگر اب خود دیکھ لیا کہ پرنس نے کم سے کم بارہ گنا "ان سب کو جوڑ لو" تو ان سے بارہ گنا زیادہ شریفانہ ارادہ کیا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ پرنس کو نہ چمک دمک کی حاجت، نہ دولت و حشمت کی احتیاج، اسے تو صرف گھر اپن چاہیے، اوپر کے خاص خاص لوگوں کا دست شفقت اس کی نظر میں معمولی ہے، ویسے کہیے تو وہ خود اپنی علمیت کی بدولت بلند رتبہ ہے، اسے کیا ضرورت خاص ہستی بننے کی! "مگر یہ لفنگے اور ہر قماش کے بدذات، دوسری طرف دیکھتے ہیں۔ شہر میں، گھروں میں، محفلوں میں، بنگلوں اور بینڈ اسٹینڈ پر، شراب خانوں اور بلیئرڈ کی میزوں پر جہاں دیکھو وہی ایک رٹ ہے، ہر ایک کی زبان سے ذکر سن لو اس واقعے کا جو ہونے والا ہے۔ سنا ہے کہ کھڑکیوں کے نیچے ہڑبونگ مچانے کی تیاری ہو رہی ہے، شادی کی پہلی رات کو ہی۔ اگر پرنس صاحب، ایک شریف ایماندار آدمی کا پستول آپ کے کام آ سکے تو آدھے درجن شریفانہ شاٹ داغنے کو تیار ہوں۔ اس سے قبل کہ آپ بستر عروسی سے برآمد ہوں، رات گزار کر۔" اس کا مشورہ یہ بھی تھا کہ گرجا گھر سے نکلتے وقت، بنگلے کے احاطے میں آگ بجھانے والا پائپ بھی تیار رہے کیونکہ پیاسوں کا ایک بڑا ریلا آنے کا خطرہ ہے۔ لیکن لیبیدیف نے اس تجویز کی مخالفت کی: کہتا ہے کہ "اگر کہیں فائر پائپ استعمال ہوا تو لوگ اس مکان کا تنکا تنکا کر ڈالیں گے۔"

"یہ جو لیبیدیف ہے نا، یہ پرنس صاحب، آپ کے خلاف جوڑ توڑ میں لگا رہتا ہے قسم خدا کی۔ یہ لوگ اس فکر میں ہیں کہ آپ کو سرکاری سرپرستی میں رکھوا دیں، آپ ذرا تصور تو فرمائیے۔ آپ کی آزادانہ مرضی اور مال و دولت سمیت رکھوائیں اور یہی دو چیزیں تو ہیں جو ہم میں سے ہر ایک کو چوپایوں سے ممتاز کرتی ہیں۔ میں نے سنا ہے، خود اپنے کانوں سے سنا، سو فیصد سچ مانیے۔"

پرنس کو یاد آیا کہ اسی قسم کی کوئی بات وہ پہلے بھی سن چکا ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس نے ادھر توجہ نہیں کی تھی۔ اب بھی وہ صرف ہنس دیا اور اس کان سنی، اس کان اڑا دی۔ واقعی لیبیدیف چند روز سے کسی چکر میں تھا۔ یہ شخص جو بھی حساب جماتا، وہ من کی موج میں آ کر جماتا، غیر ضروری جوش کے سبب اس میں الجھنیں بڑھتی جاتیں۔ گرہیں پڑتیں اور اصل نقطے سے ہٹ کر وہ کہیں کا کہیں بکھرتا چلا جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ زندگی میں اسے کچھ خاص ہاتھ نہیں آیا۔ بعد میں جب وہ تقریباً شادی کے دن پرنس کے پاس آیا اور پشیمانی لیے ہوئے آیا (یہ اس کی پرانی عادت تھی کہ جس کے خلاف جوڑ توڑ میں لگا ہوا ہوتا تھا، اسی کے سامنے پشیمانی کے ساتھ اقرار کرنے پہنچ جاتا، خصوصاً اگر اس کی چال الٹی پڑی ہو تو) آتے ہی اس نے پرنس کو بتایا کہ پیدا تو ہوا تھا تالیران لیکن نجانے کس طرح سے صرف لیبیدیف ہو کر رہ گیا۔ اس کے بعد سارے کھیل کا نقشہ اس کے سامنے کھول کر رکھ دیا اور پرنس کو اس اطلاع سے بے انتہا دلچسپی ہو گئی۔ لیبیدیف کے الفاظ میں ہوا یوں کہ پہلے تو بڑی بڑی اہم ہستیوں کی سرپرستی حاصل کرنے کی کوشش شروع ہوئی جن کا ضرورت پڑنے پر سہارا لیا جائے۔ اس غرض سے وہ جنرل ایوان فیودروویچ یپان چین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جنرل صاحب بوکھلائے ہوئے تھے۔ اس "نوجوان"

Scanned with CamScanner

پرنس کا بھلا ضرور چاہتے تھے لیکن صاف کہہ دیا کہ ''اسے مصیبت میں پڑنے سے بچانے کی جتنی بھی خواہش ہو لیکن اپنی طرف سے کچھ کرنا انہیں زیب نہیں دیتا۔'' بیگم لیزاویتا نہ اس کی سننے پر آمادہ تھیں، نہ اس کی صورت دیکھنے کو تیار۔ ایوگینی پاولووچ اور پرنس ش۔ نے بے تعلقی سے ہاتھ جھٹک دیئے۔ اس پر بھی لیبید یف نے ہمت نہیں ہاری، ایک بڑے پہنچے ہوئے، معزز بزرگوار قانون دان سے رجوع کیا جو لیبید یف کے خاص ملنے والے اور تقریباً خیر خواہ ہوتے تھے۔ انہوں نے سن کر کہا کہ ہاں یہ کارروائی عین ممکن ہے بشرطیکہ ایسے معتبر گواہ مل جائیں جو پرنس کے خلل دماغ کی اور ذہن ماؤف ہونے کی پکی گواہی دے سکیں اور خاص بات یہ کہ کوئی بڑی ہستی اس قضیے کے سر پر ہاتھ بھی رکھ دے۔ لیبید یف اس پر بھی دلبرداشتہ نہیں ہوا اور ایک مرتبہ کسی ڈاکٹر کو پرنس کے پاس لے آیا۔ ڈاکٹر ایک معزز بزرگ تھا، جو یہیں بنگلے میں رہتا تھا، بٹ آنا کا خطاب یافتہ تھا۔ وہ صرف اس غرض سے لایا گیا کہ خود، یوں کہیے کہ موقع کا معائنہ کر لے، پرنس کو دیکھ بھال لے اور فی الحال سرکاری نہیں، بلکہ یوں کہیے کہ صرف آپس کے طور پر اس کے متعلق اپنا اندازہ بتا دے۔ پرنس کو اپنے یہاں اس ڈاکٹر کا آنا شاد تھا۔ یہ بھی یاد آیا کہ لیبید یف نے اس سے پہلے ہی پرنس کو بار بار جتانا شروع کر دیا تھا کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے اور جب پرنس نے دوا دارو سے قطعی انکار کر دیا تو ایک دم وہ ڈاکٹر کے ساتھ آ پہنچا، بہانہ یہ کیا کہ دونوں سیدھے مسٹر تیف کے یہاں آ رہے ہیں۔ مریض کی حالت خراب ہے اور ڈاکٹر کی خواہش تھی کہ مریض کے بارے میں پرنس کو کچھ بتانا ہے۔ پرنس نے لیبید یف کے اس عمل کو سراہا اور ڈاکٹر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ فوراً مریض اپوپلیت کے بارے میں بات چیت ہونے لگی۔ ڈاکٹر نے اصرار سے چاہا کہ پرنس اسے خودکشی کی کوشش والا وہ واقعہ پوری تفصیل سے سنا دے، اور پرنس نے اپنے بیان سے، واقعے کی تفصیلات سے اسے بالکل پر چا لیا۔ پھر پیترسبورگ کی آب وہوا کا ذکر نکل آیا، پرنس کی بیماری کا، سوئٹزرلینڈ اور ڈاکٹر شنیدر کا قصہ چلا۔ ڈاکٹر شنیدر کے طریق علاج اور پرنس کے دوسرے بیانات سے اس عمر رسیدہ ڈاکٹر کو اس قدر دلچسپی ہوگئی کہ وہ دو گھنٹے یہیں بیٹھا رہا، پرنس کے نہایت قیمتی سگار پھونکے گیا۔ لیبید یف کی طرف سے لذیذ برانڈی بھی آ گئی جو وہ لے کر آئی تھی اور حالانکہ خود شادی شدہ اور گھر بار والا آدمی تھا، ویرا پر اس نے تعریفوں کی اتنی بوچھار کی کہ لڑکی کو ڈاکٹر سے گھن آنے لگی۔ آخر جب پرنس کے یہاں سے اچھا بھلا رخصت ہونے لگا تو لیبید یف سے کہا کہ اگر اس طرح کے لوگوں کو عدالتی سرپرستی میں لیا جانے لگا تو کون رہ جائے گا جو سرپرست بنے؟ لیبید یف نے توجہ دلائی کہ عنقریب کیا واقعہ پیش آنے والا ہے تو ڈاکٹر نے شرارت بھرے چالاک انداز میں گردن ہلائی اور آخر کہہ ڈالا کہ اس معما کہنے سننے کی کیا گنجائش ''کون کس سے شادی کرتا ہے، کیا کرے'' اور جہاں تک اس نے سنا ہے ''دیوانہ بنا دینے والی ہستی غیر معمولی حسن کے علاوہ جو کسی بھی صاحب جائیداد کو مبتلا کر سکتا ہے، خود بھی کچھ کم دولت کی مالک نہیں، تو تسکی اور رگوژین سے جو مال ملا، وہ ہے اس کے علاوہ ہیرے، موتی، شال اور فرنیچر ہے، لہٰذا جو انتخاب ہوا ہے، وہ نہ صرف یہ کہ پرنس کے بارے میں یوں کہیے کہ کسی خاص ذہنی فتور کا پتہ نہیں دیتا، بلکہ اس کے برعکس شہادت دیتا ہے نہایت ہوشیار، زیرک دنیاداری کی سمجھ اور دور تک حساب جمانے کی مطلب یہ کہ اگر اس سے نتیجہ نکالا جائے تو الٹا نتیجہ نکلنے کی زیادہ گنجائش ہے جو پوری طرح پرنس کے حق میں جاتا ہے...'' اس خیال نے لیبید یف کے ہوش اڑا دیئے۔ وہ یہیں اٹک کر رہ گیا اور لب پر نس سے یہ کہنا ہے کہ ''آئندہ جاں نثاری اور آپ کی خاطر خون بہا دینے کے علاوہ مجھ سے کوئی بات آپ نہیں

Scanned with CamScanner

دیکھیں گے۔ بچی کہنے حاضر ہوا ہوں۔"

ادھر کے چند روز اپولیت کی طرف بھی پرنس کی توجہ بٹی رہی۔ اکثر اس کی طرف سے بلاوے آنے لگے۔ وہ لوگ نزدیک ہی رہتے تھے۔ ایک چھوٹے سے مکان میں۔ اپولیت کے بھائی بہن، چھوٹے بچے کم از کم یہاں بنگلے کے ہونے سے اس بات پر خوش تھے کہ مکان کے ساتھ باغ لگا ہوا ہے جہاں وہ مریض سے جان بچا سکتے ہیں۔ غریب بیوہ کپتان پوری طرح اپنے بیمار بیٹے کی مرضی کی پابند تھی اور اسی کی خاطر مرمٹی تھی۔ پرنس کو آئے دن ان کے ہاں جانا اور ملاپ کرانا پڑتا تھا۔ مریض اب بھی برابر اسے اپنی "آیا" کہے جاتا تھا اور ساتھ ہی کسی صورت آمادہ نہ تھا کہ ملاپ کرانے والے بچہ لیے کی حیثیت میں اس سے اپنی نظرت ترک کردے۔ اسے کولیا سے بھی سخت شکایت تھی اس بات کی کہ اس نے ادھر کا رخ کرنا ہی قریب قریب چھوڑ دیا تھا۔ پہلے تو وہ بستر مرگ پر پڑے ہوئے باپ کے پاس رہا اور پھر بیوہ ماں کی خبر گیری میں آخر میں اس نے نستاسیا اور پرنس کی جوڑی کو پھبتیوں کا نشانہ بنالیا اور انجام کار اس کی اتنی توہین کی کہ اپنے سے دور کرلیا۔ پرنس نے اس کے گھر جانا چھوڑ دیا۔ دو دن میں صبح سویرے کپتان کی بیوہ آنکھوں میں آنسو بھرے پرنس کے پاس دوڑی ہوئی اور منت سماجت کرنے لگی کہ ہمارے گھر چلیے، ورنہ وہ مجھے جیتے جی مار ڈالے گا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اپولیت کوئی بڑی راز کی بات آپ سے کہنے کو بے قرار ہے۔ پرنس چلا گیا۔ اپولیت اس سے صلح صفائی کرلینا چاہتا تھا۔ رونے لگا، آنسو خشک ہوئے تو جیسا کہ ہونا تھا، اور بھی بپھر گیا لیکن ہمت نہ پڑی کہ اپنا زہر اگل دے۔ اس کی حالت بگڑ چکی تھی اور آثار بتا رہے تھے کہ اب دنیا سے جانے والا ہے۔ راز کی کوئی بات نہیں تھی سوائے چند تنبیہوں کے، جو یوں کہنا چاہیے کہ پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ زبان تک آئیں (ممکن ہے دکھانے کی خاطر) یہ کہ "رگوژین سے بچے رہنا۔" "دیکھیے وہ ایسا آدمی ہے کہ اپنا حق ہرگز نہیں چھوڑے گا، پرنس، آپ اور میں اس کے جوڑ کے نہیں ہیں۔ وہ جس بات کی ٹھان لے، بے دھڑک کر گزرے گا..." وغیرہ وغیرہ۔ پرنس اس سے اور تفصیل کریدنے لگا، کچھ اور ٹھوس باتیں معلوم کرنی چاہیں مگر وہاں ٹھوس بات کا پتہ ہی نہیں تھا سوائے اس کے کہ ذاتی احساس اور خود اپنے تاثرات۔ اپنا جی ٹھنڈا کرتے ہوئے اپولیت نے گفتگو تمام کی ایسی بات پر کہ پرنس پر خوف طاری ہوگیا۔ شروع میں تو پرنس نے اس کے بعض دوٹوک سوالوں کا جواب ہی نہیں دیا بلکہ ان مشوروں پر صرف مسکراتا رہا کہ: "ہو سکے تو ملک سے باہر فرار کر جانا چاہیے، ہر جگہ روسی پادری موجود ہیں، وہاں بھی نکاح پڑھوایا جا سکتا ہے۔" کہتے کہتے وہ اس خیال پر پہنچ کر تھما: "مجھے تو صرف اگلایا ایوانووِنا کا ڈر ہے۔ رگوژین کو معلوم ہے کہ آپ ان صاحبزادی سے کس قدر محبت کرتے ہیں تو محبت کا بدلہ محبت۔ آپ نے رگوژین سے نستاسیا فلپوونا چھین لی، وہ اگلایا کی جان لے لے گا۔ اگرچہ اب وہ آپ کی نہیں رہی ہیں، پھر بھی صدمہ تو آپ کو زبردست پہنچے گا، کیوں ہے نا؟" اپولیت کی غرض پوری ہوگئی۔ پرنس اس کے پاس سے چلا تو بدحواس تھا۔

رگوژین کی بابت یہ اندیشے عین اس وقت ظاہر ہوئے جب شادی کا دن سر پر تھا۔ اسی شام، رسم نکاح سے پہلے آخری بار پرنس نستاسیا فلپوونا سے ملا۔ مگر وہ اس عالم میں نہیں تھی کہ اسے تسکین دے سکتی بلکہ اس کے برعکس ان آخری دنوں میں تو اس کا اضطراب برابر بڑھتا جا رہا تھا۔ پہلے یعنی ادھر چند روز پہلے تک جب بھی پرنس سے ملتی، ہر ملاقات میں سارے جتن کیا کرتی تھی کہ اس کا موڈ بنائے، جی بہلائے، اس کی افسردہ صورت سے بہت گھبراتی تھی۔ اس کی خاطر گانے

Scanned with CamScanner

ہی کو تیار ہو جاتی، ہنسی مذاق کی جتنی باتیں یاد آتیں، زیادہ تر وہی سناتی رہتی تھی۔ پرنس ہمیشہ ایسی شکل بنا لیتا تھا جیسے بہت ہنسی آ رہی ہے اور بعض اوقات تو واقعی جی کھول کر ہنس پڑتا تھا۔ اس تیز ذہانت اور نکھرے ہوئے ذوق پر جو کبھی لذت بیان میں محو ہوتے وقت اس پر طاری ہو جاتی تھی اور اکثر ایسا اکثر ہوا کرتا تھا۔ پرنس کو ہنستے مسکراتے دیکھ کر اسے متاثر پا کر وہ جھومنے لگتی تھی اور فخر کے مارے پھولی نہ سماتی تھی لیکن اب کچھ اور ہی عالم تھا، رنج اور فکرمندی ایک ایک گھڑی بڑھتی جا رہی تھی۔ نستاسیا کے بارے میں اس کے خیالات ایک جگہ ٹھہرے ہوئے تھے، ورنہ ظاہر ہے کہ وہ دیکھ لیتا کہ اب اس کی ہر بات ایک معمہ بنتی جا رہی تھی، سمجھ سے باہر ہوتی جا رہی تھی مگر اسے خلوص دل سے یقین تھا کہ اب بھی وہ نئی زندگی پا سکتی ہے۔ ایوگینی پاولووچ سے یہ کہنے میں پرنس بالکل حق بجانب تھا کہ دل سے اسے چاہتا ہے، بھرپور محبت کرتا ہے، نستاسیا سے اسے جو محبت ہے، اس میں دراصل وہ جذبہ بھی شامل ہے جو کسی قابل رحم اور ایسے بیمار بچے کے لیے ہوتا ہے جسے اس کے حال پر نہ چھوڑا جا سکے۔ اس نے کبھی کسی سے نستاسیا کے متعلق اپنے حقیقی جذبات کا اظہار نہ کیا تھا بلکہ دوران گفتگو میں اگر پہلو بچائے نہ بنتی تب بھی اس کا ذکر زبان پر لانا اسے ناپسند تھا۔ وہ اور نستاسیا ساتھ بیٹھے ہوتے تو کبھی "اس جذبے" کے بارے میں لب کشائی نہ کرتے، گویا دونوں نے اس سے پہلوتہی کا عہد کر رکھا ہو۔ ان دونوں کی عام بات چیت میں، مزید اور جاندار بات چیت میں، جس کا جی چاہتا شریک ہو سکتا تھا۔ داریا بعد میں بتاتی تھی کہ ان تمام دنوں کے دوران وہ ان لوگوں کو دیکھ دیکھ کر لطف لیتی اور خوش ہوا کرتی تھی۔

نستاسیا فلی پوونا کی دلی اور ذہنی حالت پر جو نظر پہنچی، اس نے پرنس کا خیال کئی ایک دوسری الجھنوں سے کسی حد تک ہٹائے رکھا۔ اب تو وہ بالکل ہی دوسری عورت تھی، وہ نہیں جسے تین مہینے پہلے جانتا تھا۔ اب اس نے دماغ پر زور ہی نہیں دیا کہ مثلاً یہ کیوں کہ تب تو وہ شادی کی تجویز پر اسے چھوڑ کر، روتی ہوئی، برا بھلا کہتی، کوستی ہوئی بھاگ گئی تھی اور اب خود شادی کی جلدی مچائے ہوئے ہوئے ہے؟ "مطلب یہ کہ تب کی طرح اب اسے یہ اندیشہ نہیں رہا کہ اگر شادی کی تو اس کے لیے مصیبت بن جائے گی۔" پرنس نے سوچا۔ اپنی ذات پر گم شدہ اعتماد کا اتنی جلدی بحال ہو جانا، پرنس کے خیال میں قدرتی امر تو ہونے سے رہا۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ صرف اگلایا سے نفرت نے اس میں اتنا اعتماد پھر دیا ہو: نستاسیا میں احساس کا مادہ اس سے کہیں گہرا تھا۔ کہیں رگوژین سے شادی کے خیال سے خوفزدہ ہو جانا تو اس کی وجہ نہیں؟ مختصر یہ کہ یہاں کوئی ایک نہیں بلکہ یہ ساری اور ان کے علاوہ اور بھی وجہیں شامل رہی ہوں گی لیکن اب اس پر یہ زیادہ سے زیادہ صاف ہو چکا تھا کہ یہاں اصل بات وہ ہے جو اسے بہت زمانے سے کھٹک رہی تھی اور وہ یہ کہ بیچاری دکھی آتما اب اور نہیں سہہ سکتی۔ اگرچہ اس خیال نے دوسری الجھنوں کا بوجھ اپنے طور پر دماغ سے ہلکا کر دیا، لیکن ان دنوں نہ اس سے دل کو چین نصیب ہونے والا تھا، نہ یہ آرام ملنے کی کوئی سبیل تھی۔ کسی کسی وقت وہ کوشش کرتا کہ کوئی فکر دماغ میں راہ نہ پائے۔ شادی کو واقعی اس نے کوئی ایسی چیز سمجھ لیا تھا جیسے یہ ایک عام سا رسمی سا معاملہ ہے۔ خود اپنی تقدیر کی قیمت اس نے بہت ہی کم لگائی تھی۔ رہا اس پر انگلیوں کا اٹھنا، نکتہ چینیاں وغیرہ جیسے ایوگینی پاولووچ سے بات ہوئی تو یہ طے تھا کہ اس کے پاس کوئی جواب صفائی نہیں ہے۔ وہ خود کو اس کا اہل ہی نہیں سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس قسم کی ہر گفتگو سے صاف پہلو بچا جاتا تھا۔

البتہ اس نے یہ نوٹ کر لیا کہ نستاسیا فلی پوونا خوب اچھی طرح جانتی اور سمجھتی ہے کہ پرنس کے لیے اگلایا کی کیا

اہمیت ہے۔ ویسے تو وہ چپ رہی لیکن جب کبھی وہ شروع میں۔ پان چین والوں کے ہاں جانے کو تیار ہونے لگتا اور وہ اسے دیکھتی تو اس کا ''چہرہ'' نظر آ جاتا تھا۔ وہ گھرانہ پاولوفسک سے چلا گیا تو نستاسیا کا چہرہ کھل اٹھا۔ چاہے وہ کتنا ہی بے خبالی اور غفلت کا شکار رہا ہو لیکن یہ خیال اسے برابر چبھنے لگا تھا کہ نستاسیا اپنے جی میں ٹھان لے گی تو کوئی نہ کوئی ہنگامہ ایسا ضرور کھڑا کر دے گی کہ اگلا یا اس بستی سے چلی جائے۔ بنگلوں میں ہر جگہ اس شادی کا جو چرچا تھا، اس میں بھی یقیناً نستاسیا کا ہاتھ ہوگا تاکہ اپنی رقیب کو چوٹ دی جائے۔ پان چین والوں سے چونکہ ملاقات مشکل تھی، لہٰذا نستاسیا نے ایک بار پرنس کو اپنی فٹن میں بٹھا کر حکم دیا کہ گاڑی ٹھیک ان کے بنگلے کے پہلو سے نکالی جائے۔ پرنس کے یہ بات بلائے ناگہانی تھی۔ اسے اپنے معمول کے مطابق ہوش تب آیا جب اصلاح کی گنجائش نہ رہ گئی اور گاڑی بالکل ہی کھڑکیوں کے پاس پہنچ گئی۔ اس وقت تو وہ خاموش رہا لیکن بعد میں برابر دو دن بیماری نے پکڑے رکھا۔ نستاسیا نے یہ تجربہ پھر نہیں دہرایا۔ شادی سے قبل کے آخری دنوں میں وہ فکروں میں ڈوبی رہنے لگی۔ ہمیشہ انت اس پر ہوتا کہ وہ اپنی اداسی پر قابو پا لیتی، پھر ہنسنا ہنسانا شروع کر دیتی مگر ذرا نیچے سُروں میں اتنے شور پکار کے ساتھ نہیں، اس طرح دلی خوشی کے ساتھ نہیں جیسے ابھی کچھ پہلے اس کا معمول تھا۔ پرنس نے توجہ دگنی کر دی۔ اسے یہ خلش رہنے لگی کہ نستاسیا کبھی رگوژین کا ذکر ہی زبان پر نہیں لاتی۔ صرف ایک بار، شادی کے مقررہ دن سے پانچ روز پہلے بنگلے والی داریا کے یہاں سے آدمی دوڑا آیا کہ فوراً پہنچنا ہے کیونکہ نستاسیا کی طبیعت بہت بگڑی ہوئی ہے۔ جا کر اسے ایسے عالم میں پایا جیسے دماغ بالکل ماؤف ہو چکا ہو۔ وہ چیخیں مار رہی تھی، لرز رہی تھی، آسمان سر پر اٹھا کر رکھا تھا کہ رگوژین یہیں بنگلے میں، کہیں پارک میں چھپا ہوا ہے، ابھی ابھی نظر پڑا ہے، وہ جان سے مار ڈالے گا رات کو... اس کے ٹکڑے کر دے گا۔ دن گزر گیا اور اسے قرار نہ آیا لیکن اسی شام، جب پرنس کھڑے کھڑے اپولیت کو دیکھنے گیا تو اپولیت کی بیوہ ماں نے، جو اپنے کام دھام سے شہر گئی ہوئی تھی اور تبھی واپس آئی تھی، بیان کیا کہ پیتر سبورگ میں رگوژین آج ہی اس کے گھر آیا تھا اور پاولوفسک کے احوال پوچھ رہا تھا۔ پرنس نے جب وہاں اس کی آمد کا ٹھیک ٹھیک وقت دریافت کیا تو وہی وقت نکلا جس میں نستاسیا کے کہنے کے مطابق اسے اپنے مکان کے باغیچے میں نظر پڑا تھا۔ بات صاف ہوگئی کہ یہاں رگوژین نہیں، صرف فریب نظر تھا۔ نستاسیا خود اس عورت کے گھر گئی۔ ذرا تفصیل سے معلوم کرنے کے لیے اور اسے پوری طرح قرار آ گیا۔

شادی سے پہلے کی شام پرنس نستاسیا کو بہت شاندار موڈ میں چھوڑ کر آیا تھا۔ پیتر سبورگ سے ہار سنگار والوں کے یہاں سے کل کی آرائش کا سامان، شادی کا جوڑا، دوپٹہ ٹوپی وغیرہ آ گیا تھا۔ پرنس کو گمان تک نہ تھا کہ وہ سنگار کا سامان پا کر اس قدر ناچ اٹھے گی۔ وہ خود بڑھ بڑھ کر داد دینے لگا اور اس کی داد پر وہ اور بھی شاد ہوگئی۔ آخر دل کی بات زبان پر آئی: کان میں بھنک پڑ چکی تھی کہ شہر میں ناراضی عام ہے اور واقعی کچھ لفنگے غل غپاڑا کرنے، ہنگامہ مچانے پر آمادہ ہیں۔ گانا بجانا کوئی ٹولہ نکلے گا، شعر گائے جائیں گے، جو خاص اسی موقع کے لیے جوڑے گئے ہیں اور اس تماشے کے پیچھے باقی بستی والوں کی تھوڑی بہت تھپکی شامل ہے۔ اس پر وہ اور بھی بھڑک اٹھی، جی چاہا کھڑکی اور بھی سرا اٹھا کر نکلے، اپنے ذوق کی نفاست اور دولت کے جلوے سے سبھوں کے دانت کھٹے کر دے۔ ''ہے ہمت تو مچائیں شور، بجائیں سیٹیاں، دیکھ لوں گی۔'' اس تصور سے ہی اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ ایک اور اندر کا ارمان بھی تھا مگر اس کی زبان نے سننے میں نہیں آیا۔ اس نے اپنی

Scanned with CamScanner

ہے سوچ رکھا تھا کہ اگلایا، نہیں تو اس کی طرف کا کوئی آدمی اس مجمع میں ضرور گمنام حیثیت سے شامل ہوگا، گرجا گھر میں بھی ہوگا، سب کچھ دیکھے دکھائے گا اور اسی کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا ہے۔ جب وہ پرنس سے رخصت ہوئی تو انہی خیالات میں غرق تھی۔ اس وقت رات کے گیارہ کا عمل ہوگا۔ ابھی آدھی رات نہ گئی تھی کہ داریا کے ہاں سے آدمی دوڑا ہوا آیا کہ "جلدی چلیے، حالت بگڑ گئی ہے۔" پرنس نے دلہن کو اسی عالم میں پایا کہ خوابگاہ میں اندر سے بند ہے، رو رہی ہے، غمزدہ ہے، نفغان کا دورہ پڑا ہے۔ دروازے کی جھری میں سے اسے پکارا گیا مگر اس نے سنا تک نہیں۔ آخر جیسے تیسے دروازہ کھولا، صرف پرنس کو اندر آنے دیا اور پھر دروازے کی چٹخنی چڑھالی۔ وہ پرنس کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک گئی۔ (بعد میں داریا نے بتایا جس نے ذرا تاک جھانک کی تھی۔)

"میں یہ کیا کر رہی ہوں؟ میں کیا کر رہی ہوں۔ تمہارے ساتھ یہ کیا کر رہی ہوں میں۔" وہ بے اختیار چیختی رہی اور کانپتی ہوئی اس کے قدموں سے لپٹ گئی۔

پرنس پورے گھنٹہ بھر وہیں اس کے پاس بیٹھا رہا۔ ہمیں نہیں معلوم ان میں کیا بات ہوئی۔ داریا کا کہنا ہے کہ دونوں جدا ہوئے تو مطمئن اور چین سے تھے۔ پرنس نے پھر اسی رات ایک دفعہ اور خیریت معلوم کرائی لیکن تب تک نستاسیا کی آنکھ لگ چکی تھی۔ صبح سویرے، جب وہ سو کر اٹھی تو یکے بعد دیگرے دو آدمی اور پرنس کی طرف سے داریا کے گھر آئے، جب تیسرا آیا تو یہ اطلاع لے کر لوٹا کہ "نستاسیا کے پاس اس وقت پوری ایک کھیپ ہے۔ پیترسبورگ کے فیشن اور سنگار کرنے والوں کی۔ کل جو بیتی، اس کا نام ونشان تک نہیں۔ وہ بننے سجنے میں لگی ہوئی ہے، اسی طرح کے سنگار کر رہی ہے جو ایسی حسینہ کو ہی زیب دیتے شادی کے لیے اور یہ کہ اب، ٹھیک اسی وقت مشورتی کانگرس بیٹھی ہے یہ طے کرنے کے لیے کہ کون کون سے ہیرے موتی پہنے جائیں اور کیسے پہنے جائیں۔" پرنس کو بالکل چین پڑ گیا۔

بعد کی پوری روداد اس شادی کی ان لوگوں کی زبانی معلوم ہوئی ہے جو موقع پر موجود تھے اور اسے درست مانا جا سکتا ہے۔

اس روز شام کے آٹھ بجے شادی کی رسم قرار پائی تھی۔ نستاسیا فلپوونا سات بجے سے ہی تیار ہو گئی تھی۔ گھنٹہ بھر پہلے سے لیبیدیف کے بنگلے کے چاروں طرف تماشائیوں کا مجمع بڑھتا گیا، خاص طور سے بھیڑ لگی داریا الیکسیئونا کے مکان کے پاس۔ سات بجے سے گرجا گھر میں لوگ بھرنے لگے۔ دیرا اور کولیا، دونوں کو پرنس کی طرف سے بڑا ڈر لگا ہوا تھا۔ گھر پر بھی انہیں انتظامی بھاگ دوڑ بہت کرنی تھی۔ پرنس کے کمروں میں انہوں نے مہمانوں کے بٹھانے اور توقع کا سامان لگا دیا۔ یہ خیال تھا کہ عقد کی رسم انجام پانے کے بعد کسی قسم کی نشست نہیں ہوگی۔ ان لوگوں کے علاوہ جن کی موجودگی رسم عقد کے وقت ضروری ہوتی ہے، لیبیدیف کے نام سے صرف پتیت سن میاں بیوی کو، گانیا کو، سینٹ آنا کے خطاب یافتہ ڈاکٹر کو اور داریا کو دعوت دی گئی تھی۔ جب پرنس نے لیبیدیف کو کرید کر پوچھا کہ ڈاکٹر کو مدعو کرنے کی اسے کیوں سوجھی "جب کہ اس سے تعارف نہ ہونے کے برابر ہے۔" تو اس نے مزے لے کر جواب دیا "آدمی خطاب یافتہ ہے۔ معزز ہستی ہے، رائج رہے گی جناب۔" پرنس نے سنا تو ہنس پڑا۔ کیلر اور برودوفسکی اس روز فراک کوٹ اور دستانوں میں تھے اور خاصے سلیقے سے بن ٹھن آ رہے تھے۔ کیلر نے البتہ پرنس کو اور بعض اپنے اعتماد والوں کو کسی قدر فکر میں ڈال رکھا تھا کہ اس سے آمادہ پیکار

ہونے کے آثار ٹپکے پڑتے تھے اور وہ تماشائیوں کو جو گھر کے پاس مجمع لگائے ہوئے تھے، عداوت سے گھور گھور کر دیکھے جا رہا تھا۔ آخر ساڑھے سات بجے پرنس چرچ کی طرف سوار ہوا۔ یہاں یہ بتاتے چلیں کہ پرنس اپنی طرف سے تقریب کی ایک بھی رسم، ایک بھی رواج کی تعمیل میں کسر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ سب کچھ کھلے خزانے، برملا اور ایسے انجام پایا جیسے "ہونا چاہیے تھا۔" چرچ میں، ہجوم کی دھکا پیل سے گزر کر، جہاں لگاتار کانا پھوسی اور پبلک کی ہا ہو چل رہی تھی، کیلر کی رہبری میں جبکہ وہ دائیں بائیں غصے کی نظریں پھینکتا قدم اٹھا رہا تھا، پرنس محراب و منبر کے پاس پہنچا اور ذرا دیر کو آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ کیلر اب دلہن کو لینے روانہ ہوا۔ وہاں داریا کے مکان کے پاس دیکھا تو نہ صرف یہ کہ پرنس کے گھر والے مجمع سے دگنا، تگنا ہجوم تھا بلکہ بے باکی میں بھی اس سے ڈبل نظر آتا تھا۔ زینے پر قدم رکھتے وقت اس کے کان میں اس طرح کے آوازے پڑے جو برداشت سے باہر تھے اور وہ سبق سکھانے کے ارادے سے پبلک کی طرف جھپٹنے ہی والا تھا مگر خوش قسمتی سے بردوفسکی نے اور مکان مالکہ داریا نے جو زینے سے لگی تھی، اسے تھام لیا۔ دونوں نے پورا زور لگا کر اسے پکڑا اور کھینچ کھانچ کر اندر کمرے میں لے گئے۔ کیلر جھنجھلایا ہوا تھا۔ اسے جلدی تھی۔ نستاسیا اٹھی، چلتے چلتے پھر آئینے میں جھانکی۔ "ترچھی" مسکراہٹ سے بولی کہ بقول کیلر "مردے کی طرح اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔" عقیدت کے ساتھ شبیہ کے سامنے جھکی اور زینے پر نکل آئی۔ اس کے دیدار پر آوازوں کا شور بلند ہوا۔ سچ یہ ہے کہ پہلے لمحے تو ہنسی قہقہے، تالیاں، دبی دبی سیٹیاں سنائی دی تھیں، لیکن لمحہ گزرا تو دوسری آوازیں بھی آنے لگیں:

"واہ، یہ ہوئی حسینہ!" مجمع میں سے آوازیں۔

"نہ یہ پہلی ہے، نہ یہ آخری!"

"ابے گدھو، سہرے میں سب چھپ جاتا ہے۔"

"نہیں، ایسی حسینہ چراغ لے کے ڈھونڈھو تو نہ ملے، ہررا!" پاس کے لوگ پکارے۔

"رانی ہے! ایسی رانی پر تو میں جان وار دوں!" کسی دفتری کلرک نے آوازہ کسا "زندگی ایک رات کے بدلے!"

نستاسیا فلی پودنا گھر سے نکلی تو واقعی اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں لیکن یہ بڑی بڑی کالی آنکھیں انگاروں کی طرح ہجوم پر دہک رہی تھیں۔ مجمع ان آنکھوں کی تاب نہ لا سکا۔ غصے اور ناگواری کی جگہ واہ کے شور نے لے لی۔ فٹن کے دروازے کھل چکے تھے، کیلر نے دلہن کو سوار کرانے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا تھا کہ اتنے میں نستاسیا دھاڑی اور زینے سے سیدھی مجمع میں ڈوب گئی۔ اس کی طرف کے باراتی حیرت کے مارے سکتے میں رہ گئے۔ مجمع نستاسیا کے سامنے سے چھنٹ گیا اور زینے سے پانچ چھ قدم کے فاصلے پر ناگہاں رگوژین نظر آیا۔ نستاسیا نے اس ہجوم کے نرغے میں اسی کی نظر پکڑی تھی... دیوانوں کی طرح دوڑ کر وہ اس کے پاس گئی اور دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"مجھے بچا لو! لے چلو! جہاں چاہو، لے چلو، ابھی!"

رگوژین نے قریب قریب اسے ہاتھوں میں تھام لیا اور فٹن کے پاس پہنچایا۔ پھر ایک لمحے میں بٹوے سے روبل کا نوٹ نکالا، کوچوان کی طرف بڑھا کر بولا۔

Scanned with CamScanner

"سیدھے ریل کو! گاڑی پکڑ لیں تو سو کا ایک اور!"

پھر اچھل کر خود سوار ہوا اور اندر سے فٹن کا دروازہ بھیڑ لیا۔ کوچوان نے ذرا بھی ہچر مچر نہیں کی اور گھوڑوں کو چابک لگا دیا۔ کیلر بعد میں صفائی یوں دیتا تھا کہ سب کچھ آناً فاناً ہو گیا۔ "ایک سیکنڈ اور جاتا تو میں سنبھل جاتا، یوں جانے نہ دیتا۔" حادثہ بیان کرتے وقت وہ زور دکھایا کرتا تھا۔ اس نے بردوفسکی کے ساتھ وہیں کھڑی ہوئی ایک گاڑی پکڑ کر پیچھا کرنا چاہا لیکن پھر راستے میں ہی ارادہ بدل دیا کہ "بہر حال اب دیر ہو گئی۔ زور زبردستی سے کسی کو واپس نہیں لایا جا سکتا!"

"اور پرنس خود بھی یہ نہ چاہتے۔" بدحواس بردوفسکی نے وجہ طے کر دی۔

رگوژین اور نستاسیا گھوڑے دوڑاتے ہوئے وقت سے اسٹیشن پہنچ گئے۔ گاڑی سے اتر کر جیسے ہی رگوژین ٹرین میں سوار ہونے لگا، اسے اتنا موقع مل گیا کہ برابر سے گزرتی ہوئی لڑکی کو روک لیا جو ایک پرانا، مگر معقول سا گہرے رنگ کا شلوکا اور ریشمی رومال سر پر ڈالے ہوئے تھی۔

"پچاس روبل میں یہ اپنا شلوکا دیتی ہو؟" اور پچاس کی رقم ایک دم اس لڑکی کی طرف بڑھا دی۔

ابھی وہ اپنے حواس درست نہ کر پائی تھی، سمجھنے کی کوشش میں ہی تھی کہ رگوژین نے اس کے ہاتھ میں پچاس کا نوٹ رکھ دیا۔ رومال سمیت شلوکا اچکا اور اس سے نستاسیا کا سر اور شانے ڈھانک دیے۔ اس کا ضرورت سے زیادہ شاندار بناؤ سنگار آنکھوں میں کھب رہا تھا، پورے ڈبے کی توجہ اسی پر ٹھہر جاتی، تب جا کے وہ لڑکی سمجھ میں پائی کہ ایسی میم صاحب کے لیے اس کا پرانا، مفت برابر چیتھڑا کیوں، کس غرض سے خریدا گیا ہے۔

حادثے کا غلغلہ چرچ تک غیر معمولی تیزی کے ساتھ پہنچ گیا۔ جب کیلر پرنس کی طرف بڑھ رہا تھا، بہت سارے لوگوں نے جو اس کے لیے بالکل اجنبی تھے، اس پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ زور زور سے بات چیت، سروں کا ہلنا، یہاں تک کہ ہنسی قہقہے، پھر بھی کوئی چرچ سے گیا نہیں۔ سب کو یہ دیکھنے کا شوق تھا کہ دیکھیں دولہا میاں پر اس خبر سے کیا گزرتی ہے۔ پرنس کا رنگ اڑ گیا لیکن خبر خاموشی سے سنی اور بمشکل سنائی دینے والی آواز میں صرف اتنا زبان سے نکلا: "مجھے ڈر تو تھا مگر یہ گمان نہ تھا کہ ایسی نوبت پہنچے گی..." پھر ذرا دیر خاموش رہنے کے بعد آگے کہا "سچ پوچھو تو... اس عورت کی سی حالت میں... ایسا ہونا قدرتی امر ہے۔" یہ تاثر ایسا تھا کہ خود کیلر بعد میں کہنے لگا کہ "بے مثال فلسفہ" ہے۔ پرنس چرچ سے نکلا، دیکھنے میں مطمئن اور ہشاش بشاش۔ بہت سے لوگوں کی نظر اس بات پر گئی اور بعد میں کافی چرچا رہا۔ معلوم ہو رہا تھا کہ پرنس گھر پہنچنے اور جلد سے جلد تنہا رہنے کے لیے سخت بے چین تھا لیکن لوگوں نے یہ اسے نصیب نہ ہونے دیا۔ اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں بعض مہمان بھی آن ڈٹے، جن میں چیت سن، گاوریلا اور ان کے ساتھ وہ خطاب یافتہ ڈاکٹر بھی تھا جس نے ٹلنے کا نام نہیں لیا۔ اس کے علاوہ سارا گھر فالتو لوگوں سے گھرا ہوا تھا۔ اوپر تک پرنس کو آوازیں سنائی دے رہی تھیں کہ کیلر اور کیپد یف بعض ایسے قطعی انجانے لوگوں سے بھڑے ہوئے ہیں جو دیکھنے میں خاصے سفید پوش مگر کسی بھی صورت سے اوپر برآمدے میں گھس پڑنے پر تلے ہوئے تھے۔ پرنس خود ان جھگڑنے والوں کے پاس پہنچا، معلوم کیا کہ کیا معاملہ ہے اور خوش سلیقگی سے کیپد یف اور کیلر کو ایک طرف ہٹا کر ایک صاحب سے جو کافی بھاری بھرکم اور سفید بالوں والے آدمی تھے شرافت کی بات چیت شروع کر دی۔ یہ صاحب خود برآمدے کی سیڑھیوں پر پاؤں رکھے، دوسرے

Scanned with CamScanner

شوقینوں کی سربراہی کر رہے تھے، پرنس نے انہی کو دعوت دی کہ اندر اپنی تشریف آوری کی عزت بخشیں۔ یہ صاحب اول تو چکرائے مگر پھر چلے ہی آئے۔ ان کے پیچھے دوسرا، پھر تیسرا۔ سارے ہجوم میں سے یہی کوئی سات آٹھ آدمی نکلے جو بڑھے اور اندر آ گئے۔ اندر آتے وقت وہ ذرا بے ساختگی دکھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ان کے علاوہ اور کوئی خواستگار نہ نکلا اور زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ مجمع میں ان لوگوں پر، جو اندر آ گئے تھے، رائے زنی ہونے لگی۔ جو آ گئے تھے انہیں بٹھایا گیا، گفتگو چھیڑی گئی، چائے پیش کی گئی۔ یہ سب انتہائی تمیزداری سے، ادب سے، انکسار سے کہ آنے والوں کو کچھ تعجب ہوا۔ کئی بار کوشش ہوئی کہ بات چیت میں ذرا بشاشت آئے، وہ موضوع ''زیر بحث'' کا رخ کرے، کئی نازیبا سوالات زبان پر لائے گئے اور ''چبھتے ہوئے'' جملے کسے گئے۔ پرنس نے ان سب کا ایسی سادگی سے، ہنستے کھیلتے اور ساتھ ہی اتنی قابلیت سے، اپنے مہمانوں کی معقولیت پر ایسے اعتماد کے ساتھ جواب دیئے کہ نازیبا سوالات آپ ہی آپ ٹھنڈے پڑ گئے۔ رفتہ رفتہ گفتگو سنجیدہ رخ اختیار کرتی گئی۔ ایک صاحب، کسی بات پر بات کرتے ہوئے ایک دم طیش میں آ گئے اور قسمیں کھا کے کہنے لگے کہ چاہے کچھ ہو جائے، ہرگز اپنی جائیداد فروخت نہیں کریں گے بلکہ دنیا کا رنگ دیکھیں گے، ہاتھ روکیں گے۔ ''جائیداد بہرحال نقد رقم سے بہتر'' ''اور سنیے، سرکار مہربان، معلوم ہونا چاہیے کہ اسی میں ہے میرا اقتصادی نظام۔'' چونکہ یہ صاحب خاص پرنس کو ہی مخاطب کر رہے تھے تو پرنس نے ذرا جوش سے ان کی پیٹھ ٹھونک دی، حالانکہ لیبیدیف نے کان میں پھونک دیا تھا کہ ان صاحب کے پاس نہ گھر، نہ در، جائیداد کا تو کبھی کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ تقریباً گھنٹہ بھر گزر گیا، چائے نمٹ گئی، چائے کے بعد مہمانوں کو اور یہیں جمے رہنے سے شرم آنے لگی۔ ڈاکٹر اور وہ سفید بالوں والے پرنس سے بڑے تپاک کے ساتھ رخصت ہو گئے۔ خیر کے کلمات سے اسے نوازا گیا۔ کچھ اس قسم کی باتیں کہ ''غم کا ہے کا، ممکن ہے اسی میں بھلائی چھپی ہو۔'' وغیرہ۔ بعضوں کی زبان پر شیمپین کی فرمائش تک آ گئی تھی مگر بڑوں نے چھوڑوں کو روک دیا۔ جب نووارد رخصت ہو چکے تو کیلر نے لیبیدیف کی طرف گردن جھکائی اور اظہار خیال کیا: ''ان کی جگہ ہم ہوتے تو آسمان سر پر اٹھا لیتے، مار پیٹ کرتے، اپنی رسوائی کرتے، پولیس بلوا لیتے اور ایک یہ ہیں کہ انہوں نے نئے دوست بنا لیے اور وہ بھی کیسے کیسے: میں ان صاحبان سے واقف ہوں۔'' لیبیدیف نے جو کافی ''پیے ہوئے'' تھا، لمبی سانس لی اور انجیل کے لفظوں میں بولا ''خداوندا، تو نے داناؤں اور ہوش مندوں سے چھپائے رکھا، گود کے بچوں پر ظاہر کر دیا، یہ میں پہلے ہی بہت دنوں سے پرنس کے بارے میں کہتا آیا ہوں مگر اب یہ بھی بڑھا دوں کہ خدایا، سب سے کمسن بچے کو بچا لیا، اتھاہ غار میں گرنے سے بچا لیا تو نے اور تیرے اولیائے کرام نے۔''

آخر ساڑھے دس بجے کے قریب پرنس کو لوگوں سے تنہائی نصیب ہوئی۔ اس کا سر درد کر رہا تھا۔ سب کے بعد میں کولیا گیا۔ وہ شادی کی پوشاک اتار کر گھر کے کپڑے پہننے میں پرنس کا ہاتھ بٹا رہا تھا۔ دونوں بڑے تپاک سے جدا ہوئے۔ کولیا نے آج کے واقعات کی تفصیل چھیڑی ہی نہیں تھی، وعدہ کر کے گیا کہ کل صبح سویرے آئے گا۔ بعد میں وہی صدیق سے کہہ رہا تھا کہ آخری رخصت کے وقت پرنس نے اسے کسی طرح کی چیتاونی نہیں دی، مطلب یہ کہ اس سے اپنا ارادہ چھپائے رکھا۔ ذرا دیر میں گھر اوروں سے خالی ہو گیا۔ بردوفسکی اپیولیت کے ہاں چلا گیا، کیلر اور لیبیدیف کسی طرف نکل گئے۔ صرف ویرا اور تھوڑی دیر ان کمروں میں رہی، خاص تقریب کے لیے سجے سجائے منظر کو روزمرہ کی

ہیٹ میں لانے کے لیے۔ جاتے وقت اس نے پرنس کی طرف جھانکا۔ وہ میز پر بیٹھا تھا دونوں کہنیاں ٹکائے اور ہاتھوں میں سر چھپائے ہوئے۔ وہ دبے پاؤں اس کے نزدیک آئی اور انگلی سے شانہ چھو کر دیکھا۔ پرنس نے بے خبری میں اسے نظر بھر کے دیکھا اور گویا کوئی بات یاد کرنے لگا۔ لیکن ہوش آیا اور دماغ نے کام کیا تو یکبارگی اس پر سخت اضطراب کا عالم طاری ہو گیا۔ اس کیفیت کا حاصل یہ کہ اس نے ویرا سے غیر معمولی شدت کے ساتھ درخواست کی کہ کل صبح سات بجے وہ اس کا دروازہ کھٹکھٹا دے پہلی گاڑی پکڑنے کے لیے۔ ویرا نے وعدہ کر لیا۔ پرنس نے اسے تاکید سے کہا کہ یہ بات کسی کو معلوم نہ ہونے پائے۔ اس نے یہ وعدہ بھی کر لیا اور آخر جب وہ کمرے سے نکلنے کے لیے دروازہ کھول چکی تو پرنس نے اسے تیسری بار روکا، اس کے ہاتھ تھامے، انہیں چوما، پھر ماتھا چوما اور کوئی ''غیر معمولی'' صورت لیے اس سے کہا ''اچھا، کل بس۔'' ویرا نے بعد میں یہی بیان دیا۔ وہ نکلی تو اسے پرنس کی طرف سے بہت خوف تھا۔ صبح کو وہ ذرا تازہ دم تھی، جب سات بجے کے بعد، وعدے کے مطابق اس کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اطلاع دی کہ پیتر سبورگ جانے والی گاڑی پندرہ منٹ میں نکلنے والی ہے۔ ویرا کو یوں نظر آیا کہ جب پرنس نے دروازہ کھولا تو وہ مزے میں تھا اور مسکرا بھی رہا تھا۔ رات کو لباس بھی نہیں اتارا، تاہم کچھ سو لیا تھا۔ اس کا اندازہ تھا کہ شاید آج ہی واپس ہو سکے گی۔ اس تمام قصے سے مطلب یہ نکلا کہ پرنس نے صرف ویرا کو اس قابل سمجھا اور اس کی ضرورت سمجھی کہ اس لمحے اسی کو اطلاع دی جائے شہر پیتر سبورگ کی طرف اپنی روانگی کی۔

(11)

گھنٹہ بھر بعد وہ پیتر سبورگ پہنچ گیا۔ نو بج چکے تھے جب اس نے رگوژین کے دروازے پر گھنٹی بجائی۔ وہ بڑے گیٹ سے اندر گیا تھا، دیر تک کسی نے دروازہ ہی نہیں کھولا۔ آخر رگوژین کی بوڑھی اماں کی طرف کے مکان کا دروازہ کھلا اور اس میں سے عمر رسیدہ، صاف ستھری ملازمہ جھانکی۔

''رگوژین صاحب گھر پر نہیں ہیں۔'' دروازے میں سے ہی اس نے بتایا ''آپ کو کس کی تلاش ہے؟''

''پرفیون سیمیونچ رگوژین کی۔''

''وہ مکان پر نہیں ہیں۔''

ملازمہ نے پرنس کو وحشت اور تجسس سے دیکھا۔

''کم از کم اتنا بتا دیجیے کہ رات کو یہیں مکان پر تھے؟ اور... کیا کل وہ تنہا گھر آئے تھے؟''

ملازمہ دیکھتی رہی مگر جواب نہ دیا۔

''کیا ان کے ساتھ کل، یہاں... شام کو... نستاسیا فلی پونا تو نہیں آئی تھیں؟''

''معاف کیجیے، اتنا بتا دیجیے کہ آپ کون صاحب ہوتے ہیں؟''

''میں پرنس لیو نکولائی وچ میشکن ہوں۔ ہم میں بہت اچھی جان پہچان ہے۔''

''وہ گھر پر نہیں ہیں۔''

ملازمہ نے آنکھیں جھکا لیں۔

Scanned with CamScanner

''اور نستاسیا؟''

''مجھے اس کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔''

''ذرا ٹھہریے، ٹھہریے۔ بتا سکتی ہوں کب تک واپسی ہوگی ان کی؟''

''ہمیں یہ بھی نہیں معلوم۔''

دروازے پھر بند ہو گئے۔

پرنس نے سوچا کہ گھنٹہ بھر بعد پھر آئے۔ احاطے میں نظر دوڑائی تو چوکیدار دکھائی دیا۔

''پرفیون سیمیونچ صاحب گھر پر ہیں؟''

''جی ہاں۔''

''تو پھر مجھے کیسے بتایا کہ گھر پر نہیں ہیں؟''

''ان کے ہاں سے بتایا گیا ہے؟''

''نہیں، ان کی والدہ کی ملازمہ نے کہا۔ خود ان کی طرف گھنٹی بجائی، کسی نے دروازہ نہیں کھولا۔''

''ممکن ہے باہر گئے ہوں۔'' چوکیدار نے طے کیا۔ ''بتا کے تھوڑی جاتے ہیں۔ کبھی تو چابی بھی ساتھ لے جاتے ہیں۔ کروں پر تین تین دن تالے پڑے رہتے ہیں۔''

''شاید تمہیں خبر ہو، کل تھے وہ گھر پر؟''

''تھے تو۔ بعضے وقت بڑے دروازے سے آ جاتے ہیں۔ دکھائی نہیں پڑتے۔''

''کیا کل نستاسیا فلی پونا ان کے ساتھ نہیں تھیں؟''

''یہ ہمیں کیا معلوم جی۔ بہت کر کے تو وہ ادھر آتی نہیں۔ جانوں، آتی جاتی ہیں تو ہمیں خبر بھی لگتی جی۔''

پرنس باہر آیا اور تھوڑی دیر سوچ میں ڈوبا ہوا فٹ پاتھ پر چلتا رہا۔ جن کمروں میں رگوژین کی رہائش تھی، ان کی کھڑکیاں اب بھی بند تھیں۔ باقی آدھے حصے کی کھڑکیاں، جو ماں کے قبضے میں تھا، تقریباً سبھی چوپٹ کھلی تھیں۔ مطلع صاف تھا اور موسم گرم۔ پرنس نے سڑک پار کی، سامنے کے فٹ پاتھ پر گیا اور پھر وہاں سے کھڑکیوں پر نظر ڈالنے کے لیے رکا۔ دیکھا کہ وہ بند ہی نہیں بلکہ قریب قریب سب پر سفید جھلمل چڑھی ہوئی تھی۔

وہ منٹ بھر کھڑا رہا اور.... عجیب بات... اچانک یوں لگا کہ ایک جھلملی کا کنارہ اٹھا اور اس میں سے رگوژین کا چہرہ جھانکا۔ جھانکا اور پلک جھپکتے میں نظر سے اوجھل ہو گیا۔ ذرا دیر تو وہیں ٹھہرا، پھر سوچا کہ چل کر پھر گھنٹی بجائی جائے مگر پھر ارادہ بدل گیا اور گھنٹہ بھر کے لیے یہ عمل ملتوی کیا۔ ''کون جانے، کہیں یہ محض فریب نظر نہ ہو...''

اصل بات یہ تھی کہ اسماعیلوفسکی بیرکوں والے علاقے میں جلدی سے پہنچا جائے جہاں کچھ دن پہلے نستاسیا کا فلیٹ تھا۔ اسے یہ معلوم تھا کہ جب وہ خود اس کے کہنے پر پاولوفسک چھوڑ کر تین ہفتہ پہلے یہاں آ گئی تھی تو اسی علاقے میں اپنی ایک پرانی خوش مزاج ملاقاتی کے یہاں ٹھہری تھی جو کسی ٹیچر کی بیوہ، گھر بار اور عزت آبرو والی خاتون ہے، اپنی طرف سے اچھا، عمدہ فرنیچر بھی دیتی ہے اور یہی قریب قریب اس کا ذریعہ معاش ہے۔ قیاس کہتا تھا کہ جب نستاسیا یہاں سے اٹھ

Scanned with CamScanner

کر پاولوفسک واپس گئی تو یہ مکان اپنے نام رکھا ہوگا۔ یقینی معلوم ہوتا ہے کہ کل جب رگوژین اسے لے کر آیا تو یہیں رہی ہوگی۔ پرنس نے گھوڑا گاڑی بلائی۔ راستے میں خیال آیا کہ یہیں سے شروع کرنا چاہیے تھا کیونکہ رات گئے سیدھے رگوژین کے ہاں نستاسیا کا پہنچ جانا عقل سے بعید تھا۔ اسی ضمن میں چوکیدار کے وہ الفاظ یاد آئے کہ نستاسیا فلی پودنا بہت کرے تو ادھر آتی نہیں۔ اگر تب ادھر اکثر نہیں آتی تھی تو اب وہ آپ سے آپ رگوژین کے ہاں کس بنیاد پر ٹھہرنے لگی۔ خود کو ان باتوں سے تسلی دیتا ہوا آخر اسماعیلوفسکی بیرکوں والے علاقے میں پہنچا تو نیم جاں ہو چکا تھا۔

مادام نی کے ہاں پہنچ کر وہ بالکل بھونچارہ گیا۔ نہ کل نستاسیا کی کوئی خیر خبر تھی، نہ آج مگر وہ لوگ ایسے دوڑے ہوئے اسے دیکھنے آئے جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو۔ وہ بہت سارے بال بچے، سات سے پندرہ سال تک کی لڑکیاں ماں کے پیچھے لین ڈوری لگائے گھر سے نکل پڑیں، اسے گھیر لیا اور منہ کھولے اسے تکنے لگیں۔ ان کے پیچھے سوکھی ماری زرد رو بچی بھی سر پر کالا رومال ڈالے آئی اور پھر نانی اماں کے نکل پڑنے کی باری تھی، بوڑھی کھوسٹ آنکھوں پر عینک۔ بچوں کی ماں نے جب بہت کہا کہ وہ اندر آ جائے، ذرا دم لے تو وہ مان گیا۔ اس نے فوراً بھانپ لیا کہ وہ اسے خوب پہچانتے ہیں، خاص طور سے انہیں معلوم ہے کہ کل تو اس کی شادی کا دن تھا، اب کرید کرید کر پتہ چلانے کے لیے مرے جاتے ہیں کہ شادی کا کیا ہوا اور یہ کیا طرفہ تماشا ہے کہ وہ ان سے پتہ پوچھنے آیا ہے اس عورت کا جو کچھ بھی ہوتا مگر اسی کے ساتھ پاولوفسک میں ہونی چاہیے تھی۔ پوچھتے ہوئے انہیں حجاب مانع ہو رہا تھا۔ اپنی شادی کے متعلق اس نے مختصر طور پر ان کے اشتیاق کو تسکین پہنچائی۔ سنتے وقت حیرت، ہائے وائے، آہ اور کراہ دیکھ کر اسے مجبوراً باقی داستان بھی سنانی پڑی۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ موٹے موٹے واقعات ہی بیان کیے۔ آخر دور کی کوڑی لانے والی اور بے تاب ہو جانے والی زنانہ کونسل نے طے کیا کہ چاہے کچھ سہی، ہر حال میں رگوژین کا دروازہ ہی پیٹنا چاہیے اور اسی کے منہ سے ٹھیک ٹھیک ماجرا جاننا چاہیے۔ اگر وہ گھر پر نہ ہو (جس کی پہلے ہی تحقیق لازم ہے) یا وہ بتانا نہ چاہے تو سیمیونوفسکی بیرکوں والے علاقے میں اس جرمن لیڈی کے ہاں جایا جائے جو نستاسیا کی ملنے والی ہے اور اپنی ماں کے ساتھ رہتی ہے۔ ممکن ہے نستاسیا اپنی بے قراری میں اور دنیا کی نظر سے بچنے کی خاطر وہاں رات گزارنے چلی گئی ہو۔ پرنس تھک کر ہلکان ہو چکا تھا۔ بعد میں ان عورتوں نے اس کے بارے میں بتایا "کانو تو لہو نہیں بدن میں" واقعی اس کے گھٹنے جواب دے چکے تھے۔ آخر بلا کی آئیں بائیں شائیں میں سے یہ ایک بات اس نے نکالی کہ وہ آپس میں ایک دوسری کو راضی کر رہی ہیں کہ مشکل میں اس کا ہاتھ بٹائیں اور اسی لیے شہر میں اس کی قیام گاہ کا پتہ پوچھتی ہیں؟ پتہ کوئی مقررہ تھا نہیں۔ تو انہوں نے مشورہ دیا کہ کہیں ہوٹل میں ٹھہر جائے۔ پرنس نے دماغ پر زور دے کر اس ہوٹل کا پتہ نکالا جہاں وہ پہلے ٹھہر چکا تھا۔ وہیں جہاں پانچ ہفتے پہلے اس پر مرگی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ یہاں سے رگوژین کے گھر کا رخ کیا۔ اس بار نہ صرف یہ کہ رگوژین کا دروازہ بند پایا بلکہ اس کی ماں کے یہاں کا دروازہ بھی کسی نے نہ کھولا۔ پرنس چوکیدار کی تلاش میں گھوما، وہ بمشکل احاطے میں ہاتھ آیا۔ اپنے کسی کام میں تھا، نہ ٹھیک سے جواب دیتا تھا، نہ نظر اٹھا کر دیکھنے کو تیار تھا لیکن جوں توں کام کی بات بتائی کہ رگوژین صاحب "صبح سویرے کام سے نکلے ہیں، پاولوفسک کی طرف سوار ہوئے ہیں، آج ان کی واپسی نہیں ہوگی۔"

"خیر، میں انتظار کیے لیتا ہوں۔ شاید شام تک آ جائیں۔"

Scanned with CamScanner

''اور کیا خبر، ہفتہ بھر نہ آئیں، ان کا کیا پتہ!''

''مطلب یہ کہ رات یہیں گھر پر گزاری؟''

''رات کی بات رات کے ساتھ...''

یہ سب مشکوک اور کھوٹی بات تھی۔ عین ممکن تھا کہ چوکیدار نے اس اثناء میں نئی ہدایات حاصل کر لی ہوں۔ گھنٹہ بھر پہلے تو باتیں بنا رہا تھا اور اب مڑ کے نہیں دیکھتا۔ پرنس نے طے کیا کہ پھر کوئی دو گھنٹے بعد چکر لگایا جائے اور ضرورت دیکھے تو مکان پر نظر رکھے۔ ابھی اس جرمن لیڈی کے ہاں کچھ امید نظر آتی تھی۔ اس لیے ادھر سیمیونوفسکی بیرکوں والے علاقے کی طرف چل پڑا۔

وہاں تو پرنس کی بات ہی کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔ ادھر ادھر کی باتوں سے کسی قدر یہ جھلکا کہ اس جرمن حسینہ کا پندرہ نہ زہ دن پہلے نستاسیا سے جھگڑا ہو گیا تھا، لہٰذا ان دنوں کی اسے نستاسیا کے بارے میں کوئی خیر خبر نہیں اور پوراز ور لگا دیا اس نے یہ سمجھانے میں کہ اب بھی اس کی بابت کچھ سننا نہیں چاہتی ''میری بلا سے، وہ دنیا بھر کے پرنسوں سے شادی رچاتی پھرے۔'' پرنس جلدی جلدی وہاں سے نکلا۔ اتنے میں اسے خیال آیا کہ تعجب نہیں جو وہ پہلے کی طرح پھر ماسکو روانہ ہو گئی ہو اور رگوژین یا تو اس کے تعاقب میں یا اس کے ساتھ ساتھ گیا ہو۔ ''اور کچھ نہیں تو کوئی سراغ ہی مل جائے۔'' یاد آیا کہ کسی مسافر خانے میں ٹھکانا کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ لیتے نایا اسٹریٹ گیا۔ پہنچتے ہی کمرہ مل گیا۔ بیرے نے دریافت کیا کہ ناشتے کا سامان کیا جائے؟ بے خیالی میں اس نے ہاں کر دی اور جب صورتحال پر نظر گئی تو اپنے اوپر بڑا طیش آیا کہ کھانے وغیرہ میں وہ آدھ گھنٹے خواہ مخواہ اٹک جائے گا۔ وقت گزرا تو سمجھ میں آیا کہ کھانے کے لیے ٹھہرے رہنے اور کھانا کھانے کا نہ کوئی موقع محل ہے، نہ اس کی ضرورت۔ اس غلیظ اور گھٹے ہوئے کوریڈور میں عجب سنسنی سی دوڑ گئی۔ ایسی کیفیت جو ازیت ناک طور پر کسی خیال میں ڈھلنے کو بے تاب تھی مگر وہ بالکل اندازہ نہ کر سکا کہ یہ تازہ خلش انگیز خیال دراصل ہے کیا۔ انجام کار وہ سرائے سے نکلا تو اپنے حواس میں نہیں تھا۔ سر گھوم رہا تھا... مگر جانا کہاں؟ رگوژین کی ہی طرف منہ اٹھائے چل دیا۔

رگوژین ابھی واپس نہ آیا تھا۔ گھنٹی بجنے پر دروازہ نہ کھلا۔ ماں کی طرف والے مکان میں گھنٹی بجائی۔ وہاں دروازہ کھلا تو وہی جواب کہ صاحب نہیں ہیں۔ شاید تین دن اور نہ آئیں۔ پرنس کے لیے یہ بات تکلیف دہ تھی کہ پہلے کی طرح اس بار بھی اسے وحشت اور تجسس سے دیکھا گیا۔ اس بار چوکیدار بھی کہیں نہیں ملا۔ اس دفعہ بھی پھر وہاں سامنے کے فٹ پاتھ پر گیا، کھڑکیوں کو دیکھا اور آدھ گھنٹے یا اس سے بھی زیادہ سخت تپش میں فٹ پاتھ پر ہی گھومتا رہا۔ اب کے کہیں کوئی جنبش نہ ہوئی۔ کھڑکیاں نہیں کھلی، جھلملی حرکت میں نہیں آئی۔ آخر یہ خیال قائم ہوا کہ تھوڑی دیر پہلے بھی وہ فریب نظر رہا ہوگا کیونکہ کھڑکیاں اتنی غلیظ اور اتنے دنوں کی میل کھائی ہوئی نظر آتی تھیں کہ اگر کوئی سچ مچ شیشے کے پیچھے سے دیکھے بھی تو کچھ نظر نہ آئے۔ اس خیال سے دل کو راحت دے کر وہ پھر اسماعیلوفسکی بیرکوں والے علاقے میں ماسٹرنی کے ہاں چل دیا۔

وہاں اس کا انتظار ہو رہا تھا۔ ماسٹرنی تین چار جگہ ہو آئی تھی، رگوژین کے ہاں کا بھی پھیرا کر لیا تھا مگر کہیں نام و نشان نہ ملا۔ پرنس چپ چاپ سنتا رہا، اندر گیا، صوفے پر بیٹھا سب کی صورتیں تکتا رہا۔ جیسے عقل کام نہ کر رہی ہو کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ عجیب بات: ابھی تو انتہائی چوکنا اور بھی اتنا خود فراموش کہ انتہا سے زیادہ بعد میں پورے خاندان کی رائے یہ

Scanned with CamScanner

تھی کہ اس روز وہ عجب "بے تکا" سا آدمی لگ رہا تھا، یہاں تک کہ "تبھی سارنے آثار پائے جاتے تھے" اس کے، جو پیش آیا۔ آخر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور چاہا کہ وہ کمرے دکھا دیے جائیں جن میں نستاسیا رہ گئی ہے۔ یہ دو بڑے بڑے، روشن اور اونچی دیواروں کے کمرے تھے۔ اچھے خاصے فرنیچر سے آراستہ اور معقول کرائے پر اٹھنے والے۔ اس مکان کی خواتین بعد میں بتاتی تھیں کہ پرنس کمرے کی ایک ایک چیز بڑے غور سے دیکھتا رہا۔ میز پر ایک کتاب کھلی پڑی تھی جو کرائے پر کتاب دینے والی لائبریری سے آئی ہوگی۔ نوٹ کیا کہ یہ فرانسیسی نوٹ تھا "مادام بوواری" اس صفحے کو توجہ سے دیکھا جس پر کتاب کھلی رکھی تھی، اجازت چاہی کہ کتاب لے جائے اور حالانکہ وہ لوگ روتے رہے کہ لائبریری کی ہے، پھر بھی فوراً اپنی جیب میں ڈال لی۔ پھر کھلی کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا اور تاش کھیلنے کی چھوٹی سی میز کو دیکھ کر جس پر چاک سے حساب لکھا تھا، پوچھنے لگا کہ یہاں تاش کون کھیل رہا تھا۔ بتایا گیا کہ یہاں نستاسیا فلی پوونا روز شام کو رگوژین کے ساتھ کمپلٹن، پری فرینس، وسٹ اور تاش کی دوسری بازیاں کھیلا کرتی تھی۔ تاش کا نمبر بالکل آخری دنوں میں آیا جب وہ پاولوفسک سے پیتر سبورگ آئی ہوئی تھی کیونکہ نستاسیا کو ہر وقت بور ہونے کی شکایت رہنے لگی، رگوژین رات گئے تک منہ سیے بیٹھا رہتا تھا، کسی موضوع پر اس سے بولا ہی نہیں جاتا تھا، اور نستاسیا اکثر روتی رہتی۔ یہ سلسلہ چلا تو دوسرے دن رگوژین نے جیب سے تاش کی گڈی نکالی۔ اس پر نستاسیا ہنس پڑی اور دونوں تاش کھیلنے لگے۔ پرنس نے دریافت کیا کہ وہ تاش کہاں ہیں جن سے کھیلا جاتا تھا؟ مگر تاش کی تلاش ناکام رہی۔ معمول یہ رہا کہ رگوژین روز اپنی جیب میں تاش لاتا، ہر روز نئی گڈی لاتا اور اٹھا لے جاتا تھا۔

ان عورتوں نے اسے مشورہ دیا کہ وہ پھر ایک دفعہ رگوژین کے ہاں جائے، زور زور سے دروازہ پیٹے، مگر ابھی نہیں، شام ہونے کے بعد۔ "ممکن ہے گھر پر ہی ملے۔" خود ماسٹرنی نے ذمہ لیا کہ اس درمیان میں شام سے پہلے پاولوفسک جائے گی اور داریا الیکسئی وناسے معلوم کرے گی کہ کچھ تہ پتہ ہے کیا؟ پرنس سے ان لوگوں نے کہا کہ آپ کوئی دس بجے ادھر ہوتے جائیے تاکہ کل کے پروگرام کی بات طے ہو جائے۔ حالانکہ ہر طرح کی تسلی دی جا رہی تھی۔ امید دلائی جا رہی تھی، پھر بھی پرنس کی روح پر بھرپور اداسی غالب آ گئی۔ دل ناقابل بیان حد تک ڈوبا ہوا تھا۔ اسی حالت میں وہ پیدل چلتا چلتا مسافر خانے تک آیا۔ گرمی کے موسم کا غبار آلود اور گھٹا ہوا پیتر سبورگ اسے شکنجے میں کسے دے رہا تھا۔ وہ بے رونق یا مدہوش لوگوں سے ٹکراتا، بچتا، ان کی صورتیں کھوئی ہوئی نظروں سے دیکھتا چلا جا رہا تھا اور جتنا چلنا تھا، شاید اس سے بہت زیادہ چلتا رہا۔ جب وہ مسافر خانے کے کمرے میں داخل ہوا، رات ہو چلی تھی۔ سوچا کہ ان عورتوں کے مشورے کے مطابق، ذرا دم لے کر رگوژین کی طرف کا رخ کیا جائے۔ صوفے پر بیٹھا دونوں کہنیاں میز پر ٹکا لیں اور سوچ میں ڈوب گیا۔

خدا جانے وہ کتنی دیر تک اور کاہے کے بارے میں سوچتا رہا۔ بہت سی باتیں تھیں جن کا دھڑکا لگا ہوا تھا اور اس سے سخت اذیت بھی تھی کہ اس قدر خوف طاری ہے۔ دماغ میں ویرا آئی لیبیدیف کی بیٹی۔ پھر خیال آیا کہ ممکن ہے لیبیدیف کو اس سلسلے میں کچھ خبر ہو، اگر ابھی نہیں تو وہ نسبتاً ذرا جلدی اور آسانی سے معلومات نکال سکتا ہے۔ پھر اسے اپولیت یاد آیا اور یہ کہ رگوژین اپولیت کے پاس گیا تھا۔ پھر خود رگوژین کا تصور بندھا۔ چند روز پہلے، جنازے پر رگوژین

Scanned with CamScanner

چاقو لیے چھپا ہوا تھا۔ اب اس کی آنکھیں یاد آ رہی تھیں، جس طرح وہ آنکھیں گھپ اندھیرے میں چمکی تھیں۔ اس کی جھرجھری آ گئی۔ وہ خیال جو تب سے ذہن کے آس پاس کلبلا رہا تھا، وہ اب جا کر پوری طرح دماغ میں آ گیا۔

وہ خیال جزوی طور پر یہ تھا کہ اگر رگوژین پیتر سبورگ میں ہے تو چاہے وہ فی الوقت چھپ رہا ہو، لیکن پہلی یہ ہونے والا ہے کہ خود اس کے پاس آئے اچھی یا بری نیت سے، خواہ اسی طرح جیسے وہ تب آیا تھا۔ اب اگر اس نے کسی وجہ سے پرنس سے ملنے کی ضرورت جانی تو اور کہیں نہیں جا سکتا، یہیں آئے گا پھر اسی کوریڈور میں۔ پتہ میرا اسے معلوم نہیں۔ تو بہت ممکن ہے سوچے کہ پرنس پہلے والے مسافر خانے میں ٹھہرا ہوگا۔ کم از کم یہ تو ہونا ہے کہ وہ یہاں تلاش کرنے آئے... مگر بہت ضروری سمجھا تو۔ اور کیا خبر، اس کی ضرورت پڑ ہی جائے؟

اس نے ایسے سوچا اور یہی خیال اسے نجانے کیوں عین ممکن نظر آیا۔ اگر وہ اس کی گہرائی میں اور اترتا تو خود بھی دائیں بائیں جھانکنے لگتا کہ ایسا کیوں سوچا "بھلا ایک دم رگوژین کو اس کی ضرورت کیوں پیش آنے لگی اور آخر یوں ہونا کیوں ممکن نہیں کہ ان دونوں کا ملنا ہی نہ ہو؟" مگر خیال تھا بڑا ابوجھل: "اگر سب ٹھیک ٹھاک رہا تو نہیں آئے گا۔" اس نے سوچ لیا "مگر فوراً دوڑا آئے گا اگر بات بگڑی تو اور اس کی بات بگڑنے ہی والی ہے..."

خیالات کے ایک رخ پر آ جانے کے ساتھ پرنس کو اب یہی مناسب تھا کہ اسی جگہ اپنے کمرے میں رگوژین کی راہ دیکھے مگر اپنے اس نئے خیال کی تاب لانا اس کے لیے دشوار ہو گیا تو وہ جھٹکے کے ساتھ اٹھا، ٹوپی اٹھائی اور تیزی سے نکل گیا۔ کوریڈور میں قریب قریب اندھیرا ہو گیا تھا۔ "کیسا رہے، اگر وہ ابھی یکا یک اس کونے سے نکل آئے اور مجھے زبے کے پاس پکڑ لے؟" یہ گمان بجلی کی طرح چمکا جب وہ اسی جانی پہچانی جگہ کے پاس پہنچا مگر کوئی وہاں سے نہ نکلا۔ وہ گیٹ سے نکل کر باہر گیا اور فٹ پاتھ پر پہنچا۔ لوگوں کی دھکا پیل سے گزرتا ہوا چلا جو سرِ شام سڑکوں پر نکل آتے ہیں (جیسا کہ پیتر سبورگ میں گرمی کی چھٹیوں میں عموماً ہوتا ہے) پرنس گروخوایا اسٹریٹ کی طرف جا رہا تھا۔ مسافر خانے سے ابھی کوئی پچاس قدم چلا ہوگا کہ پہلے چوراہے پر، ہجوم کے درمیان کسی نے اس کی کہنی چھو کر آدھی آواز میں، کان کے پاس منہ لا کر کہا:

"میشکن صاحب، چلے آؤ، برادر، میرے پیچھے۔ کام ہے۔"

وہ رگوژین تھا۔

عجیب بات: پرنس نے خوشی خوشی اس سے ایک دم بیان کرنا چاہا، لفظ منہ میں اٹکنے، ٹوٹنے لگے کہ ابھی وہ مسافر خانے کے کوریڈور میں کیسے اس کی راہ تک رہا تھا۔

"میں وہیں تو تھا۔" رگوژین نے ناگہاں جواب دیا۔ "چلتے ہیں اب۔"

پرنس اس جواب سے حیرت میں رہ گیا لیکن اسی عالم میں کم از کم دو منٹ گزر گئے تب وہ اس جواب کی تہہ میں اترا۔ سمجھتے ہی وہ سمجھ گیا اور رگوژین کو نظر گاڑ کر دیکھنے لگا۔ وہ کوئی آدھے قدم اس سے آگے آگے چل رہا تھا، اپنے سامنے دیکھتا ہوا قدم اٹھا رہا تھا، سامنے سے آنے والوں کو دیکھے بغیر مشینی انداز میں راستہ چھوڑ دیتا تھا۔

"جب وہاں مسافر خانے میں آئے ہی تھے... تو تم نے کمرے میں کیوں نہ بلا لیا؟" پرنس نے ایک دم پوچھا۔

Scanned with CamScanner

رگوژین سن کر رکا، اسے نظر بھر کے دیکھا، کچھ سوچا اور اس طرح جیسے سوال سمجھا نہ ہو، بولا:

"سنیے مسٹر لیونکولائی وچ، تم یہاں سیدھے جاؤ، ٹھیک اس مکان تک، راستہ معلوم ہے نا؟ اور میں دوسری طرف سے آتا ہوں۔ ہاں دیکھنا، ہم دونوں کا ساتھ رہے..."

یہ کہہ کر اس نے سڑک پار کی، سامنے کے فٹ پاتھ پر گیا، وہاں سے دیکھا کہ پرنس آ رہا ہے یا نہیں، اسے ایک جگہ تھمے ہوئے اور اپنی طرف کھلی نظروں سے دیکھتے ہوئے پایا تو ہاتھ ہلا کر گروخوایا اسٹریٹ کی طرف اشارہ کیا اور خود بڑھ گیا۔ بار بار مڑ کر پرنس کو دیکھتا جا رہا تھا اور اشارہ کر رہا تھا کہ پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ یہ دیکھ کر وہ مطمئن ہو گیا کہ پرنس نے اشارہ سمجھ لیا اور سڑک پار کر کے اس کی طرف نہیں چل دیا۔ پرنس کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ رگوژین کو کسی نہ کسی سے ملنا ہے، کہیں وہ شخص راستے میں نہ نکل جائے۔ اس لیے سڑک پار کر کے ادھر چل رہا ہے۔ "مگر مجھے بتایا کیوں نہیں کہ کس سے ملنا ہے؟" اس طرح وہ دونوں کوئی پانچ سو قدم چلے ہوں گے کہ یکبارگی پرنس کا سارا بدن کانپنے لگا۔ رگوژین اب مڑ مڑ کر دیکھے جا رہا تھا مگر تھوڑا وقفہ دے کر۔ پرنس سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر رگوژین کو اشارہ کر دیا اور وہ فوراً اس فٹ پاتھ پر اس کے پاس آ گیا۔

"نستاسیا فلپوونا کیا تمہارے یہاں ہے؟"

"ہاں... میرے یہاں۔"

"آج دن میں تمہی نے کھڑکی کے پردے میں سے مجھے دیکھا تھا؟"

"میں نے..."

"تو تم نے کیوں؟..."

پرنس کو خبر نہ تھی کہ آگے کیا سوال کرنا ہے اور کیسے سوال مکمل کرنا ہے اور پھر دل اس زور سے دھڑکنے لگا کہ بولنا مشکل ہو گیا۔ رگوژین بھی خاموش رہا اور اس کی طرف ویسے ہی دیکھتا رہ گیا یعنی وہ کسی سوچ میں گم تھا۔

"اچھا، میں چلا۔" وہ ایک دم بولا اور سڑک پار کر کے اپنے فٹ پاتھ پر جانے کو آمادہ ہوا۔ "اور تم اپنی طرف چلتے رہو۔ ہم سڑک پر الگ الگ چلتے جائیں... یہی بہتر ہے ہمارے لیے... الگ الگ فٹ پاتھوں سے... سمجھ گئے؟"

آخر جب وہ دونوں الگ الگ فٹ پاتھوں سے گروخوایا اسٹریٹ کی طرف مڑے اور رگوژین کے مکان کے پاس پہنچے کو ہوئے تو پرنس کی ٹانگیں پھر جواب دینے لگیں یہاں تک کہ قدم اٹھانا دشوار ہو گیا۔ شام کے دس بجنے والے ہوں گے۔ مکان کے مکاں والے حصے میں کھڑکیاں اب بھی ویسے ہی کھلی ہوئی تھیں اور رگوژین کی طرف والی ویسے ہی بند تھیں جیسے آج دن میں۔ شام کے جھٹ پٹے میں ان کھڑکیوں پر پڑی ہوئی سفید جھلملی اور بھی نمایاں ہو گئی تھی۔ پرنس مکان کے پاس مخالف سمت کے فٹ پاتھ سے پہنچا۔ رگوژین نے اپنی طرف کے فٹ پاتھ سے سیڑھیوں پر قدم رکھا اور اسے ہاتھ کا اشارہ کیا۔ پرنس اس کے پاس آ گیا۔

"اب چوکیدار کو میرے بارے میں معلوم نہیں کہ گھر واپس آ گیا ہوں۔ اسے دن میں کہہ دیا تھا کہ پاولوفسک جا رہا ہوں اور ماں سے بھی یہی کہہ رکھا ہے۔" اس نے چالاک اور تقریباً اطمینان بھری مسکراہٹ کے ساتھ بتایا "ہم اندر

جائیں گے، کسی کو آہٹ نہ ہونے پائے۔"

اس کے ہاتھوں میں چابی تھی۔ زینے پر قدم رکھتے وقت وہ مڑا اور پرنس کو ڈرایا کہ خبردار آہٹ نہ ہونے پائے۔ دھیرے سے اپنی طرف کا دروازہ کھولا، پرنس کو اندر لے کر احتیاط سے دبے قدموں اس کے پیچھے آیا۔ دروازے پر اندر سے چٹخنی لگائی اور چابی جیب میں ڈال لی۔

"چلیں۔" اس نے کان میں کہا۔

لیتے نایا سڑک پر جب وہ فٹ پاتھ پر ہو لیے تھے، تب سے وہ برابر سرگوشی میں بات کر رہا تھا۔ اپنے ظاہراً قرار وسکون کے باوجود اندر سے کسی گہری بے قراری میں مبتلا تھا۔ مطالعے کے کمرے سے پہلے جب بڑے ہال کمرے میں داخل ہوئے تو وہ کھڑکی کے پاس پہنچا اور پرنس کو رازدارانہ اشارے سے پاس بلایا:

"جب تم نے دن میں دروازے کی گھنٹی بجائی تھی، میں تبھی تاڑ گیا تھا کہ ہو نہ ہو، تمہی ہو گے۔ پنجوں کے بل دروازے کے پاس آیا اور کان لگائے تو تم پلنو تیونا سے بات کر رہے تھے۔ میں نے دن نکلنے سے پہلے ہی اس کو بول رکھا تھا کہ اگر تم ہوئے یا تمہاری طرف کا کوئی اور یا کوئی بھی ہووے میرا دروازہ ٹھونکے، مجھے پوچھے تو کسی بھی صورت میں بتائیو نہیں اور خاص کر کے جو تم خود آ جاؤ اور مجھے پوچھنے لگو تو تمہارا نام اسے بتا دیا تھا۔ پھر جب تم چلے گئے تو میرے دماغ میں آئی کہ سوچو اور جو تم باہر کھڑے ہوئے نظر گھما رہے ہو یا سڑک پر سے نگرانی کر رہے ہو تو؟ تب میں اس کھڑکی کے پاس آیا، ذرا جھلملی سرکائی، دیکھوں کیا کہ تم کھڑے ہو اور سامنے سے مجھی کو دیکھ رہے ہو... یہ تھا سارا معاملہ۔"

"مگر نستاسیا... کہاں ہے؟" پرنس نے سانس تھامتے ہوئے پوچھا۔

"یہیں ہے..." رگوژین نے آہستہ سے جواب دیا۔ جواب دینے میں دم بھر ٹھہرا تھا۔

"کہاں؟"

رگوژین نظر گاڑ کر پرنس کو دیکھنے لگا۔

"چلو، چلتے ہیں..."

وہ برابر سرگوشی میں بات کیے جا رہا تھا، دھیرے دھیرے اور دھیمے سُروں میں۔ مگر پہلے جیسا اب بھی سوچ میں گم تھا۔ یہاں تک کہ جب وہ کھڑکی اور جھلملی کا قصہ لے بیٹھا تو حالانکہ اسے پھیلایا بہت، پھر بھی نیت کچھ اور کہنے کی معلوم ہوتی تھی۔

مطالعے کے کمرے میں داخل ہوئے۔ جب پہلی بار پرنس یہاں آیا تھا تب سے اب تک اس کمرے میں کئی ایک تبدیلیاں ہو چکی تھیں۔ ایک سرے سے دوسرے تک سارے کمرے میں سبز رنگ کا، بھاری ریشمی پردہ کھنچا ہوا تھا جس کے دو کنارے تھے، دونوں میں سے کسی کو بھی کھینچا جا سکتا تھا اور اس طرح رگوژین کے چھپر کھٹ اور مطالعہ کی جگہ کو پردے کے ذریعے الگ کیا جا سکتا تھا۔ بھاری ریشمی پردہ پڑا ہوا تھا جس سے داخلے کی راہ بند ہو گئی تھی لیکن کمرے میں بہت اندھیرا تھا۔ پیترسبرگ کی گرمیوں والی "سفید راتیں" تاریک ہو چلی تھیں اور اگر پورے چاند کی رات نہ ہوتی تو رگوژین کے اس اندھیرے مکان میں، ریشم کے بھاری پردوں کے پیچھے کسی چیز کا نظر آ جانا مشکل تھا۔ یہ صحیح ہے کہ چہرے پہچانے جا سکتے

Scanned with CamScanner

تھے، اگرچہ ذرا دھندلے دکھائی دیتے تھے۔ رگوژین کا چہرہ حسب معمول بے رنگ تھا، اس کی آنکھیں پرنس پر گڑی ہوئی تھیں، خوب چمک رہی تھیں، مگر اس طرح جیسے ان میں کوئی حرکت نہ ہو۔

"موم بتی جلادی ہوتی۔" پرنس نے کہا۔

"نہیں، ضرورت نہیں۔" رگوژین نے جواب دیا اور پرنس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اسے کرسی کی طرف بلایا۔ خود سامنے بیٹھ گیا اور اپنی کرسی اتنی قریب کھینچ لی کہ پرنس اور اس کے گھٹنے چھونے لگے۔ ان کے درمیان، ذرا پہلو میں ایک گول تپائی پڑی تھی۔ "بیٹھ جاؤ، ذرا دم لیں ہم۔" اس نے کہا گویا وہ چین سے بیٹھنے پر راضی کر رہا ہے۔ منٹ بھر مکمل خاموشی رہی۔ "میں تو پہلے ہی جانوں تھا کہ تم اسی والے مسافر خانے میں ٹکے ہو گے۔" اس کے منہ سے نکلا، جیسے بعض اوقات برسرِ مطلب آتے وقت لوگ اِدھر اُدھر کی فالتو تفصیلات سے شروع کرتے ہیں، جن کا اصل مدعا سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ "میں نے کوریڈور میں قدم رکھا ہی تھا کہ سوچا: لو، جی اور جو وہ بیٹھا میرا راستہ دیکھتا ہو جیسے میں اس کا... ٹھیک اسی منٹ میں؟ تم وہاں ماسٹرنی کے گھر گئے تھے؟"

"گیا تھا۔" دل اس زور سے دھڑ دھڑ کر رہا تھا کہ منہ سے لفظ نکالنا مشکل ہو گیا۔

"میں نے وہی سوچا۔ وہاں چرچا بہت ہو گا، میں جانوں... بعد میں پھر سوچوں کہ اسے رات کاٹنے کو یہیں بلا لاؤں کہ یہ رات ایک ساتھ..."

"رگوژین! نستاسیا فلپی پووِنا کہاں ہیں؟" پرنس نے ایک دم زیرِ لب کہا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بدن کا جوڑ جوڑ کانپ رہا تھا۔ رگوژین بھی اٹھا۔

"وہاں۔" اس نے آہستہ سے کہا اور پردے کی طرف سر سے اشارہ کیا۔

"سو رہی ہیں کیا؟"

رگوژین پھر نظر گاڑ کر اسے دیکھنے لگا جیسے تھوڑی دیر پہلے دیکھ رہا تھا۔

"خیر، چلو، چلتے ہیں!... مگر تم... چلو، چلتے ہیں!"

اس نے پردہ ہٹایا، ذرا ٹھہرا اور پھر پرنس کی طرف متوجہ ہوا۔

"جاؤ اندر!" اس نے پردے کے پیچھے اشارہ کیا کہ تم پہلے آگے جاؤ۔ پرنس بڑھا۔

"یہاں تو اندھیرا ہے۔" وہ بولا۔

"دکھائی تو دیتا ہے۔" رگوژین بڑبڑایا۔

"مجھے تو بس، پلنگ ہی..."

"ذرا نزدیک جاؤ نا۔" رگوژین نے ٹہوکا دیا۔

پرنس اور نزدیک بڑھا۔ ایک قدم، دو قدم اور پھر تھم گیا۔ وہ کھڑا رہا، منٹ دو منٹ دیکھتا رہا۔ دونوں تمام وقت اسی پلنگ کے پاس کھڑے تھے۔ چپ چاپ۔ پرنس کا دل اتنے زور زور سے دھڑک رہا تھا کہ کمرے کے سناٹے میں آواز صاف سنائی دے جاتی مگر اس نے سرہانے سے پائنتی تک ایک نظر ڈالی تو اسے بستر کا اندازہ ہو گیا۔ کوئی سویا ہوا تھا اور نیند میں

Scanned with CamScanner

بالکل بے حس و حرکت۔ نہ کہیں کوئی سرسراہٹ تھی، نہ سانس لینے کی آہٹ۔ نیند کا متوالا سر سے پاؤں تک سفید چادر لپیٹے پڑا تھا۔ اعضا الگ الگ پہچاننے میں نہیں آتے تھے۔ اونچ نیچ پر نظر کرنے سے صرف اتنا پتہ چلتا تھا کہ کوئی ہے جو پاؤں پھیلائے پڑا ہے۔ چاروں طرف بڑی بے ترتیبی سے، بستر پر، پائنتی، پلنگ کے بالکل پہلو میں آرام کرسیوں پر یہاں تک کہ فرش پر اتارا ہوا لباس پڑا تھا، نہایت قیمتی سفید سلک کا ڈریس، پھول، گوٹا کناری۔ سرہانے، چھوٹی سی تپائی پر بدن سے اتارے اور جھٹکے ہوئے زیورات پڑے تھے۔ پیروں میں فیتوں، جھالروں کے گچھے پڑے تھے اور ان سفید جھالروں وغیرہ پر چادر کے نیچے سے برہنہ پاؤں کا ایک کونا نکلا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ سنگ مرمر سے تراش کر رکھ دیا ہے اور بالکل ہی بے حس و حرکت ہے۔ پرنس نے اس پر نظر ڈالی اور محسوس کیا کہ وہ جتنا دیکھتا جاتا ہے، کمرے میں اتنا ہی مردنی اور سناٹے کی فضا گہری ہوتی جاتی ہے۔ اچانک ایک مکھی جاگ کر اٹھی، بھنبھنائی، بستر کے اوپر پڑی اور سرہانے جا کر بے آواز ہو گئی۔ پرنس لرز کر رہ گیا۔

"چلو، باہر چلیں۔" رگوژین نے اس کا ہاتھ چھوا۔

دونوں نکلے، پھر انہی کرسیوں پر بیٹھ گئے، پھر اسی طرح آمنے سامنے۔ پرنس کے بدن کی تھرتھری بڑھتی جا رہی تھی اور رگوژین کے چہرے پر سے سوالیہ نظر نہیں ہٹ رہی تھی۔

"تو تم، پرنس لیونکولائی وچ، کانپ رہے ہو۔" آخر رگوژین کی زبان سے نکلا۔ "ویسے ہی جیسے بدحواس ہو کے تھرتھر کانپتے ہو، یاد ہے ماسکو میں جو ہوا تھا؟ یا جب تم پر دورہ پڑنے والا ہو، تب۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں تمہارا کیا کروں ایسے میں..."

پرنس نے اس کا کہا سنا، ساری قوت سمیٹی تا کہ سمجھ سکے اور آنکھوں میں سوال لیے رہا۔

"یہ تمہاری حرکت؟" آخر اس کے منہ سے نکلا اور پردے کی طرف سر سے اشارہ کیا۔

"ہاں، میری..." رگوژین نے آہستہ سے جواب دیا اور نظریں جھکا لیں۔

پانچ منٹ خاموشی رہی۔

"وجہ کر کے..." رگوژین ایک دم بولا، اس طرح گویا اس کی گفتگو پہلے سے چل رہی ہے۔ "وجہ کر کے کہ جو تمہارا مرض اور تمہارا مرگی کا دورہ اور چیخ پڑی تو سمجھو لوگ چلتی سڑک سے یا احاطے میں سے سن لیں گے، سمجھ جائیں گے کہ گھر میں رات کو ہے کوئی آدمی، دروازہ پیٹیں گے، اندر آویں گے... خبر ہے سب کو کہ میں تو ہوں نہیں اندر۔ موم بتی بھی اسی واسطے نہیں جلائی کہ سڑک چلتی ہے، کمپونڈ ہے، کوئی ادھر سے جان نہ لیوے۔ وجہ کہ جب میں گھر پر نہیں ہوتا تو چابی بھی پاکٹ میں ڈال کے نکل جاتا ہوں۔ کوئی بھی تین تین چار چار دن کمرہ صاف کرنے اندر پاؤں نہیں دھر سکتا۔ میں نے ایسا کہہ رکھا ہے۔ تو یہ اس لیے کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ ہم یہاں رات میں رہ رہے ہیں..."

"ٹھہرو۔" پرنس نے کہا۔ "میں نے آج دن میں چوکیدار سے اور بوڑھی نوکرانی سے پوچھا تھا کہ نستاسیا تو رات کو یہاں نہیں رہی تھی؟ مطلب یہ کہ انہیں معلوم ہوگا۔"

"مالوم ہے مجھے، تم نے پوچھا تھا۔ میں نے بڑی بی کو بتایا تھا کہ نستاسیا کل آئی تھی اور کل ہی پاولوفسک چلی گئی۔

Scanned with CamScanner

میرے پاس بس دس منٹ کو رہی۔ انہیں کیا معلوم کہ رات کو ادھر رہ گئی ہے۔ کسی کو نہیں مالوم۔ کل ہم دونوں ایسے ہی اندر آئے، بہت چپکے چپکے، جیسے آج آئے ہیں تمہارے ساتھ۔ میں نے راستے میں سوچا تھا کہ وہ ایسے چپکے سے اندر آنے کو تیار نہیں ہونے کی، مگر کہاں جی۔ کان میں بات کی، پنجوں کے بل، آہٹ کیے بنا، کپڑے وپڑے سمیٹ کے چلی کہ سرسراہٹ بھی نہ ہو پائے۔ ہاتھوں میں تھام لیے سب۔ زینے پر انگلی کا اشارہ کیا کہ چپ، خبردار، بس، تمہارا ہی ڈر تھا اسے۔ ریل میں تو بالکل پگلی ہوئی تھی ڈر کے مارے۔ خود بولی کہ یہاں میرے گھر اچھا رہے گا رات گزاریں۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ وہیں لے جاؤں ماسٹرنی والے مکان میں مگر کہاں جی۔ بولی 'دن نکلنے سے پہلے ہی وہ وہاں آ جائے گا۔ دیکھنا تم مجھے چھپا دو۔ کل دن نکلنے سے پہلے ماسکو چل دیں۔' پھر کہیں اور ریل جانے کو کہوے تھی۔ بستر پے جانے تک وہی کہتی رہی کہ اور ریل چلے جائیں گے..."

"ٹھہرو، پرفیون، اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ کیا چاہتے ہو؟"

"ارادہ کیا، تمہاری طرف سے شک پڑتا ہے کہ تم کام بگاڑو گے۔ کانپ جو رہے ہو۔ رات ہم دونوں یہاں گزاریں گے ایک ساتھ۔ بستر تو اس کے سوا اور کوئی ہے نہیں۔ میں جانوں، ایسا کریں، دونوں صوفوں پر سے تکیے اتار لیں اور یہاں پر، ادھر، پردے کیپ اس اسی والے پلنگ کی بغل میں ڈال دیں، تم بھی، میں بھی کہ ساتھ سو لیں گے۔ وجہ کر کے کہ جو اندر آئے ہوئے لوگ، ادھر ادھر دیکھا، تلاش کیا، وہ نظر پڑی تو اٹھا لے جاویں گے۔ مجھ سے پوچھ گچھ ہوگی، صاف بتا دوں گا کہ میں ہوں اور مجھے بھی فوراً باندھ لیں گے تو یہاں اچھا کہ وہ یہیں پڑی رہوے ابھی تو، ہمارے بازو میں، میرے تمہارے پہلو میں..."

"ہاں، ہاں۔" پرنس نے زور میں تائید کر دی۔

"مطلب یہ کہ ہمیں کچھ کہنا سننا نہیں اور لے جانے دینا نہیں۔"

"ہرگز نہیں۔" پرنس نے بھی ٹھان لیا۔ "نا، نا، نا!"

"تو میں تو، برخودار طے کیے بیٹھا ہوں کہ کسی کے حوالے نہیں کرنا۔ رات ہے، چپ چاپ ادھر نکال لیں گے۔ دن میں بس ایک گھنٹے کو باہر گیا تھا آج، صبح ہوتے اور نہیں تو اسی کے پاس رہا۔ شام کو تمہیں دیکھنے نکلا۔ ایک بات کا ڈر اور ہے، ہوا بند ہے، کہیں بو نہ نکل جائے۔ سنتے ہو، بدبو تو نہیں؟"

"سنتا تو ہوں۔ معلوم نہیں۔ صبح ہوتے بو تو پھیلے گی ہی۔"

"میں نے اسے موم جامے سے لپیٹا ہے اچھا سا۔ امریکی موم جامہ ہے۔ اوپر سے چادر لپیٹی اور چار مرتبان بھر کے ژدانوف کی دوا کے پورے کھپا دیے۔ وہ دیکھو، رکھے ہیں۔"

"ایسے، جیسے، وہ ماسکو میں ہو؟..."

"وجہ کر کے... کہ برادر، بو آ جاوے ہے۔ دیکھنا، لیٹی کیسے... صبح کو، ذرا اجالے ہو جاوے، تب دیکھنا۔ کیا ہوا؟ تم سے اٹھا بھی نہیں جا رہا ہے؟" رگوژین نے دیکھا کہ پرنس اتنا لرز رہا ہے کہ اس میں اٹھنے کی بھی سکت نہیں تو گھبرا کر تعجب سے پوچھا۔

Scanned with CamScanner

"ٹانگیں کام نہیں کرتیں۔" پرنس بدبدایا۔ "خوف کے مارے ہے ایسا، جانتا ہوں... ذرا ڈر نکل جاوے، اٹھ جاؤں گا..."

"ٹھہرنا ذرا، میں بستر ڈال دوں۔ تم تو لیٹ ہی جانا... اور میں تمہارے ساتھ... اور پھر کہیں سنیں گے... کیونکہ، برخوردار، مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا... میں، صاحبزادے، اب میری تو عقل کام نہیں کرتی تو میں تمہیں سب پہلے سے ہی بتا رکھوں کہ تم پہلے سے سب جان جاؤ..."

یہ گول مول لفظ توڑ توڑ کر کہتے وقت رگوژین نے بستر تیار کیا۔ نظر آ رہا تھا کہ اس طرح کے بستر اس نے صبح سے ہی اپنے دل میں سوچ رکھے ہوں گے۔ پچھلی رات وہ اکیلا صوفے پر دراز ہوا ہوگا مگر چونکہ صوفے پر دو آدمی برابر نہیں لیٹ سکتے تھے تو اس نے یہ ترکیب نکالی کہ بڑا زور لگا کر دونوں صوفوں سے چھوٹے بڑے سائز کے تکیے سارے کمرے میں پلنگ والے پردے کے پاس تک کھینچ کر لایا اور لگا دیئے۔ جیسے تیسے بستر لگ گئے۔ وہ پرنس کے پاس آیا، آہستہ سے اور قاعدے قرینے سے اس کا بازو تھاما، سہارا دے کر اٹھایا اور بستر تک لے گیا مگر اب پرنس خود اپنے پیروں چل سکتا تھا یعنی "خوف نکل گیا تھا" تاہم اب بھی تھر تھر کانپے جا رہا تھا۔

"توجہ کر کے، برادر یہ کہ" رگوژین پھر شروع ہوا۔ پرنس کو اس نے بائیں طرف ذرا بہتر تکیے پر جگہ دی اور خود داہنی طرف، وہی کپڑے پہنے اور دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے لیٹ گیا۔ "تو، گرمی ہے یہاں اور مالوم کہ بو پھیلے... کھڑکی کھولنے میں ڈر ہے۔ البتہ ماں کی طرف پھولوں کے گملے رکھے ہوئے ہیں۔ بہت سارے ہیں۔ ایسی خوشبو کہ واہ وا۔ سوچا، اٹھا لاؤں، مگر وہ بوڑھیا، پفوتیونا بھانپ جائے گی، بڑی گھاگ ہے وہ۔"

"ہاں، ہے تو۔" پرنس نے بھی ہاں کر دی۔

"تو کیسا رہے... خرید لاویں، گلدستوں سے، پھولوں سے اسے لاد دیں؟ پر میں جانوں، دکھے گا یار، پھولوں میں اسے دیکھ کے!"

"سنو..." پرنس نے سوال کرنا چاہا۔ وہ الجھ رہا تھا، ٹٹول رہا تھا کہ اس سے کیا دریافت کرنا ہے اور اسی وقت یاد سے نکل جاتا تھا "ہاں، سنو، یہ بتاؤ، تم نے کاہے سے؟ چاقو سے؟ اسی چاقو سے؟"

"اسی چاقو سے..."

"ذرا ٹھہرو، پرفیون، تم سے ایک بات اور بھی پوچھنی تھی، بہت سا دریافت کرنا ہے۔ ہر ایک بات کی بابت... مگر تم، براہ کرم، پہلے یہ بتاؤ کہ مجھے معلوم ہو جائے: تم میری شادی سے پہلے، شادی کی رسم سے پہلے، عین چرچ کے دروازے پر چاقو مار کے اس کا خون کرنے والے تھے؟ ایسا تھا یا نہیں؟"

"مالوم نائیں، ایسا تھا یا نہیں..." رگوژین نے سوکھے منہ جواب دیا۔ ایسے کہ اسے سوال پر کسی قدر حیرت ہوئی کہ ٹھیک سے سمجھ نہ پایا۔

"پاولوفسک میں کبھی چاقو لیے ہوئے آئے تھے؟"

"کبھی نہیں۔ یہ جو چاقو ہے نا، تو اس کے بارے میں مسٹر لیوکولائی وچ، اتنا بتا دوں تمہیں۔" وہ ذرا خاموش رہا، پھر

Scanned with CamScanner

بتانے لگا "میں نے یہ چاقو اس تالے والی دراز سے نکالا آج صبح سویرے کیونکہ سارا کام آج ہی صبح کوئی تین بجے کے بعد... چاقو کتاب میں پڑا رہے تھا کبھی کا... اور ہاں... عجوبہ بتاؤں: چاقو اندر اتارا تو بس ڈھائی انچ یا بہت ہوا تو ساڑھے تین انچ گہرا اترا ہوگا... بائیں طرف چھاتی میں... اور خون کوئی اتنا، آدھا چمچہ سالن کا اچھل کے کپڑے پر آیا۔ خون تو اور تھا ہی نہیں..."

"یہ، یہ، یہ وہ۔" پرنس تڑپ کر اٹھنے لگا "یہ، وہ، مجھے معلوم ہے، کہیں پڑھ چکا ہوں:.. اسے اندرونی رگ پھٹنا (Internal haemorrhage) کہتے ہیں... ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بوند لہو نہ نکلے۔ یہ تب جب ٹھیک دل پر ہی حملہ ہو..."

"ٹھہرو، سنتے ہو؟" ایک دم رگوژین نے بات کاٹی اور خوفزدہ ہو کر اچھلا "سنائی دیا؟"

"نہیں تو!" پرنس نے رگوژین کو دیکھ کر اسی تیزی سے اور سہم کر جواب دیا۔

"پاؤں کی آہٹ! سنا؟ ہال کمرے میں..."

دونوں نے آہٹ پر کان لگائے۔

"سنائی دیا۔" پرنس نے چپکے سے تائید کی۔

"پاؤں کی چاپ؟"

"ہاں۔"

"دروازے میں تالا لگا دیں... کہ نا ئیں؟"

"تالا..."

دروازہ اندر سے مقفل کر کے دونوں پھر لیٹ رہے۔ دیر تک کسی نے کچھ نہ کہا۔

"ارے ہاں!" پرنس نے پھر اسی پہلے کی سی اضطراب زدہ سرگوشی میں جلدی جلدی کہا، رشتہ خیال ہاتھ آ گیا اور خطرہ ہے کہ کہیں چھوٹ نہ جائے۔ وہ کہنے کے لیے بستر پر اٹھ گیا "ہاں تو... دیکھنا، وہ پوچھنا تھا، تاش کے پتوں کی بابت! تاش جو... سنا ہے کہ تم اس کے ساتھ تاش کھیلا کرتے تھے؟"

"کھیلتا تو تھا۔" رگوژین نے ذرا خاموش رہ کر جواب دیا۔

"کہاں ہیں... وہ تاش؟"

"یہ رہے..." رگوژین نے اس بار اور بھی ٹھہر کر جواب دیا۔ "یہ رہے..."

اس نے جیب سے استعمال شدہ تاشوں کی گڈی نکالی جو پیکٹ میں تھی اور پرنس کی طرف بڑھا دی۔ پرنس لے تو لی مگر ایسے کہ گویا کچھ سمجھا نہیں۔ اس کے دل کو تازہ المناک بے روح جذبے نے جکڑ لیا تھا، ایک دم خیال آیا کہ فی الوقت اور کافی دیر سے نہ وہ باتیں کہہ رہا ہے جو اسے کہنی تھیں، نہ وہ کام کر رہا ہے جو اسے کرنے تھے۔ یہ تاش کی گڈی جو ہاتھ میں تھامے ہوئے ہے، جسے پا کر چین سا پڑ گیا تھا، یہ اب اس کے کسی کام کی، کسی مطلب کی نہیں ہے۔ وہ اٹھا اور ہاتھ بے بسی میں اٹھا دیئے۔ رگوژین اپنی جگہ بے حس و حرکت پڑا تھا، نہ اس کی سنتا تھا، نہ دیکھتا تھا۔ البتہ آنکھیں، اندھیرے میں تیزی سے چمکتی آنکھیں پوری طرح کھلی ہوئی تھیں اور انہیں ذرا بھی جنبش نہ تھی۔ پرنس کرسی پر بیٹھ گیا اور دہشت سے اسے دیکھتا

رہا۔ یوں کوئی آدھ گھنٹہ گزرا ہوگا کہ اتنے میں رگوژین گلا پھاڑ کر چیخا اور زور کا قہقہہ مارا جیسے بھول بھال گیا کہ بات بھی کرنی تھی تو کان میں۔

''ارے وہ فوجی افسر، وہ جو افسر تھا... یاد ہے، وہاں بینڈ اسٹینڈ پر، کیسے نستاسیا نے اس کے ہنٹر رسید کر دیا تھا، یار ہے، ہاہاہا! اور اوپر سے ایک کیڈٹ، فوجی کیڈٹ... ایک کیڈٹ اچھل کر آیا...''

پرنس کرسی سے اچھل کھڑا ہوا، اس پر تازہ خوف طاری تھا۔ رگوژین کی آواز بند ہوئی (ایک دم وہ خاموش ہو گیا تھا) تو پرنس آہستہ سے اس کی طرف جھکا، پاس بیٹھ گیا اور زور زور سے دھڑکتے ہوئے دل سے، ہانپ ہانپ کر اس کو غور سے دیکھنے لگا۔ رگوژین نے سر تک کو جنبش نہ دی اور ایسا ہو گیا جیسے اسے فراموش کر چکا ہو۔ پرنس دیکھتا رہا، تکتا رہا، وقت گزرتا رہا، اجالا پھیلنا شروع ہوا۔ رگوژین رہ رہ کر کبھی آپ ہی آپ بڑبڑانے لگتا، کبھی زور زور سے اول فول بکنے لگتا یا چیخ یا پھر ہنسنا شروع کر دیتا۔ ایسے میں پرنس اس کی طرف اپنا کانپتا ہاتھ بڑھاتا، آہستہ آہستہ، نرمی سے اس کا سر سہلاتا، بالوں پر ہاتھ پھیرتا اور گالوں کو تھپکتا سہلاتا... اس کے سوا وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا! خود ہی پھر سے تھرتھرانے لگا اور ٹانگوں نے پھر جواب دے دیا۔ کوئی بالکل ہی اجنبی لرزش اس کے دل کو بے پناہ درد سے بھر گئی۔ اتنے میں دن نکل آیا۔ آخر میں اسنے تکیوں کے بستر پر خود کو ڈال دیا جیسے بالکل نڈھال ہو چکا ہو اور مایوسی نے گھیر لیا ہو۔ اپنا چہرہ رگوژین کے پھیکے اور بے حس و حرکت چہرے سے ملایا، دبایا، آنکھوں سے آنسو رگوژین کے گالوں پر ٹپ ٹپ گر رہے تھے، مگر شاید اس وقت نہ اسے اپنے آنسوؤں کی آواز سنائی دی، نہ ان کا کوئی ہوش تھا...

بہر حال، جب گھنٹوں بعد دروازہ توڑا گیا، لوگ اندر آئے تو انہوں نے قاتل کو بے ہوش اور تیز بخار کی حالت میں پایا۔ پرنس اس کے پہلو میں برائے نام بستر پر چپ چاپ بیٹھا تھا۔ ہر بار جب بیمار کی چیخ یا بوران کی پکار بلند ہوتی، وہ جلدی سے اپنا کانپتا لرزتا ہاتھ بڑھاتا، اس کے بالوں اور گالوں پر یوں پھیرنے لگتا جیسے اسے تھپک رہا ہے، سہلا رہا ہے لیکن وہ اس حال کو پہنچ چکا تھا کہ نہ پوچھنے والوں کے سوال سمجھ میں آئے، نہ اندر آنے اور گھیرنے والوں کو پہچان سکا۔ اگر خود ڈاکٹر شنیدر بھی سوئٹزرلینڈ سے اپنے پرانے شاگرد اور مریض کو دیکھنے آتا اور اس حال میں دیکھتا تو اسے تبھی کی حالت یاد آ جاتی جب وہ سوئٹزرلینڈ میں اس کے پاس علاج کے پہلے سال میں تھا۔ ڈاکٹر یہ دیکھ کر مایوسی میں ہاتھ جھٹک دیتا اور اسی طرح اب بھی کہتا: ''ایڈیٹ کہیں کا!''

(12)

خاتمہ

ماسٹرنی دوڑی ہوئی پاولوفسک گئی تو سیدھی داریا الیکسی ونا کے پاس پہنچی جو خود ہی کل سے بدحواس تھی۔ جتنا معلوم تھا، اتنا ماجرا سنایا تو وہ بالکل ہی سہم کر رہ گئی۔ دونوں عورتوں نے فوراً طے کیا کہ لیبیدیف سے رابطہ پیدا کیا جائے جو اپنے کرایہ دار کے دوست اور مالک مکان کی حیثیت میں پرنس کی طرف سے سخت پریشان تھا۔ لیبیدیف کی بیٹی ویرا کو جو کچھ معلوم تھا، اس نے وہ بتا دیا۔ لیبیدیف کے مشورے سے قرار پایا کہ تینوں سیدھے پیترسبورگ چل پڑیں تاکہ ''جو کچھ بیت جانے کا اندیشہ ہے'' اس کی فوراً پیش بندی کی جا سکے۔ اس طور پر دوسرے دن صبح کو گیارہ بجے کے قریب رگوژین کے فلیٹ

کا دروازہ پولیس کی موجودگی میں کھولا گیا۔ تب وہاں لیبیڈ یف، وہ عورتیں، رگوژین کا بھائی سیمیون، جو بغلی مکان میں رہتا تھا، بھی موجود تھے۔ اس کام کو انجام تک پہنچانے میں چوکیدار کے اس بیان سے بہت مدد ملی کہ اس نے کل شام پرنس سیمیونچ رگوژین کو مہمان سمیت سیڑھیوں سے اندر جاتے اور دبے پاؤں داخل ہوتے دیکھا تھا۔ اس شہادت کے بعد شبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ قانون کی خلاف ورزی کیے بغیر دروازہ توڑا جا سکتا ہے۔

رگوژین دو مہینے ورم دماغ اور بخار میں مبتلا رہا۔ طبیعت سنبھلی تو تفتیش اور عدالتی کارروائی میں وقت گیا۔ اس نے دوٹوک سیدھے، نپے تلے عدالتی بیان دیے جن کے نتیجے میں پرنس کو شروع میں ہی مقدمے سے بری قرار دے دیا گیا۔ مقدمے کی سماعت کے وقت رگوژین بالکل خاموش رہا۔ اس نے اپنے ہوشیار اور خوش کلام وکیل کی بات نہیں کاٹی جو منطقی دلائل سے، کھلے طور پر یہ ثابت کر رہا تھا کہ جرم سرزد ہوا ورم دماغ اور بخار کی حالت میں اور یہ حالت ملزم زیر سماعت پر جرم سے بہت پہلے طاری ہو چکی تھی۔ بہ سبب ذہنی اذیت کے جو اسے پہنچی لیکن رگوژین نے اس دلیل کی تائید میں بھی اپنی طرف سے کچھ نہیں بڑھایا اور اب بھی پہلے کی سی وضاحت اور درستی کے ساتھ اس حادثے کے تعلق سے خفیف خفیف تفصیل دہرا دی، اس کی تصدیق کر دی۔ حالات متعلقہ کی رعایت مدنظر رکھتے ہوئے اسے سزا سنا دی گئی، سائبیریا میں قید بامشقت کے پندرہ سال۔ مجرم نے اپنی سزا کا فیصلہ رو کھے منہ، خاموشی سے اور ''سوچ میں ڈوبے ہوئے'' سنا۔ اس کا سارا مال متال، سوائے اس تھوڑی سی رقم کے جو شروع کی عیاشی میں اڑا دی تھی اور جو تمام سرمائے کا بڑا معمولی حصہ تھی، باقی تمام اس کے بھائی سیمیون کے حصے میں آئی جس پر موصوف کا دل ٹھنڈا ہوا۔ رگوژین کی بوڑھی ماں ابھی دنیا میں ہے، کبھی کبھار اسے اپنے چہیتے بیٹے کی یاد آتی ہے مگر دھندلی سی۔ خدا نے اس کے دل و دماغ کو اس بلا کے علم سے محفوظ رکھا جو بڑی بی کے گھٹے ہوئے گھر پر نازل ہوئی تھی۔

لیبیڈ یف، کیلر، گانیا، پتیت سن اور ہماری کہانی کے دوسرے افراد حسب معمول ہیں، ان میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی... ان کے بارے میں ہمارے پاس کہنے کو بھی کچھ نہیں ہے۔ ایپولیت نے بہت تڑپ کر جان دی۔ موت کا جو دن معین گزر رکھا تھا اس سے بہت پہلے، نستاسیا کے قتل کے کوئی دو ہفتے بعد۔ کولیا کو اس حادثے نے ہلا ڈالا۔ وہ آخر میں اپنی ماں کے بہت قریب ہو گیا اور ماں کو یہ اندیشہ کا شتار رہتا ہے کہ کولیا اپنی عمر کے حساب سے کچھ زیادہ ہی سوچ بچار میں پڑ گیا۔ ممکن ہے آگے چل کر وہ اچھا آدمی نکلے۔ ضمناً یہ بتا دیں کہ ایک حد تک اسی کی کوشش سے پرنس کے مستقبل کی راہ طے پائی: جتنے لوگوں سے وہ ادھر کے دنوں میں واقف ہوا تھا، ان میں ایوگینی پاولووچ رادومسکی کو خصوصیت سے ذہن میں رکھے ہوئے تھا۔ کولیا سب سے پہلے انہی کے پاس دوڑا ہوا گیا، سارا ماجرا سنایا اور پرنس کی حالت بتائی۔ کچھ غلط بھی نہیں کیا کیونکہ ایوگینی پاولووچ ہی تھے جو بدنصیب ''ایڈیٹ'' کی آئندہ کی خبر گیری میں جی جان سے شریک ہوئے۔ ان کی کوشش اور توجہ سے پرنس کو پھر ملک سے باہر سوئٹزرلینڈ میں ڈاکٹر شنیدر کے یہاں پہنچایا گیا۔ خود ایوگینی پاولووچ جو ملک سے باہر چلے گئے اور وہیں یورپ میں طویل عرصے قیام کا ارادہ رکھتے ہیں اور خود کو برملا ''روس میں فالتو آدمی'' بتاتے ہیں، اکثر و بیشتر یعنی مہینوں میں ایک آدھ بار اپنے بیمار دوست کو دیکھنے شنیدر کے یہاں جاتے رہتے ہیں مگر ڈاکٹر اور بھی زیادہ منہ بناتا اور سر ہلاتا رہتا ہے۔ اشارہ اس بات کا کہ ذہنی اعصاب کو سخت صدمہ پہنچ چکا ہے۔ صاف صاف یہ تو نہیں کہتا کہ مرض

ناقابل علاج ہے لیکن نہایت افسوس کے اظہار میں بھی کمی نہیں کرتا۔ ایوگینی پاولووچ کے دل پر اس کا بہت بوجھ ہے۔ ان کے پاس دل بھی ہے اس کا ثبوت یوں ملا کہ اب بھی کولیا کے خط آتے ہیں اور وہ اس کا جواب دیا کرتے ہیں لیکن اس کے علاوہ ان کی ایک انوکھی صفت اور کھلی۔ چونکہ یہ قابل تعریف صفت ہے تو ہم بتا ہی ڈالیں: ہر بار جب وہ ڈاکٹر شنیدر کے ہاں ہو کر آتے ہیں تو کولیا کو خط ڈالنے کے علاوہ ایوگینی پاولووچ ایک خط اور لکھتے ہیں پیتر سبورگ میں کسی ہستی کو۔ اس میں وہ پرنس کی خیریت اور مرض کی موجودہ حالت کے متعلق ایک ایک تفصیل اور ہمدردانہ تجویز رکھ دیتے ہیں اور عزت و احترام کے اظہار کے علاوہ ان خطوط میں بعض اوقات (بلکہ روز افزوں) کہیں کہیں بے باکانہ خیال، رائیں، نظریے، احساسات وجذبات بھی راہ پاتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ان خطوط میں دوستانہ مراسم اور ذاتی جذبات کا سا رنگ آنے لگا ہے۔ ایوگینی پاولووچ کی یہ مکتوب الیہ ہستی (اگرچہ خطوں کے درمیان وقفہ کافی ہوتا ہے) جس نے ان کا خاص التفات اور احترام حاصل کیا، ویرا لیبیدیف ہے۔ ہم ٹھیک معلوم نہیں کر سکے کہ ان کے درمیان تعلقات کی یہ نوعیت وجود میں آئی کیسے، البتہ ان کا سلسلہ پرنس پر جو بیتی، اسی سے چھڑا اور ویرا پر اس واقعے کا اتنا اثر ہوا کہ وہ غم کے مارے بیمار تک ہو گئی تھی لیکن پھر یہ جان پہچان اور دوستانہ مراسم کن مرحلوں سے گزرے، ہمیں اس کا علم نہیں۔ اس خط و کتابت کا تذکرہ یہاں زیادہ تر اس سبب سے آ گیا کہ بعض خطوں میں پہان چین والوں کے متعلق خصوصاً اگلایا کے بارے میں معلومات ہوا کرتی تھیں۔ ایوگینی پاولووچ کے ایک خط میں، جو ذرا بے ڈھنگا تھا اور پیرس سے لکھا تھا، اگلایا کا ذکر تھا کہ اس نے پولینڈ کے ایک رئیس زادے سے جو ملک سے باہر بس گیا تھا، مختصر مگر گہری وابستگی کے بعد والدین کی مرضی کے خلاف اچانک شادی کر لی۔ آخر کار انہوں نے اس شادی کو قبول کر لیا تو صرف اس مجبوری سے کہ کسی ناگوار صورتحال کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس کے بعد کوئی چھ مہینے کے وقفے سے ایوگینی پاولووچ نے اپنے مکتوب الیہ کو، پھر ایک طول طویل مفصل خط میں مطلع کیا کہ گزشتہ بار جب سوئٹزرلینڈ میں پروفیسر شنیدر کے ہاں جانا ہوا تو وہاں پورے پہان چین خاندان سے ملاقات ہو گئی (ظاہر ہے کہ جنرل ایوان فیودروچ اس میں شامل نہیں تھے، وہ اپنے کام سے پیتر سبورگ میں رہ گئے تھے) وہیں پرنس ش۔ بھی ملا۔ وہاں کی یہ ملاقات بھی نرالی تھی۔ سب لوگ بڑے تپاک سے پیش آئے۔ ادے لائیدا اور الیکساندرا دونوں بہنیں آپ ہی آپ ان کی احسان مند ہوئی جا رہی تھیں کہ وہ "اس بدنصیب پرنس کی فکر کرنے میں فرشتہ سیرت" ہیں۔ بیگم صاحبہ لیزاویتا نے پرنس کو اس بیمار اور خستہ حالت میں دیکھا تو رونے لگیں، دل سے آنسو بہائے۔ نظر آتا تھا کہ پرنس کو بے قصور مان لیا گیا ہے۔ پرنس ش۔ نے اس موقع پر کئی پرلطف اور دانشمندی کی باتیں سنائیں۔ ایوگینی پاولووچ کو یوں لگا کہ ادے لائیدا اور وہ ابھی تک پوری طرح ایک دوسرے کے نہیں ہوئے لیکن آئندہ کے آثار ایسے ہیں کہ منجھلی ادے لائیدا خوشی خوشی اور تہ دل سے خود کو پرنس ش۔ کی ذہانت اور پختگی کے حوالے کیے بغیر نہیں رہے گی۔ پھر اس خاندان کو بحال میں جو سبق ملے، انہوں نے بھی اسے بری طرح متاثر کیا ہے، خاص کر اس پولش جلاوطن رئیس زادے کے ساتھ اگلایا پر جو بیتی، وہ بہت اثر کر گئی۔ یہ خاندان اگلایا اپنی بیٹی دیتے وقت جن جن اندیشوں میں مبتلا تھا، وہ چھ مہینے کے اندر ہی سچ نکلے بلکہ ان میں اور بھی انہونی باتیں بڑھ گئیں جن کا سان گمان تک نہ تھا۔ پتہ چلا کہ یہ شخص اول تو سرے سے رئیس زادہ ہی نہیں اور اگر واقعی ملک سے باہر پڑا ہے تو اس کی تہ میں کوئی دوسرا ہی محرک ہے۔ اس نے اگلایا کا دل چھین لیا تو اپنی روح کی بے پناہ شرافت کے سبب جو وطن کے درد سے

زخمی تھا اور اگلایا کو ایسا اسیر کر لیا کہ وہ شادی سے پہلے ہی کسی ایسی غیر ملکی کمیٹی کی ممبر بن بیٹھی جس نے پولینڈ کی سرزمین کی بحالی کے لیے مہم چلا رکھی تھی۔ اس پر طرہ یہ کہ کسی مشہور پادری کے کیتھولک واعظوں اور اعترافی نشستوں میں شریک ہونے لگی اور پادری نے اس کے دل و دماغ کو پوری طرح اپنی مٹھی میں لے لیا۔ پولینڈ کے اس رئیس زادے نے اپنے بے حساب مال و دولت کا جو سبز باغ دکھایا تھا، لڑکی کی والدہ اور پرنس ش۔ کے سامنے اٹل ثبوت رکھے تھے، وہ سب بعد میں فرضی نکلے۔ جو کمی رہ گئی تھی وہ یوں پوری ہوئی کہ شادی کے کوئی چھ مہینے بعد ہی رئیس زادے اور اس کے دوست مشہور پادری نے اگلایا اور اس کے گھر والوں میں سخت ناچاقی کرا دی۔ بات یہاں تک بڑھی کہ کئی مہینے گزر گئے تھے اور گھر والوں نے اس کی صورت تک نہیں دیکھی تھی... مختصر یہ کہ کہنے سننے کو تو بہت باتیں تھیں مگر بیگم صاحبہ، بیٹیاں اور پرنس ش۔ ان "ہولناکیوں" سے ایسے بدحواس ہو چکے تھے کہ ایوگینی پاولووچ سے گفتگو کرتے وقت بعض اور چیزوں کا ذکر زبان پر لاتے ڈرتے تھے۔ اگرچہ انہیں اندازہ تھا کہ ان کے مخاطب کو اگلایا ایوانوونا کے تازہ ترین والہانہ واقعات بن کہے بھی ضرور معلوم ہوں گے۔ بیچاری لیزاویتا پروکوفیونا روس جانے کو بے قرار تھیں۔ ایوگینی پاولووچ کا کہنا تھا کہ پردیس کی ہر چیز میں انہیں کیڑے نظر آتے تھے، ہر شے میں چن چن کر عیب نکالتی تھیں۔ کہا کرتی تھیں: "روٹی کو اچھی طرح سینکنا تک انہیں آتا نہیں، سردیوں میں چوہوں کی طرح تہ خانوں میں ٹھٹھرے جاتے ہیں۔ ارے، کچھ تو نہیں تو میں اس بدنصیب پر، جی بھر کے روسی میں رو تو لیتی۔" وہ ہول دلی کے مارے پرنس کی طرف انگلی اٹھا اٹھا کر پکارتیں، حالانکہ اس نے انہیں پہچانا بھی نہ تھا۔ "بس بہت چونچلے ہو لیے، اب ہوش کے ناخن لو۔ یہ سب کچھ، یہ پردیس، یہ تمہارا سارا یورپ، یہ سب کا سب محض خیالی اڑان ہے، ہم بھی ملک سے باہر نکل کر ایسے ہی ہو جاتے ہیں، خیالی اڑان... میری بات گرہ باندھ لو، آگے چل کے خود دیکھو گے!" ایوگینی پاولووچ کو رخصت کرتے وقت ان کے منہ سے یہ لفظ قریب قریب طیش میں نکلے تھے۔

حواشی:

(1) کلاسیکی روسی ظرافت نگار کوگول کی کامیڈی "شادی" کا مشہور کردار ہے۔ "پدکلے سن" جسے ڈرامائی شکل میں بے حد پسند کیا گیا۔ (ظ۔ا)

(2) "اسی دن کی آرزو تھی، تمہیں خارج دماغ!"

(3) نزدریف، ایک مشہور شیخی باز، خود پسند کردار ہے گوگول کے ناول "مردہ روحیں" کا۔ (ظ۔ا)

(4) واہ کیا دلیر لڑکا ہے، کس کا بیٹا ہے تو؟

(5) یعنی بویار کی اولاد ہے، تبھی تو اتنا بہادر ہے۔ مجھے بویار لوگ پسند ہیں، کیوں رے لڑکے تو مجھے پسند کرتا ہے۔

(6) وہمی ہو گیا وہ تو!

(7) شاہ روم

(8) ابھی بالکل ہی بچی ہے!

Scanned with CamScanner

(9) جھوٹ کبھی نہ بولنا۔ نپولین، آپ کا مخلص دوست۔

(10) "آنا"..... آرڈر آف سینٹ آنا کے لیے عام بول چال کا لفظ۔ یہ خطاب اور منصب اول درجے کا شمار ہوتا تھا۔ (ظ۔ا)

(11) یہ تاش کا روسی کھیل ہے، جس میں چند ہوشیار چالوں کے بعد کھلاڑی مقابل کو چاروں شانے چت گرا لیتا ہے۔ (ظ۔ا)

(12) گلے بوف، استیان (1672ء۔1718ء)... پیوتر اول کی پہلی بیوی ایودوکیہ کا آشنا۔ 1718ء میں سخت اذیتوں کے ساتھ سزائے موت سنائی گئی۔ 12 مارچ 1718ء کو لال چوک میں میخ پر چڑھایا گیا اور چودہ گھنٹے زندہ رہ کر مر گیا۔ (ایڈیٹر)

(13) اوسترمان (1686ء۔1747ء)... روسی سرکاری عہدیدار، ڈپلومیٹ۔ (ایڈیٹر)

(14) میری خطا، میری خطا۔

(15) آٹھ ہزار ایکڑ کے قریب۔ (ظ۔ا)

(16) ہماری بس نہیں!

(17) یا اخوت یا موت۔

(18) خلیست فرقہ..... 17ویں صدی میں ایک مسیحی فرقے کے لوگ، جو دیوانہ وار اپنے بدن پر کوڑے لگایا کرتے تھے۔ ان پر شاہی افسروں نے بڑے ستم ڈھائے۔ (ایڈیٹر)

(19) کافی شوق انگیز اور نہایت دلچسپ بات ہے یہ۔

(20) انہیں کہہ لینے دو۔

(21) اچھا، یہ بات؟

(22) پوشکن کی نظم "شام زندگی" کے آخری مصرعے۔ یہ نظم شاعر نے حسب حال کہی تھی۔ ترجمہ: ظ انصاری۔

(23) تورگیف، ایوان (1818ء۔1883ء)..... عظیم روسی مصنف۔ (ایڈیٹر)

Scanned with CamScanner

تعلیمات

حضرت مولانا

عبیداللہ سندھی رحؒ

مرتب پروفیسر محمد سرور



باغ و بہار

(فرہنگ کے ساتھ)

میر امن دہلوی



بنات النعش

ڈپٹی نذیر احمد





ڈپٹی نذیر احمد

توبۃ النصوح

ڈان بکس

DB

طفیل چیمبرز 3rd فلور 39- مزنگ روڈ، لاہور

e-mail:dwan.books@gmail.com

ISBN 978-969-976-565-6

Scanned with CamScanner